زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی اے

سلسلہ جدید	مارچ ۱۹۰۵ء	جلد ۴ نمبر ۳

فہرست مضامین

محمد رحمت اللہ صاحب رعد کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت سالانہ ... پیشگی ... بیرنگ مع محصول



سرسید



مسٹر بیک



نواب انتصار جنگ



خواجہ حالی



مولانا شبلی



نواب محسن الملک



مسٹر ماریسن

KUNTALINE PRESS, CALCUTTA

مارچ ۱۹۰۵ء

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید جلد ۴ نمبر ۳

رام شاستری

تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طور پر کہ ہر شخص کو اپنی عمر مین ایک موقع ترقی کا ضرور ملتا ہے خواہ وہ اوس سے فائدہ اوٹھائے یا نہ اوٹھائے۔ اسی طرح ہر قوم کی ترقی کا بھی ایک دَور آیا کرتا ہے اور جب وہ دَور آتا ہے تو اوس قوم کے افراد مین وہ تمام صفات جمع ہو جاتے ہین جو منتہاے کمال پر پہونچنے کے لیے لازمی ہین۔ مرہٹون کی قوم کبھی فنون سپہ گری یا اولوالعزمی کے لحاظ سے ممتاز نہ تھی بلکہ زراعت ہی ہمیشہ سے اونکا ذریعۂ معاش تھا اور بجاے شمشیر زنی و ملک گیری کے ہل جوتنے اور مویشی کے چرانے مین مصروف رہتے تھے۔ لیکن جب اونکی ترقی کا دَور آیا تو گو وہ مدت کے اعتبار سے بجلی کی چمک یا پھولس کی آگ سے زیادہ پائدار نہ تھا مگر اونمین بھی سیواجی جیسا فاتح مادھو راؤ جیسا اولوالعزم سپہ سالار نانا فرد نویس اور سکھارام باپو جیسے مُدبّر اور دولت راؤ سندھیا جیسا جنرل اور رام شاستری جیسا منصف جج پیدا ہو گیا۔ مرد تو مرد عورتین بھی ایسی ایسی دانشمند اور منتظم ہوئین جیسے کہ اہلیہ بائی کہ جسکی یاد کبھی زمانہ کے دل سے محو نہین ہو سکتی اگرچہ اولوالعزم لوگون کے کارنامے خواہ اونکی حوصلہ مندی کا اظہار کسی میدان مین ہو قومی ہمت کے قائم رکھنے کے لیے عطیہ عظمیٰ ہین لیکن یہ باتین اوسیوقت کام آتی ہین جبکہ قوم قوم ہو لیکن جب کوئی قوم بدنصیبی سے ادبار مین مبتلا ہو کر قعر پستی مین جا پڑتی ہے اور ہر چند ہاتھ پانوٗن مارتی

ہے مگر کامیابی کی شکل نہین دیکھتی تو اوسوقت گذشتہ عظمت وشان کے قصون کا دُہرانا بالکل ایسا ہی ہے کہ کسی شخص کی خوبیون کا ذکر اوسکے جنازہ کے سامنے بیٹھکر کیا جائے جسکا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ داغ حسرت تازہ اور ریایوسی اور بھی ہر طرف سے مسلط ہو جائے۔ ایسی درماندہ حالت مین اگر کوئی تدبیر کارگر ہوتی ہے تو وہ یہی ہے کہ قوم کے سامنے اخلاق کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کیے جائین جو بھولے بھٹکون کے لیے چراغ ہدایت کا کام کرین تاکہ قوم پھر اوس اخلاقی عظمت پر پہونچ سکے جو ہر قسم کے واقعی ترقی کیلیے لازمی ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اوسوقت اس امر کی ضرورہے کہ بجائے سیواجی مہاراج اور نانا فرد نویس کے رام شاستری جیسے اخلاق کے پتلونکی یاد تازہ کیجائے

رام شاستری مہارشٹر کا ایک غریب برہمن تھا مگر وہ اپنے علم و فضل عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت سری منت مادھو راؤ بلاڑ پیشوا کے عہد مین نیائے دہیش یا میر عدل یا آجکل کی اصطلاح مین چیف جسٹس کے عہدہ پر ممتاز ہوا۔ اگرچہ اس شخص کے کارنامے بھی ہندوؤن کی روحانیت کی بدولت آیندہ ورثہ کے دوسرے بڑے لوگون کی طرح گمنامی کی نذر ہو گئے اور کچھ معلوم نہین ہوسکتا کہ وہ کہان پیدا ہوا اور کس جگہ اور کن کن اوستادون کے تحت مین اوسکی تعلیم ہوئی اور کن طریقون سے دربار پیشوا مین رسائی پیدا کرکے ایسے اعلیٰ مرتبہ پر پہونچا۔ لیکن قلم کی کوتاہی کو خلایق کے زبان نے ایک حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس بینظیر شخص کے عدل و انصاف جرأت و ہمت اور اخلاقی عظمت کے قصے مہارشٹر مین زبان زد خاص و عام ہین۔

دربار پیشوا مین میر عدلی کے اعلیٰ عہدہ کے علاوہ برہمنون کو دکشنا دینا کا کام بھی اسی دیانت دار شخص سے متعلق تھا ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ دوسرون کے ساتھ رام شاستری کا بھائی بھی دکشنا لینے آیا اور نانا فرد نویس نے رام شاستری کے خوش کرنے کے لیے حکم دیا کہ اسکو خاص طور پر بیس روپیہ دیے جائین مگر رام شاستری کی بے لوث انصاف پسندی نے اوسکو گوارا نہ کیا اور صاف جواب دیا کہ اوسمین کوئی شرخاب کا پر نہین ہے بلکہ دوسرونکی طرح وہ بھی ایک جاہل برہمن ہے اور اسلیے صرف دو ہی روپیہ پانے کا مستحق ہے۔ ایک اور نقل بھی بیان کیجاتی ہے جس سے اس بے نفس شخص کی اخلاقی عظمت اس سے بھی نمایان طریقے سے ثابت ہوتی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رام شاستری کے صرف ایک ہی بیٹا تھا مگر اتفاق سے وہ کچھ اسقدر غبی اور بد ذہن تھا کہ رام شاستری نے لکھانے پڑھانے کی ہرچند کوشش کی مگر کوئی تدبیر

کا گزر نہ ہوئی۔ جب وہ بڑا ہو کر دربار مین آیا تو پیشوا نے چاہا کہ اوسکو جاگیر دین مگر جب رام شاستری کو معلوم ہوا تو اوس نے بہت زور سے مخالفت کی اور صاف کہدیا کہ ایسے نالایق لوگون کو جاگیر سے کیا مناسبت اونکو تو یہی شایان ہے کہ کسی امیر کے گھر مین پانی بھر کر اپنی گذر اوقات کرین۔ یہ سُنکر پیشوا کو سخت حیرت ہوئی۔ اگرچہ رام شاستری کے علم و فضل مین شک نہین ہے لیکن وہ عام پنڈتون کی طرح تنگ خیال نہ تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ سرمینت مادھوراؤ پیشوا سے ملنے کے لیے صبح کے وقت گیا۔ خدمت گارون نے اطلاع دی کہ سرمینت جپ مین مصروف ہین ملاقات کا موقع نہین ہے۔ یہ سنکر رام شاستری اپنے گھر واپس آئے اور اپنے ٹٹو پر اپنا اوڑھنا بچھونا اور رہڑپی وغیرہ لاد کر دربار مین پہونچے اور پیشوا سے درخواست کی کہ اُنکو کاشی جی کی تیرتھ کی اجازت دیجاے۔ سری منت حیران رہ گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ دفعتاً ایسا ارادہ کر بیٹھے اور جب اصرار سے پوچھا تو شاستری نے جواب دیا کہ صرف میرا ہی نہین بلکہ آپ کا تشریف لیچلنا بھی مناسب ہے کیونکہ جب آپ نے برہمنون کا طریقہ چھوڑ کر چھتریون کا وتیرہ اختیار کیا ہے اور وہ آپ کو زیبا بھی دیتا ہے تو اب اگر اس سے بھی بد دل ہو کر جپ مین مصروف ہونے کا قصد ہے تو مسند حکومت تو اسکے لیے مناسب نہین ہے بہتر ہے کہ میرے ہمراہ کاشی جی چلیے ہم دونون گنگا کنارے بیٹھکر رات دن پوجا پاٹ مین مصروف رہا کرین گے یہ ممکن نہین ہے کہ دونون طریقے ایک ساتھ جمع ہوسکین اور اگر ایسا کیا جائیگا تو نہ یہ ہوگا اور نہ وہ ہوگا

ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دون
این خیال است و محال است و جنون

آپ کا پوجا پاٹ یہی ہے کہ اپنی رعایا کی پرداخت کرین اور اونکے دُکھ درد مین شریک ہون" یہ سُنکر سری منت مادھوراؤ بہت شرمندہ ہوا اور اوس نے پختہ وعدہ کیا کہ آیندہ اس قسم کی عبادت برہمنون کے لیے چھوڑ دیگا۔

یہ تو رام شاستری کی صاف گوئی کی ایک ادنیٰ مثال ہے ایک دوسرے موقع پر اُس نے اپنی نظر حق پسندی کا اس سے بھی بڑھکر ثبوت دیا۔ جب مادھوراؤ بلا ثمر ملک عدم کو سدھارے اور پیشوائی کی پگڑی نوجوان نرائن راؤ کے سر پر رکھی گئی تو ہر طرف سے سازشون کا بازار گرم ہوا اور بالآخر گاردیون[1] لوگون نے شورش کر کے غریب نرائن راؤ کو قتل کر ڈالا یہ ایک

[1] گاردیون سے مراد اوس باقاعدہ فوج سے ہے جو یورپین فوجون کے نمونے پر تیار کی گئی تھی اور جیسکے افسر اکثر یورپین ہوتے تھے۔

نہایت سنگین واقعہ تھا اور اسلیے اسکی دریافت رام شاستری جیسے پختہ کار شخص کے سپرد ہوئی رام شاستری کو فوراً ہی معلوم ہوگیا کہ یہ کام سوائے نرائن راؤ کے چچا رگھوناتھ راؤ کے اور کسی کا نہین ہے جو ایک مدت سے پیشوائی کی لَو لگائے ہوئے تھا اور اس دلیر شخص نے رگھوناتھ راؤ کے پاس جاکر بلا تکلف کہدیا کہ مجھے بخوبی معلوم ہوچکا ہے کہ یہ کام آپ ہی کے ایما سے ہوا ہے۔ رگھوناتھ راؤ نے پہلے تو بہت کچھ ٹالنا چاہا لیکن جب اوسکو یقین ہوگیا کہ رام شاستری کو پہلے ہی ساری حقیقت معلوم ہوچکی ہے تو اوسکو بالآخر کہنا پڑا کہ مین نے تو صرف گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا مگر میری بی بی آنندی بائی نے جو بلا کی اولوالعزم تھی لفظ دھرو پکڑو) مین صرف ع (دھا) کو ملہط (ما) بنا دیا تھا اور اوسی کا یہ نتیجہ ہوا۔ اسکے بعد رگھوناتھ راؤ کہنے لگا کہ آخر جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوگیا مگر اس پاپ سے بچنے کے لیے کیا پرائسچت (کفارہ) کرنی چاہیے رام شاستری نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ خون کا بدلا خون ہے یاد رکھو کہ اسکے بعد چاہے تم ہزار برس تک زندہ رہو تم سے کبھی کوئی نیک کام نہوگا اور ایسے گناہ کبیرہ کے بعد تمھارے راج کی بھی خیریت نہین ہے بس اب میرا بھی سلام ہے جب تک آپ گدّی پر ہین آپ مجھے کبھی پونا مین نہ دیکھین گے۔ آج تک مین آپ کا ہواخواہ تھا لیکن آئندہ سے میری نسبت ایسا خیال نفرمائیے" یہ کہکر رام شاستری دربار سے رخصت ہوا اور اوسنے اپنی باقی عمر ایک چھوٹے سے موضع مین جو وائی ضلع ستارا کے قریب ہے افلاس مین بسر کی فقط

محمد عزیز مرزا

عیوب کی بیخ کنی کی نسبت انھین خوبیون سے دبا دینا سہل ہے۔ اپنے عیوب کا خیال نہ کرو اور اس سے بھی زیادہ دوسرونکی خامیون کو نظر انداز کرو۔ جو شخص تمھارے پاس آئے اُسمین تم اچھی اور عمدہ باتین تلاش کرو اور اُسکی عزت کرو۔ اِسی مین خوش رہو اور جہانتک ممکن ہو اُسکی تقلید کرو۔ اور تمھارے عیوب اُسی طرح رفع ہوجائینگے جسطرح وقت پر مُرجھائی ہوئی پتّیان ایک ایک کرکے گرجاتی ہین۔ - رسکن -

---

تاریخ

(۱)

موجودات بہ ہیئت مجموعی ایک سلسلہ عظیم رکھتی ہے اور پھر موجودات کے لیے باعتبار نوعیت وجداگانہ کیفیت ایک جداگانہ مستقل سلسلہ ہے اور ہر سلسلۂ مستقل کا نظام نظام وقت یا نظام زمانہ سے ایک لازمی نسبت رکھتا ہے۔ کوئی موجودات کا کوئی سلسلہ یا کوئی نظام۔ نظام وقت یا نظام زمانہ کی زد سے خالی یا محفوظ نہین۔

جسطرح آفتاب کی کرنین موجودات مین ساری اور موثر ہین اسیطرح آفتاب وقت یا شمس زمانہ کی کرنین موجودات اور موجودات کے ہر سلسلہ کے رگ و ریشہ مین ممتزج اور ملی جُلی ہین اگر یہ دریافت کیا جائے کہ موجودات کو زمانہ سے یا زمانہ کو موجودات سے کیسی نسبت ہے تو کہا جائے گا کہ جو نسبت جسم سے روح کو ہے وہی نسبت زمانہ کو موجودات سے ہے۔ چونکہ وقت یا زمانہ باعتبار اپنے آثار کے جداگانہ روش یا سلسلہ مین عامل ہے اسواسطے موجودات اور موجودات کے سلسلے بھی جداگانہ کیفیات سے تمیز کیے یا تمیز دیلے جاتے ہین موجودات کا ایک سلسلہ یا ایک نوع دوسرے سلسلہ یا دوسرے نوع سے گونہ تمیز رکھتی ہے زمانہ کا ایک سلسلہ یا ایک حصّہ بھی دوسرے سلسلہ یا دوسرے حصہ سے متمیز ہے۔ موجودات کے سلسلہ یا انواع اور حصّون کی باہمی تمیز بھی دراصل زمانہ کے سلسلون یا حصّون کی تمیز سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اگر زمانہ کے حصون مین باعتبار آثار اور کیفیات تمیز نہ ہو تو موجودات کے حصون یا سلسلون مین بھی تمیز کرنے کا موقع نہ ملے۔

وقت یا زمانہ کی شناخت اور تحدید کے لیے سوا اسکے کوئی ثبوت یا کوئی نشان نہین ہے کہ ایک وقت یا ایک زمانہ کے آثار اور واقعات ہی خود کو دوسرے وقت یا دوسرے زمانہ سے تمیز دیتے اور جدا کرتے ہین جب کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اب وہ وقت

یا وہ زمانہ نہین رہا تو اُسکا مفہوم بجز اسکے اور کچھ نہین ہوتا کہ جو آثار اور جو کیفیات پہلے زمانہ مین تھین وہ موجودہ زمانہ مین نہین ہین[1]۔

ایک وقت یا ایک زمانہ کو دوسرے زمانہ سے تمیز دینے یا جدا کرنے کا بڑا بھاری گُر یا اصول صرف یہی ہے کہ اون کے آثار اور کیفیات وآردہ مین تمیز کی جاتی اور ایک کیفیت کو دوسری کیفیت سے جدا کیا جاتا ہے۔

جیسے انسان اور دیگر ہر موجودات کو کوئی نہ کوئی شکل یا ہیئت حاصل ہے ایسے ہی وقت اور زمانہ کی بھی کوئی نہ کوئی شکل یا ہیئت تسلیم کیجا سکتی ہے اور اوسی شکل یا ہیئت سے ایک وقت یا ایک زمانہ دوسرے وقت یا دوسرے زمانہ سے تمیز دیا اور پہچانا جا سکتا ہے۔

---

[1] ہفتہ کے سات دن اور چار ہفتون کا ایک مہینہ اور بارہ ماہ یا ۳۶۵ دن کا ایک سال ہوتا ہے سات دنون اور بارہ مہینون مین وہ کونسی نسبت اور خصوصیت ہے جو ایک کو دوسرے سے جدا کرتی ہے بُدھ اور جمعہ کے دنون مین کیون تمیز ہے اور ایک بُدھ کو دوسرے یا گذشتہ اور آیندہ بُدھ سے کیون جدا سمجھتے ہین۔ بدھ اور جمعہ یا ایک اور دوسرے بُدھ مین کوئی فرق اور ما بہ الامتیاز نہین ہے صرف آثار وارادہ اور کیفیات مختلفہ کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے تمیز دی جاتی ہے علی ہذا القیاس چوتھی تاریخ اور دسوین تاریخ مین اور کوئی امتیاز سوا اسکے نہین پایا جاتا کہ دونون تاریخون کے آثار اور کیفیات متمیز اور جداگانہ ہین اگر آثار اور کیفیات مین تضاد اور تخالف نہ ہوتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ ایک تاریخ دوسری تاریخ اور ایک دن دوسرے دن یا ایک مہینہ اور سال دوسرے مہینہ اور سال سے کوئی تباین رکھتا ہے دنون اور مہینون کے نام محض اعتباری جہت سے رکھے گئے ہین نہ یہ کہ دنون اور مہینون کے اسما مین کوئی خصوصیت ہے۔ دنون۔ مہینون۔ سالون۔ صدیون۔ کو باعتبار اون کی کیفیات اور آثار کے یاد کیا جاتا ہے مثلاً مکڑی والا سال طاعون والی صدی کسی جنگ عظیم یا قحط دالاحصہ صدی جس سال یا جس صدی مین کوئی واقعہ سخت یا عظیم سرزد ہوتا ہے اوسی کسے اوسکو منسوب کیا جاتا ہے یہ ایک عملی ثبوت اس امر کا ہے کہ دنون۔ مہینون۔ سالون۔ اور صدیون۔ کی شناخت صرف اونکے آثار اور کیفیات کی حیثیت سے کی جاتی ہے نہ کہ کسی اور طریق سے ۱۲

یہ کہنا کہ وقت یا زمانہ کی کوئی شکل یا ہیئت نہین ہے معناً غلط ہے اگر انکی کوئی شکل یا ہیئت نہ ہو تو انھین پہچانا کیونکر جائے یہ جدا بات ہے کہ وہ شکل یا وہ ہیئت ایک خاص حالت یا خاص صورت رکھتی ہو۔ شکل اور ہیئت کبھی تحدید جسمانی سے پہچانی جاتی ہے اور کبھی آثار اور کیفیات سے ہی تمیز دی جاتی ہے ہوا ایک شکل رکھتی ہے لیکن اشکال مرتبہ سے نہین ہے صرف اپنے آثار اور کیفیات سے شناخت ہوتی ہے ایسے ہی وقت اور زمانہ بھی اپنے آثار اور کیفیات سے کالمرئی ہے[ل]۔

اشکال وقت یا اشکال زمانہ کیا ہین اور اونسے کیا مفہوم ہے وہ واقعات۔ وہ حادثات وہ سانحات جو اونمین حادث یا وقوع پذیر ہوتے رہے ہین ان اشکال کے واسطے ایک وضع اور ایک تحدید موجود ہے۔ جو واقعہ ایک دوسرے واقعہ سے خود کو جدا کرتا اور تمیز دیتا ہے اوسکے لیے وہ ایک وضع اور ایک تحدید ہے۔

جو لوگ موجودات اور زمانہ کی باہمی نسبت پر غور نہین کرتے دراصل انھین دونون ہیئتون مین بالکلیت تمیز کرنے کا اب تک موقعہ ہی نہین ملا۔ اور انھین معلوم نہین کہ دونون

ل جب کسی شخص پر کسی گذشتہ واقعہ کا ظاہر کرنا مراد ہوتا ہے تو اوسے کہا جاتا ہے۔ جس روز مینھہ برسا اور بادل گرجا تھا جس روز آندھی آئی تھی جس رات کبھی کوندی اور ڈاکا پڑا تھا اِن اذکار بالا آثار سے سامع کے دل پر اوس روز یا اوس رات کا خاکہ کھنچ جاتا اور تصویر اوتر آتی ہے اگر ان آثار اور ان حوادث کا ذکر بالخصوص نہ کیا جاتا تو کبھی وہ خاص دن یا خاص رات یاد نہ آسکتی جسطرح ایک حلیہ انسان کی یاد کرا دیتا ہے اُسی طرح ایک خصوصیت واقعہ یا حادثہ دن اور سال یاد کرا دیتی ہے جو گویا اوسکا ایک حلیہ یا ایک وضع ہے۔

قدرت نے اشکال کثیرہ کی بنیاد محض امتیاز اور تفریق باہمی کے واسطے رکھی ہے اور انسان نے بھی قدرت کی تقلید سے اس اصول کی زیادہ تر پیروی کی ہے مصنوعی اشیاء اور مخترعہ آثار مین بھی اشکال کی تفریق سے ہی باہمی تمیز کی جاتی ہے اگر شکلین متمیز نہوتین تو کوئی ایک شئے دوسری شئے سے تمیز نہ کی جاتی جیسے ایک صناع جدا جدا نمونون اور جدا جدا اشکال سے اپنی صنعتون کو تمیز دیتا ہے اسی طرح حادثات اور واقعات اپنے اپنے مختلف نمونون اور متمیزہ اشکال سے اپنے وجود کا اثبات اور تمیز کراتے ہین۔ ۱۲

کیسی نسبت اور کیسا عمیق تعلق ہے۔
جیسے کہا جاتا ہے کہ خلا محال یا ناممکن ہے ایسے ہی یہ بھی کہنا چاہیے کہ موجودات کا زمانہ سے جدا ہونا یا زمانہ کا موجودات سے متعلق نہ ہونا بھی محال اور ناممکن ہے۔ جو موجود ہے وہ زمانہ اور وقت کے ساتھ یا کسی زمانہ اور وقت مین موجود ہے جو شئے موجود تھی وہ بھی کسی زمانہ یا وقت مین موجود تھی اور جو آئندہ موجود ہوگی وہ بھی کسی زمانہ یا کسی وقت مین موجود ہوگی خلاصہ یہ کہ "وجود شئے مستلزم ہے وجود وقت اور وجود زمانہ کو" موجودات کی ہستی یا موجودگی حالات ذیل پر مشتمل ہے۔
(**الف**) موجود بہ زمان واحد۔
(**ب**) موجود بہ زمان مختلف۔
یہ دونون حالتین ازمنۂ - ماضی - حال - اور مستقبل - کی متقاضی یا پابند ہین ہر ہستی اور ہر موجودات اِن تینون زمانون مین سے کسی نہ کسی سے منسوب اور متعلق ہوگی یا گذر چکی ہوگی یا موجود ہوگی یا آیندہ آوے گی۔

لہ بعضون نے کہا ہے وجود شئے ہی دراصل وقت یا زمانہ کی ایک وضع یا شکل ہے اس دلیل سے کہ وجود درحقیقت دوسرے الفاظ مین وقت یا زمانہ کا ہی نام ہے کیونکہ ہر وجود کو وجود زمانہ محیط ہے یا یہ کہ کوئی وجود احاطت زمانہ سے آزاد اور باہر نہین ہے گویا وجود زمانہ کے ایک خاص جزو یا حصہ کا نام باعتبار حقیقت الامر کے ہے ۱۲
لہ زمانے تین ہین اور یہی اکثر یہ مذہب ہے لیکن بعض لوگون نے یہ بحث بھی کی ہے کہ زمانہ حال دراصل کوئی زمانہ نہین ہے محض اعتباری جہت سے مانا جاتا ہے صرف دو زمانے ماضی اور مستقبل ہی ہین چونکہ ہر زمانہ اور ہر وقت مسلسل لگاتار بلا فاصلہ گذر رہا ہے اسواسطے یہ نہین کہا جا سکتا کہ کوئی زمانہ حال بھی ہو - زمانہ مستقبل کا وقوع یا حدوث عمل ماضی ساتھ ساتھ ہی لاتا ہے یعنی ایک واقعہ یا ایک حادثہ وقوع مستقبل حالت چھوڑکر ساتھ ہی ساتھ ماضی ہوجاتا ہے -
دوسرون نے اس خدشہ کا یہ جواب دیا ہے کہ جو عرصہ یا جو وقفہ مستقبل حالت اور ماضی کے درمیان مین گذرتا ہے وہی زمانہ حال ہے ضرور ہے کہ دونون کے درمیان کچھ نہ کچھ بُعد یا وقفہ ہو پس جو بُعد اور وقفہ ہے وہی حال ہے ۱۲

حادثات سانحات اور واقعات گزرتے جاتے ہین اور اونمین اپنے وقوعی اوقات سے ایک بُعد ہوتا جاتا ہے اور جس موجودات پر اونکا وقوع اور ورود ہوتا ہو وہ بھی اوضاع اور اشکال محسوس کے تارک ہوکر دائرۂ عدم مین منتقل ہوتے جاتے ہین۔لیکن اِن دونون کے مقابلہ مین جزاً یا کلیاً ایک خاص میعاد کے لیے چند آثار اور کیفیات باقی رہتی ہین۔

انسان طبعًا اس بات کا متمنی اور خواہشمند ہے کہ اون آثار ما بقا یا کیفیات سلف کو جو اوس تک کسی نہ کسی طرح سے پہونچے ہین یا جنھین اوس نے پایا اور حاصل کیا ہے اپنے مشغلۂ طبیعت یا یاد کے واسطے محفوظ رکھے اس ضرورت اور طبعی آرزو کی وجہ سے انسان اون چند طریقون کے ایقاع اور اختراع کی جانب مائل ہوا ہے جو اس ضرورت کے کسی نہ کسی حیثیت سے مہتمم در رافع ہین جب انسان کے سامنے یا مواجہ مین کوئی واقعہ گذرتا ہے یا کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو اوسکی طبیعت مین یہ جوش اور یہ اُمنگ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اُسے خود محفوظ رکھہ سکے یا کوئی دوسرا شخص اوسکے احفاظ کا حامی ہو خواہ کیسا ہی واقعہ یا حادثہ ہو وہ کسی نہ کسی سے نسبت ضرور رکھتا ہے اور وہی نسبت اوسکے قیام یا احفاظ کی باعث اور محرک ہوتی ہے گو انسانی سرشت مین فراموشی بلکہ بسا اوقات خود فراموشی کا مادہ بھی جوش زن ہوتا ہے اور بہت سے ضروری مواد اور واقعات کا احفاظ کبھی نہین کرسکتا اور یہ ذمہ داری نہین لے سکتا مگر باوجود اسکے بھی اوسمین طاقت احفاظ بھی غضب کی ہے گو وہ طاقت ہنوز نامکمل اور ادھوری ہے[۱] لیکن با اینہمہ اوسکا وجود اور اوسکا اثر مغتنمات سے ہے۔

مندرجۂ ذیل عملی طریقے اب تک تکمیل اور احفاظ واقعات و آوردہ کے لیے مروج ہین یا اونمین سے اکثر اپنے اپنے وقت مین مروج رہ چکے ہین۔

(۱) زبانی روایات وحکایات پر بناے حافظہ۔

[۱] اس طاقت اور اس جذبہ کے نامکمل یا ادھورے ہونے کا ہی یہ نقص ظاہر ہورہا ہے کہ کسی قوم کی تاریخ مکمل اور روشن نہین ملتی ہے کچھ شک نہین کہ بہت سے قومون کی قومی تاریخ مقابلتًا روشن اور مکمل ہے لیکن بہیت مجموعی ہے یہ کبھی بھی نہین کہا جاسکتا کہ تاریخی واقعات کے واسطے جس تکمیل اور جس روشنی اور جس وضاحت کی ضرورت ہے وہ کسی قوم کی تاریخ مین بہمہ وجوہ پائی جاتی ہے ایک قوم پر دوسری قوم تاریخی واقعات کے اعتبار سے فخر کرسکتی ہے لیکن اس وجہ سے فخر نہین کرسکتی کہ اوسکی تاریخ سرے سے ہی سے بالکل مکمل ہے ۱۲

(۲) بذریعۂ نقوش مختلفہ -
(۳) بذریعۂ اشارات متمیزہ -
(۴) بذریعۂ داستان وتذکرہ -
(۵) بذریعۂ قصص
(۶) بذریعۂ ضرب الامثال -
(۷) بذریعۂ سفرنامہ -
(۸) سوانح عمری -
(۹) تواریخ -

اکثر واقعات اور اکثر حادثات یا کیفیات حافظ کی بدولت سینہ بسینہ اور پشت بہ پشت صدہا سال سے محفوظ اور یاد چلی آتی ہین گو اون کا اظہار یا اعلان عام نہ ہو لیکن ایک قیمتی ذخیرہ ضرور ہوتا ہے پہلے پہل حافظہ سے اسقدر محنت لی گئی کہ وہ اوسکے مناسب ثابت ہوتا رہا لیکن جب واقعات کی دن بدن کثرت اور افزایش ہوتی گئی اور تن تنہا حافظہ اوسپر محیط یا قادر نہ ہوسکا تو پھر نقوش اور اشارات کے ذریعہ سے یادداشت تازہ کی جاتی رہی - گو یہ عمل بھی بجاے خود بہ مقابلہ افزونی واقعات کے ایک محدود حالت مین ہی رہا لیکن فی الجملہ اس سے فائدہ بھی بہت کچھ ہوا - مختلف سکّون اور مختلف تصاویر اور نقوش کا رواج پا جانا صرف اس نیت یا اس خیال سے نہ تھا کہ وہ معمولی کاروبار کے چلنے مین معین ثابت ہون بلکہ اس خیال سے بھی کہ جو کچھ اون زبانون مین واقع ہوتا رہا ہے وہ اس طریق سے محفوظ رہے - ایک سکّہ اور ایک سکّہ کے حروف اون پورانے اور گذشتہ واقعات پر روشنی ڈالتے ہین جو واقعات ایک زمانہ مین گذرے ہین اور جنھیں اوسوقت ضروری الحفظ خیال کیا گیا تھا -

رفتہ رفتہ ضرورت کی جہت سے قومون مین فن تحریر رواج پاتا گیا اور اس فن کی بدولت تمام ابتدائی اور جزوی تجاویز یا ایجادات ایک کامل روشنی مین آ گئین - اور اس شریف فن کا سکّہ اپنے سب متقدمین پر بیٹھ گیا - یہان تک پہونچ کر یہ سب تجویزین رفتہ رفتہ علمی رنگ مین لائی جاکر مستقل طور پر بہ اشکال بالا اظہار واقعات ہونے لگا - پہلے پہل ان سب عملیات کی ایک ہی غرض یا ایک ہی مدعا تھا لیکن رفتہ رفتہ

علمی تصرفات کی وجہ سے اُنمین گونہ فرق ہوتا گیا اور اب ایک عمل کا اطلاق دوسرے پر کسی قدر مشکل سے ہوتا ہے۔

روایات اور حکایات مین فرق اور تباین ہے روایت مین ضروری ہے کہ راوی صحت اور سند کا ذمہ دار ہو عام اس سے کہ دراصل وہ روایت بجاے خود کیسی ہی ہو لیکن سلسلۂ حکایات مین حاکی پر یہ لازم نہین ہے کہ وہ صرف ایک سُنی سُنائی واردات کا ذمہ دار ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غیر صحیح۔ حاکی کے لیے ضروری نہین کہ اثبات حکایت کے لیے کوئی اور نزدیک کی سند بھی رکھتا ہو۔ لیکن راوی کے لیے سند کا رکھنا یا سند کا پیش کرنا لازمی ہے۔

نقوش یا اشارات مین واقعہ کا وقوع یا حدوث لازمی ہے گو مبالغہ یا افراط اور تفریط پائی جاے لیکن نفس مدعا غلط نہین ہوتا۔ خواہ اوسکا ثبوت اخلاقی جہت سے دیا جاتا ہو اور خواہ تادیبی یا پولیٹکل ضروریات کی وجہ سے داستان و تذکرہ و قصص ایک طرح سے حکایات کے دوسرے نام ہین لیکن اسقدر فرق بھی ہے کہ سلسلۂ حکایات مین تو حد اور تسلسل واقعہ کا ہونا لازمی نہین اور داستان و قصہ یا تذکرہ مین یہ باتین لازمی ہین قصہ اور داستان مین ضروری نہین ہے کہ واقعی واقعات کا ہی بیان کیا جاوے لیکن تذکرہ مین یہ امر لازمی ہے۔

ضرب الامثال یا کہاوتین اون واقعات یا اون کیفیات کا نچوڑ ہین جو انسانی جماعتون مین وقتاً فوقتاً وقوع پذیر ہو کر عبرت یا ترغیب اور تحریص یا اشتیاق کا باعث ہوتی رہی ہین بڑے بڑے واقعات اور خود بیتیون یا جگ بیتیون کو نتائج کے اعتبار سے مختصر اور موثر الفاظ مین ظاہر کرنا کہا وت یا ضرب المثل ہے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ضرب الامثال کا زمانہ کون اور کب سے شمار مین آنا چاہیے میری راے مین ضرب الامثال شروع سے چلی آئی ہین اور سب سے پہلے اخلاقی تعلیم کا سبق انھین سے شروع ہوتا ہے

ؔ ضرب الامثال اور شاعری مین ایک بُعد اور فاصلہ ہے بعض خیال کرتے ہین کہ ضرب الامثال کا زمانہ شعر سے پہلے کا ہے ضرب الامثال مین واقعات کا ہو بہو لحاظ نتائج کے اظہار ہوتا ہے اور اشعار مین واقعات کے ساتھ تمثیلی امور اور قیاسی یا شبہی لوازمات کا بھی خاکہ دکھایا جاتا اور مبالغہ سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ۱۲

ایک انسان نے دوسرے انسان کی ہمت۔ کمزوری۔ فراست۔ دوراندیشی۔ دانائی۔ وغیرہ وغیرہ جو جو دیکھی اور مشاہدہ کی باعتبار نتائج اوسکا خلاصہ یا نچوڑ دیگر ابناے جنس کے سامنے پیش کردیا۔

ہر زبان اور ہر قوم مین ضرب الامثال کا پایا جانا ثبوت اس امر کا ہے کہ انسان شروع سے ہی واقعات کی تلخیص اور تشخیص کا عادی چلا آیا ہے اور کسی نہ کسی صورت مین اوسے پیش کرتا رہا ہے ضرب الامثال کی ترکیب یا توضیح دو طرح سے عمل مین آتی ہے۔

(الف) یا تو ایک شخص خود ہی اوسکا واضع ہوتا ہے۔

(ب) یا ایک دوسرا شخص کسی دوسرے کے افعال۔ اقوال سے استدلال کرکے ایک کلیہ قائم کرتا ہے۔

اِن سب مراتب کے بعد انسان نے تین خاص طریقے اختراع یا ایجاد کیے ہین سفرنامہ سوانح عمری تاریخ۔

سفرنامون مین سیاح اون واقعات کا خاکہ کھینچتا ہے جو وہ بحالت سیاحت دیکھتا یا سنتا ہے۔ اونمین سے اکثر حصہ اون واقعات سے لیا جاتا ہے جو سماعی یا گذشتہ ہوتے ہین اور ایسے واقعات عموماً وہی ہوتے ہین جنھین انسان اپنے مذاق کے مطابق اخذ کرتا ہے یا جنکی ضرورت سمجھتا ہے یا جو تعجب خیز اور نوادرات مین سے ہوتے ہین۔ سیاح جن واقعات کو غیر ضروری اور معمولی سمجھتا ہے اونھین ترک کرتا جاتا ہے۔

سیاح یا تو محض اپنے ذاتی مذاق کے مطابق واقعات کا انتخاب کرتا ہے اور یا بلحاظ اپنی قوم یا اپنے ملک کے موجودہ مذاق کے یا اس نظر سے تاکہ باعتبار ضرورت یا اصلاح اور خیال ترقی اور تنزل کے اوسکی قوم اور ملک کو کن کن امور کی ضرورت ہے یہ طریق عمل خواہ پولیٹیکل اعتبار سے ہو اور خواہ مذہبی اور سوشل ضروریات کی وجہ سے۔ جیسے ایک

لے اسی واسطے یہ کہا گیا ہے کہ سفرنامون اور سیاحتی تحریرات سے اون واقعات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے جو ایک قوم یا ایک ملک کی سطح عملی سے حقیقتاً قابل ذکر یا قابل اخذ ہوتے ہین۔ سفرنامون مین عموماً انھین واقعات کا ذخیرہ ملتا ہے جو سیاح کے اپنے مذاق کے مطابق ہوتے ہین یہی وجہ ہے کہ ایک ہی ملک کے متعلق سفرنامون مین مختلف اور متضاد واقعات پائے جاتے ہین ۱۲

سوداگر اپنی خواہش اور انتخاب یا اپنے ملک کی ضرورت یا مانگ کے مطابق مال کی خرید و فروخت کرتا ہے یہی حال ایک مبصر سیاح کا ہے۔

سوانح عمری اون خاص واقعات یا طرز زندگی کا نام ہے جو ایک شخص کا طریق زندگی شمار ہوتا ہے سوانح عمریون مین عموماً وہی واقعات درج ہوتے ہین جو ایک خاص شخص کی زندگی یا کیوف زندگی سے وابستہ ہون یا اون واقعات سے جو اوسکی ذاتی زندگی اور دوسرون کی زندگی سے عارضی یا لازمی تعلقات رکھتے ہون اور جن مین ایسی کشش اور ایسا اثر پایا جائے کہ سُننے یا اوسکے پڑھنے والے کسی نہ کسی جہت سے متاثر ہون اور وہ واقعات نتیجہ خیز ہون گو ایسے واقعات سے ایک مخصوص انسان کی زندگی پر روشنی ڈالی جاتی ہے مگر دوسری غرض یا دوسرا نتیجہ دوسرون کو متاثر کرنا ہی ہوتا ہے۔ باقی آیندہ

سلطان احمد

اپنا دماغ منوّر کرنے کی غرض سے پڑھو نہ کہ اپنی تھیلیان بھرنے کے لیے۔ کیونکہ چاندی سونا درحقیقت مٹی مین ملے تھے۔ انکو حرص و ہوا ہی نے جُدا کیا ہے۔

۔سینیکا۔

وہ قوم کسی کام کی نہین ہے جو اپنی عزت کے لیے اپنی کُل چیزین خوشی سے قربان کردینے کو تیار نہو۔ ۔فلر۔

ذاتی اصلاح قومی ترقی کی بُنیاد ہے۔ ۔مل۔

سانکھ فلاسفی

منسبہ

اصول و فقہ پر مختصر بحث

ہندوون مین یون توکہنے کے لیے سو سے زیادہ فلسون کی مختلف شاخین ملینگی اور شری سوامی شنکر آچاریہ کے سجادہ نشین شری سوامی مادھو آچاریہ نے اپنے مشہور مستند و اعلیٰ رتبہ کی کتاب* سَروَدرشن سنگرہ مین سولہ فلسون کو مستند تسلیم کیا ہے لیکن جہانتک خیال کیاجاتا ہے ہندوون مین صرف چھہ فلسفے قابل تسلیم سمجھے جاتے ہین باقی سب یا تو اونکے مُقلد ہین یا مخالف - مجموعی طور پر یہ شٹ درشن کے نام سے مشہور ہین - انکی صراحت حسب ذیل ہے:-

(۱) میمانسا (علم شریعت) اسکی ترتیب مہرشی جیمنی نے دی ہے -

(۲) ویشیشک (علم الاشیاء) کناد رشی کا فلسفہ -

(۳) نیایہ (علم منطق) اسکے مرتب گوتم رشی ہین -

(۴) سانکھیہ - مہرشی کپل کے غور و فکر کا نتیجہ ہے -

(۵) یوگ (علم الاشراق) پاتنجلی رشی سے منسوب کیاجاتا ہے -

(۶) ویدانت (علم التوحید) ویاس رشی کی تصنیف ہے -

اکثر لوگ غلطی سے ان چھہ فلسون کو ایک دوسرے کا مخالف سمجھتے ہین مگر یہ غلطی اور خام خیالی ہے - کیونکہ جسطرح کسی مفرد عمارت کے مختلف و متعدد حصے ہوتے ہین اور اوسکی

* یہ کتاب اُردو مین زیر سرپرستی ہزہائینس مہاراجہ صاحب بہادر بنارس مین ترجمہ کررہا ہون شائقین کی اگر خواہش ہو تو مجھسے خط و کتابت کرین - شیو برت لال ورمن - لاہور

غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان اوسمین رہ کر چین و آرام سے زندگی بسر کرے اوسیطرح یہ فلسفہ انسانی خیالات کے مختلف پہلوؤن پر بحث کرتے ہوئے نجات کے خواہشمند کو اصلی مقصد اور اصل الاصول کی طرف لیجاتے ہین سب کا مقصد بلا استثنا نجات ہے اور سب اوسی کے حصول کو انسانی زندگانی کا مقصد سمجھتے ہین۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ ہر درشن نے اپنے درجہ و مقصد کو مدّنظر رکھکر اوسی پر بحث کی ہے اورحتی الامکان اپنے آپ کو اوسی محدود و خاص دائرے کے اندر رکھکر غور کرنا مصلحت سمجھا ہے۔ ان چھہ مین سے اگر آپ کسی ایک کو بھی خارج کردیجیے تو پھر ساری عمارت دھم سے نیچے آرہے گی اور اگر اونکے مخصوص مضامین کو مطالعہ کرتے ہوئے بتدریج ایک زینہ سے دوسرے زینہ پر قدم رکھنے کی کوشش کا خیال رکھے گا تو مقصد کے بام تک پہونچنے مین یقینی کامیابی ہوگی اور پھر متلاشی کو کسی قسم کے وسوسات یا خدشاتکا خوف نہ رہے گا۔

میمان نے کرم پر زور دیا ہے کیونکہ کرم (فعل) کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہین ہوسکتا۔ ویشیشک (علم الاشیا) نے کال (وقت) پر زیادہ بحث کی ہے کیونکہ ہر شئے کے ترتیب مین وقت ضروری چیز ہے۔ نیائے مین علت مادی پر گفتگو ہے کیونکہ کائنات مادہ سے ہے۔ سانکھہ مین عناصر کے امتزاج وغیرہ پر بحث ہے اور اسی وجہ سے وہ درجہ بدرجہ طالب صادق کو غور و خوض کا موقع دیتے ہوے اصلیت تک پہونچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس بات کو سانکھہ نے نظری طور پر ظاہر کیا ہے اوسکو عملی پہلو سے ثابت کرنا یوگ (علم الاشراق) کا کام ہے۔ ویدانت (علم التوحید) کا مقصد برہمہ سے ہے کیونکہ وہ خالق ارض و سما۔ مالک کل۔ اور آفرینش کا انتظام کرنے والا ہے وہ محیط کل ہے اور جب تک روح لطیف ہوکر اوسکے اتصال و قربت کے قابل نہین ہوتی اوسکو تناسخ کے پیچ در پیچ اولجھنے سے نجات نہین ملتی۔ اسلیئے یہ ضروری ہے کہ انسان پہلے ہر چیز کی ماہیت کو دریافت کرتا ہوا علم الیقین کا درجہ حاصل کرے پھر عین الیقین کے رتبہ تک پہونچے۔ ویدانت عین الیقین کے درجہ تک پہونچا دیتا ہے۔ اور کائنات کا سچا علم (گیان) حاصل کرکے گیانی اوس ایک سچہ آنند برہمہ سے ملکر یہی نجات حاصل کرتا ہے۔ گیان کے بغیر اصلیت کا پتہ نہین لگتا اور بغیر اصلیت کے پتہ لگے ہوئے کوئی بھی اوسکو حاصل نہین کرسکتا جو علم محض۔ روح محض۔ اور سرور محض ہے بشٹ درشن اسی خیال سے علم کی عظمت کا اعلان کرتے ہین۔

پیدایش عالم کے چھہ اسباب ہین - برھمہ - عوزر - عناصر کا امتزاج مادہ - وقت - اورکرم - اِن چھہ اصول کا بیان ششٹ درشنون نے الگ الگ کیا ہے اس نظر سے اُنمین اختلاف نہین ہے جیسے ایک چھپّر کو بہت سے آدمی ملکر دیوار پر رکھتے ہین ویسے ہی مخلوقات کی پیدایش کا مفصل و بالتوضیح بیان سب درشنون نے مجموعی ہیئت مین کیا ہے -

لیکن چونکہ ہمکو صرف سانکھیہ کے نسبت مختصرًا عرض کرنا ہے لہذا اُسی کے اصول پر سرسری نظر ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے -

سانکھیہ کہتا ہے - تمام دنیا مصیبت سے چلا رہی ہے - ہر جگہ کشمکش کا سلسلہ جاری ہے کسی کو خیالی تکلیف ہے - کوئی دلی مصائب مین مبتلا ہے کسی کو جسمانی عوارض لاحق ہین - ایک بھی ایسا وجود نظر نہین آتا جس کو دُکھ درد کی شکایت نہ ہو - دُنیا ہیچ پیچ ایک آتشکدہ ہے جسمین ساری مخلوق ایندھن بنکر جل رہی ہے - کسی کا کچھہ بس نہین چلتا - پیدایش مین دُکھہ نشو و نما مین دُکھہ جوانی مین - ضعیفی مین دُکھہ - اور موت مین دُکھہ ہے - اوس چیز سے ہم پہلو کیا جاتا دُکھہ ہے جو طبیعت کو نہین بھاتی - اوس شئے کی علحدگی دُکھہ ہے جسکی طرف دلکو کشش ہے الغرض یہ دُنیا ہیچ پیچ مصیبت سرا ہے - اور اسکے تکالیف و مصائب سے نجات حاصل کرنا انسانی زندگی کا مقصد سمجھنا چاہیے - اس غرض کی تکمیل کی تعلیم اور اوسکے حصول کا ذریعہ سانکھیہ ہے - سانکھیہ سکھلاتا ہے انسان کسطرح انسے بچ سکتا ہے اور کیا وسیلہ ہے جسکی مدد سے وہ جیتے جی یا موت کے بعد انپر غالب آکر موکش کے درجہ کو حاصل کرسکتا ہے -

تین قسم کے دُکھون کے نام یہ ہین - ادھیاتمک - آدھی دیوک - آدھ بھوتک - پہلے قسم مین جملہ امراض جسمانی - قلبی - و غلبات نفسانی وغیرہ شامل ہین - اور یہ سب اپنی خاص ذات سے متعلق ہین - باقی اور دو طرح کے دُکھہ خارجی ہین اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتے ہین - عناصر - سورج وغیرہ کی حرارت - تمازت - رعد کی گرج - مینھہ کی سردی وغیرہ سے جو دُکھہ ہوتے ہین وہ آدھ دیوک ہین اور جانور - حشرات الارض - وغیرہ کے وجہہ سے جو تکلیفین لاحق ہوتی ہین وہ آدھ بھوتک ہین - ان سب مصائب سے نجات پانا آنند اور سرور کی حالت ہے - کپل - اور اوس مہاتما کے پیرو ون نے تلقین کیا ہے کہ یہ نجات صرف سچے گیان سے ملسکتی ہے اونکی سمجھ مین خارجی تدابیر قابل اطمینان نہین ہین لیکن معترض کہتا ہے - اگر اسی کا نام نجات ہے تو اسکی دو تدبیرین ہین -

شرعی و ظاہری اگر شریعت کے ارکان پر عملدرآمد ہوا کرے اور سب لوگ ہون وغیرہ کیا کرین تو عناصر لطیف رہین گے۔ ہوا وغیرہ پاک وصاف بنی رہے گی۔ بیماریان لاحق نہ ہونگی۔ دوا علاج ظاہری تدبیر سے بھی یہ شکایت دور ہوسکتی ہے۔ تمازت آفتاب سے بچنے کے لیے سیکڑون تدبیرین کام مین لائی جاسکتی ہین۔ اسی طرح سب کا انتظام ہوسکتا ہے مگر کپل فرماتے ہین" یہ ہر دو طریقے غیر مکمل و ناقص ہین۔ اسمین شک نہین۔ عارضی طور پر کچھہ عرصہ کے لیے اننسے مصائب کا دفعیہ ہوسکتا ہے مگر وہ قطعی اطمینان کے ذریعے نہین ہو سکتے ہین۔ اول تو وہ شکایتین ہمیشہ کے لیے دور نہین ہوسکتین۔ دوسرے اونکے بار بار ہونے کا احتمال دلکو ستاتا رہتا ہے اونسے ہمیشہ کے لیے نجات پانا صرف گیان سے ممکن ہے اور وہ گیان یہ ہے کہ پورش و پرکرتی یعنی روح و مادہ کے تعلقات کو اچھی طرح سمجھہ لیا جاوے اور اون کو علم کی آنکھہ سے دیکھہ لیا جاوے۔

سانکھیہ کارکا کے مختصر الفاظ اِس مضمون مین زیادہ پُرمعنی و مطلب خیز ہین وہ کہتا ہے۔" ظاہری تدابیر فضول ہین۔ اننسے ہمیشہ کی نجات نہین ہوسکتی۔ شرعی تدبیرین بھی بے سود و بے اثر ہین کیونکہ بعض حالتو نمین ناقص۔ ناپائدار و بعض صورتونمین اعتدال کے حد سے تجاوز کرنے والی ہین۔ ان دونون سے جو تدبیر مختلف ہوگی وہ قابل ترجیح ہے اوسمین محسوس و غیر محسوس اصول و روح کا علم ہوگا۔ علم تین طرح کا ہوتا ہے پرتیکش انومان۔ اور شبد"۔

جو علم کان۔ ناک۔ آنکھہ وغیرہ حواس خمسہ کے ذریعہ سے بلاوساطت غیرے حاصل ہوتا ہے وہ پرتیکش کہلاتا ہے۔

انومان (قیاس) تین قسم کا ہوتا ہے (۱) جیسے ابر کو دیکھہ کر بارش ہونے کا قیاس کرنا (۲) معلول کو دیکھکر علت کا اندازہ کرنا جیسے دھوین کو اوٹھتے ہوے دیکھکر سمجھہ لینا کہ اس جگہ آگ ہوگی (۳) کسی چیز کے خفیف جزو کی حالت معلوم کرنے سے باقی کل کا اندازہ کرلینا جیسے ایک بوند پانی کے چکھنے سے کُل سمندر کے نمکین یا کھاری ہونے کا قیاس کرنا۔ شبد (کلام) سے مُراد وید مقدس اور راستگو گروسے قول سے ہے کیونکہ ان کو دراصل جھوٹ سے کوئی تعلق و غرض نہین ہے،،

آگے چلکر سانکھیہ کارکا نہایت اختصار کے ساتھہ اون اصولون پر بحث کرتا ہے

جن کا گیان اوپر کے تین قسم کے علم سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) سانکھیہ کے پچیس تتون (اصولون) مین پہلی چیز پردھان یا پرکرتی (مادہ) ہے ست۔ رج۔ تم۔ تینون ابدی و ازلی گنون کی یکسان حالت کا نام پرکرتی یا مادہ ہے۔ اس مادہ کے نہایت لطیف ذرون کی ابتدائی ترکیب کے آغاز سے اون کا دوسری حالتون مین تبدیل ہونا یعنی لطیف سے کثیف ہوکر مختلف شکلین اختیار کرنا۔ رشٹی (پیدایش) کہلاتی ہے پرکرتی تمام رشٹی کی علت ہے وہ پیدا نہین ہوئی مگر پیدا کرتی رہتی ہے

(۲) جب اس پرکرتی کا پورش (روح) سے میل ہوتا ہے تو اسکی حالت مین تغیر واقع ہوتا ہے۔ اس تغیر حالت کا نام بدھی (عقل) ہے یہ دوسرا اصول ہے۔

(۳) اہنکار (انانیت) بدھی سے پیدا ہوتی ہے اہنکار تمام خودی و خودبینی کی جڑ ہے

(۴-۸) پھر اس سے پنج تن ماترا یعنی غیر محسوس و لطیف پانچ عناصر پیدا ہوتے ہین یہ عناصر اس قدر لطیف ہین کہ ان کا علم انسانی حواس خمسہ سے باہر ہے۔ صرف یوگی وغیرہ اونکو اچھی طرح سمجھ سکتے ہین۔ پنج تن ماترا کے نام حسب ذیل ہین۔

(۱) شبد (آواز)

(۲) سپرش (لمس)

(۳) روپ (شکل)

(۴) رس (ذائقہ)

(۵) گندھ (بو)

(۹) اہنکار ہی سے من (دل) پیدا ہوتا ہے۔

(۱۰-۱۹) اور اسی سے پانچ گیان اندریان اور پانچ کرم اندریان پیدا ہوتی ہین

پنج گیان اندریان یہ ہین۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان۔ چرم۔

پنج کرم اندریان یہ ہین قوت گفتار۔ ہاتھ۔ پاؤن۔ آلۂ تولید و آلۂ اخراج کثافت

(۲۰-۲۴) پنج تن ماترا سے پانچ استھول مہا بھوت اس طرح پیدا ہوتے ہین۔

شبد (آواز) سے آکاش

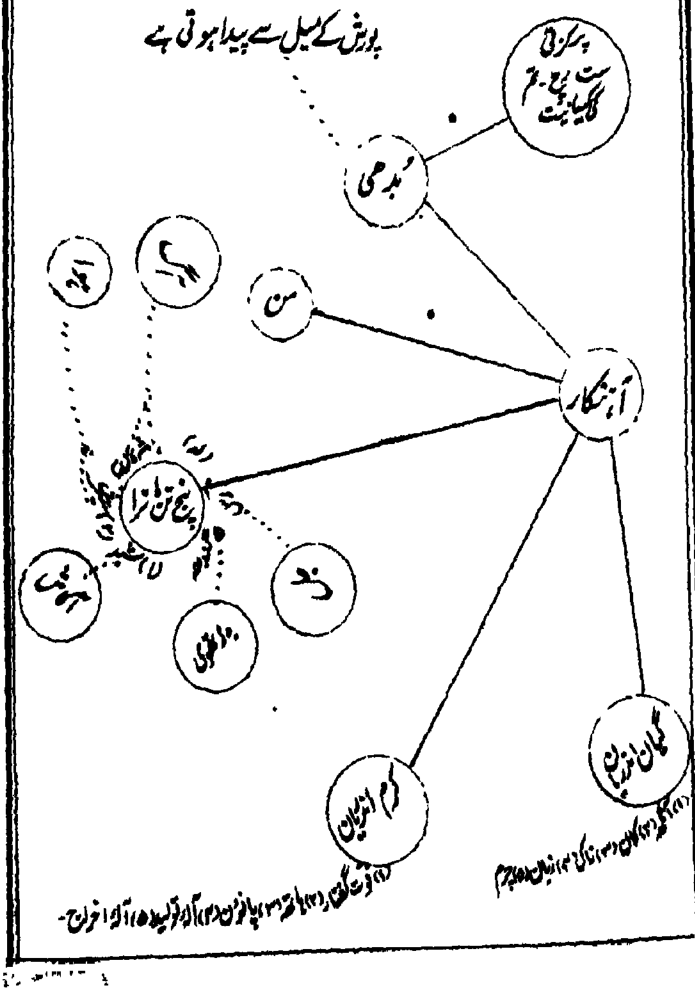
اسپرش (لمس) سے ہوا

روپ (شکل) سے آگ

رس (ذائقہ) سے پانی
گندھ (بو) سے مٹی

۲۵- پورش یعنی روح جو ان سب سے الگ ہے نہ کسی سے پیدا ہوئی اور نہ کسی کو پیدا کرتی ہے وہ ابدی - غیر مادی - لاتغیر و مفرد وجود ہے اور یہ ارواح بیشمار ہیں -

مندرجہ ذیل نقشہ سے اسکی زیادہ وضاحت ہوگی



ان پچیس تتون کو سانکھیہ کارکا نے اپنے تیسرے اشلوک مین بالاختصار اس طرح بیان کیا ہے۔

"مادہ سب کی علت ہے معلول نہین ہے۔

(۱)مہت تتو وغیرہ سات ہین وہ علت و معلول دونون ہین۔

(۲)سولہ معلول ہین علت نہین ہین۔

پورش (روح) نہ کسی کی علت ہے نہ معلول"

ہم اوسکی صراحت اسطرح کرتے ہین۔

چونکہ مادہ ہمیشہ سے ہے کسی سے پیدا نہین ہوا اور اسی سے سب پیدا ہوتے ہین اسلیے وہ سب کی علت ہے اور کسی کا معلول نہین ہے۔

بُدھی مادہ سے پیدا ہوئی اور اوس سے اہنکار پیدا ہوتا ہے اسلیے وہ علت و معلول دونون ہے۔ اسیطرح اہنکار بُدھی سے پیدا ہوکر من اور پنچ تن ماترا وغیرہ کو پیدا کرتا ہے اسلیے وہ علت بھی ہے اور معلول بھی۔ پنچ تن ماترا اہنکار سے پیدا ہوے اور پنچ مہا بھوت یعنی عناصر خمسہ کو پیدا کرتے ہین اس وجہ سے وہ علت و معلول ہین۔

سولہ چیزین یعنی من۔ عناصر خمسہ۔ حواس عشرہ۔ یہ اہنکار اور پنچ تن ماترا سے پیدا ہوئی ہین اور کوئی انسے پیدا نہین ہوتا۔ اسلیے یہ صرف معلول ہین۔

سانکھیہ پیدایش کے مسئلہ کی نسبت کہتا ہے کہ پورش (روح) کے میل سے پرکرتی مین ایک طرح کی طاقت پیدا ہوتی ہے اور تب بتدریج ایک کے بعد دوسری حالت پیدا ہوکر پیدایش کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ روح۔ بذات خود آزاد ہے مگر مہت تتو وغیرہ کے تعلق سے تین قسم کے دُکھون سے اپنے آپ کو گھرا ہوا سمجھتا ہے اور اسکا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اوسکو دو طرح کی خواہشین پیدا ہوتی ہین یعنی یا تو وہ اونکے بھوگ کا متمنی ہوتا ہے یا اونسے نجات چاہتا ہے۔

سترہ تتو (اصول) یعنی بُدھی۔ اہنکار۔ من۔ حواس عشرہ۔ پنچ تن ماترا سے سوکشم شریر یعنی لطیف جسم بنتا ہے یہ جسم تتون کے ابتدائی نشو و نما کے حالت مین پرکرتی سے

(۱) بُدھی۔ اہنکار۔ پنچ تن ماترا۔ سے مراد ہے

(۲) حواس عشرہ۔ اور پانچ عناصر سے مراد ہے

بنا کرتا ہے اور روح اوسکو اختیار کر لیتی ہے۔ اس لطیف جسم کے نسبت بھی سانکھیہ نے کہا ہے کہ وہ آزاد و صاحب اختیار ہے۔ اور روح اوسکے سوا جب تک کہ کثیف جسم اختیار نہین کرتی اوسمین بھوگنے کی طاقت نہین آتی۔ کثیف جسم دراصل لطیف جسم پر خول یا غلاف بنکر پورش کو بھوگنے کی قابلیت عطا کرتا ہے۔ کثیف جسم جس کو ستھول شریر کہتے ہین۔ اکاش۔ ہوا۔ آگ۔ پانی اور مٹی کے ملنے سے بنتا ہے اور روح کے نکلجانے کے بعد برباد ہوجاتا ہے۔ مگر لطیف جسم کرم کے موافق مختلف قالبون مین گھومتا پھرتا ہے کبھی وہ عالم نباتات مین آتا ہے۔ کبھی جمادات مین۔ اور کبھی حیوانات کا قالب اختیار کرتا ہے۔

اب یہانپر اسیقدر کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرکرتی دراصل کیا چیز ہے۔ سانکھیہ نے کہا ہے کہ رج۔ ست۔ تم۔ تین گن ہین جنکے یکسان حالت مین رہنے کا نام پرکرتی ہے۔ گن سے یہ مراد نہ لینی چاہیے کہ یہ محض صفات ہین بلکہ یہ بطور خود جوہر ہین جو مادہ مین شامل ہین۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یہی خود مادہ ہین۔ ست۔ پرکاش اور آنند ہے۔ رج مین فاعلیت وحسد اور چنچلتا ہے تم مین اندھکار۔ بے پروائی و کاہلی ہے۔ یہ تین اوصاف دُنیا مین ہر جگہ اور ہر بات مین نظر آئینگے۔ کائنات انسے بھری پڑی ہے۔ سانکھیہ ایک موقع پر کہتا ہے "پرکرتی کے گنون کو تم ویسا ہی سمجھو جیسے جنگل ہین درختون کو۔ جنگل دراصل درختون سے علحدہ نہین ہے درخت علحدہ کردو پھر جنگل کہان رہتا ہے۔ اسی طرح اگر گن نہین تو پرکرتی کا وجود بھی نہین رہتا۔"

معترض کہتے ہین کہ "روح کوئی چیز نہین" اوسکے جواب مین سانکھیہ کہتا ہے " شئے کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی نہ کسی خاص استعمال کے لیے ہے" جیسے چارپائی سے سونے والے اور کرسی سے بیٹھنے والے کا گمان ہوتا ہے ویسے ہی پرکرتی کے سامان پورش کی موجودگی و ہستی کو ثابت کرتے ہین۔ کوئی چیز اپنے ہی لیے نہین ہے۔ وغیرہ وغیرہ علی ہذا القیاس۔

روح بے شمار ہین۔ اسکی تائید مین کہا گیا ہے کہ اگر روح متعدد نہ ہوتین تو ایک کے مرنے سے سب مرجاتے ایک کے بہرے یا گونگے ہونے سے سب بہرے اور گونگے ہوتے۔ ایک بولنے سے سب بولنے لگتے۔ علی ہذا۔

جسوقت پورش کو اچھی طرح پرکرتی اور اوسکے مادی اسباب و تعلقات کا

گیان ہوجاتا ہے پھر وہ پرکرتی کے اثر سے آزاد ہوکر تین طرح کے دُکھون سے جنکا اوپر ذکر ہوا ہے نجات پاتا ہے اسکو سانکھیہ نے اعلیٰ مقصد بیان کیا ہے *

* ایک ایسے زبردست فلسفہ کو دو رچار صفحہ مین بیان کرنا مشکل ہے۔ ناظرین سانکھیہ کا رکا تپ کرتب کچھ اسکی خوبی کو سمجھ سکتے ہین۔

شیوبرت لال ورمن

ہمارے تمام تعلقات قریب قریب اتفاق یا ضرورت پر مبنی اور ایک خاص و تنگ دائرے مین محدود ہوتے ہین۔ ہم اُن لوگون کو جن سے تعرّف پیدا کرنا چاہیے نہین جان سکتے۔ اور جن کو جانتے بھی ہین وہ ہر وقت ہماری خواہش اور ضرورت کے موافق ہمارے پاس نہین رہ سکتے۔ انسانی عقل و دانش کے اعلیٰ طبقے والے لوگون تک صرف تھوڑی دیر کے لیے رسائی ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے کہ خوش قسمتی سے کسی بڑے شاعر کی جھلک اور اُسکی آواز سُننا نصیب ہوجاے۔ یا کسی سائنس دان سے کوئی سوال کرنے کا موقع ملجاے اور وہ اُسکا جواب خوش مزاجی سے دیدے۔ ممکن ہے کہ ہم کسی وزیر سلطنت سے بھی مل سکین اور دس پانچ منٹ گفتگو کرسکین۔ جو ظاہرداری یا تنگ خیالی کی وجہ در دغگوئی پر مجبور ہین۔ زندگی مین دو ایک مرتبہ ہم کسی شاہزادی کی راہ مین پھول بھی بچھا سکتے ہین یا کسی ملکہ کی عنایت آمیز نظر اپنی جانب مبذول کرسکتے ہین۔ مگر یہ عارضی اتفاق ہین جنکی ہم ہوس رکھتے ہین اور سالہا سال اپنی تمام قابلیتین انھین چھوٹی چھوٹی باتون پر صرف کرتے ہین۔ حالانکہ ہم ایسے لوگون کی صحبت سے مستفیض ہوسکتے ہین جو ہماری عزت اور مرتبے کا لحاظ کرکے ہماری مرضی کے مطابق ہم سے گفتگو کرینگے۔ اور گفتگو بھی حتی الامکان بہترین الفاظ مین اور ایسی چیزون کے متعلق جو اُنکے دل کے بہت قریب ہین۔ یہ صحبت بالکل عام اور معزز ہے اور صاف و سادہ کمرونکی الماریون مین بڑے بڑے بادشاہ اور مدبر۔ عالم اور عقلمند لوگ ہماری باریابی کے لیے نہین بلکہ خود ہماری دربارداری مین صبر و تحمل کے ساتھ منتظر رہتے ہین۔ افسوس ہم اس صحبت کا کچھ لحاظ نہین کرتے اور غالبًا اُنکا ایک لفظ بھی نہین سُنتے۔ حالانکہ وہ ذرا سے اشارے پر وہ اپنے دل کا حال کہنے کو تیار رہین۔

رسکن

اُردو مختصر نویسی

تمہید

ایک وہ زمانہ بھی تھا جب لوگ لکھنا پڑھنا نہین جانتے تھے اور وہ تمام خدمتین جو اسوقت نوشت خواند سے لی جا رہی ہین صرف ایک قوت حافظہ کو ادا کرنی پڑتی تھین مگر جسقدر زمانہ ترقی کرتا گیا اُسیقدر قوت حافظہ کمزور ہوتی گئی اور آخرکار وہ وقت آپہونچا کہ لوگون کو خارجی اسباب کے ذریعہ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی جس سے لوگ اپنی کارگزاریون کو باقی رکھہ سکین - چنانچہ اسی خیال کی تحریک سے ابتدا مین تحریر کی بنا قائم ہوئی

اس امر کا یقینی طور پر اظہار کر دینا کہ سب سے پہلے کس مُلک مین یا کس قوم مین تحریر ایجاد ہوئی کسی قدر مشکل ہے مگر دنیا کی قدیم تحریرون کا معائنہ کرنے سے اتنا ضرور پتہ لگ سکتا ہے کہ اگر کسی تحریر کو ہم سب سے پہلی تحریر کا خطاب دینے کے واسطے آمادگی ظاہر کرین تو وہ قدیم مصری[1] تحریر ہوگی اور اوسکے بعد اگر کسی کام کا نام لیا جا سکتا ہے تو وہ چینی[2] تحریر ہے -

---

[1] فلسفۂ تحریر سے یہ امر بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کہ ابتدا مین ایک ایک مطلب کے واسطے ایک ایک شکل معتین کی گئی تھی چنانچہ قدیم مصری تحریر کی بنا فطرتی مناظر مثل دریاؤن - پہاڑون - درختون - جانورون - درندون - چرندون - آدمیون اور روزمرہ کے استعمال کی چیزونکی تصویرون یا شکلون پر قائم کی گئی تھی مثلاً قدیم مصری تحریر مین اگر ہم یہ لکھنا چاہین کہ "دنیا قدیم ہے نہ اسکی ابتدا ہے اور نہ انتہا" تو اس تمام جملہ کے واسطے فقط ایک دائرہ کی شکل کافی تھی جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جسطرح دائرہ کی نہ ابتدا معلوم ہوسکتی ہے اور نہ انتہا اسی طرح دُنیا کی نہ ابتدا کا پتہ لگ سکتا ہے اور نہ انتہا کا - یا کسی جوان مرد کی بہادری کی تعریف کا جملہ لکھنا ہو تو اُس جوانمرد کا چہرہ اور باقی تمام جسم شیر کا لکھین گے

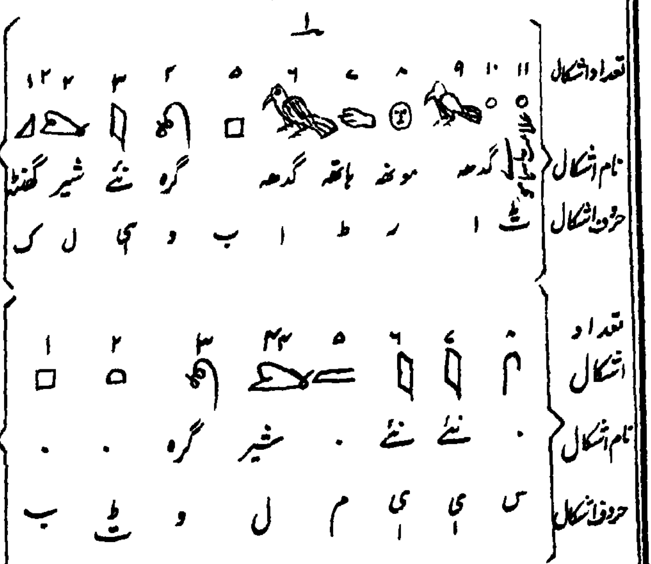
مصر کی ترقی اور عروج کمال کے زمانہ مین بھی مصری تحریر اپنی بے حد پیچیدگیون کی وجہ سے قبول عام کا درجہ تو بجائے خود رہا وہ اپنی چندروزہ ہستی کو بھی قائم نہ رکھہ سکی اور اسوقت اگر کسی چیز کو اُسکا اعزاز حاصل ہے تو وہ سوائے پتھرون کے اور کوئی نہین ہے۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۵۱

جس سے یہ مترشح ہوگا کہ زیر مین شیر کی سی قوت ہے۔ اور اگر کسی مکار کی مکاری ظاہر کرنا ہوگا تو چہرہ تو اُسی کا رہے گا مگر جسم لومڑی کا لکھین گے۔ اور اسی طرح اگر صرف خالص اتفاق کا ذکر کرنا ہوگا تو کتے کی تصویر کفایت کر سکتی ہے۔

غرض کہ اسی طرح ہر ایک مطلب کے واسطے ایک ایک جداگانہ شکل مقرر کی گئی تھی اور کچھہ عرصے تک تو یہی تحریر جاری رہے مگر زمانہ کی ترقی کے ساتھہ معلومات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا اور وسعت معلومات کے ساتھہ یہ تحریر پوری نہ اُتر سکی اور آخرکار ایک ایک آواز کے واسطے ایک ایک جداگانہ شکل معین کی گئی جس سے ہر قسم کے مطالب کو بآسانی لکھہ سکتے تھے۔

اس سہولت کے ساتھہ بھی قدیمی مصری تحریر مین یہ قباحت موجود تھی کہ اُسکی جدید ابجد کی شکلیں بھی پُرانی شکلون سے اخذ کی گئی تھین اور ایک ایک مطلب کے واسطے کئی کئی شکلون کو یکے بعد دیگرے لکھنا پڑتا تھا جیسا کہ ذیل کے دو نامون سے معلوم ہوسکتا ہے۔



۱- اخذ از ... مصنفہ جی گارنر ایڈیشن اول صفحہ (۱۳)

چینی تحریر کی نسبت اس سے زیادہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ اسکی صرف ایک ابجد یاد کرنے کے واسطے کئی برسون تک لگاتار محنت کرنے کی ضرورت ہے اور اگر کوئی شخص پانچ ہزار چینی حروف یاد کرلے تو ایک علامہ کا رتبہ حاصل کرسکتا ہے۔

زمانہ نے اپنی ضرورتون کے لحاظ سے اسوقت کوبھی محسوس کیا چنانچہ اسوقت قریب دوسو قسم کی ابجدون کے تمام دنیا مین مروج ہین۔

قدیم مصری تحریر مین اگرچہ پیچیدگیان بے حد تھین مگر اوسکی روش مسلمانون کی موجودہ زبانون کی طرح غیر طبعی نہین تھی اور اسی طرح اگرچہ چینی ابجد کے یاد کرنے کے واسطے ایک عمر درکار ہے مگر اُسکی روش تحریر کو بھی طبعی مناسبت سے چندان مباینت نہین ہے۔

• بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱

مسطورۂ بالا اسماء مین سے پہلا نام ملکہ کلیوپیطرا کا ہے اور دوسرا بطلیموس کا۔

زمانہ کے ردّوبدل سے اسوقت قدیم مصری تحریر کا بہم پہونچنا کچھ آسان کام نہین ہے لیکن جس تحریر کا نمونہ ناظرین کی آگاہی کے لیے درج کیا گیا ہے وہ قبطی تحریر ہے جو قدیم مصری تحریر سے ایک مدت دراز کے بعد جاری ہوئی اور جو ابتک بطور یادگار کہین کہین پتھرونکے کتبون پر مل سکتی ہے۔

یہان ایک دلچسپ مسئلہ شروع ہوسکتا ہے جسے مین زمانہ کی کسی آیندہ اشاعت مین تحریر کرونگا اور وہ یہ ہے کہ کسی زمانہ مین ایک ایک مطلب کے واسطے ایک ایک شکل معین کی گئی تھی اور بعدازان مخارج آواز کی شکلین مقرر کی گئین۔ لیکن جب زمانہ نے ترقی کی تو پھر وہی ضرورت درپیش آئی کہ ایک ایک مطلب کے واسطے ایک ایک علامت یا ایک ایک شکل قائم کی جائے یعنی اس وقت تمام مہذب دنیا کی تجارتی منڈیون مین ایک ایسی زبان مروج ہے جس مین ایک ایک مطلب کے واسطے ایک ایک علامت معین کی گئی ہوئی ہے اور جو ٹیلگرام کوڈ کے نام سے مشہور ہے۔

کیا عجب ہے کہ کسی وقت یہی طرز باقی رہ جائے اور دوسری تمام تحریرین ناپید ہوجائین اور از سر نو کسی آسان اور عمدہ ابجدی طریق کی بنا قائم ہو۔ غرض کہ یہ ایک نہایت ہی قابل غور اور دلچسپ مسئلہ ہے جس پر فرصت سے خامہ فرسائی کی جائے تو یقیناً کوئی نہ کوئی مفید مطلب نتیجہ برآمد ہوسکے اور مین اس بات کا وعدہ کرتا ہون کہ بشرط فرصت مین اس ضروری مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرونگا۔

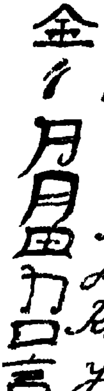
سلہ بعض مورخون کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سب سے پُرانی تحریر چینی ہے لیکن فلسفانہ تحقیقات سے

مسلمانون کی موجودہ زبانون کی تحریر مین غیر طبعی روش ہونے کے علاوہ ایک یہ بھی عیب ہے کہ اُنکی ابجدون سے کئی ایک حروف ملاکر نہین لکھے جاسکتے اور اسکے سوا اگر سامی زبانون کے اُن تمام عیوب کے دیکھنے کی ضرورت ہو جن سے یہ زبانین اٹی پڑی ہین تو وہ رسالہ انقلاب عظیم نمبر (۱) جلد (۲) مین وضاحت سے مل سکین گے۔

میرا مقصود اس مضمون مین مسلمانون کی موجودہ زبانون کے رسم الخطون یا روش تحریر کی نسبت کچھ زیادہ لکھنے کا نہین ہے بلکہ ایک جملہ معترضہ کے طور پر انکی زبانون۔ رسم الخطون اور روش تحریر کا ذکر آگیا ہے اسلیے اب مین ناظرین زمانہ کی توجہ کو اصل مضمون کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہون۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱) جیسا کہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱ مین لکھا گیا ہے اگر کوئی تحریر سب سے پُرانی ہے تو وہ قدیم مصری اور چینی ہی ہے۔

چینی تحریر مین انسانون حیوانون۔ جانورون۔ درختون۔ پہاڑون۔ دریاؤن۔ اور دیگر قدرتی مناظر کی تصویرون کے ماسوا خیالی اور اختراعی شکلین بھی قائم کی گئی ہین جنکی ابجدی طریق کے سوا تلافی نہین ہوسکتی تھی۔ مثلاً طلا یعنی سونے کی شکل کیونکر دکھلائی جاوے جس کے لیے یا تو طریق ابجدی کی ضرورت ہے اور یا کسی خاص شکل کی۔ چونکہ چینیون مین طریق ابجدی کی بنا ہی قائم نہین کی گئی اسلیے اُنھون نے ہر ایک چیز کے واسطے علٰحدہ علٰحدہ شکلین مقرر کی ہین نمونہ کے لیے ذیل مین چند شکلین تحریر کی جاتی ہین۔



Kin - سونا یعنی طلا
jin - آدمی
je - آفتاب
yue - چاند
Tien - کھیت
Lee - طاقت
Koo - مونھ
Yen - لفظ

ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۱۲

دنیا مین علی قدر مراتب تمام قومین اس امر کی خواہشمند رہی ہین اور رہین گی کہ اُنکے افراد اپنے ہمچشمون سے زیادہ فصیح بلیغ اور مقرر ہون اور ابتداے آفرینش سے لیکر ابتک اپنی اپنی باری سے تمام قومین اس میدان کی مرد میدان رہی ہین اور بنتی رہین گی۔

جب یہ ایک ضروری قرار پاچکا کہ ہر ایک فرد بشر کا فن تقریر مین اپنے ہمعصرون سے فوقیت حاصل کرنا لوازمات ترقی مین سے ہے تو اس فن کے اثر کو ضایع نہ جانے دینے کے واسطے اس امر کی بھی ضرورت لاحق ہوئی کہ اُن تمام تقریرون کو جو زمانہ کے فصحاء اور مقرر عام مجمعون مین بیان کرین قلم بند کیا جاے۔

شارٹ ہینڈ کی مختصر تاریخ مذکورۂ بالا ضرورت کے رفع کرنے کے واسطے سب سے پہلے اہل یونان نے قدم بڑھایا اور ۳۸۰ء تک یونانیون اور رومیون مین یہ فن کم و بیش تاکی گرافی کے نام سے مروج رہا۔

زوال سلطنت رومۃ الکبریٰ کے بعد خلیفۂ مامون کے عہد ۲۱۳ھ مین مسلمانون نے بھی اس فن مین قدرے دستگاہ حاصل کر لی تھی جسکی نشانی بعض اشارات مثل م۔ ع۔ ح آلخ وغیرہ وغیرہ اب تک بطور یادگار موجود ہین۔ اسکے بعد نہ مسلمانون کی وہ آن بان رہی اور نہ اُن کو ذہنی ترقیات کا خیال رہا۔

سترھوین صدی عیسوی مین جب کہ آفتاب اقبال یورپ کی سرزمین کو اپنی شعاعون سے منور کر رہا تھا تو اہل یورپ کو بھی اس فن کی طرف توجہ ہوئی اور انگریزی بولنے والے ممالک مین جرمن اور سوئٹزرلینڈ کے سوا سب سے زیادہ اس فن کو انگلینڈ مین ترقی نصیب ہوئی جسکا نام مُدّتون شارٹ ہینڈ تھا۔

تقریباً دو سو سال کے عرصہ مین چار سو تراسی طریق شارٹ ہینڈ کے جاری ہوے اور ان کے علاوہ گمنام اور غیر مقبول کی تعداد کبھی اس سے بھی زیادہ تھی۔ مگر ان سب مین سے صرف ۱۶ طریق ایسے نکلے جن کو شہرت اور مقبولیت کا تمغہ عطا ہوتا رہا۔

ان مین سے پہلا مشہور طریق ۱۶۰۲ء مین جان ولس نے جاری کیا۔

اس نے ابتدائی اور آخری حرکات کے واسطے جو اکثر کلمات مین آیا کرتی ہین ایسے اشارات مقرر کیے تھے جن کے واسطے کئی بار قلم اُٹھانے کی ضرورت لاحق ہوتی تھی

؎ ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔

اور اسی سبب سے اس کا طریق قابل اصلاح سمجھا گیا تھا۔

جان ولس اور پِٹ مین کے درمیان قریب دو سو طریق جاری ہوئے جو تمام ترابجد کے طریق پر لکھے جاتے تھے جن مین سے زیادہ مشہور ریچ سنہ ۱۶۴۶ء اور ولیم میسن سنہ ۱۶۷۲ء کے طریق تھے۔

اِن سب طریقون مین چونکہ کوئی نہ کوئی نقص موجود تھا اسلیے زیادہ مقبول نہ ہو سکے مگر ولیم میسن کے طریق کی گرنی نے اصلاح کی اور سنہ ۱۷۴۰ء مین جاری کر دیا۔

ٹفن کا طریق سنہ ۱۷۵۰ء مین اور لائل کا سنہ ۱۷۶۲ء مین اور ہولڈس ورتھ ایلڈریج کا سنہ ۱۷۶۶ء مین جاری ہوا۔

بائرم کا سنہ ۱۷۶۷ء مین اور میوور کا سنہ ۱۷۸۰ء مین اور ٹیلر کا سنہ ۱۷۸۶ء مین جاری ہوا۔

رُو کا سنہ ۱۸۰۰ء مین اور لوئیس کا سنہ ۱۸۱۲ء مین اور بیلی کا سنہ ۱۸۱۹ء مین اور ہارڈن ڈاؤ کا سنہ ۱۸۳۱ء مین اور ہوٹ کا سنہ ۱۸۳۳ء مین اور پِٹ مین کا سنہ ۱۸۳۷ء مین جاری ہوا۔

پِٹ مین کے بعد ڈی سٹین نے سنہ ۱۸۳۹ء مین ایک نیا طریق جاری کرنا چاہا مگر چونکہ سنہ ۱۸۳۷ء مین پِٹ مین نے اپنی پہلی تصنیف شایع کر دی جو ٹیلر کے طریق کی کم و بیش نقل تھی اور سنہ ۱۸۴۰ء مین پِٹ مین نے فونوگرافی پر ایک ماہوار رسالہ جاری کر دیا اسلیے ڈی سٹین کا طریق زیادہ فروغ نہ پا سکا۔

سنہ ۱۸۴۲ء مین ٹیبل کا اور سنہ ۱۸۴۸ء مین پروفیسر اور ریٹ کا اور سنہ ۱۸۵۱ء مین پاکنٹن کا اور سنہ ۱۸۶۲ء مین سلو کے طریق یکے بعد دیگرے جاری ہوئے۔ مگر اِن سب مین سے سوا پِٹ مین کے پروفیسر اور ریٹ کا طریق زیادہ مقبول ہوا اور اس وقت انگلینڈ مین پِٹ مین اور پروفیسر اور ریٹ کے طریق ہی زیادہ تر مروج ہین۔

شارٹ ہینڈ کی جس قدر تاریخ بیان کی گئی وہ قریب قریب ایرین زبانون کے شارٹ ہینڈ کی تاریخ ہے جس مین سامی زبانون کا بہت ہی تھوڑا حصہ ہے اور اس مضمون مین چونکہ میرا منشا اُردو شارٹ ہینڈ کی نسبت قدرے توضیح کے ساتھ اظہار خیالات کا ہے اسلیے مین ناظرین کی توجہ سامی زبانون کے شارٹ ہینڈ کے تاریخی حالات کی طرف متوجہ کراتا ہون۔

سنہ ۸۱۳ء مین جب دولت خلافت مامون الرشید کے گھر مین آئی تو اس نے اپنے علمی مذاق کی وجہ سے آریوی زبان کی متعدد کتابون کے سامی زبان مین تراجم کرا لیے اور اس کے

عہد مین سامی زبان کے علوم کو کچھ اس قدر ترقی حاصل ہوئی کہ مبصران زمانہ کو انکے شارٹ ہینڈ کی کسی قدر ضرورت محسوس ہوئی -

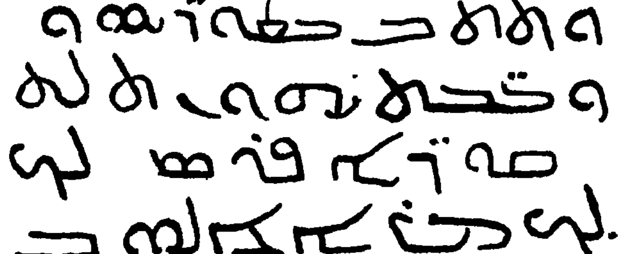
اس امر کا اظہار کسی قدر آسان نظر نہین آتا کہ کس شخص نے سب سے پہلے اس ضرورت کو محسوس کیا اور بعد ازان کتنے اُسکے ہم خیال ہوکر اُسکے مدد و معاون ہوگئے مگر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عربی زبان کے متعدد کثیر الاستعمال کلمات کا اختصار مثل ج - م - ع - الخ - صلعم - ڈ - ط - ف - وغیرہ وغیرہ اُس متبرک زمانہ کی یادگار ہین -

مین اوپر لکھہ آیا ہون کہ اہل یونان اور رومیون مین کم و بیش یہ فن سنہ [illegible]ع تک ٹاکی گرافی کے نام سے مروج تھا مگر زوال سلطنت رومتہ الکبری کے ساتھہ ہی اس فن کو بھی زوال شروع ہوگیا اور مسلمانون تک اسکا کچھ بھی اثر نہ پہونچ سکا اور مسلمانون نے اپنی زبان کے واسطے دراصل کوئی شارٹ ہینڈ طریق نہین جاری کیا تھا بلکہ اپنی اصلی زبان کے روزمرہ کے کثیر الاستعمال کلمات کا اختصار کر لیا تھا -

یہان ایک قابل غور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سنہ [illegible]ع تک اہل یونان اور رومیون مین کم و بیش یہ فن مروج تھا تو اُسوقت مسلمانون نے اپنی زبان کے واسطے اسکی خاص ضرورت کیون نہ محسوس کی اور روزمرہ کے کثیر الاستعمال کلمات کے اختصار پر اکتفا کرکے کیون بیٹھہ رہے ؟ اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ عربی رسم الخط سریانی رسم الخط سے اخذ کیا گیا ہے اور سریانی

سلہ نمونہ کے طور پر سریانی (سریا) رسم الخط کی چند سطرین ذیل مین درج کی جاتی ہین جن سے عربی رسم الخط کا ماخذ معلوم ہوسکے گا -

سُریانی رسم الخط



بظاہر یہ رسم الخط بائین سے دائین طرف کو معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت مین دائین سے بائین طرف کو لکھا اور پڑھا جاتا ہے -

ماخوذ از کنکارڈنس ٹو دی بائبل

فہرست السنہ نمبر ۲۲ از توریت کتاب پنجم باب نہم صفحہ دوم آیت پنجم - ۱۲

رسم الخط مین عربی کی طرح حروف کے اجزا ملا کر لکھے جاتے ہین - اِسلیے عام طور پر ذہن اسطرف منتقل نہین ہو سکتا ہے کہ سریانی - عربی - فارسی یا اُردو وغیرہ زبانون کے واسطے جداگانہ طریق اختصار نویسی کی ضرورت ہے کیونکہ ایک طرح سے کسی حد تک یہ کتابت خود مختصر نویسی ہو -

ایک اس وجہ سے اور دوسرے روزمرہ کے کثیر الاستعمال کلمات کے اختصار نے مسلمانون کو اِس ضروری اور مفید فن سے محروم رکھا اور آج تک عام طور پر مسلمانون کا یہی خیال ہے

مسلمانون کے فن اختصار نویسی سے بے اعتنائی کرنے کا باعث ایک یہ بھی ہے کہ وہ اِس فن کو اُن زبانون کے واسطے ضروری سمجھتے تھے جن کے املا مین سالم حروف لکھے جاتے ہین اور چونکہ اکثر سامی زبانون کے حروف سالم نہین لکھے جاتے بلکہ سریانی کی طرح اُنکے اجزاء ملا کر لکھے جاتے ہین اِسلیے اُنھون نے اپنی زبانون کے واسطے اس فن کو ضروری نہین سمجھا تھا -

فن اختصار نویسی کی نسبت تقریبًا تمام مسلمانون کے ابتک وہی خیالات ہین جو گیارہ سو برس پہلے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس فن کی ایجاد کی نسبت میرے نام کے ظاہر ہونے پر کئی ایک اہل الراے نے تعجب کے ساتھ اپنی اُس گیارہ سو برس کی بوسیدہ راے کو ظاہر کیا - اسوقت اگر اُن بزرگان قوم کی راے پر غور کیا جاے تو سواے اسکے کوئی چارہ نظر نہین آتا کہ ان بزرگوارون کو گیارہ سو برس پہلے پیدا ہونا چاہیے تھا - مگر چونکہ زمانہ ہر لحظہ ترقی کی تگ و دو مین رہتا ہے اِسلیے انکی اس راے کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اور ہندوستان بھر مین چارون طرف سے اس فن کے زبانی استقبال کو اہل قلم دوڑ پڑے کیونکہ ضروریات زمانہ کے موافق اُردو خوان دنیا کو اس امر کی سخت ضرورت تھی کہ اُسکے فصیح و بلیغ مقررون کی تقریرین لفظا بلفظ قلم بند کرنے کا بھی کوئی ایسا ہی طریق ہونا چاہیے جیسے انگریزی تقریرون کے واسطے شارٹ ہینڈ رائیٹنگ موجود ہے -

اُردو شارٹ ہینڈ کی ضرورت سب سے پہلی دقت جو اِس فن کے ایجاد کرنیوالے کے پیلے پیدا ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانون کی زبانون کے کئی ایک حروف ملا کر نہین لکھے جا سکتے -

مین ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمانون کے موجودہ رسم الخطونکی درستی اور اصلاح کے واسطے ایک مدت سے مختلف کوششین کر رہا ہون جس مین سے میری ایک سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ عام طور پر مسلمانون کو اُنکے رسم الخط کے عیوب سے آگاہ کیا جاے اور بعد ازان وہ نہایت ہی آسان اور زود فہم طریق تبلایا جاے جس سے ہر ایک

مبتدی کم از کم دو تین۔ وزا اور زیادہ سے زیادہ دو تین ہفتہ مین ایک حتمی قانون کے مطابق بلا احتمالِ غلطی اُردو۔ فارسی۔ عربی وغیرہ زبانون کو صحیح طور پر آسانی پڑھ سکے۔

مسلمانون کو چونکہ اِس امر کا فخر ہے کہ ہم کسی وقت صاحب کمال تھے اور اگر اسوقت اُن کو کسی بات مین کمال حاصل ہے تو صرف اِسی مین کہ یہ اپنی حالت کے سُدھارنے کی طرف توجہ نہین کرتے اور واقعی اِن کو خود فراموشی مین نہایت اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل ہے۔

مین اوپر لکھہ آیا ہون کہ مسلمانون کی رسم الخط مین کئی ایک حروف ایسے مین جو باہم ملا کر نہین لکھے جاسکتے اور اِن کے ملا کر نہ لکھے جاسکنے کی وجہ سے انکی طرز تحریر مین زیادہ عرصہ کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازین اگرچہ انکی زبانون مین بخلاف غیر زبانون کے حروف کے اجزاء ملا کر لکھے جاتے ہین مگر نقاط اُس تمام وقت کو جو حروف کے اجزا ملا کر لکھے جانےسے بچ سکتا تھا پورا کر دیتے ہین

نقاط کے علاوہ اُردو زبان کے رسم الخط مین تین عیب ایسے موجود ہین جو شاید دنیا بھر کی کسی زبان مین نہ مل سکین گے اور وہ یہ ہین کہ اس مین بعض حروف پر بخلاف نقاط کے (ط) کا نشان کرنا پڑتا ہے اور بعض حروف مین جب تک ہاے مخلوط دوچشمی نہ لکھی جاے تلفظ کی صحت مین شبہہ رہتا ہے تیسرا عیب یہ ہے کہ کسی لفظ کی آخری (ے ی) اگر ایک ہی صورت مین لکھی جاے۔ تو تلفظ کچھہ کا کچھہ ہو جاتا ہے۔

مینے اُردو رسم الخط کے ان حواس خمسہ کی بے ضابطگی پر کئی سال تک لگاتار محنت اور غور وفکر کی اور دنیا کی مختلف قسم کی ابجدون کو بنظر تعمق دیکھا اور اب ایک طویل زمانہ کی محنت اور غور وفکر کے بعد مجھے اِس امر مین کامیابی حاصل ہوئی یعنی مینے اُردو فارسی۔ عربی۔ وغیرہ زبانون کا "شارٹ ہینڈ رایٹنگ (مختصر نویسی) ایجاد کر لیا ہے۔

مینے اس فن مین اس امر کو بہت ملحوظ رکھا ہے کہ کسی لفظ کے واسطے دوبارہ قلم اُٹھانے کی ضرورت لاحق نہ ہو۔ اور ساتھہ ہی اس امر کا بھی خیال رکھا ہے کہ اسکی طرز تحریر موجودہ طرز تحریر سے خوبصورت۔ آسان اور ہندسی قواعد کے مطابق ہو۔ اسکی کوئی شکل ایسی نہین نکل سکے گی جو اقلیدس کے مسلمہ اصولون کے خلاف ہو اور مین نے اپنی موجودہ روش تحریر کو چھوڑ کر بالکل طبعی روش تحریر کو اختیار کیا ہے جس سے زیادہ جلدی کسی دوسری روش تحریر مین نہین ہو سکتی۔ یعنی مینے اس تحریر مین بجاے دائین سے بائین طرف کو جانے کے بائین سے دائین طرف کو جانا اختیار کیا ہے جو درحقیقت طبعی روش ہے جیسی کہ انگریزی

فرنچ- جرمنی- سنسکرت- گجراتی- مرہٹی- اور دیگر دنیا بھر کی زبانین اور رسم الخطوط مین-

میرے اُردو شارٹ ہینڈ مین یہ بات نہایت خوبی کی ہے کہ اسکا ہر ایک مبتدی دوسرے تیسرے سبق مین مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ الفاظ کو بلا دقت اور بلا احتمال غلطی ایک حتمی قانون کے مطابق صحیح طور پر لکھ سکتا ہے جو اُردو- فارسی- عربی وغیرہ موجودہ رسم الخط مین ایک عرصہ دراز کی محنت شاقہ کے بعد بھی یقینی طور پر کسی حتمی قانون کے مطابق نہین لکھے جا سکتے-

اُردو زبان کے حروف تہجی کی تعداد باون ۵۲ ہے جن مین سے بعض حروف ہم مخرج یا ہم آواز ہین جن کے لیے مین نے تیس شکلین قائم کی ہین اور روزمرہ کے کثیر الاستعمال کلمات مثل کو- کے- کی- کا- اگر- ہم- تم- آپ وغیرہ کے واسطے جو اُردو زبان مین قریب دو ۲۰۰ سو کے مروج ہین اُتنی ہی شکلین مقرر کی ہین- باقی تمام الفاظ بطریق استنباط ہر ایک مبتدی خود لکھ سکتا ہے نہ مینے اُن کے واسطے شکلین مقرر کی ہین اور نہ ضرورت ہے-

غرض کہ میرے اُردو شارٹ ہینڈ رائیٹنگ مین مع حروف تہجی کُل دو سو تیس (۲۳۰) شکلین ہین اور اگر کوئی شخص ان دو سو تیس (۲۳۰) شکلون کو دو لاکھ سے زاید تصوّر کرے تو مین اسمین معذور ہون کیونکہ اگر کوئی شخص دو ا اور دو کو پانچ سمجھے تو اسمین اُس کا اختیار ہے کسی کا اُس پر جبر نہین ہے- مگر زمانہ بہت بڑا باریک بین اور رمز شناس ہے اسلیے ایسے اصحاب کو سوائے اسکے کیا چارہ ہے کہ وہ کسی وقت اپنی اس ناعاقبت اندیشانہ غلطی سے باز آئین-

میرے طیار کردہ کورس مین جملہ تیس سبق ہون گے اور میعاد تعلیم تخمیناً چھ ماہ- کورس کے اختتام پر ہر ایک شخص جو باقاعدہ محنت کرے فی منٹ ڈیڑھ سو (۱۵۰) الفاظ لکھ سکے گا-

میرا طریق مختصر نویسی نہ فقط اُردو زبان کے واسطے ہے بلکہ اس سے فارسی- عربی- ترکی- پشتو- سندھی- وغیرہ وغیرہ تمام زبانون کا کام لیا جاسکتا ہے-

اخبار تالیف و اشاعت لاہور نے اُس عیب کی طرف توجہ دلائی تھی جو اب تک پٹ مین پروفیسر ادریٹ اُور وار وک پیل کے انگریزی شارٹ ہینڈ رائیٹنگ مین موجود ہے یعنی اُن مین بعض حروف کے واسطے قلم کو آہستگی سے حرکت دینے کی ضرورت ہوتی ہے

اور بعض میں برعکس اسکے زور سے جس سے خفی اور جلی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ علاوہ ازین پٹ مین کے طریق مین دوسرا عیب یہ بھی ہے کہ نقاط اگر ذرا بھی اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر یا اوپر نیچے لکھے جائین تو مطلب خبط ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے مگر مین نے چونکہ انہین سے اکثر طریقون کو غور سے مطالعہ کیا ہے اِسلیے مین نے اِن سب عیوب کا پہلے سے ہی تدارک کر لیا تھا یعنی میرے طریق مین خفی اور جلی حرکات کی ضرورت ہی نہین ہے بلکہ تمام ایک ہی زور قلم سے لکھی جا سکتی ہین ماسوا اسکے مین نے نقاط کو ایک حد تک اپنے طریق مین سے خارج ہی کر دیا ہے جس سے کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ نہین رہ سکتا۔

مضمون ہذا کی غیر متوقع طوالت کے باعث میرا منشا ہے کہ اصول مختصر نویسی پر ایک جلد اگلا مضمون لکھون جو زمانہ کی آیندہ اشاعت مین درج ہو سکے گا۔

غلام رسول ایڈیٹر انقلاب

اس مرتبہ زمانہ مین اراکین علیگڑھ کالج کے مرقع کی اشاعت نہایت ہی باموقع ہے۔ سر سید مرحوم کی برسی کی وجہ سے مارچ کا مہینہ کل ہندوستانی مسلمانان ہند خصوصاً حامیان علی گڈھ کالج کے لیے ایک یادگار مہینہ ہے۔ اس سال جدید دلچسپی کیوجہ کالج مذکور کے نامور پرنسپل کی ملازمت کالج بلکہ اہل اسلام کی خدمت سے کنارہ کشی ہے۔ اس مرقع مین بانی کالج ڈاکٹر سر سید احمد خانصاحب مرحوم کے علاوہ مسٹر بک مرحوم اور مسٹر ماریسن ایسے بہی خواہان اسلام، نواب محسن الملک ایسے پُرجوش ہمدرد قوم اور موجودہ سکریٹری، شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد صاحب، شمس العلماء خواجہ حالی۔ اور شمس العلماء مولانا شبلی ایسے نامور حضرات جلوہ افروز ہین۔ ان بزرگان قوم کے نام نامی اور اوصاف گرامی سے تمام ملک بخوبی واقف اور انکی شہرت محتاج تصریح نہین۔

قطعِ امید

شیو شنبھو کا چٹھا حضور ویسرائے کے نام

مائی لارڈ! اس بار آپ کی تقریر نے نشہ کرکرا کر دیا۔ زمانہ بھر کی تکالیف اور تفکرات کو جو شیو شنبھو شرما دو چلّو بوٹی پیکر بھلا دیتا تھا آج اسکا اُس پیاری بھنگ پر بھی دل نہین ہے دُنیا اُمید سے بندھی ہوئی چلتی ہے۔ بیمار کو بیماری سے قیدی کو قید سے مقروض کو قرض سے مفلس کو افلاس سے۔ اسیطرح ہر ایک تکلیف زدہ کو اپنی تکلیف سے نجات حاصل کرنے کی اُمید ہوتی ہے۔ چاہے اس زندگی مین اُسکی وہ اُمید پوری نہ ہو مگر اُمید کے سہارے آہستہ آہستہ زندگی کے مصائب کو برداشت کرتا ہوا وہ اِس زندگی سے تو نجات پا جاتا ہے۔ مگر جب اُسکی اُمید بھی قطع ہو جائے تب اُسکی تکلیف کا کیا ٹھکانا!

حسرت پہ اُس مسافرِ بیکس کے روئیے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

ویسرائے ہو کر حضور کے ہند مین قدم رکھنے کے وقت اِس ملک کے لوگ حضور سے جو جو اُمیدین رکھتے تھے اور خوشی کے خواب دیکھتے تھے وہ سب کافور ہو گئے۔ اس بڑے شہر کلکتہ مین اخبارات کچھ دن چونک پڑتے تھے کہ بڑے لاٹ فلان کونے پر تبدیل لباس کیے ایک غریب ہندوستانی سے باتین کر رہے تھے۔ پرسون فلان آفس مین جا کر کام کی چکی مین پستے ہوے کلرکون کی حالت ملاحظہ کر رہے تھے اور اُنسے کتنی ہی باتین دریافت فرماتے جاتے تھے۔ ہندو سمجھنے لگے کہ راجہ بکرماجیت کا زمانہ پھر آگیا۔ یا اکبر کا عمل ہو گیا۔ مسلمان سمجھنے لگے کہ خلیفۂ ہارون رشید کا وقت آیا۔ پارسیون نے آپ کو نوشیروان سمجھنے کی مہلت پائی تھی یا نہین ٹھیک نہین کہا جاسکتا۔ کیونکہ حضور نے جلد اپنے کامون سے ایسے

جلدباز لوگون کی خام خیالی دور کردی۔ وہ لوگ جلد اس بات کے سمجھنے کے لائق ہوگئے تھے کہ ہمارا بڑا حاکم نہ بکرم کے رنگ ڈھنگ کا ہے نہ ہارون یا اکبر کے۔ اُسکا رنگ ہی نرالا ہے۔ کسی سے نہین ملتا!

ہاے لارڈ! اس ملک کی دو چیزون مین عجب تاثیر ہے ایک یہان کی آب وہوا مین دوسرے یہان کے نمک مین جو اُسی آب وہوا سے بنتا ہے۔ خشک سے خشک جسم مین یہان کی آب وہوا نمکینی لادیتی ہے۔ اور مزہ یہ کہ جسم والے کو اُسکی خبر تک نہین ہوتی۔ ایک فارس کا شاعر کہتا ہے۔

یک سبزہ بے نمک نہ بود در تمام ہند
گویا کہ ہند را ز نمک آب دادہ اند

مگر شنبھو شنبھو شرما کا خیال اس شاعر کے خیال سے بھی کچھ اونچا گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ملک نمک کی ایک بہت بڑی کان ہے اس مین جو پڑ گیا وہی نمک بن گیا۔ ہرچہ در کانِ نمک رفت نمک شد۔ حضور کو شوق ہو تو کبھی سانبھر جھیل کے کنارے کھڑے ہو کر یہ تماشہ دیکھ سکتے ہین کہ اُس مین جو کچھ گرجاتا ہے سب کا نمک بن جاتا ہے۔ اِس ملک کی آب وہوا سے الگ کھڑے ہو کر کتنون ہی نے کتنی ہی اُٹکلین لگائین اور لمبے چوڑے منصوبے باندھے مگر یہان کی آب وہوا کا اثر ہوتے ہی وہ سب خیالات کافور ہوگئے۔

افسوس ہاے لارڈ! یہان کی آب وہوا کی تاثیر نے آپ مین اپنی پچھلی حالت کے یاد رکھنے کی طاقت نہین رہنے دی۔ ورنہ اپنی گذشتہ چھ سال کی حالت سے اسوقت کی حالت کا مقابلہ کرکے حیران ہونا پڑتا۔ پھر اسکے کہنا پڑتا کہ ایں! مین کیا ہوگیا! کیا مین وہی ہون جو ولایت سے ہند کی طرف قدم رکھنے کے قبل تھا؟ بمبئی مین بار اول جہاز سے اُتر کر زمین پر پاؤن رکھتے ہی اِس ملک کی آب وہوا کا اثر شروع ہوگیا تھا۔ اُسکا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ کلکتہ مین پہونچتے ہی آپنے وہانکی میونسپلٹی کی آزادی کا خاتمہ کیا۔ جب اثر کچھ اور ترقی پکڑ گیا تو قحط زدہ لوگونکی امداد کرنے کے وقت آپ کی سمجھ مین آنے لگا کہ اس ملک کے کتنے ہی کمبخت سچ مچ کمبخت نہین بلکہ اچھی مزدوری حاصل کرنے کے لالچ سے زبردستی قحط زدہ بنتے ہین مگر رحمدل سرکار کو حیران کرتے ہین اس سے مزدوری سخت کی گئی!

اسی طرح جب اثر اور تیز ہوگیا تو قحط کی طرف سے آنکھون پہ پٹی باندھکر

دہلی دربار کیا گیا۔

آخرکار سال گذشتہ مین حضور نے یہ بھی صاف کہدیا کہ بہت سے عہدے ایسے ہین جنکو خلقی طور سے انگریز ہی پانے کے لائق ہین۔ اہل ہند کو سرکار جو دیتی ہے وہ بھی اُنکی لیاقت سے بڑھکر ہے۔ اُسوقت یہان کے لوگون نے سمجھ لیا کہ آخر حضور پر اس ملک کی آب وہوا کا پورا سکہ جم گیا۔ اُسیوقت آپ کو وطن دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ لوگ سمجھے جو ہو چکا وہی ہو چکا چلو آگے کو اُس اثر کی ترقی کی راہ بند ہو گئی مگر آپ کچھ نہ سمجھے۔ گویا مین جب حضور کی عمر اچانک سات سال بڑھکر چالیس ہو گئی تھی اُسوقت حضور سمجھے تھے کہ وہانکی عمدہ آب وہوا کے اثر سے چالیس برس کی عمر کا آدمی تینتیس سال کا دکھائی دیتا ہے۔ مگر ہندوستان کی آب وہوا کی خاصیت آپ نہ سمجھے۔ وہ ولایت مین بھی حضور کے قدمون سے لگی چلی گئی اور جب تک وہان رہے اپنا زور دکھاتی رہی۔ یہان تک کہ کسی طرح کی روک ٹوک کی پروا نہ کر وہ پھر ایک بار حضور پرنور کو اس ملک مین کھینچ لائی۔

مائی لارڈ! یہان کا نمک یہان کی آب وہوا کا ساتھ دیتا ہے کیونکہ اُسی سے وہ پیدا ہوا ہے۔ دونون کی تاثیر ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ وہ پہلے طبیعت سے انصاف کو دور کرتا ہے پیچھے رحم اور فراخدلی کو بھگاتا ہے علو حوصلگی کو ہضم کر جاتا ہے۔ اور آخرکار اُس آدمی کے مُنھ سے اُس مُلک کی بُرائی کرواتا ہے۔ آدمی کے جی مین وہی بات جما دیتا ہے کہ جہان کا کھانا وہان کی خوب عیب جوئی کرنا اور اپنی شیخی جتاتے جانا ہم لوگ بھی اُس نمک کی تاثیر سے بے اثر نہین ہین۔ مگر ہماری ہڈیان اُسی سے بنی ہین اُس سے ہمین اسقدر ہوش رہتا ہے کہ اپنے نمک کی تاثیر کو سمجھتے ہین۔ ہم لوگ بخوبی جانتے تھے کہ حضور دوبارہ اس مُلک مین آوینگے تو درکان نمک رفت نمک شد ہوجائین گے۔ اسی سے آپ کا دوبارہ آنا چاہتے نہ تھے۔ مگر ہماری پیش نہ گئی حضور تشریف لائے اور آتے ہی نمک کی تاثیر نے کونسل اور کانووکیشن کی تقریر مین اپنا اثر بھی خوب دکھایا۔

اتنے دن آپ سرکاری بھیدون کے جاننے سے اعلیٰ عہدے حاصل کرنے سے ترقی کی باتین پوچھنے سے آسانی سے تعلیم پانے سے اپنے حقوق وغیرہ کے لیے پارلیمنٹ مین فریاد کرنیسے اِس مُلک کے لوگون کو باز رکھتے تھے۔ آپکی طاقت مین جو کچھ تھا وہ سب کرتے تھے۔

مگر اس پر بھی صبر نہ ہوا اقتدار کی طاقت پر بھی ہاتھ چلانے لگے - جو صداقت اس ملک کو دنیا کے آغاز ہونے کے وقت سے ملی ہے جس ملک کے خدا کا نام صدق اور علم ہے (ستیہ اور گیان) وہان کے لوگون کو مجلس مین بُلا کر عالم اور دانا کا لباس پہن کر اُنکے مُنھ پر جھوٹا اور مکار کہنے لگے غور تو کیجیے یہ کیسے گرنے کی بات ہے ؟ جس اپنے ملک کو حضور نے صداقت کا اعلیٰ نمونہ اور وہان کے لوگون کو راستگو بتایا ہے اُسکا اعلیٰ نمونہ کیا حضور ہی ہین ؟ اگر سچ مچ ولایت ویسا ہی سچا ملک ہو جیسا حضور نے فرمایا اور ہند بھی بقول حضور انور کاذب اور مکار ہو تو بھی کیا کوئی اسطرح کہتا ہے ؟ گرے کے ٹھوکر مارنا کیا نیک اور سچے کا کام ہے؟ اپنی سچائی ظاہر کرنے کے لیے دوسرے کو جھوٹا کہنا ہی کیا راستگوئی کا ثبوت ہے ؟

مائی لارڈ ! جب آپ نے اپنے حاکم ہونے کا خیال نہ رکھکر اس ملک کی رعایا کے دل کو صدمہ پہونچایا ہے تو دو ایک باتین پوچھ لینے مین شاید کچھ گستاخی نہ ہوگی - سُنیے مفتوح اور فاتح مین بہت فرق ہوتا ہے - جو ہندوستان ہزار سال سے غیر ملکی فاتح لوگون کے قدمون مین پڑا ہوا ہے کیا اُسکی رعایا کی صداقت سے فاتح انگلینڈ کے لوگونکی صداقت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے ؟ یہ ملک اگر انگلینڈ کی طرح آزاد ہوتا اور یہین کے لوگ اسکے راجہ ہوتے اُسوقت اہل انگلینڈ کو اہل ہند سے زیادہ سچا ثابت کر سکتے تب البتہ آپ کی بہادری ہوتی - خیال کیجیے اُن ایام کا جب انگریزون کے ملک پر غیر ملک والونکا قبضہ تھا - اُسوقت آپ کے اہل وطن کی اخلاقی حالت کیسی تھی ذرا غور تو کیجیے - ہند وہ ملک ہے کہ ہزار سال دوسرے کی ماتحتی کر کے سچ کو ایک دم بھول نہین گیا ہے - یوروپ یا انگلینڈ دس سال بھی دوسرے کی ماتحتی کرے تو حضور کو معلوم پڑے کہ حضور پُر نور کے اہل وطن کیسے صادق اور با اخلاق ہین - جو ملک "کرم" کو مانتا ہے وہ کیا کبھی کاذب ہو سکتا ہے - آپ کے اہل وطن یہان بڑی بڑی عمارتون مین رہتے ہین عیش و عشرت کے سب سامان اُنکو میسر ہین - ہند آپکے لیے عشرت گاہ ہے - مگر اس ملک کے لاکھون آدمی اسی ملک مین رہکر آوارہ کتّون کی طرح ادھر ادھر پھرتے مر جاتے ہین - اُنکو دو ہاتھ زمین بیٹھنے کو نہین ملتی پیٹ بھر کھانا نہین ملتا - میلے چیتھڑے پہن پہن کر عمرین بسر کر دیتے ہین اور ایک دن کہین پڑکر چپ چاپ جان دیتے ہین - حال کی سردی مین کتنون ہی کا دم جاتے تمان نکل گیا - اسقدر تکلیف پاکر مرنے پر بھی کیا کبھی وہ لوگ کہتے ہین کہ راجہ کے پاپ سے ہماری

یہ خراب حالت ہے ؟ مائی لارڈ ! وہ لوگ کرم کو مانتے ہین وہ یہی سمجھتے ہین کہ کسی کا کچھ قصور نہین ہے اپنے پچھلے کرمون کا پھل بھوگتے ہین ہاے ہاے ! ایسی رعایا کو آپ مکار کہتے ہین - !

کبھی اس ملک مین آکر آپ نے غریبون کی طرف خیال نہ کیا - کبھی یہان کی کنگال فاقہ مست رعایا کی حالت پر توجہ نہ کی - کبھی دس میٹھے الفاظ سُنا کر یہان کی رعایا کا دل نہ بڑھایا پھر غور تو کیجیے کہ گالیان آپ نے یہان کی رعایا کو کس عنایت کے بدلے مین دین ؟ دوسرے کی ماتحتی کی سب کے دل مین بڑی بھاری چوٹ ہوتی ہے - مگر ملکہ معظمہ وکٹوریہ خلد آرامگاہ کے عمدہ برتاؤ نے وہ چوٹ لوگون کے دل سے دور کر دی تھی - یہان کے لوگ ہمیشہ اُن کو مادر مہربان سمجھتے تھے - اب اُن کے فرزند ارجمند شاہنشاہ اڈورڈ ہفتم کے ساتھ بھی وہی عقیدت اور ارادت ہے - مگر آپ انھین شاہنشاہ اڈورڈ کے نائب ہو کر اس ملک کی رعایا کے بہت ہی نامہربان بنے ہین یہ یہان کی رعایا کی بد قسمتی ہے ! مائی لارڈ ! اس ملک کی رعایا کو آپ نہین چاہتے پھر بھی آپ اس ملک کے حاکم ہین اور ایکبار نہین دوسری بار حاکم ہو کر آئے ہین - یہی خیال کر کرکے اس ادھیڑ بھنگڑ برہمن کا نشہ کرکرا ہو جاتا ہے

شیو شنبھو شرما

استری اودھار - اس نام کی ایک کتاب بھلا لالہ ایشر داس صاحب نے عورتون کے اخلاق پر اثر ڈالنے کے لیے مفید باتین لکھی ہین - لیکن ایک ناول یا قصہ کی دلچسپی اس کتاب مین بالکل نہین آئی - البتہ نفس مطلب کے اعتبار سے مفید اور نتیجہ خیز ہے - پریم دیوی اس قصہ کی ہیروئن ہے اور وہ اپنی ہمجولیون کو ایسے اخلاقی سبق دیتی ہے جو انکے لیے مفید ہون اس نیک لڑکی کو لاہور کا ایک بدمعاش پھانستا ہے لیکن اپنے کیفر کردار کو بھی پہونچتا ہے - زبان کے اعتبار سے اگر یہ کتاب بجاے اُردو کے ہندی مین لکھی جاتی تو زیادہ مناسب تھا -

سوانح عمری اور تاریخ

سوانح عمری یا تاریخ لکھنا کوئی آسان کام نہین ہے۔ جسوقت کوئی شخص کسی ملک کے اخلاقی۔ تمدنی۔ کیفیات۔ وہان کے حکمرانون کے حالات جمع کرتا ہے تو جو مشکل اس کام مین اسکو پڑتی ہے اسکو اسکا دل ہی خوب جانتا ہے۔ اور جس قدر اسکے دماغ کو اس کام مین محنت گوارا کرنا ہوتی ہے اسکی پوری کیفیت سے وہ خود ہی آشنا ہوتا ہے مختلف کتابون کا فراہم کرنا اور ایک مؤلف کے واقعہ کو دوسرے کے واقعہ سے تطابق کر کے درج کرنا بادی النظر مین شاید آسان معلوم ہوتا ہو مگر جو اس راستے مین کھکھیڑ اور قدم قدم پر کانٹے ہین اون کا بیان کرنا نہ مناسب ہے اور نہ کسی کو ضرورت کہ غور سے پڑھے۔

سب سے پہلے ہر مورخ یا سوانح عمری نویس کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعصب و طرفداری سے بالکل قطع نظر کر کے کسی شخص کے واقعات عمری یا کسی ملک کی تاریخ لکھے۔ جن اہل قلم نے اس عمدہ صفت کو اختیار کر کے اس راہ مین قدم رکھا ہے انکو دنیا کی تمام مہذب قومین نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہین اور جن لوگون نے تعصب یا طرفداری کو ذرا بھی دخل دیا ہے اُن کے دامن پر تعصب کا دھبہ لگا ہوا ہے اور کسی طرح منصف مزاجون کے نزدیک وہ قابل وقعت نہین۔ ڈاکٹر برنیر نے شاہجہان اور اورنگ زیب کے واقعات عمری ہندوستان مین عمر کا معقول حصہ صرف کر کے لکھے مگر اُسمین جا بجا تعصب بھی داخل کر دیا ہے۔ انصاف سے بہت کم کام لیا ہے جن لوگون نے اُس تصنیف کو پڑھا ہوگا۔ اُن کے خیالات سلطنت مغلیہ کے ان دو عظیم بادشاہون کے نسبت کیا پہلو لیے ہون گے۔ مگر جب ہم کاونٹ نائر یا اور غیر متعصب مورخین کی تصانیف کو جنھون نے نہایت تحقیق اور بے تعصبی سے کام لیکر سلطنت تیموریہ کی تاریخین لکھی ہین۔ پڑھتے ہین تو برنیر کی تصنیف کی وقعت ہماری

نظروں میں بہت کم رہ جاتی ہے۔ اور ہم اُسکو متعصب کہکر خاموش ہو جاتے ہیں۔
ہر مصنف یا مؤلف کے خیالات کسی قوم۔ ملک۔ یا شخص کے متعلق موافق یا مخالف ہوتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے خیالات کو کتاب کی صورت میں لاتا ہے تو اُنکا عکس عبارت میں اُترآتا ہے۔ موافق ہیں تو خیر۔ اور جو مخالف ہیں جن کو دوسری لفظوں میں بے انصافی کہتے ہیں تو نتیجہ وہی ہوتا ہے جیسا کہ بر عکس۔
اگر مسلمان ہندو مشاہیر ہندو عیسائی علماء۔ عیسائی بودھ فضلا کی سوانح عمریاں یا اُن ممالک کے حالات قلمبند کریں تو یہ ضرور نہیں ہے۔ کہ اُسوقت وہ اپنے مذہب پر بھی خیال کرکے تعصب کو ٹھونس دیں۔ دیکھنے والوں کی نظروں میں اُسکی تحریر کی بزرگی اور وقعت جاتی رہے گی۔ لہذا سب سے پہلے ہر اہل قلم کو غیر متعصب ہونا چاہیے اور ہر واقعہ کی تحقیق ٹھنڈے دل سے اسطرح کرنا چاہیے جیسے کیمسٹری (کیمیا) یا سائنس (طبیعات) کے کسی مسئلہ کا تجربہ کیا جاتا ہے۔
سوانح عمری اور تاریخ میں تھوڑا فرق ہے۔ تاریخ میں کسی ملک کی تمدنی۔ اخلاقی کیفیت اُسکے حکمرانوں کا مفصل حال اور جغرافیہ بیان کیا جاتا ہے اور سوانح عمری میں کسی خاص شخص کا تذکرہ اور اُسکی زندگی میں جو اہم واقعات گذرے ہیں اُنکا خاکہ ہوتا ہے۔
میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ یہ دونوں کام بہت مشکل ہیں اور سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ تعصب و طرفداری کو دخل نہ دیا جائے کوئی واقعہ انصاف اور سچائی کی حد سے نہ گذرنے پائے اگر اسکے خلاف ہوگا تو وہ مضمون تاریخانہ حیثیت سے بالکل گر گیا۔ یا اُسکو نمائشی و تکلف آمیزی سے چکنا چپڑا کیا گیا جس سے اصل مطلب تو بالکل خبط ہو گیا اور اُسکی صورت محض مرغ زرین کی سی ہو گئی۔ ایسی کتابوں پر نہ اعتبار کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ وثوق کے قابل ہیں۔
تاریخ و سوانح عمری چھوٹے چھوٹے الفاظ ہیں مگر اپنے اس مختصر القامتی پر بہت سے معانی لیے ہوئے ہیں۔ اگر یہ دونوں چیزیں نہ ہوتیں تو ہم ممالک اور اپنے بزرگوں کے حالات سے محض بے خبر رہتے اور نہیں جان سکتے تھے کہ وہ کون سے کیا تھے اور کیا کیا اُنھوں نے کارنمایاں کیے۔ یا اقلیم ہندوستان کے علاوہ اور کس قدر ولایتیں اس دنیا میں موجود ہیں۔ اُنکی اب حالت کیا ہے اور پہلے کیا تھی۔

محمد شفیع الدین خان

اتحاد اور اختلافِ مذہب

چونکہ اس مضمون کا تعلق کسی قدر تاریخ سے بھی ہے لہذا مین اس بات کو مانکر بحث کرون گا کہ مورخین نے سچے کارنامے لکھے ہین۔ اکثر احباب کا خیال ہے کہ انگریزی و فرنگی مورخین نے ہند کے مسلمان بادشاہون کے بابت جھوٹے قصے گڑھے ہین۔ اول سوال تو اسپر یہ ہوتا ہے کہ انگریزی مورخین کو مسلمان بادشاہون کے جھوٹے حالات قلمبند کرنے مین کیا خاص لطف تھا اور اگر بالفرض اُنکے ساتھ اُنکو دشمنی بھی تھی تو اورنگ زیب اور اکبر۔ شیر شاہ اور سراج الدولہ سب کے ساتھ یکسان ہونی چاہیے تھی۔ پھر اکبر کو اُنھون نے کیون زیادہ اچھا لکھا ہے۔ اور اورنگ زیب کی کیون اکثر برائیان کی ہین۔ سراج الدولہ کو کیون مجسم شیطان قرار دیا ہے شیر شاہ کو بھی اسی قدر ذلیل کیون نہین بتایا۔ مینے مانا کہ انگریزی مورخ تعصب سے بھی کام لیتے ہین پھر مسلمان مورخ کیون بسا اوقات بعض کے خلاف لکھتے ہین۔ اُنکو تو تعصب نہین۔ ذرا ملاحظہ فرمائین کہ سراج الدولہ کے بابت منشی غلام حسین خان طباطبائی اپنی مشہور و معروف تاریخ سیر المتاخرین مین کیا تحریر فرماتے ہین۔ ”سراج الدولہ خود ابلہے بود عدیم الشعور و دربادۂ جہل و جوانی و دولت مست و مغرور حسن و قبح کارہا پیرامون خاطرش نگشتہ دلہاے مردان کار بآتش غضب بے موجبش برشت“ اسی طور سے بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ مین بخیال طوالتِ مضمون اقتباسات سے زیادہ کام نہین لینا چاہتا۔ صرف اشارہ کافی ہے اور اگر یہ ثبوت بھی کافی نہ تصور ہو تو واقعی مین عاجز ہون۔ انگریزی و ہندی مورخین سب جھوٹے سہی۔ لیکن یہ بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ جن مورخین یا محققین نے ان مورخین کے (جنکا کہ مین ذکر کر رہا ہون) متعصب ہونے کا خیال کیا ہے اُنکے سچے ہونے کی کیا دلیل ہے۔

اب مضمون زیر بحث یہ ہے کہ اختلاف مذہب اور اتحاد کے کیا تعلقات ہین۔ آیا اختلاف مذہب اتحاد مین حایح ہے یا نہین اگر ہر ایک مذہب کے محض اصولون کو مذہب

قرار دیا جاوے تو کوئی شخص اس بات سے منکر نہین ہو سکتا کہ "مذہب اتحاد کا حارج نہین"
کیونکہ کسی مذہب نے یہ تعلیم نہین دی کہ اتحاد نہ کرو بلکہ واقعی سب مذاہب کے اصول قریب قریب
یکسان ہین اور سب کا منشا ایک سب کا خدا ایک ہے اور منشا بنی آدم کے ساتھ ہمدردی
و محبت پیغمبر و ہادیان مذاہب بڑی نعمت ہین واقعی اُنکے سبب سے ہم مین ایک قسم کا جوشِ
محبت قائم رہتا ہے - اسکو بھی سب مانتے ہین اور یہ بھی سب جانتے ہین کہ ہمارے پیغمبر ہمکو
یہ ہرگز نہین تعلیم دے گئے کہ ہم غیر مذاہب والون سے فساد و عناد کرین لیکن اب سوال یہ ہے
کہ ابتک تمام دنیا کے انسانون نے اس مذہب کی سچی تعلیم پر کہان تک عمل کیا ہے - اُنھون نے
ایک دوسرے کے مذہب کی کہان تک قدر کی - ایک دوسرے کے مذہب کو بُرا کہا یا نہین -
ایک دوسرے کے مذہب پر حملہ کیا یا نہین - اختلاف مذہب پر یہ لوگ واقعی لڑے یا نہین -
محض مذہب کے اختلاف کی وجہ سے اُنھون نے ایک دوسرے کا خون بہایا یا نہین اور اب
مین دریافت کرتا ہون کہ اختلاف مذہب باعث نفاق ہوا یا نہین (یہ سوال نہین ہے کہ کس کی
غلطی ہے آیا لوگونکی غلطی ہے مذاہب کے اصولونکی خرابی ہے) اور تاریخ اسکا کہان تک ثبوت دیتی ہے -
اولٹرہی اور ٹیمیرہ کا حشر اب انجام اور مور سے نامی گرامی شخص کا پھانسی
پانا اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دشمنون کی بدنیتی سے صلیب پر چڑھایا جانا کیا اس امر کی
مثالین نہین ہین کہ یہ سب خون اختلاف مذہب کی وجہ سے ہوا - کیا اہل اسلام کی فتوحات
فرنگ مین اختلاف مذہب کا شائبہ نہ تھا کیا محمود غزنوی نے سومناتھ اور متھرا کو مذہبی
خیال سے تباہ نہین کیا - کیا اورنگ زیب نے ہنود پر ظلم محض اختلاف مذہب کی وجہ سے نہین کیا -
اِن واقعات سے کوئی پڑھا لکھا شخص گریز نہین کر سکتا - اور اگر ان سب معاملات کے جاننے پر
بھی کوئی شخص یہ کہے کہ اختلاف مذہب مانع اتحاد نہین ہوا اور خاص کر ہند مین اب بھی نہین ہو رہا
ہے تو وہ صریحاً غلط ہے - تمام دنیا مین مذہبی اختلافات سے کیا نتیجے ظاہر ہو رہے ہین مجھکو
اُنپر بحث کرنے کی اسوقت مطلق فرصت نہین - ہان ہند مین اس اختلاف مذہب کی وجہ سے
باہمی اتحاد کی کیفیت واقعی غور طلب ہے - یہ سب جانتے ہین کہ آجکل یہان مذہب کی وجہ سے
قتل و خون نہین ہو رہا ہے لیکن شائد ہی کوئی سلیم الرائے ایسا ہوگا جو یہ کہے کہ ہند مین اتحاد
ہے - پھر اس اتحاد نہونے کی کیا وجہ ہے - اگر واقعی اختلاف مذہب حارج ہے تو یہان کے
مذہبون کی کیا حالت ہے اور اُسکی درستی کیونکر ہو سکتی ہے یہ سوالات حل طلب ہین -

ابھی یہ تحریر ہوا ہے کہ کوئی اصول کسی مذہب کا عناد و فساد کی اجازت نہین دیتا اور سب اتحاد کی پیروی کرتے ہین اور یہ بھی اسی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ مذہب ہی باعث عناد ہوا۔ ظاہرا دونون بیان ایک دوسرے کے برعکس معلوم ہوتے ہین لیکن امر واقعی یہی ہے جو تحریر مین آیا۔ مذہب نے تو کبھی فساد کی اجازت نہ دی لیکن لوگون نے اپنے عیوب فطری سے مذہب سے لیے بہت لڑائیان لڑین یعنی لوگون نے اصول مذاہب کو چھوڑ کر محض فروع کو اپنا مذہب بنایا بلکہ یون کہیے کہ انھین فضولیات کا ذخیرہ اُنکا مذہب بنگیا کیونکہ ظاہر ہے کہ اچھے اصولون کا اثر صرف معدودے چند تعلیم یافتہ روشن خیال لوگو نپر ہوسکتا ہے۔ عوام اُنسے فیضیاب نہین ہوسکتے اور اپنی جہالت سے مذہب کو بگاڑ کر اپنی طبیعت کے موافق تراش لیتے ہین اور معدودے چند جو مذہب کو پہچانتے ہین اور اُسکی پیروی کرتے ہین۔ وہ بذات خود ان عناد و فساد سے علحدہ رہتے ہین اور جب عوام کا مذاق درست کرنے مین وہ کامیاب نہین ہوسکتے اور لوگون کو لڑتے جھگڑتے دیکھتے ہین تو زندگی عزلت اختیار کر لیتے ہین۔ مذہب کے باعث جسقدر فسق و فجور ہوا سب اسی طور سے یعنی اصلی مذہب لوگون نے بھلا دیا اور فضولیات کے ذخیرے کو اپنا مذہب قرار دیا۔ جہان جہان نفاق ہوا عوام کا مذاق و مذہب بگڑا ہوا تھا اور یہی حال آجکل ہندوستان کا ہے یہان دو بڑے مذہب جاری ہین یعنی مذہب ہنود و مذہب اسلام مین دعوے کے ساتھ کہتا ہون کہ دونون مذہب اپنے اصلی اصولون سے بھٹک کر فضولیات کا ذخیرہ ہوگئے ہین اور جس خراب حالت مین آج ہندوستان مین یہ مذہب جاری ہین اُسی حالت مین انکو مین مذہب قرار دے رہا ہون اُنکے اصلی اصولون سے مجھکو اس موقع پر غرض نہین ہے۔ مین خیال کرتا ہون کہ مذہب سے جو کچھ بیان پر مرا دہے مینے کافی طور سے واضح کردی اور احباب سے اب اُسکے مفہوم مین غلطی نہوگی اور تمام حضرات اس رائے سے بھی متفق ہون گے کہ اختلاف مذہب ہی آجکل ہند مین مانع اتحاد ہو رہا ہے۔

ابھی تحریر ہوا ہے کہ یہان کے دونون مذہب یعنی مذہب ہنود و مذہب اسلام اپنے اصل اصولون سے برگشتہ ہوکر فضولیات کا ذخیرہ ہوگئے ہین۔ اسکا ثابت کرنا بھی لازم ہے۔

آج مذہب ہنود مین بُت پرستی و اوہام پرستی عام طور سے جائز بلکہ جاری ہے کیا یہ ہمارے قدیم مذہب آریہ کی رو سے واجب ہے آج ذات کی تفریق تمام ہندوستان مین

باعث نفاق ہورہی ہے کیا و یدنے اہل اسلام و دیگر مختلف فرقون مین باہمی خورد و نوش کو منع کیا ہے۔ آج بلامبالغہ ہمارے یہان تینتیس ۳۳ کروڑ دیوتاؤن کی پرستش کیجاتی ہے اُنہین چیچک۔ ہیضہ۔ جن۔ جانور۔ درخت سب شامل ہین) کیا یہ ہمارے مذہب کے اصولون کے مطابق ہے۔ ہولی۔ دیوالی۔ ہمارے مذہب مین شامل ہین اور اچھے اچھے شریفون کو مینے بچشم خود ان تہوارون کے موقعون پر عجیب و غریب ہیئتون اور صورتون مین دیکھا ہے اور جو ناگفتہ بہ کیفیت ان تہوارون کے موقعون پر دیکھنے مین آتی ہے کیا واقعی وہ سب ہمارے مذہب کا لوازمہ ہے اکثر جب ہندی و اسلامی تہوار ایک روز آپڑتے ہین تو بلوہ و بغاوت اکثر انکا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیا وہ مذہب کے روسے واقعی درست ہے۔ اور ایک کیا سیکڑون بیہودہ حرکتین جو آج واقعی ہمارا مذہب ہو گئین ہین اس مذہب ہنود مین ہمیشہ سے تھین یا اس مذہب کے اصولون مین شامل ہین۔ نہین نہین۔ ہرگز نہین۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل ہنود نے اپنے اصلی اصول مذہب کو ضائع کرکے و فضولیات کے ذخیرے کو اپنا مذہب قرار دیا ہے اور آجکل جسقدر بیہودہ حرکتین ہمارے اخلاق و تہذیب مین شامل ہو گئی ہین اور روز کیجاتی ہین سب مذہب کی آڑ مین۔ مین بار بار تحریر کررہا ہون کہ مجھکو اصلی اصول مذہب سے اس موقع پر بحث نہین یہ صرف اُس مذہب کا بیان ہے جو آج ہمارے یہان جاری ہے اور یہی فی زمانہ بائیس ۲۲ کروڑ ہنود مین سے تقریبًا اکیس ۲۱ کروڑ کا مذہب ہے اور مذہب قرار دیا جاتا ہے۔

اہل اسلام کے مذہب کے بارے مین مجھکو کچھ خصوصیت سے واقفیت نہین ہے جو فضولیات بظاہر روزمرہ دیکھنے مین آتی ہین اُنسے اخذ کرسکتا ہون کہ اہل اسلام بھی اپنے مذہب کے اصلی اصولون سے بہت کچھ برگشتہ ہو گئے ہین۔ برائے تمثیل رسم پردہ ہی کو لیا جاوے آجکل بہت سے تعلیم یافتہ اصحاب ایسے ملینگے کہ جو پردہ کی خرابیون سے اچھی طرح واقف ہین اور انکو تسلیم بھی کرتے ہین لیکن بہ سبب دخل مذہب کے مجبور ہین۔ اُسکو ترک نہین کرسکتے۔ یہ مجھکو ضرور معلوم ہے کہ اہل اسلام کے نامی گرامی بزرگ و ہادیان قوم اسبات کو ضرور بہ تکرار کہتے ہین کہ رسم پردہ سے مذہب کا تعلق برائے نام ہے اور اس امر کی بھی بیسیون مثالین موجود ہین کہ اکثر غیر ممالک مین اہل اسلام اس رسم سے بالکل ناواقف ہین تاہم یہان یہ مذہب ہے اور احکام مذہب کی پیروی واجب بلکہ فرض ہے۔ محرم اور رام لیلا کے

فساد و عناد پر علما کے فتوے جہاد کے بابت طلب کیے جاتے ہین - کیا یہ مذہب اسلام کے اصول کے موافق ہے اور اگر ہے تو شائد بہترین اصول مین سے نہین - اور خود رسم محرم پر ہی غور کیا جاسے - یہ کیا ہے ؟ جہان تک مجھکو معلوم ہے میرا خیال ہے کہ یہ رسم صرف بزرگان و ہادیان اسلام کی شہادت کی یادگار مین قائم ہوئی ہوگی اور مناسب طور پر اس یادگار کو قائم رکھنا عین فرض و ثواب سمجھا گیا ہوگا - لیکن کیا یہ تعزیہ داری اہل اسلام کے مذہب کے موافق ہے کیا اسکی قرآن مجید مین کہین ہدایت کی گئی ہے - ہرگز نہین - اور یہ بھی سب جانتے ہین کہ ہندوستان مین رسم محرم کے آجکل کیا معنی ہین - تعزیہ داری اور محض تعزیہ داری درود فاتحہ پر کہان تک قناعت کیجاتی ہے اور ماتم کسطور سے کیا جاتا ہے - سواے ڈھول پیٹنے اور تعزیہ کے رونق و آرایش کے عوام اس یادگار کے اصلی معنی کہان تک سمجھتے ہین - شاید یہ راز مخفی نہین - مینے بچشم خود اکثر پڑھے لکھے شریفون کو سر بازار برہنہ سر و برہنہ پا ماتم کرتے دیکھا ہے اِسکے کیا معنی - ہرگز یہ نہین کہ رنج والم سے وہ غریب اسقدر بدحواس ہوجاتے ہین کہ تن بدن کی کچھ خبر نہین رہتی بلکہ یہ حرکت قابل فخر و ضروری تصور ہوتی ہے کیا کوئی صاحب بتا سکتے ہین کہ یہ مذہب مین کہان تک جائز ہے - مجھے شرم سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسے پاک بزرگون اور ہادیان قوم کی پاک روحون پر درود و فاتحہ پڑھنے کے واسطے جو مجلسین منعقد کیجائین اُن مین طوائف مرثیہ خوانی کرین اور ایسے لوگ ماتم کرین جو محض اسی غرض سے تنخواہ پاتے ہین - کیا واقعی یہ مذہب ہے - ہرگز نہین - ہم اپنے بزرگون کی روحون پر ظلم کرتے ہین - مینے اکثر دین اسلام کے جاننے والون سے دریافت کیا اُن کو اِن مکروہات سے محض انکار ہے لیکن عوام کا مذہب تو یہی ہے بلکہ صرف یہی - تعزیہ داری کا کیا اصول تھا مجھکو اس سے بحث نہین لیکن فی زمانہ جو عمل واقعی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے آگرہ مین کنجڑے اسبات پر بحث کرتے ہین کہ کسکی بُراق زیادہ شان سے نکلے اور کس کا تعزیہ بہت نفیس اور آئے دن انھین مکروہات پر فساد ہوتے ہین اور یہی فضولیات مارج اتحاد ہو رہی ہین - مینے کسیقدر صاف صاف بیان کیا ہے اور شاید تلخ بھی ہوگا معاف کیا جاؤن - لیکن یہ تو شاید آپ بھی مانینگے کہ جو کچھ تحریر ہوا اُسمین تعصب نہین - صرف سچے دل سے کہا گیا۔

معترضین پہلے اِن نقائص و فضولیات کے دور کرنے کی کوشش فرمائین اور پھر اتحاد خود بخود ہو جائیگا ورنہ صرف انجمن اتحاد مین نام لکھوانے سے اگر اتحاد ہو جاتا تو پھر ہمارے

واسطے مشکل ہی کیا تھی- علاوہ اسکے ایک غلط فہمی اور بھی ہے یعنی بعض حضرات کا خیال ہے کہ "ملکی معاملات" مانع اتحاد ہو رہے ہین- پہلے تو یہی امر غور طلب ہے کہ کیا اہل ہنود و اہل اسلام کے ملکی حقوق و اغراض علیحدہ علیحدہ ہین کیا اہل اسلام و اہل ہنود کو "کنسر ویٹو" اور "لبرل" قرار دیا جاتا ہے کہ جنکے "ملکی خیالات" علیحدہ علیحدہ ہین - یہ خیال تو واقعی غلط ہے - کُل ہندوستان کے ملکی اغراض یکسان ہین اور اگر ہنود کے واسطے کوئی قانون ضرر رسان ہے تو مسلمانون کے واسطے بھی ضرور ہے اور اگر ایک کے واسطے فائدہ مند ہے تو دوسرے کے لیے بھی ضرور- ہان یہ بات ضرور ہے کہ بعض قومی و مذہبی اختلافات کو "پالیٹکس" کا جامہ پہنا دیا جائے لیکن دراصل اُنکی بنا قومی اختلاف پر ہوتی ہے- ابھی حال مین ناگری خط کو عدالتون مین رائج کرنے کا جھگڑا شروع ہوا تھا- کیا واقعی اس جھگڑے کی بنا "پالیٹکس" پر تھی- نہین- اسوقت ہزارون ہندو ایسے ہین جو ناگری سے بے بہرہ ہین اور اُردو سے مانوس- اُنھون نے اس تغیر کو مجبوراً پسند کیا اور بہت سے اہل اسلام جو ناگری جانتے ہین خوشی سے دفاتر کا کام کرینگے اگر یہ محض "پالیٹکس" کا قصہ ہوتا تو اسوقت بہت سے ہندو ایک جماعت ہوکر علیحدہ ہوجاتے اور درخواست کرتے کہ اُردو ہی جاری رہے اور وہ ناگری خوان اہل اسلام اُن ہندوون کے ساتھ شامل ہوتے جو ناگری کے خواہشمند تھے- لیکن اس جھگڑے مین بھی قومی خیال نے اول جگہ پائی- دونون گروہ الگ الگ تھے- ایک فریق اہل اسلام کا گروہ اور دوسرا فریق اہل ہنود کا فرقہ- اور جھگڑا محض یہ تھا کہ ہنود کے خیال مین ناگری جو اُنکی قومی زبان ہے جاری ہونے کے قابل تھی اور اہل اسلام اُردو کی طرفداری کرتے تھے -غرضکہ قومی اختلاف کا خیال دونون طرف سے ظاہر تھا- محض اسی اختلاف مذہب کی وجہ سے یہان تک نفاق ہوتا جاتا ہے کہ ہمارے حکام بھی قومی اختلاف کا نشانہ بنجاتے ہین-

اگر ایک لفٹنٹ گورنر سے ہنود خوش ہین تو اہل اسلام اُنسے ناراضگی کا اظہار کرتے ہین اور اگر دوسرے سے مسلمان خوش ہین تو اہل ہنود اُنسے ناراض- یہ تو درکنار ہماری تعلیم بھی مین کسقدر نقص ہے- ہمارے سلسلۂ تعلیم کا انتظام تو ضرور بعض ہادیان قوم کی نوازش و بزرگی سے علیحدہ علیحدہ ہونے والا ہے بلکہ تقریباً ہوگیا ہے- گویا یہ قومی دار العلوم کے قائم ہونیکا خیال "سیاسی امور" مین شامل ہے اور مین دریافت کرنا چاہتا ہون کہ کیا یہ اتحاد کی

ترقی کے واسطے مفید ہوگا۔ غرضکہ یہ کُل اختلاف مذہبی و قومی بنیاد پر مبنی ہے۔

معترض کا ایک یہ بھی خیال ہے کہ انگلستان مین بھی تو اختلاف مذہب ہے اور اتحاد قومی مین بالکل فرق نہین ہے۔ اول تو یہی خیال غلط ہے کہ وہان کے مذاہب مین بھی اختلاف ہے۔ وہان سب کا مذہب دین عیسوی ہے۔ البتہ مذہب مین فرقے کئی پیدا ہو گئے ہین اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جاے کہ وہان بھی اختلاف مذہب ہے اور اتحاد مین فرق نہین ہے تاہم یہ کہنا پڑے گا کہ اُنکے مذہب مین اور یہان کے مذاہب مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اُنکے یہان کے متفرق فرقونکا بھی ایک ہی خدا ہے ایک ہی پیغمبر البتہ طریقۂ پرستش مین بعض بعض اختلافات ہین بخلاف یہان کے کہ ہمارے دیوتاؤن اور اوتارونکی تعداد ہی بیشمار ہے۔ اُنکے یہان کے تمام مذہبی عقاید ترقی تہذیب و ترقی ملک سے پوری مناسبت رکھتے ہین اور رفتار زمانہ کے موافق ہین برعکس اسکے ہمارے یہان کے تمام عقاید ہماری ترقی ملک و ترقی قوم مین سخت حارج ہین۔ وہان کا قانون خورد و نوش ہم پیالہ و ہم نوالہ ہے اُسکے خلاف ہمارے یہان کے مختلف فرقون مین سے کوئی شخص ایک دوسرےکا چھوا بھی کھانا جائز طور سے قبول نہین کرسکتا۔ گو تمام دُنیا کا سفر کر آے تاہم ایک انگریز کے مذہب مین تل برابر فرق نہین آتا لیکن ہمارے ہندو بھائی نے ادھر جہاز پر قدم رکھا اُدھر اُنکا مذہب پانی کے ساتھ بہ گیا۔ اُنکے یہان ایک وضع کی تمام رسوم کُل ملک کے واسطے کافی ہوسکتی ہین لیکن یہان ہر فرقے کا قانون جداگانہ ہے وہان کی کُل قومی رسوم اور تقریبین ایک ہی قسم کی ہوتی ہین اور تمام ملک اُنپر کاربند ہوتا ہے بخلاف اسکے یہان ہر خاندان بجاے خود شاخ زعفران ہے۔ وہان سارے ملک کا ایک لباس ہے۔ یہان ہر شہر کی وضع مختلف۔ وہان کل ملک کی ایک زبان ہے اور یہان کی زبانون کی ٹھیک تعداد تو مجھکو یاد بھی نہین۔ وہان کا سلسلۂ تعلیم کُل ملک کے لیے ایک ہے اور یہان ہر فرقے کا مدرسہ و دارالعلوم علٰحدہ۔ پھر یہان اِن اختلافات کی موجودگی مین اتحاد کیسے ممکن ہے اور یہی نقائص اتحاد کی جڑ کاٹ رہے ہین اور ان اختلافات و نقائص کا دفع کرنا ہر ہوا خواہ اتحاد کا فرض ہے۔ وہ محض "اتحاد" پکارنے سے تو یہ عیوب دفع نہین ہوسکتے۔ انکے دفع کرنیکے واسطے بہت کچھ عملی کارروائی درکار ہے اور تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ اول تو ایک اچھی خاصی تعداد عوام کی بالکل ہی ناخواندہ ہے اور جو کچھ کسیقدر تعلیم یافتہ بھی ہے تو تعلیم کا مفہوم ہی

بہت غلط سمجھے ہوے ہے۔ بہت سے تعلیم یافتہ ایسے ملینگے کہ جو خواب غفلت کی نیند مین سوتے ہین اُنکو کچھ اپنے نیک و بد کا بھی خیال نہین۔ نہ روش زمانہ سے واقف ہین نہ قوم و ملک سے خبردار تعلیم کا مفہوم صرف یہی سمجھا گیا ہے کہ کسی طور روزی کما کھانا اور اگر زیادہ مقدرت حاصل ہو تو دولت و مال مین اضافہ کرنا۔

اول تو طرز و نظام تعلیم مین ہی بہت کچھ رد و بدل کی ضرورت ہے اور دوسری ضرورت اتحاد کے جز قائم کرنیکے واسطے اہل ہنود و اہل اسلام کا ساتھ تعلیم پانا ہے۔ علحدہ علحدہ قومی دارالعلوم کا ہونا اتحاد کے لیے تو ضرور مضر رسان ہے۔ مذہبی تعلیم بھی اسیقدر کافی ہوسکتی ہے۔ جسمین رسوم اور فروع کو دخل نہو ورنہ محض اوہام پرستی کی مذہبی تعلیم دینا اور پھر اتحاد کی کوشش کرنا دونون بیکار ہین۔ تمام باعروج سلطنتون کی گذشتہ تاریخ پر غور کرنا اور اُنسے سبق لینا ہمارے واسطے دافع امراض ہوگا۔ انگلستان کو کن کن باتون نے یہ ترقی دی۔ اُنکے نظام سلطنت مین کیا کیا باریکیان ہین۔ اُنکی قومی خصائل مین کیا کیا خوبیان ہین۔ اُنھون نے اپنی قوم کو کس اخلاقی معیار پر تعلیم دی۔ اپنی طرز معاشرت کو کسطرح سنبھالا اور امریکہ نے اسقدر ترقی جو سائنس و تجارت کے ذریعہ سے کی ان علوم کی کیا تعلیم ہے۔ جاپان نے جو حال مین کارنمایان کیے اور اس ملک کی بالکل کایا پلٹ ہوگئی اسکا کیا بھید ہے۔ ان سب امور پر غور کرنے کے بعد جو سبق حاصل ہوا اُسپر کاربند ہونا اتحاد کے حق مین بہتر ہے۔ اقوام کی پچھلی سرگذشت اور اُنکی رفتار موجودہ سے واقف ہونا۔ تاریخ و اخبارات کا پڑھنا ہماری تعلیم کا خاص حصہ ہونا چاہیے اور پھر جب پہلو مین دل اور دل مین درد ہوگا تو ممکن نہین کہ ملک کو ترقی نہو اور اتحاد باہمی کا خیال باطل نکلے۔ مجھکو اور کچھ زیادہ تحریر کرنا نہین ہے۔ اسی پر قناعت کرتا ہون البتہ ایک استدعا نہایت مودبانہ کیا چاہتا ہون وہ یہ کہ جو حضرات بغیر سوچے سمجھے موقع و بےموقع نئے تعلیم یافتہ ہندو مسلمانون پر خواہ مخواہ فتنہ پردازی کے الزامات لگایا کرتے ہین وہ جب تک خود اُس سے زیادہ عملی کارروائی کرکے نہ دکھائین جسقدر پچھلی صدی مین نئے تعلیم یافتہ بزرگون کی شفقت و جان نثاری سے ہوئی ہے اور اب نو تعلیم یافتہ نوجوانون کی کوشش سے ہو رہی ہے اُنکو ملامت کہنے کا کوئی حق نہین ہے۔

کشن پرشاد کول

کلام اکبر

نہین جمتا کسی کا نقش اس دنیاے فانی مین
حباب آسا مٹا اُبھرا جو بحرِ زندگانی مین

زبانِ حال سے پروانۂ بسمل یہ کہتا ہے
حضوری ہو اگر حاصل مزا ہے نیم جانی مین

حباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گذرا
تماشا تھا ہوا نے اِک گرہ دیدی تھی پانی مین

حدین قومونکی قسمت کی کیا کرتا ہے یہ قائم
زمانہ دیکھکر چلیے طریقِ زندگانی مین

ادائے شکر کرکے احتراز اولی ہے اے اکبر
ہزارون آفتین شامل ہین اُنکی مہربانی مین

یون مری طبع سے ہوتے ہین معانی پیدا
جیسے ساون کی گھٹاؤن سے ہو پانی پیدا

جنگ ہے جرم تو ہے عشق خلافِ تہذیب
ہو چکا وَلولۂ عہدِ جوانی پیدا

کوئی موقع نکل آئے کہ بس آنکھین ملجائین
راہین پھر آپ ہی کرلے گی جوانی پیدا

کمالِ شوق مین صرف اِک نظارہ کافی ہے
کہ حسن خود ہی ہے عاقل اشارہ کافی ہے

بحرِ ہستی مین ہون مثالِ حباب
مٹ ہی جاتا ہون جب اُبھرتا ہون

لاکھ نعمت ہے اتنی آزادی
سانس لیتا ہون بات کرتا ہون

اُنکا گھر چھوڑ کر کہان جاؤن
دل ہی کے ساتھ مین ٹھہرتا ہون

لن ترانی نہین ہے مانع عشق
مین ترے نام ہی پہ مرتا ہون

دیکھکر رنگِ کالج واسکول
ق اس زمانے کی قدر کرتا ہون

مفلسی مین بھی ہے ترقی علم
مر رہا ہون مگر اُبھرتا ہون

چغلیاں اک دوسرے کی وقت پر جڑتے بھی ہین — ناگہانی غصہ آتا ہے تو لڑ پڑتے بھی ہین
ہندو و مسلم ہین پھر بھی ایک اور رکھتے ہین سچ — ہین نظر آپس کی ہم ملتے بھی ہین لڑتے بھی ہین

اونچا نیت کا اپنی زینا رکھنا — احباب سے صاف اپنا سینا رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر — لیکن ہے شدید عیب کینا رکھنا

باغون مین تو بار درختون کی دیکھ لی — کالج مین آکے کانووکیشن کو دیکھیے
لیموے کاغذی تو بہت دیکھے آپنے — اب کاغذی ترقی نیشن کو دیکھیے

زندگی اور قیامت مین ریلیشن سمجھو — اسکو کالج اور اسے کانووکیشن سمجھو

سنیے حکمت جو میری گفتار مین ہے — اک حد ادب ہر ایک سرکار مین ہے
پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا — پہلے تھا نور مین اور اب نار مین ہے

جہان نے ساز بدلا سازنے نغمونکی گت بدلی — گتون نے رنگ بدلا رنگ نے یارونکی مت بدلی

خبر دل کی ہوس دلخواہ جانے — خبر ایمان کی حُبِّ جاہ جانے
رہی اب عاقبت کی بحث اکبر — سو اسکا حال تو اللہ جانے

تونے دل دہر سے ملا رکھا ہے — قائم غفلت کا سلسلا رکھا ہے
کیا خود زندہ ہے اپنی مرضی سے تو — آخر کس نے تجھے جلا رکھا ہے

اکبر

خوف مرگ

کیون مہر تجھکو موت سے خوفِ عظیم ہے　　خوفِ عبث سے کیون دلِ خائف دو نیم ہے
کیون اس دلِ دو نیم مین امید و بیم ہے　　بیم و رجا مین کیون تری طبعِ سلیم ہے

یہ یاد رکھ اجل سے کبھی مخلصی نہین
گر خوف یا نہ کر یہ تجھے بخششی نہین

انسان خوف مرگ سے فریاد جب کرے　　خائف کو رحم کھا کے اگر موت بخشدے
یہ خوف جب بجا ہے کہ بے خوف تو مرے　　پُرخوف اور خوف زدہ نکی ہی جان بچے

دونون مگر ہین ایک اجل کی نگاہ مین
نالے مین یان اثر ہے نہ تاثیر آہ مین

دلمین مین اجل کے رحم کا مطلق پتا نہین　　کرتی کبھی کسی کی رعایت ذرا نہین
اسکے لیے کہین کوئی رقت کی جا نہین　　ٹلجاے ٹالے سے جو وہ یہ بلا نہین

برنا و طفل و پیر سب اسکے شکار ہین
احباب ماتمی بدلِ سوگوار ہین

کُنبہ بڑا ہے ایک کماؤ ہے آدمی　　بیوی جوان ہے پود ہے اطفال کی نئی
پیرانہ سال ماں ہے ضعیفی ہے باپ کی　　بیوہ بہن کا ایک سہارا ہے بس یہی

اِس شخص پر غضب ہے کہ برقِ اجل گرے
کچھ چارے دم زدن نہین انسان کیا کرے

اب اور گھر کو لیجے کہ بچے ہین خورد سال　　ہے باپ وان قلیل معاش اور تنگ حال

مان پرہے حصر مان کو ہے ہر بات کا خیال وہ مرگئی غضب ہوا ہوتا ہے کیا مآل
صاحبدلون کے واسطے عبرت کی جا ہے یہ
دیکھو تو آنکھ کھول کے کیا ہو رہا ہے یہ
موے سفید ہوگئے جس وقت زیب سر حق نے دیا ہے لاکھ امنگون سے اک پسر
اس چار سالہ طفل پہ شیدا ہے سارا گھر منھ دیکھتے ہی رہتے ہین بس مادر و پدر
وہ ہے مریض اور دوا مین اثر نہین
مان باپ پیٹتے ہین کہ لخت جگر نہین
لڑکی ہے یا حسین کوئی مان کی لاڈلی اور اسکو پیار کرتے ہین بھائی بھی باپ بھی
صورت بھلی ہے ساتھ ہی سیرت بھی ہے بھلی تجویز اسکے بیاہ کی درپیش تھی ابھی
ناگاہ آیا پیک اجل اس کو لے گیا
ماتم مین اقربا ہین کہ کیا داغ دے گیا
اخلاص یا کہ شوہر و زن مین کمال ہے مفتون وہ اسیہ اسیہ آشفتہ حال ہے
بس ایک دوسرے ہی کا انکو خیال ہے ہے دور جام عیش کہ دوران سال ہے
افسوس یہ زمان خوشی دیر پا نہین
وہ رو رہا ہے ایک - رہا دوسرا نہین
اپنا ہے یا کہ خاص کوئی یار غمگسار دیرینہ دوست اہل محبت وفا شعار
ہوتا ہے جبکہ دل پہ ہجوم الم کا بار صحبت سے اسکی پاتی ہے تسکین جان زار
اسکی اجل اور اپنی ہی آنکھون کے سامنے
کیا کیجیے مگر کچھ اپنا جو بس چلے
نوعمر و نوجوان ہے کوئی صاحب ذکا محنت سے تین سال سے کالج مین پڑھ رہا
بس ایک سال اور ہے وہ ختم اب ہوا یا علم کے لیے ہے ہر ایک در کھلا پڑا
مرگ پدر سے لیک وہ اب خستہ حال ہے
ہان اے امید خام ترا یہ مآل ہے
یا گھر پہ پڑھ کے آیا کوئی نوجوان ہے خوش ہے وہ خود کہ مجھپہ خدا مہربان ہے
دلشاد ہین عزیز ہر ایک کو گمان ہے اسکا فروغ بہتر جاے خاندان ہے

ہر خاندان کی آنکھ ہے جس پر لگی ہوئی
ہے موت کی بھی تاک برابر لگی ہوئی

تصنیف اہل فضل ابھی ناتمام ہے   جوگی ہنوز اپنی ریاضت مین خام ہے
صنّاع کا اگرچہ اُدھورا ہی کام ہے   شہرہ نہ گو کہ طالب شہرت کا عام ہے
کرتی نہین کسی کا مگر موت انتظار
پورا ہو کام یا نہو سب اسکے ہین شکار

لڑکا تڑپ رہا ہے مرا باپ مر گیا   سر پیٹتا ہے باپ کہ لخت جگر گیا
بیوی ہے نوحہ گر مرا شوہر کدھر گیا   خاوند رو رہا ہے اُجڑ ہائے گھر گیا
چارون طرف سے نالہ و شور و بکا ہے یہ
دنیا کو مین سمجھتا ہون ماتم سرا ہے یہ

بیوہ کا دل ہے فرط الم سے اگر دو نیم   خانہ خرابیون سے ہین احباب بھی الیم
ہین نوحہ گر بسیر تو ماتم کنان یتیم   ہے فوج غم کا عرصۂ دنیا مگر مخیم
دلمین اجل کے رحم ذرا بھی مگر نہین
اس سے کبھی بچا کوئی فرد بشر نہین

ہے بادشاہ ملک کہ درویش بینوا   زردار ہے امیر کہ محتاج ہے گدا
یکسان ہین انبیا اسے یکسان ہین اولیا   کوئی رشی بچا ہے نہ کوئی منی بچا
اسکی صلائے عام یہ نزدیک و دور ہے
آیا ہے جو یہان اُسے جانا ضرور ہے

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے   یہ پیرہن حیات کا اک روز چاک ہے
خوش دل ہے کوئی یا کوئی اندوہناک ہے   پیک اجل ہے وہ کہ اسے سب کی تاک ہے
کوئی بچے گا اس سے نہ کوئی بچا کبھی
اس کاروان سرا مین نہ کوئی رہا کبھی

جب حال یہ ہی موت سے پھر کس لیے خطر   بیجا تمام خوف ہے بیجا تمام ڈر
لازم ہے یہ کہ خوف کرے اسکا بشر   اس خوف سے مفاد ہو یا دفع ہو ضرر
ٹلتی نہین قضا کبھی خوف عظیم سے

پھر بیم کیجیے بھی تو کچھ سود بیم سے

ٹالے کبھی ٹلے نہیں شدنی ہیں جو امور ۔ بیجا ہے فکر و خوف کہ ہونگے وہ بالضرور

اس پر بھی فکر ہے تو ہے یہ فہم کا قصور ۔ اتنا تو سوچ حق نے دیا ہے تجھے شعور

جھوٹا تمام زیست کا یہ ساز و برگ ہے

دنیا مین کوئی چیز ہے برحق تو مرگ ہے

برحق ہے ایک موت ہی اس کارگاہ مین ۔ مرنا ہے ایک دن یہ ہے سب کی نگاہ مین

انسان ہے حالِ خوش مین کہ حالِ تباہ مین ۔ چلنا ہے یان سے کوئی نہین اشتباہ مین

یان گر ہے کوئی امر یقینی تو موت ہے

جو جو ہے ذیحیات وہ اک روز فوت ہے

باقی ہر ایک شئے کی ہے موہوم کائنات ۔ جس جس پہ غور کیجیے وہ ہے محض بے ثبات

حیرت ہے مجھکو نام ہے کس چیز کا حیات ۔ جو آج ہے وہ پاؤگے کل خواب کی سی بات

عبرت کی جا یہ ہستی بے اعتبار ہے

کس کو یہان ثبات و قیام و قرار ہے

صحت کا اعتبار نہ دولت کا اعتبار ۔ منصب پہ کچھ ہے حصر نہ عزت پہ کچھ مدار

شہرت کو ہے قیام نہ اولاد کو قرار ۔ ہر حالِ خوش ہے یان متبدل بحالِ زار

صورت ہر ایک شئے کی بدلتی ہے اسطرح

سوتے مین دیکھتا ہے کوئی خواب جسطرح

تبدیلیان ہین اپنی ہی حالت مین سب عیان ۔ چہرے پہ اب ہین عالمِ پیری کی جھریان

باقی نہین ہین پہلی امنگون کے کچھ نشان ۔ وہ طفلی و شباب و جوانی گئی کہان

جو کل تھی آج خواب کی سی بات ہوگئی

بس دم کے دم مین ختم کرامات ہوگئی

ہوش و حواس ہمرہِ فہم و ذکا گئے ۔ طغیان و جوش طبع نہ ٹھہرے ذرا گئے

جن جن پہ تھا خیال کہ ہین دیرپا گئے ۔ دندان و چشم و گوش گئے سب قوی گئے

دنیا نہین سرائے سر رہگذار ہے

کس کو یہان قیام ہے کس کو قرار ہے

آنکھوں کے سامنے سے وہ احباب اٹھ گئے — پہلے تھے جو بزرگ وہ باقی نہین رہے
کچھ آگے جا چکے ہین تو پیچھے ہین کچھ چلے — بدلے ہین رنگ دہر نے کیا کیا نئے نئے
ہر خویش و اقربا و یگانہ بدل گیا
ہم دیکھتے رہے کہ زمانہ بدل گیا

ہستی ہر ایک شئے کی بسانِ حباب ہے — انسان کی زندگی نہین موجِ سراب ہے
ہے حال خوش کبھی کبھی حالِ خراب ہے — گویا تمام ہستیِ موہوم خواب ہے
اس خواب سے کھلی نہین لیکن کسی کی آنکھ
جب تک کہ بند ہو نہ گئی آدمی کی آنکھ

تیری بھی آنکھ پھر کھلی یا ابھی نہین — یہ یاد رکھ کہ موت تجھے بخشتی نہین
بیجا ہے خوف خوف سے یان مخلصی نہین — بس ایک خواب اسکو سمجھ زندگی نہین
جسطرح صورتون کو نہین خواب مین قیام
یہ صورتِ حیات بھی بدلے گی لاکلام

بیدار جیسے خواب سے ہوتا ہے آدمی — اسکے لیے ہے عالمِ رویا گزشتنی
بیدار ہو کے خواب کا عالم ہے یا وہی — اور اسمین جاگنے کا نہین ہے خیال بھی
یہ موت بھی اسیطرح تبدیل حال ہے
بے سود فکر و خوف کا سارا خیال ہے

ہے موت ایک امر طبیعی نہ کر خطر — جھک کر زمین پہ گرتا ہے پکا ہوا ثمر
جو اس ثمر مین بیج ہین ہین بالقویٰ شجر — اسباب پا کے ہون کے درختان بارور
یون بیج ہے درخت سے اور بیج سے درخت
یہ سلسلہ ہے لاانتہا ہی سا نیک بخت

تخمِ عمل جو بوئے ہین پھل اپنا لائین گے — یہ یاد رکھ نہ وہ کبھی بیکار جائین گے
دنیا مین رہ کے جو غمِ دنیا ہی کھائین گے — وہ لوٹ لوٹ کر اسی دنیا مین آئین گے
نکلینگے وہ نہ کارگہِ ساز و برگ سے
انکو نہین نجات کبھی زیست و مرگ سے

کوشش یہ کر درخت ہوس کو نہ ہو نمو — گر ہو بھی تو کھلین نہین گلہاے آرزو

گر گھل بھی جائیں تو نہو کچھ انمیں رنگ بو پھر خوف مرگ سے کبھی خائف نہو گا تو

ہے بیج سے درخت مگر بیج جب نہیں
پھر کوئی بھی نموے شجر کا سبب نہیں

مرتا ہے جسم مرتے ہیں سب عارضی قوی مرتا ہے نفس مادہ رہتا ہے وہم کا
ناظر ہے تو تبدل منظر سے تجھکو کیا اے مہر یاد رکھ تجھے ہرگز نہیں فنا

دل شاد رہ کہ ذات تیری لایزال ہے
تو اور خوف مرگ بھلا کیا خیال ہے

مہر دہلوی

قطعات تاریخ

جناب اختر مینائی خلف ملک الشعرا امیر مینائی مغفور

تھے جو شمع انجمن کل تک فصیح الملک داغ کر گئے اندھیر وہ ہوکر جدا دنیا سے آج
شاعروں میں جسقدر ماتم ہوا اختر ہے بجا شاعر جادو بیان حیف اٹھ گیا دنیا سے آج
سنہ ۱۳۲۲ھ

دیگر

رہگیا دنیا میں باقی نام داغ مٹنے والی چیز جو تھی مٹ گئی
مصرع تاریخ اختر نے کہا لو بہار شاعری بھی مٹ گئی
سنہ ۱۳۲۲ھ

جناب مولوی محمد عبد الرحیم صاحب کلیم لکھنوی

دم فریاد بدہر آمدہ اے عز وجل شاعری چاک گریبان شدہ از دست اجل
رفت آن داغ سخنور زجہان صد افسوس ہر سخن بدبلبش صورت و حی منزل
آہ صد آہ شد اقلیم معانی ویران حیف صد حیف بملک سخن افتاد خلل
عیسوی سال وفاتش چہ نوشت است کلیم داغ در لالہ جنت بود از لطف ازل
سنہ ۱۹۰۵ع

پچھلا مہینہ

آفتین ہون یا تکلیفین - ارضی یا سماوی - دنیوی یا آسمانی کوئی تنہا نہین آتین - اور خصوصًا ہندوستان مین تو بجنسہ یہی کیفیت پچھلے مہینے نظر آئی - آخر جنوری سے سردی کا وہ زور رہا کہ الامان - سترھوین صدی کے ایک سیاح نے آگرہ کے تالابون کے منجمد ہونیکا حال لکھا ہے - جسے اکثر لوگ باور نہین کرتے - مگر امسال کسی خاص مقام مین نہین بلکہ ملک کے ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک ہر شہر اور قصبہ مین پانی جم کر برف ہوجاتا تھا اس بلا کی سردی نے شمالی ہند کے کاشتکارون کی امیدون پر اوس ڈال دی - ربیع کی تباہی کا یہی نتیجہ گرانی ہوا - ادھر فصل کی یہ کیفیت ادھر طاعون کی وہ شدت کہ فروری کے آخری ہفتہ مین محض اسکی موتون کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی اور ہفتہ عشرہ کے بعد یہہ خوفناک تعداد پینتالیس ہزار تک پہونچ گئی[1] - ایسے آفات سماوی کے ستائے ہوئے مظلومون کے ساتھہ جو ان تمام مصائب کے لیے اپنے ہی اعمال بد کو ذمہ دار سمجھتے ہین جو دنیاوی تکالیف کو اپنی بدقسمتی پر محمول کر کے راضی برضا اور شاکر بہ قضا بیٹھنے کے عادی ہو رہے ہین - سرد مہری اور سختی - درشت کلامی اور دل شکنی ایک ظلم ناروا ہے جسکی کسی کو ہمارے نیک دل اور کریم النفس شاہنشاہ کے بیدار مغز نائب السلطنۃ سے ہرگز ہرگز امید نہ تھی - اور یہی وجہ ہے کہ لارڈ کرزن کی تقریرون نے تمام ملک مین ایک قسم کا تہلکہ ڈالدیا ہے - اور ہر طرف سے شور و غل اور رنج و افسوس کی مہیب آوازین بلند ہین - کونسل مین حضور وایسرائے کا غیظ و غضب نہ صرف بیموقع بلکہ کونسل کی شان اور وقعت کو صدمہ

---

[1] مارچ کے آخر ہفتہ مختتمہ ۲۵ رمارچ مین ہندوستان مین طاعون کی اموات کی تعداد ۵۳ ہزار آدمیون سے زائد تھی -

پہونچانے والا تھا۔ پرسال تعلیم اور دارالعلوم ہند کے متعلق جونئے آئین اور جدید قواعد اختراع ہوے تھے وہ عموماً تعلیم یافتہ ہندوستانیون کے امیدون اور خیالات کے جسقدر خلاف تھے وہ اُنکی یادگاری مخالفت سے بخوبی ظاہر تھا۔ ان جدید قواعد کے روسے نئے سینٹ کی ترتیب اور تکمیل کے بعد مستقل انتظامی کمیٹیون کے انتخاب اور تقرری تک انھین چینسلرون کے ہدایت اور نگرانی مین عارضی کمیٹیان بنالینے کا اختیار تھا۔ پُرانے قواعد کے مطابق اکثر یونیورسٹیون مین ان کمیٹیون کا انتخاب کُل سینٹ مین نہین بلکہ علما کی خاص جماعت مین ہوتا تھا۔ چینسلر صاحبون کی غلطی یا غلط فہمی کہ اُنھون نے ان کے انتخاب کے لیے نئے قانون کے نفس اور منشا کے مطابق خاص ہدایات جاری کیے۔ ممبئی کے قابل اراکین نے اس کارروائی کی غلطی سے آگاہ کردیا تھا۔ جب اسپر کچھ شنوائی نہ ہوی تو اُنھون نے خود راے دینے سے انکار کیا اور اسمین شریک ہونیسے باز رہے۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہوی تو عدالت عالیہ سے چارہ جوئی کی۔ ادھر کلکتہ مین بھی اس قسم کے استغاثے کی فکر ہوئی۔ اب گورنمنٹ ہند نے صبر وتحمل سے عدالتی فیصلے کا انتظار اور پابندی کرنے کے بجاے مختلف چینسلرون کے جو سب مختلف صوبون کے گورنر اور نفٹننٹ گورنر ہین کارروائی کو قانوناً جائز قرار دینے کے لیے ایک خاص قانون نافذ کرنے کی فکر کی۔ اہل ممبئی کو جنھون نے اس کارروائی کی شدومد سے مخالفت کی تھی اور جنھون نے گورنمنٹ کو ممکن اور مناسب طریقے سے اس کی غلطی سے پیشتر ہی آگاہ کردیا تھا۔ گورنمنٹ عالیہ کی یہ دست درازی ضرور ناگوار ہوئی۔ اور ایک انھین پر کیا فرض ہے اکثر اہل مُلک کو اس سے خاص صدمہ پہونچا۔ مُلک کے اخبارون نے شور مخالفت بلند کیا۔ کونسل مین تین ہندوستانی ممبرون نے اہل وطن کے خیالات کی وکالت کی۔ اور ملک کے پیشوا اور تمام مُلک کے مایۂ ناز رہنما مسٹر گوکھلے نے قابل تعریف جوش اور سرگرمی سے گورنمنٹ سے اس تجویز سے باز رہنے کی التجا کی۔ اسکے نامنظوری پر اُنھون نے کم از کم بمبئی کو اس عمل سے مستثنیٰ کرنے کی نہایت منت سے اپیل کی۔ مسٹر موصوف ایسے جوشیلے محب وطن اور سچے جان نثار ملک کو ایک فرعی غلطی کی بظاہر درستی کے لیے اصول اور نفس قانون کا خون ناحق معلوم ہونا بیجا نہ تھا۔ اُنکی راے مین گورنمنٹ کا بکشادہ پیشانی اپنی غلطی تسلیم کرلینا تمام اہل ملک کی نظرون مین اُسکی وقعت اور قانون کی عظمت اور

عزت کو بڑھا دیا اور اس سے ایک قابل قدر اصول کی جسپر انگریزی حکومت کی ہر دل عزیزی
اور اُسکے ساتھہ وفاداری کی بنیاد استوار ہے۔ ترقی اور تکمیل ہوتی۔ ایسی کارروائی کو جسکی
باقاعدگی معرض بحث مین ہو جسکی بابت عدالت عالیہ مین چارہ جوئی کی گئی ہو اور جس پر
کوئی فیصلہ ناطق نہوا ہو اُسے اس فیصلہ کے قبل جائز قرار دینا نہ صرف بیجا بلکہ زبردستی کی
بات ہے۔ اسکے اُس اطمینان اور حفاظت مین صریحاً خلل آتا ہے جو اہل ہند کو انگریزی
عدالتون کے عدل گستری اور انگریزی قانون کی انصاف پسندی کے متعلق ایک عقیدے
کی طور پر ہے۔ پھر بمبئی یونیورسٹی کو مستثنی کرنے کے لیے خاص وجوہ بھی تھے۔ وہان پیشتر سے
اسکی غلطی کا علم تھا۔ اور اسی علم یا گمان کے سبب چند لائق اراکین انتخاب کے وقت
رائے دینے سے باز رہے۔ قانونی مشورے وغیرہ مین صرف کثیر سے بھی اُن لوگون نے
محض حق بجانب ہونے کے خیال سے دریغ نہین کیا۔ ایسی حالت مین گورنمنٹ کا ایک
خاص قانون نافذ کرنا انصاف سے بعید تھا۔ انصاف اسی بات کا متقضی تھا کہ عدالت
عالیہ کے احاطہ مین پیشقدمی اور اُسکے اختیارات مین مداخلت بیجا سے جائز حقوق کی پامالی
نہ کی جاتی۔ خصوصاً جب کہ اکثر انگریزی اخبارات بھی بمبئی کے ساتھہ خاص رعایت کی
سفارش کرتے تھے۔ مگر حضور ویسراے اپنی تجویز پر کچھہ ایسی ضد کے ساتھہ قائم رہے
کہ جس سے تمام ملک کی دل شکنی ہوئی۔ پھر حضور ممدوح نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی آپنے
اپنی تقریر مین مسٹر گوکھلے اور اُنکے ہمدردون پر سخت سے سخت حملے کیے۔ اور ایسی تنک
مزاجی اور تنگ دلی اور بے انصافی سے کام لیا کہ جو ملک معظم کے نائب السلطنۃ کی شان سے
بعید اور داب مجلس سے دور تھا۔ اسمین آپنے علانیہ طور پر مسٹر گوکھلے کو اور انکے تعلیم یافتہ
اہل وطن کو گورنمنٹ کا مخالف بلکہ دشمن قرار دیا۔ اور طرح طرح کے الزامات لگائے۔ مسٹر
گوکھلے کی ساری تقریر ملکی درد اور رنج سے بھری تھی۔ لارڈ کرزن کی تقریر مین شروع سے
آخر تک غصہ غالب ہے۔ پوری اسپیچ ذاتی حملون سے پُر ہے۔ اسپر بھی تعجب ہے کہ لارڈ
ممدوح کا غصہ ختم اور فرو نہین ہوا۔ اسقدر پیچ و تاب اور غیض و غضب کے بعد آپکے
دل کی صفائی نہین ہوئی۔ اور دوسرے دن جلسۂ یونیورسٹی مین آپنے ناصح مشفق کی
حیثیت کا پاس نہ کرکے ہندوستانیون کے سلف اور خلف دونون کو ذلیل کیا۔ کامیاب
طلبا کو دستار فضیلت عطا کرتے وقت آپ کو پچھلے دن کا شور و شر بھول جانا تھا۔ اور صرف

اُسی موقع اور وقت کے حاضرین پر اپنی ساری توجہ محدود کر دینا تھی۔ مگر حضور ممدوح نے ساری قوم سے بدظن ہوکر موجودہ معاشرت کی بُرائیان اور گذشتہ طرزعمل کی خامیان کچھ اس لب ولہجہ اور سخت دلی کے ساتھ دکھائین کہ ہر ایک کو رنج ہو نچا۔ اسپیچ کے اکثر فقرے بلاضرورت دل شکن اور رنجدہ ہین اور موجودہ نسل کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کے ساتھ بزرگان سلف کو مطعون اور بدنام کرنا ناحق دل دُکھاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ سچائی کی قدر اور منزلت مشرق مین مغرب کے بعد ہوئی۔ ایک زخم پر نمک چھڑکنے کے برابر ہے۔ افسوس جس سرزمین مین سچائی اور صداقت پر خون کی ندیان بہ گئی ہین۔ جہان محض اپنی عہد پروری کے لیے لوگون نے دنیاوی جاہ وحشمت۔ دولت وثروت پر لات ماردی ہے۔ جہان قول کی پابندی ہر حالت مین فرض اعلیٰ مانی گئی ہے۔ وہان کا معیار صداقت کسی ملک سے بھی کم اور نیچا قرار دیا جائے اور صدیون سے زوال پذیر ملک کی پامال رعایا کے تعلیم یافتہ اور روشن خیال قائم مقامون کی اسطرح علانیہ توہین ہو۔ اور اس تضحیک اور توہین کا شاہنشاہ معظم کے جلیل القدر نائب السلطنۃ کا مرتکب ہونا ایک دردناک سانحہ سے کم نہین ہے۔ اس کسے خواہ مخواہ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بدقسمتی سے حضور ممدوح کو ہندوستانیون کے خیالات اور جذبات سے ہمدردی نہین۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ لارڈ کرزن ہندوستانیون کے موجودہ مواقع ترقی کو غنیمت ملکہ کافی سے بھی زیادہ سمجھتے ہین۔ اور اپنی رائے کے استدلال مین ہائی کورٹ کے ججون اور دیسی ریاست کے وزیرون کو پیش کرتے ہین اسکے ساتھ ہی آپ یہ بھی کہتے ہین کہ ہر ایک ہندوستانی کارپورل فیلڈ مارشل کا ڈنڈا اپنی خورجی مین نہین رکھتا ہے۔ کیونکہ لیاقت کا صلہ بہت کم آدمیون کو ملتا ہے۔ مگر پوچھنا یہ ہے کہ آیا کوئی ہندوستانی کارپورل بھی اس اعزاز کی اپنے زندگی مین امید رکھ سکتا ہے۔ پھر دیسی ریاستون کے وزارت تک ہندوستانیون کی رسائی پر گورنمنٹ برطانیہ کو ناز کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ حالانکہ اسمین بھی اعلیٰ تنخواہ کے منصبون پر زیادہ تر انگریز ہی مقرر ہین۔ حضور ممدوح کے عہد مین بھی جتنے اونچے جدید عہدے قائم ہوے ہین انمین سے قریب قریب سب حکمران قوم کے ارکین ہی کے حصے مین آئے ہین۔

لارڈ کرزن نے ہندوستان کے اخبارون کو بُرا بھلا کہا ہے۔ مگر جلدی یا غصے مین وہ اس بات کو نظرانداز کر گئے ہین کہ یہان کے اخبارات ولایتی اخبارون ہی کے

نقش قدم پر چلتے ہین۔ اور پھر یہ تو انگریزی عہد حکومت ہی کی پیدائش ہین۔ غرض کیا بلحاظ واقعات اور کیا باعتبار خیالات یہ تقریر قابل اعتراض اور دلخراش اشارون سے پُر ہے۔ اور خود حضور والیسراے کے دیگر تقریرون کے پایہ سے گری ہوئی ہے۔ انڈین نیشن سچ کہتا ہے کہ یہ تقریر شروع سے ناقص اور متضاد تھی۔ اس تقریر مین ہمکو مذمت کی ممانعت کی گئی ہے مگر لطف یہ ہے کہ اسی مین ہماری ہجو کی گئی ہے۔ ہمکو مخالفین کی عزت کرنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ مگر خود گورنمنٹ کے نکتہ چینون کی تحقیر کی گئی ہے۔ صبر و تحمل سے فیصلہ کرنے احتیاط سے استدلال کرکے اور فیاضی کے ساتھ پیش آنے کی ہمکو نصیحت کی گئی ہے۔ مگر اس تقریر مین تینون باتین نظر انداز کی گئی ہین۔ افسوس اس تقریر نے اُن زخمون کو اور کُرید ا ہے جن پر مرہم رکھنے کی ضرورت تھی۔

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تقریر ایسے وقت مین ہوئی ہے جبکہ لارڈ صاحب موصوف مغلوب الغضب تھے۔ ایسی حالت مین کیا عجب ہے کہ لارڈ کرزن سے مدبر کے زبان نے بھی دل کی یاوری نہ کی۔ اور اُنکے الفاظ اُنکے دلی منشا کے خلاف ہون بہرحال اب جبکہ ملک بھر مین اِس زور وشور اور سرگرمی اور یکدلی کے ساتھ ان تقریرون پر اظہار ناراضگی ہو چکا۔ ہمکو انھین انسانی کمزوری کی عبرتناک مثال سمجھ کر بُھلا دینے کی کوشش کرنا چاہیے۔ گو اسمین شک نہین کہ خیالات اور جذبات پر جب امید اور توقع کے خلاف چوٹ لگتی ہے تو دیر تک اُسکا اثر باقی رہتا ہے۔ خدا کرے لارڈ کرزن بھی اپنے بقیہ عہد حکومت مین اِن دل شکن الفاظ کی عملی طور پر تردید اور تلافی کرسکین۔ تا کہ حاکم و محکوم وقت کے درمیان جو کشیدگی پیدا ہو گئی وہ جلد دور ہو جاے۔

فروری مین دو اور سانحے ایسے ہوے کہ اُسکا اثر دیر تک باقی رہے گا۔ افسوس ایک ہی مہینے کے اندر دہلی کے دو کامل الفن داغ مفارقت دیگئے زیادہ تر افسوس اسوجہ سے ہے کہ یہ دونون کاملین ایسے فنون کے یادگار اور قائم مقام تھے کہ جو دور جدید کے آماجگاہ بن رہے ہین۔ جوانمرگ حکیم واصل خان کی بیوقت وفات سے طب یونانی کو جو ان کے نامور خاندان کے حصے مین آگئی ہے سخت نقصان پہونچا۔ اور کہن سال نواب فصیح الملک داغ کی وفات کے ساتھ تو اُردو شاعری کے طرز قدیم کا دَور ہی ختم ہو گیا۔ اُستاد مرحوم دراصل اُردو شاعری کے آخری

شاعر تھے - اپنی غیر معمولی ذہانت اور ذکاوت اور خداداد طبیعت شہرت اور ثروت کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے آفتاب ہوے ہین - اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے انتقال پُرملال کا ماتم اسوقت ملک بھر مین عالمگیر ہے - ہر چند آپ کو دہلی کی خاک پاک سے خصوصیت تھی تاہم آپ کی ذات پر کُل ہندوستان کو ناز تھا - مرحوم کا وجود ایک مٹے ہوے زمانہ کے یادگار کی حیثیت سے بھی مغتنمات سے تھا - اُنھون نے خاندان تیموریہ کے چراغ سحری کی روشنی دیکھی تھی - اور غالب - ذوق - مومن - صہبائی - آزردہ - شیفتہ - جیسے زندہ جاوید اُستادون کی آنکھین دیکھی تھین - رام پور کے مشہور اور نامور فرمانروا نواب کلب علیخان بہادر کی قدردانی کی بدولت آپ کو اساتذۂ حال مثلاً حضرت امیر مینائی مُنیر شکوہ آبادی جلال اور تسلیم لکھنوی کی صحبت بھی رہی تھی - شعر کے لیے شور بختی اور تنگ حالی کی شکایت ایک معمولی بات ہے - مگر آپ کے ساتھ قسمت نے بھی یاوری کی اور حیدر آباد پہونچا کر شہرت اور دنیاوی ثروت کی معراج پر پہونچا دیا - افسوس اس یکتاے فن کے وفات سے قدیم شاعری کی آخری یادگار مٹ گئی - اِن دو نامورون کے علاوہ بھی اور بھی کئی ذی کمالون کی موتین ہوئین - جنوری مین بنگال کے آخری مصلح اور عالم باعمل مہرشی دیندر ناتھ ٹگور اور ٹراونکور کے مشہور و معروف مصور مسٹر راجہ ورما - آخرالذکر یگانۂ روزگار اور یکتاے فن رام راوی ورما کے بھائی اور فن مصوری مین اُنکے ثانی تھے - آپ کے انتقال سے اِس لطیف اور قابل قدر فن کے مشاقون کی محدود فہرست مین ایک ممتاز نام کم ہو گیا - اور مہرشی دیندر ناتھ کے ساتھ ہندو گرہست آشرم یا معیار خانہ داری کا بہترین نمونہ مٹ گیا - مرحوم نیکی اور سچائی کی زندہ مثال تھے - آپ کی دیانت داری اور اخلاقی جُرأت بے لوثی اور آزاد خیالی - اور سب سے زیادہ دنیا مین رہ کر دنیا اور مکروہات دنیا سے کنارہ کشی مشہور عام اور مسلم الثبوت باتین ہین - آپ پچھلی صدی کے راجہ رام موہن راے کیشب چندر سین جیسے روشن خیال اور زمانہ شناس رہنماؤن کے ہم جلیس اور بہت سے تمدنی اور مذہبی اصلاحون کے بانی مبانی تھے - آپ کی پاک اور بے لوث زندگی نے ہر فریق اور ہر شخص کو آپ کے محاسن کا گرویدہ اور اعلیٰ اصولون کی اخلاقی فتح اور کامیابی کا معتقد بنا لیا تھا - موجودہ نسل انھین مقدس اور قابل تعظیم صفات کے خیال سے آپ کو مہرشی کے معزز لقب سے مخاطب کرتی تھی - آپ نے صلح اور امن - مذہبی وحدت اور روحانی تصور کو اپنے نیک

زندگی کا ماحصل قرار دیا تھا۔ اور دنیا کے شور و شر سے اور جاہ و حشمت کے مصنوعات سے الگ ہوکر اپنی حیات مستعار انھین باتون مین صرف کردی۔ تاہم آپ کی نیک نفسی عوام پر اپنا سچا اور دیرپا اثر کیے بغیر نہین رہ سکی۔ اب جبکہ آپ اس عارضی زندگی سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر چکے ہین یہ دعا کرنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ کا نیک اثر مزید ترقی اور استقلال کے ساتھ نمایان ہو۔ سچ ہے نیک آدمی گذر جاتے ہین مگر اُنکی نیکی کا نقش کبھی زائل نہین ہوتا۔ اور ایک بیج کی طرح ہمیشہ بارآور رہوا کرتا ہے۔

علمی خبرین اور نوٹس

"شیو شنبھو سنرماجی مہاراج" جنکے ہر دل عزیز مضامین مُلک مین غیر معمولی دلچسپی سے دیکھے گئے ہین، ایک ضعیف العمر بنگالی برہمن ہین۔ آپ کے مضامین اخبار بھارت متر کلکتہ مین بزبان ہندی شائع ہوتے ہین جنکا دلچسپ ترجمہ ہمارے محترم کرم فرما منشی بالمکند صاحب گپتا خاص طور پر زمانہ کیلیے کیا کرتے ہین۔ سنرماجی کے مضامین کی جو خوبی ہندی مین ہوتی ہے وہ اُردو مین کبھی کبھی کم ہوجاتی ہے۔ وجہ یہ کہ شیو شنبھو جی مہاراج لکھتے لکھتے کبھی درشن شاسترون کو لیکر دل لگی کرنے لگتے ہین کبھی ویدانت کبھی سانکھیہ اور کبھی کرم کانڈ کو لیکر موجین کرتے ہین۔ اُردو دان طبقے مین ہندی فلسفہ کے جاننے والے بہت کم لوگ ہین اِسلیے ان باتون کا مزہ بھی نسبتہً کم آتا ہے۔ تاہم قابل مترجم کو اصل مضمون کی خوبیون کو قائم رکھنے مین جو کامیابی ہوی ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔

جناب فصیح الملک مرحوم کے مداحون اور قدردانون کے وسیع حلقے مین یہ بات نہایت اطمینان سے سُنی جائے گی کہ اُنکی تجہیز و تکفین کے اہتمام مین علم دوست ریاست حیدرآباد کی طرف سے نمایان فیاضی سے کام لیا گیا۔ جنازے کے ساتھ ارکین دولت

اور رؤسا حیدر آباد کے علاوہ خود ولیعہد بہادر شریک تھے۔ کہتے ہین قریب دس ہزار آدمیون کے جنازے کے ساتھ تھے۔ پانچہزار کی گران بہا رقم خزانۂ سرکاری سے عطا ہوئی۔ اسدرجہ تزک واحتشام اُردو شاعرون کی لمبی فہرست مین ہر طرح قابلِ رشک ہے۔

داغ مرحوم کی لوح مزار پر ذیل کی تاریخ کندہ کی گئی ہے۔

رفت از دہر چون فصیح الملک　　لرزہ افتاد در تمامی ہند
اُوستاد نظام آصفِ جاہ　　موردِ لطف شاہ حامی ہند
راست بر قامتش قبائے سخن　　زیب بر دوے خطاب جامی ہند
سلک نظمش بسان سلک گہر　　جوہری سخن نظامی ہند
شد وفاتش بشام یوم الحجہ　　دفن شد روز عید سامی ہند

آہ دل۔ برکشید و سائل گفت
مدفنِ پاک - داغ نامی ہند
۲۲　۱۳　ھ

اس قطعے کے تصنیف کا شرف ابو المعظم میرزا سراج الدین احمد خان سائل دہلوی کے حصے مین رہا۔ جو جناب مرحوم کے برادر زادے ہین۔

بعض علم دوست حضرات جن کی اِس ملک مین اسقدر کمی ہے سنسکرت کے مُردہ قالب مین نئی روح پھونکنے کی قابلِ قدر کوششین کر رہے ہین۔ ابھی حال مین احاطۂ مدراس مین ایک ذی علم عہدے دار مسٹر سبا راؤ نے ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف تعلیم کا (جسکا اُردو ترجمہ حال ہی مین شائع ہوا ہے) انگریزی سے سنسکرت مین ترجمہ کرڈالا ہے۔

تازہ اور جدید الطبع کتب مین مجموعہ لکچرز نواب محسن الملک۔ سفرنامۂ بلاد اسلامیہ از سید عبد الرحمن صاحب۔ اور فلاحۃ النخل مصنفہ نواب عزیز جنگ بہادر۔ فلسفہ تعلیم مترجمہ خواجہ غلام حسنین صاحب۔ خصوصیت سے قابل الذکر ہین۔

اُردو علم ادب کا نیا اور قابل قدر ذخیرہ

علم دوست حضرات کی دلچسپی اور عام آسانی کے لحاظ سے حال مین زمانہ کے متعلق ایک ایجنسی کا افتتاح کیا جاتا ہے جسمین چند تصنیف اور قابل قدر کتب کا ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے۔ ملک کی قدردانی کا اندازہ ہونے پر اس ایجنسی کو مناسب درجے تک ترقی دینے کی کوشش کیجائیگی اور لحاظ رکھا جائیگا کہ خریدار حضرات کفایت کے ساتھ عمدہ اور قابل مطالعہ کتب حاصل کر سکین ذیل کی کتابونکا محصول اور ویلیو فیس ذمہ شائقین ہے۔

حیات بعد الممات - سائنس کی مدد سے زندگی۔ موت اور بہشت جہنم وغیرہ مالاینحل مسائل کی گرہ کشائی روح اور خدا کی ہستی۔ معرفت کے نکات۔ پرلوک لوکانتر۔ فرشتے وغیرہ کی دلچسپ تشریح۔ اصل کتاب فرانسیسی زبان سے انگریزی اور انگریزی سے سلیس اُردو مین ترجمہ کیگئی ہے۔ مترجمہ بابو شیو برت لال صاحب ورمن ایم اے مترجم "جاپان" "کلیان دھرم" ومصنف "یوگ فلاسفی" وغیرہ وغیرہ وایڈیٹر آریہ گزٹ لاہور قیمت عہ

جاپان - جاپان اور اُسکے تمدن پر ایک فرانسیسی عالم کی تحقیق۔ جاپانیون کی صنعت حرفت کے متعلق عمدہ اور فائدہ بخش معلومات۔ اہل جاپان کے عجیب وغریب رسم ورواج وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتاب بھی ایک فرانسیسی عالم وسیاح کی مقبول عام تصنیف کا ترجمہ ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اہل ملک دلچسپی سے ملاحظہ فرمائین۔ مترجمہ بابو صاحب موصوف۔ قیمت - عہ

سوانح عمری - ملکہ معظمہ قیصرہ ہند و پرنس البرٹ مرحوم ومغفور) مؤلفہ خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مصنف تصانیف کثیرہ وفیلو الہ آباد یونیورسٹی۔ نہایت ضخیم دلچسپ اور تاریخی فوائد سے مملو کتاب ہے قیصرہ مرحومہ کی ایسی جامع سوانح عمری آجتک نہین شائع ہوئی۔ قیمت باعتبار حجم وغیرہ (چار) بالکل کم ہے۔

تاریخ عہد وکٹوریہ - (چار ضخیم جلدون مین) جناب ملکہ معظمہ کے عہد حکومت کے مکمل واقعات اس توضیح وتشریح کے ساتھ آجتک اُردو مین نہین لکھے گئے۔ یہ سلسلہ بھی بیحد دلچسپ ہے جو چار جلدون مین ختم ہوا ہے مولفہ خان بہادر شمس العلماء موصوف مدا فضالہ۔ قیمت ہر چہار جلد - للعہ

آئین قیصری حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصر ہند کے عہد سلطنت مین ہندوستان کے متعلق جو انتظامات اور ترقیان ہوئین اُنکی مکمل تاریخ۔ مولفہ جناب موصوف مدح۔ قیمت باعتبار ضخامت بالکل کم ہے یعنی - عہ

جذبات نادر - حضرت نادر کاکوروی کے لطیف اور پاکیزہ خیالات کے نمونے نظم اور نثر مضمون قیمت صرف ہر فی جلد۔

یہ کتاب ہر گھر مین ہونی ضروری اور لازمی ہے

جوہر حکمت

۳۰۰ صفحے — قیمت ۶ر

وید۔ حکیم۔ ڈاکٹر۔ کمپونڈر۔ عطار۔ بیار۔ عیالدار۔ سبکو اپنے پاس رکھنی چاہیے تاکہ پھر کسی سے کچھ پوچھنا نہ پڑے
اس کتاب کی ابتک چار ہزار جلدین فروخت ہو چکی ہین۔ ولایت تک کے اخبارات نے اسکی تعریف چھاپی ہے
اب طبع جدید مین بہت سی ترمیم و اضافہ بھی کر دیا ہے۔ اسمین جتنے مضامین کو کر بھرے ہین خیال تو فرمایئے
ایسی کتاب آجتک دیکھی ہوگی نہ سنی

فصل ۱۔ تمام بیماریون کے نام فارسی سنسکرت انگریزی ہندوستانی زبانون مین۔

فصل ۲۔ ادویات کے نام چار زبان مین بالمقابل مع شناخت تاثیر و فوائد۔

فصل ۳۔ تمام اصطلاحات طبی کیواسطے الفاظ ہم معنی چار زبان کی بابت تاثیر و طریق استعمال و آلات و پیمانہ وغیرہ۔

فصل ۴۔ ہر مرض کی شناخت اسباب اقسام علامات و علاج بقاعدہ ڈاکٹری ویدک و یونانی کے مع پرہیز بندی و اغذیہ مفید و مضر۔

فصل ۵۔ اصول حفظ صحت۔ خوراک لباس کام ہر موسم کے ہر چیز استعمالی کا بیان۔ اقوال حکماء قدیم۔

فصل ۶۔ تشریح جسمانی یعنی تمام ہڈیان رگ پٹھے و اعضا کا بیان مع تصاویر انکی بناوٹ افعال خاصیت قدرتی اصول و دلائل

فصل ۷۔ قرابادین ہر قسم کے مرکبات روغن کشتے تیل معجون وغیرہ تیار کرنا۔ قدیم حکماء کے مشہور نسخے۔

فصل ۸۔ انگریزی ادویات پیٹنٹ کا حال ادویات ہومیوپیتھی کا بیان۔ آلات جراحی فصد۔ قارورہ۔ نبض حمل کا بیان۔ علم طب کے تواریخی حالات جدید تحقیقاتین۔

اتنا مضمون ایک ہزار صفحہ مین سماتا۔ مگر نہایت گنجان اور باریک لکھا کر دریا کوزہ مین بند کیا ہے تاکہ غریب بھی محروم نہ رہین کوئی کام بات نہین چھوڑی۔ اب بات بات پر حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جانا فیس دینا نہ پڑیگا کمپونڈر کی خوشامد کرنی ہوگی۔ نہ طبیب کے کان کہانے ہونگے۔ اول تو مرض پیدا نہ ہوگا۔ ہوگا تو ٹرے گا نہین۔ معتبر [illegible] ملیگا۔

اطلاع ضروری۔ اس کتاب کا ناگری مین بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۲۶۳ صفحے کی مجلد کتاب عمدہ ٹائپ مین چھپی ہے قیمت عاربہ دکار ہو منگاؤ۔ فرمایش صاف لکھو محصول ڈاک ۲ ہے کل دو روپیہ تین آنہ کا دی پی [illegible]

دو پیسے مین ایک کتاب

یہ سلسلہ قیصر ہند ایجنسی لودیانہ نے جاری کیا ہے۔ فی الحال کتب ذیل تیار ہوئی ہین۔ حفظ طب حرف سازی۔ طوطہ کا نسخہ۔ خودمستی۔ فالنامہ۔ سراغرسانی کا نوٹ۔ رفیق طلبا۔ رہبر ترجمہ ایکسلسیئر مکمل کی قیمت مع محصول ۱۰ر ہے۔ جلد منگاؤ۔ ملنے کا پتہ

منیجر قیصر ہند بک ایجنسی درباغ لالہ ناتھی رام لودیانہ پنجاب

بہ مشہور جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر لودہانہ حال کمشنر راولپنڈی

تریاق طاعون

ہم نے عرصہ دراز کی جانفشانی کے بعد تریاق طاعون ایجاد کیا ہے جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوا ہے بطور حفظ ماتقدم اگر استعمال کیا جائے تو مرض طاعون کے حملہ سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ اگر مبتلائے مرض اس کا استعمال کرے تو فوراً بخار فرو ہو جاتا ہے۔ گلٹیاں گم ہو جاتی ہین۔ دل مین طاقت۔ طبیعت مین بشاشت آجاتی ہے۔ اس دوائی کے استعمال سے نہ قے آتی ہے نہ اسہال ہوتے ہین۔ پسینہ جو مرض طاعون کے لیے بڑی نیک نشانی ہے۔ آجاتا ہے۔ اور مریض بفضل خدا صحت یاب ہو جاتا ہے۔ ہر ایک گھر مین چند شیشیان تریاق طاعون کی موجود رہنی چاہئیں۔ تجربہ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ تریاق طاعون تحصیل قصور ضلع لاہور مین شروع مرض مین اٹھانوے آدمیون نے استعمال کیا۔ جنمین سے ۹۰ صحت یاب ہوئے۔ اور صرف آٹھ آدمی فوت ہوئے۔

قیمت فی شیشی (عہ) چھ شیشی (ہے) بارہ شیشی ڈیڑھ روپے (للعہ) محصول ڈاک ذمہ خریدار

نقل چٹھی نمبری ۵۴۰ از جانب جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لدہانہ (حال کمشنر راولپنڈی) مورخہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء مجاب من بجواب آپکی چٹھی مورخہ ۱۳ ماہ گذشتہ در بارہ تریاق طاعون۔ مین آپ کو اطلاع دیتا ہون کہ جن پرنسپل کمشنران کو یہ دوائی بھیجی گئی تھی انھون نے اسکی نسبت عمدہ رپورٹ کی ہے۔ اور چونکہ اُن کے بیان کے مطابق شہر لدہانہ مین اسکی مانگ بہت ہے۔ اسلیے بہت اچھا ہو گا کہ انھین ممبرون کے پاس مفت تقسیم کرنے یا فروخت کے لیے کچھ اور دوائی بھیجدین۔ ....

دستخط
صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

دافع ضعف بصارت۔ جالا۔ دھند۔ غبار۔ [illegible]

[illegible]

المشتہر حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور

سری رگھوبلاس تیل

یہ تیل بہت ہی خوشبودار ہے۔ دل و دماغ کو تر کرتا ہے۔ تمام تعلقہ داران اودھ نے اسکو پسند فرمایا ہے یہ بالون کو سیاہ رکھتا ہے اور انکی جڑون کو مضبوط کرتا ہے۔ سر کو ٹھنڈھا کرتا اور بصارت کو قوت بخشتا ہے۔ قیمت فی بوتل رعہ

۲- تامبول بہار

ہمارا تامبول بہار سب سے بڑھکر ہے۔ بے بدل خوشبودار مزیدار ذایقہ قیمت فی ڈبی ۴ر ایک درجن کی قیمت معقول

سارٹیفکٹ - پنڈت گنگا سہائے شاستری پرائیوٹ سکریٹری آنریبل مہاراج شری جودھیا پرشاد بہادر کے سی ایس آئی فرماتے ہین کہ ہمنے آپکا شری رگھوبلاس تیل اور تامبول بہار استعمال کیا حقیقت مین تیل کو بصارت کو قوت دیتا ہے اور سر کو ٹھنڈھا رکھتا ہے۔ آپکا تامبول بہار حقیقت مین ایک نعمت ہے۔ ۲ جنوری ۱۹۰۵ء

مہا سنگھ دلی

آنکھون کے تمام امراض کی مشہور اور مجرب دوا۔ ایک گولی ایک پیالی کو کافی ہوگی۔ قیمت فی گولی عہ

ہر قسم کی دوا ملنے کا پتہ۔ ڈاکٹر رام لال شرن
شری لچھمن شری بابو ... جی

قیصری پریس بریلی

قیصری پریس بریلی مین عمدہ کام چھپائی لیتھو کے علاوہ انگریزی ہندی اردو ٹائپ کا کام نہایت نفیس اور بکفایت ہوتا ہے ٹائپ کے نمونے منگاکر اور کام بھیجکر آزمایش فرمائیے

(۲) قیصری پریس ایجنسی کی معرفت اشیاء ساخت پیداوار بریلی پیلی بھیت وغیرہ از قسم فرنیچر دریان قالین سرچے چاول وغیرہ منگانیمین علاوہ مناسب قیمت کے مال عمدہ اور مضبوط ملے گا۔ ناپسند ہونے پر محصول دیکر واپس ہو سکتا ہے

المشتہر مینیجر قیصری پریس بریلی

قند پارسی

فارسی زبان کا نہایت فصیح و بلیغ ماہانہ رسالہ مشتمل بر مضامین نظم و نثر و اخبار حجم ۲۰ صفحے کاغذ ولایتی قسم اول۔ نہایت خوشخط۔ قیمت عہ سالانہ۔ ہندوستان مین یہ رسالہ اپنے خصوصیات سے بے مثل ہے۔

درخواست خریداری بنام
محمد احسن اللہ خان صاحب
مدیر قند پارسی علیگڈھ

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون و الیان ریاست او ولایت کی یونیورسٹی سے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلیے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پڑوال غبار سبل سرخی پھولا ابتدائی موتیا ناخنہ پانی بہنا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹرون حکیم بیگاری اور دوا دیتے آنکھ کے مریضون پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھجاتی ہے اور عینک کے استعمال کرنیکی حاجت نہین رہتی بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلیے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھاسکین قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلیے کافی ہے مبلغ عہ/ ڈیڑھ روپیہ۔ ممیرے کا سرمہ سفید اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ سے/ تین روپیہ ہے خالص ممیرہ فی ماشہ مبلغ بیس روپیہ مصری سرمہ فی تولہ ہر/ چار آنہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلوو الیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

مین نے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلوو الیہ نے تیار کیا ہے ان مریضون پر جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے دیکھا مفید پایا میری رائے مین خاصکر اُن مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر رحیم بخش گھوس ایسا ڈ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور

آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

(۲) مین اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ مین نے ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلوو الیہ نے تیار کیا ہے اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضون پر استعمال کیا میری رائے مین بینائی قائم رکھنے اور آنکھون کی بیماریون سے بچنے کیلیے ممیرے کا سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن ہیڈ میڈیکل کالج لاہور

[illegible]

صحیفۂ زرّین

اس کتاب مین دو ہزار سے زیادہ

سوانح عمریان اور تقریبًا پانسو تصویرین ہین

یہ کتاب ملک معظم قیصرِ ہند کی تاجپوشی کی یادگار میں چھاپی

گئی ہے۔ اسمین ہندوستان کے تمام والیان ملک اور

خطاب یافتہ اور مشہور بزرگوارون کی سوانح عمریان

اور تصویرین درج کیگئی ہین۔

قیمت یادگاری ایڈیشن دو جلد ونخن صہ

قیمت پاپولر ایڈیشن ایک جلد مین عہ

اس کتاب کی تعریف مین ہزارہا خطوط آئے ہین

انمین صرف ہز اکسلنسی لارڈ کرزن ویسرائے و گورنر جنرل

بہادر کی چٹھی درج کیجاتی ہے۔

ترجمہ چٹھی پرایوٹ سکرٹری حضور ویسرائے

بنام منشی پراگ نراین بھارگو مالک مطبع

منشی نولکشور لکھنؤ

صاحب من

حضور ویسرائے آپکی تصنیف لطیف کی خوشنما جلد و نکو

جو آپنے ارسال کی ہین ملاحظہ کیا ہے۔ نہایت خوشی

سے قبول فرماتے ہین [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارون

مین روزانہ پیسہ اخبار کی خصوصیتین

(۱) اسکا ایڈیٹوریل نہایت عمدہ اور اعلیٰ ہے۔

(۲) اسکا خاص رنگ کا کاغذ ولایت مین خاص

اہتمام سے بنوایا جاتا ہے۔

(۳) اسکی تقطیع سب سے بڑی اور شاندار ہے۔

(۴) اسکا اپنا ڈاکخانہ کارخانہ کے اندر موجود ہے۔

(۵) اس مین ہر روز کارٹون اور تصویرین چھاپی

جاتی ہین۔

(۶) اسکے اجرا پر ملک بھر کے نامور اور معزز بزرگان

قوم نے دعا کی تھی۔

(۷) تازہ خبرین سب سے پہلے دیتا ہے۔

(۸) قیمت سال ششماہی۔ سہ ماہی۔ حتیٰ کہ

ایک ماہ کی بھی پورے تناسب سے لیجاتی ہے پس

سالانہ ششماہی سہ ماہی

ایک ماہ ۔ اگر آپ روزمرہ کی تازہ بتازہ

تاربرقیان اور ملکی معاملات پر بحث دیکھنے کے شائق

ہین تو ایک پرچہ نمونہ روزانہ پیسہ اخبار کا منگا کر

ہمارے قول کی تصدیق کیجیے۔

مگر لطف جب ہے کہ

دوسرے تمام روزانہ اخبار کے نمونے بھی منگا کر

اور پھر فیصلہ کیجیے کہ کون روزانہ اخبار آپکو خوش کرسکتا ہے

جبتک آپ مقابلہ نہین کرینگے [illegible]

نہین [illegible]

[illegible]

[illegible]

آو ہم بتلائیں پچیس ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوتے ہیں

نیرہ کراماتی — [illegible] نظر [illegible] دھند وغیرہ [illegible] قیمت فی تولہ [illegible]

حب ذیابیطس — [illegible]

حب دائمی قبض — [illegible] قبض [illegible] تمام [illegible] وغیرہ [illegible]

جوہر مشتہی — صفائی خون [illegible] بھوک [illegible] [illegible] شیشی [illegible]

نور علی نور — [illegible]

حب وجع مفاصل — [illegible]

حب دافع طحال — [illegible]

ہیرائیل — [illegible] [illegible] [illegible] ضعف [illegible] قیمت فی شیشی [illegible]

زود کن — [illegible] بکثرت پیدا ہوتے ہیں قیمت فی شیشی [illegible]

دوائی خارش — [illegible] خارش اور [illegible] [illegible] جاتے ہیں [illegible]

تریاق سعال — [illegible] سینہ [illegible] اور [illegible] کا چھاتی پر گرنا اسکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے اور ہر موسم میں کارآمد ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ [illegible]

حب قائم مقام افیون — ایجاد [illegible] افیون بلا تکلیف اس سے چھوٹ جاتی ہیں ایک لعہ

روغن اعجاز — [illegible] کا زخم بھر جاتا ہے بھگندر اور ناسور کے لیے اکسیر اعجب الاثر ۲ تولہ عہ

دوائی درد کان — دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے ایک شیشی دو سو مریض کو کافی ہوتی ہے عہ

جورن مقوی معدہ — [illegible] بھوک لگاتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے ۴ تولہ یا [illegible] پیپر [illegible]

منجن مستحکم دندان — ہلتے دانت مضبوط اور میل دور کرتا ہے قیمت ایک [illegible] عہ

یداللہ دافع بخار — دوری بخار [illegible] اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے قیمت [illegible] عہ

دمہ یا ضیق النفس — سانس کا [illegible] بلغم وغیرہ دور ہو [illegible] صحت ہو جاتی ہے [illegible]

رعنا — چہرہ کے بدنما داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں ۲ تولہ [illegible]

سفوف درد گردہ — [illegible] اور ریگ مثانہ بلا تکلیف خارج ہوتی ہے ۲ تولہ [illegible]

اکسیر شفا — دوائی طاعون بطور علاج حفظ ماتقدم عامل مرض کے حملے سے محفوظ رہتا ہے غربا کو مفت فی شیشی عہ

حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور (موچی دروازہ)

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی اے

سلسلۂ جدید | اپریل ۱۹۰۵ء | جلد ۴ نمبر ۴

فہرست مضامین

منشی [illegible] اللہ صاحب [illegible] کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر پٹکاپور چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت سالانہ — پیشگی — ۳ روپے مع محصول

"زمانہ"

کا ایک خاص نمبر ایک تاریخی واقعہ کی یادگار مین غیر معمولی اہتمام سے شائع ہونے والا ہے۔ شائقین اسکے مفصل اعلان کے منتظر رہین۔

منیجر زمانہ کانپور

ناظرین زمانہ براہ مہربانی اس تجویز کو اپنے علم دوست احباب تک پہونچا دین

نئی تجویز

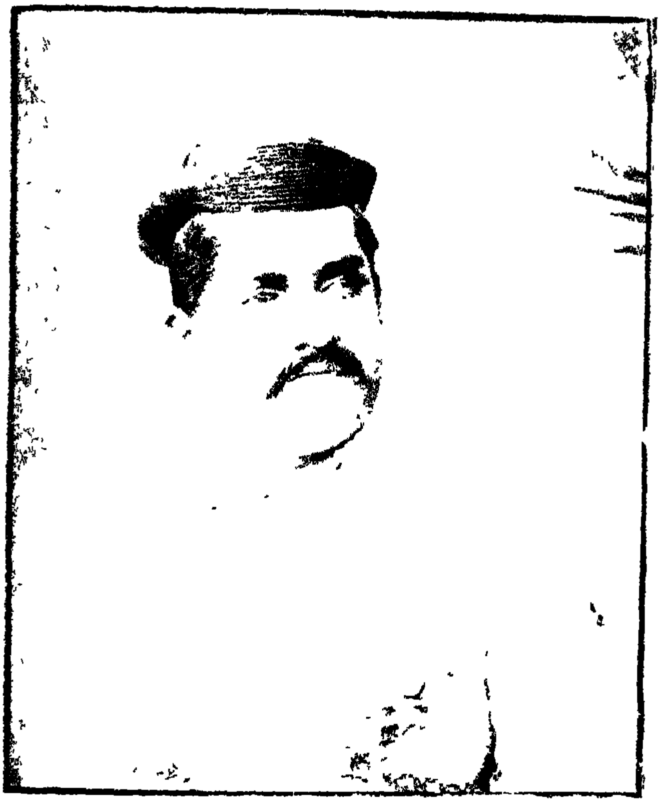
شائقین علم ادب کی آسانی کے لیے یہ تجویز کیگئی ہے کہ ۱۲؍ کے ٹکٹ ارسال فرماکر "زمانہ" کو تین ماہ تک طلب فرمائین اگر پرچہ پسند ہو تو آئندہ سے اسکے مستقل خریداری کرین ورنہ ہر سہ ماہ کے پرچے ارسال کرکے اپنی قیمت واپس فرمالین۔

(**نوٹ**) زمانہ کا نمونہ بلا قیمت ارسال نہین ہو سکتا البتہ قیمتاً منگاکر بشرط ناپسند واپسی پرچہ شائقین اپنی قیمت واپس لے سکتے ہین۔

منیجر زمانہ کانپور

اشتہار

مسیر طالبی یعنے سفرنامہ مرزا ابوطالب خان اردو با تصویر۔ اکثر علم دوست صاحبون نے اس نادر کتاب کا نام سنا ہوگا جو اب سے سو برس قبل فارسی زبان مین شائع ہوکر شائقین کی کثرت سے عنقا ہوگئی تھی۔ اب اسکا ترجمہ باضافہ حواشی و تصاویر و نقشجات بصرف کثیر نہایت آب و تاب کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ اسکو معمولی سفرنامہ نہ سمجھیے بلکہ جغرافیہ تاریخ حسن و عشق کی داستان یورپ کی مسٹریز صنعت و حرفت اور معلومات نادرہ کا ایک ذخیرہ ہے جو ہر قسم کے مذاق والے کو یکسان کارآمد ہوگا۔ علاوہ ازین مفید اور مفصل حاشیونکی وجہ سے یہ کتاب سو برس گذشتہ سے لیکر زمانہ موجودہ تک کے حالات کا آئینہ بنگئی ہے پہلے حصہ مین کلکتہ سے براہ ممالک افریقہ انگلینڈ وغیرہ کے سفر اور وہان کے پولٹیکل و سوشیل حالات کا تفصیلی بیان حسینان فرنگ کے تذکرہ مین فرید غزلین اور پر زور قصیدے غرضکہ اول سے لیکر آخر تک ایک عجیب و غریب ذخیرہ معلومات ہے حصہ اول عمدہ ڈبل کاغذ پر ۲۰ جز مین قیمت معہ محصول عہ



اپریل ۱۹۰۵ء

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید جلد نمبر ۴ جلد نمبر ۴

جدید محاورات

مین رومی اور یونانی زبانون کے بعض محاورات وتشبیہات واستعارات و ضرب الامثال اور اقوال ترجمہ کرکے لکھتا ہون وہ انگریزی زبان مین بھی نقل کیے جاتے ہین اور یہ میرا خیال ہے کہ اگر وہ ہماری زبان مین استعمال ہونگے تو اسمین ایک دل آویز وسعت اور لطافت خیز جدت پیدا کرینگے - ہماری زبان نے السنہ مشرقیہ سنسکرت و پراکرت و عربی و فارسی وغیرہ کی گود مین پرورش پائی ہے وہ اپنے بچپنے مین اپنی ان مادری زبانون کے الفاظ کو بولتی چالتی تھی مگر وہ اب عمر مین بڑی ہوگئی ہے اور اسمین ایسی تمیز و لیاقت آگئی ہے کہ وہ انگریزی الفاظ کو بھی برمحل بولنے لگی ہے - وہ اپنی مادری زبانون کا احسان بھولی نہین ان ہی کا کلمہ بھرتی ہے اور ان ہی کا جامہ پہنے ہوے ہے مگر اس جامہ کے ساتھ وہ اب انگریزی زبان کا سنگار و شاوکرنے لگی ہے جس سے اسکا جوبن بڑا خوشنما معلوم ہوتا ہے - وہ کہتی ہے کہ قدرت ہی نے میرا یہ شیوہ و انداز مقرر کیا ہے کہ مین ہمیشہ اپنے رنگ بدلتی رہون - مین سرا

اپنے محاورات مین یہ تغیر کرتی رہتی ہون کہ فصیح کو غیر فصیح اور غیر فصیح کو فصیح مختلف زمانون مین بنا دون۔ مین یہی چاہتی رہتی ہون کہ صورت میری ہر روز بدل جائے تو اچھا۔ بعض اہل زبان یہ چاہتے ہین کہ مین شرقی زبانون کی تقلید کے جال مین پھنسی رہون مگر مین کب انکا کہنا مانتی ہون۔ مین اپنے اس راستے پر چلتی ہون جو قدرت نے میرے لیے مقرر کیا ہے۔ یہ کسکا مقدور ہے جو مجھے اس راہ سے منحرف و بے راہ کر دے۔ جو اہل زبان میرے چراغ عقل کو مشرقی زبانون کی تقلید کی ہوا سے گل کرنا چاہتے ہین مین اُنھین کو احمق بنائے دیتی ہون۔ زمانہ آگیا یا عنقریب آنے والا ہے کہ انگریزی الفاظ کے ساتھ زبان کی آمیزش و اختلاط پر جو لوگ ہنستے ہین وہ ایسے احمق سمجھے جائینگے کہ اُنکی ہنسی اُڑنے لگے گی۔

غرض جو مضمون مین نے لکھا ہے اسکے پڑھنے والون کو معلوم ہوگا کہ ہم کسطرح سے اپنی زبان مین انگریزی محاورات استعارات تشبیہات کا استعمال سے اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت مین وسعت و جدت پیدا کر سکتے ہین۔ مثلاً ہماری زبان مین بہت سے محاورے ایسے ہین کہ جنکے معانی یہ ہین کہ کوئی ناممکن یا نہایت مشکل یا محض بیفائدہ کام کیا جائے یا ایسا کام حماقت سے کیا جائے کہ نہ جسکے کرنے کی لیاقت و استعداد ہو نہ اسکا اسباب مہیا ہو سکے۔ انکے بجائے یہ محاورے استعمال کرین تاکہ ہماری زبان کو ایک وسعت تازہ حاصل ہو۔

(۱) پتھر سے خون نکالنا۔ (۲) ریت کے رسے بٹنا۔ (۳) باز کا ابابیل سے جوڑا لگانا اور بھیڑ کو بھیڑیے سے بیاہنا۔ (۴) بکرے کا دُودھ دوہنا۔ (۵) مکڑی کے جالے کو بُننا۔ (۶) گدھے کے مُنہ مین لگام دیکے سدھانا (۷) سوئی کے کانٹے سے مچھلی پکڑنا۔ (۸) ہوا مین مچھلی پکڑنا۔ (۹) دریا مین ہرنی کا شکار کھیلنا۔ (۱۰) پانی پر لکھنا۔ (۱۱) آسمان پر تیر مارنا۔ (۱۲) گدھے پر سے اُون کترنا۔

(۱۳) دریا کے پاس کنوان کھودنا۔ (۱۴) سورج کو روشنی قرض دینا۔ (۱۵) زمین سے سیارون پر چڑھنا۔ (۱۶) آسمان کو ستارے دینا۔ سمندر کو پانی دینا۔ (۱۷) شیر کی حجامت مونڈنا۔ (۱۸) بن پرونکے اُڑنا۔ (۱۹) ننگے آدمی کے کپڑے اُتارنا۔

ان محاورات کے استعمال سے طلبہ مضمون نگاری مین اپنی زبان کو وسعت تازہ دے سکتے ہین اور مقولات ذیل کو پڑھ کر اپنی دانش و عقل کو بڑھا سکتے ہین

(۱) جو آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ پانی مین نہانے سے قبل کے گناہ سے مین پاک ہو جاؤنگا وہ ہنسی کے قابل ہے۔

(۲) جُواری جتنا کھلاڑی ہوتا ہے اُتنا ہی زیادہ شریر ہوتا ہے۔

(۳) وہ ایک ہاتھ مین پانی دوسرے ہاتھ مین آگ رکھتا ہے۔ ایک ہاتھ مین پتھر دوسرے ہاتھ مین روٹی رکھتا ہے۔ ایک ہاتھ سے سہلاتا ہے دوسرے ہاتھ سے مارتا ہے۔

(۴) دوست اپنا مثنےٰ ہوتا ہے۔

(۵) جو آدمی آقا بننا چاہتا ہے وہ چاہیے کہ خود کسی کا نوکر نہ ہو۔

(۶) پُرانے برتن بہ نسبت نئے برتنون کے جلد گرم ہوتے ہین۔

(۷) آگ اور پانی سے زیادہ ضرورت دوست کی ہے۔

(۸) افلاطون اور سقراط کی دوستی سے صداقت کی دوستی بہتر ہے۔

(۹) کھانسی اور محبت کو کوئی چھپا نہین سکتا۔

(۱۰) بادشاہون کے ہاتھ دراز ہوتے ہین وہ دُور تک پہونچتے ہین۔

(۱۱) چھوٹے سفر کے لیے لمبے سفر کی تیاریان کرنا بڑی بیوقوفی ہے۔

(۱۲) نہ دوا کرنے سے مشتبہ دوا کرنی بہتر ہے۔

(۱۳) جسم کے لیے جو خوراک کام کرتی ہے وہی کام روح کے لیے تعلیم کرتی ہے۔

(۱۴) نہانے کے پانی کے پھینکے جانے پر روتا ہے (بڑا بخیل ہے)

(۱۵) جب درخت گر جائے تو اُسکی لکڑیان جو چاہے لیجائے۔

(۱۶) درخت مدتون مین نشو و نما پاتا ہے مگر ایک گھنٹے مین جڑ پیڑ سے اُکھڑ جاتا ہے۔

(۱۷) اندھون کے شہر مین کانڑا بڑا خوش رہتا ہے۔

(۱۸) آدمی کے لیے جوانی ایک دفعہ اور بچپنا دو دفعہ ہوتا ہی۔ (بوڑھا بالا برابر)

(۱۹) زندگانی کی نعمتین اُسکی زحمتون کی تعداد مین برابری نہین کر سکتین۔ تھوڑے رنج کا معاوضہ بڑی خوشی نہین کرسکتی۔ عمزہ دل چیز دن کی تاریک جانب دیکھتا ہی

(۲۰) اچھے قانون بُرے کامون کے سبب سے پیدا ہوتے ہین۔

(۲۱) اچھا گڈریہ بھیڑ کی اون اُتارتا ہے کھال نہین اُتارتا۔
(۲۲) اندھا آدمی رنگون کا جج نہین ہو سکتا۔
(۲۳) باورچی خانے مین گئے کسی کے دوست نہین ہوتے۔
(۲۴) پنیر خود ہضم نہین ہوتا مگر اور ساری چیزون کو ہضم کر دیتا ہے۔
(۲۵) مچھلی کو بلی پسند کرتی ہے مگر پانی مین اپنے پائون نہین تر کرتی۔
(۲۶) اہل شہر کو مجسٹریٹ کی اطاعت کرنی چاہیے اور مجسٹریٹ کو قانون کی اطاعت کرنی چاہیے۔
(۲۷) شیطان گناہ کو برا کہنے لگا۔
(۲۸) سفر مین اچھا ہمراہی سواری کے برابر ہوتا ہے۔
(۲۹) یہ دیوانگی ہے کہ آدمی فقیرون کیطرح اسلیے رہے کہ امیر مرے۔
(۳۰) چھکڑا بیلون کو گھسیٹتا ہے۔
(۳۱) دولتمند خود بدکار رہتا ہے یا کسی بدکار کا وارث ہوتا ہی (یہ مقولہ صحیح نہین ہے)
(۳۲) دولت بڑی محنت سے ہاتھ لگتی ہے اسکے قبضے مین رکھنے کے لیے بہت فکر کرنا پڑتا ہے اسکے جاتے رہنے سے بڑا قلق ہوتا ہے۔
(۳۳) چوری کا میوہ بہت میٹھا ہوتا ہے۔
(۳۴) سخت سے سخت چیزون کی دیوار نہین بنتی جبتک اُسکے اندر نرم چیز نہ رکھی جائے۔
(۳۵) بھوسہ بہت دانے تھوڑے۔
(۳۶) سمندر مین کس مچھلی کو کہہ سکتے ہین کہ ہماری ہے۔
(۳۷) کیا تم خیال کرتے ہو کہ مُردے کی خاک پر جو کچھ گذرتا ہے وہ اُسکی پروا کرتا ہی۔؟
(۳۸) آپس مین صلاح و مشورہ کرنا سچے دوستون کا کام ہے۔
(۳۹) شکنجہ فرسائی مین معصوم بھی جھوٹ بولتے ہین۔
(۴۰) زخم اچھا بھی ہوجائے تو بھی داغ رہتا ہے۔
(۴۱) بھوک عمدہ باورچی ہے۔
(۴۲) تھکے ہوے آدمی کے لیے زمین بچھونا ہے۔
(۴۳) دولتمند کے لیے زیادہ دولت بڑی غلامی ہے۔ جو دولتمند کو افکار ہوتے ہین

وہ اور لوگ نہین جانتے۔
(۴۴) جو چیز ہڈیون مین ملی ہے وہ گوشت سے باہر نہین۔
(۴۵) درخت کی شناخت پھلون سے ہوتی ہے نہ پتون سے۔
(۴۶) آدمی پر پیرانہ سالی بڑا بھاری بوجھ ہے۔
(۴۷) آدمی آدمی کے لیے دیوتا بھی ہے اور بھیڑیا بھی ہے۔
(۴۸) آدمی بغیر مذہب کے اسپ بے لگام ہے۔
(۴۹) آدمی اتنی دفعہ مرتا ہے جتنی دفعہ اسکے عزیز رشتہ دار مرتے ہین۔
(۵۰) کامیابی بعض گناہون کو معزز بنا دیتی ہے۔
(۵۱) دریا اور سمندر کے درمیان لڑائی ہے۔
(۵۲) سیٹی بجانا اور پانی پینا دونون ایک وقت مین نہین ہوسکتے۔
(۵۳) دُنیا کی ہر قسم کی سعادت اور فلاح سے آزادی افضل ہے۔
(۵۴) آزادی ہرایک انسان کی ترقی کی اصل اصول ہے۔
(۵۵) آزادی ایسی ہوا ہے جو نفس انسانی کی حیات کے لیے ایک ضروری چیز ہے۔
(۵۶) معتدل آزادی وہ ہے جسکی بدولت انسان اپنے تمام قوا، کو جو قدرت نے اُسے عطا کیے ہین بغیر کسی مزاحمت اور دہشت کے کام مین اسطرح لاسکے کہ وہ اُن حدود سے متجاوز نہون جو قوانین ملکی نے قرار دیے ہین اسلیے کہ ان قوانین سے تجاوز کرنا قوم کی افراد کے لیے مضر ہوگا۔
(۵۷) سچّا رونا وہ ہے جو تنہائی مین ہو (محرم مین سچے شیعہ تنہائی مین واقعۂ کربلا پر رویا کرتے ہین)
(۵۸) گرتی ہوئی دیوار کا سہارا لینا۔
(۵۹) شیشے کی تلوار ہاتھی دانت کا میان۔
(۶۰) جلدی سے ججمنٹ دینی ایک گناہ ہے۔
(۶۱) گورنمنٹ کی تبدیلی مین غربا کے لیے کوئی چیز سوائے حاکم کے تبدیل نہین ہوتی
(۶۲) کسی چیز کا شروع کرنا آسان ہوتا ہے۔ اُسکا ختم کرنا مشکل ہوتا ہے۔
(۶۳) چیونٹی کو بھی غصہ آتا ہے۔

(۶۴) جنگ مین سول کے قوانین خاموش ہوتے ہین۔
(۶۵) ہتوڑے اور اہرن کے بیچ مین ہے۔
(۶۶) آنسو کبھی الفاظ کا کام دیتے ہین۔
(۶۷) بانجھ عورتین خاوندون کی بڑی دوست ہوتی ہین (کوئی دوسرا وارث نہین ہوتا)
(۶۸) بڑے عالم بڑے دانشمند نہین ہوتے (دُنیا کے اعتبار سے)
(۶۹) مچھلی سے زیادہ بہرا ہے۔
(۷۰) بہت سی دولت مین مفلس (بخیل)
(۷۱) بُری مرغی کے بُرے انڈے۔
(۷۲) کانٹون سے انگور اور جھاڑیون سے انجیر نہین چُنے جاتے۔
(۷۳) جو بیمار اپنا وارث طبیب کو بناتا ہے حماقت کرتا ہے۔
(۷۴) بدنام نیکنامون کو بدنام کرتے ہین کہ آپس مین دونون برابر ہوجائین۔
(۷۵) ہاتھ ہی ہاتھ کو دھوتا ہے اور ہاتھ ہی ہاتھ کو رگڑتا ہے۔
(۷۶) حیات کا دروازہ موت ہی۔
(۷۷) بہت ہاتھ لگنے سے بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے یا کام آسان ہوجاتا ہے۔
(۷۸) اگر ہر ایک آدمی یہ جانے کہ نیچر کے عطیات کو کسطرح کام مین لاؤ تو وہ بہشت کی خوشی رکھتا ہے۔
(۷۹) ہمارے استعمال پر ایک ہی چیزون اور موقعون کا برکت و نعمت اور لعنت ملامت ہونا موقوف ہے۔
(۸۰) سودی روپئے کیطرح نیچر نے ہمکو زندگی دی ہے جسکے مطالبہ کا وقت نہین مقرر کیا
(۸۱) کان کھجانے کی بھی فرصت نہین۔
(۸۲) باز سے فاختہ نہین پیدا ہوسکتی۔
(۸۳) ایک جُرم کی سزا دو دفعہ نہین ہونی چاہیے۔
(۸۴) کسی شخص کے مال کا وارث دوسرا شخص نہین ہوسکتا جبتک وہ زندہ ہے
(۸۵) انسان ہر وقت عقلمند نہین ہوتا۔
(۸۶) ننگے آدمی کے کوئی کپڑے نہین اُتار سکتا۔

(۸۷) کوئی آدمی دفعتہً شریر نہین ہوجاتا بتدریج روز بروز بدکاری کے گڑھے مین گرتا جاتا ہے
(۸۸) کوئی آدمی بزرگ بغیر الہام الٰہی کے نہین ہوتا۔
(۸۹) اِس سے زیادہ کوئی قاعدہ درست نہین ہے کہ جو اورون کی موت کی تدابیر کرتا ہے وہ اپنی ہی تدابیر سے مرتا ہے (چاہ کن را چاہ درپیش)
(۹۰) بیمار کو خواہ کاٹھ کے خواہ سونے کے پلنگ پر لٹاؤ بیماری اُسکے دم کے ساتھ ہے۔
(۹۱) قوم مین امن بغیر سپاہ کے نہین ہوتا اور سپاہ بغیر تنخواہ کے نہین ہوتی اور تنخواہ بغیر ٹیکس کے نہین ہوتی۔
(۹۲) تقدیر جو چیز نہین دیتی ہے وہی لے لیتی ہے۔
(۹۳) بچّون اور احمقون کی زندگی بڑی خوشی سے کٹتی ہے۔
(۹۴) کسی چیز کا ایجاد ہونا اور اُسکا کامل ہونا دونون ساتھ ساتھ نہین ہوتے۔
(۹۵) ایک چوہا قلعے کی دیوار کو ڈھا دیتا ہے۔
(۹۶) جب کوئی کام کرنا باقی ہو تو یہ خیال کرنا چاہیے کہ ابھی وہ کچھ نہین ہوا۔
(۹۷) آدمی کوئی بات ایسی نہین کہہ سکتا جو پہلے نہ کہی گئی ہو۔
(۹۸) بہت سے باورچی کھانے کو خراب کرتے ہین۔
(۹۹) معزز کام بُرائیون کے پردے مین ہوتے ہین۔
(۱۰۰) تندرستی ہی زندگی ہے۔
(۱۰۱) روشنی سے دُھوان نہ پیدا کرو دُھوین سے روشنی پیدا کرو۔
(۱۰۲) جونک جبتک خون سے اپنا پیٹ نہین بھر لیتی وہ کھال کو نہین چھوڑتی۔
(۱۰۳) آگے نہ بڑھنا پیچھے ہٹنا ہے۔
(۱۰۴) بودی کشتی مین اُسنے بڑا سمندر طے کیا ہے۔
(۱۰۵) آدمی کو چاہیے کہ کوئی دن زندگی کا بغیر اپنی یادگار چھوڑنے کے نہ گذارے۔
(۱۰۶) کوئی مقولہ ایسا چھوٹا نہین ہوتا کہ اُسمین کچھ سچ نہ ہو۔
(۱۰۷) توہمات متعدی خارش ہوتی ہے۔
(۱۰۸) جو زیادہ خوش ہوتے ہین وہی زیادہ روتے ہین۔
(۱۰۹) آدمی اورون کی خطائین پکڑنے اور عیبون کے بتانے سے اپنی خطاؤن اور

عیبون سے پاک صاف نہین ہوتا۔
(۱۱۰) اگر شر مین خیر ہو تو وہ شر نہین۔
(۱۱۱) کوئی محنت بغیر فائدے کے نہین ہوتی اور فائدہ بغیر محنت کے بہت کم حاصل ہوتا ہے
(۱۱۲) مقلدین کا ایک آدمی دلیل کرنے والا ہوتا ہے۔
(۱۱۳) نیک آدمی نیکی کی محبت کے سبب سے اور بد آدمی سزا کے خوف سے بُرائی سے نفرت رکھتا ہے۔
(۱۱۴) جتنی پُرانی چیزین ہین وہ ایک دن نئی تھین۔
(۱۱۵) ہر آرام کے لیے بے آرامیان ہین۔
(۱۱۶) چھوٹے آدمیون کو چھوٹی باتین خوش کیا کرتی ہین۔
(۱۱۷) پُرانے کُندے کی چھپٹی ہے۔
(۱۱۸) سب چیزین روپے کی محتاج ہین۔
(۱۱۹) دولتمندون کو تبدیلی پسند ہوتی ہے۔
(۱۲۰) آدمی عقل کی نسبت مراسم کا زیادہ پابند ہوتا ہے۔
(۱۲۱) عقل کا عمل ہم پر بہ سبب جمہوری رائے کے زیادہ ہونا چاہیے۔
(۱۲۲) چند آدمیون کی خطا کُل آدمیون کی خطا نہین سمجھی جاتی۔
(۱۲۳) دشمن کی حسد عزت ہے۔
(۱۲۴) محبت فی نفسہ مسرت ہے۔
(۱۲۵) طبیب نسخہ بیمار کی خواہش کے موافق نہین لکھتا بلکہ وہ لکھتا ہے جو بیمار کے حق مین مفید ہو۔
(۱۲۶) فصل کٹنے کے بعد بوتے ہین۔
(۱۲۷) سب جہازون کے شکستہ ہونے کے بعد بندرگاہ مین پہونچے۔
(۱۲۸) خط بھی ایک زبان ہے اگر آدمی کو لکھنا نہ آتا ہو تو وہ گونگا ہے۔
(۱۲۹) بڑی ناک کو سیاہ بال اور سیاہ آنکھین بدنما کر دیتی ہین۔
(۱۳۰) اعلےٰ درجے کا خوف حکمران خدا ہے۔
(۱۳۱) دانائی کا اول سبق یہ ہے کہ آدمی جانے کہ جھوٹ کیا ہے۔

(۱۳۲) بڑے آدمیون کا خوش کرنا ذرا بھی تعریف کے قابل نہین ہوتا۔
(۱۳۳) دغابازی پسند اور دغاباز ناپسند۔
(۱۳۴) کامیاب گناہ نیکی سمجھا جاتا ہے۔
(۱۳۵) عقلمند آدمی اپنی راے کو بدلتا ہے مگر احمق آدمی چاند کیطرح اپنی رایون کو بدلتا رہتا ہے۔
(۱۳۶) جن ہاتھون سے فتح ہوتی ہے وہی مفتوح کی محافظت کرتے ہین۔
(۱۳۷) پہلی بُرائیان وضعداریون مین داخل ہوجاتی ہین۔
(۱۳۸) آرزو خیال کی مان ہوتی ہے۔
(۱۳۹) روح خود نہین جانتی کہ مین کیا ہون۔
(۱۴۰) جو مغز کھانا چاہتا ہے وہ پوست کو توڑتا ہے۔
(۱۴۱) کسی سے حسد کرنا اپنے تئین محسود سے کمتر بناتا ہے۔
(۱۴۲) جب بہت آدمی ملکر جرم کرتے ہین توکسی کو سزا نہین ملتی۔
(۱۴۳) خدا نے انسان کو اولاد سے زیادہ عزیز کوئی چیز نہین دی۔
(۱۴۴) ساری دولت کو اپنی پیٹھ پر لادے پھرنے کے برابر کوئی حماقت نہین۔
(۱۴۵) وہ کھال تک مونڈتا ہے۔
(۱۴۶) حسن اور نیکی دونون ساتھ کمتر ہوتے ہین۔
(۱۴۷) بہت کم نیکیان ایسی ہین جن پر دولت مسلط نہ ہو۔
(۱۴۸) آگے بال پیچھے گنجے۔
(۱۴۹) بادشاہ ہر ایک آدمی سے بڑا ہوتا ہے مگر کل آدمیون سے چھوٹا۔
(۱۵۰) جو علم نمایان نہ کیا جائے وہ خزانے کے دفینے کیطرح بیکار ہے۔
(۱۵۱) سب آدمی بعض اوقات دیوانے ہوجاتے ہین۔ چند آدمی ایسے ہوتے ہین کہ وہ یہ نہین جانتے کہ خاص وقتون مین انکی عقل تلف ہوجاتی ہے۔
(۱۵۲) نیا خاکروب خوب جھاڑو دیتا ہے۔
(۱۵۳) تھیلی کی تہ مین کفایت شعاری اپنی جگہ نہین رکھتی۔
(۱۵۴) دعوت مین جو دیر کر آتے ہین ہڈیان اُنکے کھانے کے لیے ہوتی ہین۔

(۱۵۵) اگر سانپ سانپون کو نہ کھائے تو اژدہا نہین ہوتا۔
(۱۵۶) اگر لنگڑے کے ساتھ چلوگے تو لنگڑانا خود سیکھ جاؤگے۔
(۱۵۷) اگر مین روح کے غیرفانی جاننے مین غلطی کرتا ہون تو اس غلطی کو اپنے ساتھ جبتک رہنے دونگا کہ زندہ رہونگا (ایک بزرگ کا قول ہے)۔
(۱۵۸) اگر شیر کی کھال سے کام نہ چلے تو لومڑی کی کھال کسنی چاہیے۔
(۱۵۹) بن بدلی کے دن بدلی کے دنون سے زیادہ ہوتے ہین۔
(۱۶۰) اگر شاعری بولتی ہوئی تصویر ہے تو تصویر خاموش شاعری ہے۔
(۱۶۱) آدمی کے کام چول پر رہتے ہین اگر بالفعل ٹھہرے ہوے ہین تو بھی وہ کسی نہ کسی طرف پھرینگے۔
(۱۶۲) باز اور چیلون کے لیے جال نہین بچھایا جاتا۔
(۱۶۳) جو شخص اپنا ذکر کیا کرتا ہے وہ ہنسی کے قابل ہوجاتا ہے۔
(۱۶۴) وہ بھیڑ کے بال پر جھگڑا کرتا ہے۔
(۱۶۵) اگر برتن ناپاک ہو تو جو چیز اسمین ڈالوگے ناپاک ہوجائے گی۔
(۱۶۶) آفتاب غروب ہوگیا مگر رات نہین شروع ہوئی۔
(۱۶۷) احمقون کے لیے کوئلے سیاہی اور دیوارین کاغذ ہین۔
(۱۶۸) غم مین بال نوچنے بیوقوفی ہے۔ کیا گنجے ہونے سے غم غلط ہوجائے گا۔
(۱۶۹) احمق سوائے اپنے کام کے کسی کے کام کو اچھا نہین جانتا۔
(۱۷۰) آدمی کی خواہشہائے شہوانی اُسکی خدا ہین۔
(۱۷۱) کوئی شخص اپنے حال کا جج نہین ہوتا۔
(۱۷۲) ہر شخص جو تحفہ بھیجتا ہے اسمین کانٹا لگا ہوا ہوتا ہے (ایک تحفہ دوسرے تحفے کو کھینچتا ہے)۔
(۱۷۳) ہر پتھر کے نیچے بچھو پڑا سوتا ہے۔
(۱۷۴) بدآدمی کی کامیابی بُری ترغیبین بہت آدمیون کو دیتی ہے۔
(۱۷۵) کپڑے کے موافق کوٹ کترنا چاہیے۔
(۱۷۶) بعض بُرائیون سے ہر شخص کو بچنا چاہیے۔

(۱۷۷) بہرے کے سامنے کہانی کہنی ہے۔
(۱۷۸) آدمی کو تندرست کرنے کا فن مدتون مین آتا ہے۔
(۱۷۹) بیوقوف آدمی اپنی پیٹھ کے لیے آپ ڈنڈا بناتا ہے۔
(۱۸۰) جو آدمی سورج نکلنے پر سوتا رہے یا دوپہر کو سوئے وہ دن کو رات اور رات کو دن بناتا ہے۔
(۱۸۱) جس شخص کے پاس کوڑی نہ ہو وہ راہزن کے سامنے گاتا ہے۔
(۱۸۲) علمی دلائل سے نیچر کے دلائل زیادہ مستحکم ہوتے ہین۔
(۱۸۳) بھوکے پیٹ کے کان نہین ہوتے۔
(۱۸۴) مردہ آدمی سے باتین کرنی۔
(۱۸۵) اگر سمندر کا رستہ نہ معلوم ہو تو دریا کو رہنما بناؤ۔
(۱۸۶) نبض زندگی کی نشانی ہے۔
(۱۸۷) نیکی کی راہ کو افلاس بند کرتا ہے۔
(۱۸۸) آدمی دو ٹانگون کا جانور بغیر پرون کے ہے۔
(۱۸۹) کوئی بوڑھا آدمی ایسا نہین جسکو یہ امید نہ ہو کہ مین ایکسال اور جیون گا۔
(۱۹۰) مرض سے زیادہ طبیب کا خوف ہی۔
(۱۹۱) نہ سانپ کا پرندے سے اور نہ بھیڑ کا شیر سے جوڑا لگ سکتا ہے۔
(۱۹۲) باز کا بڑھاپا ابابیل کی جوانی سے بہتر ہے۔
(۱۹۳) لومڑی دو دفعہ ایک حال مین نہین پکڑی جاسکتی۔
(۱۹۴) بہت سی گایون مین ایک اچھی گاے کا ایک بڑا بچھڑا ہوتا ہے۔
(۱۹۵) ہر چیز سے بے نیاز ہونا شان الٰہی ہے اور کم بے نیاز ہونا شان الٰہی کے قریب ہے۔
(۱۹۶) عین عدل ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال بد کی سزا پائے۔
(۱۹۷) جو آدمی تنہا ہے وہ آدمی نہین۔
(۱۹۸) شیر پنجون سے پہچانا جاتا ہے۔
(۱۹۹) ہاتھی چوہے نہین پکڑتا۔

(۲۰۰) جہان لوگ راگ نہین جانتے وہان ابابیل گویا ہے۔
(۲۰۱) دانشمند گذشتہ سے آیندہ کا حال جانتا ہے۔
(۲۰۲) جس آدمی کے دل مین کچھ ہوا ور زبان پر کچھ اور ہو مین اُسکے منہ کو جہنم کا دروازہ سمجھ کے نفرت کرتا ہون۔
(۲۰۳) کتابون مین دانائی کا دریا بہتا ہے۔
(۲۰۴) کہانیون اور داستانون کو اسطرح بیان کرسکتے ہین کہ وہ سچ معلوم ہون اور سچ کو اسطرح بیان کرسکتے ہین کہ وہ کہانیان معلوم ہون۔
(۲۰۵) جب روشنی نہو تو سب عورتین یکسان ہین۔
(۲۰۶) موت کے بعد ڈاکٹر۔
(۲۰۷) جفت وطاق ملکر طاق ہوتے ہین۔
(۲۰۸) شریر کی تعریف کرو تو وہ اور زیادہ شریر ہو جائے گا۔
(۲۰۹) گھر مین شیر لڑائی مین لومڑی۔
(۲۱۰) بندر دن مین گدھا۔
(۲۱۱) گدھے سے اون کی توقع کرنا۔
(۲۱۲) مفلس آدمی کی دولتمند بیوی اُسکی حاکم ہوتی ہے بیوی نہین ہوتی۔
(۲۱۳) بہت سے شاگرد اپنے اُستادون سے بہتر ہوتے ہین۔
(۲۱۴) ایک قبر کا کتابہ یہ ہے "کہ بہت سے طبیبون کے جمع ہونے نے مجھے یہان لٹایا ہے"
(۲۱۵) گھر کے ستون بیٹے ہوتے ہین۔
(۲۱۶) جو دوست فاصلے پر رہتے ہین وہ دوست نہین۔
(۲۱۷) حمام کُتّے کے کس کام کا ہوتا ہے۔
(۲۱۸) روپیہ انسان کی جان وجسم ہین۔
(۲۱۹) جس آدمی مین خود بُرائی نہین وہ اورون کی بُرائی کو بہت دیر مین باور کرتا ہے۔
(۲۲۰) بیوقوفون کو سچ تلخ اور ناگوار معلوم ہوتا ہے اور جھوٹ شیرین اور مزہ دار معلوم ہوتا ہے۔
(۲۲۱) موت سب کے لیے ہے مگر عزت کے ساتھ مرنا تھوڑے آدمیون کیلیے ہے۔

(۲۲۲) اُٹھا لینا آسان ہے مگر لیکر چلنا مشکل ہے۔
(۲۲۳) بادشاہون کو جو اُنکے دوست صلاح و مشورہ نہین دے سکے وہ کتابوں مین لکھے ہوئے ہین۔
(۲۲۴) رشک کرنا انسان کے لیے بھلا ہے۔
(۲۲۵) بھلے آدمیون کو رونے کیطرف میلان ہوتا ہے۔
(۲۲۶) زمانہ وسچ بات کو ظاہر کردیتا ہے (واقعات چھپائے سے چھپ نہین سکتے)
(۲۲۷) لڑائی اور دوستی عذرات کو نہین قبول کرتی۔
(۲۲۸) انسان کیلیے یہ ناممکن ہی کہ وہ بہت سی چیزونمین کوشش کرے اور سبکو اچھی طرح کرسکے
(۲۲۹) ہم پکڑنے گئے تھے خود پکڑے گئے۔
(۲۳۰) دونون چور ہین جو چُراتا ہے اور جو چوری کا مال رکھتا ہے۔
(۲۳۱) کام کا شروع کرنا آدھا سرانجام دینا ہے۔ جو کام اچھی طرح شروع کیا جاتا ہے وہ آدھا پورا ہوجاتا ہے۔
(۲۳۲) تمام فانی انسانون کا مرنا قرض کا ادا کرنا ہے۔
(۲۳۳) جو شخص شادی کرنے کو ہے وہ پشیمانی کی سڑک پر ہے۔
(۲۳۴) جتنی عمر بڑھتی جاتی ہے اُتنا ہی زیادہ سیکھتا جاتا ہون۔
(۲۳۵) عورت کا اعتبار جب بھی نہ کرو کہ وہ مرجائے۔ (یہ مقولہ اِس واقعے پر مبنی ہے کہ ایک سوتیلا بیٹا سوتیلی مان کی نعش کے گرنے سے مرگیا تھا۔
(۲۳۶) جو آج دوگے وہ کل پاؤگے۔
(۲۳۷) ایک پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھانا بے عزّتی ہے۔

طلبہ اِن دانشمندانہ مقولون کو ذہن نشین کرینگے تو اپنی انشاپردازی مین لیاقت پیدا کرسکین گے اور اِنکو برمحل استعمال کرکے اپنی تقریر اور تحریر کو اثر انداز بنا سکین گے۔

ذکاءاللہ

ہندو عورتون کی حالت

کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر کسی قوم کی تہذیب کو جانچنا منظور ہو تو سب سے پہلے یہ دیکھو کہ وہ قوم عورتون کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے۔ جب ہم اس معیار سے ہندوستان کے آریون کی پرانی تہذیب کو جانچتے ہین تو ہمکو قبول کرنا پڑتا ہے کہ اہل یونان اور اہل روما دونون کے مقابلے مین ہندو آریون مین عورتون کا وقار زیادہ تھا۔ انکو بہت کچھ آزادی حاصل تھی۔ ہر خاندان مین عورت کی عزت ہوتی تھی۔ بیوی اور خاوند دونون گھر کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ عورتون کو تعلیم سے مستفید ہونے کا موقع دیا جاتا تھا۔ وید کے بعض منتر عورتون کے تصنیف کیے ہوے ہین۔ یجنوالک رشی اور اسکی بیوی میتری کا قصہ اور شنکراچارج اور منڈن مسر کا مباحثہ ثابت کرتا ہے کہ اس زمانے مین عورتون کو معمولی نہین بلکہ اعلے درجے کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ سوئمبر کی رسم اس امر کی شاہد ہے کہ لڑکیون کی شادی سن بلوغ مین ہوا کرتی تھی اور انکو اپنے خاوند کے انتخاب کا اختیار حاصل تھا۔ پردے کا کہین نام و نشان نہ تھا۔ ایشور چندر ودیا ساگر اور مہاراشٹ کے اکثر عالمون نے سنسکرت کتب کے اقتباسات اور نل اور دمینتی کی ایسی نظیرون سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ہندوستان قدیم مین بیواؤنکے لیے ازدواج ثانی کی ممانعت نہین تھی غرضکہ اگر ہم بے تعصبی اور سچائی کے ساتھ اُس زمانے کے حالات پڑھین اور اپنے قدیم رسم و رواج کو جانچین تو ہمکو معلوم ہو جائیگا کہ اُن بہت سی ضرر رسان خرابیون کا اسوقت وجود بھی نہین تھا جنکی وجہ سے آج ہندو عورتین ذلیل ہین۔ یہ کہنا تو داخل ناانصافی ہے کہ قدیم ہندوستان مین عورتونکو وہ آزادی اور وقار

نصیب تھا جسکی آج یورپ مین کوشش ہو رہی ہے۔ ہندوؤن کا قانون وراثت جو بے انصافی عورتون کے ساتھ جائز رکھتا ہے وہ ایسے دعوے کو رد کرنے کے لیے کافی ہے۔ مگر اتنا ضرور کہ سکتے ہین کہ ہندوستان کی موجودہ حالت اور اِس زمانے کی دیگر اقوام کی حالت دیکھکر جو کچھ سلوک قدیم آریہ اپنی عورتون سے کرتے تھے وہ بہت غنیمت تھا۔

ساتھ ہی اِسکے یہ بھی معلوم ہوگا کہ جیون جیون مذہبی توہمات کا زور بڑھتا گیا اور برہمنون کی عظمت دلون مین جاگزین ہوتی گئی وون وون شخصی آزادی کا دائرہ بھی محدود ہوتا گیا۔ عورتون کی خودمختاری مین بھی فرق آتا گیا۔ منو کے زمانے مین عورتون کی آزادی بہت کچھ کم ہو چکی تھی۔ اِس مقنن کے احکام کے موافق تو عورت اپنی زندگی کے کسی درجے مین خودمختار ہو ہی نہین سکتی۔ لڑکپن مین وہ باپ کی مطیع ہے۔ جوانی مین خاوند کی اور خاوند کے مرنے کے بعد اپنے لڑکون کی۔ مگر گو عورتون کے وقار مین ایک گونہ فرق آچکا تھا مگر منو کے زمانے مین نہ تو صغرسنی کی شادی عام طور سے رائج ہوئی تھی اور نہ ازدواج بیوگان کی قطعی ممانعت ہوئی تھی گو یہ خیال پیدا ہو چلا تھا کہ خاوند کے مرجانے کے بعد عورت کے لیے مجرد ہی رہنا اچھا ہے رفتہ رفتہ اِس خیال نے یہانتک زور پکڑا کہ شرفا مین بیوہ کی شادی قطعاً ممنوع ہو گئی۔ ستی کی رسم غالباً اِس ملک مین سیتھین حملہ آورون کی لائی ہوئی ہے اور پردہ اور شادی صغرسنی اسلامی حکومت کے نتائج ہین قاعدہ ہے کہ فاتح قوم کے رسم و رواج کی تقلید مفتوح قوم کیلیے باعث فخر ہوا کرتی ہے۔ مسلمانون مین ہندوستان مین آنے سے پہلے پردے کی رسم رائج ہو چکی تھی اور جب وہ ہندوستان مین آکر بسے تو انکی دیکھا دیکھی ہندوؤن نے بھی اِس رسم کو اپنے یہان جاری کیا یہانتک کہ کچھ دنون بعد پردے کا ہونا یا نہونا شرافت کا معیار قرار پایا۔ ممکن ہے کہ افغان حاکمون کے ظلم و جبر اور عام بدامنی اور بے چینی کی حالت نے پردے کی رسم کو ہندوؤن مین اور بھی مضبوط کر دیا ہو۔ آجتک یہ دیکھا جاتا ہے کہ پردے کی رسم شمالی ہندوستان مین تو بڑے زور شور سے جاری ہے مگر دکن مین جہان نسبتاً مسلمانونکا اثر کم پڑا ہے پردہ بہت کم ہے۔ شاید صغرسنی کی

شادی کے بھی یہی اسباب ہون۔
زمانۂ موجودہ مین ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہمارے یہان چند رسوم ایسے مروج ہین جنکا اثر عورتونکے لیے نہایت ضرر رسان ہے۔ انمین اول نمبر "جہالت" کا ہے۔ جب عورتون سے اُنکی آزادی چھین لیگئی جب وہ پردے مین رکھی جانے لگین تو انکو اپنے ملک کی قومی زندگی سے کوئی سروکار نہ رہا۔ اِنکی تعلیم کیطرف سے بے توجہی ہونے لگی یہانتک کہ رفتہ رفتہ لوگ عورتون کی تعلیم کو صرف غیر ضروری ہی نہین بلکہ مضر سمجھنے لگے۔ اُس قوم مین جسنے لیلاوتی اور کارگی سی عورتین ایک زمانے مین پیدا کی تھین عورتونکو لکھانا پڑھانا ایک جُرم عظیم کا مرتکب ہونا قرار پایا۔ پس اِس ملک مین عورتون کا فرض یہ ہے کہ وہ مردون کی غلامی کیا کرین۔ انکے ناز جا و بیجا اُٹھائین اور صرف بقاءِ نسل کا ذریعہ بنین۔ بہت سے لوگ تو عورتون کو اِس لیے تعلیم دیتے ہوے ڈرتے ہین کہ پڑھ لکھکر عورتین خودسر ہوجائین گی اور پھر ہمارے آرام و آسایش مین خلل پڑیگا۔ یوروپین عورتون کی مثال انکے سامنے ہے اسکا خیال ہے کہ ہماری عورتین بھی لکھ پڑھکر میم بنجائین گی۔ اور چونکہ مغربی سوشل طریقون کی طرفسے انکے دل مین نفرت پیدا ہوگئی ہے اسلیے وہ اِنکو اپنے یہان رائج ہونے دینا نہین چاہتے۔ میرے نزدیک یہ دونون خیال غلط ہین۔ اول تو یہ فرض نہین ہے کہ تعلیم کا اثر ہر بات مین ہندوستان مین وہی ہو جو یوروپ مین ہے۔ ہزارون انگریزی پڑھے لکھے مرد ایسے ہین جو باوجود اعلیٰ تعلیم کے اپنے پُرانے مذہبی عقائد اور رسوم پر قائم ہین۔ دوسرے جو تعصب ہمارے دلون مین یوروپین عورتون کیطرف سے پیدا ہوگیا ہے وہ محض بے بنیاد ہے اور اِسکی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم مین یہ قابلیت ہی نہین کہ ہم مرد عورتونکو عام طور سے ملتا جلتا دیکھین اور ہمارے دل مین خیالات فاسد نہ پیدا ہون۔ ہماری تعلیم و تربیت اِسطرح کی ہوتی ہے کہ ہم اِس آزادی کی قدر کرنے سے قاصر ہین۔ مگر ہمکو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر واقعی یوروپین اقوام کے اخلاق خراب ہوتے تو اُنھون نے کبھی دُنیا مین وہ رتبہ نہ حاصل کیا ہوتا جو آج انکو حاصل ہے۔ کوئی بداخلاق قوم عظمت نہین حاصل کرتی جس قوم کی عورتین بداخلاق ہوتی ہین اُس قوم کی رگ و پے مین وہ زہر نہایت تیزی کے ساتھ سرایت کرجاتا ہے اور

ساری قوم کو برباد کر دیتا ہے اگر ہم انگریزی قوم کی عظمت کو قبول کرتے ہین توہمکو انگریز عورتون کی عظمت بھی قبول کرنا پڑے گی۔ رہا یہ امر کہ بعض بعض ہندوستانی عورتین آزادی سے بھی فائدہ اُٹھاتی ہین۔ یہ قصور تعلیم کا نہین ہے بلکہ جہالت کا اثر ہے اگر ہم تعلیم کے فوائد کو مانتے ہین تو ہمکو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اگر عورتون کو عمدہ تعلیم دیجائے تو وہ اپنی آزادی کو نہایت عمدہ طور سے برتین گی۔ پارسیون کی مثال پیش نظر ہے۔ پارسی عورتین ۹۰ فیصدی تعلیم یافتہ ہوتی ہین اور ایک بڑی حد تک انکو کامل آزادی حاصل ہے کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ پارسی قوم کا اخلاق اور ہندوستانی اقوام کی بہ نسبت خراب ہے جن عیوب کو دیکھ دیکھکر ہم سہمے جاتے ہین۔ جن مضرتون سے ہم ڈرتے ہین وہ سب اچھی تعلیم سے رفع ہو سکتی ہین شکر ہے کہ اب لوگون کو اسطرف توجہ ہو چلی ہے اور مدراس اور بمبئی مین تعلیم نسوان کا چرچا روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ ہمارا صوبہ جیسا اور سب باتون مین سارے ہندوستان سے پیچھے ہے۔ اسی طرح تعلیم نسوان کے صیغے مین بھی ہنوز روز اول ہی مگر دیرہ دون اور میرٹھ کے اسکولون کی کامیابی یہ ضرور ثابت کرتی ہی کہ تعلیم کی ضرورت کو لوگ محسوس کرنے لگے ہین۔ اگر وہ لڑکیون کو مدرسون مین نہین بھیجتے تو اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ مدرسون مین خاطرخواہ انتظام تعلیم و تربیت کا نہین ہی زنانہ تعلیم گاہین زیادہ تر پادریونکے ہاتھون مین ہین اور پادریون کی طرف سے ہندوستانیون کے دلون مین معقول وجوہات سے بدگمانی پیدا ہو گئی ہے۔ مین نے سُنا ہے کہ گورنمنٹ کیطرف سے تعلیم نسوان کے متعلق ایک کمیٹی مقرر ہونے والی ہے۔ اس کمیٹی کے سب ممبر ہندوستانی ہونگے وہ اُن اسباب پر غور کرینگے جنکی وجہ سے تعلیم نسوان کو ان صوبجات مین ترقی نہین ہوتی اور ترقی کی تدابیر سوچین گے۔ میرے نزدیک یہ تجویز نہایت مناسب ہے۔ اگر اس کمیٹی کو اختیارات دوامی عطا کیے جائین اور اسکے زیر نگرانی تعلیم نسوان کا انتظام ہو تو کیا عجب ہے کہ ہندوستانیون کے دلون سے وہ خوف وہراس بہت کچھ نکل جائے جو اسوقت تعلیم نسوان کے راستے مین حائل ہے۔ اگر سرکار کیطرف سے بڑے بڑے شہرون مین اسکول قائم کیے جائین جنمین ہندوستانی اُستانیان نوکر رکھی

جائین! ور اسکا انتظام بھی ہندوستانی ہاتھون مین رہے تو بہت جلد تعلیم نسوان مین خاطر خواہ ترقی ہو سکتی ہے۔ علاوہ اسکول مین پڑھانے کے ہندوستانی اُستانیان مشنری واعظون کیطرح گھر گھر جا کر بھی تعلیم دے سکتی ہین۔ شہر کے مختلف محلّون مین لکچرون اور علمی مجالس کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اِن اُستانیون کیطرف سے عوام کے دلون مین وہ خیال نہ پیدا ہوگا جو انکو مشنری اُستانیون کو اپنے گھرون مین بُلانے سے مانع ہوتا ہے۔ اور ایسی اُستانیان مین سمجھتا ہون کہ پنجاب کے آریہ اسکولون سے مِل سکین گی۔ بہرحال اگر ہم ترقی کرنا چاہتے ہین تو ہمکو عورتون کو ضرور تعلیم دینی پڑیگی زمانۂ جدید مین کوئی قوم جسکا نصف حصہ قعر جہالت مین پڑا ہو ترقی کے میدان مین قدم نہین مار سکتی۔

اِس مضمون مین شادی صغر سنی کی مضرتون کا وضاحت کے ساتھ بیان کرنا ضروری نہین۔ سب جانتے ہین کہ جب ۹ یا ۱۰ برس کی عمر مین لڑکی کی شادی کردی جائیگی تو اسکی تعلیم مکمل نہین ہو سکتی۔ علاوہ برین چھوٹی عمر مین اولاد پیدا ہونے سے صرف والدین خصوصاً ماں ہی کی صحت تباہ نہین ہوتی بلکہ آیندہ نسل نہایت کمزور اور لاغر ہوتی ہے۔ اگر اب بھی ایسے اصحاب تعلیم یافتہ گروہ مین باقی ہون جنکی سمجھ مین یہ باتین نہ آتی ہون تو انکو حال کے بنگال کے مشہور و معروف طبیب ڈاکٹر مہندر و لال سرکار کی تصانیف جو مسٹر چنتا منی کی کتاب "انڈین سوشل ریفارم" کے چوتھے حصے مین چھپی ہے غور سے پڑھین۔ جسوقت قانون رضامندی پاس ہو رہا تھا اور اسکے خلاف بنگال کے بڑے بڑے روشن خیال بلا وجہ شور و غوغا مچا رہے تھے اُسوقت اِس مرد میدان نے ایک نہایت مدلل تحریر اِس مسئلہ کے متعلق گورنمنٹ مین بھیجی تھی۔ اور گو وہ تحریر اِس خاص موقع کے واسطے لکھی گئی ہی مگر آج بھی اسکا مطالعہ ہر سمجھدار انسان کو نفع بخش سکتا ہے۔ جہانتک مین جانتا ہون اِن صوبجات مین پچھلے بیس برس مین اِس رسم قبیح مین بھی کچھ نہ کچھ اصلاح ہوئی ہے اور اب لڑکیان اتنی جلد نہین بیاہ دیجاتین مگر تاہم ابھی بہت اصلاح کی ضرورت ہے۔ سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ صغر سنی کی شادی تعلیم نسوان کے راستے مین حایل ہے اور تعلیم نسوان کا نہونا صغر سنی کی شادی کی بقا کا باعث ہی

پس ان دونون خرابیون کے دُور کرنے کے لیے دونون اصلاحون کا ساتھ ساتھ عمل مین آنا ضروری ہے۔

مین سمجھتا ہون کہ عورتون کے متعلق جتنی اصلاحین ہین انہین سے کسی کے خلاف ہندوؤن مین اسقدر جوش نہین ہے جیساکہ "ازدواج بیوگان" کے خلاف اور شاید کسی اصلاح کے جاری کرنے کے واسطے اسقدر سخت کوشش بھی نہین کی گئی۔ اِس مسئلے کے متعلق ذیل کا قصہ نہایت دلچسپ ہے۔

اٹھارھوین صدی مین جبکہ مرہٹون کا ستارہ عروج پر تھا انکی فوج مین ایک سپہ سالار پرسرام بھاؤ نامے تھا۔ اِس سپہ سالار کی بہادری اور لیاقت ضرب المثل تھی اور عوام کیطرف سے اسکو صیغم دکن کا خطاب عطا ہوا تھا۔ بھاؤ کی ایک لڑکی درگا بائی نامے تھی جسکی شادی پانچ ہی چھ برس کی عمر مین کردی گئی تھی۔ درگا بائی کا خاوند شادی کے چند ہی روز بعد مرگیا اور چونکہ بھاؤ کی یہی ایک لڑکی تھی اسیلیے اسکے بیوہ ہوجانے کا بھاؤ کو اتنا صدمہ ہوا کہ اسنے پیشوا کو اپنا استعفےٰ بھیجدیا اور لکھ بھیجا کہ اب مین دُنیا سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہون۔ پیشوا کے وُزرا اپنے سپہ سالار کی قدر جانتے تھے انھون نے بھاؤ کو لکھا کہ تم گھبراؤ نہین تمھارے زخم کے اندمال کی فکر کیجائے گی۔ چنانچہ پونا دربار کیطرف سے بنارس کے پنڈتون کو لکھا گیا اور اُنھون نے بیوہ کی کم عمری اور بھاؤ کے استعفےٰ کا لحاظ کرکے درگا بائی کے لیے دوسری شادی کی اجازت دی مگر پونا کے پنڈتون نے بھاؤ کی بیوی کو کچھ ایسا ورغلایا کہ اسنے اپنی لڑکی کی شادی کرنے سے انکار کیا اور بنارس کے پنڈتون کا فتویٰ کسی کام نہ آیا۔ اِس قصے سے تین باتین واضح ہوتی ہین۔ اول یہ کہ مغربی اثر سے موثر ہونے سے قبل بھی ہندوؤن مین اِس قسم کی کوشش ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ علماے بنارس ایک مرتبہ اِسکے موافق فتویٰ دے چکے ہین۔ اور تیسرے یہ کہ ایک عورت کی جہالت اور ضد نے اِس کوشش اور فتوے کو بیکار کردیا۔ خیر یہ تو اٹھارھوین صدی کا واقعہ ہے۔ انیسوین صدی مین ازدواج بیوگان کی کوشش بنگال سے شروع ہوئی پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر بنگال کے ایک مشہور عالم اور راسخ الخیال ہندو تھے

اس اصلاح کے جاری کرنے کا سہرا انھین کے سر ہے۔ انھون نے ازدواج بیوگان کے متعلق مختلف کتابین لکھی ہین اور یہ ثابت کیا ہے کہ ازدواج بیوگان ہندو شاسترون کی روسے جائز ہے۔ یہی راے علماے دکن کے ایک بڑے گروہ کی تھی اور سوامی دیانند سرستی نے بھی اس راے سے اتفاق کیا ہے۔ ۱۸۵۶ء کا ایکٹ ۱۵ جسکی رُو سے ازدواج بیوگان قانوناً جائز قرار پایا ودیا ساگر ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ ودیا ساگر کی زندگی مین تو یہ اصلاح کسیقدر کامیابی کے ساتھ جاری رہی مگر انکے مرنے کے بعد بنگال کے راسخ الخیال ہنود مین اور سوشل اصلاحون کی طرح اسکا بھی خاتمہ ہوگیا۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہو کہ اہل بنگال جو تعلیمی اور پولیٹکل معاملات مین سارے ہندوستان کی رہنمائی کا دعویٰ کرتے ہین سوشل اصلاح کے صیغے مین اسقدر پیچھے پڑے ہوے ہین۔ ودیا ساگر کی تحریک سے متاثر ہوکر مدراس اور بمبئی کے اصلاح پذیر گروہ نے بھی ازدواج بیوگان کی کوشش شروع کی اور وہان یہ کوشش ابھی تک جاری ہو۔ شمالی ہندوستان خصوصاً پنجاب مین یہ اصلاح آریہ سماج کی کوشش سو رائج ہوئی ہے۔ مگر جیسا کہ مین نے اوپر لکھا ہے باوجود ان سب کوششون کے اس اصلاح کو عوام نے ابھی تک قبول نہین کیا ہے اور میرے خیال مین اصلاح کُن گروہ کو اس مین سب سے کم کامیابی ہوئی ہے۔ مسز اینی بسنٹ صاحبہ بھی جنھون نے رفتہ رفتہ اور سوشل اصلاحون کو اپنی کوشش کے دائرے مین شامل کرلیا ہے ازدواج بیوگان کی مخالف ہین۔ یہ تو وہ نہین کہتین کہ بیوہ کے لیے دوسری شادی کرنا ناجائز ہے مگر دبی زبان سے یہ ضرور کہتی ہین کہ بیوہ کے لیے مجرّد ہی رہنا اچھا ہے کیونکہ اس سے میان بیوی کی دائمی محبت اور شادی کے پاک رشتے کا اظہار ہوتا ہے مگر ابھی تک یہ نہ معلوم ہوا کہ اس اصول کا برتاؤ یکطرفہ کیون جائز رکھا جاتا ہے اور "دائمی محبت" کا فرض صرف عورت ہی کے سر کیون تھوپا جاتا ہے۔ مسز اینی بسنٹ صاحبہ کا واقعی تعلیم یافتہ ہنود کے ایک فرقہ کثیر پر بڑا اثر ہے مگر وہ بھی شاید ہندو مردون کو ازدواج ثانی سے روکنے کے لیے تیار نہین ہین۔ لڑکیون کی شادی ایسی عمر مین کردینا جبکہ وہ شادی کے

معنے بھی نہین سمجھتین اور پھر اُنکو اِس بات پر مجبور کرنا کہ وہ عمر بھر مجرد رہکر سُسرال والون کی غلامی کرین دُنیا کے تمام لذات سے محروم رہکر ذلت اور افلاس کی زندگی بسر کرین صرف بیرحمی ہی نہین ہو بلکہ ایک عظیم اخلاقی خطرے کا سبب ہے۔ کون نہین جانتا کہ ہندو خاندانون مین بیوہ خصوصاً نوجوان بیوہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جاتا ہو۔ اور ہر خوشی کے موقع پر اسکی موجودگی منحوس خیال کیجاتی ہے۔ اگر ہندو شاستر بیوہ کی شادی کی اجازت نہین دیتے تو ایسے مذہبی احکام کی پابندی جو قانون قدرت کے خلاف ہو ہرگز کسی انسان کا فرض نہین ہے۔ شادی صغرسنی کے تذکرے مین مسز بسنٹ صاحبہ خود فرما چکی ہین کہ جو مذہبی احکام قانون قدرت کے خلاف معلوم ہوتے ہون اُنکی نسبت تمکو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اِن احکام کا مطلب ہم صحیح طور سے نہین سمجھے ہین۔ اگر یہ اصول اِن احکام کے متعلق برتا جاتا ہو جو لڑکیون کی شادی آٹھ برس کی عمر مین کر دینا ضروری قرار دیتے ہین توکیون یہی اصول ازدواج بیوگان کے احکام کے متعلق بھی نہ برتا جائے۔ کیا آٹھ برس کی بیوہ کو شادی کی اجازت نہ دینا قانون قدرت کے خلاف نہین ہے؟

آخر مین صرف اسقدر عرض کرنا کافی ہو کہ عورتون کی موجودہ حالت بہت کچھ اصلاح کی محتاج ہو۔ اور "انصاف" اور "مصلحت وقت" دونون اصولون کو مدنظر رکھکر اِس اصلاح کی سخت ضرورت ہو۔ یہ کہان کا انصاف ہو کہ اپنی آسائش اور آرام کے لیے کسی دوسرے کو تکلیف اور رنج پہونچایا جائے۔ کونسا اخلاقی اصول عورتونکے قتل کو جائز قرار دیسکتا ہو کیونکہ برٹش گورنمنٹ نے جسمانی قتل کو قانوناً روکدیا ہو مگر داخلی اور روحانی قتل بہت اچھی طرح جاری ہو۔ عورتونکی حالت مین تغیر اور ترقی کرنا مصلحت وقت اِس سے ہو کہ عورتون کی تعلیم کے بغیر ہماری قومی ترقی ناممکن ہو۔ جس گروہ انسانی مین عورت کی عزت نہین ہوتی اور اسکو آزادی کے ساتھ اپنے فرائض کے انجام دینے کی اجازت نہین دیجاتی وہ گروہ کبھی ترقی نہین کر سکتا۔ اگر عورتونکو معقول تعلیم دیجائیگی اور انکو اپنے اعزا و اقربا کے ساتھ آزادی سے ملنے جلنے اور عجائبات دنیا کے مشاہدہ کرنیکی اجازت دیجائیگی تو اِس سے صرف عورتون ہی کی جسمانی اور دماغی صحت پر عمدہ اثر نہین پڑیگا بلکہ مردونکا اخلاق بھی درست ہوگا اور ہندوستان کی آیندہ نسلین اپنی تعلیم یافتہ اور معزز ماؤن کی بدولت زیادہ مضبوط دلیر اور قابل ہونگی۔

منوہر لال زتشی

شاعری

یون تو ہندوستان جنّت نشان مین صدہا باتین بے سروپا ہین مگر شاعری کے بازار مین عجب ہربونگ نظر آتا ہے۔ گویا شاعرون کی بم چھوٹی ہے۔ جسے دیکھیے شاعر ہے اور ایک ٹوٹا پھوٹا اور نہایت ہی ژولیدہ حال تخلص اپنے نام کے ساتھ چسپان کیے ہوے ہے اور اپنے ہی قلم سے اُسے جاؤ بیجا شائع کر رہا ہے۔ حد ہو گئی کہ اب ایک ہی تخلص کے درجنون شاعر نظر آئینگے کیونکہ اچھوتے تخلص کا تو کوسون پتہ نہین ہے

شاعرانِ حال کیا مضمونِ نو پائین اثر ڈھونڈھتے ہین اور تخلص بھی نیا ملتا نہین

داد لینے اور بغیر محنت تعریفین سُننے کا ہر پست ہمت کو شوق پیدا ہے اور یہ بات شعرگوئی مین بلا دردسر نصیب ہے پھر فرمائیے اِس سے بڑھکر اُنھین کونسی نعمت حاصل ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ ایسی تنگ خیالی۔ پست ہمتی اور غلط فہمی نے تحصیل و تکمیل علوم و فنون سے اکثر ہندوستانیون کو بالکل روک رکھا ہے۔ شاعری فی نفسہ کوئی بُری چیز نہین۔ جیسا کہ حکیم فلاطون نے اپنے خیالی اسکیم مین اِسے سلسلۂ تمدّن سے خارج کر دیا ہے۔ بلکہ یہ چیز فطرتی ہے اور فطرت نے کوئی شے بیکار نہین پیدا کی۔

اُن لوگون سے تو مجھے بحث نہین جو یہ بھی نہین جانتے کہ ہمکو اپنے شوق اور اپنی خاص سمجھ سے تھوڑی دیر کے لیے علیحدہ ہو کر کسی چیز کے حسُن و قبح پر بھی غور کرنا چاہیے یا نہین۔ بلکہ مجھے خاص غرض اُن لوگون سے ہے جنھین غور و فکر کا مادہ موجود ہے اور جنین سے بعضون نے یہ سمجھ لیا ہے کہ شاعری کے لیے محض طبع موزون کی ضرورت ہے۔

فی زماننا تین قسم کے شعرا دکھائی دیتے ہین اور اندازِ سخن بھی تین طرح پر واقع ہوا ہے

اور اہل شوق انھین طرزون کو معراج کمال شاعری سمجھتے ہین۔

پہلا طرز ناسخ مرحوم کا ہے۔ اسکی حالت ہمارے زمانے مین یہ ہوگئی ہے کہ موٹے موٹے الفاظ۔ معنوی تعقید اور مشکل ترکیبون سے اشعار کی زنجیرہ بندی کیجاتی ہے۔ اگر خدا کے فضل سے ایہام بھی بندھ گیا تو سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ گویا مُنہ مانگی مُراد ملگئی۔ اب رہا مبالغہ وہ ایسا تو ہو کہ فرضیات اور توہمات کے سوا اشعار کے سطح مین کچھ نہ دکھائی دے اور اِس آئینہ خانے مین صرف شکل حیرت ہی نظر آئے اپنی لاغری کی یہ حد ہو پہونچ جائے کہ جب خدانخواستہ دُنیا سے سفر کرجائین تو موتی کے سُوراخ مین مزار کی جگہ ملے۔ یا کسی فرش پر بیٹھین تو فراش خار وخس سمجھ کر فوراً الگ کردے۔ اِن خیالون کے لوگ ایسی شاعری کو محض حسن وعشق کے کوچے مین محدود سمجھتے ہین اور اگر اِسکے خلاف کوئی مضمون سُن لیتے ہین تو بیساختہ آہ سرد بھرکر شاعری کی خستہ حالی پر افسوس ظاہر کیا کرتے ہین لیکن حق تو یہ ہے کہ اُنکی شاعری کے لیے پھر بھی لیاقت صرف ونحو اور فارسی دانی کی ضرورت ہی ورنہ شعر بالکل مہمل وبے معنی ہوجائے گا۔

دوسرا۔ آتش مرحوم یا ذوق کا طرز ہے۔ گو دونون مین بہت کچھ فرق ہے اور یہی انداز میر تقی اور مرزا رفیع کا بھی ہے۔ مگر بات اِتنی ہے کہ اِسمین غامض ترکیبین بھدے الفاظ اور دُور از قیاس مبالغے نہین ہین۔ ہرچند یہ رنگ بھی اُنھین چند معمولی مضامین حسن وعشق کا مقید ہے مگر پہلے سے نہایت دلچسپ اور موثر ہے۔ اِسی وجہ سے اِس طرز کے مقلد افراط سے موجود ہین اور اِنمین ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی ترکیب سے سلیس بندشون اور روزمرہ کے ساتھ کوئی محاورہ بھی شعر مین بندھ جائے۔ اگر اتفاق سے یہ بیل منڈھے چڑھ گئی اور کوئی محاورہ عام اِس سے کہ اُس سے کوئی معنی بلند پیدا ہو یا نہو شعر مین نظم ہوگیا تو اُنکے اور اُنکے ہم خیالون کی نظرون مین چاند سورج سے بڑھکر ہے۔ خیر۔ یہانتک بھی غنیمت ہے۔ مگر اب پاؤن پھیلاتے پھیلاتے اِسکی یہ گت پہونچ گئی کہ شاہجہان آباد کے دھاڑیون اور بھنگیون کے خاص خاص محاورے بھی اشعار مین جگہ پانے لگے اور عوام اُنھین خاص شرفا اور خاندانی لوگون کے محاورات سمجھکر اُنکا خیر مقدم کرنے کو تیار ہوگئے۔

ہر ملک کا قاعدہ ہے کہ جون جون شائستگی اور علم وتہذیب بڑھتی جاتی ہے ہر چیز مین پیشتر کی بنسبت نفاست آتی جاتی ہے اور لوگ پرانی روش سے دست بردار ہو کر نئے طریقے اختیار کرتے جاتے ہین۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کرین تو ترقی مین رخنہ پڑجائے۔ اس مقام پر اور باتون سے تو مجھے بحث نہین مگر دبی زبان سے اتنا ضرور کہونگا کہ شاعری مین ہمارے ہندوستان نے معکوس ترقی کی ہے۔ ترقی کے یہ معنی تھے کہ مضامین مین خوبیان اور نفاستین پیدا ہوتین اور اسکے اقسام بڑھتے جاتے۔ جب یہ ہوتا تو لامحالا شاعرون کی تعداد بھی کم ہوجاتی اور یہ ہنگامہ محشر بھی فرو ہوجاتا۔ قطع نظر سوقی یا بازاری محاورون کے اس محدود شاعری کے مضامین کو ایسا خراب خستہ اور غیر مہذب لباس پہنایا ہے کہ اگر ہمارے زمانے کے بعض نامور شاعرون کے کلام سنجیدہ۔ خوش مذاق سخن شناسون کے سامنے پڑھے جائین تو اُسکے ناقل کی صورت سے نفرت کرنے لگین۔ افسوس۔ مدبران قوم ان جہلات کو اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین اور اصلاح کی فکر نہین کرتے۔ کیا حقیقت مین شاعری اسی کا نام ہے کہ زمانۂ شباب مین جو ناشائستہ حرکتین پیش آئی تھین وہ نظم کے پیرایہ مین اور پھر صاف لفظون مین ظاہر کیجائین اور اُنکا بُرا اثر نوجوانون مین پھیلایا جائے۔ اگر ایسون کو لوگ صاحب کمال سمجھین اور اُنکا دیوان آنکھون سے لگائین تو چشم بصیرت کا قصور ہے۔ کیا ہمارا ملک اب ایسا گیا گذرا ہی کیا اب اس ہندوستان مین سخن فہم اور جوہر شناس اتنے بھی نہ رہے کہ مخرب اخلاق نظم کو ملک مین پھیلنے نہ دین اور مغرور المزاج نوجوانون کو اس آتش غضب سے بچائین۔ کیا اس سرے سے اُس سرے تک ہندوستان مین کوئی ایسا نہین جو ہمین سمجھائے کہ شعر وشاعری کیا چیز ہے اور دلپسند شعر کسے کہتے ہین؟ یہ خیال بالکل ہی غلط ہے کہ جو شعر یا جو چیز زیادہ مطبوع ہو وہی اچھی ہے۔ دُنیا مین ایسی بھی طبیعتین ہین جو بے تکلفانہ ملاقات اور دوستی اسیکو جانتی ہین کہ ایک دوسرے کو مذاقاً فحش الفاظ سے یاد کرے۔ پھر ایسے بھی لوگ ہین جو ہولی کے سانگ اور بے نقط الفاظ سے خوش اور مسرور ہوتے ہین اور میرا خیال ہے کہ صاحب علم وتہذیب سے قطع نظر کرکے ملک کا وسیع حصہ ایسی ہی باتون سے

خوش ہوتا ہے۔ اہل دول اور اُمرا کی صحبتون کو دیکھیے جہان مسخرون اور خوشامدیون کی کیسی قدر اور منزلت کیجاتی ہے اور وہ سر پر چڑھائے جاتے ہین۔ ایسی حالت مین کیا یہ انتخاب مذاق فی نفسہ مستحسن خیال کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہین۔ مگر بات یہ ہے کہ ہرزہ گوئی اور بیہودہ مذاق چونکہ کثرت سے رائج ہے اور اُنکے اظہار مین بھی دریغ نہین کیا جاتا اور کسی طرح اُنکی عالم آشکارا بُرائیون پر پردہ نہین ڈالا جاتا اسلیے عموماً سب لوگ گو اُنمین شریک ہی سہی ایسی باتون کو بُرا نہین سمجھتے۔ لیکن اُن مخرب اخلاق مضامین سے خدا بچائے جو علم و کمال کے پردے مین دلون کو تسخیر کرین اور عام و خاص انھین زیورِ سخن سمجھین۔ میرا یہ مطلب نہین کہ تمام مدعیان کمال کے کلام لائق پرہیز اور غیر مہذب ہین۔ انمین اعلےٰ درجے کے اشعار بھی ہوتے ہین لیکن چونکہ اُنکی طبیعت کا اصلی مذاق اُنھین محدود مضامین حُسن و عشق اور محض زنان بازاری کی عشوہ گری اور ناز و کرشمہ کیطرف مائل ہے اسلیے کم سے کم اہلِ ملک اور باخبر سخن شناسون پر یہ ضرور واجب ہے کہ عام طور پر اس خیال کو ظاہر کردین کہ ایسے محدود خیال کے لوگ ہرگز اہل کمال نہین کہے جا سکتے۔ اُنکے دلپسند اشعار کو سُنکر اتنا کہہ سکتے ہین کہ یہ شعر اچھا اور یہ خیال پسندیدہ ہے اور اسکا ناظم ایک ہی طرح کا مذاق رکھتا ہے۔ مگر ستم تو یہ ہے کہ ایسا نہین ہوتا ہم اُسکے شعرون کو سُنتے ہی اُسکی اُستادی کا دم بھرنے لگتے ہین اور اُسکے تکمیل فن کی سُنی سُنائی داستان شروع کر دیتے ہین۔ مگر اِن باتون سے اُن باکمالونکے کمال پر پانی پھر جاتا ہے جنھون نے سالہاے دراز تک اِسکے مقدمات حاصل کرنے مین ریاضتین کین۔ علوم حاصل کیے۔ اصناف سخن مین دریا بہا دیے۔ سخنوران جوہر شناس اگر ایسی حق تلفی کرین تو بارگاہ انصاف مین مجرم ٹھہرائے جائینگے۔

مجھے علانیہ اعتراض تو منظور نہین اور نہ اسکا ذوق ہے کہ خواہ مخواہ کسی مشہور شخص کے کلام پر حاسدانہ نکتہ چینی کرون۔ لیکن یہ ظاہر کیا چاہتا ہون کہ ہمارا مذاق اب اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ شاعرانہ مضامین مین حمد و نعت کی بھی مٹی خراب کیجاتی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اُسپر شاعر کے کمال کی تصدیق کیجاتی ہے اور ملک ایسون کو شاعر اور اُستاد مانتا ہے۔

اِسمین شک نہین کہ بعض اساتذۂ متقدمین نے شوخیِ الفاظ کے ساتھ مضامین شوخ بھی نظم کیے ہین مگر اول تو ایسے صاف و صریح مخرب اخلاق نہین دوسرے اگر کسی موقع یا محل پر اُنھون نے مذاقاً ایسے اشعار کہے بھی ہین اور اتفاقاً وہ اُنکے کلام مین رہ گئے۔ اور اُنکے بعد کے ترتیب دینے والون نے نہ خیال کیا اُسی طرح پر شائع کردیا۔ یا فرض کرلیجیے ایسا نہ بھی ہو تو اچھے اور مفید مضامین اُنکے کلام مین اِس افراط سے ہین کہ اُنسے اُنکی حیثیت علمی اور اصل مذاق نمایان ہے۔ پھر ایسے لایعنی اشعار سے اُنکی معلومات اور مذاق مین کیا نقص وارد ہو سکتا ہے۔ برخلاف اُنکے جنکا دائرہ قابلیت اور احاطۂ سخن بالکل ہی تنگ و محدود ہے اور تمام مجموعے سے وہی مخرب مذاق مستنبط ہوتا ہے۔ اِس قسم کے لوگ جنکی نہ تو سمجھ درست ہے اور نہ اُنمین اِتنا مادّہ ہے کہ وہ اورون کی سمجھ سے فائدہ اُٹھا سکین۔ جب اپنے گرد و پیش کثرت سے ثناخوان اور معرف پاتے ہین تو اپنے کلام کو "وحی منزل من اللہ" سمجھنے لگتے ہین اور حد سے زیادہ غلطی مین پڑجاتے ہین۔ علاوہ اِسکے جب اِسکے ساتھ قدردانی کے اسباب بھی جمع ہوجائین تو پھر ایسا شخص عنان طبع کیونکر روک سکتا ہے۔

انوری و سعدی وغیرہ بعض مشاہیر باکمال کے ذخیرون مین بھی مذاقاً ایسے اشعار مندرج ہین لیکن ایسے ناشائستہ مضامین غزلون سے بالکل علیحدہ ہین اور اُنپر "من مکائبات" یا "من ہزلیات" یا "من ظرائف طیبہ" وغیرہ وغیرہ لکھدیا گیا ہے۔ مگر جہان مختلف مضامین کے سمندر موجزن ہین اور جب اُنکے علم و کمال اور سخن سنجیون کے کارنامے پیش نظر ہین یہانتک کہ اُنھین اہل علم او خرد نے "حکیم" کے لفظ سے شہرت دی تو وہ چند اشعار جو جداگانہ لکھدیے گئے ہین اُس بحر ناپیدا کنار کے مقابلے مین چند قطرون کی بھی حقیقت نہین رکھتے۔

اب رہا تیسرے قسم کا مذاق جو ہمارے زمانے مین جدید یا نئی روشنی کی شاعری کے نام سے ملقب ہے۔ اِسمین کلام نہین کہ بہ حیثیت فائدہ رسانی یہ مذاق اعلے ہے مگر بہ حیثیت تشعر بالکل طعام بے نمک ہے۔ جہانتک خیال کیا جاتا ہے جس روش اور جن ترکیبون کے ساتھ مضامین برتے جاتے ہین وہ

بالکل تقلید اہل یورپ کی ہے۔ لیکن اسکے دلپسند خاص و عام نہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ انداز ہمارے ذوق طبیعت کے بالکل مخالف ہے۔ اگر وہی مضامین مذاقِ ملک اور زبان کے اقتضائے فطری کے مطابق برتے جاتے تو غالباً دلنشین ہوتے علاوہ اسکے زبان مین دست اندازیان ایسی کی گئی ہین کہ شاعری کی زبان جو ہمیشہ زبان عام سے الگ ہوا کرتی ہے بدنما ہوگئی اور اسکا اُلٹا اثر پڑا اور یہ بات ذہن نشین کرلیگئی کہ مفید حالات۔ پسندیدہ الفاظ اور مضامین کے ساتھ ادا نہین ہوسکتے چنانچہ ابتک یہان کے لوگ اُس قسم کے خیالات موزون کو بلاغت و فصاحت کے احاطہ کے اندر نہین سمجھتے۔ اور جب تک شاعر کی آٹھ بیتون کی معمولی غزل نہین سُن لیتے اُسوقت تک اُسکو شاعر نہین شمار کرتے۔ حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے شاعر وہی ہے جو انواع مضامین کے بیان پر قادر ہو۔

یہ تو ہندوستان کی شاعری کے متعلق ہے جو ہر شہر کے کوچہ و بازار مین جلوہ کنان ہے اب اگر شعرا کے اخلاق کیطرف نظر دوڑائیے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعری خمیر مایۂ خودسری تعصبُ خودپسندی و نفاق ہے۔ ادھر چند شعر موزون کیے اور انانیت و نخوت کا جن سر پر سوار ہوگیا۔ یہ اُن حضرات کی کسر نفسی ہی کہ اپنے آپکو وہم پلۂ عرفی و نظامی اپنے مُنہ سے نہ کہین مگر اُنکا دل جیسا اور آثار سے ظاہر ہوتا ہی اُنکے کان مین پھونک چکا ہی کہ حضرت جو آپنے کہا ہی۔ دوسرے نے ہرگز نہین کہا ہی۔ اور جو آپکے گروہ کی زبان ہے بس وہی زبان ہی دوسرا اُسے نہین جانتا۔ بدتہذیبی اس حد تک پہونچگئی ہی کہ بیٹا باپ کے سامنے اور باپ بیٹے کے سامنے شب وصل۔ بوس و کنار شراب و کباب۔ رندی و مستی کے مضامین بے تکلفانہ پڑھتا ہی اور تنگا ہو کے تحسین کا امیدوار رہتا ہی۔ کاش پردۂ مجاز ہی درمیان مین حائل کر دیا جاتا تو ایک بات ہوتی۔ مگر یہان اسکا بھی علم نہین کہ حقیقت و مجاز کیا شئے ہی۔ اور ادائے مضمون کا کیا طریقہ ہی جب باپ بیٹو مین آداب کی یہ کیفیت ہی تو پھر اُستاد کے حفظ مراتب کا کون خیال کرتا ہی پھر یہ بھی دیکھا گیا کہ اکثر تنگ حوصلہ طعن و تشنیع سے علاوہ دوسرونکے اشعار سُنکر دوبارہ اصلاح دیکر پڑھ دیا کرتے ہین۔ یہ حد درجے کی بدتہذیبی ہی۔ مُنہ پر تعریف کرنا اور غائبانہ نکتہ چینیان اور اُسکا نقص ثابت کرنا اب ہمارے شعار مین داخل ہوگیا ہے۔

سیّد علی سجاد (دہلوی عظیم آبادی)

تربیت اولاد

ایک حکیم کا قول ہے کہ اگر کسی بچے کو حکیمانہ تربیت نصیب ہوئی ہو تو وہ جوان ہو کر بھی اُن ہی اصول پر کاربند رہے گا۔ علماے اخلاق کہتے ہین کہ جو لوگ اپنی اولاد کو بچپن مین عمدہ اخلاق سکھلاتے ہین، وہ اُنکی جوانی مین اُنکے عمدہ ثمرات سے خوش ہوتے ہین۔ یہ زرّین مقولے اس قابل ہین کہ اُنپر کامل غور کیا جائے۔اور اُنکے عملی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کیجائے۔ حکما کے یہ مقولے دُنیا کی سب سے اہم چیز کی نسبت بیان کیے گئے ہین۔ کیونکہ جو چیز سوسائٹی کی بیخ وبنیاد ہے وہ یہی حقیر و ذلیل بچے ہین، جو آج گھاس پات کی طرح پرورش کیے جاتے ہین۔ ان ہی مین سے علما و فضلا پیدا ہوتے ہین۔ اِن ہی مین سے حکیم و موجد پیدا ہوتے ہین، اِن ہی مین سے ہادیان و پیشوایان قوم پیدا ہوتے ہین، اور اِن ہی مین سے قبیلے اور قومین ترکیب پاتی ہین۔ غرضکہ یہی سوسائٹی کی جان ہین، اِن ہی پر اُسکا انتظام و تمدن موقوف ہے، اور اِن ہی پر اُسکا معراج کمال تک پہونچنا منحصر ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ تربیت ہی ایک ایسا قوی ذریعہ ہے جس سے بچوں کے دماغ مین روشنی، اخلاق مین تہذیب، اور اُنکی عادتون مین راستی پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ تربیت ماں باپ پر منحصر، اور اُنکے سب سے بڑے فرائض مین داخل ہے۔ اور یہ ایک سب سے بڑا بار امانت ہے، جو نیچر نے اُنکے ذمّے ڈالا ہے۔ لہٰذا اس بات کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ والدین اپنی اولاد کی تربیت کا سخت اہتمام کرین، اور اُن ذرائع پر غور کرین جس سے بچون کی رفتار زندگی مین استقامت پیدا ہو، اور تربیت کے کامل منافع حاصل ہون۔ اِن ہی باتون پر اِس مضمون مین مختصر طور سے بحث کیجائے گی۔

تربیت اولاد کوئی ایسا علم نہین ہے، جسکے اصول و قواعد دُنیا کے دوسرے علوم کیطرح کتابونکے ذریعے سے حاصل کیے جاسکین۔ بلکہ تربیت سیاست کی ایک شاخ ہے، جسمین اِس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہر بچے کی خصوصیات، موقع و محل کی رعایت، اور عمر و وقت کی مناسبت ملحوظ رکھنے کی کوشش کیجائے۔ اگرچہ چند ایسے عام مبادی بھی نکلین گے جو ہر حالت مین کار آمد ہوسکین۔ لیکن تربیت کا اکثر و بیشتر حصہ مربی کی عقل و حکمت۔ اُسکے عقل و شعور، اور حسنِ اخلاق کا چربہ ہوتا ہے۔ بلکہ اگر بالاجمال یہ کہا جائے تو بالکل صحیح ہوگا کہ تربیت کے مکمل ہونے کے لیے بعض ایسی شرطین ہین جو مربی سے تعلق رکھتی ہین، اور بعض بچے سے۔

مربی کے لیے اِس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ وہ خود اعلےٰ درجے کا تربیت یافتہ، روشنضمیر، اخلاق کا مہذب، قول کا سچا، نیک سیرت، اور صاف باطن ہو۔ ورنہ اُسکی سب کوششین اکارت جائینگی۔ اور بعد کو بجائے نفع کے اُلٹا نقصان پہونچے گا۔ اسلیے کہ بچہ بالطبع ہر چیز مین اپنے مربی کی تقلید کرنے کیطرف مائل ہوتا ہے، اور اپنے ہر قول و فعل مین اُسکی پیروی کرتا ہے یہانتک کہ وہ اُسی کے افعال و اخلاق کا خاکہ، اور اُسی کی آواز کی بازگشت ہوتا ہے۔ پس اگر مربی بچے کے سامنے نمونہ بنکر ظاہر نہین ہوگا، اور جن اصول و ضوابط پر اُسکو تربیت دیتا ہے، اُن ہی اُصول و ضوابط کو اپنی زندگی کا دستورالعمل نہین بنائے گا، تو بچے کی نظرون مین اُسکے تمام اقوال و افعال جھوٹے ٹھہرینگے اور اُسکی تمام خواہشین بیکار ثابت ہونگی۔ اور اسی لیے ہم دیکھتے ہین کہ اکثر مربی اپنی کوششون مین ناکام رہتے ہین۔

مربی کے لیے اِس وصف کی بھی ضرورت ہے کہ حکیمانہ طبیعت رکھتا ہو، بات کے موقع و محل اور اُسکے نتائج سے واقف ہو، تاکہ صرف اُسی قدر بچے کو کہے سُنے، جسقدر اُسکی استقامت رفتار، اور تہذیب اخلاق کے لیے ضروری ہو، اور جسمین جابرانہ حکومت کا شائبہ تک نہو، اور نہ اپنے افعال کا صرف وہی نمونہ اُسکے سامنے پیش کرے، جس سے بچے پر ایسا اثر پڑے کہ اُس کے

دل مین اچھی باتون کی محبت، اور بُری باتون سے نفرت پیدا ہو۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تربیت اولاد والدین پر منحصر ہے، لیکن حقیقی بات یہ ہو کہ تربیت کا بہت بڑا حصہ مان کے ہاتھ مین ہے، اور باپ کو اُسمین بہت کم دخل ہو کیونکہ بچون کی عمر کا اکثر حصہ ماؤن کے پاس کٹتا ہے۔ اور قدرت نے تربیت اولاد کا بڑا فرض اُن ہی کے ذمے ڈالا ہے، اور اُنمین قدرتاً اُسکی قابلیت بھی بہت پیدا کی گئی ہے۔ اور خصوصاً بچون کا عالم طفولیت، جو تمام جوہرون کے نشو ونما پانے، اور تمام قواے عقلی وجسمانی کی پرورش ہونے کا زمانہ ہے، وہ تو سب کا سب ماؤن ہی کے ظل حمایت مین بسر ہوتا ہے۔ ہماری بہت سی بہنین اسوقت بچون کی مائین ہین، اور جو بہنین ہین وہ بھی ایک نہ ایک دن اصول فطرت کے مطابق صاحب اولاد بننے والی ہین۔ لہذا تمام عورتون کو تربیت اولاد کے اصول و فرائض سے واقفیت حاصل کرنا اُنکا فرض اوری ہے۔ تاکہ وہ بچون مین، جو ایک زمانے مین قوم کی امیدگاہ بننے والے ہین، عمدہ اخلاق و عادات، اور شریفانہ اوضاع وخصائل کے بیج بوسکین۔ کیونکہ وہ عورت جو اپنے کمزور ہاتھون سے ایک بچے کا جھولا ہلاتی ہے، وہ درحقیقت جھولے کو نہین ہلاتی، بلکہ کرۂ ارض کو اپنی دو اُنگلیون سے حرکت دیتی ہے، اور اُسی کی تعلیم وتربیت پر دُنیا کی کل چلتی ہے۔ کیونکہ جو آج گہوارے مین میٹھی نیند سو رہے ہین، اُن ہی مین سے کل ایک ایک دُنیا کو پیدا کرنے والا ہوگا۔

اِس بات کو مان لینا چاہیے، اور اگر نہ مانا تو دُنیا منوا کر رہے گی، اور گزشتہ وموجودہ تاریخ بھی اِس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ کوئی قوم سطح ترقی پر اُس سے زیادہ بلند نہین ہوسکتی کہ جہانتک اُنکی مائین اپنی دماغی طاقت سے اُسکو اُبھار سکتی ہون لیکن اگر مائین دماغی طاقت سے معرّا ہین تو اُنکے بچے بھی ویسی ہی پستی مین ہونگے۔ لہذا اِس بات کی سخت ضرورت ہو کہ اگر عورتین اپنی ذات کے لیے کسی تعلیم وتربیت، اور دماغی وجسمانی حُرّیت و طاقت کی مستحق نہ بھی سمجھی جاتی ہون، تاہم صرف اِس خیال سے اُنکو مہذب و تربیت یافتہ اور اعلےٰ درجے کی تعلیم سے اُنکے دماغون کو روشن کرنیکی ضرورت ہے

کہ بچے ویسے ہی اعلےٰ یا ادنیٰ، مہذب یا وحشی، عالی حوصلہ یا دنی الطبع، علم و عمل کی برکتون سے متمتع یا سُست و کاہل۔ حریت انسانی کے شیدا یا غلامی کے بندے غرضکہ تمام اوصاف حمیدہ سے آراستہ، یا رذائل سے ملوث ہونگے جس درجہ اُنکی مائین ان اوصاف سے متصف ہونگی۔ کیونکہ انسانی دماغون کی مثال بالکل ایک ناتراشیدہ ہیرے کی سی ہے، جسکے تمام جوہر اُسکی تراش وخراش کے پردون مین چھپے ہوے ہین، اور ایک ہونہار اور تجربہ کار صناع اپنی صناعی سے اُسکے ایک ایک پہلو مین وہ چمک دمک پیدا کرتا، اور اُسکے جوہرونکو روشن کرتا ہے۔ جس سے اُسکو شہزادیون کے سر کا تاج بننے کی عزت حاصل ہوتی ہے، اور جسکی بدولت ہیرا ہیرا کہلاتا ہے۔ اسیطرح بچونکے دماغ مین تمام جوہر، اور انسانی وملکوتی خوبیان مضمر ہین، اور اُنکو ایسے مربیون کی ضرورت ہے جو اُن پوشیدہ جوہرون اور قوتون کو اپنی تراش خراش اور تربیت سے چمکا دین، اور سوتے ہوے ملکات کو جگا دین، اور اِس تاریک چشمہ سے ایسے سوتے بہائین جو دُنیا کو سیراب کر دین۔ ایسا معلم اور مربی بجز مان کے اور کوئی نہین ہے، اور اُسی مین اِن تمام کمالون اور مسیحائیون کی ضرورت ہے، اور جہان کہین یہ کرشمے ظاہر ہوے ہین وہان اِن ہی کمزور ہاتھون کی چابکدستی سے ظاہر ہوے ہین۔

لہذا اگر ہماری عورتون کو بھی اِنسانون کی مائین بننا ہے، تو اُنکو اپنے فرائض مادری سے بھی واقف ہونے کی ضرورت ہے، جو اُس حد سے بہت زیادہ ہین جو ہر ایک حیوان ذوات الثدیا کا فرض ہے، اور اِس قابلیت کا حاصل کرنا اُنکے اولیاء اُمور کے ہاتھون مین ہے۔

لیکن چونکہ ابھی وہ زمانہ بہت دُور ہے، جبکہ عورتین تعلیم یافتہ ہوکر تربیت اولاد کو اپنا سب سے بڑا فرض مادری، اور بچون کا سب سے اہم جزو زندگی خیال کرین، لہذا اس بات کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ تربیت اولاد کے چند مبادی اِس مضمون مین بیان کیے جائین، اور عورتون کو اسکا موقع دیا جائے کہ وہ اسپر عمل کرکے اپنے فرض مادری کو کچھ نہ کچھ تو ادا کر سکین، اور بچون کی زندگی کو تلخ کرنے کے بجاے اُسمین تھوڑی بہت خوشگواری پیدا کر سکین۔

کوئی ماں اُسوقت تک اپنے بچے کی عمدہ تربیت نہین کرسکتی، جبتک کہ وہ بچے کی عقل وطبیعت، اور اُسکے میلان قلبی پر کافی واقفیت اور قبضہ نہ حاصل کرلے۔ اسلیے کہ تربیت بچہ مین کوئی ایسی چیز نہین پیدا کرسکتی، جسکے بیج قدرت نے اُسکی جبلت مین نہ بوئے ہون، اور جسکا نام ونشان اُسکے نفس مین نہو۔ بلکہ تربیت صرف اُس مادے کو نشو ونما دیتی، اور نشو ونما ہی نہین بلکہ قوت نمو کو ترقی دیکر اُسکو مہذب ومستحکم کرتی ہے۔

تربیت اولاد مین، ماؤن کی مثال ایک باغبان کی سی ہو۔ جسطرح وہ اپنے نونہالان چمن کی پرورش اور حفاظت مین بہت سے جتن کرتا ہے، زمین کو گوڑتا ہے، اُسکو برابر کرتا ہے، پودون کو قابل بناتا ہے، اُسمین کھاد ڈالتا ہے، اُسکو سینچتا ہے، تب کہین جاکر وہ جڑ پکڑتا ہے۔ اور جب ذرا بڑھتا اور بڑا ہوتا ہے تو اُسکی راست قامتی کا خیال رکھتا ہے، اُسکی زاید شاخین چھانٹتا ہے، اُسکو تراش خراش کر خوبصورت بناتا ہے، اور پھر ایک وہ دن آتا ہے کہ یہ پودہ نام خدا ایک تناور درخت بنتا ہے، آنکھون کو بھلا لگتا، پھل پھول دیتا، اور راہگیرون کو اپنے سایہ مین آرام دیتا ہے۔ اسی طرح ایک ماں کو اپنے بچے کی پرورش مین یہ سب مراحل طے کرنا پڑتے ہین، وہ اُسکے نازک جسم کی غور وپرداخت کرتی ہے، اوقات معینہ پر غذا اور ریاضت سے اُسکے نمو اور مضبوطی کا خیال رکھتی ہے، آفات جسمانی سے اُسکی نگہداشت کرتی ہے، اُسکے قوائے عقلی واخلاقی کی حفاظت کرتی ہے، اُنکی وسعت، قوت اور استقامت وتہذیب کا خیال رکھتی ہے۔ لیکن اگر یہ تمام باتین اُسکے قبضہ اقتدار مین نہون، اور وہ ان فرائض کی انجام دہی کے قابل نہو، تو پھر بھلا وہ کیا خاک تربیت کرے گی؟ اور کسطرح بچے کے ناتربیت یافتہ دماغ اور جسم پر حکیمانہ حکومت کرسکے گی؟

ایک ماں کو اُسیوقت سے تربیت اولاد کا خیال رکھنا چاہیے، جبکہ اُسکا بچہ بالکل ہی صغیر سن ہو، اور اُسکے ارادے اور خواہشین بھی ویسی ہی ضعیف ہون، اُسکو اُسی وقت سے اُسپر اپنی خبرگیری شروع کردینا، اور اوامر و

نواہی کی تعلیم جاری کر دینا چاہیے۔ کبھی گرمی سے، کبھی نرمی سے، کبھی ایک بادشاہ کیطرح، کبھی ایک شفیق دوست کیطرح، تاکہ وہ شروع ہی سے اُسکے دل پر اپنی حکومت ورعب، اور محبت ومقبولیت کا سکہ جا سکے، اور بچہ اُسکی حکیمانہ حکومت کو ابتدا ہی سے بخوشی قبول کرنے لگے۔ بادشاہون کی عظمت وسیاست کا انتہائی درجہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے محبوب وعزیز اور مطاع دونون ہون۔

اگر مائین غور کرین تو اُنکو معلوم ہو جائے گا، کہ ابھی بچہ چھ مہینے کا بھی نہین ہونے پاتا کہ اُسمین تمام سمجھ بوجھ کی علامتین، اور افعال ارادی کا ظہور ہونے لگتا ہے، وہ ناراض بھی ہوتا ہے، خوش بھی ہوتا ہے، غصے کے وقت روتا، اور خوشی کے وقت ہنستا ہے، لہذا یہی وہ وقت ہے، جب کہ مان اپنی حکمت سے کام لے، اپنے ارادون کو اُسکے لوح دل پر منقش کر دے، اپنی محبت کا بیج اُسکے دل کی زمین مین بوئے، اپنے اوامر و نواہی کی وقعت اُسکے ذہن نشین کرے، اُسکے کھانے پینے، سونے جاگنے، نہانے دھونے، اور تبدیل لباس مین، انضباط اوقات سے کام لے، تاکہ اس ترتیب کے ساتھ اُسکی عادتین پختہ ہون۔ غرضکہ رفتہ رفتہ، چھوٹی چھوٹی باتون سے بڑی باتون تک اصول تربیت کو بلند کرتی چلی جائے۔ یہانتک کہ اگر کبھی بچہ ایسی چیز کے لینے پر ضد کرے، جو اُسکے مناسب حال نہو۔ اور گو لاکھ چیخے چلائے بھی، لیکن تاہم وہ چیز اُسکو نہ دیجائے، اور اُسکی خواہش و ضد کی فرمان برداری نہ کیجائے۔ جب مان وہ چیز بچے کو نہین دیگی، تو اِس سے اُسکے دل مین یہ بات جم جائیگی کہ چیخنے چلانے سے مطلب برآری نہین ہوتی، اور فرمان برداری سرکشی سے اچھی ہے، اگر بچہ کسی طرح سے مانتے ہی نہین، اور بار بار منع کرنے پر بھی اُس مضر چیز کے لینے پر اُسکی ضد جاری ہی رہے، تو مان کو بچے کے رونے کے ڈر سے اُس چیز کو سامنے سے ہٹا دینا چاہیے، کہ بیٹا! یہ تیرے کام کی چیز نہین ہے، اور تجھے اپنی مان کی بات ماننا چاہیے۔ مان کو چاہیے کہ بچے کو اسی طرح ہمیشہ سمجھاتی بجھاتی رہے، یہانتک کہ قوائے عقلی کی ترقی کے ساتھ مان کے احکام کی اطاعت کا مادہ بھی ترقی پذیر ہوتا جائے۔ لیکن یہ باتین نہایت رفق ولینت اور رحمت وشفقت سے ہونی چاہئین جسمین غیظ وغضب کا شائبہ تک آنے پائے۔

تربیت اولاد مین ایک بہت بڑی غلطی مان باپ سے یہ ہوتی ہے، کہ وہ بچون کے معاملات مین اُنکے روبرو ایسی ہنسی دل لگی کو جائز رکھتے ہین جس سے وہ اُنکو بے وقعت اور ناقابل اطاعت سمجھنے پر جری ہو جاتے ہین۔ لہذا اس ناعاقبت اندیشی کے بعد ناچار اُنکو بات بات پر زجر و توبیخ، اور اُنکی حرکت پر چشم نمائی کی ضرورت پڑتی ہے، اور بالآخر یہانتک نوبت پہونچتی ہے کہ بچے نے ایک ذرا سی خطا کی نہین کہ اُنھون نے اُسکی مار پیٹ کو طول دیا نہین، بچہ اُنکے سامنے ذرا کھیلا کودا نہین کہ اُنھون نے گھرک ڈپٹ کی بوچھار کر دی، گویا کوئی خطاے عظیم اُس سے سرزد ہوئی ہے۔ اس غیظ و غضب کی تہ مین یہ خیال مستتر ہوتا ہی کہ ان تمام باتون سے رعب و داب بڑھتا، اور بچے کے دل مین اطاعت کا مادّہ پیدا ہوتا ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ اس طریق سے ایک حد خاص تک بچون کے دل مین وحشیانہ رعبُ داب کی بنیاد پڑتی ہے، لیکن درحقیقت یہ جابرانہ حکومت ایک ایسا بار خاطر ہوتی ہے، کہ جسکی مخالفت کا موقع ہر وقت سے بچے ڈھونڈھتے رہتے ہین۔ اور اسکا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بچون کے دلون مین خوف و خیانت اور بغض و استکراہ کی جڑین دوڑ جاتی ہین، اور اُسی کے ساتھ مکر و ریا، اور نافرمانی و تمرد کی مذموم عادتین پیدا ہو جاتی ہین، اسلیے کہ حاکم کی قساوت و سختی سے اگرچہ اُس کا رعبُ داب بیٹھتا تو ہے، لیکن زبردستی اور بادل ناخواستہ، گو وہ مطاع بنتا ہے مگر بجبر و اکراہ، لیکن جن دلون پر زبردستی سکہ حکومت بٹھایا جاتا ہے وہ اُسی وقت تک اُس ظلم و ستم پر صبر کر سکتے ہین جبتک کہ اُنکو کوئی دوسرا چارۂ کار نصیب نہو، اور اُس زبردستی کے جوے کو اپنے کاندھے پر سے پھینک دینے کا کوئی موقع نہ ملے۔ یہ اصول سیاست، خانگی و ملکی، دونون قسم کی حکومتون مین یکسان اپنا نتیجہ دکھاتے ہین۔ لہذا والدین، اور خصوصًا ماؤن کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے بچون کی تربیت مین رفق و لینت اور خندہ پیشانی سے کام لین، تاکہ مان اور بچون مین کشش و نفرت نہ پیدا ہو، جو تمام بداخلاقیون کی جڑ، اور لطف تمدن کو ملیامیٹ کر دینے والی، اور تمام سعادت منزلی کی برباد کر دینے والی فیلنگ ہے۔ لیکن اس خندہ پیشانی کو

جاؤبیجا برت کر ذلیل بھی نہ کردینا چاہیے۔اور زجر و توبیخ کے موقعون مین نہایت حلم و متانت سے کام لینا چاہیے۔تاکہ بچہ اُسکا مفہوم سمجھ کر، خوف و ہیبت سے نہین، بلکہ رضا و رغبت سے، اُس نصیحت کو قبول کرنے پر آمادہ ہو۔اور اُسکے دل مین بھی حلم و متانت کی وقعت جمے۔اور اگر زجر و توبیخ سے کام لینے کی ضرورت ہی پڑے، تو اُس سے اپنی آتش غضب و انتظام کا ٹھنڈا کرنا مقصود نہونا چاہیے، بلکہ بچے کی تہدید و تادیب مقصود ہونا چاہیے، اسلیے کہ خواہش انتقام لطف و صداقت کو برباد کردینے والی چیز ہے، اور جسطرح بچے کو گمراہ اور متمرد بنا دینے والی ہے، اُسیطرح مُربی کو بھی کورا اور تنگدل بنا دینے والی ہے۔مُربیہ مین خود اپنے نفس پر حکومت کا مادّہ ہونا، اور تربیت اولاد مین حلم و متانت سے کام لینا، یہ ایسے اوصاف ہین، جنسے لا انتہا رعب و داب بچون کے دلون پر بیٹھیگا اور اِس رعب کی تہ مین آشتی و محبت بھی پوشیدہ ہوگی۔جس سے بچہ اور اُسکے مربی مین ایک گہرا اور دائمی تعلق پیدا ہو جائے گا۔

غرضکہ مان کو اپنے بچے کے دل مین اُس اطاعت کا بیج بونا چاہیے، جو محبت پر مبنی اور دیرپا ہو۔اور اُس سیاست سے پرہیز کرنا چاہیے، جسکی بنیاد خوف و اکراہ پر مبنی اور چند روزہ ہو۔

جسطرح مان مین اِس وصف کی ضرورت ہے، کہ وہ اپنی اولاد کی عقل و احساس پر کافی عبور اور قبضہ رکھتی ہو، اُسی طرح اُسمین اِس وصف کی بھی ضرورت ہے، کہ وہ اپنی اولاد سے ایک دوست کیطرح پیش آئے۔کسی وقت بچے کے ساتھ مختلف کھیل کھیلکر اُسکو محظوظ کرے، کبھی مفید قصے کہانیان سُنا کر اُسکا دل بہلایا کرے، یہ کہانیان اوہام پرستی سے پاک، اور صداقت و ظرافت پر مبنی ہونی چاہئین، کبھی باتون باتون مین وہ مفید تعلیم دیا کرے، جس سے اُسکی عقل مین روشنی اور اُسکے رجحان و میلان قلبی مین استقامت و قوت اور رہان سے اُنس بڑھتا چلا جائے، اور جو عمدہ خیالات وہ اُسکے دل مین ڈالنا چاہے وہ سب ذہن نشین ہوتے چلے جائین اور اِسطرح اُسکی اُٹھان ایک جنت کے درخت کیطرح اچھی زمین سے غذا پاکر، اچھی ہوا مین سانس لیکر، پاک مناظر اور احساسات سے متاثر ہو کر،

ہوتی چلی جائے۔ اور ماں اسوقت اُسکے لیے وہ تمام مشقتین برداشت کرے، جس سے بچے۔ کے دل کی گتھیان کھُلکر اُن تمام بُرائیون اور دل تنگیون کی بیخکنی ہو، جو عمدہ اخلاق کو قبول کرنے مین مانع ہوتی ہین۔ اور یہی وہ وقت ہے، جبکہ ماں بچے کے مذاق کو درست کرے، اُسکی عادتون پر عمدہ اثر ڈالے، مفید و مضر باتون کی رغبت و نفرت اُسکے دلنشین کرے، اُسمین اُسکے گرد و پیش کی چیزون سے عمدہ سبق سیکھنے کی قابلیت پیدا کرے، عجائبات عالم پر غور کرنے کا عادی بنائے، اُسکی طبیعت کے عجائب و غرائب کا مطالعہ کرکے اُنمین ترتیب و تربیت کرے اور ساتھ ہی قوائے جسمانی کو ریاضت بدنی سے مستحکم کرانے کی تدابیر اختیار کرے، تا کہ بچہ اپنی آیندہ زندگی مین، جسمانی و عقلی دونون قوتون سے بہرہ ور ہوسکے۔

مگر اِن تمام باتون کو کون سرانجام دے؟ کیا جاہل مائین؟ یا نا مہذب و ذلیل مامائین اور انائین؟ اِس سے تو یہی بہتر ہوتا کہ اتنے شاخسانے ہی نہ نکالے جاتے، اور بیچاری عورتون کے فرائض تربیت اولاد ہی نہ گنائے جاتے، اور بجائے اسکے خود عورتون ہی کی تربیت و تعلیم پر گفتگو کیجاتی۔ لیکن مشکل تو یہ آپڑی ہے کہ ہماری قوم مین عورتون کے کچھ فرائض ہی تسلیم نہین کیے جاتے، نہ اُنکی ذات کے لیے، نہ اُنکی اولاد کے لیے، نہ اُنکے کنبے کے لیے، نہ اُنکی قوم کے لیے۔ جب وہ دُنیا مین ایک ایسا غیر ضروری وجود خیال کیجاتی ہین تو پھر بھلا اُنکے لیے کسی تعلیم و تربیت کی کیا ضرورت تسلیم کیجا سکتی؟ اسلیے اوّل اس بات کے سمجھانے کی ضرورت پڑی کہ دُنیا مین عورتون پر بھی اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے کنبے، اور اپنی قوم کے بہت سے فرائض ہین، اور اُن فرائض کو قوم کی حیات و ممات مین بہت بڑا دخل ہے، اور صرف ایک تربیت اولاد ہی اُنکا ایسا عظیم الشان فرض ہے، کہ جسپر کسی قوم کی تمام سعادت و شقاوت دینوی و اُخروی منحصر ہے۔ کیونکہ ایک عورت جس اخلاق کی بنیاد ایک گھر مین ڈالتی ہے، وہی اخلاق بالآخر کنبے، سوسائٹی، اور قوم کے اخلاق بنتے ہین، اور اسطرح گویا عورت خلاق اخلاق ہے، اور وہ بہت بڑی قومی ذمہ داری رکھتی ہے۔ لہذا قدرت نے قوم کے جس صنف کے ذمے ایسے بڑے فرائض ڈالے ہین، اُسکو اُن

فرائض کی انجام وہی کے قابل بنانا، قوم کا سب سے اولین فرض ہے، اور یہ مقصد صرف عورت کو اعلے تعلیم و تربیت دینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

تربیت اولاد مین اس بات کی بھی سخت ضرورت ہے، کہ مان اپنے بچے سے سچے وعدے کیا کرے، ورنہ اگر وہ جھوٹ بولی، اور اُسنے اپنے وعدے پورے نہ کیے، تو ایسی حالت مین وہ خود اُسکو جھوٹ کی تعلیم دیتی، اور دروغ کو اُسکے خمیر مین مضمر کر رہی ہے جس سے بچے کی نظرون مین اُسکی بے وقعتی الگ ہوتی ہے، اور بچے کے اخلاق الگ خراب ہوتے ہین۔ بچے کو ایک ہی وقت مین بہت سے کامون کا حکم دینا، اور اُس سے بہت سی باتون کے پورا ہونے کی خواہش ظاہر کرنا، اُسکو متحیر و مبہوت بنا دیتا، اور اِس شش و پنج مین مبتلا کر دیتا ہی، کہ کونسا کام کرے، اور کونسا نہین۔ یہ شش و پنج اُسکے ننھے سے دماغ پر بہت بڑا اثر ڈالتا ہے، اور اِس کشمکش سے نکلنے کے لیے اُسکو حیلہ جوئی پر آمادہ کرتا ہے، اور بچہ موقع دیکھتا رہتا ہے کہ مان ذرا غافل ہو، اور وہ اپنے ہمجولیون کے ساتھ کھیلنے کودنے کے لیے بھاگ جائے۔

علماے اخلاق کا قول ہے کہ چھوٹے بچون کی تہذیب و تربیت مین جو چیز سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے، وہ سچ ہے، جو شخص ایک مرتبہ بھی اپنے بچے سے جھوٹ بولتا ہے، وہ اُسکو جھوٹ کی تعلیم ہی نہین دیتا، بلکہ اُسکو اُسکے لیے پسند کرتا ہے، برعکس اِسکے ہماری عورتین اپنی جہالت سے، بات بات مین، بچون سے جھوٹ بولتی، اور اُنکے خمیر مین جھوٹ کی محبت کا بیج بوتی رہتی ہین۔

باقی آیندہ

محمد اختر

آئین قیصری اور محاربات عظیم

(مصنفۂ خان بہادر شمس العلما مولانا مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی*)

(۱) آئین قیصری

کچھ عرصہ ہوا کہ مسٹر رومیش چندر دت نے ایک انگریزی کتاب "ہندوستان بعہد ملکہ وکٹوریا" تصنیف کی تھی جسکا صرف ہندوستان ہی مین بڑی گرمجوشی سے استقبال نہین کیا گیا بلکہ امریکہ و انگلستان کے محققین نے بھی اُسکو مقبولیت کا درجہ دیا۔ بعض انگریزی اہل الرائے نے اُسکو سر ولیم ہنٹر کی بے بہا اور قابل یادگار تواریخ کا ہم پلہ ٹھہرایا ہے۔ ہماری اُردو زبان مین اس قسم کی کوئی تصنیف نہ تھی جسکو پڑھکر اُردو دان پبلک اپنی گورنمنٹ اور اُسکی تبدیلیون اور ترقیون کا حال معلوم کر سکے۔ مولوی ذکاء اللہ صاحب نے اِس عام ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مگر درحالیکہ مسٹر دت کی کتاب اول سے آخر تک تازہ تحقیقات و پُرمعنی اعداد و اسناد سے مملو ہے۔ مولوی صاحب کی تصنیف محض چند انگریزی تصانیف کا قلم برداشتہ ترجمہ ہے مسٹر دت نے گورنمنٹ کے تاریک و روشن دونون پہلوؤن پر غیر متعصبانہ نگاہ ڈالی ہے اور ساری کتاب مین ایسے ایسے پُرمغز مشورے دیے ہین کہ اگر گورنمنٹ اُنپر عمل کرے تو رعایا کے لیے واقعی ست جُگ کا زمانہ آجائے۔ مگر مولویصاحب نے ابتدا سے انتہا تک ایک گیت گایا ہے جو نثر مین ہونے سے بالکل بدمزہ ہو گیا ہے۔ کاش اُنھین واقعات پر مولویصاحب قصیدہ لکھتے تو وہ زیادہ وقعت سے دیکھے جانے کا مستحق ہوتا۔

* مصنف موصوف یادفتر زمانہ سے قیمت عہ طلب کی ہو

مولوی صاحب آسمان اُردو کے آفتاب ہین۔ جبتک اُردو زبان زندہ رہے گی آپکا نام شمس نصف النہار کیطرح روشن رہیگا۔ مگر صرف بہ حیثیت ایک عالم زباندان کے اُنکی تاریخین جنپر اُنھون نے اپنی پیرانہ سالی کو قربان کردیا ہے بہت جلد فراموش کردیجائین گی۔ مولانا حالیؔ کی حیات جاوید۔ مولانا آزاد کی آب حیات۔ مولانا حیرتؔ دہلوی کی تاریخ حمیدیہ بیشک اِس قابل ہین کہ اُردو انشاپردازی کا بہترین نمونہ قرار دیجاسکین۔ مگر مولویصاحب کی "آئین قیصری" ہرگز اُس رُتبے کا دعویٰ نہین کرسکتی۔

یون تو سرسید احمد خان کے تمدنی و ملکی اصولون سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے مگر حق بات یہ ہو کہ ابھی تک ہمکو اُن اُصولون کے مفہوم کچھ یون ہی سے معلوم تھے۔ مولوی ذکاء اللہ صاحب نے اُن تمام اصولون کے معنے آفتاب کیطرح روشن کردیے ہین۔ ایک ایسی کتاب پر جسکی ضخامت ڈھائی سو صفحون سے کم نہین اور جس مین ہندوستان کی پیچیدہ گورنمنٹ کے متعدد صیغون پر رائے زنی کی گئی ہے چند صفحون مین محاکمہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ پس ہم چند خاص و معرکہ کے مضامین اقتباس کرکے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

ہندوستانیونکا اعلیٰ عہدونپر مقرر ہونا

مولوی صاحب خیال فرماتے ہین کہ ہندوستانیون کے ہاتھون مین جو اختیارات موجودہ ہین وہی درجۂ اعتدال سے تجاوز کرگئے ہین۔ اُنکے ہاتھومین اور اختیار دینا رعایا کے لیے مضر اور گورنمنٹ کے لیے مہلک ہوگا۔" اس بات کو کبھی نہین بھولنا چاہیے کہ اِس اصول کے قائم رکھنے مین ہمکو ذرا بھی تامل کبھی نہین ہوگا کہ ہندوستان کے آدمیون کے لیے ہمارے فرائض مین سے اول فرض یہ ہی تھا کہ ہم اپنی سلطنت کی سلامتی کی خیر منائین۔ ہمکو اپنے انتظام کے مفید ہونیکا پورا یقین ہے اور ظن غالب ہے کہ اگر ہم اپنی گورنمنٹ ہندوستانیون کے حوالے کردین تو بدعملی۔ بےنظمی دوبارہ نمودار ہوگی۔ پس ہماری گورنمنٹ کی استواری و قیام کے لیے یہ پالیسی بنیاد ہونی چاہیے کہ اعلےٰ عہدون پر زیادہ تر انگریز ہی تقرر ہو۔

یہ ایک اصلی چیز ہے"۔[1]

مولوی صاحب کو سخت افسوس ہے کہ اِس ملک مین عدالت و اگزیکیٹو سب کا ہندوستانیون ہی کے ہاتھ مین ہین سکاٹش اور انگریز آجاتے۔ فرماتے ہین "جو لوگ یہ مانتے ہین کہ ہندوستان مین سول انتظام کا بڑا حصہ انگلشمین کے ہاتھ مین ہے اور اُسمین ہندوستانی اعلےٰ عہدون کے پانے سے محروم ہین۔ اِس سے زیادہ کوئی بات سچ سے پرے نہین ہوسکتی" مولوی صاحب خود میور کالج کے پروفیسر ہوگئے تھے۔ اُنکے نزدیک اب اِس سے اونچا کوئی عہدہ کیون ہونے لگا جسکی کوئی ہندوستانی کوشش کرے۔ اِسی سلسلے مین پھر فرماتے ہین "پبلک سروس مین ہندوستانی ملازمین کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ انگلینڈ مین بہت ہی تھوڑے انگریز مقرر ہوتے ہین۔ اُنکے سوا کوئی شاذ و نادر صورت ایسی ہوگی جسپر ہندوستانی نہ مقرر ہوتے ہون" افسوس! ایک انگریز جو ولایت مین ہندوستانی عہدہ پاتا ہے اُسکی تنخواہ عموماً ڈھائی سو کلرکون کے برابر ہوتی ہے۔ بسا اوقات اِس سے کہین زیادہ۔

کیا مولوی صاحب نہین جانتے کہ کسی زمانے مین یہ ایکٹ پاس ہوا تھا کہ کسی محکمہ مین دو سو یا اُس سے کم کے عہدونپر کوئی انگریز نہ رکھا جائے۔ آج تارگھر اور سکریٹریٹ اور انسپکٹر جنرل کا دفتر محکمۂ ریل اور خدا جانے کتنے سرکاری دفاتر ہین جنمین پچاس روپیہ سے زیادہ تنخواہ کے جتنے عہدے ہین اُنپر بالعموم یوروشین نظر آتے ہین۔ کئی صیغے تو ایسے ہین جنمین کوئی ہندوستانی نظر ہی نہین آتا۔ اگر ہم یہ بھی مان لین کہ ہمارے ہاتھون مین چھوٹے چھوٹے سو دو سو روپیہ کی تنخواہون کے بہت سے عہدے ہین تاہم اِن عہدون سے ہماری قومی وقعت مطلق نہین ظاہر ہوتی جیسا مسٹر گوکھلے نے فرمایا تھا کہ جب ہم عہدون کا ذکر کرتے ہین تو پانچ سو یا اُس سے زیادہ تنخواہ کے عہدون کا ذکر کرتے ہین۔ کیا اِسمین کوئی شک ہے کہ اِس تنخواہ کے ہندوستانی عہدہ دارون کے نام اُنگلیون پر گنے جاسکتے ہین۔ مگر ہم بھولے جاتے ہین۔ مولوی ذکاءاللہ صاحب ہندوستانیون کو محض اِسی خیال سے اعلیٰ عہدون کے قابل نہین سمجھتے "کہ اُنکے لیے ایسی سائنٹفک و ٹیکنیکل تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے

[1] ترجمہ ہے ایک انگریزی کتاب سے۔ مولوی صاحب نے اِس ترجمہ کو اپنے خیالات کا مظہر بنایا ہے ۱۲

کہ وہ علم ہندوستانیون مین بہت کم ہوتا ہے" بلکہ آپ کو اُنکی دیانتداری اور راستبازی مین بھی احتمال ہے۔ غرض ہندوستانی ججون و مجسٹریٹون کی راستبازی اور دیانتداری اس سبب سے ہے کہ وہ انگلش دیانت مند عہدہ دارون کے حوالے مین رہتے ہین۔ مصنف صاحب نے اپنی وفاداری و نمکخواری کے جوش مین اپنے بھائی بندون کو گالی دینا شروع کردیا! آپ کی نظرون مین" اب ہندوستانیون کو زیادہ رعایت کی ضرورت نہین ہے مگر انگریزون کو ہندوستانی خدمات پر مامور کرنے کی ترغیب دینے کے لیے ضروری ہے کہ اُنکو زیادہ آمدنیون اور فرلو کے استحقاق دیے جائین۔۔۔۔ ہندوستانیونکے لیے ملازمت کا میدان وسیع ہوتا جاتا ہے اور یوروپین کے لیے تنگ" اسکو کہتے ہین نمکخواری و نمک حلالی! بیچارے بے دست و پا۔ بے صدا انگریزون کی کیسی وکالت کی ہے۔ کاش لارڈ کرزن کی نگاہ اس جملے پر پڑ جائے۔ معاذ اللہ خوشامد کی بھی کوئی انتہا ہے۔ افسوس مولویصاحب نے مسٹر گوکھلے کا وہ نوٹ نہین دیکھا جو اُنکی آخری بجٹ اسپیچ کے ساتھ اخبارون مین شائع ہوا ہے کیونکہ اس سے اُنکو معلوم ہوجاتا کہ آخری چار پانچ برسون مین کتنے نئے عہدے قائم ہوے اور اُنمین کتنے ہندوستانیون کو ملے اور کتنے انگریزونکے ہاتھ لگے شاید اس نتیجہ سے اُنکو کچھ تسکین ہوتی۔ پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ دیکھیے اور جانچیے کہ اُن ہدایتون کی کہانتک تعمیل ہورہی ہے۔

محاصل مُلکی

زمین کی آمدنی۔ مولویصاحب نے اس اہم مضمون پر کچھ روشنی نہین ڈالی۔ ہان صرف اتنا کہدیا ہے کہ" ہمکو یاد نہین کہ ہندوستان مین اراضی کے فوائد مین کبھی کسی گورنمنٹ نے اپنا حصہ اتنا کم لیا ہو" اکبرنامہ و دیگر کتب و ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی رپورٹون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمین کا ٹیکس پیداوار پر ایک تہائی سے ایک چوتھائی تک تھا۔ اب اکثر حصون مین پچاس فیصدی ہے بعض اوقات اس سے کہین زیادہ۔ مسٹر گوکھلے نے اپنے بجٹ اسپیچ مین ایک نقشہ پیش کیا تھا جسمین اُنھون نے بہ اعداد معتبرہ و دلائل قاطع دکھایا ہے کہ تمام متمدن دُنیا مین

ہین کل پیداوار پر آٹھ فیصدی سے زیادہ ٹیکس نہین۔ ہندوستان مین پندرہ فیصدی
سے پچیس فیصدی تک ہی! نہ کہ جیسا مولوی صاحب فرماتے ہین" سوا ے مستثنیٰ
مورتون کے سات یا آٹھ فیصدی کل پیداوار کا نہین ہے" اسمین کوئی شک نہین
جو شرح لگان ۱۸۳۳ء مین تھی اُس سے اب کسی قدر کم ہے۔ مگر اُس زمانے کا آج
ذکر کرنا ہی فضول ہے۔ ایسٹ انڈیا کو اپنے حلوے مانڈے سے کام تھا۔ رعایا
کی جو حالت تھی وہ ناگفتہ بہ تھی۔ اس سلسلے مین ہمکو مصنف صاحب کے ایک ریمارک
سے نہایت حیرت ہوتی ہے۔ فرماتے ہین" زمین بھی اگرچہ پبلک رونیو کے بڑے
حصے کا سرانجام دیتی ہے بعض اوقات بالکل وہ اپنی حیثیت کے مناسب ٹیکس
کی مقدار نہین دیتی .... اسکی مشہور مثال بنگال ہے جسمین غلطی سے سو برس
ہوے کہ بندوبست استمراری ہوا ہے جسکے سبب سے نہایت زرخیز صوبے کے زمیندار
سرکار کو غیر کافی مالگذاری دیتے ہین اور ٹیکسون سے بھی بری رہتے ہین" مولوی صاحب
یہ دُعا کرتے ہون کہ بہت جلد بنگال کا استمراری بندوبست منسوخ کر دیا جائے
اور ہر صوبے مین مدراس کا رعیت داری طریقہ جاری ہو جائے۔ سارا زمانہ معترف
کہ استمراری بندوبست رعایا کے لیے آب حیات ہے اور مبارک ہوگا وہ دن کہ
ہندوستان کے دوسرے صوبون مین بھی اسکا جواز ہو جائے گا۔ مگر مولوی صاحب کے
اصول سیاسہ نرالے ہین۔ بجاے ان بے معنی باتون کے بہ حیثیت ایک مورخ کے
مولوی صاحب پر یہ بتلانا فرض تھا کہ موجودہ طریقۂ زمینداری و کاشتکاری کا ہندوستان
کے مختلف صوبون مین کیونکر وجود ہوا۔ اور اُنسے کیا کیا نفع اور نقصانات ہین۔
وغیرہ وغیرہ۔ مگر مولوی صاحب موصوف پیرانہ سالی کی وجہ سے اسقدر دماغ سوزی
نہین کر سکے

رونیو کے دیگر ذرائع۔ مصنف صاحب نہین چاہتے کہ گورنمنٹ" مالامال
ہے" چنانچہ وہ انکم ٹیکس اور نمک ٹیکس اور افیون رونیو۔ اور اسٹامپ کے رونیو
شراب اور دیگر مسکرات کے رونیو وغیرہ وغیرہ کو نہایت پسندیدہ نگاہون سے
دیکھتے ہین۔ اور ان سب ذرائع کو گورنمنٹ کی آمدنی کا لازمی ذریعہ خیال کرتے
ہین۔ بلکہ ان جملہ مخزنون کو ناکافی سمجھتے ہین۔ فرماتے ہین کہ ہندوستان مین وسط ٹیکس

فی آمدنی صرف تین روپیہ ہے - افسوس! اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تاہم کیا یہ ظلم نہین ہے کہ اُس آبادی پر جسکی آمدنی ڈیڑھ روپیہ فی کس سے زیادہ نہ ہو دو ماہ کی آمدنی کا ٹیکس لگا دیا جائے

شراب کی آمدنی کی روز افزون زیادتی سے مقتدایان قوم نالان ہین - مگر مولوی صاحب اُنکی اصلاح اِن الفاظ مین کرتے ہین " آبکاری کی آمدنی کی افزائش اِس بات کو نہین ثابت کرتی کہ آدمیون کو شراب پینے کی عادت زیادہ ہو گئی ہے بلکہ وہ نتیجہ اِسکا ہے کہ شراب پر شرح ٹیکس علے العموم بہت زیادہ بڑھا دیا گیا ہے " اور خفیہ طور پر ناجائز شراب بنانے کی ممانعت ہو گئی ہے - آپ انڈیا اور انگلستان کا مقابلہ کرتے ہین کہ " انگلستان مین ۲۴۴ آدمیون کے اندر ایک شراب کی دوکان ہے اور انڈیا مین ۲۴۰۰ سے زیادہ آدمیون پر ایک دوکان ہے - آبکاری کی آمدنی بالاستقلال بڑی آمدنی ہو گئی ہے - انگلینڈ مین فیضرسان آدمیون نے اِن اعداد کو دیکھکر اپنی جہالت و لاعلمی سے گورنمنٹ پر اپنا بڑا غصہ نکالا کہ وہ اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے یہ شرارت کرتی ہو کہ ہندوستانیون کے لیے مے نوشی آسان کرتی جاتی ہے - ایسی ہی ہندوستانیون کی بھی رائے ہی مگر اسکی کچھ اصل نہین "

اگر مولوی صاحب کو پیرانہ سالی اجازت دیتی اور وہ ایک روز کسی شرابخانے مین جا کر دیکھتے کہ کتنے جولا ہے - شیخ - پٹھان بوتلون پر بوتلین لنڈھاتے جاتے ہین تو کچھ حقیقت کھلتی - اور یہ لوگ وہ ہین جو زمانۂ پیشین مین شراب کو حرام سمجھا کرتے تھے - تعجب ہے کہ مولوی صاحب ایسے متقی و متشرع ہو کر بھی گورنمنٹ کے اِس ناجائز ذریعۂ آمدنی کو اچھا سمجھتے ہین -

روئی کے کپڑے پر محصول - اِس مضمون پر مولوی صاحب نے چند تغیرات و کمی بیشی کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ " دسمبر ۱۸۹۶ء مین اُس روئی کے کپڑے اور سوت پر جو ہندوستان مین ملین بنائین پانچ روپیہ فیصدی قیمت پر محصول لگا جائے " اِس بے انصافی پر مولوی صاحب نے زبان نہین کھولی ہم اُنکے بہت مشکور ہوے کہ اُنھون نے اِسکے منصفانہ پہلو پر دُرفشانی نہین کی - یہ وہ ٹیکس ہے جسکو ساری مہذب دُنیا حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور جو انگریزی قوم کی خود غرضی اور سختی کی نہایت اچھی مثال ہے -

ہندوستان کی تجارت مال درآمد و برآمد

یہ علم اقتصاد کا ایک مسئلہ مسلمہ ہے کہ اگر کسی ملک مین متواتر سالہا سال تک مال درآمد کی مقدار مال برآمد سے زیادہ ہو تو وہ ملک روز بروز مفلس و محتاج ہوتا جاتا ہے علماے علم اقتصاد مثل مل و فاسٹ نے اس مسئلہ کو براہین ساطعہ سے ثابت کر دکھایا ہے اور اب کسی کو اُنپر چون و چرا کرنے یا مین میکھ نکالنے کی گنجائش نہین ہے۔ مگر ہمارے مصنف صاحب فرماتے ہین "اب وہ زمانہ نہین رہا کہ اس بات کو ضروری ماننا پڑتا تھا کہ وہی ملک فائدے مین رہتا ہے جسمین برآمد مال بہ نسبت درآمد مال کے زیادہ ہوتا ہے۔ یہ دقیانوسی رائین ہین" اس امر کے ثبوت مین آپ انگلستان کو پیش کرتے ہین۔ آپکو شاید نہین معلوم کہ ہندوستان کی حالت انگلستان سے بالکل جدا ہے۔ اگر انگلستان کا مال درآمد برآمد سے زیادہ ہے تو اُسکو زیادہ اندیشہ نہین۔ کیونکہ وہ خام اشیاء کا ایک بے انتہا ذخیرہ اپنے ملک مین بڑھاتا جاتا ہے۔ ہندوستان صنعتی ملک نہین اور جو تجارت ہے وہ بھی علی طور پر سولھون آنہ انگریزون کے ہاتھ مین ہے۔ نیل۔ شکر۔ چاء۔ قہوہ۔ روئی وغیرہ کی خرید و فروخت انگریز ہی کرتے ہین۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ مدراس۔ کانپور وغیرہ کی ملون کے مالک بھی زیادہ تر وہی لوگ ہین۔ ہان اگر ان تجارتون سے ملک کو فائدہ ہے تو اتنا ہے کہ چند غریب محتاجون کے لیے روکھی روٹی کا سہارا موجود ہے۔ گو وس بیس پنکھا قلیون کی جان جائے تو کوئی مضائقہ نہین۔ ہندوستانی تجارت کا مسئلہ ایسا دلچسپ ہے کہ خواہ مخواہ طبیعت کو زیادہ واقفیت کی تلاش ہوتی ہے۔ مگر کتاب زیر تنقید سے مطلق اطمینان نہین ہوتا۔ ایک منصف مزاج انگریز کا قول ہے کہ ہندوستان کی تجارتی تباہی جو انگلستان کے ہاتھون ہوئی ہے اُسکی مثال تجارت کی تاریخ مین کہین نہین ملتی۔ سنہ ۱۸۱۰ء مین ہندوستان یوروپ کو کرورہا روپیہ کا مال روانہ کرتا تھا۔ سنہ ۱۸۲۰ء مین اُسکی تجارتی سرد بازاری شروع ہوگئی اور سنہ ۱۸۵۰ء تک یہ ملک صنعت کے لحاظ سے معدوم ہوگیا۔ ہماری تجارت کا خون کرنے کے لیے انگلستان نے جو جو تدابیر کی ہین اُنکو آج پڑھکر رونا آتا ہے۔

چیمبرس آف کامرس جو کانپور۔ کلکتہ وغیرہ مین قائم ہین اُنسے ملک کو فائدہ نہین ہوتا۔ ہان وہ انگریزی تجارت کے خیالات کا آلہ سمجھے جاتے ہین۔ انھین کی تحریک سے تبت کو مشن روانہ ہوا اور غالباً انھین کے فائدے کے لیے اب فارس سے تجارتی تعلقات بڑھانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ اگر ان چیمبرون سے ملک کو کچھ فائدہ ہے تو اتنا ہی ہے کہ وقتاً فوقتاً دس پانچ لاکھ روپیہ کا مصارف جنگ مین اضافہ ہوجاتا ہے اور ہزار دو ہزار آدمی قربان ہوجاتے ہین۔

مصنف صاحب نے اس ضمن مین اُن تجاویز اور مشورات کا ذرا بھی تذکرہ نہین کیا جو ہندوستان کی تجارت کو فروغ دینے کے لیے گورنمنٹ کے روبرو پیش کیے جاتے ہین۔ انہین سے ایک تجویز وہی ہے جسپر عمل کرنے سے گورنمنٹ جرمنی نے جرمن شکر کو ہندوستانی بازارون مین یہ قابلیت بخشی ہے کہ دیسی شکر کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرے۔

تعلیم

مصنف نے مختلف کالجون کے قائم ہونے۔ انگریزی تعلیم کے رواج پانے اور تعلیم کے رفتہ رفتہ ترقی پانے کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔ تعلیم نسوان کے متعلق فرماتے ہین کہ ابھی عام رائے اسکے خلاف ہے جو ایک حد تک صحیح ہی۔ اسی باب مین یہ بھی لکھا ہے کہ زراعت پیشہ آبادی مین تعلیم کبھی نشوونما نہین پاسکتی۔ یہ خیال بالکل قیاسی ہی۔ اسٹریلیا۔ کناڈا خاص طور پر زراعتی ملک ہین۔ مگر وہان تعلیم مین اعلےٰ درجے کی ترقی ہے۔ گو اسمین کوئی شک نہین کہ تعلیم کے اعتبار سے زراعتی ملک کبھی صنعتی ملک کا مقابلہ نہین کرسکتا۔ جبری تعلیم کے مسئلے پر جو ایک عرصے سے معرض بحث مین ہی آپ بالکل خاموش ہین۔ شاید اسوجہ سے کہ یہ کانگرس کی تجاویز کا ایک جُز ہے۔ صرفۂ تعلیم کی نسبت اتنا ہی لکھا ہے کہ "گورنمنٹ اس سے زیادہ نہین کرسکتی"۔ اسی سلسلے مین علی گڈھ کالج کا مختصر تذکرہ لکھا ہے۔ اور اپنے پیشوا و مرشد سر سید احمد کو بھی دو چار کلمات خیر سے یاد کیا ہے۔ صنعتی تعلیم۔ زراعتی تعلیم وغیرہ کا بھولکر بھی ذکر نہین کیا۔

کالج کی تعلیم سے آپ سخت بدظن ہین۔ فرماتے ہین کہ ہندوستان مین اسکا کچھ

اچھا اثر نہین ہوا۔ آجتک کوئی عالی دماغ نہین پیدا ہوا۔ بُرا نتیجہ جو ہوا وہ یہ ہے کہ لوگ پڑھ پڑھکر گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرتے ہین جسکو مولوی صاحب گناہ کبیرہ خیال کرتے ہین۔

کانگرس

کانگرس مولوی صاحب کی آنکھو نمین کھٹکتا ہوا کانٹا ہے۔ چنانچہ آپنے کتاب کے آخری صفحون مین اُسپر چند لفظی تیر کیے ہین۔

"ہندوستانی تعلیم یافتون نے ایک نیشنل کانگرس بنائی ہے جسمین کبھی کبھی پولیٹیکل مباحثے بڑی شد ومد سے ہوتے ہین۔ یہ مناظرے مباحثے اکثر طالبعلمون کے سے ہوتے ہین۔ برٹش گورنمنٹ کے برخلاف ایسے مسائل بھی بے سروپا پیش ہوتے ہین کہ ہندوستانی فانینس کا اہتمام کرین اور برٹش گورنمنٹ ملک کی شاہانہ محافظت کرے۔ غالباً ایسے پراگندہ وپریشان خیالات خود بخود مردہ ہوجاینگے یا گورنمنٹ اُنکو افسردہ کردیگی۔"

مولویصاحب کو خبر نہین کہ وہ پُر مغز مباحثے جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مین ہوتے ہین ایک مرتبہ مسٹر بدرالدین طیب جی کی پریسیڈنسی مین منعقد ہوچکے ہین اور مسٹر موصوف کانگرس کی روح روان ہین۔ مسٹر حیدری۔ مسٹر سیانی مرحوم۔ مسٹر طیب جی اور نواب مسٹر محمد حسین مدراسی جیسے جیسے بزرگوار کانگرس کے معاون ہین۔ ایسے دانشمندون کو طالب علم یا طفل مکتب کہنا مصنف صاحب ہی کا گردہ ہے۔

نہایت افسوس ہے کہ مسلمان رہنمایان قوم ابھی تک زمانہ وطرز زمانہ پر ذرا بھی نظر نہ ڈالکر آنکھ موندے سر سید احمد کے بتلائے ہوے راستے پر چلے جارہے ہین۔ مولویصاحب سرسید کے ارشد تلامذہ مین ہین اور غالباً اپنی حیات مین اپنے اُستاد مرحوم سے اختلاف کرنا بیوفائی خیال کرتے ہین۔

ہم ذیل مین اُردوے معلّٰے کی ایک فارسی تحریر سے اقتباس کرتے ہین جو ایک بزرگوار نے امریکہ سے لکھکر بھیجا ہے اور جو مارچ کے نمبر مین شائع ہوا ہے۔ نہایت محققانہ تحریر ہے۔

"انڈین نیشنل کانگرس تنہا ہمان ذریعہ ہست کہ عرض حال ہمہ ہندوستانیان را

بسمع قبول پارلیمنٹ انگلستان خواہد رسانید۔ فریاد وزاری یک فرقہ یا دو فرقہ مانند آواز طوطی در نقارخانہ میباشد۔ اما وقتیکہ ہمہ ابنائے ملک باتفاق حال زار خویش رابیک آواز ادا کنند یک صدای تندر (گرج) آسا آفاق عالم راگیرد...... ہرچند کہ درین بیست سال گذشتہ دعاے کانگرس قبول نہ شد..... اما انڈین نیشنل کانگرس در نظر عالم متمدن اعتبارے حاصل کردہ است۔ وکوشش با نیائش ہم رائگان نرفتہ"۔

ہندوؤن کا حال

کتاب کے آخری صفحون مین مولویصاحب نے ہندوؤنکے حال زار پربھی عنایت فرمائی ہے۔ آپ نے جو اِس قوم کی تصویر کھینچی ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم بالکل وحشیون کی ہے۔ فرماتے ہین کہ یہ لوگ از سرنو ستی کی رسم کو جاری کیا چاہتے ہین۔ دخترکشی کرتے ہین۔ انسانی قربانیان دِن دہاڑے کرتے ہین۔ بیواؤن کو زندہ درگور کرتے ہین اور اُنکی اصلاح مین ذرا بھی کوشش نہین کرتے ہادیان قوم اصلاح تمدن سے گھبراتے ہین۔ اور خدا جانے کیا کیا مزخرفات لکھے ہین ہم باوجود خوف طوالت کے اِس موقع پر مولویصاحب کی کتاب سے چند اقتباسات کرنا ضروری سمجھتے ہین۔

"انگریزی حکومت کی حالتین ایسی ہین کہ اِن عہدون پر جنہین خوف سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے یوروپین ہی مقرر ہون"

ستی:" اگر برٹش گورنمنٹ اپنی دیکھا بھالی وخبرداری مین ذراسی بھی غفلت کرے تو مشکل سے کوئی پروونس (صوبہ) ایسا ہوگا کہ جسمین یہ ظالمانہ وحشتناک مراسم بڑی شد ومد سے نہ ہونے لگین۔ بہت تھوڑے ہی ہندو ایسے ہونگے جنکو ستی کا موقوف ہونا پسند ہو"

انسانی قربانی:" ان اضلاع مین جہان تعلیم نے سب سے زیادہ ترقی کی ہر کالی دیبی ابتک انسانی قربانی کا دعوی کیے جاتی ہے۔ اِسکی مثالین واقع ہوتی ہین"

"یہ خوفناک واقعات جو ہوتے ہین (دخترکشی۔ وانسانی قربانی) اُن پر حلم

لعنت ملامت نہین کیجاتی اور گورنمنٹ جو ان کامون کے بند کرنے مین کوشش کرتی ہے اسکو لوگ پسند نہین کرتے اور تعلیم یافتہ آدمی تک بھی گورنمنٹ کے ساتھ اپنی دلسوزی نہین کرتے۔ قدیمی رسمون مین گورنمنٹ جو مداخلت کرتی ہے اُس سے ہندو نہایت نفرت رکھتے ہین۔ خواہ یہ رسم انکی اپنی ہو یا نہ ہو"

"لیکن کمبختی تو یہ ہے کہ ان تمدنی و معاشرت کے سوالات مین گورنمنٹ کو بہت ہی کم صلاح یا مشورہ دیا جاتا ہے"

"لیکن یہ بات آسان نہین ہے کہ ایسی مثالین دیجائین کہ کسی ذیجاہ و صاحب ثروت ہندوستانی نے اپنے تئین تمدن و معاشرت کی ترقی مین پیشوا و مقتدا بنایا ہو"

ہمنے اِن اقتباسون کے ساتھ تردیدی نوٹ لکھنا ضروری نہین سمجھا اُنکو دُہرا دینا ہی اُنکی تردید کرنا ہے۔ ناظرین اِن رایون کے بلا وساطت غیرے منصف بن سکتے ہین۔ ہمکو اسکا مطلق افسوس نہین ہے کہ ہندوون پر کسی نے ایسے بیجا حملے کیے۔ ہان افسوس اسکا ہے کہ جسنے حملے کیے وہ بوجہ اپنی پیرانہ سالی کے دندان شکن جوابات کا متحمل نہ ہو سکے گا۔

علاوہ اُمور مندرجۂ بالا کے اس کتاب مین نظام گورنمنٹ۔ عیسائی تعلیم اور اُسکا اخلاق پر اثر۔ وضع قوانین۔ کونسل امپیریل و پراونشل۔ مینوسپل اصلاحین سپاہ ہند۔ مصارف گورنمنٹ وغیرہ وغیرہ پر خامہ فرسائی کی گئی ہے جو ہر شخص Strachey's British Empire اور Citizen of India کے مطالعہ سے بخوبی معلوم کرسکتا ہے

عبارت وطرز تحریر

گو مولوی صاحب دہلوی ہین اور اُردو زبان کے ماہر گو اُنھون نے اپنی ساری قیمتی زندگی تصنیف و تالیف ہی مین صرف کی ہے مگر افسوس ہے کہ یہ کتاب ادبی حیثیت سے اُس عزت کی بھی مستحق نہین جو اُسکو تاریخی حیثیت سے حاصل ہے۔ انگریزی کے بڑے بڑے مغلق الفاظ بلا کسی تشریحی نوٹ کے لکھدیے

گئے ہین جنکو سمجھنے کے لیے علاوہ عربی و فارسی کے انگریزی کی بھی اچھی استعداد ہونی چاہیے۔ بعض بعض مقامات پر ایسے ایسے پیچیدہ جملے لکھے ہین کہ اُنکے معنے ذہن مین مطلق نہین آتے خصوصاً جہان انگریزی کتابون سے ترجمے کیے ہین وہان کی عبارت بالکل مہمل ہو گئی ہے۔

خاتمۂ کتاب

مولوی صاحب نے اپنی کتاب کے خاتمے پر یون لکھا ہے "اب مین اپنی کتاب کو ختم کرتا ہون۔ مجھے یقین ہے کہ جو ضعیف العقل آدمی برٹش گورنمنٹ کی خوبیون و نیکیون اور نعمتون و برکتون کے سمجھنے مین مغالطے و دھوکے کھاتے ہین۔ اِس کتاب کے پڑھنے سے انکے دلون سے وہ مغالطے اور دھوکے دُور ہوجائین گے" ہمکو واقعی افسوس ہوگا اگر مولویصاحب کے یہ فقرے گورنمنٹ تک نہ پہونچین کہ جسکے وہ اسقدر مداح ہین۔

(۲) محاربات عظیم

اِس کتاب مین مولویصاحب نے وہ تمام اہم و قابل یادگار واقعات و مہمات قلمبند کیے ہین جو ملکہ معظمہ مرحومہ کے عہد سلطنت مین انگلستان مین واقع ہوے مگر یہ کتاب تاریخی اعتبار سے ایسی کم وقعت ہے کہ اِسکو مولویصاحب جیسے جیّد و تجربہ کار مصنف کے ساتھ منسوب کرتے ہوے شرم معلوم ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے مین تاریخ نویسی کا معیار نہایت اعلیٰ ہو گیا ہے۔ اب کسی واقعے کو محض سادہ زبان مین بیان کر دینے کا نام تاریخ نہین ہے۔ مورخ کا فرض ہے کہ وہ جس واقعے کو لکھے اُسپر اچھی طرح قادر و حاوی ہو۔ اُسپر صائب رائے دے سکے اور اُسکے اسباب و نتائج پر مدلل بحث کرے۔ اِس حیثیت سے کتاب زیر تنقید بہت کم امتیاز کی مستحق ہے۔ اِسمین کسی واقعے پر مبسوط بحث نہین کی گئی بلکہ اُنکو چند تاریخون سے اخذ کر کے سرسری طور پر لکھدیا ہے۔ ہان جنگ کریمیا کے ساتھ خاص رعایت کیگئی ہے مگر کسی جنگ یا محاصرے کی تاریخ موثر نہین ہوسکتی تاوقتیکہ عرصۂ جنگ کی تصویر یا

اُسکا صحیح نقشہ نظرونکے سامنے موجود نہو۔ اِس کتاب مین اِس قسم کی ایک تصویر یا ایک نقشہ بھی نہین ہے جسنے اسکی تعلیمی وقعت کو بہت کم کردیا ہے۔ علاوہ اِسکے چند اور امُور مین جنکا اعادہ کرنا مناسب ہے۔

(۱) جنگ فرانس و پروشیا جسنے دُنیا کی تاریخ مین شہرت حاصل کی ہے نہایت اختصار کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

(۲) مسٹر گلیڈسٹن کے بِل متعلقۂ تعلیم پر جو ایک قابل یادگار واقعہ ہے کچھ روشنی نہین ڈالی گئی۔

(۳) ترکی کے متعلق گلیڈسٹن اور لارڈ بکینسفیلڈ کی پالیسیون مین جو فرق بیّن ہے اُسکو کہین ظاہر نہین کیا۔

(۴) بعض بعض مقامات پر جہان خرچ یا آمدنی کا ذکر کیا ہے پونڈ مین کیا ہے۔ روپیہ مین ہونا چاہیے تھا۔

(۵) انگریزی اسماء کے مقابل رومن رسم الخط مین نام لکھنا چاہیے تاکہ تلفظ مین غلطی نہو۔

زبان اِس کتاب کی آئین قیصری کی زبان سے بھی گری ہوئی ہے۔ بڑے بڑے اور مشکل الفاظ بلاضرورت رہنے دیے گئے ہین۔ مثلاً قوت و سطوت و شوکت و صولت چارون ہم معنی الفاظ بار بار ساتھ ساتھ آئے ہین۔ اِسی طرح استیلا و استعلا وغیرہ۔ اور بعض بعض مقامات پر تو جملے ایسے ہین کہ سمجھ مین نہین آتے۔ غالباً یہ اسوجہ سے ہے کہ مصنف نے انگریزی تاریخ کو سامنے رکھکر اُنکا خلاصہ کیا ہے اگر واقعات پر حاوی ہونے کے لکھتے تو وہ انگریزی الفاظ کے غیرمانوس ترجمے نہ نظر آتے جو اکثر ملتے ہین۔

نواب رائے

ہزہائنیس مہاراجہ بڑودہ

ہزہائنیس مہاراجہ سیاجی راؤ گیکوار بڑودہ بالقابہ اُن چند سرمایہ ناز رؤسا ملک مین سے ہین جو خاندانی عظمت اور دنیوی جاہ و حشمت کے ساتھ ساتھ جوہر ذاتی سے معمور اور ملکی ترقی کی جان بلکہ روح روان کہے جاسکتے ہین - آپکی پچھلی تقریر سُنکر ایک اہل الرائے ممبر پارلیمنٹ نے سچ کہا تھا کہ شاہان یورپ مین بھی اس قابلیت کے ساتھ تقریر کرنے والے شاذونادر ہی نکلین گے - ممدوح کی عمر ابھی ۴۲ سال کی ہے اور عنان حکومت ہاتھ مین لیے ہوے صرف ۴۰ سال ہوے ہین - اِس عرصے مین آپکی روشن خیالی - بلند نظری - عالی ہمتی اور اولوالعزمی - فیاضی اور دریادلی - دادرسی اور ہمدردی کا سکہ نہ صرف آپکی خوش نصیب رعایا کے دلونپر جم گیا ہے بلکہ آپکی اعلیٰ قابلیت کا شہرہ شہرۂ آفاق ہو گیا ہے - جن لوگونکو ریاست بڑودہ کے نظم و نسق سے واقفیت اور آپکے مضامین اور تقریرون سے آپکے خیالات کے جاننے کا موقع ملا ہے وہ آپکی خداداد قابلیت - بیدار مغزی - اخلاقی جرأت اور کریم النفسی کے معتقد ہو چکے ہین خصوصاً آپکی سچی حب الوطنی اور دلی ہمدردی تمام اہل ملک کے دلونپر نقش کالحجر ہو گئی ہے - اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ آپکے خیالات محض اپنی قوم اور ریاست تک محدود نہین ہین بلکہ تمام ہندوستان کو اپنا ملک اور تمام ہندوستانیون کو اپنا ہمقوم خیال فرماتے ہین - ہر شخص کے خیالات اور جذبات مشکلات اور ضروریات سے ہمدردی رکھتے ہین اور ہر قسم کی اصلاحی اور مفید تحریکونمین عملی طور پر دلچسپی لیتے ہین - آپکی ہندو مسلمان رعایا آپکے کریمانہ برتاؤ سے یکسان خوش و خرم ہے - اور تمام اہل ملک آپکے اخلاق و اوصاف حمیدہ کے یکسان مداح ہین - متعدد موقعونپر ابنائے ملک کو آپکی بے تعصبی اور روشن خیالی کے طمانیت بخش ثبوت مل چکے ہین - سیاحت کشمیر کے موقع پر آپنے اہل اسلام کی تعلیمی ضروریات پر جو ہمدردانہ توجہ مبذول فرمائی اور اسلامیہ کالج لاہور کو جو فیاضانہ

امداد عطا فرمائی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور یہ تو ابھی کل کی بات ہے کہ علیگڈھ ڈپوٹیشن آپکے مراحم خسروانہ کا مداح اور ممنون ہو کر لوٹا تھا خصوصاً ملک کی جدید تعلیم یافتہ جماعت کے آپ مسلمہ لیڈر ہین۔ آپکی تقریرین اس گروہ کے بہترین خیالات کا مظہر اور اعلیٰ ترین جذبات کا آئینہ ہوتی ہین اور یہی سبب ہے کہ تمام اہل ملک کو آپکے ساتھ ایک خاص عقیدت ہے۔ سال گذشتہ کے آخر مین آپ الہ آباد اور کلکتہ وغیرہ مین تشریف لیگئے تھے اسموقع پر تمام اہل ملک نے بلا امتیاز مذہب و ملت۔ قوم و فرقہ جس گرمجوشی اور دلی محبت سے آپکا استقبال کیا تھا وہ بجائے خود آپکی ہر دلعزیزی کا ایک یادگاری اور یقینی ثبوت ہے۔

امر واقعی یہ ہے کہ مہاراجہ ممدوح کی صدق دلی۔ نیک نفسی بے غرضی اور سادگی مزاج ہر شخص کو اُنکی عزت اور محبت پر مجبور کرتی ہے۔ آپ قومی لیڈر رہنے سے لیکر معمولی لوگون تک سے ملنے اور گفتگو کرنے مین کسر شان نہین سمجھتے۔ بلکہ عام طور پر یکسان تپاک اور محبت سے پیش آتے ہین۔ تکلفات بیجا۔ نمائش و تصنع جو لوازم امارت خیال کیے جاتے ہین آپکی سادگی پسند طبیعت کے بالکل خلاف ہین۔ چنانچہ دربار دہلی ایسے دھوم دھامی موقع پر بھی آپ اپنی سادی وضع کے پابند رہے۔ اور اخباری کیمپ مین بنفس نفیس تشریف لاکر متعدد ایڈیٹرون سے مختلف مسائل پر بلا تکلف مباحثے اور گفتگو کرتے رہے۔

آپکی راسخ الخیالی آپکو آسان اور سہل الحصول ہر دلعزیزی کیلیے چکنی چپڑی باتین بنانا گوارا نہین کر سکتی۔ اسلیے آپکو جمہور کے خلاف موجودہ معاشرت کی خرابیونکے آزادانہ اظہار مین مطلق تامل نہین ہوتا۔ آپ تا حد امکان ہر موقع پر اہل ملک کو اُنکی ضروریات اور مشکلات سے آگاہ کرتے رہتے ہین۔ آپکی وسیع النظری۔ معاملہ فہمی۔ نکتہ سنجی اور ذہن کی رسائی آپکو ہر نقص کی اصلیت سے بہت جلد واقف کر دیتی ہے اور آپ موجودہ معاشرت کی اصلی خرابیونکی تہ تک پہونچ جاتے ہین۔ اسپر آپکی ہمدردی اور نیک نہادی آپکی باتونکو ناگوار نہین یا دلخراش نہین ہونے دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود بے انتہا صاف گوئی کے آپکی تقریرین اور نکتہ چینیان نازک سے نازک طبیعتونکو بھی گران نہین گذرتین۔ اور آپکی نصیحتین دلپذیر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہین سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مہاراجہ صاحب ایک عالم باعمل ہین جسکے سبب سے اُنکی بات جادو کا حکم رکھتی ہے اور زبان سے نکلتے ہی دلونمین بیٹھ جاتی ہے۔

آپ اصلاح معاشرت اور قومی ترقی کے زبردست حامی ہین اور آپکی ریاست مین تعلیم نسوان پر جو توجہ ہوئی ہے اُسکی تمام ملک مین تقلید ہونا چاہیے۔ ریاست برودہ مین اسوقت چودہ سے زائد زنانہ مدارس قائم ہین جنمین ساڑھے ۔ ہزار سے زیادہ لڑکیان تعلیم پا رہی ہین۔ تعلیم عامہ کیطرف بھی آپکی خاص توجہ ہے ۱۸۸۵ء مین علاقہ برودہ مین ۱۸۰ اسکول تھے۔ مگر اب

تیرہ سو سے زائد رہے ہین تاہم جن قومون مین تعلیم کی کمی ہو اُنکی ترغیب کے لیے خاص انتظام ہو اور اس امر کی کوشش ہو رہی ہو کہ ہر فرد بشر کو ایک خاص عمر تک بزور تعلیم دیجائے صنعت و حرفت - تجارت و زراعت وغیرہ کیلیے بھی ایک خاص کالج قائم ہو! ور غیر ممالک مین تعلیم حاصل کرنیکے لیے آپنے حال ہی مین کئی وظیفے مقرر کیے ہین صغر سنی کی شادی کو موقوف کرنیکے واسطے ابھی آپنے عملی تدابیر سے کام لیا ہو جو آپکی اخلاقی جرأت کی ایک روشن مثال ہے۔

حکومت خود اختیاری کی بنیاد آپنے اپنی ریاست مین بہت عرصے سے قائم کردی ہے اور آہستہ آہستہ اُسے ہر سال ترقی دے رہے ہین - دیسی ریاستون مین تعلیم یافتہ ہندوستانیونکو اپنی قابلیت دکھانے کی ضرورت کو آپنے ایک بڑی حد تک عملی طور پر تسلیم کرلیا ہو چنانچہ مسٹر رومیش چندر دت ایسے تجربہ کار مدبر کو اپنا وزیر اعظم مقرر کرکے اپنی قدردانی و جوہر شناسی کا پورا ثبوت دیا ہے۔ مہاراجہ صاحب اپنی ریاست مین دیسی عنصر کے تداخل کی خوبی اور موزونیت کو بخوبی سمجھتے ہین حال مین آپ یورپ کی سیر کو تشریف لیگئے ہین اور اپنی عدم موجودگی مین انتظام ریاست کیلیے ایک کمیٹی مقرر کر گئے ہین جو مسٹر دت کو اپنے صلاح و مشورے سے مدد دیگی اور جسمین سر فیروز شاہ مہتہ مسٹر وٹھل داس بسر بھال چندر وغیرہ مشہور مدبران ملک اور رہبران قوم شامل ہین۔

سب سے زیادہ قابل قدر یہ بات ہو کہ مہاراجہ صاحب ممدوح بذات خاص ایک زبردست مصلح اور ریفارمر ہین معمولی "رہنما ذن" (؟) کیطرح آپ اصلاح کی ضرورت پر محض عوام کو کاربند کرنے کی فضول کوشش مین اپنا وقت رائگان نہین کرتے - آپ رہنمائی اور رہبری کے اصلی معنی جانتے ہین اور عملی کارروائی کی ضرورت سمجھتے ہین - آپ زبانی تقریرون سے عملی کارروائی کے زیادہ طرفدار ہین - مہاراجہ صاحب برودہ اپنے اعلے منصب کی بھاری ذمہ داریونکو اسطرح سمجھتے ہین جیسا کہ سمجھنے کا حق ہو - اور اُسکے انجام دینے کیلیے قول و فعل کی مطابقت کو اصل شے جانتے ہین۔ اُن لوگونکے لیے جو امارت و ریاست اور دولت و حشمت کو عیش پسندی بیفکری - اور مطلق العنانی کا مرادف سمجھتے چلے آئے ہین - یہ امر نہایت حیرت انگیز ہوگا کہ مہاراجہ صاحب برودہ کو اپنے ہی گھر سے اصلاح شروع کرنیکا فخر حاصل ہو - آپ کثرت ازدواج کے مخالف ہین اور ایک وقت مین ایک ہی شادی کو مناسب سمجھتے ہین - رسم پردہ کی موجودہ سختی کو بھی مضر سمجھتے ہین اور ایک حد تک اس قید کو اپنے خاندان سے اُٹھا دیا ہو - ولیعہد ریاست کو آپنے انگلستان مین اعلے ترین تعلیم دلوائی ہے - اور یہ بات نہایت مسرت انگیز ہے کہ آپکے فرزند

ارجمند شاہزادہ فتح سنگھ جی نے بھی اپنے والد نامدار کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے۔ سچ ہے کہ "عملی مثال کا اثر مقناطیسی قوت رکھتا ہے" آپ کی وسیع معلومات اور مورخانہ واقفیت اور جامعیت کی تمام واقفکار اور مسلمہ ماہرین معترف ہین۔ دسمبر گزشتہ مین حضور لفٹنٹ گورنر بہادر نے آپ کی تحقیقات اور تجسس وغیرہ کی علے رؤس الاشہاد تعریف کی تھی۔

سعدی کے مقولہ "رعیت چو بیخ است سلطان درخت" پر آپ پورا عمل کرتے ہین۔ انتظام ریاست مین اصول خود اختیاری کو جسطرح آپ نے ملحوظ رکھا ہی اُسکا اشارہ اوپر ہو چکا ہے۔ یہان پر کمی گنجائش کی وجہ سے اُن مختلف ترقیونکا ذکر نا ممکن ہی جو آپ کے عہد حکومت مین ظہور پذیر ہوئی ہین۔ آپ کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی ہمیشہ مرکوز خاطر رہتی ہے جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ اب باشندگان بروده پیشتر سے کہین زیادہ خوش حال ہین۔ آپ نے اپنی رعایا کو متعدد چھوٹے چھوٹے ٹکسون سے سُبکدوش کر دیا ہے۔ چُنگی وغیرہ کے محاصل مین قابل اطمینان کمی کر دی ہی۔ حساب و کتاب کا بھی نہایت آسان طریقہ جاری فرمایا ہے جس سے سب کو بڑی آسانی ہو گئی ہے۔ معدلت اور دادخواہی مین بھی ضروری اصلاح کی ہے اور حال مین ادائے مالگذاری مین یہ آسانی کر دی ہے کہ نقد کی جگہ جنس مین بقایا کی صورت نکل آئی۔ غرضکہ اِن تمام اصلاحون کی وجہ سے اور خصوصاً آپ کی سرگرمانہ کوشش اور قابلیت کے سبب اسوقت ریاست بروده تمام دیسی ریاستون مین اپنی خوش انتظامی۔ رعایا پروری اور خوشحالی کے لیے ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔ خداوند کریم ایسے نامور رئیس کا سایہ ملک اور اہل ملک پر تا دیر قائم رکھے اور اُسکی نیک مثال اور بے لوث زندگی تمام ابنائے وطن اور والیان ملک کے لیے قابل تقلید نمونہ ثابت ہو۔ آمین ثم آمین!

ایڈیٹر

سیر کلکتہ

قلم ہے احسنِ ناقص کا واقعات نگار   محیط دائرۂ علم صورتِ پرکار
ہوا جو ابکی گذر میرا سوے کلکتہ   تو چند ماہ رہا مستقل قیام و قرار
بیان کیا کرون اُس شہر کی مین دلچسپی   بدیدہ باز نگرد نگاہ از دیوار
عمارت اُسکی ہراک اسقدر عظیم الشان   اُٹھاکے آنکھ جو دیکھو تو گر پڑی دستار
ہرایک قسم کی جنسِ نفیس ہے موجود   عجب بہار پہ ہے نیو مارکٹ بازار
جو میوزیم کے نوادر کی شرح و بسط کرون   تو ایک دفتر مبسوط اُسکو ہو درکار
مکان ہے منتخب الدہر جنس کا مخزن   ہرایک حصّہ مین ہین نادر الوجود آثار
مکاتبات خواقین مکرمت معمور   مرقعہاے سلاطین معدلت آثار
وہ رعب دبدبہ و اوج و شان ولیم فورٹ   یلان جنگی و شیرانِ فوج آتشکار
لطیف و صاف و مصفا وہ قلعہ کا میدان   وہ فرش سبزۂ رنگین طراز و میناکار
ہوا وہان کی لطافت سرشت و فرحت خیز   زمین وہان کی طراوت فزا و نزہت بار
کہین پہ شغل کرکیٹ کہین پہ ہاکی میچ   جوان پارٹیان ہرطرف قطار، قطار
سران دولتِ برطانیہ کے اسٹیچو   درود جنکا ہے ہندوستان مین ادوار
ہراک کا نام بتاتا ہے سعی لاحاصل   نگاہ اہلِ سیر اُنسے خود ہے واقفکار
قریب دوسرا حصّہ ولایتی چکر   عجب مقام ہے دلکش کہ خود بہار نثار
بغل مین باغ کے جاری ہی بحر بھاگارتی   عیان ہین جس سے معانی تحتہا الانہار
مگر غضب کی تلون مزاجیان اُسمین   کہ ایک چال پہ ممکن نہین ثبات و قرار
کبھی ادھر کو بہے اور کبھی اُدھر کو بہے   مزاج مین ہی حسینون کا سا چڑھاو اُتار

وہان ہے اک پل ہوڑا بھی قابل تعریف   اگرچہ دیکھنے مین خوشنما نہین زنہار
ثبوت علم ریاضی و علم جر المار   ہراک اثر سے نمایان علوم کے آثار
ہے خولڈنگ مقام عبور پل بخت   عجب یہ ہے کہ وہ کھلتا ہے ہفتے مین دوبار
گذر گیا جو ہراک آنے جانے والا جہاز   تو پل کے تختے بدستور ہو گئے ہموار
لیا ہے گود مین گودی نے یون جہازونکو   کہ جیسے پھولونکو آغوش مین لے فصل بہار
وہ بادبان بلند انکے آسمان فرسا   وہ نردبان عظیم ان کی کہکشان آثار
ہر ایک سطح مصفا و دلفریب و حسین   ہر ایک درجہ گل افشان و گلستان گلذار
کرے جو سیر کوئی تو یقین ہو اسکو   بسا ہوا ہے یہ پانی پہ دلکشا بازار
کسی کنارے پہ اسٹیمرون کی گرم اسٹیم   اٹھانے والے ہین لنگر سفر کو ہین تیار
دھوان اڑاتی ہین انجن کی یون مشینریان   ہوا پہ دوڑتا پھرتا ہو جیسے ابر بہار
ہین ملاحت خوبان ملک بنگالہ   کہین صباحت حسن فرنگ شیرین کار
کہین پہ جلوۂ حسن زنان بازاری   کہین پہ مجمع عشاق طالب دیدار
جو مغربی زن و شوہر کہین پہ دست بدست   تو ایشیا کے حسین اک طرف قطار قطار
یہودچینی و جاپانی اور بنگالی   ہر ایک قوم کثیر المطاع اور زردار
کوئی تجارت و صنعت کے فن مین مالامال   کوئی علوم و فنون جہان کا دفکار
خصوصاً انہین جو دیسی ہے قوم بنگالی   دماغ انکا ہے گویا علوم کا معیار
دھرم تلا سے جو ہے چیت پور تک اک روڈ   یہ خاص شہر کا حصہ ہے شہر کا بازار
یہان پہ مختلف اقوام کی ہین دوکانین   یہان ہے رونق بازار و گرمی بازار
مگر ہے مانع تفریح راہ کی تنگی   ہجوم خلق سے سینے مین ہے نفس گوفشار
سڑک کے ایک طرف سے جو جاؤ دوسری سمت   تو گاڑیون کی یہ کثرت کہ ہو گذر دشوار
پھر اسپہ راہ کی کیچڑ کہ بس خدا کی پناہ   قدم قدم پہ پھسلنے کا ڈر دم رفتار
گرا زمین پہ دھڑ سے اگر ذرا چوکا   کہین پہ رہگیا جوتا کہین گری دستار
سفید کپڑے پہن کر جو سیر کو نکلے   بنائی راہ کی چھینٹون نے چھینٹ کی شلوار
ہوا اختلاج کھڑبڑ کی کھڑکھڑاہٹ سے   قریب سے کسی گاڑی کا ہو وہان جو گذار
کچھ اور راستون مین بھی یہی کثافت ہے   کہ ہین ذلیل و کثیف و خراب و بدبودار

عمارتون کا تسلسل بھی ہے بلا ترتیب شریک رونق و بیرونقی کے ہین آثار
کہین ہے گر کوئی بلڈنگ مہتمم بالشان اُسی کے پاس ہو اک جھونپڑا ہین کوئی چار
کوئی مکان ہے خس پوش اور کوئی کھپریل کوئی ہے قصر منبّت سو رشک باغ وبہار
ہوے ہین ایسے صفائی کے مہتمم غافل کہ ہر دُکان کے آگے ہی کوڑے کا انبار
کراچیان کہین اوندھی پڑی ہین ستونین اور اُنکے گرد ہین دو چار جانور مُردار
لباس مین ہے کفایت شعاری اسدرجہ کہ عورتونکو فقط ایک ساری ہو درکار
اُسی کو آدھا لپیٹا اُسی کو اوڑھ لیا نہین ہے کچھ غم عُریانیِ سر بازار
وگرنہ شہر کی خوبی مین کچھ کلام نہین ہین دلفریب و دلاویز و دلکشا بازار
بیان کرون جو ہر اک چیز کا مین تفصیلی تو نظم مختصر الواقعات ہو طومار
مگر ہے حالتِ اسلام قابل افسوس عیان ہین نکبت و افلاس و رنج کے آثار
ہوے ہین جمع وہ اطراف اور جوانب سے کسیقدر جو مسلمان وہان ہین برسرکار
اب ایک حصّے مین ہین ساکنان مٹیا برج ہے اُنکا طرز تمدن بھی واجب الاظہار
ہین سب سے پہلے تو شہزادگان والا قدر کہ جنبہ دولتِ برطانیہ کے ہین ایثار
خدا کے فضل سے حاصل ہو فارغ البالی رقوم اُنکی معین ہوئی ہین بیش قرار
نہ اُنکو کچھ ہے غم و زد و نے غم کا لاؤ وہ گھر مین بیٹھے مزے کر رہے ہین لیل و نہار
ہین اُنکے بعد مسلمان طبقۂ ثانی کہ جو ہین بخشش شاہِ اودھ کے شکر گذار
گذارہ اُنکا ہے کچھ مختصر سی پنشن پر اُسی مین مست ہین اُس سو انہین ہو کار
تجارت اُنکے لیے خاندان کی توہین ملازمت کو جو کہیے تو محض ننگ و عار
کسی کو ناز کہ ہین خاندان عالی سے ہمارے دادا تھے شاہِ اودھ کی رشتہ دار
کسی کو فخر کہ ہم ہین مقرب سلطان ہمین سے ہوتے تھے حل عقدہائے مشکل کار
خطاب شہ نے دیا گھر کے بچہ بچہ کو زیادہ ہمسے ہے دُنیا مین کسکا عزّ و وقار
خراب اُنکو کیا اِس خیال باطل نے اِسی کمال پہ نازان رہے وہ آخرکار
ہزار رنگ زمانے نے آجتک بدلے مگر اُنھون نے نہ بدلا قدیم اپنا شعار
خبر نہین اُنھین تہذیب کسکو کہتے ہین ہی خلق سے اُنھین نفرت اور سے اُنکو عار
یہ چشم دیدہ ہے اِک نقل اہل کلکتہ یہ ایک بات ہے گویا کہ قابل اظہار

تھا ایک بزم مین ذکرِ دبیر و میر انیس — بہم تھے چند سخن فہم مائلِ گفتار
تھے اہلِ بزم سے دو فرقے ایک ایکطرف — کوئی انیس کا مرزا کا کوئی جانبدار
تقابل اُنکے کمالون کا دونون کرتے تھے — مہذبانہ مگر ہر فریق کی گفتار
کوئی یہ کہتا تھا مرزا کا ہے کلام بلیغ — تو کوئی کرتا فصاحت انیس کی اظہار
کسی کو شوکتِ الفاظ کیطرف میلان — محاورے کی صفائی پہ کوئی دل سے نثار
اُنھین مین ایک مسلمان اِس خیال کے تھے — کہ جس خیال کو اوپر مین کر چکا اظہار
نہ اُنکو علم ادب سے غرض نہ خلق سے کام — نہ دل مین خوفِ خدا اور نہ خوفِ روزِ شمار
جنابِ میر کے دشمن جنابِ مرزا کے دوست — جہالت ایسی کہ سید کے نام سے بیزار
وہ لفظ شان مین مرحوم کی کہے افسوس — کہ اب ہی جنکا اعادہ بھی میری نفس کو بار
جواب ترکی بہ ترکی اگر دیا جاتا — تو وہ ہر ایک سے جنگ و جدل کو تھے تیار
سمجھ کے مصلحتِ وقت مین نے پھر اُنکو — سنائے اشعری خوش بیان کے چند اشعار

بلا انیس سے مین لکھنؤ مین ہون دوبار — انیس وہ جو خدائے سخن ہین بے تکرار
انیس کا نہین اُردو زبان مین مثل کوئی — لٹا گئے وہ معانی کے گوہرِ شہوار
کلام اُنکا جوابِ کلامِ فردوسی — بیان اُنکا بیانِ کلیمِ خوش گفتار
تمام طرزِ بیان سہل ممتنع اُن کا — جو تھا انیس کو آسان وہ غیر کو دشوار
تمام ملک مین شہرہ انیس کا پایا — ہر ایک شہر تھا مشتاقِ صورت و گفتار
ہر ایک شہر سے مشتاق ملنے آتے تھے — تھے لکھنؤ مین انیس ایسے جون چمن مین ہزار
طبیعت اُنکی روانی مین ابرِ نیسان تھی — برستے اُس سے ہمیشہ تھے گوہرِ شہوار
کلیم طور پہ جیسے انیس ممبر پہ تھا — فصاحتون کا تھا سانچہ دہان لولوبار
خدا گواہ کبھی یہ فصاحتین نہ سُنین — برب کعبہ نہ ایسا فصیح خوش گفتار
بلاغتون کے لگے ڈھیر ہر طرف اُنکے — فصاحتون کے لگے اُنکے سامنے انبار
انیس اُنکا تخلص ببر علی تھا نام — نہ لکھنؤ کے شرف بلکہ تھے وہ فخرِ دیار
مین اُنکی کثرتِ تصنیف کو بتاؤن کیا — سُنا عزیزون سے اُنکے ہین ڈھائی لاکھ اشعار
جہان سُنو گے وہان مرثیہ نیا اُنکا — نیا کلام نئی بندشین نئی گفتار

کیا انیس نے احسان زبان اُردو پر　　انیس وادی اُردو کو کر گئے گلزار
جو اہلِ فن ہیں سلاموں سے چھانٹ سکتے ہیں　　غزل کے رنگ قصیدے کے طرز کے اشعار
ہر ایک صنفِ سخن پر انیس قادر تھے　　وہ ایک رنگ میں دکھلا گئے چمن کی بہار
حسینؑ ابن علیؑ کو ملا ہے وہ حسان　　کہ جس سے بلبل سدرہ کی بند ہو منقار
ہیں شاہنامے میں لاکھوں لڑائیاں لیکن　　کیا انیس نے اک جنگ مختصر کو ہزار
ہزار طرح سے لکھا ہے اک لڑائی کو　　ہزار طرح سے کھینچی انیس نے تلوار
ہزار طرح سے باندھا ہے ایک مضمون کو　　ہزار طرح سے دوڑا لئے توسن رہوار
وہ جھک پڑے ہیں کہیں گر سبو و ساغر پر　　تو پھر ہے سرد ظہوری کی گرمی بازار
دبیر اُنکے مقابل ہوے سخن آرا　　بڑے شکوہ سے دکھلائی ہیبت گفتار
مگر انیس کو فردوسیِ سخن پایا　　دبیر مثل نظامی ہوے مرصع کار
انیس مہر سپہر کمال فن سخن　　دبیر ماہ کمال سپہر عزّ و وقار
عرب عجم میں ہیں گذری بہت سے مرثیہ گو　　مگر کسی نے نہ پائی انیس کی رفتار
بڑے بڑے علما اُنکے حامل معنی　　بڑے بڑے اُدبا اُنکے ناقل گفتار
بڑے بڑے فصحا اُنکے قائل بندش　　بڑے بڑے بلغا اُنکے وصفِ اشعار

ہوے ہیں آخر تیرہ صدی میں وہ آخر
ہے لکھنؤ میں مطاف کمال اُنکا مزار"

احسن

شرمیلی آنکھ

لبھائے لاکھ دلون کو بہارِ حسن شباب ہزار عشوہ و شوخی کیا کرے بیتاب
گرائے برق پہ گو برقِ حسن عالمتاب مگر کچھ اور ہی شے ہے ادائے شرم و حجاب
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

عجب نہین کسی لیڈی کے رخ پہ گھونگر بال شعاع مہر کی گھونگر بنین پئے تمثال
ہو طرفہ تختے مین جیسے سہاگا اسکا جمال مہک ہی زیورِ خوبی کو پر حیا کا خیال
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

اثر بلا کا ہو جادو نگار آنکھون مین دکھائے نرگس شہلا بہار آنکھون مین
مئے وصال کا ہو گر خمار آنکھون مین مگر کہے گا دل اپنا ہزار آنکھون مین
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

حیا چھپا نہ سکے گر ابھار جوبن کا بہار لوٹ لین اغیار پیٹ کر ڈنکا
مزہ تو تب ہی ان آنکھون مین سحر پرفن کا نگہ پہ جبکہ ہو پردہ پلک کی چلمن کا
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

یہ شاخ گل وہ ہر پتی ہمیشہ جسکی ہری چمن مین کہتی ہے پھولونسے بلبل سحری
وہی آنکھ جو ہو شوخیونسے صاف بری حجاب و شرم و حیا کوٹ کوٹ کر ہو بھری
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

مکان وہ قبر سے بدتر ہوا نہین جسمین وہ قید خانہ ہے گلشن فضا نہین جسمین
وہ چشم کیا ہے کہ مطلق حیا نہین جسمین نڈر ہے دیدہ کہ غیرت ذرا نہین جسمین
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

گُہر وہی ہی کہ جسمین ہو ہر طرح کی آب　　کرے دماغ معطر جو بُو سے۔ ہی وہ گلاب
حسین کے واسطے ہی شرم زیورِ نایاب　　رنگیلی آنکھ وہی ہے۔ ہو جسمین شرم و حجاب
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

بٹھاتی حسن کا سکہ ہین شرمگین آنکھین　　چُراتی شرم سے ہین جنسے حُورعین آنکھین
کبھی لڑا نہین سکتا کوئی حسین آنکھین　　وہ ہوتی ہی نہین رسُوا کبھی کہین آنکھین
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہی

بنین جو ساغرِ نرگس سے آفتاب آنکھین　　کرین وہ حضرتِ زاہد کو بھی خراب آنکھین
اُٹھا کے شرم کا پردہ ہون بی نقاب آنکھین　　کرین کسی کو نہ رسوا وہ بیحجاب آنکھین
وہ آنکھ پیاری ہے جسمین حیا کا مسکن ہے

گُہر لکھنوی

رباعیات مہر

دُنیا کے لیے دین کو کھویا تو نے　　غافل اچھی کمائی دُنیا تو نے
لازم ہے کہ سب تیرا تماشا دیکھین　　گھر پھونک کے دیکھا ہی تماشا تو نے

تحریر کی سب نے نکتہ دانی دیکھی　　تقریر کی اعجاز بیانی دیکھی
دُنیا وہ معما ہے کبھی حل نہ ہوا　　اے طبع روان تیری روانی دیکھی

مرئی ہے عین ذات ناظر اے دل　　ناظر مرئی ہے سب یہ کہنا باطل
دُنیا کا معما ہے تعجب انگیز　　گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

جھوٹی دُنیا کی ہے کہانی ساری　　ہے نقش برآب زندگانی ساری
یہ عالم تمثال ہے نیرنگ خیال　　اے طبع روان تیری روانی ساری

غافل دنیا مین دل نہ زنہار لگا　　ورنہ یہ سمجھ جان کو آزار لگا
کس کس کا رنج کیجئے کس کس کی خوشی　　آنے جانے کا ہے یہان تار لگا

پچھلا مہینہ

ابھی زیادہ دن نہین ہوے کہ ہر دلعزیز مہاراجہ صاحب بردودہ نے ایک یادگاری تقریر مین ہمارے قیصر ہند شاہنشاہ معظم کے خاندانی قائم مقام کی ملک مین مستقل قیام کی ضرورت اور آرزو ظاہر کی تھی۔ اس بظاہر معمولی سی تجویز کی دلآویزی اور اہمیت کا اندازہ اہل نظر اُس خوشی سے کر سکتے ہین جس سے لوگون نے آئندہ جاڑے مین حضور ولیعہد شاہزادۂ ویلس کی آمد آمد کی خبر سُنی ہی۔ تمام ملک مین اس خبر فرحت اثر نے دلونمین ایک خاص ولولہ پیدا کر دیا ہی۔ کلکتہ بمبئی وغیرہ بڑے بڑے شہرونمین اُنکے شاہانہ استقبال کی خاص تیاریان اور منصوبے ہو رہے ہین۔ گاؤن گاؤن تحصیل تحصیل اس تشریف آوری کا چرچا ہو رہا ہی۔ دم بھر کیلیے اس خوشی کے جوش مین جو انھین اپنے آئندہ شاہنشاہ کے دیدار سے حاصل ہوگی لوگ اپنے ذاتی رنج و آلام مصائب اور تکالیف کو بھی بھول گئے ہین۔ پھر ہمارے ملک معظم قیصر ہند کا یہ خیال کہ غریب ہندوستان اپنی وفاداری اور عقیدت کے اظہار کے جوش اور ایک مبارک موقع کی خوشی مین زیادہ زیربار نہو جائے کتنا نازک اور قابل قدر خیال ہی جس سے حضور ممدوح کی رعیت پروری اور رحمدلی ٹپکتی ہی۔ ہمارے قیصر کو ہماری رعایا اور رؤسا کی گرمجوشی اور اولوالعزمی پیش نظر ہے۔ آپ جانتے ہین کہ ایسے والیان ملک آپ اور آپکے خلف پر جان و مال تک قربان کرنے کو تیار رہین آپ واقف ہین (اور یہ واقفیت مراعات خسروانہ کی دلیل ہی) کہ ایسے موقعونپر زیرباری اور تنگدستی کے باوجود اور کسی تحریک اور ترغیب یا پس و پیش کے بغیر حتی المقدور بیش قیمت سی بیش قیمت تحفے تحائف پیش ہوتے ہین کیونکہ لوگ کچھ تو اپنی شان و شوکت کے اظہار پر کچھ اپنے معزز مہمان کی جاہ و حشمت کے خیال سے اپنے آپے مین نہین رہتے۔ حالانکہ بعد کو اکثر یہی جوش مسرت اُنکے لیے بار گران ثابت ہوتا ہی۔ مگر آپنے کمال ہمدردی اور سچی رعایا پروری سے کام لیکر ابھی سے اس قسم کے فضول تکلفات کو برطرف کر دینے کا حکم دیدیا ہے محبان وطن جنکے دل ملک اور اہل ملک کی پریشان حالی اور درماندگی سے ہر وقت دردمند

س فیاضانہ خیال کو جسقدر قدر کی نگاہون سے دیکھین کم ہے۔
ن لیے اسوقت اُنکے نائب السلطنت ہند یعنی حضور وایسرائے کی تخفیف ٹکس بھی بہت نہا خوش آیند ہے۔
ضروریات کے لحاظ اور مزید گنجائش کے خیال سے بہت زیادہ فیاضانہ نہو۔ پھر بھی ایک غریب
ورسی سی رعایت بھی تنکے کے سہارے کی مصداق ہے ۔ اسسال تخمینۂ بجٹ مین محصول نمک مین
یف کردیگئی ہے۔ اور ڈاکخانے کے قواعد مین بھی کچھ رعایت مدنظر رکھی گئی ہے۔ اسلیے اسسال کا سرکاری
خرچ خاص مقبولیت کا مستحق ہے۔ گو یہ ضرور ہے کہ فوجی اخراجات کی بلا ضرورت زیادتی نے اس رعایت
محدود کردیا ہے اور بقول مسٹر گوکھلے نظر بحالت موجودہ اسقدر رعایت ناکافی ہے پھر بھی ہم اسکے لیے
رتہ دلسے مشکور ہین۔ اس صوبے کے باشندونکے لیے آبواب کی کمی بہت بڑی کمی ہے۔ اور فصل کی تباہی پر
ٹ کی بر محل دادرسی اور غربا پروری جیسی کہ حال کی معافی لگان کی حوصلہ افزا اور تسلی بخش حکم سے واضح ہے۔
قابل قدر ہے حضور لفٹنٹ گورنر بہادر اسوجہ سے اور تمام اہل ملک دلی شکریے کے مستحق ہین کہ آپنے ایک ناگہانی
قت التوا لگان کی اسمی اور محض نمایشی رعایت پر اکتفا نہ کی بلکہ ایک ہمدردانہ اور دوراندیش مدبر کیطرح حقیقی
ررت تسلیم کرکے آیندہ عملدرآمد کیلیے معافی لگان کے منصفانہ اصول کو بھی باضابطہ طور پر شائع کردیا ہمکو امید
ح کی یہ مہربانی اہل ملک پر بیکار نہ جائیگی اور انکے دلونمین گورنمنٹ انگریزی کی سچی محبت اور عظمت
قول حصہ لیگی۔ ایسی ہی باتین ہین جو حاکم و محکوم کے دلی تعلقات کو مضبوط اور اُنکے قلبی عقیدت کو
تی ہین۔ اِن خوشخبریونکے ساتھ تمدنی ترقی کے جو آثار اسطرف نمایان ہورہے ہین وہ اور بھی دل خوش کن
ن صاحبونکی اصلاحی تحریک کی بابت کئی بار اطمینان ظاہر کرچکے ہین جس جماعت کے جناب رائے بہادر بیجناتھ
ادر ہی خواہ ملک رہبر و رہنما ہونگے اُسکی عملی کارروائی مین شک و شبہہ کی گنجائش نہین ہے۔ یہی وجہ ہے
کانفرنسونمین ویش کانفرنس زیادہ کارکن اور مفید جماعت ثابت ہورہی ہے۔ اسکے پچھلے سالانہ جلسے مین جو
رائے کشن پرشاد صاحب سی۔ آئی۔ ای کے زیر صدارت بنارس مین منعقد ہوا تھا عملی کارروائی پر زیادہ
قومی پنچایت برادرانہ فیصلونسے آپس کے جھگڑونکے فیصے کی تحریک اس قابل ہے کہ تمام ملک مین اسپر
باقاعدہ کوشش ہو۔ جاپان اور غیر ممالک کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہونے کیلیے کئی وظیفونکا قائم ہونا ویش صاحبونکی
ادر ملک مین تعلیمی بیداری کی خوشگوار دلیل ہے۔ اور تعلیم یافتہ نوجوانونکی طرف سے ایثار نفس کی مثالین ملکی محبت کی
حوصلہ افزا ہین ہر دوار مین ہولی کے ایام مین حسب معمول گروکل کا تیسرا سالانہ جلسہ تھا۔ اور قریب بیس ہزار اہل ملک کے
اسکے بانی مبانی لالہ منشی رام صاحب کی دلی جوش کی تاثیر نے جادو کا کام کیا۔ انکی اپیل نقد و زیور مین ۲۴ ہزار روپے
کی اغراض و مقاصد کی توسیع کیلیے اُسیوقت جمع ہوگئی۔ مگر جو بات اس سے بھی زیادہ قابل الذکر ہے وہ یہ ہے کہ لالہ

منشی رام کے ان الفاظ پر کہ "کیا آریہ سماج ہون کنڈ مین جسمین سوامی دیانند نے اپنے آپکو سواہا شبد کے ساتھ آہوتی دیدیا کوئی اور شخص اپنی زندگی کی آہوتی مددیگا" ایک سادھو (اس جلسے مین بہت سے تعلیم یافتہ سادھو شریک تھے) ہاتھ جوڑکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ مین اپنی زندگی گروکل کے نذر کرتا ہون" پھر کیا تھا۔ تمام جلسے پر یہی جوش حاوی ہو گیا۔ اور کئی لائق نوجوانون نے قلیل گذارہ پر اپنی زندگیان گروکل کو وقف کردین مسٹر رام دیو بی۔ اے ہیڈ ماسٹر وکٹوریہ اسکول جلندھر نے صرف پندرہ روپیہ ماہوار پر زندگی بھر کام کرنیکا وعدہ کیا۔ اور منصف لدھیانہ کے بیٹے مسٹر دنا یک رام بی اے نے اس قلیل گذاری کی بھی درخواست کی۔ ایک اور گریجویٹ مسٹر ساٹھے بمبئی سے ایک دوست کی ملاقات کے لیے آئے تھے۔ اور یہان اس کام کی ضرورت سے ایسے متاثر ہوئے کہ واپسی کے بجاے یہین ہمیشہ اسی مین مصروف رہنے کا عہد کرلیا۔ ان سب مثالون پر اہل ملک جسقدر ناز کرین کم ہی۔ مگر ان سب سے زیادہ ہمت کا کام ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج نے کیا جو ابھی حال مین ولایت سے ڈگری حاصل کرکے آئے ہین۔ اور جنھون نے محض ۷۵ روپیہ ماہوار پر گروکل کے طلبا کی تندرستی کی نگرانی کا عہد کیا ہی۔ آپ رائل کالج آف سرجری کے فیلو بھی ہین۔ مبارک ہین یہ لوگ جو قوم اور ملک کی ضروریات کو اپنے ذاتی آرام اور شخصی ترقی پر ترجیح دیتے ہین۔ کیونکہ یہی سچے جانباز ملک اور فنا فی القوم ہین اور انھین کی اس بیکس و بینوا ملک کو ضرورت ہی۔ مبارک ہے وہ تحریک جو سال مین کم از کم ایکمرتبہ ایسے دلی جوش اور ایثار نفس کا باعث ہوتی ہی۔ ایسے ہی لوگون نے جاپان کو قعر گمنامی سے نکالکر انتہاے عروج پر پہونچا دیا ہی۔ وہ جاپان جسنے ایسی ہی سپوتون کی جانبازی اور بہادری کی بدولت روس پر پچھلے ماہ ایسی نمایان فتح حاصل کی ہی کہ جسپر تمام تمدنی دنیا متحیر اور انگشت بدندان ہی۔ کہتے ہین مقام مکڈن مین روس کی ایک تہائی فوج کے قریب فنا اور کالعدم ہو گئی اور اس جنگ سے منچوریا مین اُسکی طاقت زائل ہو گئی۔ بہادر جاپانیون کو اسقدر مال و اسباب جنگ ہاتھ لگا کہ سازو سامان کی گاڑیون کی قطار بارہ میل تک مسلسل تھی۔ اور قیدیون، مقتولون اور مجروحون کی تعداد لاکھون تک پہونچتی ہے۔ اس شکست فاش کا نتیجہ ہے کہ جنرل کروپاٹکن مستعفی ہوکر روسی فوج کی کمان سے درگذرے۔ اُسکی اندرونی حالت بد سے بدتر ہو رہی ہے۔ چہار طرف سے صلح کی خبرین گرم ہین۔ اخبارون مین شرائط صلح پر مباحثے ہو رہے ہین۔ اور لوگ جاپانیون کی نسبت کہہ رہے ہین۔ کہ

یہ جائین گے بڑھکر کہان رفتہ رفتہ

مصدقہ جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر لودیانہ حال کمشنر راولپنڈی

تریاق طاعون

ہم نے عرصہ دراز کی جانفشانی کے بعد تریاق طاعون ایجاد کیا ہو جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوا ہے بطور حفظ ماتقدم اگر استعمال کیا جائے تو مرض طاعون کے حملہ سے انسان محفوظ رہتا ہے - اگر مبتلائے مرض اس کا استعمال کرے تو فوراً بخار رفع ہو جاتا ہے - گلٹیاں گم ہو جاتی ہین - دل مین طاقت - طبیعت مین بشاشت آجاتی ہے - اس دوائی کے استعمال سے نہ تے آتی ہے نہ اسہال ہوتے ہین - پسینہ جو مرض طاعون کے لیے بڑی نیک نشانی ہے - آجاتا ہے - اور مریض بفضل خدا صحت یاب ہو جاتا ہے - ہر ایک گھر مین چند شیشیان تریاق طاعون کی موجود رہنی چاہئین - تجربہ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ تریاق طاعون تحصیل قصور ضلع لاہور مین شروع مرض مین اٹھانوے آدمیون نے استعمال کیا جن مین سے ۹۰ صحت یاب ہوئے اور صرف آٹھ آدمی فوت ہوئے -

قیمت فی شیشی ۸ / چھ شیشی ۲/ بارہ شیشی ۴ روپیہ (۴) محصول ڈاک ذمہ خریدار -

نقل چٹھی نمبری ۴۵ ، از جانب

جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لدھیانہ (حال کمشنر راولپنڈی) مورخہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۰۴ع

جناب من بجواب آپ کی چٹھی مورخہ ۱۳ - ماہ گذشتہ درباره تریاق طاعون - مین آپ کو اطلاع دیتا ہون کہ جن میونسپل کمشنران کو یہ دوائی بھیجی گئی تھی انھون نے اسکی نسبت عمدہ رپورٹ کی ہے - اور چونکہ اُنکے بیان کے مطابق شہر لدھیانہ مین اسکی مانگ بہت ہو - اس لیے بہت اچھا ہوگا کہ انھین ممبرون کے پاس مفت تقسیم کرنے یا فروخت کے لیے کچھ اور دوائی بھیجدین ....

دستخط

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

[illegible]

[illegible]

المشتہر حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور

پلیگ کہو یا طاعون

بغیر اعلان و اشتہار کے کسی چیز کی خوبی سے عام لوگونکو اطلاع نہین ہوسکتی لہذا اس مضمون کو اشتہار کے پیرائے مین لانا ضروری سمجھا گیا۔

یون تو صدہا ڈاکٹرون اور حکیمون نے طاعون کے علامات اور علاج لکھے ہین لیکن اُنکے پڑھنے سے معمولی آدمی اچھی طرح نہین سمجھ سکتا کہ طاعون کیا چیز ہے اور اُسکا علاج کیا ہے۔ لہذا ہم چند وجوہ اس بیماری کے ایسے بیان کرتے ہین جو ہر شخص کی سمجھ مین آجائین اور اُن پر عمل کرنے سے اس بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مناسب ہے کہ یہ مضمون ہمیشہ پیش نظر رکھا جاے

اگرچہ طاعون سے محفوظ رہنے کی سب سے بڑی تدبیر تبدیل مقام یا نقل مکان ہے تاہم علاج کی ضرورت بھی مسلم ہے۔ طاعون کو ایک قسم کا وبائی بخار سمجھنا چاہیے جسمین جوڑ کے مقامات مین گلٹی نکل آتی ہے۔ گلٹی کا نکلنا اس مرض کے لیے ضروری ہے لیکن صدہا مریض ایسے بھی دیکھے گئے جنکے نہ گلٹی نکلی نہ درد ہوا۔ محض بخار ہی بخار مین مبتلا ہو کر موت کا شکار ہو گئے۔ پس نہ گلٹی کے آرام ہو جانے سے کوئی بچ سکتا ہے نہ موجود رہنے سے مر سکتا ہے موت کے اسباب صرف بخار ہی سے پیدا ہوتے ہین۔ اگر گلٹی پر قضا کا دارمدار ہوتا تو گلٹی کاٹ کے پھینک دینا آسان طریقہ تھا۔ مگر نہین!

جس موسم مین اس بیماری سے خواہ محض بخار سے زیادہ موتین ہونے لگین اُسوقت اتنی باتون پر نظر رکھنا چاہیے (۱) سر مین درد خفیف حرارت۔ اعضا شکنی۔ متلی ہونا۔ رفتہ رفتہ بخار کا بڑھنا۔ پیاس کی شدت۔ زبان مین خشکی۔ گھبراہٹ۔ اُلجھن۔ بے چینی۔ بھوک نہ لگنا۔ جوڑ کے مقامات مین درد یا گلٹی کا نمود ہونا۔ آخر مین سرسام اور بیہوشی (۲) دفعتہً کچھ سردی کے ساتھ بخار کا تیزی سے چڑھ آنا۔ پیاس اور اُلجھن۔ غفلت و بیہوشی۔ آدھے جسم تک پسینے کا آنا یا محض گلے تک۔ کمزوری ازحد۔ آواز مین ضعف جسم مین درد۔ کبھی بخار کا اُترنا کبھی چڑھنا۔ جسم کا ٹھنڈا ہو جانا (۳) خفیف حرارت سر بھاری۔ مختلف رنگ کے دست آنا۔ ہاتھ پاؤن سرد۔ آنکھ تاریک۔ زبان مین

لکنت غفلت و بیہوشی۔ نہ کہین دستہ گلٹی ان علامتون سے بھی طاعونی مقامات مین زیادہ موتین ہوئی ہین اسلیے جہان کہین ان علامات سے دوچار موتین واقع ہون اسی وقت سے احتیاط لازم ہے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہندوستانی گھرون مین ایک پیسے کا چورن بھی احتیاطاً نہین رہتا اس حالت مین حفظ صحت کا مقابلہ دوسری قومون سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ تاہم اگر ہماری دوا کو جو کئی سال سے برابر تجربے مین آرہی ہے ہر وقت اپنی جیب مین رکھو اور بیماری کے ایام مین صبح و شام ایک ایک گولی مطابق پرچہ ترکیب استعمال کیا کرو تو بے کھٹکے طاعونی مقامات مین پھر سکتے ہو۔ جو شخص اتفاق سے اس مرض مین مبتلا ہو جائے اسکا علاج ہماری ہی دوا سے کرتے رہو اور شان خدائی اور دوا کا اثر دیکھو! ایسی دوا کو بلا ضرورت بھی منگا کر اپنے گھر مین موجود رکھو جو طاعون کیلیے تیر بہدف ہو اور اس سے محفوظ رکھتی ہے چار درجن گولی کی قیمت عہ دواس سے کم نہین ہوسکتی۔ باہر والون سے محصولڈاک وغیرہ علاوہ قیمت کے لیا جائیگا۔

مدن آسنیدیل

یہ روغن جسکی شہرت کئی سال پیشتر ہو چکی ہے ہندوستانی ادویہ سے مرکب ہو اور بجز فائدہ کے نقصان کسی حالت مین نہین کرتا۔ مقوی۔ ہاضم۔ دافع قبض۔ حرارت اور کھانسی کو مفید۔ دل و دماغ کی کمزوری کو رفع کرنے والا۔ جوانی کی طاقت کو بڑھاتا چہرے پر چمک اور جسم مین طاقت و توانائی لاتا ہے۔ خصوصاً۔ دل جگر اور مثانہ کی بیماریون کے لئے اکسیر ہے۔ اسکے درجہ کمال تک ہی۔ ہر موسم مین یکسان فائدہ کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی (ایک اونس والی) دو روپیہ۔ جو ایک ماہ کیلیے کافی ہو اور ہمارا بنایا ہوا خضاب بھی عرق کی شکل مین ہو۔ قیمت فی شیشی عہر

المشتہر

ڈاکٹر ماتا پرشاد ہالسی روڈ کانپور

پنجہزار روپیہ انعام — پانچہزار روپیہ انعام

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہی کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلیے اکسیر ہی ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پڑوال غبار سبل سرخی پھولا ابتدائی موتیا ناخنہ پانی بہنا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور دوائیون کے مریضون پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھجاتی ہی اور عینک کے استعمال کرنیکی حاجت نہین رہتی بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہی قیمت اسلیے کم رکھی ہی کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکین قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلیے کافی ہی مبلغ عہ دو روپیہ ممیرے کا سرمہ سفید اعلی القسم فی تولہ مبلغ سعہ تین روپیہ ہے خالص ممیرہ فی ماشہ مبلغ بیس روپیہ مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہی

مین نے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہی اُن مریضون پر جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے دیکھا مفید پایا میری رائے مین خاصکر اُن مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہی اور دھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہی۔ راقم ڈاکٹر جے جل گھوش ایم اے ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور

آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

(۲) مین اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ مین نے ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہی اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضون پر استعمال کیا میری رائے مین بینائی قائم رکھنے اور آنکھونکی بیماریون سے بچنے کے لیے ممیرے کا سرمہ کا استعمال بہت مفید ہی۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

[illegible] ×

آؤ ہم تبلائیں چھبیس ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوتے ہیں

خمیرہ کرامانی — مقوی بصر حافظہ بینائی دافع نزول الماء دھند غبار آب آنی وغیرہ قیمت فی تولہ عہ/

حب ذیابیطس — پیشاب کا بار بار آنا۔ اور شکر رک کر تندرستی نصیب ہو۔ فی تولہ عہ/

حب دائمی قبض — ایک گولی سے دائمی قبض و ریاح اور تمام عوارض درد سر بواسیر وغیرہ کافور ہو۔ درجن عہ/

جوہر عشبہ — صفائی خون کے لیے بے مثل۔ گندہ خون کو زہر سے صاف کرتا ہے۔ دافع پھوڑا پھنسی ناسور بھگندر خارش شیشی کلاں ۱؎ شیشی خورد عہ/

نور علی نور — چند منٹ میں بال دور۔ ۲ تولہ ایک روپیہ عہ/

حب دافع وجع مفاصل — درد اعضاء جوڑوں کا درد دور ہو۔ ۲ ہفتے کے لیے شرطیہ عہ/

حب دافع طحال — تلی یا کف کو دفع کے لیے شرطیہ ۲ ہفتے کے لیے دو روپیہ عہ/

ہیرائیل — دلربا خوشبو کے علاوہ بال بے وقت سفید نہیں ہونے دیتا۔ نزلہ زکام کو دور کرتا ہے ضعف دماغ کو مفید۔ فی شیشی عہ/

زودکن — اسکے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہیں قیمت فی شیشی .... عہ/

دوائی خارش — ان کی خارش اور بدن کے دانے دو دن میں خشک ہو جاتے ہیں دو تولہ عہ/

تریاق السعال — اخراج بلغم۔ درد سینہ۔ سرفہ کہنہ اور خراش گلو۔ نزلہ کا چھاتی پر گرنا اسکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے اور ہر موسم میں کارآمد ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ .... عہ/

حب قائم مقام افیون — چانڈو افیون بلا تکلیف اس سے چھوٹ جاتے ہیں ایک تولہ عہ/

روغن اعجاز — برسوں کا زخم بھر جاتا ہے۔ بھگندر اور ناسور کے لیے اکسیر اور عجیب الاثر ۲ تولہ عہ/

دوائی درد کان — دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے ایک شیشی دو سو مریض کو کافی ہوتی ہے .... عہ/

چورن مقوی معدہ — خوش مزہ بھوک لگاتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے ۲ تولہ ایک روپیہ ہے ... عہ/

سنون مستحکم دندان — ہلتے دانت مضبوط اور میل دور کرتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ .... عہ/

یداللہ دافع بخار — دو رتی بھر سے بخار اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے۔ قیمت ۲ درجن .... عہ/

دمہ یا ضیق النفس — سانس رکنا۔ اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے ... عہ/

رعنا — چہرے کے بہتا داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔ ۲ تولہ ...... عہ/

سفوف درد گردہ — درد گردہ اور ریگ مثانہ بلا تکلیف خارج ہو جاتی ہے۔ ۲ تولہ عہ/

اکسیر شفا — دوائی طاعون بطور علاج حفظ ماتقدم حامل مرض کے لیے حملے سے محفوظ رہتا ہے۔ غربا کو مفت فی شیشی ... عہ/

حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ

شبیہ ڈاکٹر ماتا پرشاد

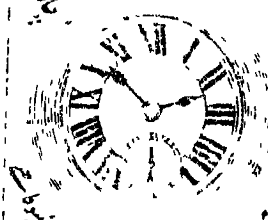


صفحات اشتہار پلیگ وغیرہ ملاحظہ ہون

ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا گیا
اور کتاب چھپکر تیار ہے

نقارۂ وحدانیت

[illegible]



[illegible]

ہزاروں حسن آبادیوں سے چند کا خلاصہ

[illegible]

تاریخ ریاستہائے ہند

[illegible]

شاہی کارڈ ... [illegible]

[illegible]

بخار کی بے بدل اکسیر دوا

کارفنسن پلس

اکثر بخار کی شکایت ہر جگہ اور ہر گھر مین ہوا کرتی ہے اور کوئی شخص ایسا نہین ہے جسکو ایسی دوا کی ضرورت نہ ہوتی ہو تمام لوگ اس بات سے ناواقف ہونگے کہ سوائے کونین کے اور دواؤن مین بھی یہ طاقت ہے کہ ہر قسم کے بخار کو دور کردیتی ہین بلکہ چڑھتے ہوئے بخار مین ایسی ہی دوائین دیجاتی ہین چنانچہ ہماری دوکان مین دو سال کے عرصے سے بخار کی دوا کی گولی ایک لائق اور تجربہ کار ڈاکٹر کی بنائی ہوئی نہایت ہی مجرب ہے۔ جسکو ہم نے بھی صدہا مرتبہ آزمایا فروخت ہوا کرتی ہین۔ اور ہم اپنے ہی انتظام سے انکو بغرض رفاہ عام فروخت کیا کرتے ہین۔ چڑھتے ہوئے اور بغیر چڑھے ہوئے بخار یعنے دونون حالتون مین یہ دوا بلا تامل دیجاتی ہے۔ ہر عمر والے کو بڈھے سے لیکر بچے تک کو یکسان فائدہ پہونچاتی ہے اور صفت یہ ہے کہ سوائے فائدہ کے نقصان کسی قسم کا نہین کرتی۔ ہر شخص بلا تشخیص ہر قسم کے بخار مین یہ دوا دے سکتا ہے۔ دوا دینے سے تیسرے ہی گھنٹہ مین فائدہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ خفیف حرارت شدت بخار اعضا شکنی۔ درد سر۔ سرسام۔ شدت پیاس۔ خراب قسم کے بخارون مین جو پسینہ نصف جسم تک آتا ہے وبائی بخار قبض غرض جس قسم کا بخار ہوگا اسکو دور کردیگی معمولی حالت مین بھی روزانہ ایک گولی کھانے سے تندرستی قائم رہتی ہے۔

قیمت بھی مناسب ہے تاکہ تمام لوگ اس سے فائدہ اٹھاوین یعنے فی ڈبیہ ۸ر علاوہ محصول ڈاک و پنگ وغیرہ۔ ہر ڈبیہ مین ۳ درجن گولی ہوتی ہے پرچہ ترکیب ہمراہ ہوتا ہے علاوہ اسکے داد کی دوائی ڈبیہ ۲ر اور راسکوپ سسٹم گھڑیان بہت عمدہ اور مضبوط جنکی قیمت ۴ہ ر محصولڈاک ہر حالت مین ذمہ خریدار ہوگا۔

المشتہر

شیخ نبی بخش کریم احمد سوداگر تھوک فروش بساطی بازار کانپور

ممیرا اور سچے موتیون کا سفید سرمہ

مصدقہ جناب نامی گرامی ڈاکٹر ڈبلیو آر کرائیپر صاحب بہادر
ایف۔سی ایس۔ای۔آر ایس۔ایم۔فیلو آف کمسٹری لندن

جسکی نسبت لندن وکلکتہ وپنجاب وآگرہ میڈیکل کالج کے سند یافتہ معزز ڈاکٹرون نوابون وراجاؤن کے معزز حکیمون وصاحبان جج بہادر ومجسٹریٹ بہادر وصاحبان ڈپٹی کلکٹران بہادر ومعزز یورپین صاحبان انگریز بہادر وغیرہ نے بعد تجربہ واستعمال کے ہمکو یہ لکھا ہے کہ آپکا **ممیرہ وسچے موتیون کا سفید سرمہ** آنکھون کی بیماریون وترقی روشنی کیواسطے بہت مفید اور سبسے بہتر وزود اثر دوا ہے۔ کہ جنکے سارٹیفکٹ بوقت فرمایش آپکی خدمت مین ہم بھیجین گے اور **ملک روس وافریقہ** وغیرہ کے معزز ڈاکٹرون وہندوستان کے معزز ڈاکٹران وحکیم آنکھونکی بیماریون مین اور دواکو چھوڑکر ہماری اس دواکو استعمال کراتے ہین۔

ہم نے اصلی عمدہ ممیرہ بڑی تلاش سے ہندوستان کے باہر سے منگوایا ہے

ہمارے سرمہ کا امتحان اور اس مین جلد کامیابی

نگاہ ناپ کر ہمارا سرمہ لگائیے دو ہفتے مین کمزور آنکھ کی بہت بڑھجائیگی اور آنکھ کی بہت نقص دور ہوجائین گے (۲) عینک کی ضرورت نہین رہیگی (۳) دھند۔ ڈھلکہ۔ آنسو بہنا۔ سرخی۔ سوزش۔ کھجلی۔ آنکھ کے سامنے کا اندھیرا پلکون کے اندر کے دانے وسرخی۔ گوہانجی۔ لکھنے پڑھنے سے آنکھونکا تکان۔ درد بہت جلد تر علیہ رفع کرتا ہے۔ کمزور نگاہ سے سوئی مین تاگا بہت جلد چھوڑ لیجئے۔ پڑوال۔ سبل۔ جالا۔ پھولی۔ ابتدائی موتیابند۔ ناخونہ لگر ملنے۔ آنکھون مین سرخ ڈورے پڑجانے کو۔ پلکین گرجانے والی بیماری کو مفید ہے (۴) کمزور آنکھ کو قوت دیتا ہے (۵) آنکھونکا میل اور مواد صاف کرتا ہے اور جملہ امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت فی تولہ [illegible] محصول

المشتہر۔ رام سرن نگم کانپور۔ اپنا نام ومقام وتام ڈاکخانہ وضلع خوشخط لکھو ورنہ تعمیل نہ ہوگی

چند معتبر اور قابل قدر ولائق اطمینان شہادتین

(۱) عالیجناب ڈاکٹر ای وائی روڈ صاحب بہادر آر ڈی۔ایم بی ایل لندن۔
(۲) جناب ڈاکٹر ایچ پی بنرجی صاحب ایل ایم ایس وسرجن کلکتہ۔
(۳) جناب ڈاکٹر ڈی این بنرجی صاحب ایل ایم ایس واسسٹنٹ سرجن میرٹھ۔
(۴) جناب ڈاکٹر الہٰ یارخان صاحب ایس جی سی ہاسپٹل اسسٹنٹ ضلع بجنور۔
(۵) جناب ڈاکٹر گنگا پرشاد صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ درجہ اول ضلع کانپور۔
(۶) عالیجناب شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب پروفیسر سابق میور کالج الہ آباد۔
(۷) عالیجناب نواب مسیح الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر واسسٹنٹ مہتمم بندوبست کانپور۔
(۸) عالیجناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible] ایل سب جج بہادر [illegible]
(۹) عالیجناب [illegible] صاحب [illegible] درجہ اول ضلع میرٹھ
(۱۰) عالیجناب منشی [illegible] لال صاحب ڈپٹی کلکٹر ضلع بستی
(۱۱) عالیجناب لفٹنٹ ایچ وہاب صاحب بہادر حیدرآباد دکن۔
(۱۲) عالیجناب [illegible] بہادر [illegible]
(۱۳) [illegible]
(۱۴) عالیجناب [illegible] مجسٹریٹ [illegible] لال صاحب [illegible]
(۱۵) عالیجناب [illegible] صاحب بہادر [illegible]

المشتہر [illegible] کانپور

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی اے

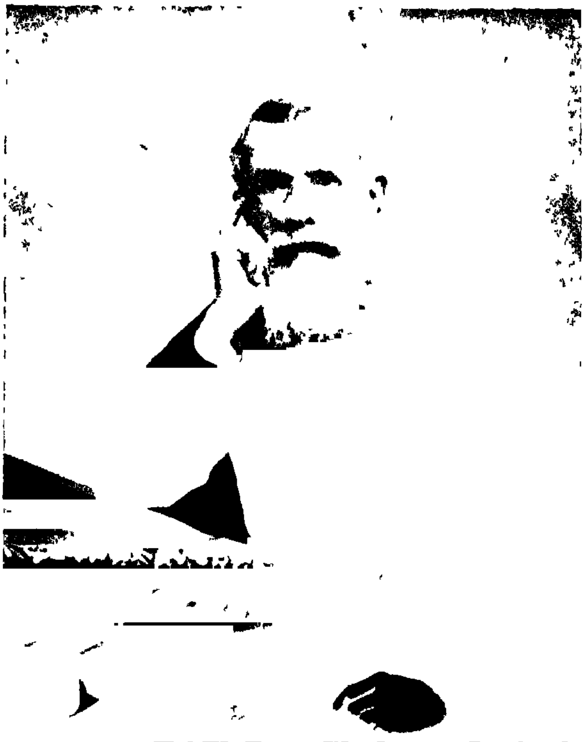
سلسلہ جدید	مئی ۱۹۰۵ء	جلد ۴ نمبر ۵

فہرست مضامین

محمد رحمت اللہ صاحب رعد کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت سالانہ　　پیشگی　　سعہ مع محصول



Mr. Dada Bhai Nouroji

Kuntaline Press

مئی ۱۹۰۵ء

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید جلد ۴ نمبر ۵

تعلیم

تعلیم کی ضرورت کو تو اب سب لوگ سمجھنے لگے ہین جنکو خدا نے ایسی باتونکے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے۔ مگر ابھی تک لوگون نے تعلیم کو اُسکے محدود معنون مین سمجھا ہے۔ تعلیم کے وسیع مفہوم کے سمجھنے والے ابھی بہت تھوڑے ہین۔ تعلیم نکلا علم سے۔ علم کے معنی جاننا تعلیم سکھانا سمجھانا تعلّم سیکھنا سمجھنا۔ جاننے کے لیے دنیا مین اتنی بہت چیزین ہین کہ آدمی اپنی محدود زندگی مین سب چیزونکو جان نہین سکتا۔ با این ہمہ مطلق علم انسان کے لیے شرطِ زندگی ہے۔ اور اُسکے حاصل کرنے کا شوق ہماری فطرت مین داخل ہے۔ اور ہماری فطرت ہمکو علم کے حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ پس علم کے حاصل کرنے کا شوق ایک حد تک اضطراری ہے جیسا تنفس کہ آدمی کا بچہ پیدا ہوتے ہی سانس لینے لگتا ہے تو یہ سانس کا لینا اُسکا فعل اضطراری ہے۔ جسمین اُسکے ارادے کو کچھ دخل نہین اور وہ بے اِسکے کہ کوئی اُسکو سانس لینا سکھائے خود بخود سانس لینے لگتا ہے۔ یہی حال علم کا ہے کہ مبدأ فیاض یعنی خدائے تعالےٰ نے آدمی کو حواس خمسہ کے پانچ پارچون کا خلعت دیکر دُنیا مین بھیجا ہے اور یہی

[redacted]

حواس خمسہ علم کے حاصل کرنے کے ذرائع ہین۔ دیکھنے کے لیے آنکھ۔ سُننے کے لیے کان۔ سونگھنے کے لیے ناک۔ چکھنے کے لیے زبان۔ چھونے کے لیے جلد بدن۔ جسطرح آدمی کا بچہ بے کسی کے سکھائے پیدا ہوتے ہی سانس لینے لگتا ہے۔ اسیطرح اُسکے حواس خمسہ پیدا ہوتے ہی اُسکے لیے اپنے اپنے قبضے کی معلومات حاصل کر چلتے ہین۔ یہ ہے بنیاد علم کی۔ اور یہ معلومات شروع شروع مین زندگی کے باقی رکھنے کے لیے کام مین لائی جاتی ہے۔ اور اسی اعتبار سے ہمنے علم کو شرط زندگی قرار دیا۔ انسان کے ابتدائی حالات پر نظر کرو تو آدم علیہ السلام نے دُنیا مین آکر سب سے پہلے اپنی اُسوقت کی معلومات کی قدر۔ کھانے پینے میٹھ بوندی۔ گرمی سردی۔ موذی جانورون سے بچنے کا سامان کیا ہوگا کہ بدون اسکے وہ زندہ نہین رہ سکتے تھے۔ وہ جنگل کی خودرو پھل پھلاری کھاتے۔ قدرتی ندی نالون تالابون کا پانی پیتے اور درختون کے سائے اور غارون مین پناہ لیتے رہے ہونگے۔ پھر رفتہ رفتہ اُنھین آرام و آسایش کا خیال آیا ہوگا اور اُنھون نے شکار اور موٹی جھوٹی کھیتی سے رزق کی توسیع کی ہوگی۔ درختون کے پتون اور جانورون کی کھالون سے تن بدن کو ڈھانکا ہوگا۔ بولنے بات کرنے کے لیے اشارون اور جانورون کیطرح کی آوازون سے کام لیا ہوگا۔ اور یہ سب کچھ خدا کے الہام سے کہ آدمی جو کچھ معلومات حواس ظاہر کے ذریعے سے جمع کرتا ہے عقل انسانی اُنھین طرح طرح کے تصرفات کرتی رہتی ہے۔ جزئیات سے کلیات بناتی۔ معلوم مقدمات کو ترتیب دیکر نامعلوم نتیجے نکالتی۔ تجربہ و استقرا سے چیزون کے خواص دریافت کرتی۔ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا[1] کے یہی معنی ہین۔ اس چھوٹی سی آیت مین گنتی کے صرف تین لفظ مین۔ علم۔ آدم۔ اسماء۔ اور تینون تشریح طلب۔ عَلَّمَ فعل ماضی ہے اور اسکا فاعل اللہ تعالے جل شانہ۔ یعنے خدا نے سکھایا۔ خدا کے سکھانے کا یہ مطلب کہ خدا نے آدمی کی زندگی اور آسایش و آرایش کے ساز و سامان سرزمین مین مہیا کرکے خود آدمی کو ایسا مخلوق بنایا کہ زندگی اور آسایش و آرایش اُسکو عزیز ہو۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ[2]

[1] (خدا نے) آدم کو سب چیزون کے نام بتا دیے ۱۲ [2] لوگون (کی بناوٹ) میں (کچھ ایسی) بات واقع ہوئی ہے کہ ان کو (دُنیا کی مرغوب چیزون یعنی) عورتون اور بیٹون اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیرون اور عمدہ عمدہ گھوڑون اور مویشیون اور کھیتی کے ساتھ دلبستگی بھلی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ یہ (تو) دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ہین اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے ہان ہے ۱۲

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ اور بقاء حیات اور تحصیل آرایش و آسایش کا اُسکو سلیقہ دیا۔ یعنے عقل اور حواس خمسہ اور اعضا و جوارح کے آلات و ادَوات۔ کہ اِنکو کام مین لاکر زندگی سے متمتع ہو۔

پس انسان کی ہستی زبانِ حال سے پکار رہی ہے کہ وہ کس لیے پیدا کیا گیا ہی وہ پیدا کیا گیا ہے زندگی سے متمتع ہونے کے لیے۔ مگر تمتع موقوف ہے تدبیر پر اور تدبیر موقوف ہے علم پر۔ تو نتیجہ کیا نکلا کہ آدمی پیدا کیا گیا ہے کائنات کا علم حاصل کرنے کے لیے۔ اگر آدمی کائنات کے حال سے بیخبر ہو تو وہ موجوداتِ عالم سے اپنی خدمت کیا لے اور سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا[1] کا ثبوت کیا دے اور زندگی سے متمتع کیا ہوا ور رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا[2] کی تصدیق کیا کرے۔ آدمی جو کائنات کے حال سے بیخبر ہو وہ نہ صرف اپنے تئین وجودِ معطل بناتا ہے بلکہ حکمتِ آلٰہی کا ابطال کرتا ہی جو دوسرے لفظون مین کفر ہے اور کفر نہین تو کفرانِ نعمت ہونے مین تو کچھ بھی شک نہین۔ کیونکہ جو چیز بھی دُنیا مین ہے ہمارے لیے ہے اور ہمارے حق مین نعمت ہی اور خدا اِن ہی چیزون کی ہمپر منّت رکھتا ہے اور منّت نہین رکھی جاتی مگر نعمت کی۔

وہ تو غنیمت ہے کہ مطلق علم شرطِ زندگی ہے۔ جیسا کہ مین ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہہ چکا ہون۔ ہم دیکھتے ہین اور دیکھنا بھی ایک طرح کا علم ہے۔ سُنتے ہین اور سُننا بھی ایک طرح کا علم ہے۔ سونگھتے ہین اور سونگھنا بھی ایک طرح کا علم ہے چکھتے ہین اور چکھنا بھی ایک طرح کا علم ہے۔ چھوتے ہین اور چھونا بھی ایک قسم کا علم ہے۔ کھانا پینا۔ پہننا۔ مکانون مین رہنا۔ ہر ایک چیز کے لیے ایک علم نہین کئی کئی علم درکار ہین۔ اصل مین تو علم کا مفہوم اِسقدر عام ہے کہ دُنیا کی ہر ایک چیز سے اُسکا تعلق ہے۔ یعنی علم کا دائرہ اتنا وسیع ہی کہ دُنیا و ما فیہا اور آخرت سب کچھ اُسمین سما سکتا ہی۔ مگر ہم نے سمندر کو قطرہ۔ بیابان کو ذرّہ بنا رکھا ہے۔ سلسلۂ سخن ذرا ٹوٹ سا چلا ہے لاؤ منھ

---

[1] جو کچھ آسمانون مین ہے اور جو کچھ زمین مین ہے اُسی نے (اپنے کرم سے) ان سبکو تمہارے کام مین لگا رکھا ہی ۱۲

[2] اے ہمارے پروردگار تونے اِس (کارخانۂ عالم) کو بیفائدہ (تو) نہین بنایا ۱۲

اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کی تشریح کو پورا کرلین - خدا کے سکھانے کے معنی مین کہہ چکا ہون کہ آدمی کو سیکھنے اور جاننے کی صلاحیت کا دینا ہی خدا کا سکھانا ہے ورنہ سوچو تو آدمی خود اپنا معلم ہے کہ آدمی جو کچھ بھی سیکھتا ہے خود اُسکی ضرورتین اُسکو سکھاتی ہین - انگریزی کی ایک مثل ہے "نسسٹی از دی مدر آف انونشن" ضرورت مادر ایجاد است - اِسکے یہی معنی ہین کہ ضرورت آدمی سے ایجاد کراتی ہے - اور ایجاد کرنا سکھاتی ہے - دونون کا ایک ہی مطلب ہے - خدا کے سکھانے کی توجیہہ جو مین نے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کی تشریح مین کی - اِسطرح کی توجیہات قرآن کی بہت سی آیتون مین کرنی پڑتی ہین - اور اِن توجیہات سے قرآن کی اعلےٰ درجے کی بلاغت ظاہر ہوتی ہے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا مین عَلَّمَ کی تشریح بقدرِ ضرورت نہین تو بقدرِ وسعت دقت تو ہو چکی - اب لو لفظ اٰدَمَ تو آدم سے ابو البشر آدم علیہ السلام مراد ہین اور اُنکے ضمن مین اُنکی نسل تمام بنی آدم داخل عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا مین تیسرا لفظ الْاَسْمَآءَ ہے جسکی تشریح ذرا مشکل ہو - اسمار کے معنی ہین نام تو کیا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کے یہ معنی ہین کہ خدا نے آدم علیہ السلام کو ساری بولیان سکھا دی تھین جو دنیا مین کبھی بولی گئین یا اب بولی جاتی ہین یا آئندہ بولی جائینگی - اور بولیون کا حال یہ ہے کہ دو ہزار سے زیادہ ہی زیادہ تو دنیا مین اب بقدرِ معلوم بولی جا رہی ہین اور کتنی متروک الاستعمال ہوگئین اور نہ جانے کتنی آئندہ پیدا ہونگی - علاوہ برین دُنیا کی کسی چیز کسی حالت کو ثبات و قیام تو ہے نہین - ہم دیکھتے ہین کہ لوگونکے باہمی میل جول سے بولیون مین تغیر ہوتا رہتا ہے اور اِس ایجاد و اختراع کے زمانے مین خصوصاً نئی نئی چیزون کے لیے نئے نئے نام گڑھنے پڑتے ہین زبانون کی کثرت اور اُنکے تغیرات کا تو یہ حال ہو اور خدا فرماتا ہے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا تو ضرور ہوا کہ آیت کی کوئی ایسی توجیہہ کیجائے کہ قرینِ قیاس اور قریب الفہم ہو - اور وہ توجیہہ یہی ہوسکتی ہے کہ تمام زبانون پر عبور کرا دینے کے یہ معنی ہین کہ آدمی کو خدا نے زبان کے وضع کرنیکی قدرت دی ہے اور قدرت کا دینا ہی سکھا دینا ہے - پھر ایک نکتہ لفظِ اسما مین فہم عوام سے بالاتر اور ہے کہ آدمی کسی چیز کی حقیقت اور ماہیت کو نہین جان سکتا - وہ جو کچھ جانتا ہے اور جان سکتا ہے چیزون کے خواص ہین - اعراض ہین - لوازم ہین -

جیسے نام کہ نام بھی مسمے کی حقیقت پر دلالت نہین کرتا بلکہ وہ ایک لفظ ہو جو وضعًا مسمے کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔ پھر خواص الاشیاء کے سکھادینے کا بھی وہی مطلب ہی کہ آدمی کو خدا نے چیزون کے خواص۔ چیزون کے اغراض۔ چیزون کے لوازم جاننے اور معلوم کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ یہی اُنکا سکھا دینا ہے۔ یہ صفت ہمنے خاص کلامِ الٰہی ہی مین دیکھی ہے کہ جتنا غور کرو بات مین سے بات نکلتی چلی آتی ہے۔ اب یہی عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا دیکھنے مین ایک مختصر سا جملہ ہے لیکن سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دریا کوزے مین بند ہے یا جملہ ایک وفتر کا اجمال ہے۔ انسان کی حدِ منطقی عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا سے بہتر ہو ہی نہین سکتی فلسفی اَلْاِنْسَانُ مَا هُوَ کے جواب مین آدمی کے ظاہر حال پر نظر کرکے کہتا ہے [1]جِسْمٌ نَامٍ مُتَحَرِّكٌ بِالْاِرَادَةِ بَادِي الْبَشَرَةِ حَسَّاسٌ عَرِيضُ الْاَظْفَارِ مُسْتَقِيمُ الْقَامَةِ لیکن کیا ممکن نہین کہ انسان کے سوائے خشکی یا تری مین کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی جزیرے مین کوئی اور جانور ایسا ہو جسمین یہ سب باتین پائی جائین۔ ایسا استقراء تام کسنے کیا اور کون کرسکتا ہے کہ خشکی اور تری کا کوئی جاندار اُسکی نظر سے نہ بچا ہو۔ حالانکہ خداے تعالے جو جہان کا پیدا کرنے والا ہے وَهُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِينَ [2] اپنے کلام مین فرماتا ہے وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [3] پس فلسفی نے جو انسان کی تعریف کی تھی مانع نہین رہی۔ پھر فلسفی نے دوسرا پہلو بدلا اور اَلْاِنْسَانُ مَا هُوَ کے جواب مین کہا حَيَوَانٌ نَاطِقٌ اسپر بھی اعتراض وارد ہوا کہ حیوان تو حیوان یعنی زندہ یہ ناطق کیا چیز ہی فلسفی نے کہا متکلم جو بولے۔ معترض نے کہا کہ سب جانور بولتے ہین۔ یہ دوسری بات ہی کہ تم انسان کے بولنے کو نطق سے تعبیر کرتے ہوا ور دوسرے جانورون کی بولیون کے تمنے دوسرے نام رکھ چھوڑے ہین جیسے زئیر الاسد۔ خوار الثور۔ عواء الکلب نہیق الحمار۔ نعیق الغراب۔ صہیل الفرس۔ اِسپر فلسفی نے کہا کہ ناطق کے معنی ہین مُدْرِكُ الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ۔ اِسپر بھی معترض نے فلسفی کو آڑے ہاتھون لیا کہ دوسرے جاندارون مین ادراک کا فقدان ثابت کرو۔ حالانکہ جانورون کی حرکات و سکنات سے

[1] بڑھنے والا جسم۔ ارادے کے ساتھ حرکت کرنیوالا ظاہر الجلد بدرک۔ چوڑے ناخن والا سیدھے قد والا ۱۲ [2] اور وہ سب سچ کہنے والوں سے بہت سچ کہنے والا ہی ۱۲ [3] اور وہی اور بہت چیزین پیدا کرتا ہے جنکو تم نہین جانتے ۱۲

ثابت ہوتا ہے کہ جس صنعت کو جتنے ادراک کی ضرورت ہے وہ اُسے حاصل ہے فَبُھِتَ[1] الفَلسَفِیُّ یہ تو فلسفیون کے حدود کا حال ہے کہ تین طرح پر انسان کی حد بیان کی اور تینون ناقص۔ اب اُس حد کو دیکھو جو خدا نے اپنے کلام پاک مین کی ہے مختصر کی مختصر اور اسپر جامع و مانع۔ وہ حد کیا ہے۔ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیفَةً[2] یعنی اَلْاِنْسَانُ مَا ھُوَ کا جواب ہے ایک لفظ خلیفہ۔ اب مضمون عالمانہ رنگ پکڑتا جاتا ہے تو جو کچھ اور جتنا کچھ مین نے ابتک کہا اُسکو تمہید سمجھو۔ مضمون کا موضوع لہ اتنی ہی بات ہے کہ خدا نے انسان کو ایک خاص طرح کا مخلوق پیدا کیا۔ ظاہر حال کے اعتبار سے محض بے سروسامان اور عقل کے اعتبار سے ایسا باسروسامان کہ کسی مخلوق کو اسکا عشر عشیر بھی نصیب نہین۔ انسان کی ابتدائی حالت کو اُسکی موجودہ حالت کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھو کہ اُسنے ایک عقل کے زور سے صرف ضرورت کے لیے نہین بلکہ آسایش اور تکلفات آرایش کے لیے کتنا سامان جمع کر لیا ہے اور اسپر بھی قانع نہین۔ وہ رات دن تکلفات کو نہ صرف ضرورتون مین بلکہ اشد ضرورتون مین داخل کرنے کے درپے ہے ؎

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب جہان — انچہ من درکار دارم بیشتر درکار نیست

شاعر اسباب جہان کے جمع کرنے کو حرص سے تعبیر کرتا ہے جو ذمائم اخلاق مین سے ہے۔ اور ایک یہ شاعر کیا کہتا ہے۔ ہمارے مذہبی پیشواؤن مین سے بھی ایک بڑا گروہ زہد کی تعلیم فرماتا ہے۔ ایک طرف تو یہ لوگ ہین جو دُنیا سے نفرت کرنا سکھاتے ہین اور دوسری طرف خدا ہے جسنے آدمی کے لیے دُنیا مین عیش و عشرت کے سامان مہیا کیے اور آدمی کو اُنسے متمتع ہونے کی اجازت ہی نہین بلکہ حکم دیا کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اور قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِینَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ ھِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ[3]۔ علاوہ برین ہم دیکھتے ہین کہ ضرورت تو ضرورت خدائے تعالےٰ قرآن مین عیش و عشرت کے سامان کی بھی ہم بنی آدم پر منت رکھتا ہے جیسے مثلاً میوہ جات کی

[1] تو حیران رہ گیا فلسفی ۱۲ [2] مین زمین مین (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون ۱۲
[3] اس کا ترجمہ صفحہ ۳۰ مین گزر چکا ۱۲

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ يُنْۢبِتُ
لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ
وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا
مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝
اور اطعمۂ لذیذہ کی وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور
وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا
وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
لباس فاخر کی يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ
سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا زیور کی وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا

ؑ۱ اور وہی (قادرِ مطلق) ہی جسنے آسمان سے پانی برسایا جسمین سے کچھ تمہارے پینے کا ہی (اور کچھ ایسا ہی کہ) اُس سے درخت (پرورش پاتے) ہین جنھین تم (اپنے مویشیونکو) چراتے ہو اسی پانی سے خدا تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہی جو لوگ سوچ سمجھ کو کام مین لاتے ہین اُنکے لیے اسمین (قدرتِ خدا کی) ایک (بڑی) نشانی ہے ۱۲ ؑ۲ اور وہی (قادرِ مطلق) ہے جسنے باغ پیدا کیے (بعض تو ٹٹیو نپر) چڑھائے ہوے (جیسے انگور کی بیلین) اور (بعض) نہین چڑھائے ہوے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جنکے پھل مختلف (قسمونکے) ہوتے ہین اور زیتون اور انار (کہ بعض تو صورت شکل مزے مین) ایک دوسرے سے ملتے جلتے (ہین) اور (بعض نہین (بھی) ملتے جلتے (لوگو!) یہ سب چیزین جب پھلین انکے پھل (بے تامل) کھاؤ اور (ان نعمتونکے شکریے مین) انکے کاٹنے (اور توڑنے) کے دن حق اللہ (یعنے زکوۃ انمین سے) دیدیا کرو اور فضولخرچی نہ کرو کیونکہ فضولخرچی کرنیوالونکو خدا پسند نہین کرتا ۱۲ ؑ۳ اور اسی نے چارپایونکو پیدا کیا جن (کی کھال) اور اون تم لوگونکی جڑاول ہی اور اور بھی بہت طرحکے فائدے ہین اور انمین سے (بعض کو) تم کھاتے (بھی ہو) ۱۲ ؑ۴ اور وہی (قادرِ مطلق) ہی جسنے (ایک اعتبار سے) دریا کو (تمہارا) مطیع کر دیا ہی تاکہ اسمین سے تم (مچھلیان نکالکر انکا تازہ) تازہ گوشت کھاؤ اور (نیز) اسمین سے زیور (کی چیزین یعنی جواہرات) نکالو جنکو تم لوگ پہنتے ہو اور (اے مخاطب) تو کشتیونکو دیکھتا ہی کہ (پانی کو) پھاڑتی ہوئی دریا مین چلی جا رہی ہین اور دریا کو اسلیے بھی تمہارا مطیع کیا ہی تاکہ تم لوگ خدا کا فضل (یعنی تجارت کے فائدے) تلاش کرو اور (تاکہ آخرکار ان سب منفعتون پر نظر کرکے خدا کا) شکر کرو ۱۲ ؑ۵ اے بنی آدم ہمنے تمہارے لیے (ایسا) لباس اُتارا ہی جو تمہارے پردے کی چیزون کو چھپائے اور موجب زینت بھی ہو۔ ۱۲

غرض ہر طرح کے ساز وسامان کی اور منافع زندگی کی۔ ظاہر ہے کہ منت رکھی جاتی ہے نعمت کی اور نعمت تب ہی نعمت ہو سکتی ہے کہ ہم اُن سے متمتع ہون۔ اور زہد ہوا تو کیسا تمتع اور کیسی نعمت اور کیسی منت اور کیسا شکر یعنی زہد ہمکو شکر نعمت نہین کرنے دیتا کہ وہ افضل العبادات ہے۔ اِن دو متضاد باتون مین کہ ایک طرف تو ہمسے شکر نعمت طلب کیا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف تعلیم زہد سے ہمکو شکر کرنے کا موقع نہین دیا جاتا سے

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اِن دو متضاد باتون مین وجہ توفیق پیدا کرنا کام تو اُنکا ہے جو بڑے شدومد کے ساتھ زہد کی تعلیم فرماتے ہین مگر اپنے فہم ناقص کی قدر وجہ توفیق مین عرض کرتا ہون کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا مین جو لَا تُسْرِفُوْا ہے اسی قدر زہد مشروع ہے فَانْقَطَعَ الْاِخْتِلَافُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ یعنی خدا کی نعمتون سے فائدے اُٹھاؤ۔ مگر اسراف سے بچو۔ کیونکہ اسراف سے نعمت کی بے قدری پائی جاتی ہے اور نعمت کی بے قدری کا ضروری نتیجہ ہے ناشکری۔

مسلمانون کے اصلی تنزل کا سبب یہی زہد نامشروع فی طلب الدنیا ہے۔

اچھا تو یہ زہد نامشروع فی طلب الدنیا اِنکی طبیعتون مین کہان سے آیا خدا نے تو قرآن مین ایسے زہد کا حکم دیا نہین۔ ہان آیا اِنکی غفلت اور کاہلی سے۔ اور اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ توکل اور تقدیر اور زہد کی غلط فہمی سے۔ اور میرے خیال مین وہ لَا تُسْرِفُوْا والا زہد تو نہین باقی زہد کسی قسم کا ہو۔ ترک حیوانات ہو۔ ترک عمرانات ہو۔ تشدد ہو خدا کی مرضی کے صریح خلاف ہے۔ لیکن غفلت اور کاہلی مسلمانونکی طبیعت ہو گئی ہے اور مذہبی غلط فہمیون کے زنگ کا بڑا عین کا پیر اور خلفاً بعد سلفٍ اِنکے دلون پر بیٹھے ہوے ہین سے

نسیم غفلت کی چل رہی ہے اُمنڈ رہی ہین بلا کی نیندین
کچھ ایسا سوئے ہین سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

۱؎ کھاؤ پیو اور فضول خرچیان نہ کیا کرو ۱۲ ۲؎ تو اختلاف اُٹھ گیا اور خدا کا شکر ہے جسنے ہمکو اسکا رستہ دکھایا اور خدا ہمکو ہدایت نہ کرتا تو ہم رستہ (ڈھونڈے) نہ پاتے ۱۲

ہم سب نے کچھ ایسا بے غیرتی کا ٹھیکرا آنکھوں پر رکھ لیا ہے کہ اگلوں کی پس خوردہ خواری کرتے ہین وہ بھی نخروں اور نکتوڑوں سے۔ یعنے کھیتی سے پیدا کیا ہوا اناج کھاتے کپڑے پہنتے۔ مکانوں مین رہتے۔ آرام و آسایش کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔ اور یہ سب کچھ اگلوں کے طفیل کہ وہ یہ سب طریقے ایجاد کر مرے تھے جنسے ہم فائدے اُٹھا رہے ہین ورنہ ہمنے تو اپنی ذات سے نہ کچھ کیا اور نہ کچھ کر جانا۔ خدا نے تو ہمکو ایسی عقل دی تھی کہ ہم اپنے تئین آپ سکھاتے اور اپنے سے آپ سیکھتے۔ مگر خیر سب کے ذہن تو ایسے رسا نہین ہوتے کہ جو چاہے اور جب چاہے کوئی نئی بات پیدا کر لیا کرے خصوصاً اس زمانے مین کہ دُنیا اہل یورپ اور اہل امریکہ اور ثالثۃ الاثافی جاپان کی بدولت معراج الکمال ترقی پر پہونچگئی ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ انسان مدارج کمال کی جو اسکے لیے مقدر ہین تکمیل کر چکا۔ نہین سہ

اینکہ دیدی مراتب جزوی ست کار کلی ہنوز در قدرست

خدا کے سوا کسی کو معلوم نہین کہ انسان ایجادات اختراعات اکتشافات مین کہانتک ترقی کر سکتا ہے اور کہانتک ترقی کریگا۔ اب بھی اہل یورپ کا کیا حال ہے **قطعہ**

کوئی روز شاید کہ جاتا ہو خالی کہ یورپ کے لوگونکے اذہان عالی
نہ کرتے ہون اک تازہ ایجاد کوئی ہر تم مین بھی اے قوم ناشاد کوئی

مگر یہ کب ہوتا ہے کہ قوم کی قوم۔ ملک کا ملک ایجاد و اختراع کی دُھن مین لگا ہوتا ہے خدا کسی کے ذہن مین برکت دیتا ہے اور اُسکو کوئی کام کی بات سوجھ جاتی ہے سہ

حکمت محض ست اگر لطف جہان آفرین خاص کند بندۂ مصلحت عام را

خیر مین اُسی بات کا پھر اعادہ کرتا ہون جو ابھی کہہ چکا ہون کہ خدا نے تو ہمکو انسان ہونے کی حیثیت سے ایسی عقل دی تھی کہ اپنے تئین آپ سکھاتے اور اپنے سے آپ سیکھتے مگر سب کے ذہن تو ایسے رسا نہین ہوتے۔ آدمی آدمی سے سیکھتا خربوزے کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ہم مین غضب یہ ہے جسنے آیندہ کی امیدون کو خاک مین ملا رکھا ہے کہ ایجاد تو ایجاد نقل و تقلید تک کا بھی سلیقہ نہین۔ ورنہ ہمارے ہندوستان مین کاہے کی کمی ہے بلکہ سچ پوچھو تو یورپ کے مقابلے مین کیا باعتبار آب و ہوا کیا

لہ لاثافی جمع ہے اثفیہ کی اور اثفیہ کہتے ہین چولھے کے ایک بازو کو ۱۲

باعتبار بحور و انہار کیا باعتبار پیداوار اراضی کیا باعتبار اقسام حیوانات کیا باعتبار معادن۔ ہندوستان کو جنت نشان کہنے مین رتی بھر مبالغہ نہین۔ آلات۔ ادوات مشینین کلین تو لائین یورپ سے امریکہ سے جاپان سے اور اُن سے کام لین ہندوستان مین۔ پھر دیکھین کو نسا ملک تموّل اور خوشحالی مین ہندوستان سے برسر آتا ہے مگر یورپ اور امریکہ اور جاپان جانا اُنکی شاگردی مین کام سیکھنا۔ کلین خریدنا پھر ہندوستان مین لاکر اُنسے کام لینا اس طول عمل کو چاہیے عقل سلیم۔ شوق ہمت دولت اتفاق سات سُہاگنون کا ہاتھ لگے تو لاڈو کا اُبٹنا پسے۔ نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچین گی۔ مگر ہان بن لوگونکو خدانے ایجاد و اختراع کا مادّہ دیا ہے یعنی وہی اہل یورپ کہ وہ اس فن مین اُستاد الکل ہین ان ہی لوگون نے ایک نسخہ بیک کرشمہ ایجاد کیا ہے۔ وہ کیا ہے تعلیم۔

زمین فی المثل اک خدا ساز گھر ہے
مزیّن ہے آراستہ۔ سربسر ہے
ضرورت کے کل ساز و سامان ہین اسمین
ہم اُترے ہوئے مثل مہمان ہین اسمین
بجز اپنے کس کی شکایت کرین ہم
خدا میزبان اور بھوکون مرین ہم
بہم اُسنے الوان نعمت کیے ہین
یہان بدنصیبی نے مُنہ سی دیے ہین
اُدھر سے کلوا و اشربوا کی صلا ہے
مگر اپنی قسمت مین فاقہ لکھا ہے
کچھ اسطرح کے ہضم بگڑے ہوے ہین
کہ فاقے نہین ہین تو تخمے ہوے ہین
خدا جو نقائص سے پاک اور بری ہے
ہر اک کام مین اُسکے دانشوری ہے
وہ چیزین ہمین جنکی ہی سخت حاجت
مہیا و موجود ہین بے مشقت
ہوا سانس لینے کو پینے کو پانی ؎
مگر ہمنے کچھ قدر اُنکی نہ جانی
تجمل تکلف کے اسباب سارے
کسی کو نہین ملتے بے مُنہ پسارے
سر سبز اقسام کھانے لگائے
اجازت ہوئی جسکو جو بھائے کھائے
اگر کوئی ہے دال دلیے پہ قانع
وہ جانے۔ نہین میزبان اُسکا مانع
مگر اُسنے نعمت کو نعمت نہ جانا
نہ منت اُٹھائی نہ احسان مانا
رہا مبتذل اور وقار اپنا کھویا
غرض اُسنے نام خلافت ڈبویا
نہ کچھ انتہا پائی عقل رسا نے
خدا ہی خود اپنے خزانون کو جانے

مگر آدمی زاد تعلیم پا کر پہونچتا ہے اُن تک سُرنگین لگا کر
تو وہ زندگی مین مزے کر رہا ہے زمانے کو جو وہ کہے کر رہا ہے
سلیمان ہے اور ہوا اُسکے بس مین عناصر کے جنّات اُسکے قفس مین
وہ خاصیتِ عرض و جوہر سے واقف ہے فی الجملہ اسرار نیچر سے واقف

تعلیم ایک پھولتا پھلتا پھیلتا درخت ہی جو ہر مقام مین جگہ پکڑ سکتا ہے اِسکی پود ھ ہندوستان مین بھی ہے اور قدیم الایام سے ہے۔ مگر اِسکا بیج بگڑا ہوا ہے۔ اِسکا سب سے بہتر بیج یورپ مین ہے وہی بیج یہان لاکر بویا جائے تو ملک کے سارے درد دُور ہوجائین۔ تعلیم کے مسئلے پر سالہا سال سے غور کیا جا رہا ہے اور ہم مسلمانون مین تو تعلیم پر غور کرنے اور مسلمانون کو تعلیم مفید کی صلاح دینے کیلیے ایک خاص کانفرنس قائم ہے۔ اور ہر برس بڑے دن کی چھٹیون مین بڑی دھوم سے اُسکے اجلاس ہوتے ہین۔ تعلیم کا بڑا بوجھ بجھکڑ پریسیڈنٹ بنایا جاتا ہے۔ سرگرمی کے ساتھ ردّ و قدح ہوکر رزولیوشن پاس ہوتے ہین یعنی ہر سال تعلیم کے دستور العمل مین چند دفعات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پریسیڈنٹ کی اسپیچ کانفرنس کی جان ہوتی ہے۔ سولہ سترہ برس سے کانفرنس کا قیام ہے۔ اِس اثنا مین بڑے سے بڑے لائق پریسیڈنٹ زیب دہِ کرسیِ صدارت ہوے اور اُنھون نے ایک سے ایک بڑھکر دُھوان دھار اسپیچین دین مگر پار سال لکھنو کا کانفرنس سب پر سبقت لے گیا کہ آنریبل مارِیسن پریسیڈنٹ تھے۔ اِنکو پندرہ برس کالج پروفیسر اور آخر کار پرنسپل ہونے کی حیثیت سے علی گڈھ کالج کے ساتھ تعلق رہا ہے۔ یونیورسٹی بِل کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا نے انکو اپنا مشیر بھی بنا لیا تھا۔ آدمی ہین پرفکٹ جنٹلمین۔ ملنسار۔ خوش خلق اور مسلمانون کے سچے خیرخواہ۔ اِنسے بہتر تعلیم کے مَا لَہٗ اور مَا عَلیہ اور مسلمانون کی ضرورت کو کون جان سکتا ہی اِنھون نے اپنی افتتاحی اسپیچ مین تعلیم کا سچا سچا کچا چٹھا حاضرین کے روبرو پیش کر دیا اور اُس سے سارے ابہام دُور ہوکر تعلیم کا مضمون روزِ روشن کیطرح واضح ہوگیا تعلیم کے اعتبار سے اُنھون نے مسلمانون کے تین طبقے قرار دیے۔ اَسفل۔ عوام الناس جو محنت مزدوری سے اپنا پیٹ پالتے ہین۔ اُنکے حال سے آنریبل ماریسن نے اپنی

اسپیچ مین کچھ بحث نہین کی - اور انکی تعلیم بحث کے قابل تھی بھی نہین - ان لوگون کو پیٹ کے دھندون سے اتنی فرصت نہین ملتی کہ تعلیم کیطرف متوجہ ہون مجبور ہوکر چھوٹے چھوٹے بچّون کو ہلکے ہلکے کامون مین لگا دیتے ہین - انکے لیے اتنی ہی تعلیم بس کرتی ہے کہ موقع ملے تو اپنی زبان مین ٹوٹا پھوٹا لکھنا پڑھنا موٹا جھوٹا حساب سیکھ لین - سو اتنی تعلیم کس شمار مین -

دوسرا طبقہ متوسط الحال لوگونکا ہے جو سرکاری نوکری وکالت - طبابت انجینیری تجارت وغیرہ کے معزز پیشون سے معاش کمانا چاہتے ہین -

تیسرے اعلےٰ طبقے مین وہ لوگ ہین جنکو معاش کے لیے علم حاصل کرنے کی ضرورت نہین - جیسے اُمرا جنکو بزرگون کی موروثی دولت ملگئی ہے -

جسطرح آنریبل پریسیڈنٹ نے تعلیم کے اعتبار سے مسلمانون کے تین طبقے قرار دیے ہین اسی طرح انھون نے تعلیم کے بھی تین درجے ٹھہرائے -

ادنےٰ درجہ کالج سے فروتر - اسکولون کی تعلیم طبقۂ اسفل کے لیے - تعلیم کا متوسط درجہ بی اے - جسکی نسبت انھون نے فرمایا کہ متوسط الحال لوگ جو معزز پیشون کے ذریعے سے معاش پیدا کرنا چاہتے ہین - اُنکو انگریزی بی اے کی ڈگری تک ضرور تعلیم پانی چاہیے کہ اس سے کم مین کامیابی کا ہونا مشکل ہے - پھر اُنھون نے مثال دیکر توضیح کے ساتھ سمجھایا کہ تجارت حرفت صناعت سب اپنی اپنی جگہہ معزز پیشے اور دولت کمانے کے عمدہ ذرائع ہین اور مسلمان زیادہ تر دولت ہی کے محتاج ہین - ان پیشون مین بی اے کی انگریزی لیاقت سے کیونکر کام لینا ہوگا -

غرض آنریبل مارٹسن نے تعلیم کے تین حصے کیے - اول اسکول کی تعلیم - دوم کالج کی تعلیم - پھر کالج کی تعلیم کے دو حصے - پہلا بی اے تک - دوسرا بی اے سے بالاتر جسکو اُنھون نے یونیورسٹی کی تعلیم قرار دیا - چونکہ انجمن کا اسلامیہ کالج بی اے تک محدود ہے - اور اسی کے سنبھالنے کے لالے پڑے ہین - آنریبل مارٹسن کی درجہ بندی سے اسلامیہ کالج کے حق مین بڑا مفید نتیجہ نکلتا ہے - وہ یہ کہ سارے ہندوستان مین اس سرے سے اُس سرے تک مسلمانون کے دو ہی کالج ہین - اسلامیہ کالج - اور علی گڈھ کالج ہرچند علی گڈھ کالج مین ایم اے کلاس ہے مگر اُسکے یونیورسٹی ہونے کو

صبر ایوبؑ اور عمر نوحؑ چاہیے۔ علیگڈھ کالج کی ابتدا مسٹر محمود سے ہوئی۔ اُسیوقت سے اُنکا خیال اپنے والد سر سید احمد خان کی امداد سے کالج کو آخر کار محمڈن یونیورسٹی بنانے کا تھا۔ مگر یونیورسٹی ہتیلی کی سرسون تو نہ تھی۔ پہلے بہت چھوٹے پیمانے کا اسکول قائم ہوا۔ پھر اسکول سے ہائی اسکول۔ پھر ہائی اسکول سے کالج۔ کالج شباب پہونچنے پایا تھا کہ خدا نے سر سید کا سایہ اُسپر سے اُٹھالیا۔ سر سید کے حواریون کو اُنکی یونیورسٹی کی وصیت تو معلوم تھی ہی تعمیل وصیت کے جوش مین آکر دس لاکھ سے یونیورسٹی بنانے کھڑے ہوے۔ کئی طرح کے جتن کرنے سے کئی برس مین اونٹ کے مُنہ مین زیرہ کچھ روپیہ بھی جمع ہوا۔ مگر کہین اُوس سے بھی پیاس بجھتی ہی۔ قدر قلیل جو تبقاریق آتا گیا۔ کالج کی ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ضرورتون مین کھپتا گیا۔ "ہر چیز کہ درکانِ نمک رفت نمک شد" اور یونیورسٹی ہنوز دلّی دُور رہیا تانتک کہ آنریبل مارِیسن کی اسپیچ نے یونیورسٹی کیطرف سے رہی سہی آس بھی توڑ دی اُنھون نے فرمایا کہ یونیورسٹی کے لیے چاہئین تمام فنون کی فیکلٹیان اور یہان کسی فیکلٹی کا ابھی نام ونشان بھی نہین۔ ایک عربی کی فیکلٹی کے لیے تو سر ڈگلس لاٹوش کی گورنمنٹ نے کچھ سہارا دیا بھی ہے۔ اِسکے بعد سائنس کی ضروری فیکلٹی جو سبسے زیادہ گران قیمت ہے۔ پھر تاریخ کی۔ پھر انجینیری کی۔ پھر طبابت کی۔ قانون کی ایک کی۔ ڈھمک کی۔ بھلا بیچارے مفلسا بیک بھکّڑ مسلمانون کو گنج قارون کا پتہ معلوم ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ کہ کھود کر نکال لائین اور یونیورسٹی کی نذر کردین۔

نظر بحالتِ موجودہ محمڈن اور اسلامیہ کالج دونون ایک ہی درجے مین ہین یعنی بی اے تک کے کالج۔ بے شک اسلامیہ کالج کو علیگڈھ کالج سے کسی بات مین کسی طرح کی مناسبت نہین۔ نہ وتنی مرجعیت۔ نہ وتنے طالب العلم نہ ویسے طالب العلم نہ وتنا اسٹاف نہ ویسا اسٹاف۔ نہ وتنی عمارت نہ ویسی عمارت۔ نہ وتنے فنڈز۔ نہ وتنا گُڑ نہ وتنی مٹھاس۔ مگر پھر بھی دونون انسٹیٹیوشنون مین محاسدہ نہ سہی ایک طرح کی رقابت تو ہے۔ اور بیچارہ اسلامیہ کالج تو اتنی ہی رقابت مین پسا جاتا ہے۔ باہمی محاسدے کا نہ ہونا بھی مین اِس سے کہتا ہون کہ

انجمن والون مین سے کبھی کسی متنفس نے میری سماعت مین ایک لفظ بھی ایسا نہین کہا جس سے مجکو خیال ہوتا کہ علیگڈھ کالج کی ترقی سے جلتے ہین اور علیگڈھ انسٹیٹیوٹ کہ وہ علیگڈھ کالج کا آرگن ہے ہمیشہ انجمن کے ساتھ اپنے آرٹیکلون مین ہمدردی ظاہر کرتا رہتا ہے۔ رہا مین مجکو دونون انسٹیٹیوشنون سے تعلق ہے اور مین اسی جگہ کسی سالانہ جلسے مین اعلان کرچکا ہون کہ علی گڈھ کالج میری داہنی آنکھ ہے اور اسلامیہ کالج بائین۔ مجکو دونون عزیز ہین اور مین دونکی خیر مناتا ہون۔ لیکن رقابت یا ہمچشمی کا محاسدہ ہوجانا کیا مشکل ہے ع نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد۔ مین سچ کہتا ہون کہ مین ہمیشہ ڈرتا رہتا ہون کہ کہین ان دو انسٹیٹیوشنون مین محاسدہ قائم ہوکر زلہ برعضو ضعیف اسلامیہ کالج کی شامت نہ آجائے کہ اسکے پاس خالی خولی سلف ہلپ کی شیخی کے سوائے مستقل فنڈ نہین۔ اور اسیو جہ سے ایک تو یونیورسٹی بل اسکے پیچھے پڑا ہے۔ دوسرے علیگڈھ کالج تمام اسلامی دنیا پر احاطہ کرنے کی تدبیرین کررہا ہے۔ رنگون اور ایران تک تو اسکے نقیب پہونچ ہی چکے ہین۔ اور مصر پر چڑھائی کی تیاریان ہورہی ہین۔ اور وہ بھی انشاء اللہ آخر کار ضرور فتح ہوکر رہے گا۔ کہ برٹش گورنمنٹ کی مداخلت اس مہم کے لیے رستہ صاف کرچکی ہے۔ ایسی صورت مین گو محاسدہ منافسہ رقابت ہمسری ہمچشمی کے خیالات نہ بھی ہون تاہم اسلامیہ کالج کے حق مین مطلق علیگڈھ کالج ہونا" ہمچو برف ست و آفتاب تموز" ؎

عجب ست با وجودت کہ وجود من بماند　　　تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

کوڑھ مین کھاج اسلامیہ کالج کا بڑا حق پنجابیون پر ہے۔ جیسا بھی ہو ان ہی کا کالج ہی اسکے بانی۔ یہی اسکے چلانے والے۔ یہی اسکے ہمہ از دست۔ یہی اسکے ہمہ اوست" خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ"۔ با اینہمہ چند ایسے بھی ہین جو شروع سے اسکو علیگڈھ کالج کے ہوتے مد فضول اور ناممکن الثبات سمجھتے اور اسی لیے اسکی امداد مین مضائقہ کرتے ہین۔ مرتے کو مارے شاہ مدار چند لوگونکے اس خیال نے اسلامیہ کالج کی رفتار ترقی کو ادرسست کردیا ہے۔ لیکن واہ رے مارتین اور واہ تیری صداقت اور واہ رے تیری بے غرضانہ عام مسلمانون کی خیرخواہی کہ باوجود

علیگڈھ کالج کی مفرط محبت اور پندرہ برس کی رفاقت کے ہندوستان سے جاتے
جاتے کمزور کالجون کی کمر کیا بندھوا چلا اُنکو ایک چارٹر دے چلا کہ بی اے تک کی تعلیم دینے
والے کالج جس کثرت سے بھی ہون مسلمانونکی ضرورت کے مقابلے مین کم ہین۔ بڑھاؤ اِنکو
جتنا بڑھا سکو۔ اب بھی کوئی کہسکیگا کہ اسلامیہ کالج فضول ہی۔ اور علیگڈھ کالج کے ہوتے
مسلمانان پنجاب کو اسکی ضرورت نہین۔ میرے کہنے سے نہین آنریبل مارسین کے
فرمانے سے یقین کرو کہ اسلامیہ کالج فی حدِ ذاتہ فضول نہین۔ اسمین جو کچھ کمی کوتاہی ہی فنڈز
کی ہی اور فنڈز کی کمی لوگونکی بے توجہی اور ناقدردانی کیوجہ سے ہی۔ مین نے چاہا تھا کہ آنریبل
مارسین کی اسپیچ کا وہ حصہ جو بی اے سے متعلق ہی انگریزی مین پڑھکر سناؤن مگر حاضرین
بہت سے حضرات انگریزی نہین سمجھین گے۔ اور ایسے ہی صاحبون سے مجھے عرض مطلب کرنا
ہی اور ایسے ہی صاحبونسے فنڈز کے بہم پہونچانے کی اُمیدین ہین۔ توقعات ہین۔ تو مین
۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء کے اخبار البشیر سے اُسقدر کا اُردو ترجمہ پڑھکر سناتا ہون یہ ترجمہ مستند ترجمہ
ہی اسواسطے کہ البشیر سے لیا گیا ہی اور البشیر علیگڈھ کالج کا آرگن ہی۔ آنریبل مارسین نے فرمایا کہ۔

"آپکو معلوم ہوگا کہ اِسوقت تک ہندوستان کے مسلمان گریجوایٹونکا بہت بڑا حصہ علیگڈھ کالج
کا تعلیم یافتہ ہی اور میرے بعض دوست سمجھتے ہین کہ ایک مسلمان کو علیگڈھ کے سوا کسی
دوسری جگہ بی اے پاس کرنا خلافِ حمیّتِ قومی ہی۔ اِن صاحبونکے نزدیک مسلمانونکے لیے
تعلیم بی اے کا کسی دوسری جگہہ انتظام کرنا غلطی ہی مجھکو یاد ہی کہ ایک وہ زمانہ تھا جبکہ لوگ
سمجھتے تھے کہ کوئی اسلامی ہائی اسکول علیگڈھ سے باہر نہین ہونا چاہیے مگر اب ہائی
اسکولونکے متعلق وہ خیال جاتا رہا اور مین سمجھتا ہون کہ بی اے کے درجے کے کالجونکے
متعلق بھی یہ خیال بہت عرصے تک نہ رہیگا۔ قوم کی مالی فلاح کو ترقی دینے کیلیے ہم چاہتے ہین
کہ جہانتک ہو سکے ایسے مسلمانونکی تعداد کو بڑھائین جو شریف پیشونکے لیے تیار ہون
اور تعلیمی مرکز کے شوق مین ہم کوئی ایسی بات نکرین جو مسلمان نوجوانونکی زیادتی کو زندگی
کے مختلف پیشونمین روکنے والی ہو۔ مسلمانونکے موجودہ کالج شوق سے بی اے کا پورا
انتظام کرین۔ لوکل کمیٹیان مسلمان طلبہ کو گورنمنٹ اور مشن کالجونمین تعلیم پانے
کیلیے وظائف بہم پہونچائین۔ اِس سے علیگڈھ کی اہمیت مین جو مسلمانونکی تعلیمی اسکیم
مین اُسکو حاصل ہی سرِ مو فرق نہ آئیگا وہ جیسا کہ اب ہر حصۂ ہندوستان کے مسلمانونکی

منفقہ کوششون اور قومی جوش کا مستحق ہے ویسا ہی اُسوقت بھی رہیگا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ وہ اُسوقت مسلمانون کے علوم اور اعلےٰ خیالات کا مرکز نہ ہوگا۔ رہے پیشے اُنکے یے محض تعلیم عامہ کی ضرورت ہی جو میرے نزدیک بی اے کے درجے تک کی کافی ہی اور اس قسم کی تعلیم جسقدر عام ہو اُسیقدر قوم کی مالی بہبودی کے لیے بہتر ہے“

یہ جو مین نے آپ صاحبونکو پڑھ کر سنایا آنریبل مارسین کی اسپیچ کے بیچ کا ٹکڑا ہی۔ اور اس سے فقط اس بات پر استشہاد کرنا منظور تھا کہ اسلامیہ کالج کا ہونا اہل پنجاب کیلیے مفید اور ضروری ہی۔ اسکے بعد دیکھنا یہ ہے کہ لوگ ہر جگہ تعلیم کی ضرورت کا احساس کرنے لگے ہین اور تعلیم کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی قومی ضرورتین وقتًا فوقتًا پیش آتی رہتی ہین اور سب ضرورتون کا حاجت روا ایک چندہ۔ تو ہم دیکھتے ہین کہ ملک مین چندون نے طوائف الملوکی کر رکھی ہے۔ میرے نزدیک اسطرح کی کشمکش کا ہونا خاصکر امور خیر مین اچھا نہین۔ اور مین چاہتا ہون کہ چندون کے لیے علاقے تقسیم ہو جائین۔ مگر تقسیم کرے کون۔ کرے نہ کرے ایجوکیشنل کانفرنس کہ وہی ایک ایسا مجمع ہے جہان ہر طرف کے مسلمان جمع ہوتے ہین۔ اگر کانفرنس ایسا کرے تو مین یقین کرتا ہون کہ الاقرب فالاقرب کی رو سے پنجاب بخدا فیرہ لامحالا اسلامیہ کالج کے حصے مین آئیگا۔ اور اس صورت مین اسلامیہ کالج کے لیے کافی اور مستقل فنڈز کا جمع ہونا بہت ہی آسان ہوجائیگا اور کانفرنس کا انتظار کرنا بھی کیا ضرور ہی۔ اہل پنجاب خود اپنے اوپر لازم کرلین کہ اسلامیہ کالج کے سوائے کسی اور کو چندہ نہین دینگے۔ کیا يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ؎ سے اسلامیہ کالج کا حق فائق ثابت نہین ہوتا۔ الاقربین مین جیسے نسبی قرابت ویسے مقامی قربت فقط

؎ (اے پیغمبر ان تم سے (لوگ) پوچھتے ہین کہ (خدا کی راہ مین) کیا خرچ کرین تو (انکو سمجھادو کہ خیر خیرات کے طور پر) جو مال بھی خرچ کرو تو (وہ تمہارے) مان باپ کا حق ہے اور قریب کے رشتے دارون کا اور یتیمون کا اور محتاجون کا اور مسافرون کا اور تم کوئی سی بھلائی بھی (لوگون کے ساتھ) کروگے تو اللہ اُسکو جانتا ہی ۱۲

مسٹر دادابھائی نوروجی

وہ آدمی نہین جسے حب الوطن نہین

اِس حبیب ملک سے جسکا نام نامی زیب عنوان ہے نوتے فیصدی تعلیم یافتہ ہندوستانی واقف ہین۔ آپ اُن معدودے چند بزرگان ملکوتی صفات مین سے ہین جو کہ ہندوستان کے مایۂ ناز ہین اور جنکی لیاقت اور علمیت نے ہندوستانیونکا وقار انگریزون کی نگاہون مین قائم کیا۔ آپ کی پاک طینتی اور حب الوطنی نے آپکے احسانات کا تمام ہندوستان کے دلون پر نقش کردیا ہے اور اُنکی یاد ہندوستان کی ترقی کی کوششون کی تاریخ کے ساتھ تاابد قائم رہے گی۔ فرشتہ سیرتی۔ مُنکسر مزاجی۔ راسخ الخیالی۔ پاک باطنی اور ملک کی بہبودی کے لیے محنت وجفاکشی ایسے خصائل ستودہ اور اوصاف حمیدہ ہین جو کہ ہر ملک کے لیے باعث ناز ہوسکتے ہین اور جو ہر شخص کے دل مین اُنکی عظمت اور جوہر ذاتی کا سکہ جمائے ہوے ہین آپ کی ذات بابرکات پر ہم کتنا ہی فخر کیون نہ کرین تھوڑا ہے۔ آپ کا نام ہندوستان کی آیندہ نسل کے لیے ایک بیش ورثہ رہیگا۔ ہندوستان پر آپ کے احسانات کا وہ بار گران ہے کہ اگر ہر موئے تن زبان کیطرح شکریہ ادا کرے تو بھی سُبکدوشی نہین حاصل ہوسکتی۔ اِس حالت مین کوئی تعجب کی بات نہین کہ آپ کی گزشتہ سالگرہ کے موقع پر جبکہ آپ کی عمر اسّی برس کی ہوئی دلی مسرت اور محبت کے اظہار کی غرض سے الہ آباد۔ بمبئی۔ اور کلکتہ وغیرہ مین شادمانی اور مبارکباد کے جلسے منعقد کیے گئے۔ بہرحال اِس حبیب ملک کے مختصر حالات تبرکاً ہدیۂ ناظرین زمانہ کیے جاتے ہین۔ جو جو کارنمایان کہ اِس فخر ہندوستان نے

اسوقت تک ملک کیلیے کیے اُنکا مشرح و بالتفصیل کسی پرچے کے چند صفحون مین ذکر کرنا ناممکنات سے ہے۔ اسیلیے چند مشہور واقعات پر اکتفا کرنا لازمی آیا۔

دادا بھائی نوروجی سنہ ۱۸۲۵ء مین شہر بمبئی مین پیدا ہوے تھے۔ زہی نصیب اُس سرزمین کے جہان ایسے فرشتہ صفت عالی دماغ اور بلند خیال لوگ پیدا ہون آپ کے بزرگ چھ صدی سے پروہت کا پیشہ اختیار کیے ہوے تھے۔ آپ نے اپنے آبائی پیشے کو خیرباد کہکر نئی روش اختیار کی۔ یون تو اس عالی خیال کے ناخن فکر نے بہت سی سوشل اور مذہبی گتھیان بھی سُلجھائین۔ لیکن پولٹیکل معاملات اور ملک کی ترقی کا خیال زیادہ دامنگیر رہا اور اُسی کی طرف آپ نے زیادہ تر توجہ مبذول فرمائی۔ چار ہی برس کی عمر مین باپ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا اور یہ گوہر یکتا گردِ یتیمی مین مبتلا ہوگیا۔ بیچاری بیوہ والدہ کے ذمے کل تعلیم و تربیت کے فرائض آپڑے۔ ہندوستان کی خوش قسمتی سے آپ کی والدہ خاص لیاقت کی خاتون تھین اور اُنھون نے آپ کو اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم ایلی فنسٹون انسٹیٹیوٹ مین دلائی۔ ع۔ سالے کہ نکوست از بہارش پیداست۔ کے مصداق اوائل عمر ہی سے آپکی جفاکشی۔ مشقت اور عالمانہ لیاقت کا شہرہ زبان زد خاص وعام ہونے لگا۔ آپ کی طبعِ نورانی کے جوہر اور استعداد علمی کے چرچے جابجا ہونے لگے اور مغربی ہندوستان۔ کے محققین آپکو قدردانی کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصے مین آپ اپنے کالج کے مایۂ ناز ہوگئے۔ ایک مرتبہ ایک یوروپین لیڈی صاحبہ کالج کے دیکھنے کو تشریف لائین۔ طلبا سے جنمین کہ آپ بھی شامل تھے امتحاناً چند سوالات کیے۔ وہ آپ کی جودت زود فہمی۔ ذکاوت اور حاضر جوابی سے ایسی متاثر ہوئین کہ اُنھون نے اپنی کتاب "ویسٹرن انڈیا" (مغربی ہندوستان) مین آپکی ذہانت اور لیاقت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اور آپ کی نسبت یہ پیشین گوئی کرگئی تھین کہ یہ لڑکا لاکھون مین ایک ہوگا۔ اور واقعی اُنکا کہنا حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔

بیس ہی برس کی عمر مین آپ تحصیل علم سے بخوبی فارغ ہوگئے۔ اور آپ کی علمیت۔ ہمہ دانی اور مستقل مزاجی کا اسقدر شہرہ ہوا کہ خود سرار سکائن

پیری صاحب بہادر نے جو کہ اُسوقت مین عہدہ چیف جسٹس پر معمور تھے اپنی جیب خاص سے آپ کے ولایت مین بیرسٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے نصف صرفہ برداشت کرنے کا وعدہ کیا۔ باقی نصف خرچہ بمبئی کے معززا ور مالدار رؤسا برداشت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ لیکن سر جمشید جی جی جی بھائی نے جنکا کہ اِس چندے مین سب سے زیادہ حصّہ تھا یہ افسوسناک راے قایم کی کہ دادا بھائی نوروجی کا ولایت بھیجا جانا مناسب نہین۔ مبادا وہان کی بود و باش اُنکو قدیمی دین و مذہب سے برگشتہ کر دے۔ سفر ولایت کے اِسطرح التوا پر تمام صریحی امیدون اور آرزوؤن کا خون ہو گیا۔ اور اب دادا بھائی کو بوجہ زیادہ خوشحالی نہونیکے تلاش معاش کی فکر ہوئی۔ چند ماہ کے بعد آپ اُسی اسکول مین جسمین کہ آپنے ابتدائی تعلیم پائی تھی ہیڈ اسسٹنٹ ماسٹر مقرر ہو گئے۔ اِس زمانے مین آپ کو علم ریاضی کا شوق عشق کے درجے تک بڑھا ہوا تھا اور یہانتک کمال حاصل ہو چکا تھا کہ ایک عام جلسے مین پرنسپل صاحب بہادر نے آپ کی طباعی پر آفرین کی اور اعلےٰ قابلیت کے صلے مین ایک طلائی تمغہ عنایت فرمایا۔ سنہ ۱۸۵۵ء مین آپ کی اور بھی منزلت افزائی ہوئی اور آپ کالج کے فزکس اُور میتھمیٹکس (علم طبیعی اور ریاضی) کی پروفیسری پر ممتاز ہوے۔ یہ رتبہ ابتک کسی دوسرے ہندوستانی کو نہ نصیب ہوا تھا۔ اور اِس عہدۂ جلیلہ کے فرائض کو بھی آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ آپ کے فیضان صحبت و تعلیم سے ہزارہا طلبا تہذیب و علم مغربی کی دولت سے مالامال ہو گئے۔

اِس دس برس کے عرصے مین جبکہ آپ حالت ملازمت مین رہے آپ کا وقت عزیز صرف درجے مین طلبار کی تعلیم ہی مین نہین صرف ہوتا تھا۔ اِسی عرصے مین آپکی کوشش سے بمبئی مین باوجود مخالفت سخت کے لڑکیون کی تعلیم کے لیے اسکول جاری کیا گیا۔ اِس زمانے کی بہت سی سوشل۔ تعلیمی۔ لٹریری اور مذہبی کارروائیون کے بانی مبانی اور تحریک دلانے والے آپ ہی تھے۔ یہانتک کہ بمبئی کی لٹریری اور سائنٹفک سوسائٹی۔ بمبئی ایسوسی ایشن۔ خریجی کاوس جی انسٹیٹیوٹ۔ ایرانی فنڈ۔ پارسی جمنیزیم۔ وکٹوریا اینڈ البرٹ عجائب خانہ قائم کرنیکا

افتخار آپ ہی کو حاصل ہے۔ غرضکہ شہر مین کوئی ایسی علمی سوسائٹی یا پولیٹکل جماعت نہ تھی جسکو کہ آپ سے فیض نہ پہونچا ہو۔ ۱۸۵۱ء مین آپ نے زبان گجراتی مین ایک ہفتہ وار اخبار "راست گفتار" سوشل۔ مذہبی اور تعلیمی اصلاح کی تلقین کی غرض سے نکالا۔ دو برس تک آپ نے نہایت جفاکشی اور مستعدی سے اسکی اڈیٹری کی۔ اور اپنے زور قلم کا سکہ جما دیا۔ اخبار کی عمدہ ترتیب نفیس چھپائی اور عالمانہ اڈیٹوریل مضامین کیوجہ سے پرچے کی مالی حالت کو بھی بہت ترقی ہوئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسوقت جو بمبئی کے ورنیکلر پریس (دیسی اخبار) کو آپ سب سے بہتر حالت مین دیکھتے ہین۔ بمبئی کی عورتین کلکتہ اور مدراس وغیرہ سے جو زیادہ تعلیم یافتہ ہین اور سوشل اصلاح کا نیک اثر بمبئی پر دیگر مقامات سے جو زیادہ پایا جاتا ہے یہ سب آپ ہی کی جانفشانی مشقت اور کوششونکے طفیل سے ہے۔

۱۸۵۵ء مین آپ مسرز کاما اینڈ کو کے ایجنٹ ہو کر انگلستان تشریف لے گئے۔ باوجود اس امر کے کہ ہنوز آپ کو تجارتی معاملات مین ذاتی اور عملی تجربہ مطلق نہ تھا لیکن آپکی ہمہ دانی اور دیانت داری کا اعتقاد اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ سوداگران مذکور نے آپ کو اپنا شریک دار بھی کر لیا۔ وہان بھی آپ ملک کیخدمت سے غافل نہ رہے۔ اور آپ نے لندن انڈین ایسوسی ایشن قائم کی جسکے اغراض یہ تھے کہ وہ انگریزون کے کانون کو ہندوستان کے ملکی مصائب و مظالم سے آشنا کرتا رہے اور اُنکی اصلاح کی استدعا مین سرگرمی سے ساعی رہے۔ اس زمانے مین جو جو رسالے اور مضامین کہ آپ نے تحریر فرمائے اور جسقدر لکچر کہ آپ نے جا بجا دیے اُن سب کے بالتفصیل تذکرے کی اس موقع پر گنجائش نہین۔ آپ کی محنت کا اندازہ ان واقعات سے ہو سکتا ہے کہ آپ صبح نو بجے مکان سے نکل جایا کرتے تھے اور تمام دن ہندوستانی مسائل پر گفتگو اور تقریر کا سلسلہ جاری رکھکر دس بجے رات کو گھر تشریف لاتے تھے۔ ۱۸۶۶ء مین اس سوسائٹی کے مقاصد کو اور زیادہ توسیع دیگئی اور ایک ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن قائم کیا گیا جسمین کہ ہندوستان کے پنشن خوار انگریز بھی شریک کیے گئے۔ جو فوائد کہ ملک کو ان پولیٹکل جماعتون سے حاصل ہوے وہ سب پر عیان ہین۔ اُس کار خانے کی

جنکی کہ طرف سے آپ ولایت بھیجے گئے تھے تمام تجارتی پیچیدگیون کو حل کرنے اور ان دونون سوسائٹیون کے کاروبار کے انجام دینے ہی پر آپکی مشکل پسند طبیعت نے اکتفا نہ کیا۔ یونیورسٹی کالج مین زبان گجراتی کی پروفیسری۔ سینٹ کی ممبری۔ انشورنس کمپنی کی ڈائرکٹری۔ سکرٹری آف اسٹیٹ سے ہندوستانی پیچیدہ پولٹیکل مسائل کے متعلق متواتر خط وکتابت۔ اہل برطانیہ کی ہندوستانی معاملون پر غلط فہمیون کو رفع کرنے کی کوششین اور ہندوستان کے مظالم ومصائب کو اہل لندن پر ظاہر کرنے کے لیے عام تقریرین آپ کے مزید مشاغل مین سے تھے بارہ برس کے عرصے کے قیام مین آپکی دیانتداری۔ خوش معاملگی اور راست بازی کا یہان بھی سکہ جم گیا۔ بدقسمتی سے انھین ایام مین اتفاقاً آپ کو تین لاکھ روپیے کا خسارہ ہوا۔ تجارتی حیثیت سے بھی آپ کا وقار بہت بڑھا ہوا تھا اور کچھ رفیقون کے قرضے کی صورت مین مالی امداد اور کچھ اپنی ذاتی محنت ومشقت سے بہت ہی قلیل عرصے مین اس نقصان عظیم کی جیون تیون کرکے تلافی ہوگئی ۱۸۶۹ء مین آپ وطن واپس آئے۔ ملک اور قوم کی نگاہ مین آپ کا جو وقار تھا وہ محتاج بیان نہین۔ یہان اُنکی آمد پر بڑی تعظیم وتکریم اور تواضع ومدارات کیگئی۔ عام جلسے قرار دیے گئے جنمین ہر قوم وملت کے ہزارہا لوگ شریک ہوے۔ اسموقع پر آپکے ہموطنون نے علےٰ قدر حیثیت مالی امداد بھی کی لیکن آپ کی غیرت وعالی ہمتی نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ اسکا ایک حبہ بھی اپنے ذاتی تصرف مین لاتے۔ کل روپیہ رفاہ عام مین خرچ کردیا۔

۱۸۷۳ء مین آپ دوبارہ ولایت تشریف لے گئے اور یہان فاسٹ کمیٹی مین ہندوستان کی مالی کیفیت کی نسبت مستند رائے زنی کے مجاز قرار دیے گئے۔ آپ کی باریک بینی اور واقفیت کاملہ کے فاسٹ صاحب بھی گرویدہ ہوگئے اور آپ کی فصاحت اور طرز بیان کی نہایت تعریف کی۔ آپ نے اپنی مشہور ومعروف کتاب اسی زمانے مین شائع کی تھی۔ یہ کتاب صرف واقعات ہی کا مجموعہ نہین ہے بلکہ زور قلم کا بھی اعلےٰ نمونہ خیال کی گئی۔ اس کتاب مین آپنے ثابت کیا ہے کہ ہندوستان مین روز بروز مفلسی ترقی کرتی جاتی ہے۔ حالانکہ اسکی

ترتیب مین انھین سرکاری سالانہ روئداد اور کاغذات سے کام لیا گیا ہے جس سے کہ سرکاری طور پر ہندوستان مین مفلسی کی کمی دکھلائی جاتی ہے۔ قدرتی طور پر انگلینڈ کے ممبرون نے تنگ خیالی کیوجہ سے سخت اختلاف ظاہر کیا لیکن اکثر آزاد مزاج معزز عہدہ دارون نے آپکی رائے کی تصدیق کی اور اُسکو صائب قرار دیا۔

سال ہی بھر بعد یعنی اگست ۱۸۷۴ء مین مہاراجہ صاحب برودہ نے اپنا مدار المہام مقرر کرنے کے لیے منتخب کیا۔ اِس تجویز کو لارڈ نارتھ بروک صاحب بہادر نے بھی پسند فرمایا۔ اِس زمانے مین موجودہ گیکوار کی بدعقلی۔ ریزیڈنٹ صاحب کی بیجا دست اندازی اور پولیس اور دیگر صیغون کے حکامون اور عمالون کی بداعمالیون سے نہایت بدنظمی اور ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کے مقرر ہوتے ہی اِن لوگون مین ہلچل مچگئی۔ کل خودغرض امراء و روساء آپکے درپے آزار ہو گئے۔ اِدھر اُدھر شکایتی درخواستین اور عرضیان دوڑائی گئین لیکن آپ حسب عادت نیک نیتی اور جفاکشی سے اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتے رہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بداعمال حاسدون کو اپنے کیے کا ثمرہ مِلگیا اور سب نکال باہر کیے گئے۔ رفتہ رفتہ آپ کا اسقدر وقار بڑھا کہ لارڈ نارتھ بروک صاحب بہادر نے آپکی موجودگی مین ریزیڈنٹ کی بھی وہان ضرورت نہ سمجھی کل سیاہ اور سفید کا اختیار آپکو مِلگیا لیکن کچھ عرصے کے بعد بحکم ضرورت آپکو اِس عہدے سے بھی علیحدہ ہونا پڑا۔

برودہ سے واپس آکر آپ دو برس تک بمبئی کارپوریشن کے ممبر رہے۔ اور اسکے کاروبار کو انجام دیتے رہے۔ یہان بھی آپ نے اپنی معاملہ فہمی کا سب کو قائل بنا دیا۔ آپ نے اسی زمانے مین کارپوریشن کے حساب و کتاب مین ایک ایسی غلطی پکڑی جس سے کہ کارپوریشن کا چھ لاکھ پونڈ کا نقصان ہوتا تھا۔ اعزاز پر اعزاز نصیب ہوتا گیا۔ اگست ۱۸۸۵ء مین لارڈ رے صاحب بہادر نے آپ کو اپنی کونسل کا اڈیشنل ممبر مقرر کیا۔ اِس موقع پر کل ہندوستان نے یک زبان ہو کر خوشیان منائین یہ سال کانگرس کی پیدایش کا سال تھا۔ اِسکی کارروائیون مین بھی آپ نے بہت بڑا حصہ لیا اور آپ اسکے پریسیڈنٹ قرار دیے گئے۔

آغاز ۱۸۸۶ء مین آپ پھر انگلینڈ کو بغرض ممبری پارلیمنٹ روانہ ہوے

گو کہ بوجوہ آپ کو اسمرتبہ کامیابی نہوئی لیکن اُنیس سو پچاس ووٹ کا مل جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ باوجود اختلاف سخت کے آزاد رائے اور راستی پسند لوگون کو آپ کے ساتھ کسقدر ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ لارڈ سالسبری نے دوران اسپیچ مین آپکو کسیقدر تحقر کے ساتھ "کالا آدمی" کہا۔ یہ کریہہ الفاظ انصاف پسند اہل برٹن کو بھی سخت ناگوار معلوم ہوے۔ ہندوستانی اخبارون نے بڑی شورش مچائی۔ یہانتک مسٹر گلیڈ اسٹن نے لارڈ سالسبری کی اس بدتہذیبی اور نافہمی پر سخت لعنت و ملامت کی اور کہا کہ واقعات اس کلمہ کی خود تردید کرتے ہین (اصل حقیقت یہ ہے کہ دادابھائی کا چہرہ باوجود ہندوستانی ہونے کے لارڈ سالسبری سے زیادہ صاف اور گورا ہے) آخرش لارڈ سالسبری صاحب کو دادابھائی نوروجی سے اس گستاخی کے لیے خواستگار معافی ہونا پڑا۔

دسمبر ۱۸۸۶ء مین آپ ہندوستان واپس آئے اور کلکتہ کانگرس کی دوسرے اجلاس کے پریسیڈنٹ مقرر ہوے۔ آغاز ۱۸۸۷ء مین بمبئی سروس کمیشن مین آپ اپنی رائے پیش کرکے ولایت دوبارہ پارلیمنٹ کی ممبری کی خواہش سے گئے۔ اگلی ناکامیابی سے ہمت نہ ہار کر اسمرتبہ آپ نے دوچند کوشش کی اور آپ ہاؤس آف کامنس کے باقاعدہ ممبر ہوگئے۔ جو گرمجوشیان کہ آپ نے اپنی ممبری کے زمانے مین ہندوستانی مسئلون کی گتھیان سلجھانے مین دکھلائین اُنکے احسانات سے ہندوستان مدت تک سُبکدوش نہین ہوسکتا۔ تین ہی برس کے عرصے مین آپنے حتے الوسع کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا۔ امتحان سول سروس کے پھر دوسری سال ہندوستان مین ہونے کی تجویز پیش کرائی۔ انڈین پارلیمنٹری کمیٹی بہ امداد وسر ولیم ویڈربرن صاحب اور مسٹر ڈبلیو سی کین صاحب قائم کی۔ یہ آپ ہی کی بارہا تاکید اور چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان کے ملکی اخراجات کی جانچ کے لیے رائل کمیشن ۱۸۹۵ء مین مقرر ہوا اور آپ اول ہندوستانی تھے جنکو کہ رائل کمیشن کی ممبری پر ممتاز ہونے کا افتخار حاصل ہوا۔

اس کمیشن مین جو بیانات کہ آپکے تھے اُنکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے تمدنی مسائل پر آپکو کسقدر عبور ہے۔ آپ کو اپنے مطالب

عمر زبان مین ادا کرنے مین کتنا ملکہ اور آپکے دل مین حُب قومی کسقدر موجزن ہے
دسمبر ۱۸۹۳ء مین آپ لاہور کی نوین کانگرس مین بغرض پریسیڈنٹ مقرر کیے
جانے کے مدعو کیے گئے۔ اثنا راہ مین جہان کہین کہ آپ قیام پذیر ہوے آپکا
استقبال اور دعوت شاہانہ اعزاز سے ہوئی۔ لاہور مین تو اسقدر دلی جوش تھا
کہ لوگ آپکی گاڑی کو خود ہاتھون سے کھینچکر آپ کو خیمے تک لے گئے۔ اسموقع پر
سر ولیم ہنٹر صاحب نے اخبار ٹائمس مین آپکے خصائل ستودہ اور اعلےٰ قابلیت
کی بہت تعریف کی ہے۔ افسوس کہ عین خوشی کے زمانے مین آپکے اکلوتے لڑکے
نے داغ مفارقت دیا۔ یہ لڑکا بھی ہونہار تھا اور ڈاکٹری کے فن مین بہت نام پیدا
کر چلا تھا۔ نوجوان ہونہار لڑکے کی وفات کا قلق کچھ ایسا ویسا نہین ہوتا لیکن
آفرین ہے آپکے تحمل اور ہمت کو کہ باوجود سخت ملال اور اندوہ کے آپ ملک
کی خدمتگزاری اُسی مستعدی سے کرتے رہے۔

۱۸۹۵ء مین آپ پارلیمنٹ کی ممبری سے علحدہ ہوے لیکن اپنے
ملک کی بہبودی کے لیے دن رات بدل وجان ابتک ساعی ہین۔ ۱۸۹۹ء
مین آپ نے فاؤلر کرنسی کمیٹی مین دو بیانات پیش کیے تھے جو کہ ملک کے
تمدنی لٹریچر مین ایک بہت ہی اچھا اضافہ ثابت ہونگے۔ سنہ ۱۹۰۱ء مین آپنے
اپنی رایون کو جنکا کہ اظہار وقتاً فوقتاً عام اسپیچون۔ کمیٹیون۔ کمیشنون مین ہوتا
رہا تھا مجموعی حیثیت مین چھپوایا۔ آپ کے خیالات دلائل و دعادی سے کُل
ہندوستان کے اہل الراے کو اتفاق ہے اور اکثر سخت تریورپین مخالفین
بھی آپ کی علمی لیاقت نکتہ سنجی اور راسخ الخیالی کے قائل ہین اور ہمخیال بھی
ہوتے جاتے ہین۔

ایمسٹرڈم مین انٹرنیشنل سوشیالسٹ کانگرس ماہ اگست مین ہوئی تھی۔
وہان بھی ہمارے ممدوح ہندوستان کے مستند اور سربرآوردہ اہل الراے
تصور کیے گئے۔ ہندوستان کے مسئلون پر آپ نے بڑے معرکہ کی ایک اسپیچ دی
اسکی تعریف تمام دُنیا کے معزز اخبارون مین ابتک ہو رہی ہے۔ خود پریسیڈنٹ
صاحب بھی آپکے بہت مداح تھے۔

فی الحال آپ پھر پارلیمنٹ کی ممبری کے لیے منتخب ہوے ہین اور اب ہندوستان کے ہر فرد بشر کی یہی دعا ہونی چاہیے کہ اِس خضر راہ فراست کو بقاے ابدی نصیب ہو اور آپ اِس موقع انتخاب پر کامیاب ہون تاکہ ہندوستان مین اِس سے بھی زیادہ دھوم دھام اور اہتمام سے اظہار خوشی اور مبارکباد کے جلسے کیے جائین۔

آپکے حالات زندگی سے سچی اولوالعزمی اور بلند خیالی کا ایک معقول نمونہ ملتا ہے آپ ہندوستان کی پولٹیکل ترقی کی تمام کارروائیون کے ہادی اور رہبر ہین جس زمانے مین کہ کانگرس وغیرہ کا وجود بھی نہ تھا آپ اُنھین اُمور کی تلقین بڑے شد و مد سے کرتے تھے جنکا کہ اب کانگرس والون کو حس ہونے لگا ہے۔ ہم اگر آپکو اپنا آڈیل تصور کر کے آپکے قدم بقدم پیروی کرینگے اب بھی ساعی ہون تو بہت کچھ کر سکتے ہین آپنے اپنی مثال سے اِس امر کو بخوبی ثابت کردیا ہے کہ ایک ہندوستانی بھی اِس پیرانہ سالی تک مثل گلیڈ اسٹن اور اسپنسر وغیرہ کے اُسی جوش و خروش سے اپنے فرائض کو انجام دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ باقاعدہ چلے۔ شکر خدا سے ابتک آپکی صحت صدہا نوجوانون سے اچھی ہے۔ حالات مندرجۂ بالا بغور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے پہلا قدم ترقی کے زینے پر اُسیوقت رکھا جبکہ آپ نے مذہب کے تمام جاہلانہ تعصبات اور توہمات سے انحراف کرکے باوجود اختلاف سخت کے اپنے آبائی پیشہ کو ترک کیا اور سفر ولایت کا عزم مصمم کر لیا۔ آپ کی اِصلاح مین کوشش ہمیشہ عملی ہوا کرتی ہے اور آپ اُن ضرب المثل مصلحان ملک و قوم کے زمرے مین نہین ہین جو کہ اپنے علم پر عمل نہین کرتے اور جو محض زبان کے جوہر دکھلاتے ہین آپکی سوانح عمری سے مستقل مزاجی۔ آزاد خیالی اور اخلاقی جرأت کی بھی اعلے مثال ملتی ہے اور یہی اوصاف حمیدہ ہین جنھون نے کہ آپ کو اِس معراج اوج و کمال پر پہونچا دیا ہے اور ہر شخص کو پہونچا سکتے ہین۔

ترلوکی ناتھ کول

ترقی معکوس

در رہِ عشق نہ شد کس بہ یقین محرم راز
ہر کسے برحسبِ فہم گمانے دارد

ہندو ترقی کر رہے ہین! ہندو اب نیم شائستگی کے تنگ دائرے سے نکلکر تہذیب و تمول کے فراخ میدان مین بڑی سرعت و غیر معمولی تیزی سے گرم رفتار ہین!! یہ رائے صرف ہمارے مسلمان بھائیون ہی کی نہین ہے۔ بلکہ اکثر یورپین اہل الرائے بھی اُس سے متفق معلوم ہوتے ہین۔ لیکن ہم تو آجتک بالکل نہ سمجھے کہ تہذیب۔ تمدن۔ شائستگی و ترقی سے اِن حضرات کا مطلب کیا ہے؟ اگر ترقی کے یہ معنی ہین کہ ہندؤن مین دولت کی کمی روبہ ترقی ہے۔ باہمی نفاق روزبروز بڑھتا جارہا ہے۔ یکجہتی و اتحاد کافور ہو رہا ہے۔ افلاس۔ وبا۔ بے روزگاری غیر ملکی مذاہب وغیرہ وغیرہ اُنکی تعداد کو روزبروز کم کرتے جاتے ہین تو ہمکو بھی اس رائے سے کلی اتفاق ہے اور ہم بھی بآواز بلند اعلان کرنے کو ہر وقت آمادہ و مستعد ہین کہ ہندؤن مین خوب ترقی ہو رہی ہے!!

مگر ہمارے دوستون کا مطلب ترقی سے یہ نہین ہے۔ وہ اپنی نیک نیتی سے سمجھے ہوے ہین کہ ہندو دراصل اپنی حالت کے سدھارنے مین سرگرم ہین اور نسبتاً اپنی ہمسایہ قومون سے تعلیمی وغیرہ معاملات مین بڑھتے چڑھتے ہین۔ مگر اُنکی یہ رائے بالکل غلط ہے اور چونکہ صرف بالائے سطح پر دیکھنے کی وجہ سے اُنکو ہندؤن کے ہر پہلو پر نظر ڈالنے کا موقع نہین ملتا اسوجہ سے بالکل غلط نتیجہ اخذ کرتے ہین اور سچائی سے ہزارون کوس دُور چلے جاتے ہین۔ رہی مدرسون مین تعلیم کی کیفیت۔ اُسکی نسبت ہم اسوقت صرف اتنا ہی کہنے کو تیار رہین کہ ابھی تک ہندؤنکی آبادی

اور قومون سے زیادہ ہے اسوجہ سے اُنکے طلبا کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے ورنہ اوسط نکالنے مین اُسمین بھی اورون سے پیچھے نکلین گے۔

عرصہ ہوا ہمنے متعدد آرٹیکلز مین " ہندو مسلمانونکے طرز معاشرت پر سرسری نظر" ڈالتے ہوے ظاہر کیا تھا کہ ہندو اپنی مناسب حال ترقی سے بہت نیچے گرے ہوے ہین اور باوجود اِس ناگفتہ بہ حالت کے پھر بھی ہاتھ پانؤن مارنے کی کوشش نہین کرتے۔ ہمارے خیالات کی تردید مین اکثر اصحاب نے زمانہ۔ ہندوستانی وغیرہ اخبارات مین اپنی اپنی رائین ظاہر کین اور گو صاف لفظون مین اُنھون نے برابر اختلاف کرنے کی کوشش کی مگر اُسمین جو کچھ اُنکو کامیابی ہوئی ہے وہ اخبارات مذکور کے ناظرین سے مخفی نہین ہے۔ اسلیے ہم اُس معاملے پر کچھ بھی نہین کہنا چاہتے۔ ہم مشکور ہین کہ اُنھون نے خود اِس اہم اور ضروری مسئلے پر غور کیا اور اپنی قیمتی تحریرون کے ذریعے سے اورون کو بھی غور کرنے پر مجبور کیا۔

اب چونکہ کم از کم زمانہ کے ناظرین اِس سوال کو دلچسپی کی نظر سے دیکھنے لگے ہین آج ہم پھر اپنی سادہ مگر صاف تحریر مین اُنکے سامنے چند باتون کو جو قومی زندگی کی معیار سمجھی جاتی ہین مودبانہ پیش کرتے ہوے ملتجی ہین کہ وہ اُنپر غور کرکے بتلائین کہ ہمارا خیال بالکل ہی غلط ہے یا اُسمین تھوڑی بہت سچائی بھی ہے۔ ہمارا یہ منشا کبھی نہین ہے کہ ہم فضول و ناحق بحث مین پڑکر اپنا اور دوسرونکا وقت ضائع کرین۔ ہم اپنے تائید و تردید کرنے والے حضرات (دونون) کو دوست سمجھتے ہین۔ اور اچھی طرح جانتے ہین کہ ہم مین صرف طرز خیال مین اختلاف ہے۔ پس ہماری ناچیز غرض اِس عرض سے یہ ہے کہ ہمارے الفاظ پر غور کیا جائے اور ہمکو بجاے نادان دوست بتانے کے دوست ناصح سمجھا جائے۔

ہمارا خیال ہی کہ ہندوٗن مین روز بروز عام تباہی پھیلتی جا رہی ہی اور بالعوض اِسکے کہ اُسکے روکنے کی کوشش کیجائے لوگونکے دلون مین عام طور پر سُستی و سہل انگاری اپنا تصرف کر رہی ہے اور اُنمین ایسے ناقص اور بودے خیال پیدا ہوتے ہین اور پیدا کرائے جا رہے ہین جو قومی قوت کے منتشر کرنے والے اور یقینی۔ موت کیطرف لیجانے والے ہین۔ کیون؟ اِسکا جواب ہم چند حقیر

مشاہدات کی مدد سے جو نیچے مرقوم ہین دینگے۔

ہندو" لفظ کی ہندؤن مین عام تحقیر

ابھی تک اس وسیع براعظم کے رہنے والے جو اپنے آپ کو رشی اور منیون کی اولاد بتاتے ہین ہندو کہلاتے تھے۔ ہندو ایک معزز لقب سمجھا جاتا تھا اور اس ملک کے رہنے والے بالعموم ہنا وہی مشہور تھے اکثر اخبارات وغیرہ مین پہلے مسلمان وعیسائیون کو بھی ہندو کہا جاتا تھا۔ مگر اب یہ حقیر نام ہوگیا۔ بال کی کھال نکالنے والے ریفارمرون نے فتویٰ دیدیا کہ ہندو چور ڈاکو۔ غلام وسیاہ فام کا مرادف ہے اور مسلمانون نے اسکو صرف تحقیر وتذلیل کی نظر سے اس ملک والون کے لیے مستعمل کیا تھا۔ ہمارے ریفارمر اس چھان بین مین کہانتک صحیح ہین وہ خود ہی سمجھ سکتے ہین۔ ہم تو اس لفظ کو گو بہت قدیم نہ کہین گے مگر کم از کم چار ہزار برس سے مستعمل پاتے ہین۔ زردشت کے ژند مین بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے جسوقت مسلمانونکے پیدا ہونے کا کسی کو سان وگمان بھی نہین تھا۔ سوامی دیانند نے اسکی اصلیت کا پتا لگا کر ظاہر کیا تھا کہ اس ملک کے لوگ آریہ کہلاتے تھے مگر انکی یہ غرض نہین تھی کہ اُنکے شاگرد اسکو باہمی نفاق کا ذریعہ بنائینگے جب سب ہندو کہلاتے تھے۔ اُنہین ایک طرحکی بھائی بندی کا خیال ہوتا تھا۔ اب برخلاف اسکے ہم سماجون مین آریہ اَن آریہ الفاظ اکثر سُنتے ہین۔ آریہ مہذب وشایستہ کہلاتے ہین۔ اناریہ اناڑی اور جاہل قرار دیے جاتے ہین۔ آریہ سماجون نے بالخصوص آریہ لفظ اپنے لیے اور اناریہ اپنے راسخ الخیال ہمسایون کے لیے جو اُنھین کے گوشت وپوست ہین مخصوص کرلیا ہے اور وہ جس لب ولہجہ سے اِن لفظون کا استعمال کرتے ہین اُس سے پورا پورا اُنکے اصلی خیال کا اظہار ہوتا ہے۔ آریون کی دیکھا دیکھی اب سکھ بھی اپنے تئین ہندو کہلانے سے محترز ہونے لگے ہین۔ رادھا سوامی پنتھ والے ہندؤن سے آزاد بنکر اپنا گیت الگ ہی الاپنا چاہتے ہین۔ اب رہے اور لوگ اُنہین کوئی تو سناتنی بنتے ہین کوئی کچھ۔ غرضکہ ہندو کوئی نہین کہلانا چاہتا۔ ہماری غرض یہ کبھی نہین ہے کہ خواہ مخواہ لوگ اپنے آپ کو ہندو کہین۔ افسوس تو اِس بات کا ہے کہ جس لفظ کی بدولت ہندؤن مین ایک قسم کا برادرانہ خیال پھیلا ہوا تھا وہ اب بالکل کالعدم ہوا جاتا ہے

اور ایسا کوئی نام بھی نہین ملتا جسکو سب بالاتفاق پسند کرلین - اب غور کیجیے اِس اختلاف نام کا نتیجہ اُنکے طرز تمدن پر کہانتک اثر انداز و نتیجہ آور ہو رہا ہے* - اور کسقدر اُنکے "قومی غرور" کو کم کر رہا ہے -

اسلاف پرستی اسلاف پرستی بشرطیکہ وہ حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے قومی ترقی کے لیے نہایت ضروری چیز ہے - جو قوم کہ کسی وقت ترقی کے معراج پر تھی مگر مخالف حالتون کی وجہ سے نیچے گر گئی ہے آسانی سے اُبھر سکتی ہی بشرطیکہ اُسکے کارنامے اُسکو پُرجوش الفاظ مین یاد دلائے جائین اور اُنکی مدد سے بلند حوصلگی کا سبق سکھایا جائے - رام چندر یا کرشن وغیرہ کی پرستش کی غرض یہی تھی اور ہر قوم مین "ہیرو ورشپ" کے مادے کے حلول کرنے سے یہی مقصد ہوا کرتا ہے - جب تک مناسب اور معتدل طریقے پر اُس سے کام لیا جاتا ہے وہ قومی عظمت قائم رکھنے کا نہایت معقول و ضروری انسٹیٹیوشن بنا رہتا ہے - مگر افراط و تفریط پر جانیوالے اُسکو کھینچ تان کے نہ صرف بیکار بنا دیتے بلکہ اکثر موقعون پر اُسکی وجہ سے اپنے پانؤن مین آپ کلہاڑی مار لیتے ہین - اِس ملک مین کیا ہوا؟ جنھون نے اپنے دل و دماغ سے کام نہین لیا ہیرو ورشپ پر الوہیت کی مہر لگا دی اور اپنے اسلاف کو ایشور یا ایشور کے اوتار ہونے کی عزّت بخشی - دوسرے لوگون نے بلا ضرورت نکتہ چینی کرتے ہوے اُنکو معمولی درجۂ انسانیت سے بھی گرا دیا - غرضکہ دونون ایک سخت جرم کے مرتکب ہوے - اور اصلی غرض اُنکی نادانی و ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے مفقود ہوگئی - عوام الناس نے سابق الذکر کا تتبع کیا اور تعلیم یافتہ جماعت دوسری طرف جھکی - دونون گمراہ ہوگئے - قوم کا نقصان ہوا اور اُنکے ہاتھ کچھ بھی نہ لگا - دیانند اسمین شک نہین اِس ملک مین پہلا شخص تھا جسنے اِسکی اصلی غرض اور ضرورت محسوس کی تھی مگر اُس برگزیدہ اور مبارک انسان کے پیرو کار تحریر اور تقریر سے ہیرو ورشپ کے عظیم الشان قلعے کو ضرب پر ضرب لگا رہے ہین اور اپنے زعم مین

* زمانہ کے کسی نمبر مین اِس لفظ پر بحث ہوئی ہے - یہ لفظ دراصل "اندو" سے مشتق ہوا ہی جسکے معنی چاند ہین - اور گو دوسری زبان مین ہندو کے معنی مکروہ ہون مگر ہندو اُسکو کبھی ایسا نہین سمجھتے تھے وہ اُنکا قومی نام ہوگیا تھا -

ایسے فرعون بے سامان بنے ہوے ہین کہ ذرہ بھی تو خیال نہین کرتے کہ اُن کے قول وفعل کا اورون پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ ہم اکثر سماجون کے لکچرون مین سُنتے ہین "ناتھک" جاہل اور سنسکرت زبان سے ناآشنا محض تھا۔ کبیر اُمّی تھا۔ رامانج ایک کنجڑ ویون کا شاگرد تھا وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات سے کوئی پوچھے تو سہی۔ کہ ان مہاتماؤن کے جھنڈون کے تلے جب کرورون آدمیون نے اپنی روحانی تسلی تلاش کی تو آخر اُن مین کوئی خصوصیت بھی تھی یا نہین؟ یہی ریمارک بُدھ بھگوان کے برخلاف سُننے مین آتے ہین۔ اصلاح کے مختلف ڈھنگ مین اگر اسلاف پر حملہ کرنے سے احتراز کیا جائے تو نقصان کیا ہوتا ہے؟ حملہ کرنے سے صرف قومی غرور بالکل مرجاتا ہے اور وہ ولولے۔ حرکت اور کوشش جو اسلاف پرستی کی وجہ سے پیدا ہوتے صرف دب ہی نہین جاتے بلکہ نیست و نابود ہوجاتے ہین۔

سوشل رسم ورواج یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہندو بالعموم رسم ورواج کے غلام ہین اور رسم کی مضبوط زنجیر ہر ایک پاؤن مین ایسی پڑ گئی ہے کہ باوجود نشانہ ملامت بننے اور اپنی نادانی کے خمیازے اُٹھانے کی بھی جرأت نہین کرتے کہ اصلاح کی فکر کرین۔ ہندوؤن مین کرورون کمسن بیوائین ہین۔ اُنکے ازدواج ثانی کی فکر کرین۔ کمسنی کی شادی کی وجہ سے لاکھون اطفال بلا تربیت رہجاتے ہین اکثر قبل از وقت وفات پاکر اپنی نابالغ بیوی کو بیوگی کی عزت دیجاتے ہین مگر اُسکے روکنے کا خیال نہین۔ تولید۔ شادی۔ اور میت وغیرہ کے موقعون پر اسراف بیجا کے متحمل ہوکر مفلس ونادار بنجاتے ہین۔ مگر اُسکی اصلاح کی کوشش نہین کرتے۔ غرضکہ کوئی کہانتک کہے۔ ایک دو بات ہو تو گنا دے یہان تو کوئی بھی پہلو درست نہین اور اُس پر ناز یہ کہ ہماری ترقی ہو رہی ہے!

قومی سبھائین اور سوشیل کنفرنسین قومی سبھاؤن اور سوشیل کنفرنسون نے بیڑہ اُٹھایا تھا کہ کم از کم مذموم رواجون کے انسداد کی کوشش کرینگے۔ مگر چلنا پچھم کیطرف اور چلدیے پورب کو۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کین رہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

۔ آجتک ہماری سمجھ ہی مین نہین آیا کہ "آریہ سماج" ایسی قومی اصلاحی جماعت کے ہوتے ہوے اِن قومی سبھاؤن کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیونکہ اِنکے کانسٹیٹیوشن کو "قومی" کہلانے کا کبھی مجاز ہی نہین تھا۔ دوسرے اگر پیدا ہو گئے تھے تو کچھ کر گزرتے نہ کہ ناحق جنم لیکر اصلی قومی مجلسون کو صدمہ پہونچایا اُنکی متفقہ کوشش کو منتشر کر دیا اور بُرا نمونہ بنکر (شاید) ہمیشہ کے لیے آئندہ نسلون کے حوصلون کو پست کر دیا۔ اِن سبھاؤن مین کایستھون نے نمونہ قائم کیا تھا۔ مگر جو فروشی و گندم نمائی کی پالیسی بیکار ہو گئی۔ کیونکہ لیڈر عامل نہین تھے۔

بطور مثال اِنکے ایک اصلاحی پہلو پر نظر کیجیے۔ بنارس کے ایک مشہور ریفارمر شادی کے لین دین کے مخالف تھے جب اُنکے لڑکے کی شادی کا وقت آیا تو آپ نے علاوہ اور اخراجات کے تیلک مین ہزارون کی رقم دینے کیلیے مجبور کیا۔ آجکل کایستھون مین لین دین نے نئی اصلاحی صورت اختیار کی ہی اور اُسکا اصطلاحی نام "زادراہ" ہے۔ اِس "زادراہ" نے غریب قوم کا ناک مین دم کر رکھا ہے۔ اب بتائیے یہ ترقی کی صورت ہی یا تنزلی کی۔

ویش کنفرنس نے بھی کایستھون کی دیکھا دیکھی انوکھا سوانگ رچا۔ مگر نتیجہ وہی ٹائین ٹائین فش۔ اگر کوئی ہمسے پوچھے تو ہم بنیون کے صرف اگروال قوم مین جو اعلےٰ درجے کا ممتاز فرقہ ہے ہزارون آدمی دکھلا سکتے ہین جو مذموم رواجون کی وجہ سے کنوارے بیٹھے ہین شادی نہین ہوتی۔

یہی نتیجہ اور کنفرنسون کا بھی ہوا۔ ہندو ایک انچھ بھی آگے نہین بڑھے بلکہ جب سے یہ نمایشی سبھائین ہونے لگین وہ گزون نیچے دھنس گئے۔

ریاکاری | ریاکاری اِس زمانے کی خصوصیت ہی۔ ہندوؤن نے اگر ترقی کی ہے تو ریاکاری مین۔ یہ دُنیا مین سب سے بڑھکر ہین۔ ابھی کل کا دن ہے ایڈوکیٹ کے ایڈیٹر اور ڈاکٹر تیج بہادر سپرو صاحب نے لالہ منشی رام صاحب (گورو کل) کو اِس وجہ سے مطعون کیا تھا کہ مابعد الذکر نے کسی متوفی بزرگوار کے خلاف شان کوئی کلمہ کہدیا تھا لیکن اِس بات کو نہ تو ڈاکٹر صاحب ہی کہہ سکے اور نہ ایڈوکیٹ کے عالم ایڈیٹر صاحب ہی پایۂ ثبوت کو پہونچا سکے کہ منشی رام نے کوئی جھوٹ بات کہی تھی۔ اصل

بات یہ ہے کہ لوگون مین اخلاقی جرأت بالکل نہین ہے۔ بودی طبیعت اور کمزور ضمیر نے نہ تو دنیا مین آجتک کوئی کام کیا اور نہ کر سکین گے۔ ریاکاری ہر حالت مین قابل نفرت و قابل ملامت ہے۔ چاہے وہ کسی شخص مین کیون نہ ہو۔ اور جبتک ایسی دو چار مثالین پیش نظر نہ رہین گی جنمین لوگ مضبوطی سے اپنے اصول کی پابندی کرتے ہین تب تک نوجوانون کے اخلاق کبھی نہ سنبھلین گے۔

مین ایسے وکیل صاحب کو جانتا ہون جو نہایت معزز اور ہر قسم کے قومی معاملات مین دلچسپی لینے والے مشہور ہین۔ انکی یہ کیفیت ہے جب کسی سبھا مین جائین گے تو آریہ سماج کی شکایت کرینگے اور جب سماج کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہونگے تو ہندوؤن کو تیر ملامت کا نشانہ بنا دینگے۔ آپ ناسک بھی پکے درجے کے ہین مگر نمایش کی غرض سے سندھیا وہون خوب کرتے ہین۔ حیوانی غذا نہین کھاتے مگر لڑکونکو ہدایت کرتے ہین کہ اس قسم کی غذا استعمال کیا کرو۔

اس ریاکاری کا کہین ٹھکانا ہے۔ آخر اسکی ضرورت ہی کیا ہے جب تک یہ لیڈر بننے کے دعویدار اپنے قول و فعل کو ایک سانہ کرینگے۔ وہ قومی معاملات مین حد درجے کے مفسد سمجھے جائین گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاکاری چھوڑ کر سچائی اور قربانی کی زندگی کا سبق سیکھین ورنہ ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند او خویشتن گم است کرا رہبری کند

نفع و نقصان کی تمیز تعلیم کا ماحصل یہ ہے کہ انسان مین قوت تمیز کا نشو و نما ہو۔ اور وہ نیک و بد مین امتیاز کر سکے۔ ہم دیکھ رہے ہین کہ ہندو اور زیادہ تر تعلیم یافتہ ہندوؤن مین اتنی بھی تمیز پیدا نہین ہوئی کہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکین اور دوست و دشمن مین تمیز کر سکین۔ چکنی چپڑی خوشامد کی باتین سنکر بھول جانا اُنکی عادت ہو گئی ہے اور ایسے موقعونپر وہ اسقدر از خود رفتہ ہو جاتے ہین کہ امتیازی قوت سے بالکل ہی کام نہین لے سکتے۔ ایسی ہزارون مثالین پیش کیجا سکتی ہین جنسے اُنکی یہ کمزوری نمایان شکل مین ظاہر ہو سکے گی۔ بطور مثال تھیا سوفیکل سوسائٹی کے مضمون کو لے لیجیے۔

ہم تھیا سوفیکل سوسائٹی کے بدخواہ نہین اور نہ اُسکو اپنا بدخواہ سمجھتے ہین

مگر اُسکے طرزِ تعلیم و طرزِ عمل مین ہم صریحی و سخت قومی نقصان محسوس کر رہے ہین۔ یہ زمانہ مقابلہ اور سخت مقابلے کا زمانہ ہے۔ دُنیا کی ساری قومین زندگی قائم رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤن مار رہی ہین۔ ڈارون کا حکیمانہ مسئلہ کہ "زندہ رہنے کے لیے اعلیٰ قابلیت ہی استحقاق ہوسکتی ہے" ہر شایستہ ملک کے بچے بچے کی زبان پر ہے اور سب باطل عقائد۔ وہم پرستی۔ فضول خیالات سے پناہ مانگتے ہوے اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے سخت سی سخت کشمکش کر رہے ہین۔ سوامی دیانند نے اپنی قوم کو بیدار کر کے چاہا تھا کہ کسیطرح یہ اپنی آنکھون سے سچائی کو دیکھین* اور روز روشن مین خواب نہ دیکھین۔ اگر وہ اپنی اِس کوشش مین کامیاب ہوے ہوتے تو آج ہند ویسی پست حالت مین نظر نہ آتے۔ مگر اُسی سال جب اُنھون نے بمبئی مین سماج قائم کیا نیویارک مین تھیاسوفیکل سوسائٹی قائم ہو کر اِس ابھاگے ملک و بدنصیب ہندو قوم کو تختۂ مشق بنانے کے لیے ہندوستان ہی مین آئی۔ اور دیانند جس خیال سے لوگونکو نجات دلانا چاہتا تھا۔ اُسنے تعلیم یافتہ (برعکس نہند نام زنگی کافور) جماعت کو اُسیکی دعوت کی۔ توجہ ادھر سے اُدھر ہو گئی۔ ہندو پہلے ہی سے خواب دیکھنے والی قوم مشہور تھی۔ سوسائٹی کی تعلیم نے سونے مین سُہاگے کا کام کیا۔ لمبے ناخن اور لمبے گیسو والے مہاتماؤن کا زمانہ آگیا۔ ذات پانت۔ چھوت چھات۔ بھوت پشاچ جنتر منتر۔ گنڈا تعویذ۔ وغیرہ الم غلم مین سب کے عقیدے پھر جم گئے۔ اور ترقیِ معکوس ہونے لگی۔ مداری کے کرتب اور شعبدہ بازی کو کرامات سمجھنے والے ادھر سے اُدھر پھر گئے اور اپنی عقل سے مطلق کام لینے کی کوشش نہین کی۔

مذہب کی علت غائی

جہانتک مذہب کی علت غائی پر نگاہ کیجاتی ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ سُکھ اور خوشی سے زندگی بسر کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہی لیکن سُکھ اور آنند سے یہ غرض نہین ہی کہ سارا وقت حظوظ نفسانی اور لذات جسمانی کے نثار کیا جائے۔ عیش اور سُکھ مُرادف الفاظ نہین ہین سُکھ مین شانتی کا شمول رہتا ہی۔ عیش مین ایکطرح کی اضطرابی کا گمان ہوتا ہے۔ انسان نے جتنی ترقیان کی ہین سب کا مآل کار یہی ہی۔ گورنمنٹ کا کانسٹیٹیوشن۔ سوسائٹی کا انعقاد۔ قانون کا اجرا۔ پولیس کی تقرری۔ فوج

*۔ دیکھو "آریہ سماج و تھیاسوفیکل سوسائٹی کا مقابلہ" زمانہ بابت ماہ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۲۶

کی ضرورت سب اِسی غرض کے پورا کرنے کے لیے ہین۔ عامۂ خلائق کی آسایش و رفاہ کا خیال تمام انسٹیٹیوشن کی بنا و استحکام کا باعث ہی اور جو شخص دُنیا کو کسیطرح کا سُکھ پہونچاتا ہی وہ حد درجے کا خدا پرست سمجھا جاتا ہے ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

نفس کشی بھی جو اِس غرض سے کیجاتی ہی جائز ہی ورنہ ناجائز۔ پورانون کو بغور پڑھنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اعلےٰ درجے کے مرتاض ضرورت کے وقت اپنی یوگ وغیرہ کے شغل کو چھوڑ کر قوم کی حفاظت کیلیے دشمنونکے برخلاف لڑتے آتے تھے مہاراجہ دوہیچی ور گھو کی مثال بطور نمونہ پیش کیجاتی ہی۔ دوہیچی کی کمر بوجہ دیرینہ سالی خم ہوگئی تھی۔ وہ جنگل مین عبادت کرتے تھے۔ مگر قومی ضرورت کی وجہ سے عبادتگاہ چھوڑ کر میدان جنگ مین آئے اور مارے گئے۔ ہندوؤنکا مذہب دراصل مصروفیت کا مرقع تھا اور آخر دم تک لوگ دُنیا کی فلاح کے لیے کام کرتے رہتے تھے۔

بُدھ پہلا شخص تھا جسنے راج کاج چھوڑ کر ریاضت کی سخت زندگی اختیار کی۔ مگر چھ برس محنت شاقہ اُٹھانے کے بعد وہ اپنی غلطی کا معترف ہوا اور میانہ روی کی تعلیم دی۔ مگر اُسکی اور مہابیر سوامی جیسے بزرگ کی زندگی نے ترک دُنیا کی مثال قائم کردی تھی جس سے قوم کے دلمین جھوٹے "ویراگ" کی عظمت قائم ہوگئی تھی۔ شنکر آچاریہ کے دس آشرمون نے اُسکو عروج دیا۔ اُسوقت سے سبکو "ویراگی" بننے کی ہوس سمائی اور اِسی بیہودہ خیال کے نشو و نما مین ہماری قومی نکبت کا پتہ ملتا ہے۔ جو لوگ گیتا وغیرہ کو بغور پڑھینگے وہ اچھی طرح سمجھ سکین گے کہ آجکل جس ویراگ اور "ترک دنیا" کا سبق دیا جا رہا ہے بالکل غلط ہی۔ اور ہندو ناحق بلا سمجھے بوجھے اُسکے شکار ہوے جاتے ہین۔ یہ خیال بلا سے بدکیطرح اُنکے پیچھے پڑا ہوا ہے اور بعض بعض ہندوؤنکے تصوف کے فرقے لوگونکو سخت گمراہ کر رہے ہین۔ وقت یہ تھا کہ ہندو اصلیت و مذہب کی علت غائی کو سمجھ کر خوب ہاتھ پانون مارتے اور اپنی ہمسایہ قومون کی طرح تہذیب و تمول مین ترقی کرتے مگر اِنمین زندگی کے متعلق بالکل غلط خیال حلول کر گئے ہین اور ہر پہلو سے اُنکے اپاہج بننے کے سامان پیدا ہوگئے ہین۔ موجودہ نسل تو بالکل ہی نکمّی ہوگئی ہے اگر کوشش نہین کی گئی تو آئندہ نسل کا خدا حافظ ہے

ضروریات زمانہ کیطرف سے غافل رہنا۔ سوشیل رواجونکی غلامی کرنا۔ ریاکاری یا ایسی بازبنتا اصول کی پیروی مین جوفروشی وگندم نمائی کرنا۔ مذہبی احکام کی غلط تاویل کو ماننا۔ خوشامدیونکی باتوںمین آکر حق و ناحق کو نہ سمجھنا۔ روز روشن مین خواب دیکھنا۔ یوگ و ویدانت کے اصول کو نہ سمجھکر مضحکہ اُڑوانا۔ یہ ہندوؤنکے موجودہ اوصاف ہوگئےہین اور اسپر ہمارے دوست کہہ رہے ہین کہ ہندو ترقی کر رہے ہین۔ واہ اچھی ترقی ہے !!!

ہندوؤنکے لیے ہماری صلاح یہ ہو کہ تمنے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ اپنی اولاد کو تباہ مت کرو۔ آگے نہایت "مقابلہ" کا زمانہ آرہا ہو۔ اُنکی ایسی تربیت کرو کہ وہ کچھ سنبھل جائین۔

ارسطو کا قول ہو "اولاد خود را بر آداب خود مقصود مگردان کہ ایشان برائے زمان دیگر خلق شدہ و باشد کہ مقتضاء آن زمان دیگر باشد" زیادہ کیا لکھین۔ اگر در خانہ کس ہست ہمین بس است۔

یہ ہندوؤنکی ترقی کے واقعات سے مشتے نمونہ از خروارے ہین۔

بھگت رام

ریویو

سوانح عمری وِدیا ساگر۔ پنڈت مادھو رام صاحب وکیل انبالہ نے گزشتہ صدی کے سب سے بڑے رفارمر پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر کی سوانح عمری لکھکے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہو۔ ودیا ساگر اُن برگزیدہ صفات بزرگون مین ہوے ہین جنکے احسانات کبھی فراموش نہین ہو سکتے جنکی زندگی کا ایک ایک پہلو غور، مطالعہ، اور تقلید کے قابل ہو۔ سوانح نگار کو جب اپنے ہیرو سے دلی عقیدت اور روحانی تعلق ہوتا ہو اُسوقت اُسکی لکھی ہوئی سوانح عمری مین ایسی دلپذیری پیدا ہو جاتی ہو جسکا ناظرین کے قلب پر بہت اچھا اثر پڑتا ہو۔ اور یہی بات اِس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک اِس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کے لیے ایک خاص دلچسپی رکھتا ہو۔ پنڈت صاحب موصوف سے یا دفتر زمانہ سے بقیمت ۸ر مل سکتی ہو۔

گلزار نونہال۔ لالہ خزان چند صاحب بی اے چاولہ کی عنایت سے اُردو مین بھی اُس طریقہ تعلیم کی بنیاد پڑگئی ہے جو مغربی دماغون کا نتیجہ ہو اور جس سے خرد سال بچے اپنے رُجحان فطری اور میلان طبعی کے مطابق تعلیم پا سکتے ہین۔ اِس طریقہ تعلیم مین لحاظ رکھا گیا ہے کہ بچون کے لیے کھیل کا کھیل ہو اور تعلیم کی تعلیم جسے کنڈرگارٹن کہتے ہین۔ لائق مولف نے کتاب کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے اور نقشے بھی دیدیے ہین۔ قیمت عہر۔ لالہ صاحب موصوف یا دفتر زمانہ سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

تربیتِ اولاد

بقیہ ماہ اپریل ۱۹۰۵ء

بعض حکما کا قول ہے کہ ماں کا بچے کو ایک نظر دیکھنا، باپ کا التفات کرنا، بھائی بہنوں کا ہنسکر اُسکی طرف متوجہ ہونا، یہ سب باتین بچوّن کی مبادی تہذیب پر بہت بڑا اثر ڈالتی، اور اُسکے احساس و فیلنگ کو اپنے رنگ مین رنگتی ہین۔ لہذا ان سب حرکات مین اعتدال و ترتیب کی ضرورت ہی۔

ہماری تربیت اولاد مین ایک بہت بڑی غلطی یہ ہے، کہ جب ماں بچے کی تہذیب و تادیب کے لیے کھڑی ہوتی ہے، تو باپ اُسکی مزاحمت کرتا اور بچّے کی حمایت کرتا ہے۔ اور اپنی اِس احمقانہ حمایت سے گویا بچّے پر یہ ثابت کرتا ہے کہ ماں بچے کی دشمن ہی۔ اسیطرح جب باپ بچے کی تہذیب و تادیب کا قصد کرتا ہے، تو ماں بیچ مین آکر بچے کی حمایت کو کھڑی ہوجاتی ہے۔ غرضکہ ماں باپ دونوں، اپنی احمقانہ شفقت سے بچوں کو فوائد تربیت سے محروم رکھتے، اور اُنکو یہ خیال کرنے پر آمادہ کرتے ہین، کہ یہ تمام تہدید و تادیب بربنائے محبت اور عمدہ مقصد کے لیے نہین کیجاتی، بلکہ بربنائے غضب و انتقام کیجاتی ہے۔

ایک دوسرا غلط اصول ہماری تربیت اولاد مین یہ ہے، کہ بچّوں کو اپنے نفس پر بھروسہ، اور غیروں سے مستغنی ہونے کا عادی نہین بنایا جاتا۔ بلکہ اگر کسی بچے مین اِس قسم کا میلان نظر آتا ہے، تو بچّے کے حق مین مضر خیال کرکے، اُسکی خودرائی سے تعبیر کرتے، اور اسکو اپنی شفقت بیجا سے اِس بات پر مجبور کرتے ہین کہ وہ اپنے اِس استقلال طبعی سے باز آئے۔

مثلاً اگر کوئی ماں یہ دیکھتی ہے، کہ اُسکے بچّے کو چاقو سے لکڑیاں کاٹنے، اور

عمل نجاری کرنے کا ایک خاص شوق ہے، اور نرات اُسکے ہاتھ مین چھُری رہتی ہی تو وہ فوراً اِس خوف سے اُسکے ہاتھ سے چاقو چھین لیتی ہے، کہ ہائے! میرے بچّے کی نازک اُنگلیون مین کوئی ہلکی سی خراش بھی نہ آجائے۔ لیکن اُسکے دل مین، بوجہ اپنی جہالت کے، یہ خیال تک بھی نہین گزرتا کہ وہ اپنے بچے کو چھوٹے چھوٹے آلات نجاری منگادے، تاکہ وہ کھیل ہی کھیل مین اُنسے مشق کیا کرے، اور اُسکی دلی اُمنگ کا خون نہ ہونے پائے، اور جب بڑا ہوجائے تو یہ مشق اُسکو کسی دستکاری کے اختیار کرنے مین مدد دے۔ اسلیے کہ یورپ کے اکثر موجدون کی لائف مین یہ نظر آتا ہے، کہ بچپن مین اُنکی تربیت اُنکے رُجحان طبعی پر کی گئی تھی، جس سی اُنکے طبعی قویٰ زندہ رہے، اور بڑے ہوکر اُنھون نے ایک ممتاز درجہ حاصل کیا۔

یا مثلاً کوئی ماں یہ دیکھتی ہے، کہ اُسکا بچہ جلتی دھوپ مین، خوبصورت تیتلیون اور پروانون کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہے، تو وہ اِس خوف سے بچّے پر چیختی چلاّتی ہے کہ کہین بچے کو دھوپ نہ لگ جائے، اور اُسکا ننھا پھول کمھلا نہ جائے۔ لیکن اگر وہ ذی شعور ہوتی، اور اُسکو کچھ تعلیم و تربیت نصیب ہوئی ہوتی تو وہ اپنے پیارے بچے کا یہ میلان دیکھکر اُسکے لیے ایک خوبصورت تصویر دار کتاب منگاتی، اور اُسکو مخلوقات طبعیہ پر غور کرنے کا موقع دیتی جس سے اُسکا یہ رُجحان ایک مفید صورت اختیار کر سکتا۔ چنانچہ ایک بہت بڑے مشہور عالم نباتات لینئوس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اُسکو اپنے بچپن مین گھاس پات اور پھول پتیون کا بہت شوق تھا، اُسکے باپ نے اُسکا یہ رُجحان اور شوق دیکھکر، اُسکے لیے زمین کے ایک علٰحدہ قطعہ مین، اُسکے مذاق کے مطابق زراعت کی، جسکی غور و پرداخت لینئوس کیا کرتا تھا۔ اُسکے اِس طفلانہ شغل کے زندہ رکھنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب لینئوس جوان ہوا تو اُسکے دل مین علم نباتات حاصل کرنے کا ایک خاص ذوق و شوق موجزن تھا جسکی بدولت وہ دُنیا کے مشہور علماء نباتات مین شمار کیا گیا۔

بچّون کی تربیت مین اِس بات کے خیال رکھنے کی بھی بیحد ضرورت ہے، کہ اُنکے عزم و ارادے ضعیف نہ ہونے پائین۔ اکثر مائین اپنے طرز عمل سی اسقدر ذلیل و پست ہمت بنادیتی ہین کہ اُنمین کوئی عزم و ارادہ ہی باقی نہین رہتا۔

بلکہ وہ ایک مضغۂ گوشت بنجاتے ہین، اور جب جوان ہوتے ہین، تو اُنکی تربیت اُنکے حق مین وبال جان ثابت ہوتی ہے۔ اور سب سے زیادہ لطیف بات تو یہ ہے کہ ہماری قوم کے اکثر افراد تربیت اولاد کو، سرے سے، انسانی زندگی کا کوئی جزو ہی نہین خیال کرتے۔ وہ کہتے ہین کہ تربیت سے کوئی فائدہ نہین۔ اُسکا ہونا نہونا دونون برابر ہین۔ اور دلیل یہ لاتے ہین کہ اکثر لوگ جنکی تربیت بچپن مین نہایت عمدہ کی گئی تھی۔ اور ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات نظر آتے تھے، جنکی صغرسنی عمدہ خوشخبری دیتی تھی، اور جنکی سعادت وکامیابی کی بڑی بڑی اُمیدین کیجاتی تھین، جب وہ بڑے ہوے۔ اور اُنھون نے دُنیا مین قدم رکھا، تو اُنسے ہر قسم کی بداخلاقیان سرزد ہوئین، اور تربیت کا کوئی ثمرہ ظاہر نہ ہوا، ویسے کے ویسے ہی ناکارہ رہے۔

بخلاف اسکے بہت سے افراد ایسے دیکھے جاتے ہین، جنکی تربیت بُری ہوئی تھی، اُنھون نے بڑے ہوکر تمام اخلاقی فضائل ظاہر کیے، اور لوگون کے خیالات کے خلاف ہر قسم کی شرافت نفس حاصل کی۔

اسمین کچھ شک نہین کہ تربیت نفس انسانی مین کوئی چیز نہین پیدا کرتی. بلکہ صرف اُن ہی قوتون، شہوانی اور رحمانی، دونون کو۔ مہذب وشائستہ اور معتدل کرتی ہے، جو قدرت اُسمین ودیعت کی گئی ہے، لیکن یہ کہنا کہ نیچر چند انسانونکو اپنی عنایت کے لیے مخصوص کرلیتا ہے، اور یہ لوگ باوجود قلت تربیت کے اُن لوگونپر سبقت لیجاتے ہین، جنکو نہایت عمدہ تربیت نصیب ہوئی تھی، بالکل نیچر پر الزام لگانا ہے، کیونکہ انسان اپنی سعی سے انسان بنتا ہے" لیس للانسان الا ما سعیٰ" بالکل سچا لازاوف نیچر ہے، آج جو کچھ انسان نے اعجاز اور کرشمے ظاہر کیے ہین، وہ سب اُسکی تربیت اور کوشش کے نتیجے ہین۔

انسان کیلیے مادۂ قابل تربیت کی بھی بیشک ضرورت ہو، لیکن اُسکے ہونے یا نہونے کا فیصلہ اُسوقت تک نہین کیا جاسکتا، جبتک کہ بچہ اپنے سن رُشد کو نہ پہونچ جائے اور وہ اپنی ودیعتون کو ظاہر نہ کرنے لگے۔ لہذا اس انتظار مین تربیت اولاد سے دست کشی جائز نہین ہوسکتی۔ کیونکہ اگر نتیجہ خلاف امید نکلا، تو تربیت کا وقت بھی ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ ورنہ اکتساب سے قواے متضادہ مین بہت کچھ اعتدال پیدا کرایا

جا سکتا تھا۔ علاوہ اسکے انسان مین مادۂ قابل تربیت بھی، تربیت کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ایک نسل سے دوسری نسل مین منتقل ہوتا۔ اور بڑھتا چلا جاتا ہے اور اسیطرح اگر تربیت جاری رہے، تو تیسری اور چھوٹی نسل اصول وراثت طبعی کی رو سے، پہلی اور دوسری نسل سے مادہ قابل تربیت مین فائق ہوگی۔ اور جنمین مادہ قابل تربیت کا عدم تسلیم کیا جاتا ہے، اگر وہ گھانس پات کیطرح بلا غور پرداخت کے چھوڑ دیے جائین، تو وہ اپنی وحشت و ناتربیتی کی وجہ سے حیوانات سے زیادہ ادنی درجے مین ملین گے۔ اور جنمین مادۂ قابل تربیت موجود ہوگا وہ تربیت سے اور اعلیٰ و فائق ہوتا چلا جائیگا۔ اور اسیطرح تربیت طبیعت انسانی مین قابلیت کو بڑھاتی، اور عدم قابلیت کو دُور کرتی رہے گی۔ اور یہی وہ قابلیت ارتقا ہے، جس سے انسان کو دوسرے حیوانات پر ترجیح حاصل ہے، کہ وہ جون کے تون رہتے ہین، اور اپنے نیچر کے معیار سے نہ ایک انچ بھر اُبھرتے ہین، اور نہ ایک انچ بھر گرتے ہین۔ اور ایک انسان اپنے کسب و عمل سے انسان بنتا، اور ترک عمل سے حیوانات سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہوجاتا ہی۔ لہذا اس بات کی سخت ضرورت ہی، کہ ہر وقت، اور ہر جگہہ، تمام بچون کی تربیت جاری رکھی جائے، جسکے یہ معنی ہین کہ ابتدا عمر سے اُنکے قوائے دماغی و جسمانی کو عمل کا عادی بنایا جائے، اور عمل مین ترتیب و اعتدال پیدا کیجائے۔ اور یہی تربیت کا منشا ہی۔ کیونکہ اُنکی زندگی کا یہی دور ائین تمام خوبیون اور کمالات کے بیج بونے کا زمانہ ہے۔ اگرچہ وہ بیج اپنی اپنی زمین کی مناسبت، اور تغذیہ کی جودت و رداءت کے لحاظ سے پھلے پھولیگا۔ لیکن اتنا ضرور ہوگا کہ کوئی زمین بدون کشت زار کے نہین رہے گی۔ اور تمام انسان کچھ نہ کچھ تربیت یافتہ ضرور ہونگے۔

لہذا جس طرح زمین کی قابلیت کی ضرورت ہے، اُسی طرح باغ کے مالی کی قابلیت کی بھی سخت ضرورت ہی۔ ورنہ باغ مین سراپا خود رو گھانس ہی گھانس نظر آئے گی، اور کسی عمدہ پھل پھول کا پتہ نہ ملے گا۔ پس جو لوگ اپنی اولاد کی عمدہ تربیت کے خواستگار ہون، اُنکو چاہیے کہ وہ اول عورتون کو اعلے درجے کی تعلیم و تربیت دین، تاکہ اُسکا ثمرہ اُنکی اولاد مین ظاہر ہو۔ اور وہ انسانونکی

اولاد کہلانے کی مستحق ہو، ورنہ اولاد پیدا کرنا اور اُسکی تربیت کا انتظام نہ کرنا قوم مین وحشیون اور درندون کی تعداد کا بڑھانا ہے۔ لہذا اِس خیال خام کو چھوڑ بین کہ نہ عورتون کو اپنی معاش پیدا کرنا ہے۔ اور نہ اُن کو کسی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ابھی یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہو کہ عورتون کو اپنی معاش پیدا کرنے کی ضرورت ہے یا نہین۔

محمد اختر

ریویو

لالہ لاجپت رائے صاحب کے نام نامی سے ملک مین بہت کم لوگ ناواقف ہونگے۔ آپ مشہور ہمدرد ملک اور فنافی القوم بزرگ مین اور حال مین انڈین نیشنل کانگریس کیطرف سے جو ڈیپوٹیشن ولایت جانیوالا ہو اسمین آپ صوبہ پنجاب کیطرف سے ڈیلیگیٹ مقرر ہوے ہین۔ ایک مصنف کی حیثیت سے بھی آپ کو بہت کچھ شہرت حاصل ہے۔ اور بہت سی مفید کتابون کو آپکی تصنیف کا فخر حاصل ہو چنانچہ ذیل کی چند کتابین قابل دید ہین۔

سری کرشن۔ اِس کتاب مین فخر کونین "سری کرشن جی مہاراج" کے حالات اور اُنکی تعلیم پر نہایت مفصل بحث کی گئی ہو۔ اِس بحث مین اکثر ایسے مسئلے پیش کیے گئے ہین جنسے عام طور پر اتفاق نہین ہوسکتا تاہم یہ بحثین دلچسپ ہین اور اِس قابل ہین کہ لوگ غور سے مطالعہ کرین۔ قیمت ۱۰؍

سیواجی۔ ہندوستان مین مرہٹہ قوم کی عظمت صرف سیواجی کے نام سے قائم ہو۔ یہی بہادر اور انتہا کا مُدبّر شخص اپنی قوم کا پہلا ہیرو ہو جسنے نہ صرف مرہٹون بلکہ تمام ہندوؤن کو ایک مرتبہ پھر قعرِ ذلت سے نکالنے کی کوشش کی تھی اور ایسے نقش قدم بنائے گئے تھے جنپر چلنے سے میدان کامیابی دور نہ تھا گو آجکل وہ نقش قدم کام نہین دیسکتے۔ بہرکیف یہ کتاب بھی قابل دید اور مفید معلومات سے پُر ہو۔ قیمت ۸؍

ویدک ٹریکٹ۔ لالہ لاجپت رائے صاحب نے ویدون پر جسقدر مضامین آریہ گزٹ مین شائع کیے تھے اُنھین اِس کتاب مین جمع کردیا ہے۔ ساتھ ہی بعض جدید نوٹ اور اصل منتر ونکو اضافہ کر کے ایک کتابی حیثیت پیدا کردی ہے۔ قیمت ۳؍

مَتسِینی۔ یہ شخص ملک اطالیہ یا اٹلی کا مشہور رفارمر ہے۔ اِس شخص کے حالات زندگی اور خیالات کے حرف حرف سے ملکی ہمدردی اور قومی جوش مترشح ہے۔ بلکہ اٹلی کی موجودہ ترقی تہذیب کا بانی وہی خیال کیا جاتا ہو۔ قیمت ۸؍

یہ چارون کتابین چھوٹی سائز پر ہین اور رادھاکشن بزنت رائے سوداگران لاہور موری دروازہ سے ملسکتی ہین۔

آنسو کی سرگذشت

جس دل مین درد نہین اُسکو انسان کے سینے مین نہ رہنا چاہیے۔ آنسو نشان درد ہے۔ اور مجکو اسکی سرگذشت بہت بھاتی ہے۔ زمانہ کی خاطر اسکو قلمبند کردیا گیا۔ تاکہ سب درد آشنا دل ویدکا لطف اُٹھائین۔

بچارا آنسو اُس گھر مین پیدا ہوا جہان خوشی کی چہل پہل۔ اور شادی کی خوب گھا گھمی تھی۔ چارونطرف سے مبارک سلامت کی آوازین آرہی تھین۔ مگر جس ننہے سے دل مین اسکا ڈیرا تھا اسکو شکم مادر کی یاد نے گھیر رکھا تھا۔ آنکھین باربار اِس وطن تاریک کو ڈھونڈھتی تھین اور مایوس ہوکر رہجاتی تھین۔ آخر دل نازک کو تاب نہ رہی اِسمین درد کا ایک دُھوان اُٹھا اور آنسو دُن کو زبردستی آنکھون تک کھینچ لایا۔

یہ کشمکش مُدتون آنسو کو درپیش رہی۔ اسکے بعد ایسا ہوا کہ بھرے پُرے گھر مین بربادی شروع ہوئی۔ پہلے باپ مرا۔ اور پھر مان بھی رخصت ہوگئی۔ ایک جوان لڑکی اور چھوٹا سا لڑکا زندہ بچا۔ باقی سب کا خاتمہ ہوگیا۔ لڑکی ہوشیار تھی۔ باربار بیکسی ولاچاری کا خیال آتا اور غمزدہ دل پر ایک ٹھیس سی لگتی۔ آنسو اُمنڈ اُمنڈ کر آتے اور حسین و غمگین آنکھون مین تیرنے لگتے۔ مگر یہ دُکھیاری اِنکو زبردستی پی جاتی۔ تاکہ معصوم بھائی نہ دیکھ لے۔ اور اُسکے شکستہ دل کو صدمہ نہ پہونچے۔

کچھ دن تو یونہی گذرے۔ اِسکے بعد لڑکی کی شادی ہوگئی۔ لڑکی پڑھی لکھی تھی تعلیم یافتہ خاوند کو بہت عزیز ہوئی۔ اور دونوئین اخلاص و محبت کا رشتہ مضبوط قائم ہوگیا۔ یہ صورت دیکھکر آنسو خلوت مین سدھارے۔ اور اِنکی سرگذشت کا سلسلہ ملتوی ہوگیا۔

یکایک زمانے نے اپنی نیرنگی کا ورق اُلٹا۔ اور پیاری کا پیارا ساجن طاعونی شکار

ہو گیا۔ شوہر کیا مرا۔ یہ خود مر گئی۔ ہندو دھرم اور راجپوتی شرم کے پیام آنے لگے کہ زندگی ختم ہوئی۔ اب اس آباد دنیا مین تیرا کچھ حصہ نہین۔ اپنا چیت چتا کی سُلگتی آگ کی یاد مین لگا۔ وہی تیرے دُکھ کا خاتمہ کریگی۔ چندرما کی سُہانی چاندنی کو مت دیکھ۔ اور برکھا رُت کی مستانہ ہوا سے اپنے دامن بچا۔ اور یقین کر کہ خوشی کے دن تیرے ساجن کے ساتھ چل گئے۔

بپتا کی ماری لڑکی دم بخود چُنکی سُن رہی تھی کہ دلمین ایک سناٹا سا آیا۔ درد کی ہلکی ہلکی چمک ہونے لگی۔ اور برسونکے رُکے ہوے آنسو اُبل پڑے۔ یہ آنسو نرالی شان کے تھے۔ اندرونی سوزش نے اُنکی رنگت نکھار دی تھی۔ سیاہ پلکونسے ڈھلک کر زرد رخسارونپر بہنا اور چمکنا ستم ڈھا رہا تھا۔ اب آنسوؤنکا دور دورہ تھا۔ اور انھین کا عمل دخل۔

اندھیری رات مین بچاری جوان بیوہ کا کوئی ساتھ نہ دیتا۔ غریب اکیلی پڑی سسکیان لیا کرتی تھی مگر اُسکے اصلی رفیق آنسو اس سے ایک لحظہ کو بھی جدا نہوتے تھے۔

ایک دفعہ ہولی کے موسم مین ارمان بھری بیوہ اپنے رنگیلے پیتم کو یاد کرکے آنسو بہا رہی تھی۔ اور اُسکی سُہاگن ہمجولیان رنگ اُچھالتی کلیلین کرتی پھرتی تھین۔ اور اُسکی حالتِ زار پر کسیکو بھی رحم نہ آتا تھا۔ یہ بے ترسی دیکھکر اسے خیال آیا کہ مہاتما بدھ نے سچ فرمایا ہی کہ کل سنسار خود غرض اور دُکھ کی پوٹ ہی۔ اسکی فانی خوبی پر نہ ریجھنا۔ اپنی ہستی کے مطالعہ مین دل لگانا۔ اصلی سُکھ اور انند ہے۔ یہ خیال آتے ہی بد نصیب لڑکی نے جی مین ٹھان لی کہ اب اُس جوتی سروپ سے دل لگانا چاہیے جسنے ان نیرنگیون کو ظاہر کیا ہی۔ یہ سوچکر ایک رات گھر سے نکل گئی اور گنجان جنگل مین آسن جما کر جا بیٹھی۔

لیکن جون جون حجابات دور ہوتے جاتے تھے دل مین میٹھا میٹھا درد ہوتا تھا۔ اور آنکھون سے بے اختیار آنسو نکلے پڑتے تھے۔

اس لڑکی کا بیان ہے کہ جو لطف اس درد اور اس گریہ مین آتا ہے۔ جو ٹھنڈک ان آنسوؤنکے نکلنے مین حاصل ہوتی ہے وہ تمام عالم کی تمام نعمتونسے بدرجہا افضل ہے۔ یہی آنسو ہین جن پر اسکی دلچسپ زندگی کا انجام ہوا۔

حسن نظامی

تنقید

علم الاقتصاد[1]

مصنفہ شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے۔

اُن علوم جدید مین جنکے ایجاد اور ترتیب کا فخر اہل فرنگ کو حاصل ہے علم سیاست مُدن (Political Economy) کا پایہ عالی ہے فرنگستان کی موجودہ سطوت بہت کچھ تجارتی اور حرفتی ترقی کا نتیجہ ہے۔ اور فرنگستان کی تجارت وحرفت پر مختلف زمانون مین مختلف اصول سیاست مدن کا بین اثر پڑا ہے۔ اب چونکہ ہندوستان نے بھی گوشۂ تنہائی سے نکلکر کشاکش حیات کے میدان مین قدم رکھا ہے جہان اسکو اپنی قومی زندگی کی حفاظت کے لیے ایسے اقوام سے مقابلہ کرنا ہے جو سیاست مدن کے اصولون کو بہت اچھی طرح سمجھے ہوئے ہین اور تجارتی اور حرفتی اسلحہ سے پوری طرح آراستہ ہین اس لیے ہمارے اہل وطن کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ علم دولت کے اصولون سے ماہر ہوکر اپنے کو اُنکے مقابلہ کے قابل بنائین شیخ محمد اقبال صاحب نے بھی اس ضرورت کا ذکر اپنے دیباچہ مین کیا ہے آپ فرماتے ہین کہ " بالخصوص اہل ہندوستان کے لیے تو اس علم کا پڑھنا اور اس کے نتائج پر غور کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہان مفلسی کی عام شکایت ہو رہی ہے ہمارا ملک کامل تعلیم نہونے کی وجہ سے

[1] مطبوعہ پیسہ اخبار اسٹیم پریس لاہور قیمت عہ۔

اپنی کمزوریون او۔ نیز اُن تمدنی اسباب سے بالکل ناواقف ہے جنکا جاننا قومی فلاح اور بہبودی کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے انسان کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جو قومین اپنی تمدنی اور اقتصادی حالات سے غافل رہی ہین انکا حشر کیا ہوا ہے ابھی حال مین مہاراجہ برودہ نے اپنی ایک گران بہا تقریر مین فرمایا تھا کہ اپنی موجودہ اقتصادی حالت کو سنوارنا ہماری تمام بیماریون کا آخری نسخہ ہے اور اگر یہ نسخہ استعمال نہ کیا گیا تو ہماری بربادی یقینی ہے پس اگر اہل ہندوستان دفتر اقوام مین اپنا نام قائم رکھنا چاہتے ہین تو انکے لیے ضروری ہے کہ وہ اس اہم علم کے اصولون سے آگاہی حاصل کرکے معلوم کرین کہ وہ کون سے اسباب ہین جو ملکی عروج کے مانع ہو رہے ہین۔

جہانتک ہمکو معلوم ہے شیخ محمد اقبال صاحب کی کتاب اُردو مین اپنے ڈھنگ کی پہلی کتاب ہے علم دولت کے متعلق ایک دو کتابین تراجم کی حیثیت سے اسکے قبل شائع ہو چکی ہین مگر جس صراحت کے ساتھ علم سیاست مدن کے ہر پہلو پر شیخ محمد اقبال صاحب نے اس کتاب مین بحث کی ہے اور جس عمدگی کے ساتھ اُنھون نے مضامین کو ترتیب دیا ہے وہ دوسرے ناکمل نسخون مین نظر نہین آتی۔ شیخ صاحب نے اصول سیاست مدن انگریزی کتب سے اخذ کرکے بیان کیے ہین اور کہین کہین ہندوستان کی مثال پیش نظر رکھکر ان اصولون کے طریق عمل کو سمجھایا ہے زبان یون تو صاف ہے مگر علمی اصطلاحات کچھ تو شیخ صاحب نے خود وضع کیے ہین اور کچھ مصر کے عربی اخبارات سے لیے ہین اور گو بعض اصطلاحات نئے ہونے کی وجہ سے کانون کو بھلے نہین معلوم ہوتے تاہم ان دقتون کو مدنظر رکھکر جنکا پیش آنا سیاست مدن ایسے نئے اور دقیق علم کے بیان مین ضروری ہے ہم کہہ سکتے ہین کہ شیخ محمد اقبال صاحب "اقتصادی اصول کے مفہوم کو واضح کرنے مین" بہت کچھ کامیاب ہوئے ہین۔

تحفظ تجارت (Protection) کے معاملے مین شیخ محمد اقبال صاحب رانا ڈے مرحوم اور مسٹر جی سلبر مینا آر کے ہمزبان ہین

ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

زمین کے اس خاصے کے بنا پر بعض لوگ کہتے ہین ہندوستان چونکہ صنعتی ملک نہین ہے اس لیے یہ غیر ممالک کے لیے ایک قسم کا ذخیرہ بن گیا ہے جہان سے وہ اپنے صنعتی کارخانون کیلیے مصالح حاصل کرتے ہین اور پھر اس مصالح کو اپنی دستکاری کے عمل سے نئی نئی مصنوعات کی صورت مین تبدیل کر کے دیگر ممالک اور ہندوستان مین بھیجکر بے انتہا فائدہ اُٹھاتے ہین۔ ہمارے ملک مین چونکہ قانون تعتیل کے روکنے کے اسباب بہت قلیل ہین لہذا جو اشیاء ہندوستان مین دیگر ممالک سے آتی ہین ان پر قانوناً بہت سا محصول لگنا چاہیئے جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دیگر ممالک کے تاجر اپنے صنعتی اشیاء اس ملک مین نہ بیچ سکینگے اور اگر بیچین گے تو اُنکو کچھ فائدے کی توقع نہ ہوگی۔ کیونکہ زیادہ محصول کی وجہ سے ان اشیاء کی قیمت گران ہوجا یگی اور یہان کے لوگ ان کو خریدنے سے باز رہین گے۔ اس طرح ہمکو اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لیے خود اپنا محتاج ہونا پڑیگا اور ہماری صنعت کو ترقی ہوگی۔ اس طریق عمل کو حفاظت تجارت یا تامین تجارت کے نام سے موسوم کرتے ہین

مگر آپ نے اس اصول کی صریح عمل کا کچھ ذکر نہین کیا۔ برٹش گورنمنٹ انگریزی تاجرون کے ڈر سے ہندوستانی صنعت وحرفت کے محافظت سے گریز کرتی ہے۔ مسٹر دت نے اپنی تاریخ مین ان مظالم کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جو گذشتہ صدی مین ہندوستانی حرفت پر اہل انگلستان کے ہاتھون سے ہوئے ہین اور جنھون نے کلون کی قوت اور ہمارے اہل ملک کی پست ہمتی سے مدد پاکر ہندوستان کی تجارت اور حرفت کا ستیاناس کر دیا۔ ایسی حالت مین کیا ہندوستانیون کا فرض نہین ہے کہ جہانتک اُنسے ممکن ہو اپنی حرفت کی محافظت آپ کرین؟

اکسچینج (Exchange) کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بھی آپ نے بہت اختصار سے کام لیا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس اہم مسئلہ کا

ایک پہلو بالکل فروگذاشت ہوگیا ہے۔ شیخ صاحب کا یہ کہنا کہ "چونکہ انگلستان کے مصارف ہمکو پونڈون مین ادا کرنے پڑتے ہین اسواسطے چاندی کی قدر مین تنزل آجانے کی وجہ سے ہمین اوربھی نقصان ہوا کرتا تھا لیکن اب اجراے سکہ طلائی کے باعث اس مشکل کا اندیشہ نہین رہا" صحیح ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی توخیال کرنا چاہیے کہ پونڈ کی مصنوعی قیمت مقرر کرکے سرکار دولتمدار نے ہندوستانی اشیا کی قیمت زبردستی گھٹا دی ہے فرض کروکہ ایک من گیہون کی قیمت انگلستان مین ایک پونڈ ہے اگر سرکار نے قانوناً پونڈ کی قیمت محدود نہ کردی ہوتی توشاید اسوقت بڑھتے بڑھتے اس کی قیمت سترہ یا اٹھارہ روپیہ تک ہوگئی ہوتی اور ہندوستان کا شتکار کو ایک من گیہون کے عوض مین بجاے پندرہ کے سترہ یا اٹھارہ روپیہ ملتے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ ایسچنج کے استقلال سے کچھ فائدہ نہین ہوا مگر جب اس قانون کا ذکر کیا تھا تو اسکے نقصان وفوائد دونون پر نظر ڈالنی تھی۔

ہمکو یہ دیکھکر سخت تعجب ہوا کہ شیخ محمد اقبال صاحب کو اس راے سے اختلاف ہے کہ "رقم مالگذاری کا دوامی طور پر مقرر کردیا جانا لوگون مین قحط کا مقابلہ کرسکنے کی قابلیت پیدا کردیگا" شیخ صاحب کو اس سے تو اقرار ہے کہ حق ملکیت ایک اکسیر ہے جو تانبے کو سونا بنا دیتا ہے پھر اس بات کے سمجھنے مین کیا قباحت ہے کہ جب زمیندار کے دل سے یہ وسوسہ دور ہوجاویگا۔ اور اسکو یقین ہوجاویگا کہ اسکی دولت اور اسکی محنت کا ثمرہ اس سے چند روز بعد چھین نہین لیا جائیگا تو وہ زمین کی پیداوار کے بڑھانے اور اسکو زیادہ زرخیز بنانے مین مزید کوشش کرے گا۔ ہر بیس یا تیس برس کے بعد اگر اضافہ مالگذاری نہ ہوا کرے تو زمیندار و کاشتکار کا وہ افلاس جسمین وہ مالگذاری کی سختی کیوجہ سے آئے دن گرفتار رہتے ہین کچھ ضرور کم ہوجاے گا۔ ہندوستان کا قحط غلہ کا قحط نہین ہوتا بلکہ پیسہ کا قحط ہوتا ہے۔ عوام افلاس کی عالمگیر بلا مین ایسے مبتلا ہین کہ انکے پاس اتنا اندوختہ بھی نہین کہ وہ ایک سال کی گرانی اسکی مدد سے جھیل سکین افلاس کے وجوہات پر بحث کرنے کا یہ محل نہین ہے ہمکو صرف اسقدر دکھلانا منظور ہے

کہ ہندوستان مین غیر قوم کی حکومت ہونے کی وجہ سے اقتصادی اصول اپنا اثر آزادی کے ساتھ نہین پیدا کر سکتے۔ تعلیمی مسائل کی طرح اقتصادی مسائل پر بھی ہمارے ملک مین پولٹیکل رنگ چڑھ جاتا ہے اور اقتصادی ترقی کی راستہ مین بیسون پولٹیکل رُکاوٹین پیدا ہوجاتی ہین اسی وجہ سے تو ہندوستان کو برٹش گورنمنٹ کے سایۂ حاطفت مین رہکر پولٹیکل آزادی کی سخت ضرورت ہے

فلسفہ تعلیم[1]

مترجمہ خواجہ غلام الحسنین صاحب پانی پتی

بقول مولانا نذیر احمد صاحب کے اب شاید ہی کسی کو اس سے انکار ہو کہ کیا بہ اعتبار فتوحات ملکی اور کیا بہ اعتبار تمول اور کیا بہ اعتبار تہذیب یورپ کی ہر قسم کی ترقی اور برتری کا اصلی سبب اعلیٰ درجے کی تعلیم ہے جو کوشش کہ اسوقت انگلستان مین عوام کی تعلیم کی ترقی کے لیے ہو رہی ہے اور جس شوق سے کہ وہان کے حکام سرشتۂ تعلیم امریکہ اور جرمنی کے نظام تعلیم کی متعلق تفتیش کر رہے ہین۔ اس سے اس بات کا بدیہی ثبوت ملتا ہے کہ اہل انگلستان اپنے ملک کی تعلیم کی موجودہ حالت سے مطمئن نہین ہین۔ اور اس کو اصلاح طلب خیال کرتے ہین۔ ہندوستان مین تعلیم کی حالت انگلستان کے مقابلہ مین کہین زیادہ خراب ہے۔ اور اسکی وجہ صرف یہی نہین ہے کہ ہندوستان مین سرکار کی طرف سے نسبتاً کم روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور اس سبب سے مدرسون اور مدرسون مین تعلیم پانے والون کی تعداد کم ہے بلکہ مروجہ طریقہ تعلیم بھی ناقص اور خراب ہے۔ مُدرِسون کی تنخواہین کم ہین عوام کی نظرون مین انکا کچھ وقار نہین ہے۔ اور اسی سبب سے پڑھے لکھے نوجوان جب تک کہ ہر طرف سے مایوس نہین ہوجاتے اُسوقت تک سرشتہ تعلیم

[1] مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور۔ علی گڈھ ڈیوٹی شاپ سے بقیمت ۱۲ر ملسکتی ہے ۱۲-

کی طرف رخ نہین کرتے - اکثر صوبون مین مدارس معلمین قائم ہوتے جاتے ہین مگر ابھی انکی حالت بھی اطمینان بخش نہین ہے - اور اس سب پرطرہ یہ ہے کہ ہندوستانی والدین اصول تعلیم سے قطعی بے بہرہ ہین - عورتین تو خیران پڑھ ہونے کی وجہ سے اس قابل ہی نہین کہ بچونکی تعلیم کی نگرانی کرسکین - مگر زیادہ افسوس یہ ہے کہ مرد جو اپنے کو تعلیم یافتہ کہتے ہین وہ بھی اصول تعلیم و تربیت سے بالکل ناواقف ہین - بہت زمانہ نہین گذرا کہ ہمارے ملک مین تعلیم کے بس یہی معنی تھے کہ لڑکا مولوی صاحب یا گروجی کے سپرد کردیا گیا اور انکو اجازت دیدیگئی کہ قمچی کی مدد سے اُسکو چند کتابین رٹا دین - اگر سچ پوچھو تو یہی خرابی ساری خرابیون کی جڑ ہے اگر والدین اصول تعلیم سے واقف ہوکر اپنے بچونکو عمدہ تعلیم دلوانا چاہین اور موجودہ نقائص کی طرف توجہ کرکے اُنکو دور کرنے کی کوشش کرین تو مدارس اور سرشتہ تعلیم کے حکام مجبوراً اپنے طریقونکو بدلین اور مروجہ خرابیون کی اصلاح کرین -

ہربرٹ اسپنسر نے جو کتاب فلسفہ تعلیم پر لکھی ہے وہ دراصل معلمونکے لیے نہین بلکہ عوام کے لیے لکھی ہے مصنف نے کتاب کو چار ابواب مین منقسم کیا ہے - پہلے باب مین مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ انسان کے لیے کس قسم کی تعلیم سب سے زیادہ مفید اور کارآمد ہے - مشاغل زندگی بلحاظ اپنی عظمت اور ضرورت کے پانچ حصون مین تقسیم کیے گئے ہین -

(۱) وہ کام جو ”بلاواسطہ حفاظت نفس“ مین مدد دیتے ہین - مثلاً چوٹ ٹکر کے صدمہ سے اپنے آپ کو بچانا -

(۲) وہ کام جو ”بالواسطہ حفاظت نفس“ مین مدد دیتے ہین یعنے ضروریات زندگی کا بہم پہنچانا -

(۳) وہ کام جو اولاد کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہین -

(۴) وہ کام جو فرائض تمدن اور باہمی معاشرت سے متعلق ہین -

(۵) وہ کام جو شخصی تفریح اور حظ نفس سے متعلق ہین -

اسپنسر نے ثابت کیا ہے کہ ان مین سے ہر ایک کام کی انجام دہی

کے لیے سائنس کی تعلیم ضروری اور لازمی ہے دوسرے باب مین دماغی تعلیم کے حسب ذیل سات اصول بیان کیے گئے ہین۔

(۱) آسان باتون سے مشکل باتون کی طرف جانا چاہیے۔ ابتدائی تعلیم مین ایک ہی دو مضمونکی تعلیم ایک ساتھ شروع ہونی چاہیے اور بہ تدریج ان مضامین کی تعداد مین اضافہ کرکے آخرکار تمام مضامین کی تعلیم کو ساتھ ساتھ جاری رکھنا چاہیے۔

(۲) بچونکو علمی اصطلاحین اور تعریفین نہین بتانی چاہئین صرف موٹی موٹی باتین انکی سمجھ کے موافق بتا دینی کافی ہین۔

(۳) ابتدائی تعلیم مین خاص سے عام کی طرف یعنے مادیات سے مجرّدات کی طرف جانا چاہیے۔

(۴) بچونکی تعلیم اس اصول کے موافق ہونی چاہیے جسکے موافق نوع انسان نے تعلیم حاصل کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کے صحیح طریقے کی بابت تصفیہ کرنے مین طریق تمدن کی تحقیقات ہماری ہدایت کے لیے مدد معاون ہوگی۔

(۵) تعلیم کی ہر شاخ مین عملی علم سے عقلی علم تک پہونچنا چاہیے۔ مثلاً صرف و نحو کی تعلیم کو زبان کے بعد رکھنا چاہیے۔

(۶) بچون کو اس بات کی ترغیب دینی چاہیے کہ جہان تک ممکن ہو اپنے علم کو آپ ترقی دین۔

(۷) طریقۂ تعلیم ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے بچونکو فرحت و مسرت حاصل ہو۔

اسپنسر نے جو باب اپنی کتاب مین اخلاقی تعلیم کے متعلق لکھا ہے وہ ان اصحاب کے لیے نہایت ہی قابل غور ہے جو اخلاق اور مذہب کو ہم معنی سمجھتے ہین اور رکھتے ہین کہ مذہبی تعلیم کے بغیر اخلاقی تعلیم ہو ہی نہین سکتی۔ جسمانی تعلیم کی طرف شکر ہے کہ ہمارے ملک مین کچھ توجہ ہونے لگی ہے اور اب مختلف قسم کی کھیل مدرسے کی تربیت کا ضروری حصہ خیال کیے جاتے ہین۔ کتاب کی آخری باب مین اسکے متعلق بھی مصنف نے کئی ایک جامع اصول بیان کیے ہین۔

ہربرٹ اسپنسر کی اس بیش بہا تصنیف کا خواجہ غلام الحسنین صاحب نے

اُردو مین ترجمہ کیا ہے ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ مترجم نے " لفظی رعایت کو حتی الامکان ہاتھ سے نہین دیا ہے اور ساتھ ہی اس بات کی کوشش کی ہے کہ عبارت اُردو روزمرہ کے خلاف نہو" ہمکو اس بات کے کہنے مین ذرا بھی تامل نہین کہ خواجہ صاحب کو اپنی کوشش مین بہت اچھی طرح کامیابی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض نکتہ چین کسی خاص اصطلاح کے استعمال یا کسی خاص فقرہ کی بندش کو قابل اعتراض ٹھہرائین۔ مگر اس مین شک نہین کہ بحیثیت مجموعی خواجہ غلام الحسنین صاحب کا ترجمہ کیا بلحاظ نفس مضمون اور کیا بلحاظ زبان اُردو کے علم ادب مین ایک قابل قدر اضافہ ہے خواجہ صاحب کی کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اس کے شروع مین مضامین کتاب کی ایک مفصل فہرست تذکرہ ہربرٹ اسپنسر اور مطالب کتاب کا ایک مختصر و موزون خلاصہ درج کیا ہے۔ ہم انجمن ترقی اُردو کو مبارکباد دیتے ہین کہ اس کو ہربرٹ اسپنسر ایسے حکیم کی تصانیف کے ترجمے کے لیے خواجہ غلام الحسنین صاحب کا سا قابل مترجم ملگیا اور امید کرتے ہین کہ خواجہ صاحب موصوف کو حامیان اُردو سے اپنی محنت اور جانفشانی کی خاطرخواہ داد ملیگی۔ بہتر ہو اگر اس کتاب کا ایک زیادہ ارزان اڈیشن بھی نکالا جائے تاکہ عوام مستفیض ہوسکین۔ فقط

مشیر مادر۔ ایڈیٹر صاحبہ تہذیب نسوان کی یہ تازہ علمی کوشش پبلک کی قدردانی کی مستحق ہے کہ اُنھون نے شروع سال حال سے ایک چھوٹا سا رسالہ مندرجۂ بالا نام سے شائع کیا ہے۔ جس مین بچونکی پرورش اور تعلیم و تربیت کے متعلق ضروری اور کارآمد مضامین درج ہوتے ہین۔ آپنے حال مین **امتیاز** **دلچسپی** اور **خواب راحت** کے نام سے دو کتابین بھی شائع کی ہین جنمین بچونکے لیئے مفید کہانیان درج ہین۔ اول الذکر کتاب کی قیمت ۴ر اور دوسری کی قیمت ا رہی

لطفِ موسیقی

اے راگ تجھ سے پاتی ہی تسکین جانِ زار — اے راگ تو ہی مرہمِ زخمِ دلِ فگار
تجکو غذائے روح بتاتے ہین نکتہ سنج — تو ہے برائے طبعِ حزین قوت و قرار
دستِ قضا نے سوز بھرا تجھ مین کوٹ کر — جس دل کو تجھ سے ساز ہے جلتا ہی شمع وار
شعلہ ہی دل مین آگ لگانے کیواسطے — خلقت ہی تیری آگ سے سُر ہین ترے شرار
ساتون عجائبات ہین تیرے ہی سات سُر — کیسی عجائبات عمارات روزگار
اعجوبۂ زمانہ ہے دُنیا مین ایک تو — تخصیص ملک ہے نہ خصوصیتِ دیار
شیرینیان وہ تجھ مین ہین قربان تجھ پہ دل — رنگینیان وہ تجھ مین ہین سو دلسے جان نثار
جادو بھرا ہوا ہے صدا مین تری۔ مگر — ہر ذی حیات ہے جو ترا اسطرح شکار
طاؤس رقص کرتا ہے تیرے سرود پر — رم بھولتا ہے سُنکے تجھے آہوئے تتار
ماہی کو کھینچتی ہے کشش تیری آب سے — تیرے سُرون کو سُنکے اُٹھاتا ہی پھن کو مار
انسان کا دل ہے تجھ پہ یہانتک فریفتہ — مصروفیت ہو کیسی ہی کیسا ہو کاروبار
بے اختیار بھاگتا ہے سب کو چھوڑ کر — جب گوش زد ہوئی تری آوازِ خوشگوار
دلدادہ تیری حُور ہے تجھ پر فدا فلک — کرّوبیان بھی تجھ پہ ہین سو جان سے نثار
واللہ تو ہے نعمتِ عظمیٰ بہشت مین — وان گرچہ نعمتون کی نہ حد ہی نہ کچھ شمار
یہ انتہا ہے گر تری مدح و ثنا کی ہے — تجھ سے خدا بھی خوش ہے رہے اور درکنار
تو جزو ہے عبادتِ پروردگار کا — تو لازمہ ہے بہرِ حضوریِ کردگار
آغاز تجھ سے کرتے ہین انجام تجھ پہ ہی — ہی مذہبون مین اہلِ عبادت کا یہ شعار
تو دلپسندِ مذہب و ملت ہے اسلیے — ہوتا ہے دُور تجھ سے طبیعت کا انتشار

دیتا ہے تیرا فیض خیالات کو علو — آتا ہے تجکو سنکے دل زار مین قرار
حمد خداے پاک مین تو ڈالتا ہے روح — ہوتی ہے تیرے دم سے مناجات زوردار
حیرت ہے تیرے حال پہ ارباب قال کو — ارباب حال قال پہ تیرے ہین دلفگار
سُن سُنکے تجکو دُھنتے ہین سر صوفیان مست — سُن سُنکے تجکو وجد مین آتے ہین ہوشیار
اونچی جگہ چڑھاتے ہین بچے کو جسطرح — اُنگلی پکڑکے تاکہ نہ دقت ہو روبکار
روح بشر کو دیکے سہارا اسی طرح — تو بھی بلند کرتا ہے لے راگ ایکبار
یہانتک کہ اوج عشق حقیقی پہ چڑھکے وہ — ہوتی ہے جاکے شاہد اصلی سے ہمکنار
ایشر کو سُر مین دیکھتے ہین صاحب نظر — سُنتے ہین شبد برہم کو جویاے وصل یار
میرے بھی کان ہین تری لذت سے آشنا — مین بھی ہزار جان سے تیرا ہون خواستگار
محفل مین تو ہے زینت محفل مرے لیے — عزلت مین تو ہے میرے لیے یار غمگسار
ہوتا ہے دل پہ جبکہ ہجوم تفکرات — ہوتا ہے جبکہ اُنسے طبیعت کو اضطرار
دنیا سے اور اُسکے بکھیڑون سے بھاگ کر — لے بیٹھتا ہون گوشۂ عزلت مین مین ستار
جب مِلگئے سُر اُسکے تو گویا خدا ملا — آتی ہے کان مین وہ صداے شگفتہ کار
معلوم مجکو ہوتا ہے گھر سُر سے بھرگیا — دیوار و سقف و در مترنم ہین بار بار
اُمڈا ہوا ہے راگ کا دریاے بیکران — جسکی کہین نہ حد ہے نہ جسکا کہین کنار
بحر سرور و سور ہے ہر سمت موجزن — اُٹھتی ہین اُسمین زور سے امواج بیشمار
ہوتی ہے اسطرح دل مضطر کو بیخودی — دُنیا نہین نظر مین کوئی چیز زینہار
اب جوڑ چھیڑ یئے کہ کوئی گت بجایئے — دونون مین لطف خاص ہی بہر دل فگار
مجکو بھی تو بتا ترے قربان جاؤن مین — آواز کِسکی تو نے اُڑائی ہے لے ستار
باجے کو کب نصیب ہی یہ لحن دلفریب — لکڑی ہی خشک ڈھاتے ہین پانچ سات تار
پردہ نشین مرا پس پردہ ہے جاگزین — پردون سے اُسکے آتی ہے آواز خوشگوار
شنوائی جسطرح سے ہی تو نے صداے دوست — دکھلا بھی دے مجھے کبھی ظالم جمال یار
مضمون نتیجہ خیز ہے مطلع لکھ اور پھر — فکر رسا ہے کان مضامین آبدار

مطلع ثانی

کچھ کچھ سحر کا نور ہے مشرق مین آشکار
نکلا مگر نہین ابھی خاور کا تاجدار

چھیڑا ہے اپنی راگنیون کو پکھیرون نے
مستی سے جھومتے ہین درختان باردار

دیکھو جدھر اُدھر نظر آتی ہے تازگی
بادِ سحر کے دم سے ہے ہر چیز مشکبار

بھیرو اور اُسکی راگنیون کا سمان ہے یہ
سُن تو سہی سُرون مین ہر کیا لطف کیا بہار

محسوس ہو رہا ہے دلِ دردمند کو
بن ہرا اور اُسمین بیٹھے ہین مرتاض بیشمار

آپس مین کر رہے ہین ریاضت کی بات چیت
ہے گیان اور دھیان کی تقریر خوشگوار

کانون مین اِنکے آتی ہے آوازِ دلنواز
اور وہ لطیف رس کہ ہو امرت کی جیسے دھار

مجکو پسند تیری ادائین ہین لے پرچ
جوگن ہے تو کوئی اِسی منڈلی کی سوگوار

خوابِ گران سے آنکھ ہر تیری ابھی کھلی
آواز اور آنکھ مین ہے نیند کا خمار

کچھ لحن مغنی و حزین سے بسوزِ دل
منڈلی مین آئے ہوتی ہر تو بھی الاپ چار

ٹوڈی کے ہر سُرون مین شکایت بھری ہوئی
گویا کسی کے ہجر سے دل اِسکا ہے فگار

کیا صوفیانہ رنگ ہے اِن سب کا واہ وا
سنتا ہون اور سر کو مین دُھنتا ہون باربار

منڈلی بڑی ہر جوگی و جوگن بہت ہین یان
مین بس انھین کے ذکر پہ کرتا ہون اختصار

یہ رنگ تھا کچھ اور ہی اب لیجے دوسرا
لے راگ تو ہے تازہ خیال اور تازہ کار

گلشن مین دیکھے فوج خزان کو شکست فاش
کرتا ہے جبکہ اپنا عمل لشکر بہار

پتے نئے نکلتے ہین پودون مین سُرخ و سبز
کپڑے نئے بدلتے ہین اشجار کوہسار

جسطرح پھوٹتی ہے بنون مین بسنت پتی
اُٹھتی ہین سب دلون مین اُمنگین بھی بے شمار

ایام مین مسرت و مستی و جوش سے
ہنڈول سُن بسنت کو سُن اور سُن بہار

رکھتا ہے لطفِ خاص ہر اِک راگ جبکہ وہ
ہولی کے رنگ خاص سے ہوتا ہے رنگدار

بندھتا ہر اُسکو سنکے سمان دل مین اسطرح
گویا نظر کے سامنے ہے برج کی بہار

وہ کھیل وہ اُمنگ وہ چُہلین وہ چھیڑ چھاڑ
پھر اسپہ راگ کی وہ صداہاے خوشگوار

موسم ہے برشکال کا اِس سے بھی مست تر
بادل ہوا پہ دوڑتے ہین مست و بیقرار

آتی ہے بار بار گھٹا جھوم جھوم کے
ابرِ سیاہ ہوتا ہے جھک جھک کے قطرہ بار

باران جھڑی ہے رحمتِ باری کی اے عزیز
بشگفتہ اِس سے ہوتے ہین میدان و کوہسار

قدرت مین جبکہ چار طرف ہو شگفتگی
انسان کا دل بھی کیون نہ شگفتہ ہو غنچہ وار

رت ایسی دلفزا ہے کہ کرتا ہو جوش دل ۔ بے اختیار راگ کی صورت کو اختیار
موسم کی چیز رکھتی ہی موسم مین لطف خاص ۔ وہ چیز مجھ سے پوچھو تو ہے میگھ اور ملار
کیا مست سُر ہین سُن تو ذرا کان کھولکر ۔ ہشیار جنسے مست ہون اور مست ہوشیار
شیرینیان ہین وہ کہ بہت دل پسند ہین ۔ رنگینیان ہین وہ کہ نہایت ہین خوشگوار
سُر کی کشش کو دیکھنا جھولے کے پینگ مین ۔ واللہ کیا چڑھاؤ ہے واللہ کیا اُتار
سورٹھ مین اور دیس مین کچھ لطف خاص ہے ۔ میٹھی نہین ہے ایسے کوئی چیز زینہار
غربت مین گوش زد ہون تو گویا کیا وطن کی ۔ کرتی ہے گدگدی سی طبیعت مین باربار
مجکو پسند رات کی چیزین بھی ہین بہت ۔ رنگون مین اُسکے رنگ متانت ہی آشکار
ان مین ہمیر شام کدارا و کلیان ۔ حیرت مین ہون کہ کسکو دیا جائے افتخار
گمبھیر سُر ہین اور متین حال ڈھال ہی ۔ وہ چال ڈھال جس سے طبیعت ہو استوار
دُھرپد مین انمین معرفت و عشق یار کے ۔ پھر دیکھ دل مین آتا ہے کس طرح سے قرار
پنچم پہ آکے انکا وہ ٹھیراؤ ہائے ہائے ۔ سے ہے وہ انکی ٹیپ کھب اور گا تد ھار
شعلے ہین دلمین آگ لگانیکے واسطے ۔ وہ آگ جسکو کہتے ہین عرفان کردگار
دست قضا نے سوز بھرا تجھ مین کوٹ کر ۔ اے راگ تجھ سے کیون نہ طبیعت ہو یادگار
دلچسپ ہو بہت تری راہ خدا رسی ۔ کرتے ہین اسلیے تجھے عشاق اختیار
عرفان کا مجکو ذوق ہی اور معرفت سے عشق ۔ مین بھی ہزار جان سے ہون جویائے وصل یار

حاصل ہو تیرے فیض سے مجکو صفائے قلب
اس بات کا ہے تجھ سے دل مہر خواستگار

سورج نرائن مہر

رُباعی

سرور کہین ہے اور کہین غمگین ہے ۔ یان مہر ہے اضطرار وان تسکین ہے
جس رنگ سے دیکھیے غرض رنگین ہے ۔ انسان کا دل بھی سبد گلچین ہے

آم کا درخت

ایک موقع پر گذر رہتا تھا خاص و عام کا
کاٹتے تھے لوگ واں اونچا درخت اک آم کا

بار بار اُس نخل کے تن پر تبر کے وار تھے
تھا نمونہ ہو بہو یہ گردشِ ایام کا

شاخیں کٹ کٹ کر زمیں پر گر رہی تھیں برملا
تھا تبر کو کیا خیال آغاز کا انجام کا

کاٹنے والے شجر کے زعم میں تھے اپنے مست
کیا سمجھتے وہ نتیجہ اِس خیالِ خام کا

اتنے میں اک مردِ پیر آکر وہاں نازل ہوا
بول اُٹھا رہتا ہی دورہ یوں ہیں صبح و شام کا

ایک وہ دن تھا کہ یہ نخل کہیں چھوٹا سا تھا
شوق تھا لوگوں کو اسکے امن کا آرام کا

سینچتے تھے آب تر سے لوگ تھی وہ دلپذیر
فکر تھی کاٹا نہ ہم پہلو ہو اِس گلفام کا

ایک مدّت تک اُسے پالا کیے بچّے کی طرح
جب جوانی آئی پایا اُسکو اپنے کام کا

خوب کھائے آم۔ امرس کا بھی رس آیا پسند
اِسکو سمجھا درس ہر صاحبِ اکرام کا

آم تو آم آئیں اِسکی گٹھلیاں بھی کام میں
سمجھا تھا جوں نے بھی میوہ اِسے بادام کا

ہائے وہ دن آج ہی قاتل بنے خود ہی ہیں
خود ہی میکش توڑتے ہیں سر سبو و جام کا

ہائے اب اِس نخل کا سایہ کہاں ہوگا نصیب
ہائے اب جلوہ نظر آئے گا کب اِس بام کا

پتیاں اب اِسکی بندھیں دوار میں باندھیگا کون
باغباں اب ہوگا کیونکر مستحقِ انعام کا

اب مزے کیسے تبر نے دانت کھٹے کر دیے
حال بس پوچھو نہ کچھ مرغِ اسیرِ دام کا

وقت ہی کی بات تو ہی۔ وقت کو مت بھولیے
کوئی خوش ہی ہے کہیں دورہ غم و آلام کا

چاہیے جو حالت ہو لیکن کام سے غافل نہو
دو مددا او روں کو کام اچھا ہی فیضِ عام کا

آم کے پھل کھائے لکڑی بھی جلائی آخرش
چھٹ پٹی۔ تختے بنے۔ موقع ملا آرام کا

خود غرض انسان سے بڑھکر کوئی دنیا میں نہیں
خود سمجھ لیں ہوگا مستوجب یہ کس الزام کا

اے تمنا آدمی بھی کام دے گر مثلِ نخل
نیکنامی سے بڑھے اعزاز اسکے نام کا

رام سہاے تمنا

شیون داغ

پھولون مین آہ! کسلئے ہین یہ قبا ہی داغ
آتی ہے بھینی بھینی کہانسے ہولے ہولے داغ

منہ اپنا آئنے مین ذرا دیکھ او قمر!
دے مجکو دور سے نہ فریبا دلے داغ

آ! عندلیب ملکے کرین آہ و زاریان
تو ہائے گل پکار ۔ مین چلاؤن ہائے داغ

دلسوز اک ہی تو شب غم مین چراغ گور!
آتی ہی تیرے پھولون سے بوے وفائے داغ

خاموش ہین بہار مین مرغان نغمہ سنج
ہے ہے اکدھر ہے نالۂ رنگین نوائے داغ

نیرنگیون پہ ناز نہ کر چرخ یاد رکھ
لینا ہے مجھے حشر کے دن خونبہائے داغ

چھپتے ہی آہ! عید کا تو چاند ہوگیا
نکلا نہ ایک شب مہ جلوہ فزائے داغ

نکلے شکوہ سے کہ جنازہ ہے داغ کا
گلگون قبا ہے داغ ہو ۔ رنگین دلے داغ

اٹھی زمین سے آہ! نہ لے گنبد مزار!
خاموش ہو کے بیٹھ گئی کیا صدائے داغ

تلوون سے ملکے پھینکدیا کیون عروس مہر
بوٹی کا پھول تھا گل رنگین ادائے داغ

پڑھتے ہین ماہ و مہر شب و روز فاتحہ
جس سرزمین پہ آہ! ہی خلوت سرائے داغ

ہنستے نہین حدیقۂ بزم سخن کے پھول
لے ولے! موج خندۂ دندان نمائے داغ

پھولا ہوا ہے لالۂ صحرا مزار پر
جوش جنون! ہی دید کے قابل فضائے داغ

منہ مین زبان کہان ہی کہ زخم جگر کرین
شرح حدیث نطق ترنم سرائے داغ

اے چرخ! وہ بھی مٹگیا ۔ قصہ ہوا تمام
لوح سخن پہ ایک تھا نقش وفائے داغ

ہم کیا کہین ۔ جو ہمکو دکھائے ہین سبز باغ
داغونپہ اے فلک! ہین دیے تونے ہائے داغ

تھا بزم آرزو مین ابھی ماتم امیر
اب دلسے آرہی ہی صدا ہائے ہائے داغ

ہردم زمانہ داغ دگر گونہ در دہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہد

سرور جہان آبادی

پچھلا مہینہ

معلوم نہین ہماری شامت اعمال کن کن صورتون مین ظاہر ہوگی۔ ابھی طاعون ہی کا رونا تھا کہ ایک ایک ہفتے مین پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ ہزار آدمی ضایع ہوجاتے ہین کہ ۴ اپریل کو ایک قیامت خیز زلزلے نے آن کی آن مین ایک عالم کو تہ وبالا کردیا۔ اور چشم زدن مین پندرہ سولہ ہزار جانین جنمین یورپین اصحاب کی بھی ایک معتد بہ تعداد ہے فنا فی النار کردین۔ اور کرورون روپیہ کا جو نقصان ہوا اُسکا کیا ذکر کیا جائے۔ وہ قطعہ زمین جو ایک روز پہلے زندگی اور شادابی کی بہار کا مالا مال تھا۔ دم کے دم مین نقش باطل کیطرح صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ پنجاب کے اضلاع کانگڑہ۔ دھرم سالہ وغیرہ وغیرہ کی بڑی بڑی مرتفع اور وسیع عمارات بھی اس قہر خدا کی تاب مقاومت نہ لاسکین۔ اور ایک لحظہ مین ایک تودۂ خاک ہوکر رہگئین۔ ہائے! خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین۔

دوسرے مقامات مین بھی گو ایک مرتبہ ہلچل مچ گئی۔ مگر شکر ہے کہ زیادہ نقصانات نہین پہونچنے پائے۔ کہتے ہین مصیبت کا وقت امتحان کا وقت ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے دنیا کی سخت سے سخت آفتین اور مصیبتین بھی ہمارے لیے غور طلب۔ عبرتناک۔ اور سبق دہ واقعات ہین۔ اس آفت کیوقت ہمارے حکمرانون کی ہمدردی عرصے تک یادگار رہیگی۔ حضور لفٹننٹ گورنر پنجاب ولایت تشریف لیجانے والے تھے۔ مگر اس حادثۂ جانکاہ کے بعد آپنے اپنا ارادہ محض اسوجہ سے ملتوی کردیا کہ آپ مصیبت زدگان کی کیفیت بہ چشم خود ملاحظہ کرسکین

حضور وائسرائے نے بھی کمال ہمدردی انکی امداد اور دستگیری کے لیے خود دس ہزار روپیہ کا شاہانہ عطیہ دیکر ایک چندہ کھولدیا۔ اہل ملک بھی اپنے فرض سے غافل نہ رہے۔ آریہ سماج لاہور نے مشہور محب وطن لالہ لاجپت رائے صاحب کی رہبری مین ان بیکسونکی امداد پر کمر ہمت چست کی۔ اور عین موقع پر ایک مستعد جماعت اپنے ممبرونکی بھیجکر اپنا حق ادا کیا۔ اور زیادہ قابل قدر یہ بات ہے کہ ان نیک نفس اور سچے جان نثاران ملک نے اپنی ہمدردی مین کسی خاص مذہب یا قومیت کی کوئی بیجا تفریق روا نہین رکھی۔ اُنھون نے مسلمانون کی نعشون کو بھی اُسی جوش قلبی اور ہمدردی سے زمین سے نکالا جسطرح ہندوؤن کو اور یکسان دریادلی اور حب الوطنی کے ساتھ دونون کی تجہیز و تکفین کی مقدس خدمت ہر ایک کے عقائد کے مطابق ادا کی۔ ہم آریہ سماج کے معزز ممبرون کی اس فیاضانہ ہمدردی کو زمانۂ حال کے بہترین آثار مین سمجھتے ہین اور سماج کی اس مستعدی کو تقاضائے وقت خیال کرتے ہین۔ ہندوستان کی آیندہ یکجہتی کیواسطے ایسی باتین نہایت مبارک فال ہین۔ اور اس عرصے مین اس قسم کی یگانگت کے لئے موقعون پر ثبوت ملے ہین۔

اندنون ہندوستانی بہت کچھ موردطعن رہے ہین۔ لارڈ کرزن کی دلشکن تقریرون سے ملک کے اس سرے سے دوسرے سرے تک تمام اہل ملک کے دلون پر جو اثر ہوا ہے اُسکی تشریح کرنا ایک ناگوار واقعے کی یاد دلانا ہے۔ یہانپر ہمکو اس تذکرے سے ایک خوشگوار پہلو پر ناظرین کو متوجہ کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مختلف صوبون کی دارالسلطنتون یا صدر مقامون مین لارڈ کرزن کی طرز تقریر اور طرز عمل سے اظہار مخالفت اور ناراضگی کے لیے جو جلسہ ہائے نفرین (خدا کرے یہ اپنے طرز کے آخری جلسے ثابت ہون) ملک کے نامور اور ذی اثر اصحاب کے زیر صدارت منعقد ہوے اُن سب مین ہندوستان کی مختلف قومین ایسی شیر و شکر نظر آئین کہ سرسری طور پر دیکھنے والون کو بھی ملکی اتحاد اور قومی ارتباط کی خوشنما جھلک دکھائی دی۔

کلکتہ۔ بمبئی۔ مدراس۔ لاہور۔ الہ آباد۔ سب جگہ ان جلسون کی

تجاویز کے محرک اور موید ہند و مسلمان وغیرہ ملک کے منتخب لیڈر تھے۔
صرف ایک مقام یعنی بمبئی مین البتہ ایک مشہور اسلامی رئیس نے مسلمانون کو ان قومی جلسون سے الگ کرنا چاہا۔ اور اس غرض سے ایک جلسہ بھی منعقد کیا مگر اس مین جس دشواری اور پریشانی سے لارڈ کرزن کی تائید مین رزولیوشن پاس ہوسکے وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ تمام ملک مین ہند و مسلمانون کے ملکی اتحاد کا وقت قریب آگیا ہے اور اُسکی ضرورت اب عموماً تسلیم ہونے لگی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ملکی امور مین ایک کا نفع و نقصان سب کا نفع و نقصان ہے۔ اور ایک کی لعنت و ملامت اور ذلت و رسوائی سبکے ساتھ بدسلوکی ہے۔
پچھلے کانگریس مین جدید انتخاب پارلیمنٹ کے موقع پر ہندوستان کیطرف سے ایک باثر ڈپوٹیشن کے ولایت جانے کی جو تجویز منظور ہوئی تھی اُسکے عملدرآمد مین بھی اسی ترقی کے آثار ظاہر ہین۔ ڈپوٹیشن جسکے صرفہ کا بار ہند و مسلمان پارسی سب قومون نے مشترکہ طور پر برداشت کیا ہے۔ ملک کی دادخواہی اور انصاف طلبی کے لیے ہند و مسلمان دونون قومون کے قائم مقام انتخاب ہوسے ہین۔ ہمارے صوبے سے جناب پنڈت بشن نرائن صاحب در۔ پنجاب سے لالہ لاجپت راے صاحب بنگال سے بابو سرندر ناتھ صاحب بنرجی اور بمبئی سے مسٹر گوکھلے اور محمد زینب صاحب مدراس سے آنریبل کرشن نائر۔ انکے علاوہ بمبئی سے مسٹر بھیم جی۔ اور مدراس سے نواب سید محمد صاحب بھی اس برگزیدہ جماعت مین شرکت کا ارادہ رکھتے ہین۔ اس ڈپوٹیشن کے اکثر اصحاب مئی مین روانہ ولایت ہونیوالے تھے مگر انتخاب پارلیمنٹ کی تاریخ نہ معلوم ہونے سے اب اس یادگاری قافلے کو اپنا عزم سفر کچھ دنون تک ملتوی کرنا پڑا۔ شاید جولائی یا اگست آئندہ مین انکی روانگی کا وقت آئے۔
الغرض یہ سب آثار زمانہ نہایت دلخوش کن ہین۔ اور پلیگ اور زلزلے کے باوجود ہماری ہمتین قائم کیے ہوسے ہین۔ پلیگ کی تحقیقات کے لیے گورنمنٹ نے حال ہی مین چند نہایت مشہور معزز تجربہ کار ڈاکٹرون کی ایک کمیٹی مقرر کی ہے خدا کرے اس کی کوششین مفید ثابت ہون۔ مگر اس بلاے بے درمان کی شدت اور کثرت مزید کوششون کی محتاج اور متقاضی ہے۔ کیا طاعون سے ہر ہفتہ

ہزارون گھر بے چراغ اور صدہا خاندان بے سروسامان نہین ہوجاتے؟ پھر کیون نہین ایک مستقل فنڈ ان آفت زدون اور بیکس یتیمون کی امداد کے لیے قائم کیا جاتا طاعون زدہ شہرونکے باشندے عموماً اپنی عارضی بود و باش کے لیے آبادی کے باہر جھونپڑے تک نہین ڈال سکتے ہین۔ کیا انکی دستگیری اور اعانت اہل مقدرت و استطاعت پر فرض نہین ہے؟ پھر ملک کے حاکم و محکوم۔ امیر و غریب دونون کیون اسطرف متوجہ نہین ہوتے؟

پچھلے مہینے مین ایسٹر ایک مسیحی تہوار کی تعطیل مین مختلف مقامات مین چند قومی جلسے بڑی دھوم دھام سے ہوے۔ ۱۰ اپریل کو لاہور آریہ سماج کے مشہور و معروف دیانند کالج کی عمارت کا بنیادی پتھر روشن خیال اور اولوالعزم مہاراجہ صاحب ایدار نے ایک عظیم الشان مجمع کے روبرو بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے رکھا۔ ہز ہائینس کرنیل پرتاب سنگھ جی کی شجاعت اور دلاوری۔ ہمت اور جانبازی کے قصے تو ایک عالم مین مشہور اور کئی نازک موقعون پر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکے ہین۔ اخلاقی جرأت سچی بہادری کی لازمی جزو ہوتی ہے۔ اسلیے کوئی تعجب نہین اگر مہاراجہ صاحب ممدوح ملک کی ترقی کن اور اصلاح پذیر جماعتون سے سقدر ہمدردی رکھتے ہین۔ ہمکو یہ دیکھکر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ رؤسا و والیان ملک بھی رفتہ رفتہ اصلاحی کوششون کی دستگیری کیطرف مائل ہورہے ہین۔ کہا جاتا ہے کہ سکھون کے سردار اعظم مہاراجہ صاحب نابھا نے حال ہی مین ازدواج بیوگان کی حمایت مین ایک باقاعدہ کوشش شروع کردی ہے۔ آپ نے اپنی ریاست کے ایک معزز عہدہ دار کو اس مسئلے کے متعلق ہندو امرا و علما سے مشورہ کرنیکی غرض سے اضلاع پنجاب مین دورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا لاہور مین اُس دن ہرطرف سچا جوش و خروش موجزن نظر آتا تھا۔

عمارت کالج کے لیے سوا لاکھ روپیہ درکار ہے اس مین سے پچھتر ہزار وصول ہوگیا ہے۔ اور ۵۰ ہزار باقی ہے جس مین ۲۵ ہزار کی معقول رقم بلا کسی خاص اپیل یا تحریک کے اُسی دن ایک گھڑی بھر کے اندر جمع ہوگیا۔ ہم ان بلاطلب چندہ دینے والون کی حمیت کی تعریف کرتے ہین۔ ملکی ضروریات مین ایسی ہی

سرگرمی اور جوش کی ضرورت ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ حوصلہ افزا اور مسرت انگیز نظارہ شام کو نظر آیا۔ جب ایک ہزار کے قریب ہر قوم اور فرقے کے اصحاب ایک ساتھ دعوت مین بلا تکلف شریک ہوے۔ کچھ دنون قبل شاید اس دلچسپ دعوت کا ذکر تک عام طبائع کے خلاف ہوتا۔ آج ملک مین روشن خیالی کی تدریجی مگر یقینی ترقی نے اسے بطور واقعی کر دکھایا۔

لاہور مین اس ہفتے مین کئی اور قابل ذکر جلسے منعقد ہوے۔ انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ بڑی رونق کے ساتھ ہوا اور قومی تعلیم کیلیے ۱۰ ہزار روپیے کے قریب چندہ جمع ہوا۔ گو اس لحاظ سے امسال کا جلسہ سابق جلسون کے بہ نسبت زیادہ کامیاب تھا۔ مگر انجمن کے کارکنون مین کچھ دنون سے کچھ ایسا تفرقہ پڑ گیا ہے جس سے اہل اسلام کی اس مفید انجمن کو سخت نقصان پہونچ رہا ہے۔ ہمکو یہ سنکر سخت افسوس ہوا ہے کہ بعض اصحاب علی گڈھ کالج کی امداد اور حمایت کے بیجا جوش مین اسلامیہ کالج لاہور کی بیخ کنی پر آمادہ ہین۔ علی گڈھ کالج کے نامور پرنسپل لکھنؤ کانفرنس مین علانیہ طور پر ملک مین کئی ایسے کالجون کی ضرورت اور فائدے کو مسلمانون کے ذہن نشین کر چکے ہین۔ جناب شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد صاحب بھی انکے متفق الراے ہین اور اسی پرچے مین آپنے مفصل طور پر اسکی ضرورت واضح کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے۔ ہمکو امید ہے کہ مخالف اصحاب بھی صلح و آشتی کی جانب راغب ہونگے۔ بہرکیف ملکی اغراض اور قومی ضروریات اسی بات کی مقتضی ہین کہ باہمی تنازعے اور فروعی جھگڑے رفع کیے جائین۔

بنگال اور ممالک متوسط وغیرہ مین بھی اس سال اس تعطیل کے زمانے مین کئی با اثر ملکی اور تمدنی جلسے ہوئے۔ جنمین ان صوبون کے تمام معززین نے دور دور سے یکجا ہو کر ملکی ترقی کے اسباب اور ضروریات پر غور کیا۔

مگر ان سب سے زیادہ مسرت کی بات جس سے اس بیداری کے اصلی اور دیرپا ہونے کا خوش آیند یقین ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ ملکی اور تمدنی جدو جہد کے ساتھ ساتھ فرائض منصبی کے احساس مین بطور واقعی ترقی نظر آ رہی

ہے - اور افراد قوم مین عملی راے زنی اور غور و پرداخت کی قابلیت روز افزون ترقی پذیر ہو رہی ہے - مثال کے لیے اس مرتبہ مقامی کونسل کی غیر سرکاری ممبرون کی تقریرین پیش کیجا سکتی ہین - جناب آنرایبل پنڈت مدنموہن مالوی راے بہادر پنڈت سندرلال صاحب - راے بہادر لالہ نہال چند صاحب جناب راے بہادر بابو سری رام صاحب - ان سب کی تقریرین معاملہ فہمی اور نکتہ سنجی کے ساتھ عملی تجاویز سے پُر ہین - اکثر تقریرون کی خود جناب معلی القاب حضور لفٹنٹ گورنر بہادر نے اپنی زبان مبارک سے تعریف کی - اور انگریزی بلکہ نیم سرکاری اخبارون مثلاً پایونیر وغیرہ نے بھی خوب دل کھول کر داد دی اور لکھا ہے کہ اس بار اس صوبے کے بجٹ پر یادگاری اور قابل تقلید مباحثہ ہوا ہے - خدا کرے یہ ناموران ملک اور رہبران قوم جنکے مشورے کی اسدرجہ قدر ہوئی ہے - اس صوبے مین جو اپنی افسردگی اور مردہ دلی مین آپ اپنی نظیر ہے ایک مستقل اور عملی جوش پیدا کرنے مین کامیاب ہون - اور اس کے لیے آیندہ کانگریس جسکی ابتدائی تیاریان بنارس مین جناب آنریبل منشی مادھولال صاحب کے زیر صدارت اس نمایان شان اور گرمجوشی کے ساتھ شروع ہو گئی ہین ایک مفید اور موثر ذریعہ ثابت ہو -

---

رسید کتب

گلزار نونہال - مؤلفہ لالہ خزان چند صاحب بی اے قیمت ۸ - فلسفۂ تعلیم - مترجمۂ خواجہ غلام الحسنین صاحب - قیمت ۱۲ - نیرنگ عالم مصنفہ منشی سارداسہاے صاحب قیمت ۱۲ انسان کی طبعی غذا - مصنفہ محمد امیر مرزا صاحب قیمت ۸ - ڈاکٹر جے کشن اور میان حمید قیمت ۱ لڑکون کا رہنما - قیمت ۱ - جولیس کی کشمکش - قیمت ۱ - از پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی - رسالہ پردہ - رسالہ نیوگ - خالصہ اخلبار بھاشتیا رپیسی - خواب راحت مرتبہ ایڈیٹر صاحبہ تہذیب نسوان -

علمی خبرین

ہندوستان کے انگریزی رسائل مین "ہندوستان ریویو اور کایستھ سماچار" کو جو عروج اور مقبولیت لائق ایڈیٹر مسٹر سچدانند سنہا کی بدولت حاصل ہوئی ہو وہ عام علم دوست حضرات اور اخبار بین جماعت پر روشن ہو۔ اسلیے اہلیان کایستھ پاٹ شالہ الہ آباد کی اس ہردلعزیز اور قابل فخر رسالہ کو بند کردینے کی تجویز نہایت افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی۔ یہ علمی قدردانی اور حوصلہ افزائی ہے اُس قوم کی جسے اہل قلم ہونیکا دعویٰ ہے۔ افسوس! چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

بخلاف اسکے انگلستان مین باوجود اسقدر مشاہیر پرستی کے حالمین شکسپیر کی ایک تازہ اور معقول یادگار قائم کرنیکی تجویز درپیش ہو۔ اِس تجویز مین مصانیف شکسپیر کے مطالعہ کا معمول سے زیادہ شوق بڑھانے اور مزید ترقی دینے کی نئی نئی تدابیر شامل ہین نیز ۲۳ اپریل سے یکم مئی تک (جو شکسپیر کا ہفتہ کہلاتا ہی) تمام دُنیا مین اس بےنظیر شاعر کی یاد تازہ کرنیکی فکر ہو۔ ایک ہم ہین کہ ہندوستان کے بیسیون شکسپیر مثلاً والمیک کالیداس۔ امیر خسرو۔ اور تلسی داس وغیرہ کی معمولی یادگار قائم کرنیکی بھی فکر نہین کرتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

شکر ہو کہ خان بہادر مولانا سید علی محمد صاحب شاد رئیس عظیم آباد کی بےنظیر تصانیف کی اشاعت کا انتظام ہوگیا۔ اِس انتظام کیلیے ممدوح نے ایک ذاتی پریس قائم کرلیا ہو ورنہ اُن لاتعد تصانیف کی اشاعت ناممکن تھی جو بیس سال کی لگاتار دماغی محنت بلکہ علمی ریاضت کا نتیجہ ہین۔ ملک کو اِن تصانیف کی جسقدر ضرورت ہی وہ معززا ور فاضل مصنف کی غیر معمولی شہرت سے ظاہر ہے۔

مشہور زمانہ شمس العلما مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی کا فارسی مجموعہ تصانیف نامی پریس کانپور مین چھپکر تیار ہوگیا۔ ناظرین کو اسکی اشاعت کا شوق و دلچسپی کے ساتھ منتظر رہنا چاہیے۔

البرامکہ کے نامور مصنف منشی محمد عبدالرزاق صاحب پنشنر رمینو سیلٹی کانپور نے حال مین "نظام الملک" کے عنوان سے ایک جدید کتاب تصنیف کی ہے جسمین تاریخی دلچسپی کی وہی حدین قائم ہین جو البرامکہ مین تھین شکر ہے کہ یہ کتاب اشاعت کیلیے پریس مین دیدی گئی ہم امید کرتے ہین کہ منشی صاحب اپنی پہلی تصنیف البرامکہ کو بھی دوبارہ شائع کرنیکی فکر کرینگے جو تھوڑے ہی عرصے مین نایاب ہو گئی اور ملک مین اُسکی بیحد مانگ ہو رہی ہے۔

"ترکون کی طرز معاشرت" پر منشی محمد حسین خان صاحب مترجم "تزک عبدالرحمانی" کی ایک بسیط اور دلچسپ تصنیف شائع ہونیوالی ہے۔ اسکے دیباچے مین ہندوستان کے مسئلۂ تعلیم و آزادی پر ایک مفصل بحث کیگئی ہے۔ ہمین معلوم ہوا ہے کہ ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے بھی یہ کتاب آپ اپنی نظیر ہو گی کیونکہ مُطلّا ٹائٹل پیج کے علاوہ مسجد قسطنطنیہ کی تصویر لندن سے تیار کرکے منگوائی گئی ہے۔

زمانہ کا آیندہ نمبر اس سال کی پہلی جلد کا آخری نمبر ہوگا۔ اس عرصے مین جدید انتظام کے متعلق ناظرین رسالہ نے جس خلوص و گرمجوشی سے اظہار قدردانی کیا ہے اُسکے ہم تہہ دل سے شکرگزار ہین اس قدردانی نے ہماری اُمیدون کو ایک گونہ استحکام دیدیا ہے اور اسقدر حوصلہ بڑھا دیا ہے کہ آیندہ نمبرونمین موجودہ حالت سے بھی زیادہ ترقی کی کوششین شروع کردی گئین۔ تاہم اسقدر عرض کرنیکی گنجائش باقی ہے کہ جن حضرات نے زمانہ کی توسیع اشاعت پر توجہ نہین فرمائی وہ منتظمان رسالہ کے بڑھتے ہوے شوق کو دھیما کر دینے کے ذمہ دار ہونگے کیونکہ کوئی رسالہ بغیر اپنی مالی حالت کے روزافزون ترقی پذیر ہونیکے اپنی دلچسپیونکو ترقی نہین دے سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ معاصرین مین بعض کی حالت روبہ تنزل نظر آتی ہے۔

زمانہ کی آیندہ ترقیون کا پہلا نمونہ "اکبر نمبر" کے ملاحظے سے معلوم ہوگا۔ اکتوبر سنہ حالمین اس ہردلعزیز اور بینظیر مُدبّر شہنشاہ کی وفات کو پورے تین سو سال ہو جائینگے۔ اس نمبر کے ملاحظے سے واضح ہوگا کہ اس بہترین شہنشاہ ہند نے ہندوستانیون کے ساتھ اُس عدل و رحم سے کام لیا ہے کہ اُسکی حکومت رحمت الٰہی کہی جاتی تھی اور امور ملکی مین ایسے نقش قدم بنا گیا جنپر چلنے سے ہر گورنمنٹ اپنی حکومت کو رحمت الٰہی کے نام سے موسوم کراسکتی ہے۔ مضامین نگار حضرات اس نمبر کیلیے اپنے بیش بہا مضامین یکم اگست تک روانہ فرما دین۔ بعد کو اندراج مضمون کا کوئی پہلو نہین نکل سکتا۔ اس نمبر مین علاوہ دیگر دلچسپیون کے تعداد صفحات مین بھی ایک معقول اضافہ کیا جائیگا۔

مفید اور جامع المعلومات کتابونکا سلسلہ

جاپان قیمت ۱۲؎

یہ نادر الوجود کتاب جسمین اقبالمند جاپانیون کے تمدن معاشرت صنعت و حرفت اور رسم و رواج کے متعلق مفید اور دلچسپ معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہی مشہور ملک بابو شیو برت لال صاحب ورمن ایم اے نے ایک فرانسیسی عالم کی تصنیف سے ترجمہ کی ہو۔ کتاب اپنی خوبیون مین بینظیر ہی اور اہل ہند کو خاص طور پر نفع پہونچا سکتی ہی چونکہ اس کتاب کی جلدین بہت کم باقی ہین لہذا جو حضرات دوست شوق پڑھانیمین دیر کرینگے انھین یقیناً طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔

قیمت ۱۲؎ الحیات بعد الممات قیمت ۱۲؎

یہ بیش بہا کتاب بھی ایک فرانسیسی عالم و فلسفی کی مقبول عام تصنیف کا ترجمہ ہی جسمین روح و جسم اور زندگی کے حیرت انگیز راز ظاہر کیے گئے ہین اور بہت سے دقیق مسائل پر عالمانہ نظر ڈالی گئی ہی جس سے انسانی معلومات مین ایک غیر محدود اضافہ ہوتا ہی۔ یہ کتاب بھی ہمارے علمی خزانے کا ایک بیش بہا جواہر ہی شائقین حضرات جلد طلب فرمائین۔

خوش معاملہ اور جدید خریداران زمانہ کے ساتھ غیر معمولی رعایت یہ ہے کہ تین مہینے تک مندرجۂ بالا دونون کتابین نصف قیمت پر ارسال ہون گی۔

علم دوست حضرات کی دلچسپی اور عام آسانی کے لحاظ سے حال مین زمانہ کے متعلق ایک بک ایجنسی کا افتتاح کیا گیا ہی جسمین چند نو تصنیف اور نادر قابل قدر کتب کا ذخیرہ مہیا ہے۔ ملک کی قدردانی کا اندازہ ہوجانے پر اس ایجنسی کو مناسب طور سے ترقی دینے کی کوشش کیجائیگی اور یہ لحاظ رکھا جائیگا کہ خریدار حضرات کفایت کے ساتھ عمدہ اور قابل دید کتب حاصل کر سکین۔

المشتہر

مینجر زمانہ کانپور۔ نیا چوک

اُردو علم ادب کا نیا اور قابل قدر ذخیرہ

(جناب خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی کی تازہ تصانیف)

سوانح عمری ملکہ وکٹوریہ قیصرہ ہند و پرنس البرٹ مرحوم و مغفور۔ نہایت جامع ضخیم۔ دلچسپ اور تاریخی فوائد سے مملو کتاب ہے۔ اُردو مین ملکہ معظمہ مرحومہ کی ایسی مفصل جامع اور بسیط سوانح عمری آجتک نہین شائع ہوئی۔ قیمت باعتبار حجم وغیرہ۔ للعہ بالکل کم ہے۔

تاریخ عہد وکٹوریہ۔ (چار ضخیم جلدون مین) جناب ملکہ معظمہ کے عہد حکومت کے کل واقعات اس توضیح اور تشریح کے ساتھ آج تک اُردو مین کبھی نہین لکھے گئے۔ یہ سلسلہ بھی بیحد دلچسپ ہے اور چار جلدون مین ختم ہوا ہے۔ قیمت چار جلد کامل۔ للعہ

آئین قیصری۔ یعنی ملکہ وکٹوریہ کی عہد سلطنت مین ہندوستان کے انتظام اور ترقی کی تاریخ۔ اسکی قیمت بھی باعتبار ضخامت بہت کم ہے یعنی عہ

دیگر کتب

جذبات نادر۔ حضرت نادر کاکوروی کے لطیف اور پاکیزہ خیالات کے نمونے نظم اور نثر دونون مین۔ قیمت صرف ۴ر فی جلد۔

معشوقہ فرنگ۔ شکسپیر کے مشہور ڈراما ہاملٹ کا سلیس اور دلچسپ ترجمہ۔ مترجمہ بابو جوالا پرشاد صاحب برق بی اے سب جج اناو۔ قیمت فی جلد ۴ر

ترانۂ شوق۔ منشی احمد علی صاحب شوق سابق اڈیٹر اخبار آزاد کی پاکیزہ مثنوی۔ اُردو زبان کی ترقی کا ایک بیش بہا نمونہ۔ قیمت صرف ۸ر فی جلد۔

دیوان حفیظ۔ عاشقانہ جذبات کا ایک قابل قدر نمونہ۔ جدید خیالات کی سادگی اور سلاست کا ایک قابل دید مجموعہ۔ قیمت صرف ۸ر فی جلد۔

خدنگ نظر۔ اس مقبول عام رسالے کی بعض جلدین جو دفتر مین ہین اپنی خوبی مضامین کے لحاظ قابل دید ہین۔ لکھائی چھپائی نہایت صاف ہے۔ ہر جلد کی قیمت نہایت ارزان رکھی گئی ہے۔

جلد سنہ ۱۹۰۰ء۔ مع نظم و نثر ضخامت ۱۸ جز قیمت صرف ۱۲ر فی جلد۔

جلد سنہ ۱۹۰۱ء۔ صرف حصہ نثر مع بعض نظمہائے نیچرل و خیالات جدیدہ۔ قیمت فی جلد ۸ر

جلد سنہ ۱۹۰۲ء۔ " " ضخامت ۱۲ جز قیمت فی جلد ۹ر

جلد سنہ ۱۹۰۳ء۔ صرف حصہ نثر۔ ضخامت ۹ جز قیمت فی جلد ۹ر

جلد سنہ ۱۹۰۴ء۔ (۶ نمبر) مع مضامین نظم و نثر۔ ضخامت ۱۲ جز قیمت فی جلد ۱۰ر

تمام درخواستین بنام منیجر زمانہ۔ کانپور آنا چاہیے

مجرب

مصنفہ جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر لدہانہ حال کمشنر راولپنڈی

تریاق طاعون

ہم نے عرصہ دراز کی جانفشانی کے بعد تریاق طاعون ایجاد کیا ہو جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوا ہے بطور حفظ ماتقدم اگر استعمال کیا جائے تو مرض طاعون کے حملہ سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ اگر مبتلائے مرض اس کا استعمال کرے تو فوراً بخار فرو ہو جاتا ہے۔ گلٹیاں گم ہو جاتی ہین۔ دل مین طاقت۔ طبیعت مین بشاشت آجاتی ہے۔ اس دوائی کے استعمال سے نہ قے آتی ہے نہ اسہال ہوتے ہین۔ پسینہ جو مرض طاعون کے لیے بڑی نیک نشانی ہے۔ آجاتا ہے۔ اور مریض بفضل خدا صحت یاب ہو جاتا ہے۔ ہر ایک گھر مین چند شیشیاں تریاق طاعون کی موجود رہنی چاہئین۔ تجربہ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ تریاق طاعون تحصیل قصور ضلع لاہور مین شروع مرض مین اٹھانوے آدمیون نے استعمال کیا جن مین سے ۹۰ صحت یاب ہوئے اور صرف آٹھ آدمی فوت ہوئے۔

قیمت فی شیشی (۸) چھ شیشی (۳) بارہ شیشی نو روپے (۹) محصول ڈاک ذمہ خریدار۔

نقل چٹھی نمبری ۴۵ ۳ ازجانب جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لدہانہ (حال کمشنر راولپنڈی) مورخہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء

جناب من بجواب آپ کی چٹھی مورخہ ۱۳ ماہ گذشتہ دربارہ تریاق طاعون، مین آپ کو اطلاع دیتا ہون کہ جن میونسپل کمشنران کو یہ دوائی بھیجی گئی تھی انھون نے اسکی نسبت عمدہ رپورٹ کی ہے۔ اور چونکہ انکے بیان کے مطابق شہر لدہانہ مین اسکی مانگ بہت ہو۔ اس لیے بہت اچھا ہوگا کہ انھین ممبرون کے پاس مفت تقسیم کرنے یا فروخت کے لیے کچھ اور دوائی بھیجدین +.......................

دستخط

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

المشتہر حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور

پلیگ کہو یا طاعون

بغیر اعلان و اشتہار کے کسی چیز کی خوبی سے عام لوگونکو اطلاع نہین ہوسکتی لہذا اس مضمون کو اشتہار کے پیرائے مین لانا ضروری سمجھا گیا۔

یون تو صدہا ڈاکٹرون اور حکیمون نے طاعون کے علامات اور علاج لکھے ہین لیکن اُنکے پڑھنے سے معمولی آدمی اچھی طرح نہین سمجھ سکتا کہ طاعون کیا چیز ہو اور اُسکا علاج کیا ہو۔ لہذا ہم چند وجوہ اس بیماری کے ایسے بیان کرتے ہین جو ہر شخص کی سمجھ مین آجائین اور اُنپر عمل کرنے سے اس بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مناسب ہو کہ یہ مضمون ہمیشہ پیش نظر رکھا جاے

اگرچہ طاعون سے محفوظ رہنے کی سب سے بڑی تدبیر تبدیل مقام یا نقل مکان ہو تاہم علاج کی ضرورت بھی مسلم ہو۔ طاعون کو ایک قسم کا وبائی بخار سمجھنا چاہیے جسمین جوڑ کے مقامات مین گلٹی نکل آتی ہے۔ گلٹی کا نکلنا اس مرض کے لیے ضروری ہو لیکن صدہا مریض ایسے بھی دیکھے گئے جنکے نہ گلٹی نکلی نہ درد ہوا۔ محض بخار ہی بخار مین مبتلا ہوکر موت کا شکار ہوگئے۔ پس نہ گلٹی کے آرام ہوجانے سے کوئی بچ سکتا ہے نہ موجود رہنے سے مرسکتا ہو موت کے اسباب صرف بخار ہی سے پیدا ہوتے ہین۔ اگر گلٹی پر قضا کا دارمدار ہوتا تو گلٹی کاٹ کے پھینکدینا آسان طریقہ تھا۔ مگر نہین!

جس موسم مین اس بیماری سے خواہ محض بخار سے زیادہ موتین ہونے لگین اسوقت اتنی باتون پر نظر رکھنا چاہیے (۱) سر مین درد خفیف حرارت۔ اعضا شکنی۔ متلی ہونا۔ رفتہ رفتہ بخار کا بڑھنا۔ پیاس کی شدت۔ زبان مین خشکی۔ گھبراہٹ۔ اُلجھن۔ بے چینی۔ بھوک نہ لگنا۔ جوڑ کے مقامات مین درد یا گلٹی کا نمود ہونا۔ آخر مین سرسام اور بیہوشی (۲) دفعتہً کچھ سردی کے ساتھ بخار کا تیزی سے چڑھ آنا۔ پیاس اور الجھن۔ غفلت و بیہوشی۔ آدھے جسم تک پسینے کا آنا یا محض گلے تک۔ کمزوری از حد۔ آواز مین ضعف جسم مین درد۔ کبھی بخار کا اُترنا کبھی چڑھنا۔ جسم کا ٹھنڈا ہوجانا (۳) خفیف حرارت سر بھاری۔ مختلف رنگ کے دست آنا۔ ہاتھ پاؤن سرد۔ آواز باریک۔ زبان مین

لکنت ۔ غفلت و بیہوشی ۔ نہ کہیں سوئے نکلی ان علامتون سے بھی طاعونی مقامات میں زیادہ موتیں ہوتی ہیں اسلیئے جہان کہیں ان علامات سے دوچار موتیں واقع ہون اسی وقت سے احتیاط لازم ہے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہندوستانی گھرون میں ایک پیسے کا چورن بھی احتیاطاً نہیں رہتا ایسی حالت میں حفظ صحت کا مقابلہ دوسری قومون سے کیونکر ہو سکتا ہے ۔ تاہم اگر ہماری دوا کو جو کئی سال سے برابر تجربے میں آرہی ہے ہر وقت اپنی جیب میں رکھو اور بیماری کے ایام میں صبح و شام ایک ایک گولی مطابق پرچۂ ترکیب استعمال کیا کرو تو بے کھٹکے طاعونی مقامات میں پھر سکتے ہو ۔ جو شخص اتفاق سے اس مرض میں مبتلا ہو جاوے اُسکا علاج ہماری ہی دوا سے کرتے رہو اور شان خدائی اور دوا کا اثر دیکھو ! ایسی دوا کو بلا ضرورت بھی منگا کر اپنے گھر میں موجود رکھو جو طاعون کیلیے تیر بہدف ہے اور اُس سے محفوظ رکھتی ہے چار درجن گولی کی قیمت عہ ہے اس سے کم نہیں ہو سکتی ۔ باہر والون سے محصولڈاک وغیرہ علاوہ قیمت کے لیا جائیگا ۔

مدن آسنیل

یہ روغن جسکی شہرت کئی سال پیشتر ہو چکی ہے ہندوستانی ادویہ سے مرکب ہے اور بجز فائدہ کے نقصان کسی حالت میں نہیں کرتا ۔ مقوی ۔ ہاضم ۔ دافع قبض ۔ حرارت اور کھانسی کو مفید ۔ دل و دماغ کی کمزوری کو رفع کرنے والا ۔ جوانی کی طاقت کو بڑھاتا چہرے پر چمک اور جسم میں طاقت و توانائی لاتا ہے ۔ خصوصاً ۔ دل جگر اور مثانہ کی بیماریون کے لئے اکسیر ہے ۔ اعلیٰ درجہ کا ٹانک ہے ۔ ہر موسم میں یکسان فائدہ کرتا ہے ۔ قیمت فی شیشی (ایک اونس والی) دو روپیہ ۔ جو ایک ماہ کیلیے کافی ہے اور ہمارا بنایا ہوا خضاب بھی عرق کی شکل میں ہے ۔ قیمت فی شیشی عہ

المشتہر

ڈاکٹر ماتا پرشاد ہالسی روڈ کانپور

خریدارو دیکھئے پانچ ہزار روپیہ انعام

میمیری کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرن نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سندیافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہو کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلیے اکسیر ہی ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پروال غبار سبل سرخی پھولا ابتدائی موتیا ناخنہ پانی بہنا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور دوائے آنکھوں کے مریضون پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چندروز کے استعمال سی بینائی بہت بڑھجاتی ہو اور عینک کے استعمال کرنیکی حاجت نہین رہتی بچے سی لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہی قیمت اسلیے کم رکھی ہو کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکین قیمت فیتولہ جو سال بھر کیلیے کافی ہی مبلغ عہ دو روپیہ میمیری کا سرمہ سفید اعلی قسم فیتولہ مبلغ عہ تین روپیہ ہے خالص میرہ فی ماشہ عہ بیس روپیہ مصری سرمہ فیتولہ چار آنہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اِن سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہوسکتی ہی

مین نے میمیری کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہی اُن مریضون پر جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے دیکھا مفید پایا میری رائے مین خاصکر اُن مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سی پانی جاری رہتا ہی اور دھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہی۔ راقم ڈاکٹر رحیم گل گوہر لاہور ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

(۲) مین اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتاہون کہ مین نے میمیری کا سرمہ جوکہ سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہی اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضون پر استعمال کیا میری رائے مین بینائی قائم رکھنے اور آنکھونکی بیماریون سے بچنے کے لیے میمیری کا سرمہ کا استعمال بہت مفید ہی۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

کیا یہ سچ ہی کہ دو پائی کا سرمہ ... مطلب سے ... پنجاب ... پانچ ہزار روپیہ انعام ... [illegible] ... پانچ ہزار روپیہ انعام

آؤ ہم تبلائیں جو چھبیس ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوتے ہین

ممیرو کرامانی — مقوی بصر حافظ بینائی کو دافع ہو دل المارہ ھند غبار آب انی وغیرہ قیمت فی تولہ ۸ر

حب ذیابطیس — پیشاب کا بار بار آنا۔ اور شکر کی کر تندرستی نصیب ہو۔ فی تولہ عہ

حب دوالمی قبض — ایک گولی سے دائمی قبض درد اور تمام عوارض درد سر یرقان وغیرہ کافور ۲ درجن عہ

جوہر عشبہ — صفائی خون کے لئے بیمثل۔ گندہ خون کو زہر سے صاف کرتا ہے دافع پھوڑا پھنسی ناسور بھگندر خارش شیشی کلاں ۱ر شیشی خورد عہ

نور علی نور — چند منٹ میں بال دور۔ ۲ تولہ ایک روپیہ عہ

حب دافع وجع مفاصل — درد اعضا جوڑون کا درد دور ہو۔ ۲ ہفتے کے لیے شرطیہ ۸ر

حب دافع طحال — تلی یا کف کو دفعیہ کے لیے شرطیہ ۲ ہفتے کے لیے دو روپیہ ۸ر

ہیر آئیل — دلربا خوشبو کے علاوہ بال بے وقت سفید نہین ہونے دیتا۔ نزلہ زکام کو دور کرتا ہے ضعف دماغ کو مفید۔ فی شیشی ۱ر

زہودکن — اسکے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہین قیمت فی شیشی ۱ر

دوائی خارش — ان کی خارش اور بدن کے دانے دو دن مین خشک ہو جاتے ہین دو تولہ ۸ر

تریاق السعال — اخراج بلغم۔ درد سینہ۔ سرفہ کہنہ اور خراش گلو۔ نزلہ کا چھاتی پر گرنا اسکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے اور ہر موسم مین کارآمد ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ ۸ر

حب قائم مقام افیون — چانڈو افیون بلا تکلیف اس سے چھوٹ جاتے ہین ایک تولہ عہ

روغن اعجاز — ناسور زخم بھر جاتا ہے۔ بھگندر اور ناسور کے لیے اکسیر اور عجیب الاثر ۲ تولہ ۸ر

دوائی درد کان — دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے ایک شیشی دو سو مریض کو کافی ہوتی ہے .... عہ

چورن مقوی معدہ — خوش مزہ بھوک لگاتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے ۲ تولہ ایک روپیہ ہے ... عہ

سنون مستحکم دندان — ہلتے دانت مضبوط اور میل دور کرتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ .... عہ

یداللہ دافع بخار — دو تین پھر سے بخار اُتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے۔ قیمت ۲ درجن .... عہ

دمہ یا ضیق النفس — سانس رکنا۔ اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے ... ۸ر

رعنا — چہرے کے بدنما داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہین۔ ۲ تولہ ۸ر

سفوف درد گردہ — درد گردہ اور ریگ مثانہ بلا تکلف خارج ہو جاتی ہے۔ ۲ تولہ ۸ر

اکسیر شفا — دوائی طاعون لاجواب علاج حفظ ماتقدم کامل مرض کے لیے خطرے سے محفوظ رہتا ہے۔ غربا کو مفت فی شیشی ... عہ

حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء ایڈیٹر رسالہ ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ

بخار کی اکسیر دوا

کارقمین پس

اکثر بخار کی شکایت ہر جگہ اور ہر گھر مین ہوا کرتی ہے اور کوئی شخص ایسا نہین ہے جسکو ایسی دوا کی ضرورت نہ ہوتی ہو تمام لوگ اس بات سے واقف ہونگے کہ سوائے کونین کے اور دواؤن مین بھی یہ طاقت ہے کہ ہر قسم کے بخار کو دور کر دیتی ہین بلکہ چڑھے ہوئے بخار مین ایسی ہی دوائین دیجاتی ہین چنانچہ ہماری دوکان مین دو سال کے عرصے سے بخار کی دوا کی گولی ایک لائق اور تجربہ کار ڈاکٹر کی بنائی ہوئی نہایت ہی مجرب ہے جسکو ہم نے بھی صدہا مرتبہ آزمایا فروخت ہوا کرتی ہین۔ اور ہم اپنے ہی انتظام سے انکو بغرض رفاہ عام فروخت کیا کرتے ہین۔ چڑھے ہوئے اور بغیر چڑھے ہوئے بخار یعنے دونون حالتون مین یہ دوا بلا تامل دیجاتی ہے۔ ہر عمر والے کو بڈھے سے لیکر بچے تک کو یکسان فائدہ پہونچاتی ہے اور صفت یہ ہے کہ سوائے فائدہ کے نقصان کسی قسم کا نہین کرتی۔ ہر شخص بلا تشخیص ہر قسم کے بخار مین یہ دوا دے سکتا ہے۔ دوا دینے سے تیسرے ہی گھنٹہ مین فائدہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ خفیف حرارت شدت بخار اعضا شکنی۔ درد سر۔ سرسام۔ شدت پیاس۔ خراب قسم کے بخارون مین جو پسینہ ضعف جسم تک آتا ہے وبائی بخار تپ غرض جس قسم کا بخار ہوگا اسکو دور کر دیگی معمولی حالت مین بھی روزانہ ایک گولی کھانے سے تندرستی قائم رہتی ہے۔

قیمت بھی مناسب ہے تاکہ تمام لوگ اس سے فائدہ اٹھا دین یعنے فی ڈبیہ ؁ علاوہ محصول ڈاک و پنگ وغیرہ۔ ہر ڈبیہ مین ۳ درجن گولی ہوتی ہے پرچہ ترکیب ہمراہ ہوتا ہے علاوہ اسکے دادکی دوائی ڈبیہ ۲ر اور راسکوپ سسٹم گھڑیان بہت عمدہ اور مضبوط جنکی قیمت ہے محصول ڈاک ہر حالت مین ذمہ خریدار ہوگا۔

المشتہر

شیخ نبی بخش کریم احمد سوداگر تھوک فروش بساطی بازار کانپور

ممیرہ اور سچے موتیون کا سفید سرمہ

مصدقہ جناب نامی گرامی ڈاکٹر ڈبلیو آر گرائیر صاحب بہادر

ایف سی ایس - ای - آر - ایس - ایم - فیلو آف کمسٹری لندن

جسکی نسبت لندن و کلکتہ و پنجاب و آگرہ میڈیکل کالج کے سند یافتہ معزز ڈاکٹرون و نوابون و راجاؤن کے معزز حکیمون و صاحبان جج بہادر و مجسٹریٹ بہادر و صاحبان ڈپٹی کلکٹران بہادر و معزز یوروپین صاحبان انگریز بہادر وغیرہ نے بعد تجربہ و استعمال کے ہمکو یہ لکھا ہے کہ یہ ممیرہ و سچے موتیون کا سفید سرمہ آنکھون کی بیماریون و ترقی روشنی کے واسطے بہت مفید و سب سے بہتر و زود اثر دوا ہے - کہ جسکے سارٹیفکٹ بوقت فرمایش آپکی خدمت مین ہم بھیجین گے اور ملک روس و افریقہ وغیرہ کے معزز ڈاکٹران و ہندوستان کے معزز ڈاکٹران و حکما آنکھونکی بیماریون مین اور دوا کو چھوڑ کر ہماری اس دوا کو استعمال کراتے ہین -

ہم نے اصلی و عمدہ ممیرہ بڑی تلاش سے ہندوستان کے باہر سے منگوایا ہے

ہمارے سرمہ کا امتحان اور اس مین جلد کامیابی

لگا دیکھئے کہ ہمارا سرمہ لگانے سے دو ہفتے مین روشنی آنکھ کی بہت بڑھ جاویگی اور آنکھ کی جملہ نقص دور ہو جائینگے (۱) عینک کی ضرورت نہین رہیگی (۲) دھند - ڈھلکہ - آنسو بہنا - سرخی - سوزش - کھجلی - آنکھونکے سامنے کا اندھیرا - پلکون کے اندر کے دانے و سرخی - گوہانجی - لکھنے پڑھنے سے آنکھ کا تکان - درد بہت جلد شرطیہ رفع کرتا ہے - کمزور نگاہ سے سوئی مین تاگا بہت جلد پرو لیجیے - پڑوال - سبل - جالا - پھولی - ابتدائی موتیابند - ناخونہ - گگر ہلے - آنکھون مین سرخ دور یے پڑ جانے کو - پلکین گر جانے والی بیماری کو مفید ہے (۲۴) کمزور آنکھ کو قوت دیتا ہے (۲۵) آنکھو کا میل و مواد صاف کرتا ہے اور جملہ امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت فی تولہ ... محصول ...

المشتہر - رام سرن گم کانپور - اپنا نام و مقام و نام ڈاکخانہ و ضلع خوشخط لکھو ورنہ تعمیل نہ ہوگی

چند معزز اور قابل قدر و لائق اطمینان شہادتین

(۱) عالیجناب ڈاکٹر ای وائی رو ٹر صاحب بہادر آر ڈی - ایم ایل - ایل لندن -

(۲) جناب ڈاکٹر ایچ - پی - بنرجی صاحب ایل - ایم ایس و سرجن کلکتہ -

(۳) جناب ڈاکٹر پی - این بنرجی صاحب ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن میرٹھ -

(۴) جناب ڈاکٹر اللہ یار خان صاحب - ایس جی سی اسپشل اسسٹنٹ ضلع بجنور -

(۵) جناب ڈاکٹر گنگا پرشاد صاحب اسپشل اسسٹنٹ درجہ اول ضلع کانپور -

(۶) عالیجناب شمس العلما خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب پروفیسر سابق میور کالج الہ آباد -

(۷) عالیجناب رای فصیح الدین احمد صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر بہادر و اسسٹنٹ مہتمم بندوبست کانپور -

(۸) عالیجناب سید معزز حسین صاحب بی اے بی ایل - سب جج بہادر مقام منگلور -

(۹) عالیجناب مولوی سید حامد حسین صاحب منصف درجہ اول ضلع ہمیرپور -

(۱۰) عالیجناب منشی دگبجے لال صاحب ڈپٹی کلکٹر ضلع بستی -

(۱۱) عالیجناب لفٹنٹ ایچ وہاب صاحب بہادر حیدر آباد دکن -

(۱۲) عالیجناب مسٹر بی بہاری صاحب جی ایم - اے ایل ایل بی سشن جج بہادر گونڈا -

(۱۳) عالیجناب مسٹر ... صاحب ... بی اے ایل ایل بی - جج خفیفہ بہادر کانپور -

(۱۴) عالیجناب مسٹر ... لال صاحب منشی مجسٹریٹ بہادر مقام ...

(۱۵) عالیجناب مسٹر ... صاحب ... تار گھر و سیٹ ... کانپور -

زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ بساز

زمانہ

مرتبہ منشی دیانرائن نگم بی۔ اے

سلسلہ جدید	جون ۱۹۰۵ء	جلد ۴ نمبر ۶

فہرست مضامین

محمد رحمت اللہ صاحب رعد کے اہتمام سے

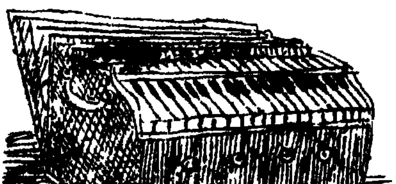
نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت پیشگی عہ مع محصول

نئی تجویز	اکتوبر نمبر
شائقین علم ادب کی آسانی کے لیے یہ تجویز کیگئی ہے کہ ۱۲ ار کے ٹکٹ ارسال فرماکر "زمانہ" کو ۳ ماہ تک طلب فرمائین اگر پرچہ پسند ہو تو آیندہ سے مستقل خریدار رہون۔ ورنہ ہر سہ ماہ کے پرچے ارسال کر کے اپنی قیمت واپس فرمالین۔ چونکہ زمانہ کا نمونہ مفت نہین ارسال ہو سکتا بلکہ وہ بھی مندرجہ بالا شرط کے ساتھ قیمتاً ملسکتا ہی ہذا یہ تجویز زیادہ آسان ہوگی جس سے تین نمبر دیکھ کے ایک قطعی رائے قائم ہو سکتی ہے۔	اکتوبر سنہ حال مین شہنشاہ اکبر کی وفات کو پورے تین سو سال ہوجائین گے جسکی یادگار مین زمانہ کا اکتوبر نمبر ایک غیر معمولی آب و تاب سے شائع کیا جائیگا اس نمبر کا حجم بھی معمول سے زیادہ ہوگا اور تصاویر بھی زیادہ ہونگی۔ تاہم خریدار حضرات سے اس خاص نمبر کیلئے کوئی زائد قیمت نہین لیجائیگی غیر خریدار حضرات بھی اگر پیشتر سے درخواست بھیجدین گے تو محصولڈاک نہین لیا جائیگا۔ صرف قیمت حسب لاگت لیجائیگی جو ممکن ہی کہ دو چند یا کچھ زیادہ ہو
نوٹ۔ ناظرین زمانہ براہ مہربانی اس تجویز کو اپنے علم دوست احباب تک پہونچادین۔	**نوٹ** مضمون نگار حضرات اپنے مضامین ۱۵ اگست تک وانہ فرمادین۔ بعد کو ایسے مضامین کی اشاعت کا کوئی پہلو نہین نکل سکتا
منیجر زمانہ کانپور	**منیجر زمانہ کانپور**

ہارمونیم

ایک خاص رعایت صرف آخر اگست تک



صاحبان! اگر آپکو ہارمونیم باجہ کی ضرورت ہی تو یہ باجے ضرور خریدیے جنکی خوبصورتی اور عمدگی کی ہم تعریف نہین کر سکتے اور نہ اس اشتہار مین تصویر دکھا سکتے ہین۔ اصلی رنگ خوشنمائی تو دیکھنے ہی پر منحصر ہے۔ جسوقت آپ دیکھین گے خود تعریف کرین گے۔ ان باجونکو عمدہ مضبوط اور خوبصورت ہونیکی وجہ سے عام لوگ پسند کرتے ہین۔

نمبر ۱۔ کرشنا فلوٹ سینگل سُر۔ ۳۔ اشاپ۔ قیمت ۲۵ روپیہ۔

نمبر ۲۔ من موہنی فلوٹ۔ ڈبل سُر۔ ۴۔ اشاپ۔ قیمت ۳۵ روپیہ۔

نمبر ۳۔ ہیرو فلوٹ فولڈنگ ہارمونیم۔ ہاتھ اور پانون سے بجانے کا قیمت ۵۰ روپیہ۔

ہر ایک باجے کے ساتھ ایک نفیس لکڑی کا بکس اور ایک باجہ سیکھنے کی کتاب مفت دیجائیگی۔

ملنے کا پتہ۔ دیوانٹی ٹریڈنگ ایجنسی لاہور۔ (پنجاب)



Swami Ram Tirath M. A.

جون ۱۹۰۵ء

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید جلد ۴ نمبر ۶

سوامی رام تیرتھ مہاراج ایم اے

اور اُن کی مشن

سوامی رام تیرتھ - سوامی رام - یا رام بادشاہ کہ جن نامون سے وہ سنیاسی مشہور ہے جسنے گذشتہ دسمبر مین امریکہ سے واپسی اور تین سال قبل روانگی شمال ہند اور بخصوص ہمارے صوبجات اور اُسکے حصہ جانب کہسار مین غلغلہ سا پیدا کردیا ہی - کون بزرگ ہین اور اُنکا کیا مشن ہے - ہر ایک سنیاسی کے گرہست آشرم کی نسبت واقفیت کی جستجو کرنے والی طبیعتین کچھ نہ کچھ پوچھتی رہتی ہین پس کوئی حیرت نہین ہے کہ سوامی رام تیرتھ مہاراج کی نسبت یہ سوال مختلف مقامات سے پوچھا جائے - اِس سوال کا جواب دینا دشوار نہین ہے کیونکہ سوامی جی مہاراج نے کبھی اپنی گرہست آشرم کی زندگی پر پردہ نہین ڈالا اور نہ آج اُسکے ذکر سے پرہیز کرتے ہین - جسطرح سے ہر نوجوان کی زندگی گذرتی ہے آپ کی بھی گذری - کسی قدر غمگین مگر آپ کی زیادہ کامیاب - دولتِ علم سے یہانتک مالا مال کہ ملک کے چند اعلےٰ درجے کے ذہین ریاضی دانون مین آپ کا شمار تھا - ملازمت سرکاری مین جو شاخ آپنے پسند کی تھی اُسمین بحیثیت پروفیسر وہ عروج

حاصل کیا جس حدتک آپکی عمر کا کوئی نوجوان حوصلہ کرسکتا تھا یا پہونچ سکتا تھا خوش قسمتی یہ کہ گرہست آشرم کے چھوڑنے کے وقت تک والدین کا سایہ سر پر رہا۔ اور مثل خوش نصیب والد کے لایق اولاد سے خود مالامال تھے۔ گجرانوالہ کے باشندہ۔ گوسائین خاندان کے فخر۔ اور پھر کس خاندان کے؟ جسکے مرید تمام پنجاب مین ہزارونکی تعداد سے پھیلے ہوے ہین۔ یہ وقت سوامی جی کی سوانح عمری لکھنے کا نہین ہے۔ سوانح عمری لکھنے والے اس عارف کے درجنون مختلف زبانون مین پیدا ہونگے وہ اُنکے موجودہ عمر کے ۲۶ سالہ گرہست آشرم۔ لڑکپن۔ طالبعلمی۔ سن بلوغ۔ ملازمت وغیرہ کے زمانے کے واقعات پر بحث کرینگے اور دکھلادینگے کہ کیونکر اوائل عمر ہی سے آنے والے حیرت انگیز تبادلات اور تغیرات کی خبر معلوم ہوتی تھی۔ کیونکر زندگی کا ہر معمولی واقعہ اُس روحانی زندگی کا پتہ دیتا تھا جو سوامی جی نے آج اختیار کی ہے۔ کسیقدر گرہست آشرم کا ذکر کرکے ہمکو یہان یہ دکھانا مقصود ہے کہ دُنیا مین ناکامی یا کسی سخت غم نے سوامی رام تیرتھ مہاراج کو اُس زندگی کیطرف متوجہ نہین کیا ہے جو اُنھون نے عین ابتدائے شباب مین ۲۶ یا ۲۷ برس کے سن مین اختیار کی۔ سرور روحانی مین مست اپنے بھائیون کو جو آپ ہی کے آپ سروپ مین اگیان اور جہالت مین مبتلا دیکھکر اُس سرور مین جو صرف خداوالون ہی کو حاصل ہوتا ہی بیداری اور حقیقت سے واقف کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا ہی جسکے لیے اس دُنیا مین آپنے موجودہ خاکی جسم قبول کیا ہی۔ مشن آپ کا کیا ہی؟ انسان کو بیدار کرنا۔ کہ وہ جسم جسمانیت تک اپنے تئین محدود نہ سمجھے بلکہ اس حقیقت کی واقفیت سے کہ وہ آنند سروپ ہی۔ آنند کا بھنڈار ہے خود دائمی سرور حاصل کرے اور دوسرون کو دُنیاوی تردداد و تفکرات سے اصلی آزادی کا وہ راستہ بتائے جو راستہ کسی خاص قوم یا مذہب کے لیے مخصوص نہین ہی اور نہ صرف پڑھے لکھون عالمون یا واعظون کی میراث ہی۔ یہ سمجھ کر کہ انسان مین لاانتہا شکتی موجود ہی وہ ان شکتیون کو رکھکر اپنے تئین جسمانی یا روحانی طور پر کسی کا غلام نہ سمجھے اور یہ محسوس کرکے کہ اُسکے خیالات کی دنیا ظہور ہے۔ اُسکے گردونواح اسباب اُسی کے پیدا کیے ہوے ہین۔ اگر خراب سامان ہین تو اُسی کے خراب جذبات کا نتیجہ ہین۔ اُن خرابیون کے دفع کرنیکی کوشش کرے جنسے وہ دُنیا کے ظاہری دُکھ اور رنج کم کرسکتا ہی۔ سوامی رام تیرتھ کوئی نئی تعلیم

سکھانے نہین آئے ہین یہ تعلیم ویسی ہی پُرانی ہی جیسے ہندوستان مین ہمالیہ پہاڑ اور دریاے گنگ و جمن پُرانے ہین مگر طریقہ تعلیم انکا نرالا ہی اور عقل کو اپنی ہی غلامی سے آزاد کرنیوالا ہی۔ دائمی آنند و سرور کیلیے انانیت کا مٹانا خودی کا دُور کرنا لازمی ہی جو سوامی جی نے اپنے جسم سے بالکل ہی نیست کردی کہ اُسکا پتہ ہی نہین چلتا ہی۔ ادنی خواہشون کی غلامی کا نام و نشان باقی نہین ہی۔ غصہ۔ نفسانی خواہشات۔ طمع جلا کر نابود کردیگئی ہین جنھون نے آواز مین وہ اثر۔ چہرے پر وہ جلال اور جسم مین وہ قوت پیدا کی ہی کہ ہر طبیعت جسپر پریم کے رنگ نے ذرا بھی اثر کیا ہی فوراً موثر ہوتی ہی اور ہزارہا بندگان خدا سے جو باہم مذہبی اختلاف رکھتے ہین یہ کہلا لیا ہی کہ اگر پرمیشور کے درشن بغیر مورتی پوجن کے نہین مل سکتے ہین تو ہم کیون نہ اِس جیتی جاگتی۔ بولتی چالتی مورت کی ساکار پوجا کرین یا امریکہ مین راسخ الخیال عیسائیون کی زبان پر یہ فقرہ آہی تو گیا کہ ہم بائیبل مین حضرت عیسیٰ کا ذکر سُنتے ہین کیون نہ ہم اِس عیسیٰ نما انسان سے محبت کرین۔ تمام خواہشات دنیوی سے آزاد۔ اپنے جسم سے جو اِن تمام آرامون اور آسایشون سے بنا ہوا جو ایک شریف متوسط درجے کے گھرانے مین مل سکتا ہی۔ مگر وہ تمام صعوبات برداشت کیے ہوے کہ جو جسم برداشت کر سکتا ہو گرمی مین گرمی نہ ماننے والا اور سردی مین سردی برداشت کرنے والا ہر گھڑی حالت وجد یا سرور مین مست۔ سوامی رام تیرتھ وہی کام لے رہے ہین جو بڑے بڑے پیشوایان مذہب نے کیے تھے۔ گو یہ پیشین گوئی کسیقدر قبل از وقت سمجھی جائے مگر اِسکے اِسقدر کہنے مین ہرج نہین ہی کہ تاریخ پرشل دیگر بڑے پیشوایان مذہب کے ملک کی بہتری کیلیے زمانہ کے دامن پر آپ اپنا نشان لگا جائنیگے۔

پیشوایان مذہب سے یہ مطلب نہین ہی کہ وہ کوئی نیا امت قائم کرینگے وہ کوئی جدید گروہ پیدا کرینگے۔ نہین۔ انانیت سے وہ دُور ہین۔ اُنکا مشن صرف یہ ہی کہ ہندوستانی صرف اپنی پہلی غلطیونسے واقف ہوکر بیدار ہون اور اپنی روحانی بہتری اور ملک کو موجودہ مصائب سے اپنی لا انتہا قوتون کو کام مین لاکر خود خوش ہون۔ چونکہ مشن عشق و پریم کی بنیاد پر قائم ہی وہ کسی خاص ذات اور مذہب پر محدود نہین ہی ہر ایک گروہ مین محبت پیدا کرانے کی دعویدار ہی۔ چونکہ دُنیا کی راحتون کو اصلی راحت دُنیا کی نیکنامی اور شہرت کو اصلی نیکنامی نہین سمجھنے والا ہی۔ لہذا اِن قومی تعصبات کو مٹانے والا ہی جنسے ملبوس ہوکر لوگ سایہ کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہین۔ ادائے فرض بہترین مذہب قرار دیکر سوامی جی مہاراج لوگونکو کرم کانڈ کے بکھیڑونسے

آزادی دلاکر چاہتے ہین کہ اگر کرم کانڈ یا یگ کرنی ہے تو یہ یگ کیجائے کہ اپنے سے کم واقف اپنے ہی سرویون کو جو ذات واحد سے جدا نہو کر بھی نا واقفیت سے جدا سمجھ بیٹھے ہین حقیقت سے واقفیت کیلیے بیدار کیا جائے۔ اپنی قسمت یا پرار بدھ کے خود بنانے والے ہو کر انسان سے سوامی جی مہاراج کہتے ہین کہ سوشل۔ مذہبی اور پولٹیکل غلامی محض بیجا خواہشات کا نتیجہ ہے لہذا ان خواہشات کی کمی کیجائے اور بلا غرض ادائے فرایض کو بہترین مذہبی خدمت سمجھکر وہی سچی عبادت معبود سمجھی جائے اپنی انانیت مٹاکر اپنا وجود علیحدہ نہ سمجھکر انسانیت کی بہتری اور ترقی کے لیے جسمانیت نثار کر دینا زندہ جاوید ہی۔ یہ تعلیم سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی ہی جو شہر بشہر پھیلاتے ہوے وہ گھومتے ہین۔ ویدانت کے خلاف بڑا الزام یہ عائد کیا جاتا ہی کہ وہ انسان کو مردہ بنا دیتا ہے مگر سوامی جی کی تعلیم نئی زندگی پیدا کرنے والی اور نئی روح ڈالنے والی ہے۔ گھر مین دوا بھری بوتلین رکھنے سے جسطرح سے کوئی مریض صحت کلی حاصل نہین کر سکتا ہی اُسیطرح سے تمام خواہشات مین مبتلا۔ انسان زبان سے اپنے تئین برمھ کہکر آزاد نہین قرار دیسکتا ہے اُسیطرح سے تمام کرم کانڈ کی پابندی مذہبی کتب کے حوالہ جات اُنھین اعتبار لانے سے بلا صفائی قلب در بلا اس خیال پر عمل لائے ہوے کہ وہ جسم و اسم سے بری ہی وہ جسمانیت نہین ہی ہرگز اصلی آنند کو حاصل نہین کر سکتا ہے جسم کو کسی اعلےٰ غرض کے حصول کے نثار کر دینا یہ یقین کرکے کہ ہم نہ کبھی مرے ہین اور نہ مرینگے جسم کے ساتھ ختم نہونگے۔ اس جسم کی پروا نہ کرنا اور نشکام لگا دینا ایک ذریعہ حقیقت کی واقفیت حاصل کرنے اور آنند حاصل کرنے کا ہے۔

ضرورت ہی انسان محسوس کرے کہ وہ خود وہی نور ہے جسنے تمام دُنیا کو منور کر رکھا ہے ضرورت ہی کہ وہ سمجھے کہ پڑوسی ہندو یا مسلمان غیر نہین ہی بلکہ اپنا نور ہی۔ یہ سمجھکر کہ خدا کا اعلیٰ مندر یا معبد گاہ جسم و اسم انسانی ہے وہ کسی جسم انسانی کی بے عزتی دیکھکر۔ اپنے سے حقیر دیکھکر بجائے خوش ہونے کے اپنے انند مین خلل سمجھے۔ عملی زندگی نہ کہ زبانی دعوے کی ضرورت ہی۔ مذہب مذہب پکارنے سے نہین بلکہ عمل کرنے سے انسان سرور سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مذہب سے بے خبر رہکر بھی انسان اپنی انانیت مٹاکر اپنے تئین علیحدہ نہ سمجھکر روحانی آنند حاصل کر سکتا ہے۔ سوامی جی کی خود ذات نے اس تھوڑے سے عرصے مین ایک ہلچل سی پیدا کر دی ہے۔ ہندوستان اور امریکہ

مین آپ کے سچے بھگتون کی تعداد ہزارون تک پہونچی جنکی زندگی پر آپ نے گہرا اثر پیدا کیا ہے۔ اِس گروہ مین اُن لوگون کا شمول جو دُنیا کی مستعد یونین پورا حصہ لے رہے ہین اِس الزام کو جھٹلا رہا ہے کہ ویدانت لوگونکو مردہ بناتا ہے۔ پرمہنس رام کشن اور سوامی ویکانند مشن کلکتہ کی تین شاخین بنارس مین سادھون کا آشرم کنکھل مین ہسپتال۔ مایاوتی مین آشرم بتلاتے ہین کہ یہ الزام غلط ہو کہ ویدانت لوگونکو بیحس و حرکت کر دیتا ہے۔ سوائے مذہبی جوش۔ خیال خدمت اور اِس کامل یقین کے کہ خدمت ہی مین راحت ہو۔ کون شے دُنیا چھوڑے ہوے تعلیم یافتہ سنیاسیون کو راضی کرتی ہو کہ وہ طاعون زدہ مریضون کی خدمت کرین۔ گلیان صاف کرین۔ غربا کی تیمارداری اور سنیاسیون اور جاتریون کی مدد کرین۔

یہ موقع نہین ہو کہ اُن تمام اعتراضات کا یہان ذکر کیا جائے جو تعلیم ویدانت پر کیے جاتے ہین صرف اِسقدر کہنا کافی ہے کہ سوامی جی کا ویدانت اُس ویدانت سے بالکل مختلف ہے جو بے حرکتی کی تعلیم دیتا ہے سوامی جی تو جانتے ہی ہین کہ ترقی کا نام ہی زندگی ہے جو الشان حتیٰ کہ جانور ترقی کی خواہش نہین کرتا ہو وہ دُنیا سے مفقود ہو جاتا ہو جن اقوام نے اپنی حالت پر اطمینان کر لیا ہے جنھون نے ترقی کی کوشش نہین کی ہو جنھون نے آگے بڑھنے کی خواہش نہین کی ہے وہ مٹ گئین اور مٹتی جاتی ہین جب حدنیت سے جدا ہو کر انسان کے سامنے ترقی کے لیے میدان وسیع ہو تو جو اقوام یا لوگ اپنے تئین کسی خاص مرکز تک پہونچکر آگے بڑھنا نہین جانتے ہین گرتے ہین اور بہتے ہوے دریاے زمانہ مین گم ہو جاتے ہین۔ حرکت ترقی کے لیے ہر گھڑی اور ہر ساعت ضروری ہو اور جب کبھی اِس سے غفلت کی گئی ہو قومین اور ملک تباہ ہو گئے ہین۔ کیسی ہی حالت مین کوئی قوم ہو۔ ماتحتی مین یا آزاد۔ اُسکے لیے ترقی کا میدان وسیع ہو۔ اگر جسم ماتحتی مین ہو فکرون مین مقید ہو تو روح آزاد ہے اور اُسکی ترقی کو جسپر تمام ترقی کا دارو مدار ہے۔ کوئی روک نہین سکتا ہو۔ نشکام کرم یعنے بلا خواہش نتیجہ نیک اعمال ترقی کے لیے بہترین سیڑھی ہین جو سوامی رام تیرتھ مہاراج سب کے سامنے پیش کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ کسی کی شہادت پر نہین خود محسوس کرکے۔ کسی کتاب یا کلام کی پیروی مین نہین بلکہ اپنی عقل پر بھروسہ کرکے اُس سے لوگ کام لین اور ہندوستان کو اُن تمام ممالک کے ساتھ

ترقی کے میدان مین لائین جن ممالک مین دیکھنے کو چاہیے ہمارے یہان کے مثل مذہب مذہب کی پکار نہو مگر روزمرہ زندگی مین حقیقت پر عمل ہے۔ جو قومین جسقدر فروعی پابندیون سے آزاد ہین جو ضرورت کے وقت قائم کی گئی تھین۔ جو قومین اپنی بنائی ہوئی خودغرضی کی دیوارون سے جسقدر کم ایک انسان کو دوسرے انسان سے علحدہ سمجھتی ہین جو کم خودغرضی کی زندگی گذارتی ہین وہی روحانی ترقی کرتی ہین اور حسب خواہش مادی ترقی مین قدم آگے بڑھاتی ہین خودغرضی۔ انانیت اور تعصب قومون کو اُسی طرح تباہ کردیتا ہی جسطرح کسی خاندان یا شخص کو۔ تیاگ۔ ایثار نفس ترقی کے ذرائع ہین۔ جن لوگون مین جتنی قوت تیاگ ہے اُتنی ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے لہذا تیاگ دُنیادی پدارتھون کا بہترین ذریعۂ ترقی ہے۔

سوامی جی مہاراج کسی نئے گروہ یا فرقہ کی بنیاد ڈالنی نہین چاہتے ہین بہت متاثر کی ملک مین کمی نہین ہو وہ نہین چاہتے ہین کہ کوئی نیا مت قائم ہو وہ اِسکے خلاف ہین کہ نئی چاردیواری کھڑی کرکے وہ اُس تعلیم سے ایسے لوگون کو محروم کرین جو چاردیواری کے اندر نہین رہ سکتے ہین مگر ساتھ ہی اب اِسکی ضرورت ہی کہ ارگانیزیشن کی خوبیون سے جسکے فتوحات نے مغرب مین بہت اثر کیا ہی سوامی جی فائدہ اُٹھائین اور ایک جگہ مرکز قرار دیکر اُن تین گروہون مین بیداری پیدا کرنے کا کام اپنے ذمہ لین جنپر بیداری پر ملک کی ترقی منحصر ہے۔ بچہ۔ عورتین اور سادھو مہاراج کی خاص توجہ کے مستحق ہین اِنھین کی اصلاح سے ملک کی اصلاح ہوگی۔ جسروز سے آپنے گرہست آشرم چھوڑا ہے زر کی طرف آپنے نگاہ نہین اُٹھائی ہے۔ تمام دنیا کا سفر کر آئے مگر روپیہ کو ہاتھ نہین لگایا روپیہ ہرجگہ غلامی کرنے کو خود حاضر ہے۔ وشنو خوش لکشمی ہرجگہ آپ کی تابعداری کو حاضر ہے۔ لکشمی امرکین مردون اور عورتون۔ ہندوستان کے مہاجنون۔ زمیندارون اور والیان ملک کی صورت مین مہاراج کی زبان کے اشارے کیطرف دیکھ رہی ہے کہ مین کوئی خدمت کرسکون ملک کے نوجوان تعلیم کے بھوکے صدہا کی تعداد مین سجدہ کرنے کے منتظر ہین۔ سادھو آپکی صحبت مین وقت گذارنا اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہین۔ ہردوار۔ رکھی کیش۔ اور ترکاشی مین کون پڑھا لکھا سادھو ہے جسکے دل پر مہاراج نے کچھ نہ کچھ اثر نہین کیا ہے کتنے سادھو ہین جو خدمت انسان مین زندگی صرف کرنے کو تیار نہین ہین میدان چھ سات

سال کی کوشش مین تیار ہو گیا ہے۔ تخم ریزی کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کی خوش قسمتی ہے کہ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے اپنی جسمانیت اُسپر نثار کر دی ہے اِس سے بڑھکر کون جگ ہو سکتی تھی۔ اِس جگ کے بڑے بڑے پھل حاصل ہونگے چارونطرف اِس جگ کی دھوم ہے۔ اِس جگ مین اپنی انانیت کی آہوتی ڈالکر شریک ہونے کیلیے ملک کے نوجوان تیار رہین۔ سوامی جی کا آیڈیئل پیش نظر رکھکر اپنے تیئین مادری ملک پر نثار کرنے والے ہین۔ وہ دن آئیگا کہ اِس قسم کی جگ ہر شہر مین ہوگی اور ایثار نفس کرنے والے لوگ ہر دیہ اور قصبہ مین پائے جائین گے مگر جگ کرانے والون کی ضرورت ہے وہ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایک جگہ بیٹھکر بہم پہونچائین گے ہزارہا بلکہ ہم کہ سکتے ہین کہ لکھوکھا آنکھین آپکی طرف لگی ہوئی ہین۔ پریم سے پریم اور آنند سے آنند پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے چہرے کو دیکھکر بشاشت اور آپ کے سچے عشق کو دیکھکر طبیعت بھر آتی ہے اُس دن کا انتظار ہے کہ پریم اور آنند کی دھارین ایک جگہ سے تمام ملک مین بہین اور ملک کی حقیقت کیطرف بیداری مین مصروف ہون۔ ہندوستان کا ہر فرد بشر سمجھے کہ اُسمین لا انتہا ترقی کرنے کی قوت موجود ہے۔ کوئی قوت اُسکو ترقی سے نہین روک سکتی ہے۔ کوئی رُکاوٹ اُن بہادرون کو آگے بڑھنے سے نہین روک سکتی ہے جنھون نے عزم کر لیا ہے کہ ہم آگے بڑھائین گے جو سمجھتے ہین کہ آگے قدم مارنے مین اگر یہ جسم نہ بھی رہے تو ہرج نہین ہے کہ ہم اِس جسم کے ساتھ نہین مرینگے۔ ہندوستان جسمین آج بھی ہزارہا انسان ہر سال دائمی سرور کے حصول مین جان دیدیتا ہے۔ بہترین ذریعۂ نجات کے حصول مین سخت سے سخت محنت برداشت کرتا ہے صعوبتین اُٹھاتا ہے۔ تمام عمر کی کمائی نثار کر دیتا ہے سمجھے۔ خالی سمجھے ہی نہین بلکہ عمل کر کے دیکھ سے کہ نجات ہر انسان کے ہاتھ مین ہے بشرطیکہ وہ جانے کہ مین کون ہون اور میری حقیقت کیا ہے؟

گنگا پرساد ورما

شخصی خصوصیات

بہت سی نیکیان اور بہت سی بُرائیان ہر روز کیجاتی ہین۔ کوئی دن خالی نہین جاتا کہ اس قسم کے واقعات ظہور پذیر نہ ہون۔ ان مین سے اکثر نیکیان اور اکثر بُرائیان بغیر کسی نوٹس یا توجہ کے ہی رہجاتی ہین۔ لیکن نیکیون کی قسمت مین یہی لکھا ہے کہ اُن مین سے اکثر وقوع کے ساتھ ہی فراموش کیجائین۔

بُرائی اسواسطے بھی یاد رہتی ہے کہ اُسکا فاعل بھی اُسے یاد رکھتا ہے۔ اور جسکے ساتھ کیجا سے وہ بھی فراموش نہین کرتا۔ نیکی اسواسطے یاد نہین رہتی کہ نیکی کرنے والا اس حالت مین اُسے ایک نیکی سمجھتا ہے جب فراموش کیجاسے اور جسکے ساتھ نیکی کیجاتی ہے اُن مین سے اکثر افراد یہ کوشش کرتے ہین کہ وہ بالکل بھول ہی جاسے۔ کیونکہ بہت کم ایسے لوگ ہین جو اپنے کو کسی دوسرے کا ممنون احسان بنانا کشادہ دلی اور خوشی سے قبول کرتے ہون۔ ہر شخص فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ہر شخص چاہتا ہی کہ اُس سے نیکی کیجاسے اور وہی سب سے زیادہ نیکی کا مستحق سمجھا جاسے۔ لیکن یہ خواہش بہت کم لوگون کی ہی کہ کسی ہمدرد اور کسی نیکی کرنے والے کی ہمدردی اور نیکی کا دل سے اعتراف کرین۔

ایشیائی قومون مین نیکی کی نسبت اس قسم کے خیالات اس واسطے بھی پائے جاتے ہین کہ انکے خیال مین نیکی کسی دنیاوی لالچ یا غرض سے نہین کرنا چاہیئے۔ بلکہ خالصاً للہ۔ اس واسطے یہ مقولہ عزت کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہی۔ نیکی کن بدریا انداز۔ خواہ یہ اخلاقی ہو خواہ مذہبی۔ اسکے اثر سے دوسرے فریق کی نگاہون مین جنکے ساتھ نیکی کیجاتی ہے۔ نیکی کی قدر بہت ہی کم ہو جاتی ہے۔ گو اسکے مقابلے مین

یہ بھی کہا گیا ہے۔
من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ۔ یعنی جو شخص نیکی کرنیوالیکا شکریہ ادا نہین کرتا وہ خدا کا شکر بھی ادا نہین کرتا۔ لیکن تاہم بہت سے لوگ یکنہ کے عادی ہو گئے ہین کہ اگر کسی نے نیکی کی ہے تو اپنے واسطے اُس کا فائدہ وہ خود اُٹھائیگا۔ زیادہ تر اس طریق عمل یا روش نے بھی نیکی کی قیمت گھٹا دی ہے۔
کہ اُسے یاد بھی نہ کیا جاسے۔ نیکی کرنے والا تو جدا رہا۔ اور لوگ بھی اُس کا ذکر نکرین گو ہر شخص پر شکریہ ادا کرنا اور ایک محسن کے احسانات کا اعتراف لازمی ہے۔ مگر دونون طرف یکسان استغنا برتا جاتا ہے۔
مذہبی اعتبارات اور اخلاقی فرائض کی جہت سے نیکی کر کے اترانا اور احسان کرنے کے بعد شیخی مارنا واقعی ایک شرمناک غلطی ہے۔ لیکن مذہب اور اخلاق اس سے بھی منع نہین کرتے۔ کہ جو شخص اپنا ایک فرض ادا کرتا ہے اور اُس مین اُسکی کوئی ذاتی غرض نہین ہوتی۔ صدق دل سے اُسکا اعلان نہ کیا جاسے۔ اور لوگ اُسے عزت اور بڑائی کی نگاہون سے نہ دیکھین۔
نیکی اور بُرائی دونون متوازی اعمال ہین۔ اگر بُرائی کا اعلان منفعت عام کے لیے کیا جانا ضروری ہے تو کیا وجہ ہے کہ نیکی کا اعلان دوسرونکی تحریک اور تحریص کے واسطے نہ کیا جاسے۔ تاکہ ابنائے جنس مین سے اور افراد بھی اسی حوصلہ اور اسی ہمت کے پیدا ہو ہو کر مخلوق کی بھلائی اور ہمدردی کا موجب یا سہارا ہون۔ جس مقام اور جس ملک مین نیکی کی قیمت نہین پڑتی یعنے عام طور پر اسکا واجبی الفاظ مین اعلان نہین ہوتا۔ وہان نیکی کی مثالین دن بدن کم ہوتی جاتی ہین۔ یا اُنمین وہ زور اور وہ کشش نہین رہتی جو ان کے فروغ عامہ کا موجب ہے۔ ایشیائی ممالک اور ایشیائی اقوام مین نیکیان کیجاتی ہین اور اکثر افراد خاص خاص فرائض ادا کرنے مین امتیاز رکھتے ہین۔ جیسے اور ملکون اور شائستہ قومون مین ایسے لوگ موجود ہین۔ ایسے ہی ہمارے ممالک مین بھی انکی کمی نہین لیکن جس طریق سے اُنھین اور شائستہ قومون مین عزت کی نگاہون سے تمثیلی طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح یہان رواج نہین۔ یہان جیسی نیکی کرنیوالا۔ فقرہ۔

نیکی کن بدریا انداز۔ پر عمل کرتا ہے ایسے ہی یہان کی عام مخلوق بھی نیکی کو نظر انداز کرنیکی عادی ہے جسکا اثر لگاتار نیکی کی قیمت کم کرتا جاتا ہے۔ اور لوگ فرائض سے سبکدوش ہوتے جاتے ہین۔ انسان تمثیلی طور پر جیسے نصیحت پذیر ہوتا ہے۔ ایسے کسی دوسرے طریق سے نہین۔ تذکرے۔ سوانح عمریان۔ بالخصوص اسی غرض سے لکھے جاتے ہین کہ لوگ انکے نقش قدم پر چلین۔ اور ساتھ کے ساتھ اور ذخیرہ ہوتا جائے۔

یہ افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین اسکا قابل ستائش رواج نہین ہے اسکے وجوہ مندرجۂ ذیل حالتون سے باہر نہین ہین۔

(الف) لوگ ہمیشہ نسبتی معیار سے نیکی اور برائی کی قیمت کرتے ہین۔

(ب) خاص خاص درجے کی نیکیان ہی نوٹس مین لائی جاتی ہین۔

(ج) مخلوق عامہ جو کچھ کر رہی ہے وہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہی فروگذاشتین ہین جو تمثیلی مجموعہ کی تکمیل مین حارج ہین۔ بقول ایک شخص کے یہان کے لوگونکی نقاد نگاہین ہمیشہ چونیکچ کی قبرون پر پڑتی ہین۔ خواہ اُنکے اندر بھُس ہی بھرا ہو خستہ حال قبرین ہمیشہ نظر انداز ہو جاتی ہین۔ خواہ فلاسفرون اور بزرگون ہی کی ہون۔ ایک عام آدمی کی نیکی خاص آدمی کی برائی سے بھی ذلیل اور حقیر شمار ہوتی ہے بڑے آدمی کی برائی کچھ نہ کچھ قیمت رکھتی ہے۔ لیکن چھوٹے آدمی کی نیکی اُس سے بھی نکمی خیال کیجاتی ہے۔ جس ترازو مین نیکی اور برائی وزن کیجاتی ہے اُسکا پیمانہ نسبتی معیار رکھتا ہے۔ بادشاہ کی برائی نیکی مین تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور عام آدمی کی نیکی برائی مین یہ وہ مقیاس یا وہ معیار ہے۔ جو اخلاقی تعلیمات اور مذہبی اعتبارات یا فطرت سے گرا ہوا ہے۔ فطرتی مقیاس یا فطرتی پیمانہ پورا وزن بتاتا ہے۔ کانٹا جیسے ایک غریب کے پاؤن مین چبھتا ہے۔ ایسے ہی ایک بادشاہ کو دُکھ دیتا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی چیزین ہر ایک کے واسطے یکسان اثر رکھتی ہین۔ بے شک اس قدر فرق کرنا پڑتا ہے کہ بادشاہ کی مہربانی خاص الفاظ مین ظاہر کیجاتی ہے۔ اور ایک عام آدمی کی ہمدردی یا مہربانی دوسرے الفاظ مین اور اُسکا اثر یا اُسکی شہرت بھی اپنے اپنے وزن کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن اس اختلاف سے یہ منشا نہین ہے کہ جو حالت عوام الناس کی

افعال یا اعمال کو حاصل ہے اُسے بالکل ہی نظرانداز کیا جاسے۔

بڑون کی نیکیان اور بُرائیان خاص خاص موقع رکھتی ہین۔ اور ان کا محل خواص ہی ہوسکتے ہین۔ لیکن عام کی نیکیان اور اچھائیان کثیرالوقوع ہین۔ ایک ڈوبتے کو بادشاہ شادی پانی سے نکال سکتا ہے۔ لیکن ایک عام آدمی کو ایسے موقع بہت دفع ملسکتے ہین۔ گو ایک بڑے امیر کی داد و دہش بہت کچھ تعریف اور ستایش کے قابل ہے۔ لیکن ایک غریب کی دلنوازی اُس سے زیادہ قابل توقیر اور تعظیم ہے۔ اخلاق اور مذہب کے علمی مسائل کے ساتھ جب تک تمثیلی تعلیم نہو تب تک قوم اور قوم کے افراد مین وہ جوش اور وہ استقامت نہین پیدا ہوسکتی جسکی واقعی ضرورت ہے۔ یہ کمی اس طرح پوری ہوسکتی ہے کہ قوم کے لوگ قومی افراد کے شخصی فرائض کا ریویو کرنے کی عادت ڈالین۔ انگریزی اور یورپ کی دیگر زبانون مین اس قسم کی بہت سی کتابین لکھی گیئین۔ اور لکھی جاتی ہین کہ جن سے لوگون کو یہ علم ہوتا رہتا ہے۔ کہ گذشتہ اور موجودہ صدیون مین انکی انساب یا ذریات مین سے کس کس قسم کے لوگ گذرے ہین۔ اور ساتھ ہی پڑھنے والون کو یہ علم بھی ہوجاتا ہی کہ اس قوم کے افراد مین کسقدر مادہ تشکر اور خلوص موجود ہے۔ یورپ مین جن لوگون نے ادنےٰ سی ہمت اور نیکی بھی کی ہے وہ بھی دائرہ شہرت اور عرصۂ اعلان مین لائے گئے ہین۔ لوگ انھین ایک محبت اور خلوص سے پڑھتے اور سنتے ہین۔ اور یہی یاد کوشش کرتی ہے کہ وہ بھی ایسے اوصاف سے متصف ہو۔ ایک شخص ایک ڈوبتے کو بچاتا یا ایک مصیبت زدہ کی مدد کرتا ہے۔ ایک شخص ہمت اور بربادی کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرتا ہے۔ ایک شخص خالص نیت سے ایک مظلوم کو اپنی پناہ مین لیتا ہے ایک شخص ایک زخمی کو اُٹھا کر اُس کے گھر مین پہونچاتا ہے۔ ایک شخص ہزارون روپیہ اور بے انتہا دولت کے مقابلہ مین راستی اور انصاف ہاتھ سے نہین دیتا۔ ایک شخص ایک معمولی حالت سے اعلےٰ درجے پر پہونچتا ہے۔ ایک شخص امانت مین باوجود وسایل کے بھی خیانت نہین کرتا۔ ایک شخص ایک دور دراز سفر مین غیرمعمولی ہمت اور پوری استقلال سے رہکر کامیابی حاصل کرتا ہی۔ وغیرہ وغیرہ

ایسے سب واقعات چند تحریرون مین لائی جاکر ایک تمثیلی ذخیرہ بنایا جاتا ہے۔ ضمناً۔ اگرچہ ہماری کتابون مین ایسے لوگون کا کہین کہین ذکر ہو۔ لیکن کوئی یہ کہسکتا ہے کہ بالخصوص کسی خاص عنوان کے متعلق ان تماثیل سے کوئی کتاب لکھی گئی ہو۔ اس کمی کا باعث یا تو یہ ہو کہ۔

ہم مین سے ایسے لوگ پیدا ہی نہین ہوتے۔

یا ہم انکی قدر نہین کرتے۔

پچھلی بات درست ہے۔ ہم انکی قدر نہین کرتے۔ اور نہ ہم مین ایسا مذاق ہے یہ وہ کمی ہے۔ جو آخر تک ہمین ایک گہرائی مین رکھے گی۔ صدیان گذرنے پر بھی ہم مین سے کوئی یہ نہ جان سکے گا کہ عملی طور پر ہم مین سے کون کون سے افراد ان صفات سے متصف تھے۔ ہم جسوقت ڈاکٹر سموئیل کی کتاب ڈیوٹی اور سلف ہلپ وغیرہ وغیرہ دیکھتے ہین تو ہمین یہ خیال ہوتا ہے کہ یورپ ہی مین ان فضائل کے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہین۔ ہمارے نوجوان اور ہماری نسل حیران ہوکر ان تماثیل اور ان نظائر کو دیکھتی ہے۔ انکی نگاہون مین ہم مین سے ان صفات کا کوئی شخص بھی نہین ہوتا ہے۔ یہ ایک غلطی ہے۔ گو سب اوصاف مین نہون۔ لیکن اکثر باتون مین بہت سے لوگ ہم مین سے بھی ایسے گزرے اور اب موجود ہین۔ لیکن انکی نیکیان اور عمدگیان کون گنوائے۔ ہمارا تو یہ مذاق ہے کہ وہی شخص تعریف اور نوٹس کے لایق ہو۔ جو

یا تو بادشاہ اور امیر اور دولت مند ہو۔

یا عالم۔ فاضل۔ منطقی۔ فلسفی۔

یا ولی۔ اوتار۔

ہماری نگاہ مین ان جماعتون کے سوا اور کسی کے فعل قابل اعلان نہین ہین ہم دو برائیون کے ساتھ چار نیکیو نکا شمار مین لانا ایک بے انصافی سمجھتے ہین ہمارے خیال مین اس شخص کی ہمت۔ بردباری۔ استقامت۔ استقلال سخاوت جرائت اپنی مدد آپ۔ ہمدردی۔ خیر خواہی۔ فیاضی عدل اور انصاف قابل نوٹس ہے۔ جو سب باتون مین فرشتہ خصلت ہو۔ جس مین ایک آدھ

بھی نقص ہوگا اُسکی تمام نیکیاں اور اچھائیاں نظرانداز کیجا سکتی ہین۔ یہ وہ مسلک اور وہ راہ ہے جو ہمین کبھی اس مرحلہ مین خوش وقت نہین کرسکتی۔ کیونکہ کوئی شخص ہمارے سامنے فرشتہ بنکر نہین آسکتا۔ کسی شخص کو ہم اس جہت سے منتخب نہین کرسکتے۔ کہ اُسمین کوئی بھی کمی نہین ہے پُرانی یادداشتین بھی ملسکتی ہین اور نیا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ اُن مین سے وہ افراد انتخاب کرکے پبلک مین پیش کرو۔ جو اپنے خاص صفات اور خصائص کی وجہ سے پیش کیے جانے کا حق رکھتے ہین۔ اُس طریق عمل سے اخلاق کا وہ عمل اور تمثیلی حصہ یا ذخیرہ قائم ہوتا جائیگا جس کی واقعی ہمین ضرورت ہے اور جو ہمارے لیے ایک نعمت بے بہا ہے۔ ہماری بہت سی علمی۔ عملی۔ اخلاقی ترقیان اسی پر منحصر ہین کہ ہم اور ابنائے جنس کی شخصی ہمتون اور شخصی فضائل سے واقفیت پیدا کرین اور سوچین کہ وہ کس طرح ان مشکلات سے نکلکر منزل مقصود تک پہونچے ہین۔

جب ایک ناطاقت چیونٹی دوسری چیونٹی کو ایک اونچی دیوار پر سے باوجود بار بار کی ناکامیابی کے بھی ایک دانہ لاتے دیکھتی ہے تو وہ بھی ہمت کرکے اُسی دیوار پر چڑھنے کا ارادہ کرتی ہے اور آخر کامیاب ہوجاتی ہے کتابون اور تحریری مجموعون کو لوگ بہت کم دیکھتے ہین یا وہی لوگ دیکھتے ہین جنھین ایسا مذاق ہے۔ لیکن عملی باتونکی طرف لوگونکی زیادہ تر توجہ ہو۔

سلطان احمد

نانک چرتر۔ ہندوستان کے روحانی معلمون مین گرونانک صاحب کا مرتبہ بہت بلند ہے غالباً ہندوستان کی ایک چہارم آبادی اس نام سے دلی عقیدت رکھتی ہو اور اسی فرقے مین شامل شامل ہے ملک کے جس گوشے مین تلاش کیجیے نانک پنتھی مرتاضون کے علاوہ دنیادار لوگ بھی اس پنتھ مین ملین گے۔ ایسے مقبول عام اور زبردست رفارمر کے حالات زندگی سے واقف ہونگی ہر شخص کو ضرورت ہے اور ہم مشکور رہین کہ ملکراج صاحب بھلہ نے ان حالات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ ایک کتاب مین شائع کردیا۔

متی چوک لاہور سے جناب مصنف بہ قیمت ۱۲ ار ارسال کرسکتے ہین۔

سفر امریکہ عہ

۲ر فروری ۱۹۰۵ء

آج ہمارا سفر ملک امریکہ ۱۸ر اگست ۱۹۰۴ء مقام سین فرانسیسکو سے شروع ہو کر ۲ر فروری ۱۹۰۵ء بمقام مذکور ختم ہوا۔ اس عرصے مین تمام ملک امریکہ مین مختلف مقامات پر جانے اور رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور قریب بارہ ہزار میل کے بذریعۂ سواری ریل وجہاز مسافت طے کرکے ملک امریکہ کی سیر کی۔ اس ملک مین بڑے بڑے عظیم الشان شہر ہین اور ہر شہر مین بڑے بڑے عظیم الشان ہر ایک قسم کی اشیا بنانے کے کارخانے ہین اور ہر ایک فنون کے مدارس جاری ہین۔ ہر ایک شہر و قریہ بڑی تجارت گاہ ہے۔ و ہر شہر و قریہ اسقدر آراستہ وخوشنما ہے کہ بیان وتحریر سے باہر ہے۔ ہر ایک جگہ ٹریم کارٹ۔ ٹیلیفون۔ اور بجلی کی روشنی جاری ہے۔ تمام اقسام کا میوہ وغلہ اس ملک مین پیدا ہوتا ہے۔ اہل امریکہ نے ہر ایک فن مین بڑی ترقی کی ہے اور برابر ترقی کرتے جاتے ہین۔ باوجودیکہ تمام دُنیا سے ترقی مین بڑھے ہوے ہین۔ مگر شب و روز ترقی کی کوشش مین حیران وسرگردان وجویان رہتے ہین۔ خدا معلوم کس درجے پر پہونچنے کا قصد کررہے ہین۔ ہر وقت ہر شے کی تحقیقات مین لگے رہتے ہین۔ دولتمندی کی کوئی انتہا باقی نہین رہی۔ لکھ پتی آدمی یہان تونگر دن مین شمار نہین جبکہ کروڑ پتی ہزارہا ہین۔ اور بعض بڑے بڑے شہرون مین سو سو دو دو سو آدمی پدم پتی بھی ہین۔

عمارات عام طور پر بڑے بڑے شہرون کی لاکھون کروڑون روپیے کی تیاری کی ہین جسکا جی چاہے اپنی آنکھ سے آکر دیکھ لے۔ لندن سے نیویارک

عہ اس مضمون کا پہلا حصہ زمانہ بابت دسمبر ۱۹۰۴ء مین شائع ہوا ہے ۱۲

پورٹ امریکہ چھ سات روز کا راستہ ہے بذریعۂ جہاز۔

اہل امریکہ بظاہر اچھے آدمی ہین اور خلیق بھی ہین۔ مگر انکا خشک خلق ہے خود کچھ کسر کھانا بے فائدہ نہین چاہتے۔ بلکہ دوسرونکو کسر دینے کے پیچ داؤن خوب جانتے ہین۔ گویا کہ بڑے کمائو ہین۔ ہر وقت بخیال کمائی ترقی دولت مین مشغول و مصروف رہتے ہین۔ اور روپے کو اپنا خدا سمجھتے ہین۔

اس ملک مین کوئی بادشاہ نہین ہے تمام ملکی اشخاص اتفاق راے سے ایک شخص کو انتخاب کر لیتے ہین جسکا لقب پریسیڈنٹ ہوتا ہے۔ پریسیڈنٹ کی جاے قیام شہر واشنگٹن قریب نیویارک ہے۔ پریسیڈنٹ ایک میعاد معینہ کے واسطے مقرر ہوتا ہے اور بعد انقضاے میعاد پھر انتخاب ہوتا ہے۔ جیسے ہندوستان مین بنگال بمبئی وغیرہ علٰحدہ علٰحدہ صوبجات ہین اسیطرح اس ملک مین بھی علٰحدہ علٰحدہ صوبے ہین۔ اور ہر صوبے مین باتفاق راے باشندگان ایک گورنر جسکو یہان نائب پریسیڈنٹ کہتے ہین ایک میعاد معینہ کے واسطے مقرر ہوتا ہے۔ اور یہ ماتحت پریسیڈنٹ ہوتا ہے۔ صدر پریسیڈنٹ و نائب صدر پریسیڈنٹیان صوبجات ممبران کونسل یعنے پارلیمنٹ کی راے سے کام کرتے ہین۔ تنہا کسی پریسیڈنٹ کی راے سے کام نہین ہوتا ہے

ملک امریکہ مین منجملہ صوبجات کے صوبہ کالی فورنیا جسمین شہر سین فرانسیسکو واقع ہے بہت سرسبز اور شاداب و زرخیز صوبہ ہے۔ ہر ایک قسم کا غلہ اور میوہ اس صوبے کی زمین مین پیدا ہوتا ہے۔ زبان عام طور پر انگریزی ہے۔ اس ملک کے جسقدر باشندے ہین وہ تمام ممالک یورپ۔ انگلینڈ۔ فرنچ۔ اسپین۔ جرمن۔ اسٹریلیا۔ اٹلی وغیرہ وغیرہ ممالک سے آکر آباد ہوے ہین۔ اس ملک کا کوئی رہنے والا نہین ہے۔ اصل اس ملک کے رہنے والے انڈین لوگ ہین جو ابتک مثل جنگلی لوگون کے ہین۔ اور اپنی زبان بولتے ہین۔

سکہ یہان پر ڈالر چاندی کا ہے جسکا نرخ آجکل بمقابلہ روپیہ ہندوستان کے تین روپیہ ڈیڑھ آنے کا ہے۔ ایک پونڈ انگلش کا نرخ آجکل چار ڈالر ۸۰ سینٹ ہے اور سکہ طلائی پلیخ۔ دس ڈالر۔ بیس ڈالر کا ہے۔ اور نوٹ ایک ڈالر سے لیکر ہزار ڈالر کا ہے۔ اکثر نوٹ چلتا ہے بوجہ سکہ بھاری ہونے کے اور جملہ اشخاص کی جیب مین

لوٹ رہتے ہین۔
اِس ملک مین ہرچیز گران ہے۔ مسافر کو بہت کفایت شعاری اور انتظام سے رہنا چاہیے۔ ہوٹل مین فقط کمرے مین رہنے کی فیس ایک ڈالر سے لیکر ۲۵ ڈالر روزانہ ہے۔ اور طعام علحدہ ہے۔ پس اگر انسان تجربہ وغور وانتظام سے کام کرے تو بورڈنگ ہوس مین بہت اچھا کمرہ چار پانچ ڈالر ہفتہ کے حساب سے مِل سکتا ہے۔ اور ہر جگہ کثرت سے رسٹورنٹ بھی ہین۔ اُن مین پچاس سینٹ سے لیکر ایک ڈالر روزانہ مین بہت عمدہ کھانا کھا سکتا ہے حسب پسند خود۔ فہرست طعام میز پر مع قیمت طعام موجود رہتی ہے جسب پسند نمکین شیرین طعام طلب کرلو۔ رومال۔ موزے۔ بنیائن وغیرہ اپنے ہاتھ سے دھولو۔ اور قمیص دھوبی سے دُھلالو۔ ایک قمیص کی دُھلائی دس پندرہ سینٹ یعنے پانچ آنہ سے ساڑھے سات آنہ تک ہے۔ اور اگر موزے۔ اور دستی رومال بھی دُھلاؤ تو نرخ اسیکے قریب قریب ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس ملک مین صاف ستھرے بہت رہنا چاہیے۔ اور واضح رہے کہ پارچہ وغیرہ کی قسم سے جو چیز پُرانی ہو اُسکی مرمت کرانے کا قصد فضول ہے۔ کیونکہ مرمت مین قریب قریب نئی چیز کے دام لگجاتے ہین۔ پس مناسب یہ ہے کہ وہ چیز پُرانی کسی کو دیدینی چاہیے۔ اور نئی چیز تلاش کرکے لے لینی چاہیے۔ یا اگر اپنے ہاتھ سے مرمت کرسکے تو بہتر یہ ہے کہ خود مرمت کرلے۔ مسافر کو یہ بھی ضرور ہے کہ جب کوئی چیز خریدے تو دس پانچ جگہ تحقیقات اور دریافت کرکے خریدے اور اسی طرح پر مکان کرایہ کرے۔ اور کھانا رسٹورنٹ مین کھائے۔ اس تحقیقات مین قطع نظر کفایت کے عمدہ سے عمدہ مکان اور عمدہ کھانا بکفایت مِلتا ہے۔ ہرچیز مین غور و تحقیق کرنا بہت عمدہ بات ہے۔ یہ عادت عموماً انسانون کو اور مسافرون کو خصوصاً ہمیشہ فائدہ دیتی ہے۔ اول تو جس ملک مین جائے وہان کی گائیڈ بک خریدلے دوسرے اس ملک کے جس شہر مین جائے اُس شہر کے مقامات قابل دید کی فہرست ہوٹل یا بورڈنگ ہوس جہان ٹھہرا ہو وہان سے یا کسی ایجنٹ یا اخبار کے دفتر سے لیکر بلحاظ اپنے تعداد قیام اُس شہر کے حسب مزاج اپنے دریافت کرکے مقامات چھانٹ لے۔ پھر اِن مقامات کی سیر پیادہ پا یا بسواری ٹریم کارٹ کرے۔ کرایہ بہت ارزان ہے یعنے پانچ سینٹ قریب ڈھائی آنہ کے۔ مگر یاد رہے کہ بھولے سے بھی گھوڑا گاڑی کرایہ نہ کرے۔ کیونکہ

بہت سخت اور گران کرایہ ہے۔ فی گھنٹہ ۲ ڈالر سے ایک ڈالر تک ہے۔ اور غیر ملک کے آدمی کو دیکھکر کوچبان اور بھی دھاندل بازی کرتے ہین۔ حیران و پریشان کرتے ہین۔

یہ بھی خیال رہے کہ اگر کوئی شخص ظاہری محبت سے اپنے پاس آئے جائے یا اپنے ساتھ رہکر سیر کرانا چاہیے یا اکثر امور مین مشورہ دے۔ ایسے آدمی سے بلا واقفیت ذاتی بہت گریز اور پرہیز چاہیے۔ کیونکہ ان ممالک مین اکثر اشخاص صورت شکل کے بہت شریف بظاہر مسافر کے دوست بنکر اور چندروز اُسکو دو چار معاملے مین مشورہ دیکر دو چار جگہہ اُسکے ساتھ جاکر آخر مین ایک بل وقت روانگی اُسکے روبرو اپنی فیس کا پیش کر دیتے ہین جسکی بڑی تعداد ہوتی ہے۔ اور اُس بیچارے مسافر کو اُسوقت بوجہ ناواقفیت قانون ملکی وہیچ سفر خود کچھ بن نہین پڑتا بجز اسکے کہ اُس بل کا روپیہ اُنکو دیدیا جائے۔ اور ایسے ہی اشخاص اکثر دوسرے مقامات پر مسافرون کو یعنے کسی دوکان یا تماشے مین لیجاکر جھگڑے مین گرفتار کرادیتے ہین۔ پھر خود ہی بیچ بھی بنجاتے ہین۔ بہرحال بلا واقفیت ذاتی ہرایک غیر آدمی سے بچنا ہے۔

اِس قسم کے صدہا جھگڑے عدالتون مین پیش ہوتے رہتے ہین۔ اور اخبارون مین چھپتے رہتے ہین اللہ کا شکر ہے کہ ہم اِسوقت تک ہرایک خدشے سے محفوظ ہین شب کے وقت اوّل تو اپنے مکان سے کہین جانا نہین چاہیے اگر کسی ضرورت یا کسی تماشے وغیرہ مین جانا ہو تو راستے مین جو کوئی مرد یا عورت ملے اُس سے بات چیت نہین کرنا چاہیے باوجود اُسکے مخاطب ہونے کے بھی۔ بلکہ چپ چاپ اپنے راستے راستے سیدھا گھر کو چلا جائے۔ اور خاصکر عورت سے تو مطلق شب کے وقت بات نہ کرے۔ کیونکہ اِس ملک مین جیسی ہرایک قسم کے علم و فن کی ترقی ہوئی ہے۔ ویسی ہی بدمعاشی کی بھی ترقی ہے۔ ہزارہا قسم کے معاملات روزانہ اخبارون مین چھپا کرتے ہین۔ بدمعاش مرد و عورت کے گروہ ہین اور وہ قسم قسم کی وارداتین کرتے ہین۔

یعنے راستے مین ایک عورت آپ کو ملیگی اور آپکی طرف بڑھکر کچھ بات کرنے لگے گی۔ اور آپ یہ خیال کرکے کہ ایک لیڈی کچھ بات کرنا چاہتی ہے متوجہ ہونگے اتنے مین دوسری جانب سے ایک شخص نمودار ہوگا اور آپ سے لڑنے لگے گا کہ تمنے میری عورت سے کیا باتین خلاف تہذیب کی ہین۔ وہ عورت بھی کہنے لگے گی کہ ہان

اس شخص نے مجھے چھیڑا ہے۔ پس اس عرصے مین دو تین آدمی اور آجائین گے۔ اور آپ کو لوٹ کر لیجائین گے۔ اور اکثر اوقات زخمی بھی کر جاتے ہین۔ اسی قسم کی ٹکڑیان ہر ایک شہر مین بدمعاشون کی رہتی ہین جسمین مرد و عورت شریف صورت مگر بدمعاش سیرت جمع رہتے ہین۔ خیر بہرصورت ہوشیار رہنا چاہیے۔ اگر کسی مسافر کو کچھ جھگڑا پیش آئے تو اُسکو انگلش کونسل کے پاس جانا چاہیے۔

کیونکہ اکثر شہرون مین انگریزی کونسل رہتا ہے۔ اور اپنے معاملے جھگڑے کو اُسکے مشورے اور ذریعے سے مٹانا چاہیے۔ کسی غیر انگریزی خوان کو امریکہ کا سفر مناسب نہین۔ مترجم کے بھروسے پر سفر کرنا نہین چاہیے کیونکہ اول تو خود مترجم تنگ کرتے ہین۔ ماورا اِسکے لطف سفر نہین آتا۔ مترجم کی دقت ہمکو بھی پیش آئی مگر اللہ نے اسوقت تک تائید غیبی سے اچھی طرح گزار دی ہے۔ صرف اسقدر انگریزی آنا چاہیے کہ تھوڑی بہت بول سکے۔ اور سمجھ سکے۔ اور نام کمپنی ٹائم ٹیبل وغیرہ واخبار معمولی طور سے پڑھ سکے۔ تو اس ملک کا سفر بالکل آسان مثل پانی کے ہے۔ اور گھر سے زائد آرام ہے۔ ہر جگہ ریلوے اور جہازون کے ایجنٹون کے آفس ہین۔ جو حال تحقیق کرنا چاہو دفتر مین جاکر دریافت کر سکتے ہو۔ ہر مقام کے ٹائم ٹیبل اور نقشے ہر دفتر سے مفت ملتے ہین۔ بہرحال تھوڑی سی انگریزی مسافر کو جاننا چاہیے۔ اور خادم وغیرہ ساتھ رکھنا فضول ہے کچھ آرام نہین ملتا۔ بلکہ بجائے آرام کے تکلیف پہونچتی ہے۔ اور اسباب صرف اسقدر رہونا چاہیے کہ مسافر اپنے دونون ہاتھون مین دو بیگ یعنے پیٹی یا پارچہ اُٹھالے۔ بستر کے ہمراہ رکھنے کی کچھ ضرورت نہین ہے۔ ہر جگہ گھر مین ملتا ہے۔ اگر زائد اسباب ہوگا تو بہت تکلیف ہو گی۔ اس ملک مین اسباب اُٹھانے والا مزدور نہین ہے۔ ایکسپرس کمپنی مین اُنکو اسباب دیکر اُنسے چک لیا جاتا ہے جس جگہ مسافر کہے اُس جگہ پر وہ اسباب پہونچا دیتے ہین۔ اور فی عدد ۲۵ سینٹ سے ایک ڈالر تک فیس لیتی ہے۔

امریکہ کی ریل مین اکثر فسٹ کلاس کا درجہ ہوتا ہے۔ اور کہین کہین سکنڈ کلاس بھی ہے۔ اور صرف بیٹھنے کو جگہ ملتی ہے۔ سونے کی جگہ شب مین دیگر محصول دینے پر ملسکتی ہے۔ محصول ریلوے بہت گران ہے۔ ریل مین طعام بہت

گران ملتا ہے اسلیے مسافر کو اپنے ہمراہ بسکٹ۔ نان پاؤ۔ بٹر۔ مچھلی اور کیک وغیرہ بلحاظ مسافت ضرور رکھ لینا چاہیے۔

ملک امریکہ کی سیر کا عمدہ موسم ابتدائے مارچ لغایت اکتوبر ہے۔ باقی چار مہینے نومبر لغایت فروری بوجہ کثرت برف وسردی خراب گنے جاتے ہین۔ البتہ سوتھ امریکہ اور صوبۂ کالیفونیا مین سردی و برف کم ہوتی ہے۔ اور نارتھ امریکہ مین بکثرت برف و سردی ہوتی ہے۔

اگر مسافر بورڈنگ ہوس مین رہنا چاہے۔ اور رسٹورمنٹ مین کھانا کھائے اور چھوٹے پارچہ رومال۔ موزے وغیرہ اپنے ہاتھ سے دھو لیا کرے اور پیادہ پا اور بصورت دور ہونے ٹریم کارٹ مین سفر کر لیا کرے تو حسب ذیل خرچ سے ملک امریکہ مین بسر کر سکتا ہے۔

	روپیہ انگلش	پونڈ انگلش
نمبر ۱- فسٹ کلاس قیام بورڈنگ ہوس فی ماہ علاوہ کرایۂ ریل وجہاز وغیرہ۔	اعاصہ	سے
نمبر ۲- سکنڈ کلاس " " " " "	مااللعہ	عہ
نمبر ۳- تھرڈ کلاس " " " " "	ماصہ	عہ
نمبر ۴- فورتھ کلاس " " " " "	ماصہ	معہ
نمبر ۵- ففتھ کلاس " " " " "	معہ	صہ

اور اگر ہوٹل مین رہنا اور وہین کھانا کھانا اور بذریعہ سواری گھوڑا گاڑی شہرون کی سیر کرنا اور پارچہ حسب نرخ ہوٹل دھلانا چاہے۔ تو ہزار دو ہزار نہین بلکہ دس یا پنجہزار ماہوار مین بھی مشکل سے بسر ہوگی۔ اور اگر شراب خواری اور تعیش مزاج مین ہو تو اُسکی کچھ تعداد نہین۔ ہمنے امریکہ مین بذریعہ جہاز و ریل حسب ذیل مقامات کی سیر کی ہے جسکی مسافت قریب بارہ ہزار میل از روی نقشہ امریکہ ہوتی ہے۔

۱- سین فرانسیسکو	بہت عمدہ شہر ہے
۲- سینوزی	بہت خوبصورت جگہ ہے۔
۳- مونٹ ہملٹن ابراوٹری	قابل دید جگہ ہے
۴- ڈلمانٹی	بہت خوبصورت جگہ ہے
۵- اسٹینڈفرڈ یونیورسٹی	قابل دید مقام ہے

ع۶	برکلے یونیورسٹی	قابل دید مقام ہے
ع۷	پورٹ لینڈ	عمدہ شہر ہے
ع۸	سی ایٹل	خاص جگہ ہے
ع۹	آلاسکا برفستان	عمدہ پہاڑی مقام ہے
ع۱۰	وین کو در کینیڈا	عمدہ شہر ہے
ع۱۱	یالسٹو پارک	کوہستانی جگہ قابل دید ہے
ع۱۲	لیونگ اسٹون	معمولی جگہ
ع۱۳	بیوٹ مانٹونا	عمدہ شہر ہے
ع۱۴	اگڈن	معمولی مقام ہے
ع۱۵	سالٹ لیک	عمدہ شہر۔ قابل دید ہے۔
ع۱۶	کالاروڈاسپرنگ	عمدہ شہر ہے
ع۱۷	ڈنوا	〃
ع۱۸	کانساسٹی	〃
ع۱۹	سینٹ لوئس	〃 نمائش عمدہ ہوتی ہے
ع۲۰	چکاگو	بہت عمدہ شہر ہے
ع۲۱	ناگرہ فال	قابل دید مقام ہے
ع۲۲	بفلو	معمولی شہر ہے
ع۲۳	ٹورانٹو	معمولی شہر کینیڈا کا ہے
ع۲۴	نیویارک	مشہور و معروف عمدہ شہر ہے
ع۲۵	باسٹن	عمدہ شہر ہے
ع۲۶	فلاڈیلفیا	〃
ع۲۷	واشنگٹن	بہت خوبصورت اور عمدہ شہر ہے
ع۲۸	بالٹی مور	عمدہ شہر ہے
ع۲۹	میمنٹہ کیو	پہاڑ کی کھوہ عمدہ جگہ قابل دید ہے
ع۳۰	سانتافی	معمولی جگہ ہے
ع۳۱	امریلا	〃
ع۳۲	گرنیڈ کینن اریزونا	قابل دید ہے
ع۳۳	سکرمنٹو	معمولی شہر ہے۔
ع۳۴	یوسی مٹی والے	کوہستانی مقام قابل دید ہے۔

عبدالغفور خان

نواب میرزا داغ

سنہ ۱۳۲۲ھ

آہ دہلی تیری خاک سے کیسے کیسے باکمال شاعر اُٹھے جنکی شہرت کا دامن قیامت کے دامن سے وابستہ رہیگا اور جنکا ثانی فلک پیر باوصف گردش لیل ونہار حشر تک نہ دکھا سکیگا - اُردو شاعری کا زمانہ ولی سے لیکر غالب و مومن اور ذوق تک سات دوروں مین تقسیم ہوا اور ہر دور کے شاعر زمانے کی مذاق کے موافق اپنے اپنے رنگ مین کمال دکھا گئے - یہ زمانہ دلی کے عروج کا زمانہ تھا جب امرا اور رؤسا کی صحبتون مین رات دن شعر وسخن ہی کے چرچے رہا کرتے تھے اور ایک ایک مصرع کے صلے مین شعرا کے جیب و دامن زر وجواہر سے بھر دیے جاتے تھے - مگر اس گئے گذرے وقت مین بھی ایک آفتاب ملک سخن کے نصف النہار پر اس آب وتاب کے ساتھ چمکا کہ ہند سے تا بہ دکن اسکی روشنی مین زندگی بسر کرنیوالون کی نظرونکو چکاچوند لگ گئی - یہ حضرت داغ دہلوی تھے جنکا ذکر کرتے ہوے آج ہمکو نہایت افسوس کے ساتھ ہر فعل مین ماضی کا زمانہ لانا پڑتا ہی - کاش محمد حسین آزاد کچھ دنون اور اپنے قیمتی دماغ سے کام لے سکتے تو آپکا تذکرہ لکھکر آب حیات کا آٹھوان اور اُردو شاعری کا آخری دور ختم کر دیتے -

داغ جیسے سحر بیان اور نامور شاعر کو کون نہین جانتا تاہم ناظرین کی خاص توجہ کے لیے ہم یہان اُنکے بعض حالات مختصر طور پر درج کرتے ہین - ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۲ھ کو آپ چاندنی چوک شاہجہان آباد دہلی مین نواب شمس الدین خان کے یہان پیدا ہوئے - جب آپکا نام نواب میرزا رکھا گیا ہوگا تو غریب مان باپ کو کیا خبر ہوگی کہ اُنکے لاڈلے بچے کے نام اور تخلص ہی کے اعداد اُسکے سال وفات

سے عدد ہو گئے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہو اور ایسے اتفاقات اکثر نامور اشخاص کے سوانح زندگی مین پیش آتے ہین۔

شعر گوئی کا چسکا آپکو ابتدا ہی سے تھا۔ چنانچہ بارہ تیرہ برس کے سن مین اپنے ضروری تعلیم سے فراغت حاصل کر کے خاقانی ہند اُستاد ذوق کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا اور اسقدر مشق سخن کی کہ اُنکے شاگردون مین فرد کامل ہو کر نکلے۔ سب سے پہلا مطلع "شرر و برق نہین شعلہ و سیماب نہین ؛ کسلیے پھر یہ ٹھہرتا دل بیتاب نہین" جو آپنے کہا تھا اُس سے لڑکپن مین آپکی ذہانت اور جودت طبع کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ قیام دہلی کے زمانہ مین آپنے اکثر مشاعرون مین معرکۃ الآرا غزلین پڑھکر ہاتھون ہاتھ داد لی۔ ایکمرتبہ وہین کے کسی مشاعرے مین جب آپنے یہ مقطع پڑھا " لگ گئی چپ تجھے اسے داغ حزین کیون ایسی ؛ مجھکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا" تو حضرت صہبائی آفرین صد آفرین کہتے ہوئے اُٹھے اور آپکو گلے سے لگا لیا۔ شاہی مشاعرون مین بھی آپکے کلام کی گرمی دلونکو بے چین کیے بغیر نرہتی تھی چنانچہ اپنے پھڑکتے ہوے اور گرم اشعار کے صلے مین آپنے بادشاہ کے حضور سے خانی کا اعزازی خطاب پایا اور اُسی دن سے اپنے اُستاد کے سرمایۂ ناز ہو گئے۔ الغرض اوائل عمر ہی مین آپ کا کلام از قسم غزل ۔ رباعی ۔ قطعہ ۔ مخمس ۔ واسوخت وغیرہ اسقدر جمع ہو گیا تھا جس سے ایک اچھا خاصہ دیوان تیار ہو جاتا مگر وہ سب سرمایہ غدر کے ہنگامے مین ضایع ہو گیا۔

انگریزی عملداری کے عود کے ساتھ ساتھ آپکی شہرت کا زمانہ بھی آپہونچا۔ نواب یوسف علیخان کی قدردانیون اور مہمان نوازیون نے آپکو دلّی سے رامپور کھینچ بلایا۔ بعد چندے نواب کلب علیخان نے آپکو اپنا معتمد خاص مقرر فرماکر داروغہ اصطبل اور فراش خانے کی خدمت سپرد کی۔ چونکہ نواب کو خود مذاق شاعری سے خاص ذوق تھا۔ اُسوقت دارالریاست مین بڑے بڑے نامی شعرا موجود تھے ۔ امیر۔ اسیر۔ جلال ۔ بحر ۔ قلق ۔ منیر ۔ عروج ۔ تسلیم ۔ وغیرہ ایک لکھنؤ کے دس بارہ شاعر وہان جمع تھے ۔ ادھر دہلی والون مین فقط مرزا داغ ہی کا دم تھا۔ مگر اُنھون نے بڑے بڑے اُستادون کی آنکھین دیکھی تھین وہ انسو

کب جھپکنے والے تھے۔ مدت تک نواب کے دامن عاطفت مین بڑی آن بان سے رہے اور رامپور کے مشاعرون مین طبع خداداد کے خوب جوہر دکھائے حتی کہ آپکے دیوان گلزار داغ نے لکھنؤ سے شایع ہوکر تمام ہندوستان مین آپکی معجز بیانی کا ڈھنڈورا پیٹ دیا۔ میدان شہرت مین یہ آپکا پہلا قدم تھا۔

فکر کی رسائی ذہن کی تیزی طبیعت کی شوخی زبان کی فصاحت نظم کے پردے مین اپنا رنگ دکھا رہی تھی کہ یکایک نواب کی بیوقت موت نے آپکی سوانح عمری کا ورق الٹ دیا۔ رامپور مین فن شعر کی کسادبازاری ہوگئی۔ نہ شاعر رہے نہ شاعری کے قدردان۔ یہ حال دیکھکر مرزا صاحب کا دل بھی اُچاٹ ہو گیا اور دوسرے باکمالون کے ساتھ ۱۸۸۸ء مین حیدرآباد تشریف لیگئے۔ اول اول تو بارگاہ آصفی مین رسائی نہوئی اور اس درمیان مین آپنے کئی مرتبہ بمبئی اور اجمیر کا سفر کیا مگر آخر مین جو قدر و منزلت آپکی شاہ آصفجاہ خلد اللہ ملکہ نے کی وہ آپکے فضل وکمال کی شاہد ہے۔ ۱۳۰۹ھ مین اعلیحضرت نے مرزا صاحب کو اُردو شعر مین اپنا اُستاد مقرر فرماکر اُستاد السلطان بنا دیا۔ فصیح الملک دبیر الدولہ۔ بلبل ہند۔ ناظم یار جنگ بہادر کے معزز خطابات سے ممتاز کرکے ایک قطعہ زمین اور ایک پر فضا باغ بھی عنایت کیا۔ پندرہ سو تنخواہ مقرر کی اور تاریخ ورود حیدرآباد سے تا صدور حکم یہ رقم ماہوار کے حساب سے آپکو عطا ہوئی۔ اسقدر نقدی کے علاوہ جو انعامات آپکو وقتاً فوقتاً بندگان عالی کی جیب خاص سے ملتے رہتے تھے وہ مزید برآن تھے۔ مراحم خسروانہ جو حضرت داغ پر اول روز سے تھے ویسے ہی آخر دم تک مبذول رہے۔ اُردو ادب کی تاریخ مین سیکڑون ورق اُلٹنے پر بھی کسی ایسے شاعر کی نظیر نہین ملتی جسکی اسقدر قدر ہوئی ہو۔

ہمارا منہ نہین کہ مرزا صاحب کے کلام کی تعریف کرسکین۔ آپکے خیالات کی تازگی زبان کی صفائی بیان کی سادگی کا حال مولانا حالی جیسے نقاد سخن کردلسے پوچھنا چاہیے۔ کہتے ہین غالب مرحوم ایک صحبت مین آپکے اس شعر کو باربار پڑھتے تھے اور وجد کرتے تھے سہ رخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین ؛ اُدھر جاتا ہے دیکھین یا ادھر پروانہ آتا ہے ؛ یون تو نظم کی ہر صنف

مین آپنے خامہ فرسائی کی ہے مگر غزل کی زبان مین جو شستگی اور وسعت آپ نے پیدا کر دی ہے وہ آجتک کسیکو نصیب نہین ہوئی۔ روزمرہ کی پابندی اور محاورہ کی بہتات کے ساتھ طرز بیان مین ایک خاص قسم کی شوخی اور بانکپن پایا جاتا ہے جو در اصل آپ ہی کا حصہ ہے۔

مضمون آفرینی کی دنیا مین ایجاد و اختراع کا جادو ہمیشہ چلتا رہا ہے مگر غزل کا میدان کچھ اس قدر تنگ واقع ہوا ہے کہ فرس خامہ کیسا ہی تیز گام ہو اسی چار انگل زمین پر اُچھل کود کر رہجاتا ہے چنانچہ متقدمین سے لیکر متاخرین تک انھین چند فرسودہ خیالات کو لفظون کے رد و بدل سے مختلف پیرایون مین بیان کرتے چلے آئے ہین۔ برخلاف اسکے مرزا صاحب نے گل و بلبل۔ خال و خط۔ کنگھی چوٹی۔ سرمہ مسی سے قطع نظر کرکے زیادہ تر عاشق و معشوق کے باہمی تعلقات عشق و تغافل کے جذبات اور حسن و عشق کے معاملات کو باندھا ہے اور جہان کہین پامال مضامین بھی لکھے ہین تو اس صفائی اور خوبی کے ساتھ لکھے ہین کہ جدت پائی جاتی ہے۔ علاوہ برین سنجیدگی اور متانت کے ساتھ غزل کی بول چال مین روزمرہ کا سررشتہ ہاتھ سے نہین جانے دیا۔ انھین چند باتون سے آپکے کلام کو اور شعرا کے کلام پر فوق ہے۔

شاعری کے لیے زبان پر قدرت بیان مین سادگی اور طبع خداداد ان تین باتون کی بہت ضرورت ہے اور یہ تینون باتین مرزا صاحب کو بوجہ اکمل حاصل تھین جس خیال یا جس معاملے کو آپنے لکھا ہے اُسیکے مناسب حال الفاظ کی بندش اور محاورہ اور روزمرہ کا خیال رکھا ہے اس سے بڑھکر آپکی زباندانی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ سادگی زبان کا زیور ہے۔ اور اگر کچھ ہے تو یہی دلی اور لکھنؤ کی زبان مین مابہ الامتیاز ہے۔ لکھنؤ والے صنائع بدائع لفظی اور شوکت الفاظ پر مٹے ہوئے ہین وہ اپنے اشعار کو چوتھی کی دلہن بنا کر دیکھنا چاہتے ہین مگر دلی کے اہل نظر اپنے کلام مین حسن فرنگ کی سادگی کا لطف اٹھاتے ہین۔ یوروپ کے شعرا بھی سادگی کو شاعری کے لیے ضروری جانتے ہین ملٹن کا قول ہے کہ "اوائل زمانہ تہذیب کی سادہ اور پرتاثیر شاعری پچھلے زمانے کی

آرایشی اور نمایشی نظم سے کہین بہتر ہے" مگر اسکی قدردانی کے لیے حسن پرست آنکھ اور انصاف پسند دلون کی ضرورت ہے۔

جناب حالی کیطرح زمانے کے روزافزون مذاق کے موافق مرزا صاحب نے مضمون غزل مین کوئی جدت پیدا نہین کی نہ آپ لندن و پیرس کے باغون سے قیمتی پودون کی قلمین کاٹکر اپنے گلزار کے لیے لائے نہ آپنے ہیاسنتھ اور جری نیم کے گملے اپنے چمن مین لگائے تاہم وہی چمپا گلاب اور موتیا کی غیر موزون شاخین اور خزان رسیدہ پتون کو کاٹ چھانٹ کر اپنے گلشن کو ایسا آراستہ کیا اور فن چمنبندی کی رنگ آمیزیون اور طبع رسا کی آبیاریون سے انھین پرانے ٹھونٹھون پر وہ وہ گل کھلائے کہ دیکھنے والے سودا اور میر غالب اور مومن کی لگائی ہوئی پھلواریون کو بھول گئے۔ آپکے کلام کو پڑھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصویرین تو وہی ہین مگر چابکدست مصور نے اپنے جادو نگار قلم سے ان مین کچھ ایسا رنگ بھرا ہے کہ اپنے حسن پر خود آپ فریفتہ ہوئی جاتی ہین۔

بااین ہمہ اہل یورپ نے آپکے کلام فصاحت التیام کی وہ قدر کی کہ آپکا دیوان فوٹو سے چھاپ کر لندن اور پیرس کی مشہور نمایش گاہون مین رکھا گیا اور آپکے اشعار اور غزلیات کا انتخاب سول سروس کے کورس مین شامل کیا گیا۔

ہند مین بھی جو حسن قبول آپکے جیتے جی آپکے کلام کو حاصل ہوا وہ کسیکو نصیب نہوا۔ رامپور کے مشاعرون مین ممکن تھا کہ امیر مینائی کے کلام کی اس لحاظ سے کہ وہ نواب خلد آشیان کے اُستاد تھے زیادہ تر قدر کیجاتی اور اُنھین اُمید سے زیادہ داد دی جاتی مگر بقول اسیر مشاعرہ کے باہر جب نکلا داغ ہی کا کلام نکلا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُسوقت اُن تمام سربرآوردہ شعرا کے مجمع مین قبول عام کا خلعت آپ ہی کے کلام کو ملا تھا۔ آپکی سحر بیانی کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوگا کہ آپکے معصر خود آپکے مداح اور ثنا خوان پائے جاتے ہین چنانچہ امیر فرماتے ہین سے امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے۔ بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہے تنکے بیٹھے ہین۔ اور شاعرون کے اشعار صرف تعلیم یافتہ طبقے کے چند خوش مذاق اصحاب ہی کی زبانون پر ہین مگر آپکی غزلین خواص سے لیکر عوام تک رقص وسماع کی محفلون

اہل دل کی مجلسون فقراکے تکیون امراکے رمنون مین برابر گائی جاتی ہین۔ دہلی
لکھنؤ۔ مراد آباد۔ بنارس وغیرہ نفیس شہرونکا تو ذکر کیا ہمنے گوالیار جیسے کوردہ مین
بھی قصابون اور حمالون کو آپکے اشعار ڈھولک پر گاتے ہوئے سُنا ہے۔ اسکی
وجہ صرف کلام کا عام فہم اور سادہ ہونا ہے۔ جبتک شاعر کا کلام ملک کی عام زبان
کے مطابق نہو گا ہر دلعزیز نہین ہو سکتا کیونکہ نظم و نثر دونون مین اجنبیت کا عنصر بُرا
سمجھا جاتا ہے اور وہی شئے عام پسند ہوتی ہے جو ملک کی اصلی پیداوار ہو۔

اُردو زبان کا بچہ **آزاد** کے خیال کے مطابق شاہجہان کے لشکر مین پیدا
ہوا اور شعراے دہلی کی آغوش مین پرورش پاکر جوان ہوا اگر ہم کہتے ہین کہ اسکے
حسن روزافزون کا کمال حضرت داغ ہی کے زمانے مین ہوا۔ آپ نے بعض
نئے اسلوب اور تراکیب کے اختراع اور چند غیر فصیح الفاظ اور محاورات کے
متروکات سے اس عروس زیبا کا جسم نور کے سانچے مین ڈھالدیا ہی اور فصاحت
کا لباس اسکے بدن کے لیے اس احتیاط اور دوربینی سے قطع کیا ہے کہ شاید ہی
اب اس مین ترمیم کی ضرورت ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ محض کسب فن ہی سے
شاعر نہین بنتے تھے بلکہ شاعر کا دماغ اور مصور کی آنکھ اپنے ساتھ لائے تھے۔

یہ امر تو مسلم ہے کہ آخری دور مین پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار لکھنوی
نے نثر اور حضرت داغ دہلوی نے نظم کے ذریعے سے اُردو زبان کے ساتھ بہت
بڑے سلوک کیے ہین۔ مگر فرق اتنا ہے کہ سرشار نے ایک بھاری خزانہ اپنی
عمر بھر کی کمائی کا کتابون کے صندوقون مین مقفل چھوڑا۔ اب محنت و جفاکشی
سے اسکی کنجی جسکے ہاتھ لگے وہ اسکا لطف اُٹھائے مگر حضرت داغ تمام عمر
عروس سخن کے بناؤ سنگار مین رہے خود بھی اسکے جمال جہان آرا کے مزے
لوٹے اور اور لوگون کو بھی حسن پرستی کا موقع دیا مطلب یہ ہی کہ سرشار کا اُنکے
خاص رنگ مین کوئی بھی نام لیوا نظر نہین آتا اور حضرت داغ کے آجکے دن
لاکھون نہین تو ہزارون ہی شاگرد مختلف حصص ہند مین موجود ہین۔ اُنھون
نے آپ بھی گلزار داغ۔ آفتاب داغ۔ مہتاب داغ۔ یادگار داغ۔ فریاد
داغ۔ مثنوی اور دیوان لکھے اور اورون کو بھی صاحب دیوان بنا گئے۔

حق تو یون ہے کہ جب سے کلام داغ کو شہرت ہوئی۔ شہر شہر۔ قصبے قصبے۔ بلکہ گاؤن گاؤن مین دلی کی زبان پھیل گئی۔ ہمارے نزدیک وہ ایک سحربیان شاعر اور زبان کے ممتاز ریفارمر ہی نہین تھے بلکہ زبان آور اور زبان آموز بھی تھے۔ اُنکی اصلاحون سے ملک کی زبان ہی گرانبار احسان نہین ہے بلکہ اہل ملک کی گردنین بھی جھکی ہوئی ہین۔

پھر خیال فرمائیے جس شاعر شیوا بیان نے سیکڑون شاگردون کو اُستاد بنا دیا۔ جسکے جادو نگار قلم نے حسن و عشق کے پُرانے مردہ قالبون مین جان ڈالدی۔ جسنے عاشقانہ غزل گوئی کے چمن مین وہ وہ روشین نکالین جنکی سیر سب کو پسند آئی۔ جسکے احسانون سے ملک کی زبان کا حرف حرف نقطہ نقطہ گرانبار ہے اُسکا یکایک دنیا سے اُٹھ جانا اہل ملک کے لیے کسقدر افسوس اور حسرت کا مقام ہے۔ ۹ ذی الحجہ کی تاریخ حیدرآباد کیا تمام ہندوستان مین قیامت تک یادگار رہیگی اسی دن آپنے ۹ روز تک مرض فالج مین مبتلا رہکر انتقال فرمایا۔ اعلیحضرت کے ارشاد کے موافق مکہ مسجد مین نماز جنازہ پڑھائی گئی اور دس ہزار آدمی شریک جنازہ ہوا۔ حضرت یوسف شریف صاحب کی درگاہ مین عید کے دن مرحوم کو دفن کیا گیا ۱۳۲۲ھ کے روز عید کو شاعری کی دنیا مین عشرۂ محرم سے کم نہ سمجھنا چاہیے۔ جس روز ملک سخن کا ہر رکن خصوصاً اور اُردو دان طبقے کا ہر فرد عموماً حضرت داغ کے ماتم مین سیہ پوش ہوا تھا ؎

داغ کیا جاتی رہے دنیا سے پھر بلکہ لطف شاعری جاتا رہا

بس اب اُردو شاعری کا خاتمہ ہے۔ نہ ایسا باکمال شاعر پیدا ہوگا نہ شاعری کا بنس چلے گا۔ سچ ہے اُردو کی شاعری پیغمبری تھی کہ حضرت داغ پر ختم ہو گئی۔ یا اللہ یہ باد خزان کا کیسا جھونکا آیا کہ سخن کا پھولا پھلا چمن مُرجھا کر رہگیا اور چراغ نظم کے پھول بجھ گئے۔ اُف اُف!

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہگئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ستر اور ماتے ستر برس کی عمر مین مرنا آجکل مرگ طبیعی سمجھا جاتا ہے

حضرت داغ جیسے یگانۂ روزگار اگر اتنے ہی برس اور زندہ رہتے جب بھی اُنکی وفات پر اُسی قدر افسوس ہوتا جس قدر ایک جوان مرگ کی موت پر ہوتا ہے ہائے جس ساقی خمخانۂ اشعار نے اس آخری دور مین جام سخن کی تلچھٹ پلاکر ہمین ہمیشہ کے لیے سرخوش و تردماغ کردیا۔ آج وہ خود ہی بیہوش ہے۔ اُف کمبخت موت کسی کو نہین چھوڑتی۔ حضرات ناظرین اُستاد مرحوم کی وفات پر جس قدر رنج والم کیا جائے بجا ہے مگر ہمارا تو جی بھرا آتا ہے قلم ہاتھ سے گرا جاتا ہے لہذا ہم آپکی نگاہین غم آلود منظر کے نظارہ سے جدا کرنے کے لیے اس زہرگداز صبر گسل سین پر پردہ ڈالے دیتے ہین۔

نارائن پرشاد ورما

ریویو کتب

دو رائیصاحب لالہ متھرا داس صاحب پنشنر سب انجنیئر سہارنپوری کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جنھون نے رسائل رہنمائی عطر و روغن سازی۔ رہنمائے صابون سازی۔ رہنمائے کانچ سازی لکھکر ملک کے اردو لٹریچر اور اہل ملک پر بڑا احسان کیا ہے بیشک ہر ایک رسالہ اپنے علم و فن کے مین نئی تصنیف کے نام سے پکارا جا سکتا ہے اور مستوجب قدر ہے لایق مصنف نے نام ہی کیا موزون رکھے ہین درحقیقت یہ رسائل اپنے فنون کی راہ مین چراغ ہدایت ہین۔ ہمکو اس قدر ضرور افسوس ہے کہ جناب رائیصاحب نے ان رسالون مین لٹریچر کی پاکیزگی کا لحاظ نہین رکھا اور ان کتابونکے لیے جو کچھ انگریزی زبان کی کتب سے نقل و اقتباس کیا ہے انکا ترجمہ صاف فصیح صحیح ہونیکی کوشش نہین فرمائی کتابین صاف چھپی ہین مگر غلط جس سے صاف ثابت ہے کہ کاپی کی تصحیح کی جانب توجہ مبذول نہین ہوئی۔ ہم امید کرتے ہین کہ سکنڈ اڈیشن مین فاضل مصنف ان امور کی اصلاح فرمائینگے۔

دیسی اشیا کو کیونکر فروغ ہو سکتا ہے

آجکل جب اس امر پر بحث چھڑی ہے کہ ہندوستانی صنعتون کو ترقی کیون نہین ہوتی تو عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ابھی عوام مین حب الوطنی و قومی ہمدردی کا خیال ایسا راسخ نہین ہوا ہے کہ وہ شخصی نفع کو نظرانداز کرکے اپنے دیس کی چیزون کو باوجود اُنکے عیوب و نقائص کے غیر ممالک کی چیزون پر ترجیح دین۔ اسمین شک نہین کہ یہ دلیل ایک معتد بہ حد تک راستی و واقعات پر مبنی ہے۔ مگر ہم یہ ہرگز نہین کہہ سکتے کہ ہماری تجارتی سرد بازاری صرف اسی باعث سے ہے۔ اسکے چند اور اسباب بھی ہین جو سطور ذیل سے ظاہر ہونگے۔

اوّل امر مانع تجارت یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے ہموطنون کو ہندوستانی صنعتون اور کارخانون کیطرف سے بالکل لاعلمی ہے۔ جن لوگون کو اخبارون سے ذوق ہے وہ البتہ چند کارخانون سے واقف ہین۔ عام طور پر یہ ہمکو نہین معلوم کہ ہندوستان مین کونسی چیز کہان بنتی ہے۔ اس لاعلمی کو رفع کرنیکا صرف یہی علاج ہے کہ اشتہارات سے بدرجۂ اتم فائدہ اُٹھایا جائے اور مختلف دیسی زبانون مین سلیس اشتہارات شائع کیے جائین۔ اُنکو شارع عام پر کثرت سے چپکایا جائے۔ ہر شہر کے مقتدر اشخاص کی فہرست مرتب کرائی جائے اور وقتاً فوقتاً اشتہارات اُنکے پاس بھیجے جائین۔ کارخانون اور اُنکے مقامون کے نام خوب روشن کردیے جائین۔ جن کارخانون نے اس حکمت سے فائدہ اُٹھایا ہے اُنکو آج اچھی ترقی حاصل ہے۔ سیالکوٹ۔ کانپور وغیرہ شہرون مین خاص خاص اشیاء کے کارخانے خوب رونق پر ہین۔ دیسی دوائی کے اشتہارات بکثرت چھپتے ہین اور شارع عام پر بھی بکثرت نظر آتے ہین۔ اسیوجہ سے

ہماری دیسی دوائین بمقابلہ انگریزی دواؤن کے بہت زیادہ ابتر حالت مین نہین ہین کئی آیورویدک دواخانون کی خاصی آمدنی ہے۔ ابھی بہت عرصہ نہین گذرا کہ بنارس مین نئے طرز کے ریشمی کپڑے بننے شروع ہوے اور آج کاشی سلک کو مقبولیتِ عام حاصل ہے۔ ایسا کونسا وضع کا پابند شخص ہوگا جسکے صندوق مین دو ایک جوڑے کاشی سلک کے نہ ہونگے۔ اِس فوری ترقی اور مقبولیت کی یہی وجہ ہے کہ ہر قسم کے نمونون کے ٹکڑے اطراف واکناف مین بہ کثرت روانہ کیے گئے۔ چند تعلیم یافتہ اشخاص ہر وضع کے کپڑے لیکر دُور دُور کے شہرون مین گئے اور اُنکے محاسن اور خوبیان عوام کے دلون پر اچھی طرح جمادین۔

ایک بار ہمنے ایک بزاز سے پوچھا کہ تم کانا نور سے دیسی کپڑے کیون نہین منگاتے۔ اُسنے جواب دیا کہ اِن کپڑون کی بکری مین نفع بہت کم ہوتا ہے۔ نفع کی یہ کمی ملکی اصولون سے تعلق رکھتی ہے جنپر ہم اِسوقت بحث نہین کرنا چاہتے۔ کیسا اچھا ہوتا کہ ہر شہر کے چند زندہ دل۔ پُرجوش۔ تعلیم یافتہ اصحاب کمرہمت چست باندھکر تھوڑا سا سرمایہ فراہم کر لیتے اور اِس سرمایہ سے دیسی کپڑے منگاکر مول کے دامون پر فروخت کرتے۔ یہ ضرور نہین ہے کہ یہ اصحاب ایک باقاعدہ دوکان کھولین اور دوکان کا کرایہ اور دوکاندار کی تنخواہ بڑھا کر کپڑے کو اور بھی گران کردین۔ بلکہ ایک صاحب جوشِ حب وطن کو کام مین لاکر آنریری مینیجر ہوجائین اور شام سویرے گھنٹہ دو گھنٹہ وقت اِس کام کے لیے وقف کردین۔ جب عوام سے اُنکی کوششونکی داد ملنے لگے۔ دیسی کپڑون کی مانگ زیادہ ہوجائے تو سرمایہ بھی بڑھایا جاسکتا ہے۔ دوکان و دوکانداری کا صرفہ بھی برداشت کیا جاسکتا ہے۔

جو اصحاب اپنے سرمایہ سے تجارتی اصولون پر دیسی کپڑون کی دوکانین کھولین اُنکو چاہیے کہ گاہکون کی آؤبھگت۔ خاطر و مدارات خاطرخواہ کرین۔ دیسی وضع کے پابند لوگون کے لیے دو ایک بیڑا پان۔ دو چار الائچیان۔ ذرا سا تمباکو۔ اور انگریزی وضع اختیار کرنے والون کے لیے ایک آدھ سگرٹ یا ایک پیالی چاے کافی ہوگی۔ اِس قلیل صرفہ مین یقین ہے کہ گاہکون کی تعداد بہت جلد بڑھ جائے گی۔ کیونکہ لوگونکو اِس دوکان سے ایک خاص اُلفت ہوجائیگی۔ دوکاندار بھی تعلیم یافتہ ہونا چاہیے جو

خریداران سے مہذبانہ طریقے پر گفتگو کر سکے۔ ایسے دوکانداروں کو گاہکوں کے ساتھ اُس بے نیازی سے بےغرضی اور روکھے پن سے نہین پیش آنا چاہیے جس سے عام طور پر معمولی سوداگر پیش آیا کرتے ہین۔ اگر ان دوکانون پر دو ایک انگریزی و اُردو اخبار بھی مہیا کرنے کا بندوبست کر دیا جائے تو یہ مزید دلچسپی بہت سے خریدارون کو کھینچ لائیگی۔ تعلیم یافتہ حضرات یہان آکر بیٹھین گے تو موقع اور وقت کا تقاضا یہی ہوگا کہ ترقی تجارت کے متعلق گفتگو ہو۔ اور اِس گفتگو سے لوگونکے دلون مین جوش پیدا ہوگا اور یہ جوش دیسی تجارت کو فروغ دینے والا ہوگا۔

بعض بعض مقامات پر دیسی اشیا کا جس جوش ہمدردی سے استقبال کیا گیا ہے وہ امید دلاتا ہے کہ اب ہندوستان کی تجارتی بیداری بہت دُور نہین۔ لاہور کے آریہ سماج ممبرون کو سر سے پیر تک ہندوستانی ساخت کی چیزون سے آراستہ دیکھنا واقعی نہایت دلچسپ اور قابل یادگار نظارہ تھا۔ ہم اپنے سماجی بھائیون کی حب الوطنی و جوش قومی کے ہمیشہ سے مداح ہین اور ہمکو اُمید ہے کہ ہماری تجارتی ترقی مین یہ لوگ اُسی اعزاز و شکریہ کے مستحق ہونگے جیسکے کہ وہ قومی و تمدنی اصلاح مین ہین۔ بمبئی اور کلکتہ جیسے شہرون مین سُدیسی تحریک بڑے زورون کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ مگر ہمکو اِس سے بدرجہا زیادہ مسرت اِس امر پر ہوتی ہے کہ ہمارے خوابیدہ صوبے مین بھی اِس قسم کی کمزور آوازین کبھی کبھی سُنائی دیجاتی ہین۔ ہمکو یقین ہے کہ امسال بنارس مین کانگرس کا منعقد ہونا بنارس ولکھنؤ و کانپور کی تجارت کے حق مین فال نیک ثابت ہوگا مگر صرف تعلیم یافتہ اصحاب کی سرپرستی و ہمدردی سے ہماری تجارت کو کبھی خاطرخواہ ترقی نہین ہو سکتی۔ تاوقتیکہ آبادی کا وہ کثیر حصہ بھی جو ملکی و قومی معاملات سے نابلد ہے اِس کار خیر مین ہاتھ نہ بٹائے۔ تعلیم یافتہ حضرات کے نام اُنگلیون پر گنے جا سکتے ہین۔ اُنکے مذاق اور اُنکی فرضی ضروریات نے کچھ ایسا رنگ پکڑ لیا ہے کہ ابھی اُنکو پورا کرنے کے لیے ہماری تجارت کو ایک مدت درکار ہے۔

ہماری آبادی کا بہت بڑا حصہ دیہاتون مین آباد ہے جسمین بلامبالغہ ۹۹ فی صدی تو ایسے ہین جو الف کے نام بے بھی نہین جانتے اور جنکو شہر و نمین آنیکا

بہت کم اتفاق ہوتا ہے۔ پس شہرون مین سودیسی دوکانون کا کھلنا خواہ وہ کیسی ہی نادر اصولون پر کیون نہون تجارت کو بہت فائدہ نہین پہونچا سکتا۔ اِس صورت مین مناسب ہی کہ ہمارے تجار بھی وہی طرز اختیار کرین جو عرصے سے ولایتیون نے اختیار کیا ہی۔

ناظرین جانتے ہین کہ دیہاتی کسانون کی ضروریات زیادہ تر قرض دام سے رفع ہوا کرتی ہین۔ اگر آج آپ کسی کسان کو پچاس روپئے کی چیز اُدھار دیدیجیے تو وہ بلا یہ سوچے کہ مجھ مین اِس جنس کے خریدنے کی قابلیت ہے یا نہین فوراً مول لے لیتا ہی اور پھر کسی نہ کسی طرح رو دھو کر اُسکی قیمت ادا کرتا ہے۔ ولایتیون نے دیہاتیونکے اِس خاصے کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔ چنانچہ وہ جتھے کے جتھے آتے ہین۔ شہرون مین پردیسی اور ردّی مال سستے دامون پر خرید کرتے ہین اور تب گانْون مین جاکر کسی ایک معتبر شخص کی ضمانت پر کسانون کے ہاتھ سودا بیچتے ہین۔ کسان اپنی مالی حالت سے بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ اُسمین عاقبت اندیشی نہین ہوتی۔ جوق کے جوق کپڑے خریدنے کو ٹوٹ پڑتے ہین۔ آجکل اگر آپ کسی گانْون مین نکل جائیے تو بجاے اِسکے کہ لوگ گزی گاڑھے پہنے ہوے نظر آئین۔ کوئی تو اٹلی کی بنی ہوئی بنیائن پہنے دکھائی دیتا ہے۔ کوئی امریکہ کی بنی ہوئی چادر۔ وہی چیز جو بازارون مین ماری ماری پھرتی ہے دیہات مین جاکر ہاتھون ہاتھ بِک جاتی ہے اور یہ اسیوجہ سے کہ کسانون کو خریدتے وقت قیمت نہین ادا کرنا پڑتی۔ اِن ولایتیون نے کتنے ہی جولاہون کو تباہ کر ڈالا۔ اور جولاہون کی تباہی سے یورپی سوت کی مانگ جاتی رہی۔ اِسطرح دیسی روئی کو مجبوراً انگلستان کی خوشامد کرنا پڑی۔

ہمارے دیسی تاجرون کو وہ دقتین ہرگز نہین درپیش آسکتین جو ولایتیونکو پیش آتی ہین۔ اُنکو صدہا کوس کی منزل طے کرنا پڑتی ہے۔ گانْون مین بااثر اشخاص کا توسل ڈھونڈھنا پڑتا ہے اور بعض اوقات قیمت کی وصولی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ دیسی تاجرون کو اِن ترددات کے عوض صرف اِتنا کرنا ہے کہ گانْون مین معتبر ایجنٹون کو روانہ کرین۔ اُنکو اُدھار مال بیچنے کی اجازت دین اور حتے الوسع نفع کم لین۔ دیہاتی عموماً ایماندار ہوتے ہین۔ سودا لیلیا تو اُسکی قیمت ادا کرنے مین دخل فصل نہین کرتے۔ اگر خدانخواستہ اُنکا ایمان ذرا ڈگمگایا بھی تو وہ ڈرپوک ایسے

ہوتے ہین کہ دو چار دھکیون مین راہ راست پر آجاتے ہین - ہمنے دیکھا ہے کہ ولایتیون کو دام وصول کرنے مین بہت کم دقت ہوتی ہے - بیچارہ کسان سود پر قرض لاتا ہے اور وقت معینہ پر جنس کی قیمت ادا کرتا ہے - جب ولایتیونکو وصولی مین کوئی دقت نہین ہوتی تو کوئی وجہ نہین کہ ہمارے دیسی ایجنٹون کو اس امر مین کوئی دقت واقع ہو بس جاڑے مین جنس دے آئے اُسکی قیمت فصل تیار ہونے پر وصول کر لی - اور گرمی مین جو مال بیچا اُسکی قیمت اوکھ پیرنے کے وقت وصول کر لی - نہ کوئی ٹھک ٹھک - نہ کوئی بکھیڑا - یہ طریقہ تجارت اُس سے کہین نفع بخش اور جب لوطنا نہ ہے جسکو ہنڈی کہتے ہین - بنارس - مرزا پور - الہ آباد وغیرہ شہرون مین ہنڈی کا عام رواج ہے - اسکا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک گاؤن مین مہاجن کی طرف سے چند آدمی نوکر ہوتے ہین - اُنکا کام یہ ہے کہ دیہاتیون کو روپیہ قرض دین اور اُنسے ایک مدت معینہ کے اندر ایک کا سوایا وصول کرین - اس طرز تجارت سے چاہے مہاجن کو فائدہ ہو ملک یا قوم کو سراسر نقصان ہوتا ہے - کیونکہ بیچارے کسان کو دونون طرف سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے - اُدھر تو مغل سوداگرون کو ایک کا ڈیڑھ دیا اور اِدھر اپنے مہاجنون کو ایک کا سوایا دینا پڑا - بیچارے کی قلیل آمدنی مہاجنون ہی بھر کی ہو گئی -

"نواب رائے"

ریویو

رائے بہادر لالہ بیجناتھ صاحب بی اے جج خفیفہ کا نام نامی ہمدردان ملک کی فہرست مین ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے اور آپ اپنی غیر معمولی قابلیت کے ساتھ رفاہ عام کے کامون مین بہت کچھ شہرت رکھتے ہین - آپنے مفید تصانیف کے ساتھ ساتھ ہندوستان مین طاعون کی خوفناک حالت پر کئی کتابین لکھی ہین جس سے عوام کی واقفیت بہت کچھ بڑھ سکتی ہے اور لوگ اس بلاے بیدرمان سے محفوظ رہنے کی تدبیر معلوم کر سکتے ہین - الہ آباد مین آپ نے انسداد طاعون کے متعلق جس کوشش و سرگرمی کا اظہار کیا تھا وہ آپ کی ملکی ہمدردی کا ایک بین ثبوت ہے - حال مین آپ نے اسکے متعلق دو کتابین اور شائع کی ہین - انمین ایک انگریزی زبان مین ہے - دوسری اُردو مین اور دونون حد درجہ مفید و کار آمد ہین - اُردو کتاب کی قیمت بالکل خفیف ہے جسے مفت کے برابر سمجھنا چاہیے مصنف ممدوح سے بمقام اعظم گڑھ خط و کتابت کرنا چاہیے -

گلزارِ نسیمؔ

اُردو زبان کی یہ مرصع اور مقبول عام مثنوی ہماری شاعری کے اُس ترقی یافتہ دور کی یاد دلاتی ہے جو ہندوستان مدت العمر نہ پیدا کر سکے گا۔ مبارک تھا وہ زمانہ جسنے ناسخ سا امام فن۔ آتش سا جادو بیان۔ اور انیس سا خدائے سخن پیدا کیا اور لکھنؤ کو دلی کی متابعت سے آزاد کر کے چار دانگ عالم مین اُسکی زباندانی کا سکہ بٹھا دیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اُردو نے ایک سنجیدہ زبان کی حیثیت پیدا کی اُسپر سے اُسکی ابتدائی خامیوں اور بے ترتیبیوں کا بوجھ اُتارا گیا اور وہ "زبان" کے خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئی۔ اسی زمانے مین ایسے ایسے شیران بیشۂ سخن پیدا ہوے جنکا نام لیتے ہوے عام دلون پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب ایسی ایسی تصانیف شائع ہوئین جنپر باد حوادث کے زبردست جھونکے بھی کوئی اثر نہ کر سکے اور جو باوجود اختلاف مذاق و انقلاب خیالات بھی ابتک اپنی شہرت پر حرف نہین آنے دیتین۔

گلزار نسیم بھی اسی قبیل کی ایک نظم ہے جسے جتنی مرتبہ اور جتنے غور سے پڑھیے ایک نیا لطف ملتا ہے اور جب ذہن اُسکے دقائق اور نزاکت فن تک پہونچتا ہے تو ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ درحقیقت اُسمین ایسے ایسے نازک استعارے اور بلند خیالی کے نمونے موجود ہین جو اُردو شاعری کی انتہائی ترقی کا پتہ دیتے ہین اور مجموعی حیثیت سے اُسمین اعلیٰ شاعری کے اتنے ارکان جمع ہو گئے ہین جو دوسری مثنویون بلکہ اُردو کی کل تصانیف مین کبریت احمر

ؔ گلزار نسیم مع انتخاب دیوان نسیم مرتبہ پنڈت برج نرائن صاحب چکبست۔ قیمت ۱ر پنڈت ترلوکی ناتھ صاحب کول کشمیری محلہ لکھنؤ اور دفتر زمانہ سے ملسکتی ہے ۱۲

کا حکم رکھتے ہین۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی فن ترقی کرتا ہے تو اُسمین ایسی ایسی باریکیان پیدا ہو جاتی ہین جو بادی النظر مین محسوس نہین ہوتین اور نا واقفان فن اُنکے سمجھنے سے قاصر رہتے ہین۔ لیکن جب ذہن اُن باریکیون تک پہونچ جاتا ہے تو دوسری معمولی اور سادی چیزون مین کوئی لطف نہین ملتا خصوصاً شاعری کے لیے تو سخت ضرورت ہے کہ اُسکے دقائق تک پہونچنے اور لطف اُٹھانے کے لیے خاص قابلیت پیدا کیجائے۔ شاید اِسی خیال سے اعلےٰ درجے کے شعرا نے "سخن دلپذیر" کے ساتھ "دلِ سخن پذیر" کی بھی قید لگادی ہے۔ گویا یہ دونون لازم و ملزوم چیزین ہین جنکے بغیر نہ شاعری ہو سکتی ہے نہ شاعری کی قدر۔

خود شاعری ایک ایسی چیز ہے جسے دُنیا مین آجتک بہت تھوڑے لوگ سمجھے ہین۔ عام طور پر نظم اور شاعری دونون ہم معنی الفاظ سمجھے جاتے ہین حالانکہ دونون کے مفہوم اور نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دِلی جذبات اور خیالات مقررہ وزن و قافیہ مین نظم کردینا اور چیز ہے اور "شاعری" اور چیز۔ ایک مصوّر اپنی تصویر مین کوئی ایسی ادا دکھاتا ہے جسپر طبیعت بے اختیار لوٹ جاتی ہے، اور یہی شاعری ہے۔ ایک گوّیا اپنے گانے مین کوئی ایسی تان لگاجاتا ہے کہ لوگ کلیجے تھام لیتے ہین؛ یہ بھی شاعری ہے۔ اِسی طرح ہر اہل فن اور صناع اپنے فن مین شاعری کرتا ہے۔ گویا شاعری اُس مابہ الامتیاز چیز کا نام ہے جو ایک ادائے خاص رکھتی ہے اور وہ ہر شخص کا حصہ نہین۔ اسلیئے شاعری کو وہبی کہا گیا نہ کہ کسبی۔ حتےٰ کہ ایک شاعر کیسا ہی زبردست اُستاد کیون نہو مگر وہ اُسوقت تک نہ مانا جائے گا جبتک اُسکا کلام کوئی ادائے خاص نہ رکھتا ہو۔ البتہ اُسکی موزونیِ طبع اور اُستادی مین کلام نہین۔

زبان تو غنچونکے بھی مُنہ مین ہے، یہ کیا لازم
کہ جسکے مُنہ مین زبان ہو سخنوری جانے

جسطرح زمانۂ جاہلیت مین سادی شاعری مزا دیتی ہے اُسیطرح زمانۂ تہذیب مین شائستہ کلام لطف خاص رکھتا ہے۔ صرف اتنا فرق ضرور رہے کہ زمانۂ جاہلیت مین

سب کے سب ہم مذاق ہوتے ہین اور زمانہ تہذیب مین تعلیم یافتہ لوگون کے ساتھ غیر تعلیم یافتہ اشخاص کی بھی ایک تعداد باقی رہجاتی ہے۔ اور اسیلئے ترقی یافتہ شاعری عام دلون کو اُسقدر نہین لُبھا سکتی جسقدر سادی شاعری اپنے زمانۂ جاہلیت مین۔ اس مسئلے کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے "ملٹن" اور "کارلائل" کی معیار شاعری پر غور کرنا چاہیے۔ دونون نے اپنے اپنے خیال و مذاق کے مطابق رائے دی ہے اور دونون کے خیالات مین زمین آسمان کا فرق ہے۔

ملٹن کے زمانے تک انگریزی شاعری اگرچہ تھوڑی بہت ترقی کر چکی تھی تاہم سوسائٹی پر سادگی خیال کا گہرا اثر باقی تھا اور اصول فن مین کوئی نزاکت نہین پیدا ہوئی تھی۔ اسیلیے اُسنے شاعری کے لیے سادگی اور تاثیر ضروری جزو خیال کیے ہین۔ لیکن کارلائل جو متاخرین مین ایک بینظیر نقاد فن گذرا ہے اور جسکے وقت مین انگریزی شاعری معراج کمال پر پہونچگئی تھی وہ جدت، اختصار، نازکخیالی اور جودت طبع کو اعلیٰ ارکان شاعری قرار دیتا ہے۔

دونون کے معیار مین جو فرق ہے وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اگلے وقت مین کسی سادے سے شعر مین بھی تاثیر کا پیدا ہوجانا غنیمت سمجھا جاتا تھا لیکن زمانۂ مابعد مین صرف تاثیر سے تسکین نہین ہوتی تھی لہذا اُن صناعیون کی بھی ضرورت لاحق آئی جو عروس سخن کا زیور ہین۔ اِن زیورون سے جو دلکش ادائین پیدا ہوتی ہین اُنھین کا نام تاثیر ہے۔ ورنہ طعام بے نمک سے لذت آشنا طبائع کی مہمانی نہین ہوسکتی اور تہذیب کا یہ اقتضا ہے کہ اُسمین تکلفات کو ترقی ہو۔ انھین تکلفات کو عرف عام مین صنائع و بدائع شعری سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بہرحال اگر آخر الذکر معیار کو پیش نظر رکھکے گلزار نسیم کو جانچا جائے تو اُسمین ترقی یافتہ شاعری کے کئی ارکان مکمل طور پر ملتے ہین۔ اختصار پر تو اس نظم کی بنیاد ہی قائم ہے اور یہ التزام اول سے آخر تک یکسان حالت مین پایا جاتا ہے۔ نازکخیالی اور جودت طبع کے نمونے بھی ہر جگہ موجود ہین۔ اگر کمی ہے تو جدت خیال کی۔ مگر اسکے لیے شاعر معذور ہے کیونکہ اصل قصہ کی تصنیف سے اُسے کوئی متعلق نہین۔ وہ بہت قدیم تصنیف ہے جسے اُسنے صرف نظم کیا ہے۔ تاہم

تشبیہ و استعارہ کی صورت مین ایک حدتک جدت سے بھی کام لیا گیا ہے۔

زبان کو تاریخی حیثیت سے جانچنے کے لیے قدیم وجدید تصانیف کا موازنہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک ایک چیز کے دو نمونے سامنے ہنون اُسمین اچھے بُرے کی تمیز محال ہے۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کے اگر اُردو کی قدیم مثنویون پر نظر ڈالی جائے تو میر تقی میر کی چھوٹی چھوٹی مثنویون اور میر تقی ہوس کی لیلی مجنون سے میر حسن کی مثنوی نسبتہً عمدہ ہے۔ میر صاحب کے دو حرفی قصے زبان حال سے بتاتے ہین کہ واقعات کی ترتیب مین جو وسعت اور پیچیدگی غرابت سے تعلق رکھتی ہے اُسوقت اُردو مین اُسکی گنجائش نہین پیدا ہوئی تھی میان ہوس نے اِس میدان مین ایک قدم اور بڑھایا مگر قصے کی تصنیف مین نہین بلکہ ترجمہ مین۔ میر حسن نے اپنا قصہ خود تصنیف کیا ہے اور گو اُسمین بھی اصول فن کے مطابق کوئی جدت نہین بلکہ سارا مسالہ فارسی سے مستعار لیا گیا ہے تاہم وہ اتنی بڑی مثنوی کا مصنف ضرور ہے جو اُس سے پہلے اُردو مین موجود نہ تھی گو اُسوقت اور بھی کئی مثنویان لکھی گئین جنمین بعض طبعزاد اور بعض مشہور قصون کے نظم کرنے سے تعلق رکھتی تھین۔ لیکن چونکہ اُردو کے ابتدائی دور مین میر حسن کی مثنوی سحر البیان سے بہتر کوئی مثنوی موجود نہ تھی لہذا اُسکی شہرت نے سبکی روشنی ماند کردی۔

اِن تصنیفات کے بعد "گلزار نسیم" کی نوبت آئی۔ مگر اسوقت زبان اپنی مقررہ حد سے بہت آگے بڑھ چکی تھی اور اسمین لطیف بندشون۔ نازک استعارون اور جدید محاورون سے ایک خاص خوبی پیدا ہو گئی تھی۔ لہذا مصنف گلزار نسیم کو وہ باتین قدرتی طور پر حاصل ہوگئین جو متقدمین کے لیے ناممکن تھین۔ اب بجائے ٹوٹی پھوٹی زبان مین زور طبع دکھانے کے ہر قسم کے ادائے خیال کے لیے زبان کی شستگی اور سنجیدگی خود ہی ایک زبردست قوت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس مثنوی کے شائع ہوتے ہی تمام قدیم مثنویون کے چراغ ایکدم سے گل ہوگئے۔

تاہم "سحر البیان" مین اسقدر قوت باقی تھی کہ وہ برسون گلزار نسیم کا ناکام مقابلہ کرتی رہی اور اِسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن دونون مثنویون کے مختصر

موازنہ سے مذکورۂ بالا مسئلے پر کسیقدر روشنی ڈالی جائے اور وہ طلسم توڑ دیا جائے جو سچی تنقید کی راہ مین پورٹ آرتھر سے کم سدّراہ نہین۔

اُردو شاعری چونکہ ہمیشہ سے فارسی شاعری کی تابع رہی ہے لہذا اُسکی ہر تصنیف مین فارسی مذاق غالب رہا ہے۔ چنانچہ اُردو کے دَوراوّلین سے لیکر آخر زمانے تک کے شعرا کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی ہر تصنیف کو التزاماً حمد و نعت سے شروع کرتے رہے ہین۔ حتیٰ کہ مسلمان شعرا کے علاوہ ہندو شعرا بھی اِسے اپنا فرض منصبی جانتے تھے اور اِن باتون کو شاعری کا جزواعظم خیال کرتے تھے۔ اِس بیان کی تصدیق کے لیے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کسی ہندو شاعر کا کلام حمد و نعت سے خالی نہین مِلسکتا۔ اور اگر کہین شاذو نادر ملجائے تو اُسے مستثنیات مین داخل سمجھنا چاہیے۔

پنڈت دیا شنکر نسیم نے بھی اپنی مثنوی مین اِن باتون کا التزام کیا ہے اور میر حسن نے بھی۔ لیکن جن مطالب کو نسیم نے صرف چار شعرون مین ادا کیا ہے حسن نے اُنکے لیے اکیسو اشعار کہے ہین۔ دونون کے اشعار دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادرالکلامی جو ترقی یافتہ دَور کا حصّہ ہے ابتدائی دَور مین نہین پیدا ہو سکتی۔ حسن بار بار ایک بات کو بیان کرتا ہے اور کوئی چول نہین بیٹھتی۔ وہ ایک تشبیہ دینے کے بعد ہی دوسری تشبیہ دیتا ہے اور جب کافی اطمینان نہین ہوتا تو پھر وہی ناکام کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ نسیم نے جو بات ایکمرتبہ کہدی اُسے دُہرانے اور بار بار بیان کرنے کی ضرورت نہین باقی رہی۔ دیکھیے شروع کے چار شعرون مین حمد۔ نعت۔ منقبت اور قلم کی عام تعریف کس شاعرانہ لطافت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ایسے جامع و مانع خیالات شاعری کی انتہائی ترقی پر محمول ہین:۔

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری	ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اُسپہ ہوئی سخن پرستی	کرتا ہے زبان کی پیشدستی

جب مثنوی کا نام "گلزار نسیم" ہے تو ہماری یہ تمہید کی ضرورت تھی۔ ساتھ ہی یہ شکل

بھی کہ تمہید و تحمید دونون دست و گریبان ہون۔ دیکھیے شاعر نے پہلے ہی شعر مین اس دشوار گذار گھاٹی کو کیونکر طے کیا ہے۔ قلم ایک درخت کی شاخ ہے اور شاخ کے لیے شگوفہ ایک لازمی چیز ہے۔ جس سے بہار کیطرف اشارہ ہوگیا لیکن یہ مشکل باقی رہگئی کہ شاخ قلم کے لیے ثمر کہان سے آئے۔ کیونکہ وہ ایک بے ثمر درخت کی شاخ ہے۔ یہین پر شاعر اپنی خداداد طبیعت کا اعجاز دکھاتا ہے۔ یعنے اس شاخ کیلیے ایسا ثمر (حمد باری) پیدا کیا گیا جو موزون بھی اور انمول بھی۔

دوسرے شعر مین قلم کی دو زبانون سے دو کام لیے گئے جو مناسبت کے لحاظ سے لاجواب ہین۔ اگر ان دونون زبانون سے کوئی ایک کام لیا جاتا تو شعر کی جامعیت مین کسر رہجاتی اور اسلیے شاعر نے ایک جزو اعظم کو بیکار نہین چھوڑا۔

تیسرا شعر قلم کی گرفت کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ اب لکھنے والے کی پانچ انگلیان بھی اُسکی معین ہین۔ اس اعانت کی بدولت اُسنے پانچ کام اور کیے۔ یعنی پنجتن کی اطاعت۔ کتنی نازک تخئیل ہے!

چوتھا یا آخری شعر جو محض قلم کی تعریف مین ہے ایسا بلند مرتبہ شعر ہے جسکی نظیر دنیا، اُردو مین آسانی سے نہین ملسکتی۔ قلم پر سخن پرستی کا ختم ہونا اور زبان کی پیشدستی کرنا واقعۂ نفس الامری کے اسقدر مطابق ہے کہ نیچرل شاعری اس سے زیادہ کوئی خوبی نہین پیدا کرسکتی۔ ایک شاعر کا یہ کام نہین کہ وہ عام اور معمولی باتون کو نظم کرکے اپنے فرائض سے سبکدوش ہوجائے۔ بلکہ وہ ایسے خیالات پیدا کرتا ہے جو انسانی معلومات سے بالاتر ہون اور اُسمین کوئی مفید اضافہ کرین۔ یہ بات ہمین نسیم نے بتائی کہ قلم زبان کا قائم مقام ہے اور جو کام تم زبان سے لیتے ہو وہ قلم سے اُس سے بہتر حالت مین لے سکتے ہو۔ بلکہ جہان تمہاری آواز کی رسائی نہین وہان تمہاری تحریر تمہارے مقاصد کی وکیل بن سکتی ہے۔

چارون شعرون مین سلسلۂ بیان۔ مدارج خیالات۔ تناسب لفظی لطف زبان۔ جدت خیال۔ جودت طبع۔ اختصار۔ اور نزاکت فن کے ساتھ صنائع بدائع شعری بھی اس حد تک موجود ہین کہ اگر یہ خوبی آخر تک قائم رہتی تو "گلزار نسیم" بھی دُنیا کی چند منتخب نظمون مین شمار ہونے کے قابل تھی۔ تاہم جس حد تک یہ اوصاف

رس مثنوی مین موجود ہین اُردو کی کسی دوسری نظم مین نہین ملتے۔
میرحسن نے صرف حمد مین چالیس۔ نعت مین ۲۰۔ منقبت مین ۲۵۔ اور تعریف سخن مین دس شعر کہے ہین۔ یہ طول بیانی ہی اُردو شاعری کی ابتدائی خامیون کی کافی دلیل ہے۔ اِن اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت، جدت اور نازک خیالی، اختصار اور جودت طبع، شاعری کے چارون علےٰ اوصاف سے معرا ہے۔ یہان تمام اشعار نقل کرنے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔ صرف "تعریف سخن" کے اشعار قلمبند کیے جاتے ہین۔ پڑھنے والے پرکھ لین گے اور سمجھنے والے سمجھ جائین گے کہ اِنمین شاعری کا وہ جوہر مفقود ہے جسکی ہم تصریح کر چکے ہین:—

پلا مجھکو ساقی شرابِ سخن — کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
سخن کی نہ مجھے فکر دنرات ہے — سخن ہے تو ہو اور کیا بات ہے
سخن کے طلبگار ہین عقلمند — سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن کی کرین قدر مردان کار — سخن نام اُنکا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتا ہے کام — جسے چاہیے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہے — زبانِ قلم سے بڑائی رہے
کہان رستم وگیو افراسیاب — سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے — جواہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے — سخن سنج اُن کا خریدار ہے
رہے جب تلک داستانِ سخن — الٰہی رہین قدردانِ سخن

زبان کی ابتدائی خامیون اور خیالات کی کمزوریون سے قطع نظر کر کے اگر طرز بیان پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حسن نے شیخ سعدی کی "کریما" کی نقل کی ہے۔ مگر کریما مین بھی بعض بعض مقامات پر اُن خشک نصائح مین شاعری کا اعلیٰ جوہر موجود ہے۔ لیکن اِن اشعار مین اُسکا کہین پتہ نہین۔ وہی فرسودہ خیالات ہین جو فارسی مین عام طور پر موجود تھے اور اُنھین بھی سلسلۂ بیان اور مدارج خیالات

کے ساتھ نظم کرنا دشوار ہوگیا۔

حمد و نعت وغیرہ کیطرح مناجات بھی اگلے زمانے مین ایک تصنیف کا ضروری جزو خیال کیجاتی تھی۔ حتیٰ کہ ایشیائی شاعرون کے علاوہ قدیم شعرائے انگلستان مین ملٹن نے بھی نطق کی دیوی سے مدد مانگی ہے۔ حسن اور نسیم دونون نے اسکا التزام کیا ہے۔ نسیم کی مناجات یون شروع ہوتی ہے :۔

یارب مرے خامہ کو زبان دے ۔۔۔ منقار ہزار داستان دے
افسانہ گل بکاولی کا ۔۔۔ افسون ہو بہار عاشقی کا
ہرچند سُنا گیا ہے اُسکو ۔۔۔ اُردو کی زبان مین سخنگو
وہ نثر تھا اد نظم دون مین ۔۔۔ اِس سے کو دو آتشہ کرون مین
ہرچند جو اگلے اہل فن تھے ۔۔۔ سلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُنکے فروغ پانا ۔۔۔ سورج کو چراغ ہی دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی ۔۔۔ دریا نہین کار بند ساقی
طعنہ سے زبان نکتہ چین روک ۔۔۔ رکھ لے مری اہل خامہ مین نوک
خوبی سے کرے دلون کو تسخیر ۔۔۔ نیرنگ نسیم باغ کشمیر
نقطے ہون سپند خوش بیانی ۔۔۔ جدول ہو حصار سحر خوانی
جو نکتہ لکھون کہین نہ حرف آئے ۔۔۔ مرکز پہ کشش مری پہونچ جائے

اِن اشعار مین مذکورۂ بالا اوصاف کے علاوہ محاورات کی پختگی اور بلاغت ترقی زبان اور بلندی خیال کی کافی شہادت ہو اور معلوم ہوتا ہے کہ جب زبان ترقی کرتی ہے تو اُسمین کونسی خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔

زور نظم بھی تدریجاً بڑھتا گیا ہے۔ جو ایک مثنوی کے لیے ضروری چیز ہے۔ لیکن سلسلۂ بیان مین ایک جگہ گتھی پڑگئی ہے۔ یعنے تیسرے اور پانچوین شعر مین تسلسل نہین قائم رہ سکا اور دو جملۂ معترضہ معلوم ہوتے ہین۔ کم از کم اِن دونون شعرون کا پیرایۂ نظم مختلف ہونا چاہیے تھا۔

میر حسن کی مناجات حسب ذیل ہے :۔

الٰہی بحقِ رسولِ امین — بحق علی و باصحاب دین
بحق بتول و بآلِ رسول — کرون عرض جو مین سو ہووے قبول
الٰہی مین بندہ گنہگار ہون — گناہون سے اپنے گرانبار ہون
مجھے بخشیو میرے پروردگار — کہ تو ہے کریم اور آمرزگار
مری عرض ہے یہ کہ جبتک جیون — شرابِ محبت کو تیری پیون
سوا تیری اُلفت کے سب کچھ ہے ہیچ — یہی ہو نہو اور کچھ اینچ پینچ
جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم — سوا اس الم کے نہو کچھ الم
رہے سب طرف سے مرے دلکو چین — بحق حسن اور بحق حسین
کسی سے نکرنی پڑے التجا — تو کر خود بخود میری حاجت روا
صحیح اور سالم سدا مجکو رکھ — خوشی سے ہمیشہ خدا مجکو رکھ
مری آل اولاد کو شاد رکھ — مرے دوستون کو تو آباد رکھ
مین کھاتا ہون جنکا نمک اے کریم — سدا اُنپہ کر رحم تو اے رحیم
جیون آبرو اور حرمت کے ساتھ — رہون مین عزیزون مین عزت کے ساتھ
برآوین مرے دین و دُنیا کے کام — بحق محمد علیہ السلام

فرض کیا کہ اِس مناجات مین خضوع و خشوع کے جذبات بہت زیادہ ہین مگر اِسے ایک مثنوی سے کیا تعلق۔ ایسی دُعا تو ہر مسلمان نماز پڑھنے کے بعد مانگ لیا کرتا ہے مگر وہ سب سے کہتا نہین پھرتا۔ اگر پنڈت نسیم بھی اپنی مناجات مین ایشور پرارتھنا لے بیٹھتے تو اُنپر بھی سخت اعتراض واقع ہوتا مگر اُنھون نے جو کچھ دُعا مانگی ہے وہ اپنی تصنیف کے متعلق۔ غیر متعلق ایک حرف بھی نہین کہا۔ علاوہ برین نسیم کے کلام مین جو زورِ طبیعت اور محاسن شعری موجود ہین حسن کے اشعار مین اُنکا شائبہ تک نہین۔

اِن تمہیدی مضامین کو چھوڑ کے نفس قصہ پر غور کیا جائے تو حسن اور نسیم دونون کسی تعریف کے مستحق نہین ہین۔ مانا کہ میر حسن کا قصہ طبعزاد ہے لیکن اُسمین کوئی جدت نہین۔ قدیم مثنویون کے طرز پر وہی دیو پری کے افسانے نظم کر دیے گئے

ہین جو فارسی اور بھاشا مین موجود تھے۔ تاہم ایک شاعر اُن پُرانی باتون مین بھی ایک جدّت پیدا کرسکتا ہے مگر جدّت زمانہ جاہلیت کا حصّہ نہین۔ اِس زمانے مین انسانی خیالات دوسرونکے تابع رہتے ہین۔ چنانچہ حسن کے خیالات بھی شعراے فارسی و بھاشا کے تابع رہے۔ اُسے اپنے قصے کے لیے مٹیریل بھی بہت کم ملا ہے، ناچار مثنوی کو اُن فضولیات سے بھردیا ہے جو قصے سے بہت کم تعلق رکھتی ہین۔ مثلاً حمد و نعت منقبت اور ممدوح کی تعریف جسکے لیے قصیدہ ہی موزون ہے۔ قصے کی عام تعریف یہ ہے کہ اُسمین رنج وخوشی۔ راحت ومصیبت۔ اور مختلف واقعات کے ساتھ انسانی زندگی کے نیرنگ دکھائے جائین اور عجائبات عالم کی دلکش تصویرین کھینچکے انسانی معلومات مین اضافہ کی کوشش کیجائے۔ ورنہ دُنیاوی شان وشوکت اور وہ معمولی باتین جنھین سُنتے سُنتے زمانہ کے کان پک گئے ہین کوئی لطف خاص نہین رکھتین۔ بہرنوع قصے کے لیے غرابت ایک ضروری چیز ہے اور یہی وہ جوہر ہے جو ایک قصے کو حُسن قبول بخشتا ہی۔ حسن کے قصے مین یہ جوہر عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ نسیم کے قصے مین گو غرابت کا ایک معتد بہ حصہ موجود ہے مگر وہ اُس قصے کا اصلی مصنف نہین۔ اُسنے میرتقی ہوس وغیرہ کیطرح ایک مشہور قصے کو نظم کیا ہے اور جو کچھ کمال دکھایا ہے وہ صرف نظم مین۔ لہذا گلزار نسیم صرف باعتبار نظم جانچی جاسکتی ہے ورنہ اصل قصہ جو منجھی ہوئی زبانون سے لیا گیا ہے اُسمین کوئی جھول کیونکر رہ سکتا تھا۔

میرحسن نے اپنا قصہ اِسطرح شروع کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے اولاد نہوتی تھی۔ آخر مایوس ہوکے تارک الدنیا ہونا چاہا اِسپر وزیرون نے تسلی دی کہ نجومیون اور پنڈتون کو بلاتے ہین۔ اُس مقام پر شاہ اور وزرا کی گفتگو دائرہ تہذیب اور داب سلطنت سے قطعاً خارج ہے۔ مثلاً وزرا بادشاہ اور اپنے ولی نعمت سے کہتے ہین:۔

عجب کیا کہ ہوئے تمھارے خلف کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

اِسی قسم کی بے تمیزانہ گفتگو کے بعد نجومی اور پنڈت بُلائے گئے اور اُنھون نے اپنے اپنے اُصول کے مطابق بتایا کہ بادشاہ کے اولاد ہوگی اور وہ بہت آسانی سے ہوئی :۔

اُسی سال مین یہ تماشا سُنو رہا حمل اِک زوجۂ شاہ کو

نہین معلوم اسمین تماشے کی کونسی بات ہے اور یہ کون ایسا عجیب و غریب واقعہ تھا جسے شاعر نے اِس شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ نجومیون نے یہی بتادیا تھا کہ اِس مولود یا شاہزادہ کو بارھوین سال مین خطرہ ہے۔ تاہم جسروز بارھوان سال ختم ہونے والا تھا اُسی شب کو لوگ شاہزادے کیطرف سے اِسقدر غافل ہوگئے کہ پری اُسے اُڑا لیگئی۔

ایک دو حرفی قصے مے جسے میر حسن نے باغ کی تعریف۔ سواری کے جلوس۔ شادی کی دھوم دھام اور وصل و ہجر کے طولانی بیانات سے ایک مثنوی کی حیثیت دی ہے۔ اِس نظم کی خصوصیات انہین جہان کہین کوئی سمان دکھانے کی ضرورت ہوئی ہے وہان حسن کا قلم قدرتی طور پر زوردار ہوگیا ہے۔ وجہ یہ کہ مشاہدات کی تصویر کھینچنا اِسقدر مشکل کام نہین۔ ہے جسقدر کسی مضمون کا طبیعت سے پیدا کرنا اور اُسے واقعات کے مطابق بنانا۔ حسن کے وقت مین گو دلی تباہ ہوچکی تھی تاہم اُسکی گزشتہ شان و شوکت کے افسانے بہت تازہ اور ہر شخص کی زبان پر تھے۔ لیکن جہان کہین ذہانت اور طباعی دکھانے کی ضرورت لاحق آئی ہے وہان حسن کو قدم قدم پر لغزش ہوئی ہے۔ اِن لغزشون کی بہت بڑی ذمہ دار تو زبان کی ابتدائی خامیان ہین تاہم شاعر کی طبعی کمزوری کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ہے۔ کیونکہ اُردو اگرچہ اُسوقت ابتدائی حالت مین تھی تاہم مرزا سودا وغیرہ نے اُسے اِتنی وسعت ضرور دیدی تھی کہ وہ اداے مطلب کے لیے قاصر نہ تھی اور اُسمین اِتنی غلطیان نہ تھین جتنی "سحرالبیان" مین موجود ہین۔ دیکھیے میر حسن نے اپنے ہیرو بینظیر کی تعریف مین کتنی ٹھوکرین کھائی ہین :—

دیا تھا زبس حق نے ذہنِ رسا کئی سال مین علم سب پڑھ چکا

معانی و منطق بیان و ادب پڑھا اُسنے منقول و معقول سب

خبردار حکمت کے مضمون سے غرض جو پڑھا اُسنے "قانون" سے

علم حکمت مین شیخ بو علی سینا کا قانون بہت مشہور ہے۔ آخری مصرع مین یہی رعایت لفظی مدنظر رکھی گئی ہے ورنہ قانون سے پڑھنا کوئی معنی نہین رکھتا۔

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم زمین آسمان مین پڑی اُسکی دھوم

کئی علم نوکِ زبان حرف حرف
اسی "نحو" سے عمر کی اُسنے "صرف"

اس آخری مصرع مین بھی اگرچہ "نحو" کی جگہ طرح۔ طرز۔ طور۔ تین فصیح الفاظ نظم ہوسکتے تھے لیکن "صرف" کی رعایت سے ایک غیر مانوس لفظ لانا ضروری سمجھا گیا۔

عطارد کو آنے لگی اُسکی ریس
ہوا "سادہ لوح" مین وہ خوشنویس

ایک ایسے شاہزادے کو جو تھوڑی دیر پہلے حد کا ذہین وطباع ثابت کیا گیا ہے محض خوشنویسی کی رعایت سے "سادہ لوح" (بیوقوف) کا خطاب دیدیا گیا۔ رعایت لفظی کی اس سے زیادہ بدنما مثال شاید امانت کے یہان بھی نہ مل سکے گی۔

ہوا جبکہ "نوخط" وہ شیرین رقم
بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

"نوخط" سے سبزہ آغاز مراد ہے۔ مگر بینظیر تو اپنی عمر کے بارھوین ہی سال مین مفقود الخبر ہوگیا تھا۔ اس سن مین سبزہ آغاز ہونا کجا۔ خدا رعایت لفظی کا بھلا کرے جسنے شاعر کو خواہ مخواہ غلط بیانی پر مجبور کیا۔

"لیا ہاتھ" جب خامۂ مشکبار
لکھا نسخ وریحان وخطِ غبار

"لیا ہاتھ" یعنے ہاتھ مین لیا۔ یہ زبان کی ابتدائی خامیون کا نمونہ ہے۔

عروس الخطوط اور ثلث الرقاع
خفی وجلی مثلِ خطِ شعاع

دوسرے مصرع مین نہایت پُرلطف تشبیہ ہے۔ افسوس کہ سحر البیان مین یہ تشبیہین نادرات سے ہین۔

شکستہ لکھا اور تعلیق جب
ہوے دیکھ حیران اتالیق سب

میر حسن کے کلام مین اگر کوئی خوبی ہے تو یہی کہ اُسمین ہر فن کی اصطلاحین بڑی وضاحت کے ساتھ ملتی ہین اگرچہ شاعر کو اُنکا محل استعمال بہت کم معلوم ہے چنانچہ پری نے جو طلسمی گھوڑا بینظیر کو دیا تھا وہ ضرور ہے کہ لکڑی یا کسی دھات کا بنا ہوا ہوگا۔ لیکن حسن نے اُسے ایک اصلی گھوڑا خیال کرکے حشری مکری۔ منہ زور۔ کہنہ لنگ شب کور وغیرہ سب اصطلاحین صرف کردین۔

کیا خطِ گلزار سے جب فراغ
ہوا صفحۂ قطعہ "گلزار باغ"

شاید "گلزار باغ" دہلی کا کوئی مشہور باغ ہوگا جسنے رعایت لفظی مین مدد دی۔ ورنہ قاعدے کے مطابق تو دو ہم معنی الفاظ ملکے ایک بمعنی جملہ ہوجاتا ہے۔

کرون علم اُسکا کہان تک بیان کہ ہے مختصر خوب یہ داستان

مگر یہ داستان لایعنی ابھی مختصہ نہین ہوئی علوم کے بعد فنون کی باری آتی ہو جنکے بغیر ایک طفل دو ازدہ سالہ کی مالیت مین کسر رہی جاتی تھی کیونکہ اسوقت کے علاوہ پھر اُسے تمام عمر مین اُنکی تحصیل کا موقع نہین مل سکتا تھا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان علوم فنون سے اسنے اپنی تمام عمر مین کوئی کام بھی لیا یا نہین۔ اسکا جواب مثنوی کیطرف سے نفی کے سوا اثبات مین نہین مل سکتا۔ پھر اس فضول بکواس سے کیا نتیجہ؟

کمان کے جو درپے ہوا بے نظیر لیا کھینچ "چلّہ مین سب فن تیر

کسی فن کا کھینچ لینا ایک نہایت عجیب بات ہو۔ اس ترقی یافتہ دور مین بھی اس مطلب کیلیے کوئی مشین نہین ایجاد ہوئی۔ لیکن کمان کی رعایت سے کھینچنے کی ضرورت تھی۔ کمان نہ کھنچی فن تیر کھینچ لیا اور وہ بھی چلّے (چالیس دن) مین کیونکہ کمان کے لیے چلّہ بھی لازمی چیز ہے۔

صفائی مین "سوفار پیکان کیا" گیا جبکہ تو وہ یہ طوفان کیا

"سوفار پیکان کیا" نہین معلوم کیا معمہ ہے؟

رکھا چھوٹتے ہی جو لکڑی پہ من کیا اپنے قبضے مین سب اُسکا فن

ایک جگہ فن کھینچ لیا گیا تھا دوسری جگہ قبضے مین کیا گیا۔ مگر وہان تو کمان کی رعایت سے کچھ تک بھی ملتا تھا یہان اُتنی بات بھی نہین۔ یعنے لکڑی مین قبضہ ہی نہین ہوتا تو رعایت کیسی؟ پھکیتی کی ایک مشہور اصطلاح "چھوٹ" ہے۔ میرحسن نے "چھوٹتے ہی" سے یہی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

ہوئین دست و بازو کی سرسائیان اُڑائی گئین ہاتھ مین گھائیان

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ حسن کو اصطلاحین نظم کرنے مین خاص کمال حاصل ہو عام اس سے کہ وہ کسی فن کی کیون نہون۔ اور اگرچہ ایک شاعر کے اوصاف اُنمین موجود نہ تھے تاہم وہ ایک ہمہ دان شخص ضرور تھا۔

رکھا موسقی پر جو کچھ کچھ خیال کیے قید سب اُسنے ہاتھون مین تال

گو شاعر کا مطلب یہ ہے کہ فن موسیقی مین کمال حاصل کرلیا مگر صرف تالون کو قید کرلینے سے کمال نہین حاصل ہوسکتا۔ کیونکہ تال سم۔ موسیقی کے بہت معمولی

اور ابتدائی مدارج ہین۔

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر رکھے رنگ سب اُسکے مد نظر

پہلے شعر کی طرح اسمین بھی ذم کا پہلو نکلتا ہے۔ یعنے فن مصوری مین صرف رنگ کی شناخت ہو سکی اور کچھ نہین۔

کئی دنمین سیکھا یہ "کسب تفنگ" کہ حیران ہوے دیکھ اہل فرنگ

"کسب" کے معنے خود سیکھنے اور حاصل کرنے کے ہین پھر "کسب تفنگ سیکھا" کیا معنی رکھتا ہے۔ ہمنے اس خیال سے کہ شاید بازاری مطبعون کی بے پروائی سے کسی بامعنی لفظ کی جگہ "کسب" کا لفظ چھپ گیا ہوگا، ۱۲۴۳ھ کی ایک قلمی مثنوی بھی دستیاب کی۔ مگر افسوس کہ اُسمین بھی یہ مصرع اسیطور پر درج ہے۔

مندرجۂ بالا اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے شاعر کی مبالغہ پسندی اور رعایت لفظی کی ناکام کوشش کے ساتھ زبان کی ابتدائی خامیون پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔ مبالغہ کی تو یہ حد ہے کہ جو شاہزادہ بارہ برس کی عمر تک نہایت احتیاط کے ساتھ محلون مین بند رہا وہ باوجود اس نوعمری اور دیگر موانع کے دُنیا کے ہر علم و فن مین یگانۂ آفاق یا "ہیچ مچ بینظیر" ہوگیا۔ مگر یہ علوم و فنون تمام عمر مین کبھی اُسکے کام نہین آئے۔ رعایت لفظی مین جو کمزوریان ہین وہ محتاج تصریح نہین۔ زبان کی خامیان نہ صرف اسی سبجکٹ مین بلکہ مثنوی کے ہر حصے مین موجود ہین۔ نمونتہً چند شعر درج ذیل کیے جاتے ہین:۔

کھڑے سرو کی طرح چینی کے جھاڑ کہے تو کہ "خوشبوئیون" کے پہاڑ

اوّل تو چینی کے جھاڑون مین خوشبو کہان دوسرے قاعدے کے مطابق خوشبو کی جمع "خوشبوئین" ہوگی نہ کہ "خوشبوئیون"

کہین چاہ منبع کہین حوض و نہر ہر اک جا پہ "آب لطافت" کی نہر

لطافت اسم ہے نہ کہ صفت۔ پس آب لطیف کو آب لطافت کہنا قطعاً غلط ہی۔

کنیزان مہ رو کی "ہر طرف" ریل چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل

اگر "طرف" کی جگہ "سمت" نظم کر دیا جاتا تو ایک لغوی غلطی دور ہو سکتی تھی۔ مگر شاعر کو اسکا احساس ہی نہوا۔ کیونکہ یہ لفظ اس مثنوی مین کئی جگہ اسیطرح نظم ہوا ہی۔

لیے ہاتھ میں بیلچے مالنیں   چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے

"مالنیں" اور "بھالنے" قافیہ نہیں ہو سکتا۔ ایک شاعر کے لیے اس سے زیادہ شرمناک غلطی ناممکن ہے۔

طویلے کے اُسکے جو ادنیٰ تھے خر   "اُنھیں" نعلبندی میں ملتا تھا زر

شاعر کا مطلب تو یہ ہے کہ اُسکے فیاض ممدوح کے طویلے میں ادنیٰ خروں کی نعلبندی میں بھی بجائے روپے پیسے کے اشرفیاں دیجاتی تھیں اور زبان کی کمزوری نے یہ مطلب پیدا کر دیا کہ شاہی طویلے کے ادنیٰ خر نعلبندی کرتے تھے اور اشرفیاں پاتے تھے کیونکہ "اُنھیں" کی ضمیر براہ راست "خر" کیطرف راجع ہے۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

"وحشوں طیوروں" تلک بخلل   پڑے آشیانوں سے اپنی نکل

وحشی اور طائر کی جمع "وحوش وطیور" ہے۔ "وحشوں طیوروں" میں جمع الجمع کی ترکیب واقع ہوئی ہے جو قطعاً غلط ہے۔

گلزار نسیم میں بھی چند غلطیاں واقع ہوئی ہیں مگر اُنکی شان نزول اور ہے۔ مثلاً معنوی یا ادبی غلطی کی مثال جو حسب ذیل ہے دونوں میں ایک طرح پر واقع ہوئی ہے۔ نسیم نے آغاز قصہ میں زین الملوک کے بیٹوں کی اسطرح تعریف کی ہے۔

خالق نے دیے تھے چار فرزند   دانا عاقل ذکی خردمند

لف ونشر مرتب کے لحاظ سے تو شعر لاجواب ہے لیکن یہ چاروں فرزند بجائے عاقل ہونے کے حد کے سادہ لوح تھے جیسا کہ قصے سے واضح ہے۔ میر حسن نے بھی ایک جگہ مبالغہ کے ایسے ہی جوش میں شاہزادۂ بنیظیر کو "شہ بنیظیر" کہدیا ہے حالانکہ وہ اُسوقت تک حالت شہزادگی میں تھا بلکہ ولیعہد بھی مقرر نہوا تھا

گیا حوض میں جب شہ بنیظیر   پڑا آب میں عکس ماہ منیر

اس شعر میں اُس ادبی غلطی کے علاوہ جو اوپر بیان کی گئی ایک اور سخت غلطی ہے۔ قاعدہ ہی کہ جب کوئی شخص حوض میں اُترتا ہے تو اُسکے پانی میں تموج پیدا ہو جاتا ہے اور عکس نہیں دکھائی دیتا۔ پھر یہ عکس کیونکر پڑ سکتا تھا؟ وہ کوئی طلسمی حوض بھی نہ تھا بلکہ معمولی حوض تھا جسمیں بنیظیر اپنی سالگرہ کی تقریب

مین غسل کے لیے اُترا تھا۔

ایک اور سبجکٹ پر دونون شاعرون نے مصوری کی ہے مگر حسن کے قلم کو آمین بھی لغزش ہوگئی۔ حسن نے اُسوقت کی تصویر جب پری بینظیر کو اُٹھا لیگئی ہے یون کھینچی ہے۔ پری کے جذبات قابل ملاحظہ ہین:۔

قضارا ہوا اِک پری کا گذر ۔ پڑی شاہزادے پہ اُسکی نظر
بھبوکا سا دیکھا جو اُسکا بدن ۔ جلا آتش عشق سے اُسکا تن
ہوئی لاکھ جی سے وہ اُسپر نثار ۔ وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اُتار
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہان ۔ منور ہے سارا زمین آسمان
"دوپٹہ" کو اُس مہ کے مُنہ سے اُٹھا ۔ دیا . . . سے . . . اپنا ملا
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس ۔ ولیکن حیا نے کہا اُسکو بس
مے عشق مین پھر یہ سوجھی ترنگ ۔ کہ لے چلیے اِسکا امانت پلنگ
محبت کی آئی جو دل مین ہوا ۔ وہان سے اُسے لے اُڑی دلربا
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند ۔ ہوا مین ستارہ سا چمکا دوچند
شبِ مہ مین وہ یون زمین سے اُٹھا ۔ چلے شیر جسطرح سے جوش کھا
جلے رشک سے اُسکے شمع و چراغ ۔ کہ اُس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
غرض لے گئی آن کی آن مین ۔ اُڑا کر وہ اُسکو پرستان مین

سین کے پُر زور ہونے مین شک نہین۔ زور قلم بھی معمول سے زیادہ ہے۔ لیکن خیالات کی کمزوری اور مذاق کی پستی نے وہ لطف نہین پیدا ہونے دیا جسکی ضرورت تھی۔ شہزادے کے مُنہ پر دوپٹہ کسقدر معیوب معلوم ہوتا ہے؟ پری کے جذبات کسقدر غیر مہذب ہین؟ اِنکی تشریح کی ضرورت نہین۔ البتہ تشبیہ کے لحاظ سے وہ شعر لاجواب ہے جو جلی لکھوایا گیا ہے۔

نسیم نے بھی اِس سین کی تصویر کھینچی ہے۔ اِسمین تشبیہ و استعارات کی بلندی محاورات کی برجستگی اور خیالات کی نزاکت کسی اور ہی عالم کا پتہ دیتی ہے۔ تاہم پری کی ادا دکھاتے ہوے نسیم کا مذاق بھی غیر مہذب ہوگیا ہے خصوصًا دوسرا اور

تیسرا شعر نہوتا تو اس سین مین اور بھی حسن پیدا ہو جاتا۔ کیونکہ ادلے خواب کی جیسی خوبصورت تصویر چوتھے شعر مین کھنچ گئی ہے وہ ان شعرون مین نہین ہے:-

پردا جو حجاب سا اُٹھایا
آرام مین اُس پری کو پایا

بند اُسکی وہ چشم نرگسی تھی
..... کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی

سمٹی تھی جو ..... اُس قمر کی
بُرجون پہ سے چاندنی سی سرکی

لپٹے تھے جو بال کروٹون مین
بل کھا گئی تھی کمر لٹون مین

چاہا کہ بلا گلے لگائے
سوتے ہوے فتنے کو جگائے

سوچا کہ یہ زلف کف مین لینی
ہے سانپ کے مُنہ مین اُنگلی دینی

یہ پھول نہین اژدہو نگا ہے من
یہ کالے چراغ کے ہین دشمن

گل چھین کے ہنسی ہوے بالکل
خندہ نہو برق حاصل گل

پھر سمجھین گے ہے جو زندگانی
کچھ نام کو رکھ چلو نشانی

انگشتری اپنی اُن سے بدلی
مہر خطِ عاشقی سندلی

پری کے خفا ہونے کی حالت میر حسن نے بھی دکھائی اور نسیم لکھنوی نے بھی سنجیدگی اور چھچھورپن مین جو فرق ہوتا ہے وہ ذیل کی مثالون سے واضح ہوگا:-

حسن دہلوی

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر
کہ اتنے مین آیا وہ رشک قمر

اُسے دیکھ غصے مین یہ ڈر گیا
سکے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا

بلا سے وہ دیکھ اُسکے پیچھے پڑی
کہا سُن تو اے موذی و مُدعی

تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا
کہ اُس "مالزادی" کو جوڑا دیا

الگ ہمسے یون رہنا اور چھوٹنا
یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

مُچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی
بھلا اسکا بدلا نہ لون تو سہی

پھرا جیتے "راتون" کو دلشاد تو
کرے گا "دنون" کو بہت یاد تو

مزا "چاہ" کا دیکھ اپنی ذرا
جھکاتی ہون کیسے "کنوین" رہ بھلا

نسیم لکھنوی

تو باغ ارم سے لے گیا گل — تو مجھ سی پری کو دے گیا جل
بیر رخ ترے واسطے ہوئی ہین — فرخ ترے واسطے ہوئی ہین
تجھکو ترے باپ سے ملایا — مجھکو یہ ملا کہ تجھکو پایا
جو جو اسرار تھے نہانی — سب تجھسے سُنے تری زبانی
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے
چاہا تھا کرون سر اپنے پامال — کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال
کیا کہیے کہ صورت اور کچھ تھی — وقت اور ضرورت اور کچھ تھی
ابتک ہین وہ خارجی کے جی مین — جلد آکہ ہے مصلحت اسی مین

بکاؤلی کا یہ غصہ دو بدو نہین ہے جیسا کہ میر حسن نے ماہرخ کے جذبات مین دکھایا ہے۔ نیچر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چاہے کتنا ہی غصہ کیون نہو مگر معشوق کے سامنے سب فرو ہوجاتا ہے۔ مگر حسن کے وقت مین ان نازک جذبات کا احساس محال تھا اور نسیم کے زمانے مین اسکی صلاحیت خود بخود پیدا ہوگئی تھی کیونکہ اسوقت پوری سوسائٹی عاشقانہ جذبات مین ڈوبی ہوئی تھی اور اُنسے نزاکتین پیدا کررہی تھی۔

نسیم نے اس سے زیادہ حیرت انگیز کام اس مقام پر کیا ہے جہان تاج الملوک اور بکاؤلی مین رمز و کنایہ کی گفتگو ہوئی ہے۔

جب پردۂ صبح ہوگیا فاش — خندان خندان اُٹھا وہ بشاش
اس غنچہ دہن کا مسکرانا — بیرنگ بکاؤلی نے جانا
ہنستے ہنستے کہا ہنسے کیون — ہنستا نہین بے سبب کوئی یون
بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا — آتش پہ کباب دیکھتا تھا
بولی وہ کہ ہم بتائین تعبیر — دلسوزی کرے گا کوئی دلگیر
بولا وہ کہ رات کو اُفق مین — خورشید تھا آتش شفق مین
بولی وہ کہ مہرسان شب و روز — عالم مین رہوگے رونق افروز
بولا وہ کہ اک مقام ہو تھا — گلزار خلیل رو برو تھا

بولی وہ بشر ہو تم دلاور — سرسبز ہو تو رہو آتشی پر
بولا وہ کہ دیکھی اِک شبستان — شعلہ ہوا انجمن مین رقصان
بولی وہ کہ شعلہ مین پری ہون — جو ناچ نچاؤن ناچتی ہون
بولا وہ کہ جب ہوا اُجالا — بخشا مہِ انجمن نے بالا
بالا مہِ انجمن کا کیا تھا — وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا
گھبرائی پری کہ ہین یہ کیا ہے — بولا وہ کہ ہار نولکھا ہے
کاندھے پہ تھا جسکے رات ڈالا — پہچانتی ہو وہ طبلے والا

رمز و کنایہ مین اشارات کی پختگی کے ساتھ خیالات مین برجستگی اور طرز بیان مین شوخی بھی لازمی ہے۔ ساتھ ہی یہ باتین طرفین کی گفتگو مین مساوی ہونا چاہئین کیونکہ عاشق و معشوق قریب قریب ہم مذاق اور یکسان ذہن ہوتے ہین۔ مندرجۂ بالا اشعار مین ان باتون کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک پر دوسرے کی ذہانت فوق نہ لیجائے۔ یہ ایسی باتین ہین جو دُنیاے اُردو مین ابتک نایاب ہین۔ نسیم نے اِن قیود کے ساتھ ہر شعر مین تشبیہ و استعارہ اور محاورات کی روح پھونک کے اور بھی محوِ حیرت کردیا ہے۔

محاورات اور ضرب الامثال مین میرحسن نے بھی بہت کچھ زورِ طبع دکھایا ہے اور اپنے وقت کے اچھے اچھے محاورے نظم کیے ہین۔ لیکن اِسکو کیا جائے کہ اُسوقت روز مرّہ کی طرح محاورات مین بھی کوئی نُدرت نہین پیدا ہوئی تھی۔ مثال کے طور پر نسیم اور حسن کے دو شعر لکھے جاتے ہین :-

(حسن) مصیبت مین انسان مجبور ہے — زمین سخت ہے آسمان دُور ہے
(نسیم) قسمت سے مفر ہو اب نہ مامن — پتھر کے تلے دبا ہے دامن

حسن کے کلام کی ساری خوبی اسمین ہے کہ وہ مشاہدات کی تصویر بہت سچی کھینچتا ہے اور اپنے زمانے کی تاریخ پر اپنی روشنی ڈالتا ہے کہ دوسرے شعرا نہین ڈال سکتے۔ جتنا وہ عوام و خواص زمانہ اُسنے اپنی نظر سے دیکھا تھا یا تذکرے کے طور پر سُنا تھا سکی تصویر اُسکی مثنوی مین موجود ہے۔ اِس حیثیت سے وہ ایک بیمثل ناظم ہے لیکن شاعر نہین۔ ایک شاعر کے لیے جسقدر فطری ذہانت اور مذاق سلیم کی ضرورت ہے

وہ اسمین نہین پائی جاتی۔ نسیم کی مثنوی مین بھی اُسوقت کی سوسائٹی کا کچھ رنگ آیا ہے مگر یہ تصویر مکمل نہین۔ البتہ جسقدر ذہانت و طباعی کی ضرورت ہو اور ایک نظم مین جسقدر شاعرانہ خوبیان ہونا چاہئین وہ گلزار نسیم مین کامل طور پر موجود ہین اور ان دونون نامور شعرا کا مقابلہ کرتے ہوے ہمارا یہ فیصلہ ہو کہ ایک ناظم ہو دوسرا شاعر!

گلزار نسیم کے بعد چند اور مثنویان بھی شائع ہوئین۔ انمین واجد علی شاہ کی مثنوی "دریاے تعشق" جو اُنھون نے اپنے زمانۂ ولیعہدی مین تصنیف کی تھی مرحوم کی تمام مثنویون مین عمدہ ہے۔ اسی زمانے مین آفتاب الدولہ قلق کی مہتم بالشان مثنوی "طلسم الفت" تصنیف ہوئی۔ مگر جتنی اسکی شہرت ہوئی اُسقدر خوبیان اُسمین موجود نہین۔ اسی سلسلے مین نواب مرزا شوق کی تین مثنویان "بہار عشق" "زہر عشق" اور "فریب عشق" بھی قابل الذکر ہین۔ چوتھی مثنوی "لذت عشق" اس طباع شاعر کی تصنیف نہین ہو۔ نہ اُسمین اُسکا رنگ ہے نہ خصوصیات۔ حتیٰ کہ اُسکی بحر بھی بدلی ہوئی ہے۔ بہرکیف اول الذکر تینون مثنویان اگر فحش مذاق پر مبنی نہوتین تو کہا جاتا کہ اُردو زبان کے صحیفے یہی ہین۔ درحقیقت یہی اُس پاکیزہ زبان کے نمونے تھے جنسے مرزا داغ مرحوم نے اپنی فصاحت کا چراغ جلایا ہے۔ آخر مین "ترانۂ شوق" بھی اچھی مثنوی کہی گئی۔ اسکا رنگ بالکل گلزار نسیم کا عکس ہے حتیٰ کہ بحر بھی وہی پسند کی گئی ہے۔ مگر وہ بات کہان!

گلزار نسیم مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اول سے آخر تک ایک رنگ مین ڈوبی ہے اور اُسکا ہر شعر بتا دیتا ہے کہ مین کس باغ کا پھول ہون۔ دوسری مثنویون مین یہ بات نہین اور اُنکے مصنف یہ قدرت نہین رکھتے کہ ہر قسم کے مذاق کو ایک ہی رنگ مین کھینچ لین۔ مثلاً میر حسن نے بینظیر کی تعلیم و تدریس کے بیان مین جس قدر تناسب لفظی کی کوشش کی ہے اگرچہ وہ بھی ناقص ہے تاہم مثنوی کے دوسرے حصون مین اُسکا شائبہ تک نہین ملتا مصنف گلزار نسیم نے جس رنگ کو اوّل سے اختیار کیا ہو اُسے آخر تک نباہ دیا ہے۔ تمثیلاً اختصار ہی کو لیجیے جو بسم اللہ سے تمت تک یکسان طور پر قائم ہے۔ اسیطرح تناسب لفظی کی بھی یہ حد ہے کہ مثنوی کا کوئی شعر اس صنعت سے خالی نہین۔ حتیٰ کہ اُسکے سادے شعرون مین بھی اسکی جھلک موجود ہے:-

ہاتھ اُسپہ اگر پڑا نہین ہے   بُو ہو کے تو گُل اُڑا نہین ہے

خیالات کو تشبیہ و استعارات کی صورت مین بیان کرنا شاعری کی آخری منزل ہے، اور یہ فخر بھی گلزار نسیم ہی کو حاصل ہے کہ اُسکے تمام مطالب اسی پیرائے مین نظم ہوے ہین۔ مثلاً فراق و وصال کے سین جنکی بنیاد صرف جذبات پر قائم ہو گلزار نسیم مین تمام اُردو مثنویون کے خلاف اسی رنگ مین رنگے ہوے ہین بلکہ اِن مقامات پر جادو نگار شاعر کا قلم زیادہ طرارے بھرنے لگا ہے:-

(وصل)   کاوش پہ ہوا گہر سے الماس   غنچے نے بجھائی اوس سے پیاس

(ہجر)   صورت مین خیال رہگئی وہ   ہیئت مین مثال رہگئی وہ

ایسی مرصع اور اپنے رنگ مین فرد مثنوی پر یہ سخت ظلم تھا کہ بازاری مطبعون کے ہاتھون اُسکی حالت تباہ ہو رہی تھی۔ لیکن شکر ہے کہ پنڈت برج نرائن صاحب چکبست بی اے لکھنوی کی عنایت سے اس مثنوی کا ایک نیا اڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ اس اڈیشن کی ترتیب مین قابل مؤلف نے جدید مذاق کو جس خوبی سے ملحوظ رکھا ہو وہ قابل داد ہو۔ یعنی سب سے پہلے ایک انگریزی رنگ کا دیباچہ ہے جسمین نسیم کے سوانحی حالات۔ اُنکی شاعری پر محاکمہ اور بہت سے متفرق اُمور پر بحث کی ہے۔ اِسکے بعد اصل مثنوی ہے جو ایک قدیم نسخے کے مطابق صحیح کر کے شائع کی گئی ہے۔ آخر مین دیوان نسیم کا کچھ انتخاب بھی شامل ہے اور اسطرح یہ اڈیشن اپنے مقاصد مین ایک حد تک مکمل ہو گیا ہو۔ ہم اس اڈیشن کو صرف "گلزار نسیم" نہین بلکہ کلیات نسیم کہنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہین جو اس جوانمرگ شاعر کی ایک دلچسپ یادگار رہے۔

پنڈت برج نرائن صاحب اپنی کوشش مین بہت بڑی تعریف کے مستحق ہین جنھون نے قدیم تصانیف کو جدید مذاق کے مطابق بنانے کی ایک قابل تقلید راہ سمجھا دی ہے اور مغربی تعلیم کی روزافزون ترقیون سے امید ہے کہ اس طرز تالیف سے پورا فائدہ اُٹھایا جائیگا۔ اسی لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دیباچے کی بعض کمزوریون کیطرف بھی اشارہ کر دیا جائے۔ مثلاً گلزار نسیم کی تصنیف کے متعلق اُن بے معنی گپون کو اتنی وقعت دینا فضول تھا کہ اس دیباچے مین اُنکا ذکر کیا جائے کیونکہ زمانہ اُنھین خود ہی فنا کر چکا تھا جو ایک زبردست جج ہے۔ اسیطرح مولانا حالی مدظلہ العالی

کے اُن اعتراضات کا جواب بھی بیکار تھا جسے او وہ پیچ مین کامیابی کے ساتھ طے کر دیا گیا تھا اور جو محض بازاری مطبعون کی غلطی پر پیدا ہوے تھے - اسکے لیے صرف غلط اشعار کی تصحیح ہی ایک شافی جواب تھا - رہا وہ اعتراض جو ممدوح نے ایک معیار خاص کے مطابق تمام قدیم تصانیف پر وارد کیا ہے اسکا فیصلہ بھی نقادان فن کر چکے ہین اور اس دیباچے مین اُسکا کوئی ذکر بھی نہین -

دیوان نسیم سے جو اشعار انتخاب کیے گئے ہین اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ شاعر کی طبیعت ہر رنگ مین اپنا جلوہ دکھا جاتی ہو - نسیم کا قلم غزل کے میدان مین بھی وہی طرارے بھرتا ہو جو مثنوی مین اور جن غزلگو شعرا کے کلام سے اسکا موازنہ کیا گیا ہو وہ اُسکی بلندی خیال تک پہونچنے کے لیے زبان حال سے کہ رہے ہین :-

اگر یک سر موے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

نسیم کی ایک غزل کا مطلع ہے :-

جب ہو چکی شراب تو مین مست مر گیا — شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

دوسرا مطلع اس سے زیادہ زوردار ہے :-

قرص خور کو دیکھکر تسکین کھا ای مہمان صبح — تا دہان شام پہونچا تا ہو رازق نان صبح

رند و صبا وغیرہ کے کلام مین یہ بلند خیالی عنقا کا حکم رکھتی ہے -

نسیم کے مندرجۂ ذیل شعر مین شاعری کی روح کھنچ گئی ہو - کتنا سچا شعر ہے :-

پیری مین طرز عشق جوانی وہی رہا — صورت کے ساتھ دل کا بدلنا محال تھا

اس نئے اڈیشن کی اشاعت پر گلزار نسیم کی مقبولیت بدرجہا بڑھ گئی ہو تاہم اُسپر چند اعتراضات بھی ہوے ہین - ان اعتراضات پر تفصیل کیساتھ بحث کرنیکے لیے ایک جداگانہ مضمون درکار ہو - ہمارا ارادہ ہو کہ ان اعتراضات کے متعلق ایک جداگانہ مضمون تیار کرین لہذا یہ مضمون یہین ختم کیا جاتا ہو -

بہرکیف گلزار نسیم ایک ایسی مثنوی ہو جسکی مہک مذاق آشنا دلونکو تازگی اور شگفتگی بخشتی ہو اور وہ ایسی بہار بےخزان رکھتی ہو جسپر باد حوادث کے جھونکے ہمیشہ بے اثر ثابت ہونگے - جب تک دنیا مین انصاف اور طبیعتون مین شاعرانہ مذاق موجود ہو اُسکی شہرت پر کوئی حرف نہین آسکتا - فقط

نقاد لکھنوی

ابر

اُٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا
سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ تربن عہ کا

نہاں ہوا جو رُخ مہر زیر دامن ابر
ہوائے سرد بھی آئی سوار توسن ابر

پیام عیش و طرب آسمان سے آیا
ثبوت حلت مے لامکان سے آیا

گرج کا شور نہین ہے خموش ہے یہ گھٹا
عجیب مے کدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا

چمن مین حکم نشاط مدام لائی ہے
قبائے گل مین گہر ٹانکنے کو آئی ہے

جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے اُٹھے
زمین کی گود مین جو پڑکے سو رہے تھے اُٹھے

نمود ابر سے ہشیار ہو گیا سبزہ
اسی کے ہجر مین گویا اُداس تھا سبزہ

ہوا کی نم سے ہوئی نرم سرو کی ٹہنی
جو آکے فاختہ بیٹھی تو جھک گئی ٹہنی

ہلا رہی ہے سر شاخ گل کو موج ہوا
بنا ہے باغ مین بلبل کے واسطے جھولا

نشیمنون سے نکل کر پرند گاتے ہین
ہوا مین کھیلتے پھرتے ہین چہچہاتے ہین

چمن مین سرو برائے نماز اُٹھا ہے
وضو کرانے کو سقائے ابر آیا ہے

اُتر کے آ گئے وادی مین ابر کے ٹکڑے
دیا ہوا سے پریشان ہین روئی کے گالے

مری نگاہ مین پھرتا ہے اور ہی نقشا
جو دیکھتا ہون خرام سکون نما اُن کا

کھڑے ہین محفل قدرت کو دیکھنے والے
کسان کھیتون سے اُٹھ اُٹھ کے جھونپڑون کو چلے

جفا کشی کا خضر ہے یہی اِن کسانون کو
یہ سبز کرتے ہین کہسار کی چٹانون کو

ہوا کے زور سے ابھرا بڑھا اُڑا بادل
اُٹھی وہ اور گھٹا لو برس پڑا بادل

عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالون کا
یہین قیام ہو وادی مین پھرنیوالون کا

رُباعی

واعظ! ترے فلسفے سے ہون مین حیران
منطق ہے تری نئی نیا طرز بیان

انسان کے واسطے ہے مذہب لیکن
تو کہتا ہے مذہب کے لیے ہے انسان

اقبال

عہ ایبٹ آباد مین ایک پہاڑی کا نام ہے ۱۲

سہرے کے پھول

سہرے کے پھول کھلے ہین نئے انداز سے واہ — خندۂ زیر لبی کچھ ہے عجب ناز سے واہ
پھول ایسے نہین کھلتے ہین چمن مین نہار — رُخ نوشہ پہ جو سہرے کی شگفتہ ہے بہار
مانگتے ہین لبِ خندان یہ خموشی سے مراد — پیارے نوشاہ کا ہو خانۂ دولت آباد
سہرے کے پھول کی ہر بات نرالی دیکھی — لطف سے ایک ادا بھی نہین خالی دیکھی
گرد سے پاک ہے ہر پھول کا رُخِ روشن — چھونے پاتی ہی نہین بادِ مخالف دامن
آنکھ سے دیکھ نہین سکتی اُنھین دھوپ کبھی — پنکھڑی ایک بھی ہوتی نہین بے روپ کبھی
ہر گل یاسمن اِک پھول کا آئینہ ہے — مردمِ دیدۂ بلبل کا تحیّر جا ہے
تازگی کے رگِ ہر گل سے عیان ہین آثار — پتی پتی سے ٹپکتی ہے اُمنگون کی بہار
سارے انداز دلاویز ادائین پُرفن — ساتھ شوخی کے ہے نازکبدنی کی بھی پھبن
شوخِ عریان کو صفا نے ہے پنہایا جاما — نہین در کا یہان چادرِ شبنم کی ردا
ساتھ نازکبدنی کے ہے غضب کی خوشبو — بزم مین عطر کے ٹوٹے ہین قرابے ہر سو
اوج پر آج ہے خوشبو سے دماغِ نوشاہ — کیا لپٹ اُٹھتی ہے ہر پھول سے اللہ اللہ
تازگی پھول کی مشہور ہے اِک عالم مین — پر یہ اعجاز ہے سہرے کی لڑی کی نم مین

پھول کُھلا کے یہان اور نکھر جاتے ہین
شاخِ گل سے گُل پژمردہ بکھر جاتے ہین

مسیح

سخاوت

عجب شوکت سے دریا موجزن ہے　　یہ موجیں ہیں کہ زلفِ پرشکن ہے
مجھے معلوم ہے تیرا مچلنا　　قریب شہر وہ تیور بدلنا
تری اٹکھیلیوں پر سب ہیں قربان　　تو ہے دل خوش کن حیوان و انسان
کدھر ناز و ادا سے جا رہا ہے　　بتا تو منزلِ مقصود کیا ہے؟
بغل میں لیچلا ہے کیا چھپا کر　　گرہ میں تو نے کیا باندھی ہیں گوہر
ترے دم سے ہی قائم ہے سمندر　　تری بخشش سدا رہتی ہے اِس پر
ہے خاصیت تری دینا دلانا　　سمندر میں خزانہ جا کے لانا
مگر ڈر کیا ہے دل کھول اور دیئے جا　　عطیوں سے کہیں بڑھ کر لیے جا
کہ ہیں چشموں کو تجھ سے خاص اُلفت　　ہے اِس درگہ سے تجھ پر فیض و رحمت
نہ کیوں دل سے ہوں قربان تجھ پہ دل　　نہ دیں کیونکر تجھے سرمایہ بادل
قبائے برف میں تھے کوہ مستور　　مگر خاطر تری تھی اُن کو منظور
تری بخشش کا تھا کافی اشارا　　لباس اپنا تری خاطر اُتارا

جبھی یہ مُسکراہٹ یہ تبسّم
یہ جاتے جاتے گانا یہ ترنم

عروساں چمن پر ہے یہ جوبن　　لدا از نور سے ہے گلشن کا گلشن
زرِ گل میں بھی ہے خوبی نہاں آج　　ہوئے ہیں مات گلہائے جناں آج
گلِ لالہ ہے جامِ بزمِ گلزار　　مے شبنم کا ہے خورشید میخوار
یہ جادو چشمِ نرگس میں بھرا ہے　　کہ دل قابو سے نکلا جا رہا ہے
کسی سے آرزوئے گفتگو ہے　　کہ بیٹھی عندلیب خوش گلو ہے

ہر اک سورج مکھی سے ہے یہ کہتا — تو ہی سورج ہے چرخِ گلستان کا
کھلے ہین نافہ ہائے صحنِ گلزار — مہک سے ہے چمن ہم چشمِ تاتار
ادائین دلربا اور پیاری صورت — تری شان اللہ اللہ تیری شوکت
مشامِ جان کو کرتا ہے معطر — سکون پاتا ہی تجھ سے قلبِ مضطر
تری نکہت کی آوارہ صبا ہے — سخاوت ہی ترا اک مدعا ہے
خزانہ کم نہین ہوتا سخا سے — کہ ملتا ہے تجھے بڑھکر عطا سے
یہ بخشش ہوتی جاتی ہے پرائی — یہی ہے پر ترے حق مین بھلائی
کہ ہر دم اک نئی حالت ہی تیری — عجب نکہت عجب فرحت ہی تیری
زمین کرتی ہے پُر تیرا خزانہ — عطیون کا نہین ہے کچھ ٹھکانا
ہوا کو صدق دل سے تو دعا دے — کہ شمعِ زندگی قائم ہے اِس سے

حیاتِ تازہ پانی سے ہے پائی
بہارِ جاودان تجھ مین ہے آئی

انھین دلکش نظارونکے ہو قربان — سبق قدرت سے کچھ تو سیکھ نادان
محبت کا خزانہ تو لُٹا دے — یہ سرمایہ کسی کو مُفت دلا دے
گل بخشش کی کر تو گل فشانی — کہ ہو عمر روان مین شادمانی
سخاوت سے تو بھرلے ساغرِ دل — کہ یہ مے ہے کسی میکش کو حاصل
دیے جا ورنہ گھبرا بانٹنے سے — جو کچھ ہے کر دے اورونکے حوالے
اِسی نقصان مین مخفی فائدہ ہے — یہ دکان جہان کا قاعدہ ہے
عوض کا نام بالکل بھول جا تو — نہ رکھ مطلق خیالِ فائدہ تو
خزان ہے دُور تیرے گلستان سے — یہی بخشش بچائے گی زیان سے

دُعا مین میری گر کچھ بھی اثر ہو
ہمیشہ نخلِ بخشش بارور ہو

رام چندر بیتاب

———:———

پچھلا مہینہ

تمام عالم مین انگریز اپنے مزاج کی سنجیدگی کے لیے خاص شہرت رکھتے ہین - مگر موجودہ وزارتِ انگلستان کے زبردستی برسرحکومت رہنے نے اہل برطانیہ کے صبر و تحمل کو بھی تھکا دیا اور پارلیمنٹ کے ضبط کو بھی مات دیدی - آج کئی ماہ سے مسٹر بالفور موجودہ وزیر اعظم انگلستان ملک کو بہلا رہے ہین اور محض حکمت عملی سے اپنے منصب کو قائم رکھے ہوے ہین - ملک عرصے سے انکی طرز حکومت اور پولیٹکل پارٹی سے بیزار ہو اور متعدد موقعون پر اپنی اِس بیزاری کا ثبوت دے چکا ہے - بلکہ اِسطرف پارلیمنٹ کی ممبری کیلیے جسقدر جدید انتخابات کی ضرورت پیش آئی سب مین برابر لبرل جماعت کو فتح اور کنسرویٹو پارٹی کو شکست حاصل ہوئی -

ایسے ایسے مقامات جو مدت سے کنسرویٹو جماعت کے زیر نگین سمجھے جاتے تھے اور جہان اُنکے پولیٹکل خیالات کا اثر مستقل اور دیرپا خیال کیا جاتا تھا بلکہ جنھون نے آجتک اپنی پارٹی سے کبھی کوئی اختلاف یا انحراف نہین کیا تھا - وہان بھی آخر کار موجودہ وزیر اعظم کی پالیسی سے سرکشی اور ناراضی کے آثار ظاہر ہورہے ہین اور لوگ لبرل جماعت سے متفق اور ہم آہنگ ہوکر اُسی کے حامیون کو اپنا قائمقام مقرر کررہے ہین - وزیر اعظم کو ایسی حالت مین عام رائے کا اندازہ کرلینا ضروری ہے مگر منصب کی ہوس نے فرائض ذاتی کو بھی بھلا دیا اور مسٹر بالفور قاعدہ اور مسلمہ دستور کے خلاف ایسی حکمت عملیون سے کام لے رہے ہین جو اُنکے شایان شان نہین حتیٰ کہ آج جس بات کو تسلیم کرتے ہین کل ہی اُسکی تردید کردیتے ہین - وعدے فراموش کردیتے ہین اور کسی بات پر مستقل ہوکر قائم نہین رہتے -

ابھی کل کی بات ہو کہ اُنھون نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا اور

اُنکے ایک معزز ماتحت نے پارلیمنٹ مین اسکا اعادہ بھی کیا تھا کہ وہ مسٹر چیمبرلین کے مسئلۂ "تحفظ تجارت" کو بلا ایما، عام انتخاب پارلیمنٹ کسی سرکاری کمیٹی کے روبرو باضابطہ طور پر پیش بھی نہونے دینگے - اس سے عام طور پر یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ ملک کے قدیم اور صدہا سال کے آزمودہ تجارتی اور مالی اصول مین دو پارلیمنٹون یعنے ملک کے مکرر ایمار کے بغیر کسی قسم کا تغیر و تبدل جیسا کہ مسٹر چیمبرلین چاہتے ہین ہونے پائیگا۔ مگر حال مین آپ نے اس وعدے پر خاک ڈالکے فرمایا کہ مجھے آیندہ سال مین اس مسئلے کو نوآبادیہاے سلطنت کے انتخابی قائمقامون کے روبرو پیش کرنے مین کوئی عذر یا احتراز نہین ہی (پیشتر اس انتخابی کمیٹی مین ہندوستان کو بھی شامل کرنے کا ارادہ تھا مگر اب یہ تجویز بھی کسی مصلحت سے نظرانداز کردیگئی) وزیر اعظم کی زبان سے یہ خلاف امید اور متضاد فقرہ سُننا تھا کہ ساری لبرل پارٹی اور آزاد تجارت کے حامیون مین ایک تہلکہ پڑگیا۔ اور جلسۂ پارلیمنٹ کی برخاستگی کی کوشش شروع ہوگئی۔ لبرل پارٹی کے سرگروہ نے وزیر اعظم سے کسیقدر متانت سے اس خلاف ورزی اور وعدہ خلافی کا جواب طلب کیا۔ فریقین مین سخت سُست گفتگو بھی ہوئی یہانتک کہ ذاتیات پر بھی نوبت آگئی۔ حاضرین بضد تھے کہ مسٹر بالفور خود ان الزامات کا جواب دین اور غلط فہمیونکو دُور کرین۔ مگر وہ اسپر عمل کیے بیٹھے تھے کہ ایک خاموشی ہزار بلا کو ٹالتی ہی۔ اور بجاے اسکے کہ خود معاملہ سُلجھاتے اور کوئی تشفی بخش جواب دیتے آپ نے اپنے ایک نائب وزیر کو کھڑا کردیا جو اُمور متنازعہ فیہ کو چھوڑکر عام مسائل سلطنت پر بحث کرنے لگے۔ مگر اس نقارخانے مین اُنکی آواز کون سُنتا تھا۔ اسوقت پارلیمنٹ ایسی قدیم اور عظیم الشان مدبرانہ جماعت کے تمام ارکین جسقدر بدظن اور بددماغ برہم اور منتشر ہورہے تھے ایسے صدہا برس سے نہوے تھے۔ تمام تاریخ انگلستان مین اس قسم کی شورش۔ بے ضابطگی اور ہنگامے کی مثال اُسیوقت مین ملتی ہے جب انگلستان مین وہ زبردست انقلاب جمہوری درپیش تھا جسکے بانی آلیور کرامول ہوے ہین۔

اُسکے بعد سے اس قدیم اور عظیم الشان مجلس کے رعب و داب مین اسقدر فرق کبھی نہین آنے پایا تھا جیسا گزشتہ ماہ مین دیکھا گیا کہ ایک معزز وزیر سلطنت

گھنٹہ بھر تک برابر تقریر کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر متواتر شور و غل اور نعرہاے تفرین نے اُسکی زبان بند کردی۔ مسٹر لٹلٹن وزیر نوآبادیہاے سلطنت کو پورے پچاس منٹ تک ایک لفظ بولنا محال بلکہ ناممکن تھا۔ پارلیمنٹ کے اس غیر مہذب نظارہ اور گورنمنٹ کی توہین کے لیے ہمکو موجودہ حکام کی بے عنوانیون اور وعدہ خلافیون پر سخت افسوس ہے۔

وزرا کی بیدانشی کا اثر عالمگیر ہوتا ہے اور اِن چالون سے صریح واقعات نہین چھپ سکتے مسٹر بالفور کی یہ کارروائیان اُنکی گورنمنٹ یا برسرحکومت پارٹی کے حق مین مفید نہین ہوسکتین۔ بلکہ سچ پوچھیے تو اُنکی مخالف پارٹی کو اِن کمزوریون سے روز بروز نئی تقویت حاصل ہوتی جاتی ہے۔ اور ہر جانب سے اُسکی آخری فتح کے آثار نمایان ہورہے ہین۔ خدا کرے یہ خیال جلد پورا ہو کیونکہ ہمارے اہلِ ملک اور محبان وطن کی اُمیدین بھی اسی انصاف پسند جماعت کی کامیابی کے ساتھ وابستہ ہین۔ اگرچہ بعض حضرات کی راے ہے کہ ہمکو دونون فریق کا بھلا رہنا چاہیے ماہ گزشتہ کے ذی اثر اخبارات اس مسئلہ پر بڑے جوش کے ساتھ سرگرم بحث رہے جسکا آغاز ملک کے مشہور لیڈر سر فیروز شاہ مہتا کی اُس تقریر سے ہوا جو اُنھون نے ولایتی ڈپوٹیشن کے انتخاب کے موقعے پر کی تھی اور جسمین اُنھون نے اس ڈپوٹیشن کو لبرل پارٹی کی خاص ہمدردی حاصل کرنے کی صلاح دی تھی جسپر بعض اخبارون نے اختلاف کیا اور یہ راے دی کہ ہمکو دونون کی نگاہِ کرم کا امیدوار رہنا چاہیے۔

یہ راے جیسی دیکھنے مین بھلی معلوم ہوتی ہے ویسی قابل عمل نہین۔ کیونکہ کنسرویٹو جماعت نے بحیثیت پارٹی ابتک کسی ہندوستانی فریاد کو کان دھر کے سُننا بھی گوارا نہین کیا۔ گزشتہ ڈپوٹیشن کے ممبر مسٹر نارٹن۔ مسٹر منموہن گھوش۔ اور بابو سریندر ناتھ بنرجی وغیرہ خود شاکی ہین کہ سب سے الگ تھلگ رہنے پر بھی بہ نسبت لبرل پارٹی کے کنسرویٹو انجمنون سے اُنھین بہت کم مدد ملی جو نہ ملنے کے برابر ہے۔ اِس حالت مین کنسرویٹو جماعت سے زیادہ امید رکھنا فضول ہے یہ ضرور ہے کہ ہمکو جن باتون کی ضرورت ہو اُنھین دونون کے ہاتھوں سے قبول

کرنے مین عذر نہونا چاہیے۔ مگر جب وہ بھی تو ہماری عرضداشت کی منظوری مدکنار ہمارے مدعا ے دل ہی کو توجہ کے ساتھ سُننے پر رضامند ہون ۔ پچھلے موقعون پر کسی کنسرویٹو نے وکلاء ملک کی کہانی نہین سُنی۔ اُنھین اُن معاملات سے نسبتین کچھ تغیر و تبدل کی ضرورت ہو اصولاً کنارہ کیا ہے۔ ہندوستان کی ملکی ضروریات اصلاح و ترقی یعنے ایک نمایان تبدیلی کی محتاج ہین اور اگر اِنھین کامیابی ہوسکتی ہے تو صرف لبرل پارٹی کی اعانت و ہمدردی سے جو اصلاح و ترقی کی زبردست حامی ہے خوش قسمتی سے لبرل اخبارات بھی ہندوستانی معاملات سے ہمدردی رکھتے ہین۔ نیز موجودہ طرز حکومت انگلستان مین کسی پولٹیکل تحریک کی کامیابی بھی جب تک کہ وہ کسی ایک پارٹی کی سرپرستی مین نہو مشکل نظر آتی ہے۔

ماہ گزشتہ مین کابل مشن کی واپسی اور جدید عہدنامے کی اشاعت بھی قابل الذکر ہے۔ گو اِس عہدنامے سے امیر عبدالرحمن صاحب مرحوم کے عہدنامے کی تجدید کے سوا اور کوئی نئی بات نہین حاصل ہوئی۔ البتہ امیر صاحب حال کو خود مختار بادشاہ کابل کا معزز اور دلخوش کن خطاب ضرور حاصل ہوا جسکا معلوم نہین آئندہ واقعات سلطنت پر کیا اثر پڑیگا۔ صاحب وزیر ہند نے پارلیمنٹ مین فرمایا ہے کہ اِس خطاب کے تسلیم کرنے سے گورنمنٹ ہند کے تعلقات افغانستان مین کوئی فرق نہین آیا ہے۔ انگریزی اخبارات اسے گورنمنٹ برطانیہ کی نیک نیتی اور حوصلہ افزائی پر محمول کرتے ہین۔ بہرکیف اگر اِس سے امیر و رعایاء کابل پر کوئی عمدہ اثر پڑے تاہم غنیمت ہے۔ اکثر اہل الراء اِس نتیجے کو مشن کی ناکامی کی دلیل سمجھتے ہین اور یہی مباحثۂ پارلیمنٹ سے بھی مترشح ہوتا ہے۔ حالانکہ سرکاری طور پر اِس کارروائی پر پورا اطمینان ظاہر کیا گیا ہے اور مرنجان و مرنج پالیسی کے لیے یہ طریقہ بہت کچھ مفید ہے۔

آخر ماہ مئی مین برہمو سماج کے نامور لیڈر مسٹر پرتاپ چندر مظمدار کی وفات سے اِس موحد فرقے کا آخری سرپرست بھی اُٹھ گیا۔ مسٹر مرحوم مشہور مصلح ملک و ملت کیشب چندر سین کے ہمعصر اور جانشین تھے۔ مہرشی دیویندر ناتھ کے بعد

آپ ہی کی ذات بابرکات کے ساتھ اِس جماعت کی تقویت اور اُمیدین قائم تھین۔ راجہ رام موہن رائے کے بعد کیشب چندر سین۔ مہرشی دیوندر ناتھ اور مسٹر پرتاب چندر ہی نے برہمو سماج کی حالت کو سنبھالا تھا اور مدت تک اسکے روحِ روان رہے۔ افسوس کہ اب نوجوانان ملک مین کوئی اُنکا جانشین نہین نظر آتا۔

اس افسوسناک وفات کے علاوہ پچھلے مہینے مین اِس صوبے کے ایک اور نامور اور مقتدر رئیس کا انتقال ہوا۔ راجہ جیکشن داس صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ کے نام نامی سے اکثر لوگ واقف ہونگے۔ ہرچند کہ آپ ملکی معاملات مین زیادہ حصہ نہین لیتے تھے تاہم مذہبی اور تمدنی اصلاح کے آپ ایک سرگرم اور پُرجوش حامی تھے۔ سوامی دیانند سرستی اور اُنکے مشن کو آپکی ذات سے بہت بڑی تقویت پہونچی تھی۔ ستیارتھ پرکاش کی تصنیف و اشاعت مین آپ کی خاص مدد تھی۔ بااینہمہ بے تعصبی مین راجہ صاحب مرحوم آپ ہی اپنی نظیر تھے۔ علی گڈھ کالج کو آپ کی ذات سے جسقدر مدد پہونچی شاید کسی مسلمان بزرگ سے بھی اُسیقدر پہونچی ہوگی۔ سرسید مرحوم آپکے قلبی دوست تھے اور دونون ایک دوسرے کو بھائی بھائی کہتے تھے۔ افسوس اب اِس دلی اتحاد اور ارتباط کی نظیرین روز بروز کم ہوتی جاتی ہین جنکی اِسوقت سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اُردو علم ادب کا نیا اور قابل قدر ذخیرہ

(جناب خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب دہلوی کی تازہ تصانیف)

سوانح عمری ملکہ وکٹوریہ قیصرہ ہند و پرنس البرٹ مرحوم و مغفور۔ نہایت جامع ضخیم۔ دلچسپ اور تاریخی فوائد سے مملو کتاب ہے۔ اُردو مین ملکہ معظمہ مرحومہ کی ایسی مفصل جامع اور بسیط سوانح عمری آجتک نہین شائع ہوئی۔ قیمت باعتبار حجم وغیرہ۔ ۱۲؎ بالکل کم ہے۔

تاریخ عہد وکٹوریہ (چار ضخیم جلدون مین) جناب ملکہ معظمہ کے عہد حکومت کے مکمل واقعات اس توضیح اور تشریح کے ساتھ آج تک اُردو مین کبھی نہین لکھے گئے۔ یہ سلسلہ بھی بیحد دلچسپ ہے اور چار جلدون مین ختم ہوا ہے۔ قیمت چار جلد مکمل۔ للعہ؎

آئین قیصری ۔ یعنی ملکہ وکٹوریہ کی عہد سلطنت مین ہندوستان کے انتظام اور ترقی کی تاریخ۔ اسکی قیمت بھی باعتبار ضخامت بہت کم ہے یعنی عہ؎

دیگر کتب

جذبات نادر ۔ حضرت نادر کاکوروی کے لطیف اور پاکیزہ خیالات کے نمونے نظم اور نثر دونون مین۔ قیمت صرف ۴؍ فی جلد۔

معشوقہ فرنگ ۔ شکسپیر کے مشہور ڈراما ہملٹ کا سلیس اور دلچسپ ترجمہ۔ مترجمہ بابو جوالا پرشاد صاحب برق بی اے۔ سب جج اودھ۔ قیمت فی جلد ۴؍

ترانۂ شوق ۔ منشی احمد علی صاحب شوق سابق اڈیٹر اخبار آزاد کی پاکیزہ مثنوی۔ اُردو زبان کی ترقیونکا ایک بیش بہا نمونہ۔ قیمت صرف ۸؍ فیجلد۔

دیوان حفیظ ۔ عاشقانہ جذبات کا ایک قابل قدر نمونہ۔ جدید خیالات کی سادگی اور سلاست کا ایک قابل دید مجموعہ۔ قیمت صرف ۸؍ فیجلد۔

خدنگ نظر ۔ اس مقبول عام رسالے کی بعض جلدین جو ذیل مین اپنی خوبی مضامین کے لحاظ قابل دید ہین۔ لکھائی چھپائی نہایت صاف ہے۔ ہر جلد کی قیمت نہایت ارزان رکھی گئی ہے۔

جلد سنہ ۱۹۰۰ء۔ مع نظم و نثر ضخامت ۱۵ اجز قیمت صرف ۱۲؍ فی جلد۔

جلد سنہ ۱۹۰۱ء۔ صرف حصۂ نثر مع بعض نظمہائے نیچرل و خیالات جدید۔ قیمت فیجلد ۸؍...

جلد سنہ ۱۹۰۲ء۔ " " ضخامت ۱۲ اجز قیمت فیجلد ۸؍..

جلد سنہ ۱۹۰۳ء۔ صرف حصۂ نثر۔ ضخامت ۹ جز قیمت فیجلد ۶؍

جلد سنہ ۱۹۰۴ء۔ (۶ نمبر) مع مضامین نظم و نثر۔ ضخامت ۱۲ جز قیمت فیجلد ۱؍

گلزار نسیم

انتخاب دیوان نسیم

نہایت صحیح اور مستند ایڈیشن سب سے پرانے نسخے کا طبع جدید۔ لکھائی صاف اور خوشخط چھپائی عمدہ اور نفیس غرض سب طرح سے قابل دید قیمت صرف ۱۲؍ علاوہ محصول۔

نوٹ۔ اس نسخے مین ایک محققانہ دیباچہ بھی شامل ہی جسمین نسیم کے حالات زندگی اور انکی شاعری پر جامع مفصل اور منصفانہ بحث کیگئی ہو اور جو پنڈت برج نراین صاحب چکبست لکھنوی بی۔ اے کے زور قلم کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ تمام شائقین سخن کو ایک ایک جلد اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔

سوانح عمری

پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر

یعنے

مشہور و معروف محب انسان اور خیرخواہ ملک مصلح قوم اور ریفارمر ہند کے مفید اور پرسبق زندگی کی دلچسپ اور مفصل داستان۔

جسکو

پنڈت مادھو رام صاحب بی۔ اے پلیڈر انبالہ

نے

ایسی آسان اور سلیس عبارت اور مقبول طرز مین لکھا ہے کہ بچے بھی پڑھ سکین۔ بچون سے لیکر بوڑھون تک ہر ایک کے پڑھنے اور غور کرنیکے قابل کتاب ہے۔ قیمت ۔ ۶؍ مجلد

ہاف ٹون

عکسی تصاویر

یعنے

مشاہیر ملک کی عمدہ اور نفیس تصاویر کا وہ نادر اور قابل دید سلسلہ جو زمانہ کے ساتھ شائع ہوکر ملک بھر مین مقبول ہوچکا ہے۔ یہ تصاویر ہر روشن خیال جنٹلمین کے کمرے کی زینت ہونا چاہیئین۔ صرف چند باقی ہین۔ شائقین جلد طلب کرین۔

تصویر سرسید مرحوم ۲؍ تصویر پنڈت رتن ناتھ سرشار مصنف فسانۂ آزاد ۲؍ شاہان روس جاپان ۲؍ پنڈت ودیا ساگر ۲؍ مسٹر تاتا ۲؍ سوامی دیانند سرسوتی ۲؍ لارڈ کرزن ۲؍ سرہنری کاٹن ۲؍ مسٹر [illegible] ۲؍ گوپال کرشن گوکھلے ۲؍ [illegible] مہاراجہ بردوان ۲؍

زمانہ کی ششماہی جلدین

جنکے

علمی ادبی تنقیدی تاریخی۔ تمدنی اور ملکی قیمتی اور دلچسپ مضامین نظم و نثر جو ملک کے کی مسلمہ قابلیت اور شہرت پانے والے حضرات کے لکھے ہوئے ہونیکی وجہ سے ہر علم دوست کے مطالعہ کے مستحق ہین۔

جلد اول مین جسکی ضخامت ۴۸۰ صفحات ہے۔ سرسید مرحوم مسٹر تاتا۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کی عکسی تصاویر شامل ہین۔ قیمت عہ محصول ۳؍

جلد دوم مین۔ شاہان روس و جاپان۔ پنڈت ودیا ساگر سوامی دیانند سرسوتی۔ سر ہنری کاٹن اور لارڈ کرزن کی عکسی تصویرین شامل ہین مضامین کی ضخامت ۴۴۰ صفحات ہے قیمت عہ محصولڈاک ۳؍

ان نادر اور قیمتی جلدونکی مختصر چند کاپیان باقی ہین شائقین جلد طلب فرمائین۔ نہین تو پھر ان کا ملنا دشوار ہوگا۔

تمام درخواستین منیجر زمانہ۔ کانپور کے نام آنا چاہیئین

مصدقہ جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر لودیانہ حال کمشنر راولپنڈی

تریاق طاعون

ہم نے عرصہ دراز کی جانفشانی کے بعد تریاق طاعون ایجاد کیا ہو جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوا ہے بطور حفظ ماتقدم اگر استعمال کیا جائے تو مرض طاعون کے حملہ سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ اگر مبتلا ئے مرض اس کا استعمال کرے تو فوراً بخار رفع ہو جاتا ہے۔ گلٹیاں گم ہو جاتی ہیں۔ دل میں طاقت۔ طبیعت میں بشاشت آجاتی ہے۔ اس دوائی کے استعمال سے نہ قے آتی ہے نہ اسہال ہوتے ہیں۔ پسینہ جو مرض طاعون کے لیے بڑی نیک نشانی ہے۔ آجاتا ہے۔ اور مریض بفضل خدا صحت یاب ہو جاتا ہے۔ ہر ایک گھر میں چند شیشیاں تریاق طاعون کی موجود رہنی چاہئیں۔ تجربہ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ تریاق طاعون تحصیل قصور ضلع لاہور میں شروع مرض میں اٹھانوے آدمیوں نے استعمال کیا جن میں سے ۹۰ صحت یاب ہوئے اور صرف آٹھ آدمی فوت ہوئے۔

قیمت فی شیشی ۲؍ چھ شیشی ۱۰؍ بارہ شیشی نور۱۸ (لعہ) محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

نقل چٹھی نمبری ۴۵ از جناب جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لدہانہ (حال کمشنر راولپنڈی) مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۶ء

جناب من بجواب آپ کی چٹھی مورخہ ۱۳۔ ماہ گذشتہ دربارہ تریاق طاعون۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ جن میونسپل کمشنران کو یہ دوائی بھیجی گئی تھی انھوں نے اسکی نسبت عمدہ رپورٹ کی ہے۔ اور چونکہ اُنکے بیان کے مطابق شہر لدہانہ میں اسکی مانگ بہت ہو۔ اس لیے بہت اچھا ہوگا کہ انھیں ممبروں کے پاس مفت تقسیم کرنے یا فروخت کے لیے کچھ اور دوائی بھیجدیں ۔

دستخط

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

[illegible]

[illegible]

المشتہر۔ حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور

پلیگ کہو یا طاعون

بغیر اعلان و اشتہار کے کسی چیز کی خوبی سے عام لوگونکو اطلاع نہین ہوسکتی لہذا اس مضمون کو اشتہار کے پیرائے مین لانا ضروری سمجھا گیا۔

یون تو صدہا ڈاکٹرون اور حکیمون نے طاعون کے علامات اور علاج لکھے ہین لیکن اُنکے پڑھنے سے معمولی آدمی اچھی طرح نہین سمجھ سکتا کہ طاعون کیا چیز ہی اور اُسکا علاج کیا ہی۔ لہذا ہم چند وجوہ اس بیماری کے ایسے بیان کرتے ہین جو ہر شخص کی سمجھ مین آجائین اور اُنپر عمل کرنے سے اس بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مناسب ہی کہ یہ مضمون ہمیشہ پیش نظر رکھا جاے

اگرچہ طاعون سے محفوظ رہنے کی سب سے بڑی تدبیر تبدیل مقام یا نقل مکان ہی تاہم علاج کی ضرورت بھی مسلم ہی۔ طاعون کو ایک قسم کا وبائی بخار سمجھنا چاہیے جسمین جوڑ کے مقامات مین گلٹی نکل آتی ہے۔ گلٹی کا نکلنا اس مرض کے لیے ضروری ہی لیکن صدہا مریض ایسے بھی دیکھے گئے جنکے نہ گلٹی نکلی نہ درد ہوا۔ محض بخار ہی بخار مین مبتلا ہو کر موت کا شکار ہو گئے۔ پس نہ گلٹی کے آرام ہو جانے سے کوئی بچ سکتا ہے نہ موجود رہنے سے مر سکتا ہی موت کے اسباب صرف بخار ہی سے پیدا ہوتے ہین۔ اگر گلٹی پر قضا کا دارمدار ہوتا تو گلٹی کاٹ کے پھینکدینا آسان طریقہ تھا۔ مگر نہین!

جس موسم مین اس بیماری سے خواہ محض بخار سے زیادہ موتین ہونے لگین اسوقت اتنی باتون پر نظر رکھنا چاہیے (۱) سر مین درد خفیف حرارت۔ اعضا شکنی۔ متلی ہونا۔ رفتہ رفتہ بخار کا بڑھنا۔ پیاس کی شدت۔ زبان مین خشکی۔ گھبراہٹ۔ اُلجھن۔ بے چینی۔ بھوک نہ لگنا۔ جوڑ کے مقامات مین درد یا گلٹی کا نمود ہونا۔ آخر مین سرسام اور بیہوشی (۲) دفعتہ یکلخت سردی کے ساتھ بخار کا تیزی سے چڑھ آنا۔ پیاس اور الجھن۔ غفلت و بیہوشی۔ آدھے جسم تک پسینے کا آنا یا محض گلے تک۔ کمزوری از حد۔ آواز مین ضعف جسم مین درد۔ کبھی بخار کا اُترنا کبھی چڑھنا۔ جسم کا ٹھنڈا ہو جانا (۳) خفیف حرارت سر بھاری۔ مختلف رنگ کے دست آنا۔ ہاتھ پاؤن سرد۔ آواز باریک۔ زبان مین

لکنت۔ غفلت و بیہوشی۔ نہ کہیں و سدہ نہ گلٹی ان علامتوں سے بھی طاعونی مقامات میں زیادہ موتیں ہوتی ہیں اسلیے جہاں کہیں ان علامات سے دوچار موتیں واقع ہوں اُسی وقت سے احتیاط لازم ہے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہندوستانی گھروں میں ایک پیسے کا چورن بھی احتیاطاً نہیں رہتا اس حالت میں حفظ صحت کا مقابلہ دوسری قوموں سے کیونکر ہوسکتا ہے۔ تاہم اگر ہماری دوا کو جو کئی سال سے برابر تجربے میں آرہی ہے ہر وقت اپنی جیب میں رکھو اور بیماری کے ایام میں صبح و شام ایک ایک گولی مطابق پرچۂ ترکیب استعمال کیا کرو تو بے کھٹکے طاعونی مقامات میں پھر سکتے ہو۔ جو شخص اتفاق سے اس مرض میں مبتلا ہو جائے اُسکا علاج ہماری ہی دوا سے کرتے رہو اور شان خدائی اور دوا کا اثر دیکھو! ایسی دوا کو بلا ضرورت بھی منگا کر اپنے گھر میں موجود رکھو جو طاعون کیلیے تیر بہدف ہو اور اُس سے محفوظ رکھتی ہے چار درجن گولی کی قیمت عہ ہے اس سے کم نہیں ملسکتی۔ باہر والوں سے محصولڈاک وغیرہ علاوہ قیمت کے لیا جائیگا۔

مدن آسٹنڈ آیل

یہ روغن جسکی شہرت کئی سال پیشتر ہو چکی ہے ہندوستانی ادویہ سے مرکب ہے اور بجز فائدہ کے نقصان کسی حالت میں نہیں کرتا۔ مقوی۔ ہاضم۔ دافع قبض۔ حرارت اور کھانسی کو مفید۔ دل و دماغ کی کمزوری کو رفع کرنے والا۔ جوانی کی طاقت کو بڑھاتا چہرے پر چمک اور جسم میں طاقت و توانائی لاتا ہے۔ خصوصاً۔ دل جگر اور مثانہ کی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ اعلےٰ درجہ کا ٹانک ہے۔ ہر موسم میں یکساں فائدہ کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی (ایک اونس والی) دو روپیہ۔ جو ایک ماہ کیلیے کافی ہے اور ہمارا بنایا ہوا خضاب بھی عرق کی شکل میں ہے۔ قیمت فی شیشی عہ

المشتہر

ڈاکٹر ماتا پرشاد ہالسی روڈ کانپور

پانچ ہزار روپیہ انعام — پانچ ہزار روپیہ انعام

ممیری کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہو کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہی ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پروال غبار سبل سرخی پھولا ابتدائی موتیا ناخنہ پانی بہنا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور دواؤن کے آنکھ کے مریضون پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہو اور عینک کے استعمال کرنیکی حاجت نہین رہتی بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہو قیمت اسلیے کم رکھی ہو کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکین قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلیے کافی ہو مبلغ عہ دو روپیہ ممیری کا سرمہ سفید اعلی قسم فی تولہ مبلغ للعہ تین روپیہ ہے خالص ممیرہ فی ماشہ عہ للعہ بیس روپیہ مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہوسکتی ہی

مین نے ممیری کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہی اُن مریضون پر جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے دیکھا مفید پایا میری رائے مین خاصکر اُن مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہو اور دھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہو۔ راقم ڈاکٹر برجلعل گھوس ایم اے ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

(۲) مین اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ مین نے ممیری کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہی اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضون پر استعمال کیا میری رائے مین بینائی قائم رکھنے اور آنکھونکی بیماریون سے بچنے کے لیے ممیری کا سرمہ کا استعمال بہت مفید ہی۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

[illegible] پانچ ہزار روپیہ انعام

آؤ ہم تبلائیں کہ پچیس ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوتے ہیں

خمیرہ کرامانی — مقوی بصر حافظہ بینائی دافع نزول الماء دھند غبار آب آنی وغیرہ قیمت فی تولہ ۸ر

حب ذیابیطس — پیشاب کا بار بار آنا۔ اور شکر کی کثرت سے تندرستی نصیب ہو۔ فی تولہ عہ

حب دائمی قبض — ایک گولی سے دائمی قبض دور اور تمام عوارض درد سر یرقان وغیرہ کافور ۲ درجن عہ

جوہر عشبہ — صفائی خون کے لیے بے مثل۔ گندہ خون کو زہر سے صاف کرتا ہے۔ دافع پھوڑا پھنسی ناسور بھگندر خارش شیشی کلاں ۲ شیشی خورد عہ

نور علی نور — چند منٹ میں بال دور۔ ۲ تولہ ایک روپیہ عہ

حب دافع وجع مفاصل — درد اعضا جوڑوں کا درد دور ہو۔ ۲ ہفتے کے لیے شرطیہ ۸ر

حب دافع طحال — تلی یا لف کو دفعیہ کے لیے شرطیہ ۲ ہفتے کے لیے دو روپیہ ۸ر

ہیر آئیل — دلربا خوشبو کے علاوہ بال بے وقت سفید نہیں ہونے دیتا۔ نزلہ زکام کو دور کرتا ہے ضعف دماغ کو مفید۔ فی شیشی سے

زود کن — اسکے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہیں قیمت فی شیشی .... سے

دوائی خارش — ان کی خارش اور بدن کے دانے دو دن میں خشک ہو جاتے ہیں دو تولہ ۸ر

تریاق السعال — اخراج بلغم۔ درد سینہ۔ سرفہ کہنہ اور خراش گلو۔ نزلہ کا چھاتی پر گرنا اسکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے اور ہر موسم میں کار آمد ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ ۸ر

حب قائم مقام افیون — چانڈو افیون کی تکلیف اس سے چھوٹ جاتے ہیں ایک تولہ عہ

روغن اعجاز — برسوں زخم بھر جاتا ہے۔ بھگندر اور ناسور کے لیے اکسیر اور عجیب الاثر ۲ تولہ ۸ر

دوائی درد کان — دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے ایک شیشی دو سو مریض کو کافی ہوتی ہے .... عہ

چورن مقوی معدہ — خوش مزہ بھوک لگاتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے ۴ تولہ ایک روپیہ ہے .. عہ

سنون مستحکم دندان — ہلتے دانت مضبوط اور میل دور کرتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ .... عہ

ید اللہ دافع بخار — دو رتی بھر سے بخار اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے۔ قیمت ۲ درجن .... عہ

دمہ یا ضیق النفس — سانس رکنا۔ اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے ... ۸ر

رعنا — چہرے کے ہر داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں، ۲ تولہ ۸ر

سفوف درد گردہ — درد گردہ اور ریگ مثانہ بلا تکلف خارج ہو جاتی ہے۔ ۲ تولہ ۸ر

اکسیر شفا — طاعون کا مجرب بطور علاج حفظ ماتقدم تمام مرض کے لیے حملے سے محفوظ رہتا ہے۔ غربا کو مفت فی شیشی ... عہ

حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء ایڈیٹر رسالہ ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ

سری گھوبر باس تیل

یہ تیل بہت ہی خوشبودار ہی دل و دماغ کو تر کر دیتا ہی۔ تمام تعلقہ داران اودھ نے اسکو پسند فرمایا ہی یہ بالون کو سیاہ رکھتا ہی اور انکی جڑون کو مضبوط کرتا ہی سر کو ٹھنڈا رکھتا اور بصارت کو قوت بخش ہی۔ قیمت فی بوتل (عہ ر)

۲- تامبول بہار

ہمارا تامبول بہار سب سے بڑھکر ہی سبھا نغ خوشبودار خریدار ذائقہ قیمت فی ڈبی ہم ایک جن کی خیر معقول سارٹیفکٹ پنڈت گنگا سہائے شاستری پرائیوٹ سکرٹری آنریبل مہاراج سری اجودھیا نرائن سنگھ بہادر کے سی ایس آئی۔ فرماتے ہین کہ ہمنے آپکا سری رگھوبر باس تیل اور تامبول بہار استعمال کیا حقیقت مین تیل نے کو بصارت کو قوت دیتا ہی اور سر کو ٹھنڈا رکھتا ہی آپکا تامبول بہار حقیقت مین ایک نعمت ہے۔ ۱۲ جنوری ۱۹۰۵ء

مہا سگنگوڈی

آنکھون کے تمام امراض کی مشہور اور مجرب دوا ایک گولی ایک مثل کو کافی ہوگی۔ قیمت فی گولی عہ ر

ہر قسم کی دوا ملنے کا پتہ ڈاکٹر رام لال شرن کھتری پچھم ہٹ ضلع شہر اجودھیا جی

صحیفۂ زرین

اس کتاب مین دو ہزار سے زیادہ سوانح عمریان اور تقریبًا پانسو تصویرین ہین یہ کتاب ملکہ معظمہ قیصر ہند کی تاجپوشی کی یادگار مین چھاپی گئی ہی۔ اسمین ہندوستان کے تمام والیان ملک اور خطاب یافتہ اور مشہور بزرگوارون کی سوانح عمریان اور تصویرین درج کی گئی ہین۔

قیمت یادگاری ایڈیشن دو جلد مین عشہ ر

قیمت پاپولر ایڈیشن ایک جلد مین عہ ر

اس کتاب کی تعریف مین ہزارہا خطوط آئے ہین انمین صرف ہز اکسلنسی لارڈ کرزن ویسرائے گورنر جنرل کی چٹھی پر اکتفا کی جاتی ہی۔

ترجمہ چٹھی پرائیوٹ سکرٹری حضور ویسرائے بنام منشی پراگ نرائن بھارگو مالک مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

صاحب من

حضور ویسرائے آپکی تصنیف لطیف کی خوبصورت جلد کو جو آپنے دربار دہلی کی یادگار مین تیار کی ہین نہایت خوشی سے قبول فرماتے ہین۔ ہز اکسلنسی کا خیال ہی کہ آپنے یہ ایک ملکی کام کیا ہی جس سے دربار کی اصلی نوعیت اور عظمت ان بہت ناظرین کے نقش دل ہو جائیگی جو اسکا اصل نہ دیکھ سکے

(دستخط) جان ام ملر پرائیوٹ سکرٹری حضور ویسرائے

المشتہر

منیجر اودھ اخبار لکھنؤ

سٹینڈرڈ امریکن لیور واچ



ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس گھڑی کو ہم آٹھ روپیہ
مین فروخت کر چکے ہین اس سال ہمنے اپنے خاص
آڈر سے یہ گھڑیان منگائی ہین یہی وجہ ہے کہ اسقدر
ارزان آپکو دیتے ہین خوبصورتی اور مضبوطی کے علاوہ
چوبیس گھنٹہ کی چابی ہے ٹایم اوپر سے ملایا جاتا ہے
قیمت مع محصول ڈاک صرف چار روپیہ چودہ آنہ

ہزارون شہادتون سے چند کا خلاصہ

ممتاز علی صاحب الہ حیدرآباد دکن سے تحریر فرماتے
ہین کہ عرصہ ہوا کہ آپ کے یہان سے ایک امریکن واچ
منگائی تھی جو اسوقت تک ٹھیک وقت دیتی رہی لہذا بیہ
گذارش ہے کہ ایک ہی گھڑی ہمارے دوست صاحب علی
شاہ صاحب کو بذریعہ وی۔پی پارسل روانہ کرین۔

نظام الدین صاحب محرر ضلع بلیا سے تحریر فرماتے
ہین کہ مرسلہ امریکن واچ پہونچی مجکو نہایت خوشی حاصل
ہوئی جو دیکھتا ہے تعریف کرتا ہے واقعی گھڑی نہایت عمدہ ہے
لہذا ایک گھڑی اور بذریعہ وی۔پی پارسل روانہ کرین۔

ناتھو رام صاحب سری نگر سے تحریر فرماتے ہین کہ قبل اسکے
جو آپکے یہان سے امریکن واچ منگائی تھی اب تک ٹھیک کام دیتی
ہے مہربانی کرکے ایک عدد اور بذریعہ وی۔پی روانہ کرین۔

ملنے کا پتہ۔ سی۔ ایس۔ آر۔ بی بخشی اینڈ کو
کوٹھی نمبر ۱۴ ہالیڈے اسٹریٹ شہر کلکتہ

انیسو روپیہ نقد انعام پالیا
اور کتاب چھپکر طیار ہے

نقارۂ وحدانیت

کدھر خیال ہے ادھر توجہ کیجیے اور صرف دو تین باتین
سن لیجیے۔ اے خدا کے ماننے والو اور اے خدا کو حاضر
ناظر سمجھنے والو اور اے خدا کے وجود بزرگ کے قائل
دوستو سنو یہ کتاب یعنی نقارۂ خدا کسی کٹھ ملا یا متعصب
نے نہین لکھی ہے بلکہ موجودہ وقت کے نہایت عاقل اور
سمجھدار ہندو اور مسلمانون کی کوشش تام نے عقل اور
فلسفہ سے ثابت کیا ہے کہ خدا ہے اور ضرور ہے اس کتاب
مین مذہبی بحث کو ذرا بھی دخل نہین ہے۔ ایک نہین
بہت سے ہندو اور بہت سے اہل اسلام کے مضمون سے
یہ کتاب پر ہے۔ سب ہندو مسلمانون کے مضامین ایک
کمیٹی مین پڑھے گئے اور جن صاحب کا مضمون سب سے
بالا تھا انکو ایکسو روپیہ ہمنے اوڈیٹر پیسہ اخبار کی معرفت
انعام دیا۔ اس قابل قدر کتاب کا اہل اخبار بڑے
زور شور سے ریویو کر رہے ہین۔ دوستو تو اور جلد لو
اس کتاب کو ورنہ فروخت ہو جائیگی۔ مین سچ کہتا ہون
پھر آپکو افسوس ہوگا۔ قیمت صرف ایکروپیہ۔

تاریخ ریاستہائے ہند۔ آپ اس کتاب کو
ضرور دیکھیں اسمین ہندوستان کی ریاستون کے دربار اور
نوابون کی سچی تصویرین دیگر اون کی ریاست کی انتظامی
حالت معہ رقبے وغیرہ کا خلاصہ حال لکھا ہے یہ کتاب خاص
توجہ اور انتظام سے طیار ہوئی ہے قیمت ایکروپیہ

شاہی کارڈ یہ بڑے سائز کے کارڈ ہمنے چھپوائے ہین جنکی طرف
اپنے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم بالقابہ و جناب قیصر ہند الگزنڈرا و دیگر
بہادر لارڈ کرزن اور لیڈی کرزن پرنس آف ویلز اور انکی
پیاری بی بی اور اکبر شاہ اور رنجیت سنگھ وغیرہ کی
...سچی تصویرین ہین ... ایکسو کم روانہ نہو گا

[illegible]

زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید جلد چہارم

جنوری لغایت جون سنہ ۱۹۰۵ء

مرتبہ

دیا نرائن نگم بی اے

محمد رحمت اللہ صاحب رعد کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قواعد وضوابط

(۱) زمانہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخون مین شائع ہوتا ہے - عمدہ لکھائی، چھپائی، اور کاغذ کے ساتھ ملک کے نامور اہل قلم - اُردو کے مسلم الثبوت اساتذہ اور ملکی رہنماؤن کے عالمانہ مضامین و مشاہیر زمانہ کی عکسی تصاویر اسکی خصوصیات مین ہین -

(۲) حجم رسالہ ۶۴ صفحات ماہوار علاوہ ٹائیٹل پیج اور تصویر قیمت سالانہ سے؀ مع محصول ڈاک بقید پیشگی نمونہ کا پرچہ ۴؍ وصول ہونے پر یا باجازت ویلیوپی ایبل بھیجا جاتا ہے -

(۳) باعتبار حجم سال مین اسکی دو جلدین ششماہی ترتیب دیجاتی ہین - پہلی جنوری سے جون تک اور دوسری جولائی سے دسمبر تک - لہذا خریداری صرف جنوری یا جولائی سے شروع ہوسکتی ہے -

(۴) تمام خط و کتابت اور ترسیلِ زر بنام "منشی نوبت رائے صاحب نظر مہتمم زمانہ" کانپور ہونا چاہیے -

المشـــہر

مینیجر زمانہ نیا چوک کانپور

فہرست مضامین رسالۂ زمانہ سلسلۂ جدید جلد ۴

(جنوری لغایت جون ۱۹۰۵ء)

تصاویر جسٹس راناڈے۔ نواب مرزا داغ۔ اراکین علیگڈھ کالج۔ ہزہائینس گیکوار بروده۔ مسٹر دادا بھائی نوروجی۔ سوامی رام تیرتھ۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

سلسلۂ جدید	جولائی ۱۹۰۵ء	جلد ۵ نمبر ۱

فہرست مضامین

محمد رحمت اللہ صاحب رعد کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت پیشگی [illegible] مع محصول

جولائی ۱۹۰۵ء

"زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز"

زمانہ

سلسلہ جدید جلد ۵ نمبر ۱

وفات اکبر شاہ

اکبر جیسے الوالعزم بادشاہ کی موت تاریخ عالم مین نہین تو تاریخ ہندوستان مین تو ضرور ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ معاصرین کا حافظہ اسکو بھی صحیح طور پر محفوظ نہ رکھ سکا اور ایسے ایسے اختلافات پیدا ہو گئے ہین جو کچھ سمجھ مین نہین آتے۔ اگر اسکے وجوہ فطرت انسانی کی بوقلمونی پر نظر رکھکر تلاش کیے جائین تو معلوم ہوگا کہ گو مبداء فیاض سے آنکھین ہر شخص کو ملی ہین مگر سب کو یکسان نظر نہین آتا اور نیز ہر چیز کی جانچ پڑتال اور تہ کو پہونچنے کے لیے ایک خاص نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکبر کے وقت کے سب سے معتبر مورخ تین ہین (۱) ابوالفضل (۲) ملا عبدالقادر بدایونی اور (۳) نظام الدین احمد بخشی۔ اکبرنامہ جو ابوالفضل کے زور قلم اور قوت دماغ کی یادگار ہے اگرچہ مشاہیر پرستی کی بدولت جو خاندان شیخ مبارک کے عروج کا راز ہے اکبر کے عہد کے ہر کارنامے مین ایک غیر فانی روشنی کی جھلک دکھاتا ہے اور گو قدم قدم پر مسلسلے انفاظ کی خوش آیند گھٹائین مطلع معنی کو تاریک کرتی ہوئی نظر آتی ہین مگر صداقت کی بجلی ہم ہم چمک کر رہنمائی کرتی اور مورخ کے قلم کو جادہ مستقیم سے

ہٹنے نہین دیتی۔ ملا بدایونی کی نظر کو اگرچہ دینداری کی کساد بازاری نے اسقدر دھندلا کر دیا ہی کہ وہ ہر چیز کو تعصب کی عینک لگا کر دیکھتا ہے لیکن پھر بھی وہ نقاش کا قلم اور مصوّر کی نظر اپنے ساتھ لایا تھا اور جو چیز ایک دفعہ اُسکے سامنے سے گزر جاتی ہے اُسکی سچی تصویر وہ چند الفاظ مین کھینچ دیتا ہے۔ اگرچہ وہ زمانے کی ناقدری سے ہمیشہ نالان رہتا ہے اور معاصرین کی آزاد خیالی کی وجہ سے تعصب ہر چیز مین اسکو ایک نیا پہلو دکھاتا ہے لیکن وہ کسی حال مین بھی واقعہ نگاری مین کوتاہی نہین کرتا اور اُسکی راستباز نکتہ چینی ابوالفضل کی مشاہیر پرستی کی مکافات کر دیتی ہے۔ نظام الدین احمد بخشی گو بادشاہ کا نمک حلال ملازم ضرور ہے۔ مگر واقعہ نگاری کی ذمہ داری کو ایسی خوبی سے سمجھے ہوئے ہے کہ وہ دونون قسم کے تعصبات سے پاک ہے۔ سچ یہ ہے کہ اُسنے جس بات کا بیڑہ اُٹھایا ہے اُسکو اچھی طرح تکمیل کو پہونچایا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اِن تینون حق شناس مورخون کی تصنیفات اکبر ہی کے زمانے مین ختم ہو جاتی ہین۔ اور اسلیے اُسکے طویل زمانۂ سلطنت کا پورا حال اُنمین نہین ملسکتا۔ اکبر نامہ اپنے باانژ مصنف کی زندگی کے ساتھ سنہ ۴۶ جلوس یعنے سنہ ۱۰۱۰ھ مین ختم ہوا۔ اور گو عبد القادر کا چراغ حیات سنہ ۱۰۲۴ھ مین گل ہوا لیکن منتخب التواریخ بھی صرف سنہ ۱۰۰۴ھ سے آگے نہ بڑھ سکی اور طبقات اکبری تو سنہ ۱۰۰۲ھ ہی تک پہونچکر رہ گئی۔ اِسلیے سخت افسوس ہے کہ اِن بلند پایہ تاریخون سے اکبر کی زندگی کے آخری سین پر روشنی نہین پڑسکتی اور یہی وجہ ہے کہ اُسکی تاریخ وفات تک مین اختلاف پیدا ہو گیا ہے لیکن پھر بھی غنیمت ہے کہ بادشاہ کے حکم سے اکبر نامہ کا تکملہ شیخ عنایت اللہ نے لکھا اور گو اسمین ابوالفضل کی آمد اور زور بیان کا پتہ بھی نہین ہے لیکن اِتنا بھی غنیمت ہی کہ مسلسل واقعات تو ملجاتے ہین۔ تکملہ مین نہایت تفصیل سے درج ہے کہ اکبر بتاریخ ۱۲ آبان مطابق ۲۰ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۴ھ مین بیمار پڑا اور تقریباً ایک مہینہ تک بستر رنجوری پر دراز رہکر شب چہارشنبہ کو بتاریخ ۱۲ آذر مطابق ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۴ھ واصل بحق ہوا۔ اگرچہ بظاہر یہی تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ شیخ عنایت اللہ کو جیسے ذرائع معلومات تھے ایسے دوسرے شخص کو نہ ہوسکتے تھے لیکن دوسری تاریخون کے

دیکھنے سے اسمین شبہ پڑجاتا ہی۔ مآثر رحیمی مین جسکو عبد الباقی نہروندی نے اپنے مربی مرزا عبد الرحیم خانخانان کے خوش کرنے کے لیے لکھا تھا اکبر کی تاریخ وفات ۲۳ جمادی الاول ۱۰۱۴ھ درج ہے اور واقعات جہانگیری مین خود جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کی تاریخ روز پنجشنبہ ۸ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ لکھی ہے - یہ تو ظاہر ہے کہ مآثر رحیمی مین جو تاریخ درج ہے وہ کسی طرح صحیح نہین ہے لیکن جہانگیر نے جو تاریخ اپنی تخت نشینی کی لکھی ہے اُس سے سخت شبہ ہوتا ہے کہ جو تاریخ تکملہ اکبر نامہ مین درج ہے وہ صحیح نہین ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ شبہہ قرینۂ قاطعہ کی حد تک پہونچے۔ ضرور ہے کہ اُسکو اصول روایت و درایت سے جانچا جائے اصول روایت کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تکملہ کا مصنف شیخ عنایت اللہ سرکاری وقائع نگار تھا اور اسلیے اُسکا ایک ایسے اہم واقعے مین غلطی کرنا تقریباً امکان سے خارج ہے اور اُسکے بیان کی تصدیق انفع الاخبار مصنفہ محمد امین بلخی اور نیز ہندوستان کی سب سے معتبر تاریخ "تاریخ فرشتہ" سے بھی ہوتی ہے کیونکہ انفع الاخبار مین تاریخ وفات ۱۲ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ ہی اور تاریخ فرشتہ مین ۱۳ جمادی الثانی جو اُسکے قریب ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دونون مورخ بھی اکبر کے ہمعصر تھے۔ اب اگر اصول درایت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ انتخاب جہانگیری مصنفۂ شیخ عبد الوہاب مین درج ہے کہ جہانگیر چہارشنبہ کا دن نہایت منحوس سمجھا کرتا تھا اور اسی لحاظ سے اُسنے اُسکا نام کم شنبہ رکھا تھا اور اُسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ اُس دن اکبر شاہ کا انتقال ہوا تھا۔ پس اِس سے ایک امر تو قطعی طور پر طے ہوگیا کہ اکبر کا انتقال چہارشنبہ کے روز ہوا۔ اور یہی دن تکملہ مین درج ہے اب جہانگیر نے جو تاریخ اپنی تخت نشینی کی قرار دی ہی اُسپر غور کرتے ہین۔ جبکہ یہ امر مسلم ہے کہ اکبر کا انتقال چہارشنبہ کو ہوا اور اُس روز جمادی الثانی کی ۱۲ تاریخ تھی تو ممکن نہین کہ ۸ جمادی الثانی کو پنجشنبہ کا دن پڑے بلکہ پنجشنبہ تاریخ مذکور کے عین ماقبل ۶ جمادی الثانی کو پڑتا ہے اور مابعد ۱۳ جمادی الثانی کو۔ پس یہ امکان سے خارج ہے کہ جہانگیر ۸ جمادی الثانی کو تخت نشین ہوا ہو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ صحیح تاریخ غلطی کتابت سے ۱۳ ہنگئی ہے۔ اور یہی

قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ واقعات اسد بیگ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر باپ کے مرنے کے دوسرے ہی روز تخت نشین نہین ہوا بلکہ چند روز تک ماتم اور خیرات تقسیم کرنے مین مصروف رہا اور اس لیے گمان غالب ہے کہ بروز پنجشنبہ تاریخ ۲۰ جمادی الثانی کو تخت نشین ہوا ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ ۲۰ کا ہندسہ ذرا سی بے احتیاطی سے ۸ کا ہندسہ بن سکتا ہے۔ پس اس مین شک نہین کہ اکبر کی وفات کی تاریخ ۱۲ جمادی الثانی روز چہار شنبہ ۱۰۱۴ھ ہے جو ۱۳ اکتوبر ۱۶۰۵ء سے مطابق ہوتی ہے۔ رہا سال وفات وہ تو خود "فوت اکبر شاہ" سے نکلتا ہے جو اس مضمون کا عنوان ہے۔ فقط

محمد عزیز مرزا

اقبالنامۂ جہانگیری و جہانگیرنامہ

علاوہ اور کتابون کے یہ دونون کتابین بھی شہنشاہ جہانگیر کے حالات مین ہین۔ اقبالنامہ کا مصنف بخشی الملک معتمد خان اور جہانگیرنامہ امیرالامرا ابوالحسن خان کی تصنیف سے ہے مگر مجھے کسی قدر تعجب ہو کہ دونون کتابین لفظاً بلفظاً ایک ہین کوئی فرق نہین۔ اگر ہے تو صرف اتنا ہے کہ جہانگیرنامہ مین ۴ غیر مقفے اور غیر مربوط اشعار ہین۔ وہ اقبالنامہ مین نہین۔ باقی دونون کتابین ایک ہی ہین۔

۱۔ اقبالنامہ جہانگیری ۱۸۶۵ء مین تصحیح مولوی احمد علی و عبدالحی صاحبان بزیر نگرانی میجر لیس صاحب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے چھاپا ہے۔

۲۔ جہانگیرنامہ منشی نولکشور پریس لکھنؤ مین ۱۸۹۰ء کے جولائی مہینہ مین چھپا ہے۔

تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر کے حالات مین جہانگیرنامہ و اقبالنامہ ضرور ہین۔ مگر مجھے تعجب ہو کہ کیون اس قدر غلطی سے کام لیا گیا کہ ایک کتاب پر دو مصنفون کے نام چھاپ دیے گئے۔ ناظرین رسالہ سے استدعا کیجاتی ہے کہ خواہ بذریعہ اخبار یا براہ راست مجھے مطلع فرمائین کہ اسکی حقیقت کیا ہے۔ یہ تحقیق علمی سے بخصوصیت کے ساتھ توجہ کرنا چاہیے۔

محمد شفیع الدین خان

ایم۔بی۔اے۔ایس

داغ

آج راہی جہان سے داغ ہوا
خانۂ عشق بے چراغ ہوا

کیا افسوس کا مقام ہے کہ اُردو شاعری کے آخری دَور کا آخری شاعر قدردانانِ سخن کو ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دیگیا۔ مُدّت ہوئی کہ نظم اُردو کے شباب کی تارون بھری رات خاتمے پر آچکی تھی یہ پچھلے پہر کا ایک تارا باقی رہگیا تھا جسکی روشنی دمبدم گھٹتی جاتی تھی۔ آخرکار یہ تارا بھی ہماری نظرون سے پنہان ہوگیا اور اسی کے ساتھ قدیم مذاق سخن کا چراغ سحری بھی گُل ہوگیا۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ دکن ہی کی خاک پر چمنستان نظم اُردو کی داغ بیل ڈالی گئی تھی اور اِس چمن کا آخری پھول دکن ہی کی خاک کا پیوند ہوا۔ یہ آخری پھول دہلی مرحوم کا رنگین مزاج اور شوخ طبع شاعر داغ تھا جسکی روح آج فردوس مین کسی حُور کے گیسو مین بُو کیطرح سمائی ہوئی ہوگی۔

خدا بخشے بہت سی خوبیان تھین مرنیوالے مین

اعزاز و وقار　اگر دُنیا کے مصنوعی اعزاز و وقار کی نگاہ سے دیکھو تو جہان اُستاد مقرب سُلطان ناظم یار جنگ دبیرالدولہ فصیح الملک بلبل ہندوستان نواب مرزا خان داغ دہلوی کا ایسا خوش قسمت شاعر ہندوستان مین کم پیدا ہوا ہوگا۔ ذوق مرحوم شاہنشاہ دہلی کے اُستاد تھے مگر تیس روپیہ ماہوار کا وظیفہ اِنکے لیے معراج ترقی ہو کر رہ گیا۔ غالب کی رگ رگ مین آبائی ریاست کا ناز خون کے ساتھ شامل تھا مگر اِس عالی حوصلہ اور زندہ دل شاعر کی جس شکستہ حالی مین بسر ہوئی سب پر ظاہر ہے۔ آتش کی کمال پر غور کرو اور پھر یہ دیکھو کہ خاک کے بچھونے کے سوا بوریا بھی میسر نہوا اور اکثر اِس شہنشاہ سخن کو تین تین دن فاقے سے گذر گئے۔ ناسخ کی ضرور کسی قدر فارغ البالی مین

گذری لیکن وہ شان و شوکت اُنکو بھی نہ نصیب ہوئی جو قسام ازل نے داغ دہلوی کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔ اِس مال و دولت کے علاوہ اگر شہرت پر نظر ڈالو تو جو نام آج داغ کا ہے اِسپر ہر فرد بشر کو ناز ہو سکتا ہے۔ ہندوستان مین آج کون شہر ایسا ہے جہان کے کوچہ و بازار تک مین داغ کے اشعار نہ سُنے جاتے ہون اور کون ایسی رقص و سرود کی محفل ہے جہان داغ کی غزلین ارباب نشاط کے دلون کو نہ گرماتی ہون اور رنگین طبع سامعین کو وجد مین نہ لاتی ہون۔ اِس جاہ و ثروت اور اِس عالمگیر شہرت کے اسباب کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن اِس امر واقعی سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ داغ کو یہ قابل رشک نعمتین حاصل تھین۔

تخلص

تخلص بھی اِس خوش نصیب شاعر نے ایسا نفیس پایا کہ سوا ے دو چار شعرا کے کسی کے حصے مین کم آیا ہوگا۔ اِتنا ضرور ہے کہ یہ تخلص نیا نہین ہے۔ میر سوز کے بیٹے کا تخلص بھی داغ تھا۔ مگر وہ بیچارے اُبھرے نہین۔ اور آج اُنکا نام بھی کوئی نہین جانتا اور نہ اُنکا کوئی شعر کسی کو یاد ہے۔

شاعرانہ کمال

اِس مصنوعی شان و شوکت کے علاوہ اگر داغ کے شاعرانہ کمال پر نظر ڈالی جائے تو اور ہی عالم نظر آتا ہے۔ داغ کی شاعری عجب معرکہ آرا شاعری ہے۔ ایک فرقہ اِس نامی شاعر کے اُن معتقدین کا ہے جو اِس پیمبر سخن کی شاعری کو معراج دینا اپنا ایمان سمجھتا ہے اور اِن حضرات کو یہ کہنے مین تکلف نہین ہوتا کہ آتش و ناسخ و ذوق و غالب وغیرہ بھی جو چراغ شاہراہ سخن پر روشن کر گئے ہین وہ داغ کے کمال شاعری کے آفتاب کی روشنی مین ماند نظر آتے ہین۔ یا داغ کا کمال میر و مرزا کے کمال کا مجموعہ ہی۔ دوسرا گروہ اُن با وضع حضرات کا ہے جو داغ کے کمال سخن مین دھبہ لگانا اپنا مذہب سمجھے ہوے ہین اور جنکا یہ مقولہ ہے کہ امیر مینائی کے اکثر شاگرد داغ سے اچھا کہتے ہین یا یہ کہ داغ کی زبان دہلی کی مستند زبان نہین ہے۔ غرضکہ داغ کے

تحسین ناشناس نفرین بیجا

شاعرانہ وقار کی کشتی اِسوقت تحسین ناشناس اور نفرین بیجا کے دوآبہ مین پھنسی ہوئی ہے۔ اور ایک عجب طوفان اِسکے گرد برپا ہے۔ مگر زمانہ کا ناخدا اِس سے زیادہ زور و شور کے طوفان جھیلے ہوے ہے وہ اِس کشتی کو بھی ایک دن اپنے اصلی مرکز پر پہونچا دیگا۔ ہان بالفعل اِس نامور شاعر کے کمال کا بے تعصبی کے ساتھ اندازہ کرنا

کسیقدر دشوار ہوگیا ہے کیونکہ اس راہ مین قدم رکھتے ہی اکثر ایسی صورتین درپیش آتی ہین جو گمراہ کرنے کے لیے غول صحرائی سے کم نہین۔ لیکن انصاف پسندی اور بے تعصبی کا وہ اسم اعظم ہے جو مسافر تحقیق کو ضرور منزل مقصود تک پہونچا سکتا ہے اس حالت مین اگر دہلی اور لکھنؤ کی معرکہ آرائیون کے پُرانے زخمون پر مرہم رکھکر داغ کی شاعری پر ایک منصفانہ نظر ڈالی جائے تو یہ ثابت ہوجائیگا کہ یہ شوخ طبع شاعر نہ اس معراج کا مستحق ہے جو تحسین ناشناس کے بدولت اسے اکثر لگا ہون مین حاصل ہے نہ یہ غریب اس قعر بے کمالی مین پڑا ہے جسمین اسکے بیدرد اور کم نظر مخالف اسکو ڈھکیلنا چاہتے ہین۔

داغ کا پایہ اُ شعرا مین کیا

داغ کے کلام کی تاثیر اس امر کی شاہد ہے کہ اسکے قدرتی طور پر شاعر ہونے مین کلام نہین۔ اسکے کلام کا اثر حرارت برقی کیطرح سُننے والے کے دل مین دوڑ جاتا ہے اور ایک کیفیت پیدا کر دیتا ہے جسکا نام تاثیر سخن ہے۔ مگر تاثیر تاثیر مین فرق ہے اور شاعر شاعر کے کمال مین امتیاز ہوسکتا ہے۔ ہمارا مقصد یہ دیکھنا ہے کہ داغ کا پایہ اُردو شعرا کے دربار مین کیا ہے اور اسکا کلام کس قسم کی تاثیر دل مین پیدا کرتا ہے اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ معیار کیا ہے جس سے شاعرانہ وقار کے مختلف مدارج کا اندازہ ممکن ہوسکتا ہے۔ یہ معیار اُسیوقت قائم ہوسکتا ہے جبکہ شاعری کے اصلی مفہوم سے واقفیت ہو۔ اب دیکھنا چاہیے کہ شاعری کا اصلی مفہوم کیا ہے۔ شاعری وہ جادو یا اعجاز ہے جسکا کرشمہ یہ ہے کہ انسان کے خیالات اور احساسات اُسکے جذبات دلی کے سانچے مین ڈھلکر

شاعری کی تعر

زبان سے نکلتے ہین اور اک عالم تصویر پیدا کردیتے ہین۔ اور چونکہ شاعر کی کانون کی فضا مین سلاست زبان کا نغمہ قدرتی طور پر سمایا ہوا ہوتا ہے لہذا وہ اپنے الفاظ کو اس خوبی سے ترتیب دیتا ہے کہ اُنمین علاوہ عالم تصویر کے ایک تاثیر موسیقی بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ شاعر کا کلام ایک آئنہ ہوتا ہے جسمین اُسکے اُن خیالات اور احساسات کا عکس نظر آتا ہے جو اسکے جذبات دلی کے رنگ مین ڈوبے ہوے اسکی زبان سے نکلتے ہین۔ غرضکہ جذبات شاعری کی روح رواں ہین اور چونکہ دلکو دل سے راہ ہے لہذا جس قسم کے جذبات کے رنگ مین شاعر کا کلام ڈوبا ہوا ہوگا وہ اسی قسم کے

جذبات سامع کے دل مین بھی جوش مین لائے گا۔ مگر اِن جذبات وخیالات وغیرہ کی دو قسمین ہین۔ اعلےٰ اور ادنےٰ۔ اعلےٰ جذبات وخیالات سے بحیثیت مجموعی فطرت انسانی کا روحانی حصہ مراد لیا جاتا ہے اور ادنےٰ جذبات وخیالات سے حیوانی حصہ جس شاعر کی فطرت مین اعلیٰ جذبات وخیالات ترقی پر ہوتے ہین وہ پاکیزہ نظری اور بلند خیالی کی ہوا مین اُڑتا ہے اور اسکا کلام دوسرون کے دل مین بھی اعلیٰ جذبات کو جوش مین لاتا ہے۔ برعکس اسکے جس شاعر کی فطرت مین ادنےٰ جذبات وخیالات کا دریا موجزن ہوتا ہے۔ اِسکے اعلےٰ جذبات وخیالات ریگ وشنین کی طرح پامال رہتے ہین اور اِسکی شاعری سُننے والے کے دل مین بھی ادنےٰ جذبات برانگیختہ کرتی ہے۔ اِس معیار کو پیش نظر رکھکر اگر ہم داغ کے کمال کا اندازہ کرین تو یہ روشن ہوجاتا ہے

اعلےٰ اور ادنےٰ درجہ کی شاعری مین فرق

داغ کی شاعری

کہ داغ کی شاعری اُن جذبات وخیالات کی تصویر ہے جنسے فطرت انسانی کا حیوانی حصہ مراد لیا جاتا ہے۔ اُردو شاعری عموماً عاشقانہ شاعری کہلاتی ہے۔ اور ایسا کہنا ایک حد تک صحیح بھی ہے کیونکہ اُردو شعرا نے عموماً حسُن وعشق کی تصویرین اپنے جادو کار قلم سے کھینچی ہین۔ مگر جو اعلےٰ درجے کے اُردو شاعرین اُنھون نے حسُن کو محض بازاری حسُن نہین سمجھا ہے اور عشق کو محض جذبۂ حیوانی نہین خیال کیا ہے۔ برعکس اِسکے داغ کا معشوق ہمیشہ بازاری معشوق ہے اور داغ کے نزدیک عشق نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اِس صورت مین داغ کی شاعری کو عاشقانہ شاعری کہنا زیبا نہین ہے کیونکہ داغ حسُن وعشق کے اعلےٰ مفہوم سے بیخبر تھے۔ داغ کی شاعری عیاشانہ شاعری ہے جو عاشقانہ شاعری کے مقابلے مین ادنےٰ درجے کی شاعری ہے۔ داغ کے اشعار سے وہ جذبات عالیہ جوش مین نہین آتے جنکا تعلق حسُن وعشق کے اعلےٰ مفہوم سے ہے بلکہ اُنکا کلام اُن خواہشات نفسانی کو برانگیختہ کرتا ہے جو محض جذبات حیوانی سے وابستہ ہین۔ اعلےٰ درجے کے اُردو شعرا نے بھی اکثر حسُن و عشق کے اعلےٰ مفہوم سے قطع نظر کرکے داغ کے رنگ کے شعر کہے ہین۔ مگر یہ اُنکا رنگ خاص نہین ہے۔ جب اُنکا طائر خیال اپنی قدرتی پرواز کے جوہر دکھاتا ہے تو اُس عالم کی خبر لاتا ہے جہان بازاری حسُن وعشق کا بازار سرد نظر آتا ہے۔ تمثیلاً آتش وذوق کے کلام سے چند اشعار ذیل مین درج ہین۔ دیکھو اِن اعلیٰ درجے کے

شعرا کے حسن وعشق کا مفہوم کتنا عالی ہے۔

آتش

حسن وعشق کا اعلےٰ مفہوم (آتش)

چشم نامحرم کو برقِ حسن کردیتی تھی بند
دامنِ عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

حقیقت ہمسے پوچھے کوئی اس عشق مجازی کی
بہت دیکھا ہے تصویر گلی کے رنگ روغن کو

شیرین زبان ہوئی ہے فرہاد کے دہن مین
لیلیٰ پکارتی ہے مجنون کے پیرہن مین

صحرائے تن کی سیر تو مجنون ذرا کرے
محمل سوار ہے اسی گرد و غبار مین

جو نعمت عشق کی چاہے تو راحت جان ایذا کو
عصا پیچھے دیا پہلے جلایا دستِ موسیٰ کو

یہ کیفیت اُسے ملتی ہے ہو جسکے مقدر مین
مئے اُلفت نہ خم مین ہو نہ شیشے مین نہ ساغر مین

محبت کی نگہ سے لطف ہراک رنگ مین پایا
تماشا تھا جو دیکھا چشم بلبل سے گلستان کو

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی
قبائے گل مین گل بوٹا کہان ہے

جذب بلبل مین اثر ہو تو قفس مین آتش
بوئے گل پھاند کے دیوار گلستان آئے

ذوق

حسن وعشق کا اعلےٰ مفہوم (ذوق)

مین ایسے صاحبِ عصمت پری پیکر کا عاشق ہون
نمازین پڑھتی ہین حورین ہمیشہ جسکے دامن پر

سینے مین بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہوگیا

پروانہ بھی تھا گرم تپش پر کھلا نہ راز
بلبل کی تنک حوصلگی تھی کہ غل ہوا

سینۂ چرخ مین ہر اختر اگر دل ہے تو کیا
ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زبان کیلیے
سو ہمنے دل مین مزے سوزشِ نہان کے لیے

وہ دل کہ جسمین سوزِ محبت ہی بند ذوق
بہتر ہے اُس سے سنگ کہ اُسمین شرر تو ہے

اسی طرح میر و سودا اور غالب وغیرہ کے یہان اس رنگ کے شعر ملجائینگے لیکن داغ کے کلام مین اس رنگ کا شعر مشکل سے ملیگا۔ اُنکے عشق و حسن کا جو مفہوم ہے وہ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے۔

داغ

حسن وعشق کا ادنےٰ مفہوم (داغ)

عشق کیا شے ہے یہ وہ شے ہو کہ دلمین شوقِ وصل
خون ہو کر آگیا غم بن گیا سم ہوگیا

تم کہتے ہو معشوق اطاعت نہین کرتے
عاشق بھی تو معشوق کے نوکر نہین ہوتے

یون تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہین
دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانہ کس پر

الٰہی تو نے حسینون کو کیون کیا پیدا
کچھ اِن کی ذات سے دُنیا کا انتظام نہین

شوخی سے دیکھنا بھی آتا نہین اُنھین
غمزے سے دیکھ لیتے ہین بازار کیطرف

نہ دلاسا نہ تسلّی نہ تشفی نہ وفا
دوستی اُس بُتِ بدخو سے بنا ہین کیونکر

وہ شرمائی ہوئی آنکھین وہ گھبرائی ہوئی باتین
نکلکر گھر سے وہ گھرنا ترا اُمیدوارونمین

ہائے کتنا وہ کسی بُت کا دمِ نظارہ
آنکھ بھر کر ہمین دیکھے تو بس اندھا ہو جائے

وعدے پہ مرے اُنکے قیامت کی ہی تکرار
اور بات ہے اِتنی کہ اِدھر کل ہی اُدھر آج

کوئی بھی مجھ سے شب وعدہ یہ نہین کہتا
اُٹھو چلو کہین جلدی وہ راہ دیکھتے ہین

داغ یہ بات وہ سُن لے تو غضب ٹوٹ پڑے
کہتے پھرتے ہو بُلایا ہے سرِ شام مجھے

یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا
او دغاباز فسون ساز مکر نے والے

اِن تمام اشعار مین داغ کا مفہوم حُسن وعشق بہت ہی ادنےٰ ہے۔ یہ بھی کہدینا مناسب ہی کہ اس مقام پر سوا ے دو تین شعرون کے تمام شعر گلزار داغ سے لکھے گئے ہین جسکی تصنیف کا زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ داغ کے کمال کا آفتاب نصف النہار تک پہونچگیا تھا۔ ورنہ مہتاب داغ مین داغ کا مذاق سخن حد سے زیادہ عیاشانہ ہوگیا ہے مثلاً اُسمین اِس قسم کے شعر ملین گے۔

لطف ہے مین بھی شبِ وصل کہین چھپ رہتا
آدمی اُن کا مری ٹوہ مین گھر گھر پھرتا

شاید اِس سے بڑھکر معشوق کا غلط مفہوم کسی اُردو شاعر کے کلام مین کم ملیگا لیکن مہتاب داغ سے داغ کے کمال کا اندازہ کرنا انصاف سے بعید ہے۔ کیونکہ مہتاب داغ اُسوقت کی تصنیف ہے جبکہ عمر کے ساتھ داغ کے کمال شاعری پر بھی زوال آچکا تھا۔

علاوہ برین اعلےٰ درجے کے اُردو شعرا کا یہ دستور رہا ہے کہ اُنکا طائرِ فکر حُسن وعشق کے محدود قفس سے نکلکر اُن روحانی جذبات اور خیالات عالی کے طبقہ مین اکثر گرمِ سیر رہا ہے جہان نفس پرستی اور عیش پسندی کا پرندہ پر نہین مار سکتا۔ مثلاً آتش وذوق وغیرہ نے بے ثباتی دُنیا۔ توکل۔ عجز ونیاز۔ بلند نظری۔ عالی حوصلگی۔ قناعت۔ درد دل۔ سوز وگداز۔ تصوف وغیرہ کے مضامین شاعرانہ لطافت کے ساتھ

نظم کیے ہین یا اکثر مناظر قدرت کو محض مصور کی نگاہ سے نہین دیکھا ہے بلکہ اُنکی باریک بین نظر کو صفحۂ ہستی کے ہر نقش ونگار کے پردے مین ایک روحانی کیفیت کا جلوہ دکھائی دیا ہے جسکو اُنھون نے شاعرانہ نزاکت کے سانچے مین ڈھالدیا ہے۔ اس رنگ پر مشاہدۂ قدرت کرنا وہ اعلےٰ درجے کا شاعرانہ جوہر ہے جسپر دُنیا کے بڑے بڑے شاعر ناز کرتے ہوئے چلے گئے۔ اس رنگ کے کلام کا نمونہ بھی ہدیۂ ناظرین ہے۔

آتش

جذبات روحانی کی تصویرین (آتش)

دو روز ہے یہ لطفِ عیش ونشاطِ دُنیا　　بوئے شبِ عروسی یہان ہے پیرہن مین
مسافر ہی نظر آیا جو دُنیا مین　　جسے دیکھا اُسے آلودۂ گردِ سفر دیکھا
باغ عالم مین ہے نا فہمون کو بے برگی کا غم　　سبز پتے اس چمن سے زرد صورت لیگئے
عالمِ اسباب سے حاصل ہوا آخر کفن　　آسمان سے مرتے مرتے ہم بھی خلعت لیگئے
نعمتِ فقر ہے موجود جسے رغبت ہو　　آبِ شیرین مین ہے نانِ نمکین تھوڑی سی
ادب آموز ہے ہر ایک ذرہ اپنے وادی کا　　نہین ممکن کہ گرد اُڑ کر پڑے رہبر کے دامن پر
محل ادب کا ہے ٹھکرا کے چل نہ قبرون کو　　پیادہ ہو کے قدم یان سوار رکھتا ہے
طلب دُنیا کی کرکے زن مریدی ہو نہین سکتی　　خیالِ آبروے ہمتِ مردانہ آتا ہے
نہ جبتک ہم پیالہ ہو کوئی مے مین نہین پیتا　　نہین مہمان تو فاقہ ہے خلیل اللہ کے گھر مین
دست یاران وطن سے نہین مٹی درکار　　دب مرونگا مین کہین ریگ بیابان کے تلے
باغ جہان مین گل کی قناعت ہو جا رشک　　عمرِ دو روزہ ایک قبا مین تمام کی
تیرہ بختی کے اثر نے شام سے گل کردیا　　صبح کو کوتے اُٹھاکر شمع تربت لیگئے
موت مانگون تو رہے آرزوے خواب مجھے　　ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر　　دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے
کعبہ و دیر مین وہ خانہ برانداز کہان　　گردش کا فرو دیندار لیے پھرتی ہے
بتخانہ کھود ڈالیے مسجد کو ڈھائیے　　دل کو نہ توڑیے یہ خدا کا مقام ہے
پشت بر دیوار حیرت ہین ہزارون صورتین　　صاحبِ آئینہ خانہ آجتک روپوش ہے

مشاہدۂ قدرت (آتش)

اے موج بے لحاظ سمجھکر مٹائیو　　دریا بھی ہے اسیر طلسم حباب کا
نہین کچھ دفترِ گل ہی مین لکھی سرنوشت اسکی　　شہادت نامۂ بلبل ہے ہر پتا گلستان کا

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ مین ہے

صحرا کو بھی نہ پایا بغض وحسد سے خالی
کیا کیا جلا ہے ساکھو پھولا جو ڈھاک بن مین

ہوا ہے قحط کیون عالم مین موسیٰ و تجلی کا
وہی پتھر نظر آتے ہین اب تک کوہسارون مین

اثر رنگینی سے گلگون کی کیفیت کا ہستی ہی
اُبھرنے مین حباب بحر کے اک جوش مستی ہے

خدا دراز کرے عمر چرخ نیلی کی
یہ بیکسون کے مزارون کا شامیانہ ہوا

ذوق

جذبات روحانی کی تصویرین (ذوق)

یہ اقامت ہمین پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

بند آنکھین کیے جاتا ہے کدھر کو کہ تجھے
ہے ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا

ہنسی ہے ساتھ یان رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

حرص کے پھیلتے ہین پانون بقدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہین دنیا مین قناعت والے

ہم روئے پہ آجاین تو دریا ہی بہادین
شبنم کی طرح سے ہمین رونا نہین آتا

پتنے سے سیکھے شیوہ مردانگی کوئی
جب قصد خون کو آئے تو پہلے پکار دے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مرجائینگے
مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے

کھل کے گل کچھ تو بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

آتی ہے صدائے جرس ناقۂ لیلے
صد حیف کہ مجنون کا قدم اُٹھ نہین سکتا

بدءِ قدرت (ذوق)

اس گلستان جہان مین کیا گل عشرت نہین
سیر کے قابل ہے لیکن سیر کی فرصت نہین

جو یہ سمجھتے کہ چن چن کے ہمکو توڑین گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ وبو کرتے

رنگین سوا ہے ایکے گل نو بہار سے
اُگلا جو برگ زرد کوئی اس چمن مین ہے

نہین گوش شنوا باغ جہان مین غافل
ورنہ ہر برگ ہے یان نغمہ سرائی کرتا

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت مین
آدم کو کیا نہو گی محبت وطن کے ساتھ

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گذار یا اسے رو کر گذار دے

کب لباس ظاہری مین چھپتے ہین روشن ضمیر
پردۂ فانوس مین بھی شعلہ عُریان ہی رہا

داغ کے کلام مین ایسے جذبات روحانی اور خیالات عالی کا پتا نہ ملیگا

نہ اِس رنگ کی مشاہدۂ قدرت کی تصویرین نظر آئین گی۔ بیشک داغ پر کہین کہین ذوق کا سایہ پڑ گیا ہے اور دو چار شعر بیکسی و یاس کے رنگ مین قلم سے نکل گئے ہین۔ مثلاً داغ کہتے ہین :-

مضامین یاس (داغ)

اے آرزوی تازہ نہ کر مجھ سے چھیڑ چھاڑ | ہین پائے شوق دوست تمنا بریدہ ہون
لا مکان مین بھی تو کچھ جلوہ نظر آتا ہے | بیکسی مین تو اُدھر ہون کہ جدھر کچھ بھی نہین
دل کی کلی نہ مجھ سے کبھی اے صبا کھلی | چمپا کھلا گلاب کھلا موتیا کھلی
خدا کرے نہ کسیکو اُمید دار وصال | دُعائین مانگتے ہین ترک مدعا کے لیے

مگر ایسے شعرون کی تعداد داغ کے کلام مین بہت کم ہے یا نہونے کے برابر ہے۔ عموماً اِس شوخ طبع شاعر کا کلام ہجر و وصل اور کنگھی چوٹی کے مضامین کا وغیرہ ہے۔ واقعی سچ کہا ہے ؎

وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے وصلت کا
تجھے اے داغ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

داغ کے کلام کا اثر

پس جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا ہے داغ کی شاعری کے لیے سب سے موزون لقب عیاشانہ شاعری ہے۔ اکثر حضرات فرماتے ہین کہ داغ کا کلام دل مین چٹکی لیتا ہے۔ یہ بات آتش و ذوق و غالب وغیرہ کو نصیب نہین۔ مگر ان حضرات کو یہ خیال کر لینا چاہیے کہ داغ کا کلام کس قسم کی "چٹکی" لیتا ہے یعنی کس قسم کی تاثیر پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی حسین و حیا پرور صورت نظر آئے یا کسی شاداب چمن یا دلفریب منظر کی سیر نصیب ہو تو انسان کے دل کو ایک روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔ اسکا نام بڑی تاثیر ہے اور مین کہونگا کہ ذوق و آتش وغیرہ کی شاعری اسی قسم کی تاثیر سے مالا مال ہے۔ برعکس اسکے اگر کوئی چربانک عورت بانکا دوپٹا اوڑھ کر سامنے سے نکل جائے تب بھی دل مین ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسکو بھی تاثیر کہین گے۔ داغ کا کلام سُننے سے اِسی قسم کی تاثیر دل مین پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ذوق کا شعر ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو | ورنہ طاعت کے لیے کرّوبیان کچھ کم نہ تھے

ذوق کا یہ خیال کہ انسان درد دل کے لیے پیدا ہوا ہے یعنے غیرون سے

ہمدردی کرنے کے لیے نہ کہ محض اپنے بھلے کے لیے عبادت کرنے کو یہ وہ پاکیزہ خیال ہے جسکو تہذیب انسانی کا معیار سمجھنا چاہیے۔ اور چونکہ یہ خیال اِس شعر مین شاعرانہ لطافت کے ساتھ نظم کیا گیا ہے۔ لہذا اِسکے پڑھنے سے یا سُننے سے بلند ہمتی اور ہمدردی کے جذبات عالی جوش مین آتے ہین۔ داغ نے بھی اِسی طرز کا ایک شعر کہا ہے ؎

پند واعظ سُنتے سُنتے کان اپنے بھر گئے
کیا عبادت کو ہمین ہین سب فرشتے مر گئے

اِس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ ہم کیون عبادت کرنے لگے یہ کام فرشتون کا ہے انداز بیان مین ایک ظریفانہ شوخی ہے جو دل مین چٹکی ضرور لیتی ہے۔ مگر کسی جذبۂ عالی کو جوش مین نہین لاتی۔ وہ بات کہان کہ ع درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

داغ کی شہرت

اِسی طرح اکثر حضرات داغ کی زبردست شہرت سے یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ داغ کی شاعری بھی اعلےٰ درجے کی شاعری ہے چنانچہ کہتے ہین کہ داغ کے شعر آج ہندوستان مین بچے بچے کی زبان پر ہین۔ آتش و ذوق و غالب وغیرہ کو کبھی ایسی شہرت حاصل نہوئی۔ بیشک داغ کی شہرت سے کوئی انکار نہین کر سکتا۔ لیکن امر غور طلب یہ ہے کہ محض شہرت کو اصلی قابلیت کا معیار سمجھنا ہرگز جائز نہین ہے۔

داغ کی یہ شہرت محض اِسلیے ہے کہ اُنکا کلام عموماً اُن جذبات اور خواہشات نفسانی کی تصویر ہے جو عوام کے دل مین اُمنگ پیدا کرنے کے لیے جادو کا اثر رکھتی ہین۔ برعکس اِسکے آتش و ذوق و غالب وغیرہ کے کلام کی قدر کرنے اور سمجھنے کے لیے ایک قسم کی شاعرانہ تربیت اور مذاق کی شایستگی درکار ہے۔ عوام الناس کی فطرت مین چونکہ جذبات روحانی اور خیالات عالی خس پوش پھولون کیطرح خواہشات نفسانی اور ادنےٰ جذبات سے دبے رہتے ہین اور چونکہ علم سے اُنکے آئینۂ فہم کو جِلا نہین ہوتی لہذا وہ آتش و غالب وغیرہ کی بلند پروازی کی داد نہین دے سکتے۔ اِن اعلےٰ درجے کے شعرا کی وقعت تربیت یافتہ طبقون تک لازمی طور سے محدود ہے۔ مثلاً داغ کا شعر ہے :۔

ہائے کمبخت کسی بُت کا دم نظارہ آنکھ بھر کر ہمین دیکھے تو بس اندھا ہو جائے

ہر بازاری شخص کو یہ شعر اسی قسم کا کوئی نہ کوئی گذشتہ تجربہ یاد دلادیگا اور اِسلیے وہ اِسکو سُنکر تڑپ جائیگا۔ لیکن اگر اسی شخص کے سامنے آتش کا ذیل کا شعر پڑہہ دیا جائے ؂

چشم نامحرم کو برقِ حسن کردیتی تھی بند
دامنِ عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

تو اُسکو خاک لطف حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ جو جذبۂ عالی اِس شعر کے پڑھنے سے جوش مین آسکتا ہے وہ شخص مذکور کے دل مین مردہ حیثیت مین ہے۔ اِس شعر کی داد وہی سخن فہم دیگا جسکی طبیعت مین پاکیزگی کا جوہر موجود ہے اور جسکو شاعرانہ تربیت حاصل ہے۔ داغ کا کلام اُنھین لوگون مین ضرورت سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے جو اعلےٰ درجے کی شاعری سے واقف نہین ہین۔ مثلاً ارباب نشاط کا فرقہ داغ کو اپنا پیمبر سمجھتا ہے اور ایسا ہونا تعجب کی بات نہین ہے۔ کیونکہ عیاشانہ شاعری سے جو جذبات جوش مین آتے ہین اُنکی لذت سے اِس طبقۂ خاص کے برابر کون واقف ہوسکتا ہے۔ پس کسی شاعر کے کلام کا عام فہم ہونا اُسکے کمال شاعری پر دلالت نہین کرتا۔ اکثر شاعر ایسے ہین جنکو پسند عام کے ساتھ قبول خاص کا شرف بھی حاصل ہے۔ مگر داغ اِس شرف سے محروم ہین۔ اُنکا کلام جسقدر عام پسند ہے اُس حد تک خاص طبقون مین مقبول نہین ہے۔

استعارہ و تشبیہ

اکثر بزرگوار یہ بھی کہتے ہین کہ داغ کا سلجھا ہوا کلام عموماً استعارون اور تشبیہون کی گتھیون سے پاک ہے۔ محض سُتھری سُتھری ترکیبین ہین اور ہر شعر روزمرہ کی گفتگو کی تصویر ہے۔ اِن حضرات کے نزدیک کمال شاعری کے معنے یہی ہین کہ انداز بیان سلیس ہو اور کوئی محاورہ یا چٹکلا روانی کے ساتھ نظم کردیا جائے۔ مگر سخن فہم جانتے ہین کہ یہ باتین ادنےٰ قسم کے محاسن شعری مین داخل ہین۔ شاعری کے جوہرون مین استعارہ و تشبیہ کا پایہ بہت بلند ہے۔ استعارہ و تشبیہ کی پختگی سے کلام کی تاثیر ہی نہین بڑھجاتی بلکہ شاعر کی نازکخیالی اور باریک بینی کا بھی پتا چلتا ہے۔ جن دو اشیا مین بادی النظر مین کوئی مشابہت نظر نہین آتی شاعر اُنکا پرتو اپنے آئینۂ خیال مین دیکھتا ہے اور اسکی باریک بین نگاہ کو اُن اشیا مین معنوی حیثیت سے ایک مناسبت نظر آتی ہے

وہ اس کیفیت کی تصویر الفاظ مین کھینچ دیتا ہے اسی کا نام تشبیہ و استعارہ ہے دیکھو اعلےٰ درجے کے اُردو شعرا نے اس رنگ مین کیا نازک خیالی اور باریک بینی کی داد دی ہے۔

آتش

کیا پوچھتے ہو حال خزان و بہار کا
اک زخم تھا کہ خشک ہوا اور نم ہوا
جو کام دل مین نہین اندیشہ آتش اُنکو بد بین کا
دہانِ زخم کاری خندہ زن ہے چشم سوزن پر
خراب مٹی نہو کیسی کوئی نہ مردودِ دوستان ہو
جُدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہوا چمن کا
ایذا مین روح ہے تنِ خانہ خراب سے
پائے سمند اُلجھا ہوا ہے رکاب سے
نازک خیال اب بھی ہین موجود اے فلک
خالی رہا نہین کبھی دریا حباب سے
قید عفت مین ہے وہ محبوب عاشق جان بلب
نزع مین بیمار جیسے دامن موہم مین ہے
جوش جنون مین دیکھیے پیچھے نہ مُڑ کے پھر
رُخ جسطرف کو صورتِ دریا اُٹھائیے

ذوق

سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصور
یہ چاک پردہ حقیقت کا ہین رفو کرتے
ہوا پہ دوڑتا پھرتا ہے یون یہ ابر سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی فیل مست بے زنجیر
نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے زبان کے لیے
میٹھے بھرے ہوئے ہین خم سے کیطرح سے
پر کیا کرین کہ مُہر ہے لب پر لگی ہوئی
وادیِ ظلمت مین اپنے دخل کب ہے نور کا
مہر اک شعلہ سا ہے وہ بھی چراغ دور کا
دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے دست ناز
جیسے مُرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا
رہے جون شیشۂ ساعت وہ مکدر دونون
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
دیکھو چھوٹون کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسمان آنکھ کے تل مین ہے دکھائی دیتا

ان اشعار کے دیکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلےٰ درجے کے شعرا نے محض محاورہ یا چٹکلا یا چونچلا نظم کرنے کو معراج کمال نہین تصور کیا ہے بلکہ اپنے لطیف خیالات کے دریاے موجزن کو استعارہ یا تشبیہ کے کوزے مین بند کر کے معجزہ دکھایا ہے۔ داغ کا مذاق سخن عموماً محاورے یا چٹکلے نظم کرنے تک

محدود ہے اگر کبھی استعارہ یا تشبیہ کیطرف توجہ ہوئی ہے تو محض پامال اور پیش پا افتادہ تشبیہون اور استعارون سے کام لیا ہے۔ مثلاً زلف کو سنبل سے۔ لب کو گلاب کی پتی سے۔ ہلال کو ابرو سے۔ آبلہ کو آنکھ سے تشبیہ دی ہے یا گل کا ہنسنا۔ شبنم کا رونا یا سایہ کا افتادہ ہونا نظم کیا ہے:-

داغ

سوز و گداز عشق کا لذت چشیدہ ہون　　مانند آبلہ ہمہ تن آبدیدہ ہون

افتادگی پہ بھی نہ گئی میری جستجو　　گویا زمین پہ سایۂ مرغ پریدہ ہون

ابتدائے رمضان مین ہے مہ عید کی دھوم　　کسی کافر نے دکھایا نہ ابروا اپنا

اِس قسم کی تشبیہون اور استعارون سے اِس امر کا ثبوت نہین ملتا کہ شاعر مین نازکخیالی اور باریک بینی کا مادہ غیر معمولی طور سے موجود ہے۔

ابتک ہمنے محض جذبات وخیالات وغیرہ کی لطافت۔ طبیعت کی بلند پروازی نازکخیالی اور باریک بینی وغیرہ کے لحاظ سے داغ کی شاعری پر بحث کی ہے۔ اور اِس امر کا اندازہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ جوہر جو کہ شاعری کے جزو اعظم ہین داغ کے کلام مین بمقابلہ دیگر گرانمایہ شعرائے اُردو کے کس حدتک موجود ہین۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ داغ کی زبان کا کیا رنگ ہے۔

داغ کی زبان کا رنگ

زبان مضامین کا لباس ہے۔ اور جیسا کہ لباس وملبوس مین عموماً ایک تناسب پایا جاتا ہے اسیطرح داغ کی زبان خاص طور پر اُن مضامین کے نظم کرنے کیلیے موزون ہے جو اِس رنگ کی طبیعت کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین۔ چنانچہ داغ کی زبان کی بے تکلفی اور شوخی عیاشانہ مضامین کا حُسن دوبالا کر دیتی ہے۔ اور یہ شوخی اور بے تکلفی بھی ضرور ایک حدتک قابل تعریف ہی کیونکہ یہ خوبیان بھی ہرکس وناکس کے حصے مین نہین آئین۔ لیکن وہ جوہر عالی جو شاعرانہ زبان کی جان ہے داغ کی زبان مین موجود نہین۔ یہ وہ جوہر ہے جو زبان مین الفاظ سے صناعی کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ صناعی سے میری مراد تصنع نہین ہے۔ تصنع اُس تکلف زاید کا نام ہے جو قدرتی خوبیون پر پردہ ہوجاتا ہے۔ برعکس اِسکے صناعی سے کسی شے کے قدرتی محاسن کا عالم دوبالا ہوجاتا ہی جسطرح کوئی عالی دماغ صناع کسی چاندی یا سونے کے ٹکڑے سے نفیس نفیس زیور

تیار کرلیا ہے اسی طرح اعلےٰ درجے کے شعرا روزمرہ کی گفتگو کو نازک بندشون اور چست ترکیبون سے آراستہ کرکے اپنی زبان مین ایک عالم تصویر پیدا کردیتے ہین جسکا حسن تاثیر بیان نہین کیا جا سکتا مگر محسوس ہو سکتا ہے۔ آتش نے اپنے ذیل کے شعر مین اسی کیفیت کا اشارہ کیا ہے ؎

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگون کے کم نہین
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

داغ کی زبان مین صناعی کو دخل نہین

داغ کی زبان مین اِس صناعی کو دخل نہین ہے۔ اُنھون نے محاورے اور چٹکلے بجنسہ اُسیطرح نظم کردیے ہین جسطرح روزمرہ کی گفتگو مین بولے جاتے ہین۔ حاصل یہ کہ داغ کی زبان زبانِ اُردو کا وہ پاک اور نفیس سرچشمہ نہین ہے جو آتش ذوق انیس وغیرہ کے فیضان سخن سے ہندوستان مین جاری ہے اور جسکا ترنم قدردانان سخن کو ہمیشہ وجد مین لاتا رہیگا۔ دیکھو اعلیٰ درجے کی شاعرانہ زبان یہ ہے۔

زبان آتش

آتش

وہی نشو و نمائے سبزہ ہے گورِ غریبان پر — ہوائے چرخ زنگاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
مصوّر کو تری تصویر کا سودا مبارک ہو — مقام گیسوئے مشکین و خال عنبرین آیا
تراشا تجھکو جس بُت ساز نے اے بُت قیامت کی — بنایا شیشے سے نازک مزاج سنگ خارا کو
موسم گل کی ہوا کرنے لگی نازِ پری ؏ — سکّہ بازارِ جنون کا داغ سودا ہو گیا
چمن مین جا کے بھولے سے مین خستہ دل کراہا تھا — گیا کی گلُ سے بلبل حیلۂ دردِ گلو برسون
بُوئے غنچہ ہے معطر جام گل لبریز — ٹپک رہی ہے شراب ابر نوبہاری سے
آنکھ وہ فتنۂ دوران کسے دکھلاتا ہے — شعبدہ جانتے ہین گردشِ ایام کو ہم
شباب تک نہین ہو چکا ہے عالمِ طفلی — ہنوز حسن جوانی یار راہ مین ہے
بہار لالہ و گلُ سے لگی ہے آگ گلشن مین — گریبان پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن مین

اسی طرح اور اعلےٰ درجے کے اُردو شعرا نے اپنی اپنی لیاقت و قابلیت کے مطابق صناعی کو زبان مین دخل دیا ہے۔

اب داغ کا رنگ زبان ملاحظہ ہو۔

زبان داغ

داغ

حضرتِ دل آپ ہین کس دھیان مین مرگئے لاکھون اسی ارمان مین
دل کی قیمت اک نگہ ہے اے صنم آ گئے جو آئے ترے ایمان مین
لطف مے تجھسے کہون کیا زاہد ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہین
شب وعدہ گزر گئی آدھی اب سُنا ہو کہ تیل سر مین پڑا
مرحبا اور دل دو مین لیکے مُکرنے والے ہاتھ کانون پہ مرے نام سے دھرنے والے
داغ کہتے ہین جنھین دیکھیے وہ بیٹھے ہین آپ کی جان سے دُور آپ پہ مرنے والے
بتاؤن نام اے دربان تجھے کیا یہ کہدے کوئی آیا ہے کہین سے
دل مین سماگئی ہین قیامت کی شوخیان دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ مین
وقت ملنے کا جو پوچھا تو کہا کہدینگے غیر کا حال جو پوچھا تو کہا کہتے ہین
دیکھا ہے بتکدے مین جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا
داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جلجاتے ہین ذکر آنے کو تو کمبخت کا اکثر آیا

جسطرح علم الارض کے جاننے والے زمین کے دو طبقون مین وہ فرق محسوس کر لیتے ہین جو معمولی شخص کو نظر نہین آسکتا۔ اسیطرح سخن شناس اِس امر کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہین کہ داغ کی زبان مین اور آتش کی زبان مین کیا فرق ہے دونون کی زبان مین پاکیزگی اور روانی کے جوہر موجود ہین۔ مگر ایک مین قدرتی سادگی کے علاوہ شاعر کے جادو نگار قلم نے عالم تصویر پیدا کر دیا ہے۔ دوسرے مین محض وہی سادگی اور روانی ہے جو پانی مین ہوتی ہے۔ یا یون کہیے کہ دو آئینے مین ایک محض شیشے کا ٹکڑا ہے۔ دوسرے مین جلا بھی کردیگئی ہے۔

داغ کا دیگر شعرا سے بلحاظ زبان کے مقابلہ

اکثر ایسے معمولی مضامین ہین جنکو ہر اُردو شاعر اپنی میراث سمجھتا ہے اور جنکے نظم کرنے مین صرف اسقدر جدت صرف کرنا پڑتی ہے کہ بندش و ترکیب الفاظ کا لباس نیا ہو۔ دیکھو داغ نے اِس قسم کے مضامین کو زبان کا کیسا سادہ لباس پہنایا ہے اور اُردو کے اعلیٰ درجے کے شعرا نے اِن شاہدان معنی کے لیے کیسا نفیس پیراہن تیار کیا ہے۔

داغ — اے داغ برا مان نہ کچھ اُسکے کہے کا — معشوق کی گالی سے تو عزت نہین جاتی
مومن — دشنام یار طبع حزین پر گران نہین — اے ہمنشین نزاکت آواز دیکھنا
داغ — کون تھا مجھ سا تمنائی کہ برسون میرے بعد — قبر پر آ آکے چلائی پکاری آرزو
آتش — برابر جان کے رکھا ہی اسکو مرتے مرتے تک — ہماری قبر پر رویا کرے گی آرزو برسون
داغ — جاتے تھے مُنہ چھپائے ہوئے میکدے کو ہم — آتے ہوئے اُدھر سے کئی بار سامنے
غالب — کہان میخانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ — پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے
داغ — دیکھا ہے تمکو آخرِ شب پاس غیر کے — سُنتے ہین خواب صبح کا ہوتا ہی کم غلط
غالب — بغل مین غیر کے آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ — سبب کیا خواب مین آکر تبسمہای پنہان کا
داغ — وہ اثر سے مین ڈرا ہون کہ دُعائین مانگتا ہون — کہ مری دُعا الٰہی نہ ہو مستجاب ہرگز
مومن — مانگا کرینگے ہم بھی دُعا ہجر یار کی — آخر تو دشمنی ہے اثر کو دُعا کے ساتھ
داغ — بھلا ہو پیر مغان کا ذرا نگاہ ملے — فقیر ہین کوئی چُلّو خدا کی راہ ملے
آتش — کیا بادۂ گلگون سے سرور کیا دل کو — آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو

اِس طولانی بحث سے ہمارا منشا یہ ہے کہ اہل سخن پر ظاہر ہو جائے کہ بلحاظ نوعیت مضامین و نیز بلحاظ حسن بیان و پاکیزگی زبان داغ اُن اعلےٰ درجے کے اُردو شعرا کے ہمپایہ نہین ہین جنکا شمار نظم اُردو کے دربار کے بالانشینون مین ہے اور جو داغ کے رنگ کے خصوصیات ہین مثلاً محاورے یا چٹکلے نظم کرنا۔ استعارہ و تشبیہ سے کم کام لینا۔ عاشق و معشوق کی نوک جھونک کے عیاشانہ مضامین شوخی اور چلبلاہٹ کے ساتھ باندھنا۔ یہ خصوصیات اعلےٰ درجے کی شاعری کے جوہر نہین ہین۔ مختصر یہ کہ داغ کی شاعری بحیثیت مجموعی عیاشانہ شاعری ہی اور عیاشانہ شاعری ادنےٰ درجے کی شاعری خیال کیجاتی ہے۔ آج جبکہ شاعری کا اصلی مفہوم اکثر دلون سے فراموش ہو گیا ہے تو ممکن ہے کہ ایسا کہنا بہت سے حضرات کو ناگوار گذرے۔ لیکن اُردو کے اساتذۂ قدیم بھی عیاشانہ شاعری کو وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھتے تھے۔ قدما مین میان جرأت اِس رنگ کے کہنے والے تھے۔ اِنکی نسبت میر تقی میر کا جو خیال تھا وہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے:۔

میر کی راے عیاشانہ شاعری پر

کسی مشاعرے مین ایک دفعہ جرأت نے غزل پڑھی اور غزل بھی وہ

ہوئی کہ تعریفون کے غل سے شعر تک سُنائی نہ دیے۔ میان جرأت یا تو اُس جوش سرور مین جو اس حالت مین انسان کو سرشار کردیتا ہے یا شوخی مزاج سے میر صاحب کے چھیڑنے کے ارادے سے ایک شاگرد کا ہاتھ پکڑ کے اُنکے پاس آکر بیٹھے اور کہا کہ حضرت اگرچہ آپکے سامنے غزل پڑھنی بے ادبی اور بے حیائی ہے مگر خیر اس بیہودہ گو نے جو یاوہ گوئی کی وہ آپ نے سماعت فرمائی ؟ میر صاحب تیوری چڑھاکر چپکے ہو رہے۔ جرأت نے پھر کہا۔ میر صاحب کچھ ہون ہان کر کے پھر ٹال گئے۔ جب اُنھون نے بہ تکرار کہا تو میر صاحب نے جو الفاظ فرمائے وہ یہ ہین:۔ "کیفیت اِسکی یہ ہے کہ تم شعر تو کہہ نہین جانتے ہو اپنی چوما چاٹی کہہ لیا کرو" (آب حیات)

اِس موقع پر ایک غلط فہمی کا رفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یعنے معترض کہہ سکتا ہو کہ آتش و غالب و ذوق وغیرہ کے یہان بھی ایسے شعر ملین گے جو عیاشانہ شاعری کے رنگ مین ڈوبے ہوے ہین اور جنکی زبان کا رنگ داغ کی زبان سے ملتا ہے۔ مثلاً آتش کہتے ہین۔

وصل کی شب رنگ گردون نوع دیگر ہو گیا
شام سے یار اور مین جامے سے باہر ہو گیا

یا غالب کہتے ہین:۔

وصول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیشدستی ایک دن

پس اِن شعرائے گرانمایہ مین اور داغ مین کیا فرق ہے۔ اِسکا جواب یہ ہے کہ کسی شاعر کے کلام کا اندازہ متفرقات سے نہین کیا جاتا بلکہ اسکے کلام پر اک جامع اور وسیع نظر ڈالی جاتی ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ بالعموم اسکی طبیعت کا رنگ کیا ہو اور کس قسم کے مضامین نظم کرنے مین اِسکو سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے آتش و غالب وغیرہ کے یہان اکثر عیاشانہ مضامین کے شعر ملین گے مگر وہ اُنکی شاعری کے دامن پر داغ خیال کیے جاتے ہین جس رنگ کے اشعار سے اُنکا وقار قائم ہے وہ کسی اور ہی عالم کا اشارہ کرتے ہین۔ اسیطرح داغ کا ایک شعر اسیر یا ناسخ کے رنگ مین ہم رکھتے ہین پیچ و تاب سے بھی تیز رو کہین پانی کی کب گرہ پر ماہی مین رہ گئی

اگر دو چار شعر داغ کے کلام مین اِس رنگ کے اور نکل آئین تو اُنکی بنیاد پر یہ
نہین کہا جا سکتا کہ داغ کے رنگ مین اور ناسخ یا اسیر کے رنگ مین کوئی فرق نہین ہے
کیونکہ اس قسم کے اشعار کی تعداد داغ کے کلام مین بہت ہی محدود ہے اور نیز اِس رنگ کے
مضامین کے نظم کرنے مین داغ کو وہ کامیابی نہین حاصل ہوئی جسکا پتا اُنکے عیاشانہ رنگ
کے اشعار مین ملتا ہے یعنے وہ بے تکلفی اور شوخی جو داغ کے لیے باعث فخر ہے اِس
طرز کے اشعار مین نظر نہین آتی۔ پس اگر داغ کا اور دیگر اعلےٰ درجے کے اُردو شعرا کا
موازنہ منظور ہے تو یہ دیکھو کہ آتش و غالب وغیرہ کے طائرِ فکر کی قدرتی پرواز کیا ہے اور
انکے اُن اشعار پر غور کرو جو آئی شہرت کے آسمان پر آفتاب بنکر چمک رہے ہین۔ اور پھر
یہ دیکھو کہ داغ کی پرواز فکر کا نقطۂ انتہائی کیا ہے اور کس رنگ کے اشعار اِسکی شہرت
کے لیے طرۂ دستار ہین۔ اِس روش پر چلنے سے یہ آئینہ ہو جائیگا کہ جو عیاشانہ مضامین
آتش و غالب وغیرہ کے جام سخن مین تلچھٹ کی طرح نظر آتے ہین۔ داغ کا ساغر فکر
اِنھین سے لبریز ہے۔ داغ کی شاعری کی زمین دوز عمارت کا بام عالی اِنکے رفیع الشان
قصر سخن کا آشیانہ ہے۔ پس آتش و غالب وغیرہ کے یہان اکثر مقامات پر عیاشانہ رنگ کے
اشعار کا ہونا بحیثیت مجموعی اِن اعلےٰ درجے کے شعرا کا وقار نہین گھٹا سکتا نہ داغ
کو اِنکا ہمپایہ ثابت کر سکتا ہے۔

داغ کی زبان

مگر با اینہمہ اِسوقت اِس تیرہ خاکدان ہند مین داغ کے دم کی روشنی غنیمت
تھی۔ اُردو شاعری کا نام اِسی کی ذات سے زندہ تھا۔ گو وہ آتش و غالب و ذوق وغیرہ
کا ہمپایہ نہو لیکن اِسکے قدرتی طور پر شاعر ہونے مین کوئی شک نہین۔ اور اِس نعمت خداداد
کا حاصل ہونا بھی کچھ کم فخر کی بات نہین ہے کہ اسکے کلام کی شوخی مصنوعی شوخی نہین ہے
جو شعر اِسکی زبان سے نکلتا ہے تاثیر مین ڈوبا ہوا نکلتا ہے اور اصل یہ ہے کہ اپنے
رنگ خاص مین وہ معجزہ دکھا گیا ہے۔ واقعی کیا خوب کہا ہے۔

دل کا کیا حال کہون صبح کو جب اُس بُت نے	لیکے انگڑائی کہا ناز سے ہم جاتے ہین
آتا ہے مجکو یاد سوالِ وصال پر	کہنا کسی کا ہائے وہ منہ پھیر کر نہین
گلے شکوے کہانتک ہونگے آدھی رات تو گذری	پریشان تم بھی ہوتے ہو پریشان ہم بھی ہوتے ہین
خبر سُنکر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبون سے	خدا بخشے بہت سی خوبیان تھین مرنیوالے مین

کسی کی نرگس مخمور کچھ کہدے اشارون مین | مزا ہے رات دن چلتی رہے پرہیزگارون مین
غضب ہے دیکھنا اس سادگی پر مرگئے لاکھون | کہا تھا کسنے بن بیٹھین وہ میرے سوگوارون مین
لڑ گئی یار گلعذار سے آنکھ | اب نہین جھیپتی ہزار سے آنکھ
ہرا دا مستانہ سر سے پاؤن تک چھائی ہوئی | اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی
بتاؤن نام اے دربان تجھے کیا | یہ کہدے کوئی آیا ہے کہین سے
زاہد کو بندگی کا نتیجہ تو مل گیا | گردن خمیدہ یاد الٰہی مین رہ گئی
وصل کا وعدہ اشارون مین کہین ہوتا ہے | مین ترے سر کی قسم کچھ نہ مری جان سمجھا
ہاتھون سے جو بچے تری باتون سے مرگئے | چٹکی مین تیر جو تھا وہ لب پر سخن ہوا
راز دل کوئی کہے لاکھون مین کیونکر اپنا | داورِ حشر جدا چاہیے محشر اپنا
زبان سے گر کیا بھی وعدہ تونے تو یقین کسکو | نگاہین صاف کہتی ہین کہ دیکھو یون مکرتے ہین
رنج وہ رنج ہے جسمین نہ بتون کو بھولین | عیش وہ عیش ہے جسمین نہ خدا یاد رہے
کیسا نظارہ کسکا اشارہ کہان کی بات | سب کچھ ہے اور کچھ نہین نیچی نگاہ مین
بڑا مزا ہے جو محشر مین ہم کرین شکوہ | وہ منتون سے کہین چپ رہو خدا کے لیے
سب سے تم اچھے ہو تمسے مری قسمت اچھی | یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی
دیکھنے والون سے انداز کہین چھپتے ہین | ہمکو پردے مین نظر آتی ہے صورت اچھی
آپ محشر مین بنین قول کے سچے کیا خوب | انگلیان اُٹھین گی وہ آئے مکرنے والے

اِس رنگ مین اِس سے بڑھکر کوئی کیا کہیگا۔ داغ کی شاعری کا دائرہ چاہے وسیع نہو لیکن جو اسکا انداز خاص ہے اسپر وہ حاوی ہے۔ اور اپنے بیشۂ سخن کا شیر ہے داغ کے مقابلے مین یون تو بہت سے حضرات آستینین چڑھایا کیے لیکن اگر میدان سخن مین اسکا کوئی قابل وقعت مدعی تھا تو وہ لکھنؤ کا چراغ امیر احمد مینائی تھا۔ گو کہ امیر مرحوم کو داغ کے برابر شہرت نہین حاصل تھی لیکن خاص خاص طبقون مین امیر کا نام ہمیشہ داغ کے مقابل مین لیا گیا۔ اسمین شک نہین کہ امیر کی مشکل پسند طبیعت نے اکثر ایسے جوہر دکھائے جسکی بدولت اِس پہلوان سخن کو زمانہ سے اُستادی کی سند ملی۔ لیکن امیر کی طبیعت کو شاعری سے وہ ازلی مناسبت نہین ہے جو داغ کا حصہ ہے۔ یہ ضرور ہے

امیر و داغ

امیر کی معنوی شاعری

کہ داغ کا مذاق سخن اعلےٰ درجے کا نہین ہے۔ لیکن اسکے قدرتی طور پر شاعر ہونے مین کلام نہین۔ یہ اور بات ہے کہ اسکی نگاہ بلند بینی کے عوض مائل بہ پستی ہوا ور قدرت کے وسیع میدان سے قطع نظر کرکے ایک خاص دائرے تک محدود ہو مگر اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ یہ نگاہ شاعر کی نگاہ ہے۔ داغ کے سینے مین شاعری کی آگ روشن ہے۔ لہذا اسکا کلام گرمی تاثیر سے مالا مال ہے۔ امیر کا کلام اس کیفیت سے خالی ہے۔ انکی شاعری مصنوعی شاعری ہے۔ انھون نے شاعری کو مشق کے زور سے حاصل کیا ہے۔ وہ اصل جوہر شاعری جو قدرتی شاعر اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتا ہے امیر کی طبیعت کا حصہ نہین۔ یہی وجہ ہے کہ داغ کے انداز کلام مین جو پختگی ہے اسکا نشان امیر کے طرز سخن مین نہین ملتا۔ داغ کا کلام شروع سے آخر تک اسکی طبیعت کے قدرتی رنگ مین ڈوبا ہوا ہے۔ اسکا شعر زبان حال سے پکار کر کہتا ہے کہ مین داغ کا شعر ہون۔ اسکا مرتبہ اعلےٰ درجے کے شعرا کے مقابل مین پست ہو مگر وہ کسیکا مقلد نہین ہے۔ وہ ایک خاص طرز کا مالک ہے جسکو ایک حد تک اسی کا ایجاد سمجھنا چاہیے امیر کے ساتھ کسی طرز خاص کو خصوصیت نہین ہے اسکے دو دیوان ہین اور دو رنگ کے۔ مرآۃ الغیب مین امیر و ناسخ کی شاعری کا اُترا ہوا چہرہ نظر آتا ہے۔ اور صنمخانۂ عشق مین قدیمی متانت کو بالاے طاق رکھکر داغ کی شوخی کا چربہ اتارنے کی کوشش کیگئی ہے۔ چنانچہ دوسرے دیوان مین خود فرماتے ہین:—

داغ کے رنگ کی پختگی

امیر صاحب طرز نہین ہین

[illegible]

پچھلا کلام بھی ہے جو ہین شریک امیر
دیوان مین انکا رنگ کہین ہے کہین نہین

امیر کے کلام کی دورنگی اس بات کی شاہد ہے کہ انکی طبیعت قدرتی طور پر شاعرانہ نہین واقع ہوئی تھی کیونکہ اصلی شاعر اپنی طبیعت کا رنگ نہین بدل سکتا وہ اگر خواب مین بھی شعر کہیگا تو اُسی رنگ مین کہیگا جو قدرت نے اسکی طبیعت کو ودیعت کیا ہے۔ بیشک ایک آدھ شعر کسی خاص موقع پر خاص حالت مین طبیعت کے قدرتی رنگ کے خلاف موزون ہو سکتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی قدرتی شاعر کا کلام ایک ہی سانچے مین ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔ بیشک جسکی شاعری کا دارومدار مصنوعی تکلفات پر ہے وہ ان تکلفات کا رنگ جب چاہے بدل سکتا ہے۔ داغ۔

معرکہ آرا طرحون پر داغ کی غزلین

اکثر معرکہ آرا طرحون پر غزلین کہی ہین۔ گو کہ اساتذۂ قدیم کے مقابل مین فروغ نہین حاصل ہوا ہے لیکن جو کچھ کہا ہے اسمین ایک قسم کی جدت و تازگی پائی جاتی ہے۔ یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسنے اساتذہ کے خرمن سے خوشہ چینی کی ہے۔ مثلاً گردن مین۔ آہن مین۔ ایک قدیمی طرح ہے اس طرح مین "گردن" کے قافیے پر اساتذۂ قدیم و حال نے بڑے بڑے زور مارے ہین۔ داغ نے بھی اس قافیے کو نظم کیا ہے مگر سب سے الگ

لا علم　اسیری عشق کو منظور تھی میرے لڑکپن مین　پنہایا طوق منت کے بہانے میری گردن مین
آتش　یہ سودا ہے شہادت ہی ہمارے سر کو اے قاتل　تری تلوار کا دم بھرتی ہی جو رگ ہے گردن مین
صبا　بہارِ وصل ہی ہم میکشی کرتے ہین گلشن مین　پڑے ہین ہار پھولونکے ہر اک شیشی کی گردن مین
داغ　مزا ہی وصل کی شب اسطرح ہون پیار کی باتین　ہمارا ہاتھ سینے پر تمہارا ہاتھ گردن مین

اِسی طرح یاد آیا۔ فریاد آیا۔ ایک مشہور طرح ہے۔ اور "یاد آیا" نظم کرنے مین اساتذہ نے بڑی بڑی جدتین دکھائی تھین۔ داغ نے اس طرح مین بھی "یاد آیا" عجب تازگی کے ساتھ نظم کیا ہے۔

آتش　رو دیا ابر بہاری جو برستے دیکھا　کرم پیر خرابات مجھے یاد آیا
صبا　چشم موسیٰ ہمہ تن بنگیا مین حیرت سے　دیکھا اک بُت کا وہ عالم کہ خدا یاد آیا
قلق　سچ تو ہے حضرت انسان ہین بڑے خود مطلب　جب دیا رنج بتون نے تو خدا یاد آیا
داغ　دی موذن نے شبِ وصل اذان پچھلی رات　ہائے کمبخت کو کسوقت خدا یاد آیا

امیر کی معرکہ آرا طرحون پر غزلین

امیر مرحوم کی طبیعت اس جدت سے خالی تھی۔ بلکہ انھون نے جب اساتذۂ قدیم کی مشہور غزلون پر غزلین کہی ہین تو اکثر انھین کے چراغ سے اپنا چراغ روشن کیا ہے۔ اشعار ذیل تمثیلاً درج ہین۔

قلق　ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا　بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا
امیر　اُٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا　ذرا سی بات مین ہوتا ہے فیصلہ دل کا
قلق　وہ ظلم کرتے ہین ہمپر تو لوگ کہتے ہین　خدا بُرے سے نہ ڈالے معاملہ دل کا
امیر　دم اسکے آنکھون مین اٹکا تو کچھ نہین کھٹکا　اٹک نہ جائے الٰہی معاملہ دل کا
رند　پھر وہی کنج قفس ہے وہی صیاد کا گھر　چار دن اور ہوا باغ کی کھالے بلبل
امیر　آخر اک روز خزان ہی کہ طلسمی ہے بہار　چار دن رنگ گلستان مین جمالے بلبل

اکثر امیر و داغ دونون نے اساتذۂ قدیم کی مشہور غزلون پر غزلین کہی ہین۔ مثلاً ناسخ کی اُس مشہور غزل پر جسکا مطلع ہے

طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا
مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا

دونون کی غزلین موجود ہین۔ امیر نے تقریباً اسّی شعر کہے ہین اور تصنع و آورد کا خوب حق ادا کیا ہے۔ لیکن ایک شعر سے تازگی کا رنگ نہین عیان ہوتا بلکہ اکثر اشعار مین ناسخ کے اشعار کا پرتو صاف نظر آتا ہے۔ مثلاً ناسخ کا شعر ہے۔

کہ نور صبح صادق ہے غبار اپنے بیابان کا
یہ کس خورشید رو کو جذب دل نے آج کھینچا ہے

امیر کا شعر ہے:-

بیاض صبح جنت ہے سواد اپنے بیابان کا
ہوائے زلف مین اک حور کے سودا یہ چمکا ہے

داغ نے جو کچھ اس زمین مین کہا ہے اپنے رنگ مین کہا ہے اور جدّت کو ہاتھ سے نہین جانے دیا ہے چنانچہ ایک شعر اسکا مشہور بھی ہے۔

اسے دیکھا اسے دیکھا اِدھر تاکا اُدھر جھانکا
کسی کی شرم آلودہ نگاہون مین یہ شوخی ہو

اسی طرح اگر اور غزلون کا موازنہ کیا جائے تو ہمارے بیان کی تائید ہوتی جائیگی۔

میر کی زبان
آغ کے مقابل
پھیکی ہے

داغ کی زبان مین گوکہ شاعرانہ صناعی کو دخل نہین ہے لیکن اسکی زبان روانی اور بے تکلفی سے معمور ہے۔ امیر کی زبان کا رنگ روانی اور بے تکلفی کے لحاظ سے داغ کے مقابل مین پھیکا ہے بلکہ اکثر اشعار مین ایسے مغلق الفاظ بھر دیے ہین جو کانون کو بُرے معلوم ہوتے ہین۔ مثلاً

مغلق الفاظ

تفاخر تھا بہت قاتل کو اپنے زور بازو پر
پڑا خطِ بھی دمیک تن پہ میری سخت جانی سے

جوڑ ہے تیری نزاکت کا نحافت میری
شان پیدا ہوئی ہے عشق مین معشوق کی

جذاب چاہیے کوئی کاغذ کتاب پر
لکھنا ہے مجکو دیدۂ گریان کا اپنے حال

کچھ کچھ خمیدگی بھی لازم ہے بانکپن مین
ہے چرخ پر یہ ایما ابروے ماہِ نو کا

کہین دامن سے ہوتا ہے مقام اونچا گریبان کا
تفوق رکھتی ہے سرگشتگی نخوت فروشی پر

داغ کی زبان سے ایسے الفاظ نظم ہونا دشوار ہین۔

لکوہ الفاظ کے
اظ سے امیر
اغ سے برتر ہین

بیشک شکوہ الفاظ اور متانت بیان کے لحاظ سے امیر کا پایہ داغ سے عالی ہو۔ اور جب اس شکوہ و متانت کے ساتھ امیر کے کلام پر شاعرانہ لطافت کا پرتو

پڑجاتا ہے تو خاص لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً کیا خوب کہا ہے۔

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہے ۔۔۔ شکن چہرے پہ نقش پائے طاؤس جوانی ہے
ستانہ خاطر مظلوم کو ڈرائے قاتل ۔۔۔ پڑے نہ تیغ کبھی جیسے آہ پڑتی ہے
کباب سیخ ہین ہم کروٹین ہر سو بدلتے ہین ۔۔۔ جل اٹھتا ہے جو یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہین
کس شان سے ہم آئے تری جلوہ گاہ مین ۔۔۔ مشعل دکھائی برق تجلّے نے راہ مین

داغ کی زبان اس شوکت بیان سے خالی ہے۔

آخر مین دونون استادون کا کلام ہم طرح غزلون سے انتخاب کرکے لکھا جاتا ہے جس سے دونون کی زبان اور مذاق سخن کا رنگ معلوم ہوتا ہے۔

داغ عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجکو ۔۔۔ اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوئے تم مجکو
جب سے آنکھون مین سمائی ہین وہ کافر نظرین ۔۔۔ رات دن اپنی نظر سے ہے توہم مجکو
دیکھتا پیر مغان حضرت واعظ تو نہین ۔۔۔ کوئی بیٹھا نظر آتا ہے پس خم مجکو
امیر صورت غنچہ کہان تاب تکلم مجکو ۔۔۔ منہ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجکو
حشر مین وجد کنان قبر سے یارب اٹھون ۔۔۔ نفخۂ صور ہو آواز ترنم مجکو
مین جو مرجاؤن تو اے پیر مغان کہدینا ۔۔۔ مغبچے کھینچکے ڈال آئین پس خم مجکو
داغ ساقیا اس مین کھنچی کیا کسی مجذوب کی روح ۔۔۔ کوئی کھینچے لیے جاتا ہے سوے خم مجکو
امیر مجلس وعظ مین مین مست اگر جا بیٹھون ۔۔۔ مغبچے کھینچکے لیجائین سوے خم مجکو
داغ یار کا پاس نزاکت دل ناشاد رہے ۔۔۔ نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی فریاد رہے
رنج وہ رنج ہے جسمین نہ بتون کو بھولین ۔۔۔ عیش وہ عیش ہے جسمین نہ خدا یاد رہے
عکس رخسار سے بنجائے مصور تصویر ۔۔۔ دیکھلے تجکو تو بہزاد نہ بہزاد رہے
امیر زعفران زار مین بھی گر دل ناشاد رہے ۔۔۔ یہی نالہ یہی گریہ یہی فریاد رہے
قتل بے خنجر و شمشیر جو ہو مد نظر ۔۔۔ اک ذرا آپ کو کھینچے ہوئے جلاد رہے
اسکی تصویر مین اس درجہ نزاکت کا ہو صرف ۔۔۔ لوح باقی نہ قلم مین ترے بہزاد رہے
داغ کوئی پہلو تو رہے کہکے پلٹ جانے کا ۔۔۔ آنکھ سے وہ نہ رہے لب سے جو ارشاد رہے
امیر آنکھین مرجانے کو کہتی ہین وہ لب جینے کو ۔۔۔ کیسے یہ حکم رہے کیسے وہ ارشاد رہے
داغ جبتک کسی کی چاہ نہ تھی کیا غرور تھا ۔۔۔ میرا ہی دل بغل مین مری رشک حور تھا

واعظ ترے لحاظ سے ہم ننگے پی گئے — کیا ناگوار ذکر شراب طہور تھا
کیون تو نے چشم لطف سے دیکھا غضب کیا — قربان اُس نگاہ کے جبین غرور تھا
امیر موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا — بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا
آیا بڑا مزہ مجھے مجلس مین وعظ کی — واعظ قیامت ذکر شراب طہور تھا
نیچی رقیب سے نہوئی آنکھ عمر بھر — جھکتا مین کیا نظر مین ہمارا غرور تھا
داغ کیون ناامید عفو ہون کیا یہ سُنے گناہ — اسکا نہ بخشنا تری رحمت سے دور تھا
امیر میرے عمل تو قابل دوزخ ہی تھے مگر — کرتا نہ وہ جو رحم تو رحمت سے دور تھا
داغ ہم بوسہ لیکے اُنسے عجب چال کر گئے — یون بخشوالیا کہ یہ پہلا قصور تھا
امیر لپٹا مین بوسہ لیکے تو بولے کہ دیکھیے — یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصور تھا
داغ ہان ہے وہ غیرت خورشید و قمر آج — دن آج ہے رات آج ہے شام آج سحر آج
روکا ہی کیا رشک بٹھایا ہی کیا ضعف — بیتابی دل لے ہی گئی غیر کے گھر آج
یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنا — کیا ہو مرے قابو مین تم آجاؤ اگر آج
جب تاب فغان تھی تو یہ تاثیر کہان تھی — کیا کیا لب خاموش پہ قربان ہے اثر آج
امیر ہوتا ہی تو ہے فیصلہ گردن و سر آج — وہ قتل پہ مین مرگ پہ باندھے ہون کمر آج
گو جاتے ہین آہستہ نزاکت سے وہ لیکن — دوڑی ہوئی جاتی ہو خوشی غیر کے گھر آج
کس غیرت خورشید سے ہوتی ہے لڑائی — اوڑھے ہوئے کیون شام کی کملی ہو سحر آج
مانگی ہے دُعا کس نے الٰہی کہ کھُلا ہے — آغوش تمنا کی طرح باب اثر آج
داغ شوخی سے ٹھہرتی نہین قاتل کی نظر آج — یہ برق بلا دیکھیے گرتی ہے کدھر آج
امیر شوخی سے ہے بیچین وہ بجلی سی نظر آج — کہتی ہے حیا دیکھیے گرتی ہو کدھر آج
داغ وعدے پہ مرے اُنکے قیامت کی ہے تکرار — اور بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے ادھر آج
امیر دیدار طلب تو بھی ہے اور مین بھی ہون زاہد — لیکن ترے گھر کل ہو وہ دن اور مرے گھر آج
داغ یون تو برسون نہ پلاؤ نہ پیون لے زاہد — توبہ کرتے ہی بدلجاتی ہے نیت میری
امیر توبہ کی جان کو بجلی ہے چمک بجلی کی — بدلی آتے ہی بدلجاتی ہے نیت میری
داغ کیا فلک ٹوٹ پڑا بعد فنا بھی مجھ پر — بیٹھی جاتی ہے دبی جاتی ہے تربت میری
امیر شمع روتی ہے بہت اسکو اُٹھالے کوئی — بیٹھ جائے نہ کہین گھٹی ہے تربت میری

داغ فتنہ آنکھ نگہ بیقرار چتون شوخ — تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے
امیر خدا کی شان جو شوخی سے آشنا ہی نہین — ترس رہی ہین وہی آنکھین اپنا حیا کے لیے
داغ پوچھتا جا مرے مرقد سے گذرنے والے — کیا گذرتی ہے تری جان پہ مرنے والے
امیر اِک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہین مرنے والے — ادھر غریبون کے مزارون پہ گذرنے والے
داغ روح کس مست کی پیاسی گئی میخانے سے — مے اُڑی جاتی ہے ساقی ترے پیمانے سے
امیر دختِ رز اُٹھی ہے ساقی کسی دیوانے سے — کہ پری بنکے اُڑی جاتی ہے پیمانے سے
داغ زبان سے گر کیا بھی وعدہ تونے تو یقین کِسکو — نگاہین صاف کہتی ہین کہ دیکھو یون مکرتے ہین
امیر تسلی خاک ہو وعدون سے اُنکے جتونین اُنکی — اشارونسے یہ کہتی ہین کہ دیکھو یون مکرتے ہین
داغ کوئی کہدے کہ تمنے دل لیا پھر دیکھیے کیا کیا — اُچھلتے ہین اکڑتے ہین بلٹتے ہین مکرتے ہین
امیر مین کہتا ہون تمہین نے دل لیا میرا تو کہتے ہین — کہ ہان ہان لے لیا اچھا کیا ہم کب مکرتے ہین
داغ وہ اور ہین جو پیتے ہین موسم کو دیکھکر — آتی رہی بہارین توبہ شکن ہوا
امیر واعظ کا تھا لحاظ تو فصل خزان تلک — لو آگئی بہار مین توبہ شکن ہوا
داغ اِس روے بے حجاب کا جلوہ ہوا نقاب — نکلی ہر رنگ رنگ سے صورت حجاب کی
امیر پردہ چمک ہو اُسکے رُخِ بے حجاب کی — حاجت ہے کیا نقاب پر اِسکو نقاب کی

اِن اشعار سے دونون اُستادون کی طبیعت کے رنگ کے علاوہ انداز بیان کا فرق بھی معلوم ہوتا ہے۔ داغ کی زبان کی قدرتی شوخی اور بے تکلفی امیر کے مصنوعی تکلفات سے صاف الگ نظر آتی ہے۔ امیر نے اکثر داغ کی شوخی کی نقل کی ہے لیکن کامیاب نہین ہوے ہین۔

داغ پر اعتراضات اور ذاتی حملے

داغ کا کلام عموماً شاعری کے ظاہری عیبون سے پاک ہے اور اُنکا ضروریاتِ شعر سے باخبر ہونا ثابت کرتا ہے۔ لیکن حریفون نے اعتراضات کی فکر مین دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہین۔ عموماً اعتراضات زبان پر ہین کہ فلان محاورہ غلط نظم کیا ہے یا فلان بندش غیر فصیح ہے۔ اِس زمانے مین جبکہ کمالِ شاعری کا دارمدار محض صحتِ زبان پر سمجھا جاتا ہے اِس صورت مین اگر داغ کے مٹانے کی فکر مین اِسکی زبان پر اعتراض کیے گئے تو زیادہ تعجب نہین ہے۔ لیکن قابلِ افسوس یہ بات ہے کہ

ان اعتراضات کے پیرہن داغ پر ایسے ذاتی حملے کیے گئے ہین جنکا شاعری سے کوئی تعلق نہین اور جو بالکل مذاق سلیم کے معیار سے گرے ہوے ہین ۔مثلاً داغ کے نجیب الطرفین ہونے مین شک ظاہر کیا گیا ہے ۔ چاہے علم تاریخ کے لیے ایسے واقعات کی تشریح ضروری ہو لیکن ادبی مباحثون کا دامن ایسے گندہ مضامین سے آلودہ کرنا تہذیب کو خاک مین ملانا ہے ۔

ہمکو داغ کی شاعری سے غرض ہے نہ کہ اُسکے اعزاز خاندانی سے ۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

شاگردان داغ کی مُبالغہ پسندی

اس رُسوائی کے لیے وہ حضرات بھی ایک حد تک ذمہ دار ہین جو داغ کے کمال کو فروغ بیجا دینا اپنا فخر سمجھتے ہین ۔ اِن حضرات نے محض یہی بات ثابت کرنے کی کوشش نہین کی ہے کہ داغ کا سا شاعر ہندوستان مین کم پیدا ہوا بلکہ داغ کی ذات کو تمام فضائل انسانی کا مجموعہ بتایا ہے ۔خاندانی اعزاز ۔ اخلاقی فضیلت حسُن صورت کے لحاظ سے داغ کی بہت کچھ مدحت سرائی کی ہے ۔علاوہ اسکے فنون سپہگری ۔ رمل جفر ۔ نجوم اور دیگر علوم عقلی و نقلی کی ہوا مین بھی داغ کو تحسین و ستائش کے پر لگا کر اُڑانا چاہا ہے ۔اگر اِسی پر اکتفا کیا جاتے تب بھی غنیمت تھا ۔لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اِس فانوس خیالی کے تیار کرنے کی فکر مین اکثر شعراے لکھنؤ کے مٹانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ بھلا لکھنؤ کے آتش مزاجون کو اسکی تاب کہان ۔ وہ پہلے ہی داغ کی گرم بازاری سے داغ کھائے ہوے بیٹھے تھے ۔اِس اشتعال نے دبی ہوئی آگ کو اچھی طرح سے مشتعل کر دیا ۔ پھر جو اہل لکھنؤ کی جانب سے اعتراضات کی بوچھار ہوئی ہے تو کوئی اُسکی انتہا ہی نہ تھی ۔ اور داغ کے مداحون نے اِن اعتراضات کے جواب مین جو جو زبان درازیان کین وہ بھی اپنے رنگ مین جواب نہین رکھتین ۔بس بعینہٖ یہی کیفیت تھی

تو گوئی خروسان شاطر بجنگ

در افتادہ باہم بمنقار و چنگ

غرضکہ ہر دو جانب سے خوب خوب زہر اُگلا گیا ۔ افسوس ہر تا اِسقدر کہ اِس تلخ گفتاری سے سواے اِسکے کہ اُردو زبان کے شیرین چشمے کی لطافت مین فرق آ گیا

اور کچھ نہ حاصل ہوا۔ اب ذرا اِن مباحثون کا رنگ ملاحظہ ہو۔

اکثر داغ کے شاگرد اپنے اُستاد کو اتقا اور پرہیزگاری کا خلعت پنہاتے ہین۔ یعنے داغ کو باکمال شاعر ہی نہین بتلاتے ہین بلکہ عابد روشنضمیر بھی کہتے ہین۔ حریف ایسے موقع پر کب چوکتے ہین وہ داغ اور حجاب[1] کے عشق کا پردہ اچھی طرح سے فاش کرتے ہین۔ کل داستان رُسوائی نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہین اور اکثر موقعون پر تصرف بھی کرتے جاتے ہین۔ اور جہانتک سُنا گیا ہے مرزا داغ ایک عاشق تن اور عیاش طبع شخص تھے۔ اُنھون نے خود حجاب کے عشق کی داستان فریاد داغ مین نظم کی ہے۔ اور اپنی غزلون مین بھی کبھی کبھی اس قسم کے اشارے کیے ہین۔ مثلاً کہتے ہین ؎

در پردہ تم جلاؤ جلاؤن نہ مین تمھین
میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

علاوہ اِسکے عیش پرستی کے اور بھی بہت سے سامان موجود تھے اور اِنھین بے اعتدالیون کا نتیجہ تھا کہ داغ کا کمال بھی شباب کے ساتھ مِٹ گیا۔ مگر اکثر قدر دانان داغ اِن واقعات پر خاک ڈالکر زمانے بھر کو بیوقوف بنانا چاہتے ہین۔

اِسیطرح داغ کے حُسن سخن کے قدردان اِنکے حسن صورت کو بھی اپنی تعریف سے جِلا دیتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ شباب مین خوشرو اور خوش رنگ جوان ہونگے معترض کہتے ہین کہ داغ کی بدصورتی ضرب المثل ہے اور سند مین یہ مصرع داغ کا پیش کرتے ہین۔ ع

جسے داغ کہتے ہین دوستو اسی روسیاہ کا نام ہے

خیرخواہان داغ کہتے ہین کہ رامپور مین جو قدر داغ کی ہوئی وہ کسی کی نہوئی۔ مخالفین اِس دعوے کی اِسطرح تردید کرتے ہین کہ رامپور مین داغ پچاس روپیہ ماہوار پر دارو غہ اصطبل مقرر ہوے تھے۔ چنانچہ اِس واقعے کی تائید مین کسی دریدہ دہن گستاخ شخص کا یہ شعر پیش کرتے ہین ؎

آیا دِلّی سے اک نیا مشکی آتے ہی اصطبل مین داغ ہوا

[1] حجاب ایک کلکتہ کی طوائف کا تخلص ہے۔

مریدان داغ کہتے ہین کہ رامپور کے مشاعرون مین جب داغ غزل پڑھ چکتے تھے تو آدھے لوگ اُٹھ جاتے تھے اور مشاعرہ برخاست ہونے پر حضرت امیر پیشتر سے آکر باہر آڑمین کھڑے ہوجاتے تھے اور یہ دیکھتے تھے کہ لوگون کی زبان پر کسکا شعر ہے تو اکثر داغ ہی کا شعر زبان زد پاتے تھے۔ حریف اسکا جواب یہ دیتے ہین کہ گلزار داغ جو داغ کی شہرت کا باعث ہے انکی تصنیف ہی نہین ہے۔ اسکا بہترین حصہ حضرت ذوق کے زور فکر کا نتیجہ ہے جو انھون نے صاحب عالم مرزا فصیح الملک بہادر کے واسطے کہا تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہین کہ یہ دیوان امیر اور اسیر کی اصلاح کی بدولت اسقدر مقبول ہے۔

داغ کی زبان پر بھی جو اعتراض کیے ہین اُنہین بھی عموماً اسیقدر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے جسقدر مبالغہ مرحوم کے شاگردون نے اپنے اُستاد کے کلام کو فروغ دینے مین صرف کیا ہے۔ مثلاً داغ کا ایک مصرع ہے۔

بیقراری ٹھہرگئی دل مین

اسپر اعتراض ہے کہ "بیقراری" کے لیے کہنا کہ "ٹھہرگئی" غلط ہے۔ کیونکہ "بیقراری" تو خود اس کیفیت کا نام ہے جو "ٹھہرنے" کے برعکس ہے۔ مگر ایسا کہنا انصاف سے خالی ہے۔ داغ نے اِس موقع پر "ٹھہرنا" سکون کے معنون مین نہین استعمال کیا ہے۔ بلکہ "جاگزین ہونے" کے معنون مین۔ بیشک "ٹھہرگئی" کے ذو معنے ہونے سے شعر مین ایک قسم کی شاعرانہ لطافت ہوگئی ہے۔ چنانچہ میر حسن نے بھی اسی طرز کا ایک شعر کہا ہے ؎

ٹھہرنے لگا جان مین اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

یا داغ کا ایک شعر ہے ؎

خار حسرت بیان سے نکلا
دل کا کانٹا زبان سے نکلا

اعتراض ہے کہ "دل کا کانٹا" خلاف محاورہ ہے۔ اس اعتراض کا جواب

؎ اور غالباً تفنن طبع "کے طور پر کہا تھا"

داغ نے ایک خط مین کسی اپنے دوست کو لکھا ہے۔ وہ خط درج ذیل ہے۔

داغ کا خط

مورخہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ یوم یکشنبہ

جناب من سلمہ اللہ تعالے

آپ کا کارڈ جواب مین آیا حِسّادِ نافہم سے بحث نہین۔ اُنکا جواب خاموشی ہے اور آجتک جتنے اعتراضات میرے کلام پر ہوے اُنکو مین نے ہیچ سمجھا۔ مگر آپ کے اطمینان کے واسطے دو حرف لکھے دیتا ہون ؎

خار حسرت بیان سے نکلا
دل کا کانٹا زبان سے نکلا

یہ کانٹا دل کی پھانس کی جگہ نہین ہے بلکہ خار حسرت سے بنایا گیا ہی۔ اِس محاورے سے بحث نہین ہے۔ زیادہ نیاز

فصیح الملک داغ دہلوی

ہمارے خیال مین جواب نہایت معقول ہے۔ عموماً تمام اعتراضات کا یہی رنگ ہے اِس موقع پر یہ لکھنا ضروری ہے کہ اِن اعتراضات کی بحث مین دونون جانب سے وہی لوگ شریک تھے جنکی طبیعتین جادۂ اعتدال سے ہٹی ہوئی تھین۔ دہلی اور لکھنؤ کے منصف مزاج نقادانِ سخن کو اِن ہنگامہ آرائیون سے کچھ مطلب نہ تھا۔ چنانچہ منشی امیر احمد صاحب مینائی جو واقعی بزم سخن مین داغ کے رقیب تھے ان اعتراضات کی نسبت خود داغ کو تحریر فرماتے ہین۔

امیر کا خط

میرے پُرانے یار غمگسار حضرت داغ سلامت

خدا روز بروز آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اِس فن کو چمکائے۔ ملک کو آپکی قدر ہو یا نہو۔ میری نظر مین توجسقدر ہے آپکا دل بخوبی جانتا ہوگا۔ آپ حاسدین کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کرین۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جنسے زمانہ موافقت کرتا ہی ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہین۔ محسود ہونا سرمایۂ ناز و فخر ہے۔ خدا حاسد ہونے سے محفوظ رکھے یاد آوری کا منت پذیر۔ امیر فقیر

داغ کی لغزشین

بیشک داغ کے کلام مین بمقتضاے بشریت اکثر عیوب ہین۔ اُنسے داغ کے انصاف پسند قدر دانون کو بھی انکار نہوگا۔

مثلاً داغ کے کلام مین اکثر محاورے ملین گے جنکا نظم کرنا ریختۂ متین کی شان کے خلاف ہے۔ اگر ہزل یا ریختی مین ایسے محاورے نظم کیے جائین تو مضائقہ نہین۔

ہائے کمناوہ کسی بُت کا دمِ نظارہ | آنکھ بھر کر ہمین دیکھے تو بس اندھا ہو جائے
کیون صرفۂ نگاہ مری جان ہوگیا | اک تیرا اور مین ترے قربان ہوگیا
کوئی خوشی تو ہوئی ہے کہ ہنستے آتے ہو | گئے تھے کیا کسی مُردے پہ آشنا کے تم
اے شیخ جو بتائے ہے عشق کو حرام | ایسے کو دو لگائے بھگو کر شراب مین
حورون کا انتظار کرے کون حشر تک | مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب مین
سرِ عدالتِ محشر جواب کیا دو گے | جو داد خواہ ہون تم پر کہین سوال دیا
بزم سے گلدستے سب اُٹھوا دیے | داغ کا نزلہ گُل تر پر گرا

اکثر ایسے محاورے بھی داغ نے نظم کیے ہین جنکا اصلی مفہوم غت ربود ہوگیا۔ مثلاً

آنسو نہ پیے جائین گے اے ناصح نادان
ہیرے کی کنی جان کے کھائی نہین جاتی

دوسرے مصرع کا جو مفہوم ہے وہ اس محاورے سے ادا ہوتا ہے کہ "جیتی مکھی دیکھ کے نہین نگلی جاتی" ہیرے کی کنی تو جو کھاتا ہے وہ جانکر کھاتا ہے۔ مثلاً اکثر عورتین اپنی عصمت بچانے کے لیے اپنی ناک کی کیل سے ہیرے کی کنی نکالکر کھا لیتی ہین۔ ایک اور شعر ہے ؎

کیا قبر ناتوان کی ترے بے نمود ہے
افسوس فاتحہ ہے نہ جسکی درود ہے

دوسرے مصرع مین جو محاورہ نظم ہے وہ عالم بیکسی ظاہر کرنے کے لیے نہین استعمال کیا جاتا بلکہ غصے کے عالم مین بولا جاتا ہے "مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود"

داغ کی جس غزل کا مطلع ہے ؎

الٰہی کیا کرین ضبطِ محبت ہم تو مرتے ہین
کہ نالے تیر بن بنکر کلیجے مین اُترتے ہین

اسی غزل کا ایک شعر ہے ؎

کبھی یہ دل تماشا گاہ تھا عیش و مسرت کا
اب اسمین حسرت و یاس و تمنا سیر کرتے ہین

چونکہ "حسرت و یاس و تمنا" تانیث کے ساتھ استعمال کیے جاتے ہین۔ لہذا دوسرے مصرع کا قافیہ بیاے معروف ہونا چاہیے نہ کہ بیاے مجہول۔ اور اس صورت مین قافیہ غلط ہوجائے گا۔ یا ایک شعر ہے ؎

کبھی تو صلح بھی ہوجائے زہد و مستی مین
الٰہی شیخ بھی میخوار ہون مغان کی طرح

اب "مغان کیطرح" مین "مغان" کی ترکیب خلاف فصاحت سمجھی جاتی ہے آتش وغیرہ کے وقت مین ایسی ترکیب جائز تھی۔ چنانچہ آتش کا شعر ہے ؎

رفتگان کا بھی خیال اے اہل عالم کیجیے
عالم ارواح سے صحبت کوئی دم کیجیے

سانس کو اہل دہلی اور اہل لکھنؤ نے مؤنث کہا ہے۔ ظفر کہتے ہین ؎

ہمیشہ چپ ہی رہے ہم کبھی جو ٹھنڈی سانس
بھری بھی ہمنے تو ہو کرکے تنگ جان سے بھری

یا نسیم لکھنوی کا شعر ہے ؎

وان پھانس چبھی ہے اسکو غم کی
یان سانس نہین ہے ایک دم کی

لیکن داغ نے سانس کو مذکر کہا ہے ؎

اک ترے دم کے لیے سانس لگا رکھا ہے
ورنہ بیمار غم ہجر مین کیا رکھا ہے

غالباً حال مین دہلی کے اہل زبان سانس کو مذکر ہی بولتے ہین کیونکہ محمد حسین آزاد نے بھی آب حیات مین سانس کو تذکیر کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

حریف اکثر جزئیات پر بھی حرف رکھتے ہین۔ مثلاً داغ کا شعر ہے ؎

اے مری جان جان سے بہتر
جان کیا ہے جہان سے بہتر

اعتراض ہے کہ جسوقت عام مثل ہو کہ "جان ہے تو جہان ہے" اُسوقت یہ کہنا کیا معنے کہ "جان کیا ہے جہان سے بہتر" یا ایک شعر ہے ؂

ومبدم دل کو دلاسے شبِ غم دیتے ہین
جسکو تم دے نہین سکتے اُسے ہم دیتے ہین

اس شعر کے دوسرے مصرع مین ضم کا پہلو بتلایا جاتا ہے۔ ایک اور شعر ہے ؂

انکارِ میکشی نے ہمین کیا مزا دیا
سینے پہ چڑھکے اُسنے خُم مے پلا دیا

حریف اس شعر کا خوب مضحکہ اُڑاتے ہین اور کہتے ہین کہ معشوق کا ہیکو تھا کہ شیدی لندھور تھا اور عاشق کے پیٹ کا ظرف بھی مبالغے سے خالی نہین۔

یا داغ کا ایک شعر ہے ؂

دلبر سے جُدا ہونا یا دل کا جُدا کرنا
اس فکر مین بیٹھا ہون آخر مجھے کیا کرنا

اعتراض ہے کہ دوسرے مصرع مین "کیا کرنا چاہیے" کے بدلے محض "کیا کرنا" کہنا درست نہین۔ ایسا اختصار ناجائز ہے۔

مگر ایسی لغزشین اس شہسوار سخن کی گرم جولانیون کا وقار نہین گھٹا سکتین۔ آج ہندوستان کے لیے داغ باعثِ فخر تھا چمنستان نظم شاداب تھا تو اِسکے قدم سے اور اُردو شاعری کا چراغ روشن تھا تو اِسکے دم سے۔ یون تو اب بھی ایسے بزرگ موجود ہین جو پُرانے اُستادون کی آنکھین دیکھے ہوے ہین اور جنھون نے علم اور مشق کے زور سے اپنی شاعری کو مصنوعی تکلفات سے آراستہ کرنے مین ایک حد تک کمال حاصل کرلیا ہے۔ یا نئی روشنی پر چلنے والے بہت سے واعظان قافیہ پیما پیدا ہوگئے ہین جو اپنی نظم نثر نما کو شاعری کے نام سے تعبیر کرتے ہین لیکن وہ شخص جسکو شاعری سے طبعی تعلق تھا اور جسکی زبان مین جادو تھا وہ داغ ہی تھا۔ اِسکی شاعری طبیعت کے زور سے تھی نہ کہ محض علم کے زور سے ؂

مرغان خوش آہنگ اند رباغ سخن لیکن
نالیدن این بلبل شورے دگرے دارد

افسوس کہ یہ بلبل ہزار داستان خاموش ہوگیا !

اللہ اللہ اُردو شاعری نے بھی کیا کیا رنگ دیکھے - ایک وہ زمانہ تھا کہ میرؔ و سوداؔ کے آغوش نازین اسنے پرورش پائی - ایک وہ زمانہ آیا جبکہ آتشؔ و غالبؔ و ذوقؔ وغیرہ نے اسکے شباب کی بہار دیکھی - اب آخر وقت مین اسکے مٹے ہوے حسن کے چراغ سحری کی روشنی سے داغؔ نے آنکھین سینکین - لیکن آج اسکے آخری عاشق زار کے ساتھ اس شاعری کا بھی خاتمہ ہوگیا - اب دیکھیے کون مسیحا نفس پیدا ہو جو اُردو شاعری کی مردہ ہڈیون مین نئی روح پھونکے اور زمانے کے رنگ سے اسکے پیراہن کو رنگے -

برج نرائن چکبست لکھنوی

شاعری دُنیا کے چھپے ہوے حسن پر جو پردہ پڑا ہوا ہو اُسے اُٹھا دیتی ہو - اور اُن چیزون کو بھی جو بہت معمولی ہین تخئیل کے دلفریب اور دلکش زیورون سے آراستہ کر دیتی ہو - جس آدمی کو شاعری سے دلچسپی ہو اُسے قدرت سے بے انتہا مسرت حاصل ہوتی ہے جو اپنے قدردانون کے نزدیک آنکھونکا نور اور دل کا سرور ہے - کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعری دُنیا کے اعلیٰ دماغونکی بہترین کارنامونکی یادداشت ہے - وہ زندگی کا نور ہو اور زندگی کی اصلی صداقت کی مجسم تصویر ہو - وہ دنیا کی بہترین چیزون کو حیات جاوید بخشتی ہو علم انسانی کا یہی مرکز اور یہی دائرہ ہے - یہی ہمارے باطنی آنکھون کے آگے سے اُس دُھند کو ہٹا دیتی ہے جسکی وجہ سے ہم واقفیت کے زعم مین عجائبات قدرت کے نظارے سے محروم رہ جاتے ہین -

شاعری دراصل زندگی کو بڑھا دیتی ہو - وہ ہمارے لیے وقت پیدا کر دیتی ہو اگر وقت کے معنی لمحون کے سلسلے کے نہین بلکہ خیالات کے سلسلے کے لیے جائین - وہی تمام علوم کی مقدس روح ہو - وہ نہ وقت کی پابند ہو نہ مقام کی - وہ انسان کی روحانی ہمدم ہو اور ملٹن کی زندگی کی اس سے زیادہ تعریف نہین ہوسکتی کہ اُسکی زندگی عملی شاعری تھی -

(ترجمہ)

ذخیرۃ اللطائف

منجملہ میری اُن نظم و نثر ناچیز تصنیفون کے جنکا ڈھیر مرتب و غیر مرتب موجود ہے ایک ضخیم کتاب مسمیٰ بہ ذخیرۃ اللطائف بھی ہے جو غالباً ۳۵ جزون مین ہوگی چالیس پینتالیس برس ہوے کہ اِس کتاب کا بطور کشکول آغاز کیا گیا ہے۔ کتب بینی کے وقت مختلف علوم و فنون کی جو بات بطور لطیفہ کے نظر آئی اور دلپسند ہوئی اُسکو بے ترتیبی کے ساتھ لکھتا گیا ہون۔ صرف و نحو کے لطائف سے لیکر منطق اور حکمت کے اکثر شعبون کے لطیفے عام فہم زبان اُردو مین لکھے ہین اور کہین صاحب کتاب کی عبارت کا بعینہ ترجمہ کر دیا ہے کہین اُنکی عبارت کا ماحصل مذکور کیا ہے اور بیشتر اپنی طرف سے بھی فوائد زیادہ کرتا گیا ہون ساتھ اسکے متفرق اشعار بھی کہین تو مناسب عبارتِ مذکور اور کہین جب کوئی معنی تازہ ذہن مین آئے ہین تو اُسی وقت نظم کر کے لکھدیے ہین۔ کتاب مذکور گویا فقیر کا کشتہ ہے کہ بھیک مین کچّی پکّی غذا انواع و اقسام کی اور پیسے اور کوڑیان جہان سے جو ملا ہے سب جمع ہے۔

یہ بھی ایک قاعدۂ کلیہ ہے کہ خود مصنف و مولف جب کسی تصنیف کو مرتب کر لیتا ہے تو برخلاف دوسرے ناظرین کے تنہا اُسکے مطالعے مین جی نہین لگتا اور اُسکا دیکھنا تحصیل حاصل جانتا ہے لیکن برخلاف اس کتاب کے کہ جب اِسکی کسی عبارت پر نظر پڑجاتی ہے تو بے اختیار اِسکے دیکھنے مین دل لگتا ہے۔ اِس کتاب مین چونکہ مسائل مختلف علوم کے بے ترتیب مذکور ہین مثلاً ابھی کوئی مسئلہ فن عروض کا مذکور ہوا ہے تو بعد کو کوئی لطیفہ فن منطق یا فن ہیئت و ریاضی کا۔ یا کوئی تاریخی عجیب و غریب بات وقس علےٰ ہذا ہر طرح کے لطائف ہین اگر خدا نے کوئی ایسا سامان کیا کہ میری جملہ تصانیف نظم و نثر (بجنکے چھپ کر شائع ہونے مین

زمانہ پر نظر کرکے کسی طرح امید نہین کیجا سکتی کہ یہ ڈھیر جسکے چھپنے مین معتدبہ روپیہ اور کئی سال کی مدت درکار ہے چھپ سکے؛ چھپنے کا سامان ہوگیا تو مین اسکی ترتیب بھی حسب دلخواہ دے لونگا۔ ذیل مین مین اسی کتاب کے مسودے کے ایک مقام کو تحریر کرتا ہون عجب نہین کہ اہل علم اور قدرشناس پسند فرمائین :-

"حضرت علیؑ فرماتے ہین لڑکا جسقدر زمانے سے مشابہ ہوتا ہے باپ سے اتنا نہین ہوتا۔" ایضاً منہ علیہ السلام "دل مین جو ایک قوت ممیزہ ہے اگر اسکی پیروی نکریگا تو ہلاک ہوجائےگا۔" ایضاً منہ۔ اعلے درجے کا نطرتی شخص ہمیشہ اپنی تعلیم پر مستعد رہتا ہے وہ اپنے سب قویٰ کی فوج قائم کرکے اسپر حکمرانی کرتا ہے۔" ایضاً منہ۔ "اخلاقی تعلیم کے تین درجے ہین۔ اپنا گھر اور مدرسہ اور دنیا جو لڑکا پہلی جگہ تعلیم پاتا ہے وہ دوسری جگہ خوب تیز رہتا ہے اور جو دوسری جگہ تیز رہتا ہے وہ تیسری جگہ بھی خوب تیز رہتا ہے افسوس اسپر جسنے پہلی دو جگہون مین تو خوب تعلیم نہ پائی اور تیسری جگہ آموجود ہوگیا صرف اسپر افسوس نہین بلکہ اس جماعت پر جسکا وہ ایک فرد ہے۔" ایضاً منہ۔ "اپنی خواہشون کو روکنا دوسرون کو معاف کرنا زندگی کی سڑک کو ہموار کرنا ہے۔" ایضاً منہ۔ نیک مزاج ہونا کامیابی کے لیے بہ نسبت لیاقت کے زیادہ مفید ہے اور اسی طرح نیک چلنی بہ نسبت ذہانت کے۔" ایضاً منہ۔ "انسان صرف قصور کرنے سے ہلاک نہین ہوتا بلکہ قصور کے بعد عبرت نہ پکڑنے سے۔" ایضاً منہ "دشمن بھی نفع بخش ہے جیساکہ دوست ہے۔ دشمن ہی سے اپنے مین تحمل کی صفت بڑھتی ہے دشمن ہی کے ذریعے سے اپنے عیبون پر آگاہی ہوتی ہے۔ دشمن ہی کی مزاحمت سے اپنی کوششون مین زور آتا ہے۔" ایضاً منہ "جس شخص مین برداشت کی قوت زیادہ ہوتی ہے وہی زیادہ کام بھی کرسکتا ہے۔ آرام اور چین کی حالت مین بعض عمدہ صفات انسانی کا ظہور نہین ہو سکتا اسلیے مقربین بارگاہ اکثر امتحان و مصیبت مین مبتلا کیے جاتے ہین جسطرح بعض عمدہ نباتات کی خوشبو بغیر کچلنے کے نہین نکل سکتی۔"

تغزل لراقمہ

جو رات کٹ گئی ہے کیا آئےگی نہ ابکے — پھر شمع کیون بحسرت منہ دیکھتی ہی سب کے

لپٹی بلا کی صورت آخر شب جدائی	کچھ آج شام ہی سے آثار تھے غضب کے
کیا بے مروتی ہے یون جلد اٹھ کے جانا	دو حرف سن تو لیجیے بیمار جان بلب کے
اے عندلیب للہ مضطر نہ رہ قفس مین	اچھا بہار آلے سمجھین گے گل سے ایکے
اے صبح خوف یہ ہو برپا کرین نہ محشر	نالے بچے بجائے سینے مین ہین جوشب کے
جب تک بلا نہ بھیجا رو کے رہے دل اپنا	کہتے ہین اسکو تہذیب معنی یہ ہین ادب کے
اے شاد دیکھتے ہو بجھ شمع بجھ چلی ہے	دلسوز تھے پتنگے کیا جانے اسکے کب کے

کسی نحوی کے دروازے پر کوئی سائل گیا اور دروازہ کھٹ کھٹانے لگا نحوی نے پوچھا کہ "من فی الباب" (یعنے دروازے پر کون ہے) اُسنے کہا کہ سائل۔ نحوی بولا کہ "لینصرف" پلٹ جا۔ سائل نے کہا کہ "آمی احمد" یعنی میرا نام احمد ہے (اسمین نکتہ یہ ہے کہ عربی نحو کے قاعدے مین اسماے غیر منصرف کو کسرہ اور تنوین نہین دیتے اور بعض نحوی احمد کے لفظ کو بھی غیر منصرف جانتے ہین مگر سیبویہ نحوی احمد پر کسرہ دینا جائز جانتا ہے) نحوی نے غلام کو پکارا جسکا نام اتفاق سے سیبویہ تھا اور کہا کہ اعطہ کسرۃً یعنے کچھ اسے دیدے۔

مغالطات منطقیہ مین سے ایک مغالطہ یہ بھی ہے کہ اَلوَتَدُ فے الحائط یعنی میخ دیوار مین ہے یہ صغریٰ ہوا۔ اسکا کبریٰ والحائط فی الارض یعنی اور دیوار زمین مین ہے جب حدِ اوسط نکال لین تو نتیجہ ہوگا کہ اَلوَتَدُ فے الارض یعنے میخ زمین مین ہے اور یہ صریح باطل ہے۔ برخلاف اسکے اَلدَّراہم فے الکیس یعنی روپے تھیلی مین ہین وَالکیس فے الصندوق۔ اور تھیلی صندوق مین ہے تو نتیجہ ہوگا کہ الدراہم فی الصندوق اور یہ نتیجہ صحیح ہے تو کیا سبب ہے کہ پہلا نتیجہ غلط اور دوسرا صحیح ہے اسکا سبب یہ ہے کہ کل دیوار تو زمین مین نہین ہے بلکہ بعض حصہ زمین مین ہے برخلاف اسکے کل تھیلی صندوق مین ہے۔

سب سے پہلے یونانی عبارت کا ترجمہ خالد بن یزید بن معاویہ کی اہتمام سے

عربی زبان مین ہوا جن دنون اُسکو کیمیا کا شوق ہوا تو اُسنے یونانی زبان جاننے والے عرب عالمون کو جمع کیا۔ ترجمہ ایک تو لفظی ہوا کرتا ہے اور دوسرا مفہوم و ماحصل کو ایک زبان سے دوسری زبان مین لانا۔ یہ ترجمہ (اگر تحقیق لغات سے چندان غرض نہو تو) پہلے ترجمہ سے بہتر ہے۔

حُنین ابن اسحاق نے یہی طریقہ اختیار کیا اور ریاضیات و اقلیدس کی ثابت بن مرہ نے تہذیب کی اور حُنین نے مجسطی و متوسطات کا ترجمہ کیا۔

سانپ کو اہل عرب حیہ اسلیے کہتے ہین کہ اسکی زندگی دراز ہوتی ہے بلکہ اسکا شگون اچھا جانتے ہین۔ اُن لوگون کا خیال ہے کہ جب تک اسکو مار نہ ڈالین یہ مرتا نہین ہے۔

کسی جاہل کا بیٹا نحوی تھا اور ہمیشہ بقاعدۂ نحو باپ سے بھی باتین کرتا ایکدن باپ کو غصہ آیا بیٹے کو گھر سے نکال دیا۔ اتفاقاً باپ سخت بیمار ہو کر مشرف بہ ہلاکت ہوا لوگون نے سفارش کی کہ ایسے وقت بیٹے کو ضرور بُلا لو کہ اعتقادات کی تعلیم دے اُسنے کہا کہ بہتر مگر اُسکو سمجھا دو کہ پہلی سی باتین نہ کرے غرض بیٹا آیا اور باپ کو نزع مین دیکھکر کہنے لگا کہ ابا کہیے لا الہ الا اللہ۔ اللہ کی ہ کو ضمہ ہے لیکن اگر آپ چاہیے تو اُسکو فتحہ بھی دے سکتے ہین لیکن پہلا قول سیبویہ نحوی کا ہے یہ سُنکر باپ چلایا کہ خدا کے لیے اس کمبخت کو نکالو اسنے تو عزرائیل کے آنے سے پیشتر میری جان نکالی اگر یہ یہان سے دفع نہ ہوگا تو مین ضد سے المسیح ابن اللہ کہہ دونگا۔

انسان اگر عیش و راحت مین اپنے کو پھنسا دیتا ہے تو اُسکی حالت نہ مدرسہ مین درست ہو سکتی ہی نہ مرافعہ و عدالت مین نہ سلطنت کے قانون سے۔

عالی خیالون کے فقط جسم کو قید کر سکتے ہین نہ خیالات کو کیونکہ اُنکے خیالات قید شدید مین بھی دُنیا مین پھیلتے اور لوگونکو نفع پہونچاتے ہین۔

ایک حکیم کہتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ آمادہ بمرگ رہتا ہے اُسی کو لطف زندگی بھی ہے۔

غور و فکر کے معنی اپنی نفس سے باتین کرنا اور دُعا کے معنی خدا سے باتین کرنا۔

ایک موحد کہتا ہے کہ اگر طریقۂ اکتساب یا استعمال قوا مین غلطی نہ ہو تو جسطرح جسمانی حواس سے جسمانی کیفیت کا اکتساب ہوتا ہے اُسی طرح سے روحانی قوا

سے صانع عالم کا۔

ایک فلسفی کہتا ہے کہ محنت قوا کو ترقی دیتی ہے جتنی ترقی اور آرام کے اسباب دنیا مین جمع ہین سب محنت وکفایت شعاری کا ثمرہ ہے اسلئے کہا گیا ہے کہ محنت پر رحمت اور کاہلی پر لعنت۔ کوئی غیرت دار یہ قبول نہ کرے گا کہ دوسرے کمائین اور ہم کھائین۔

اگر کسی سے پوچھے کہ تم کسکو زیادہ پسند کرتے ہو جس شخص کا وہ نام لیگا ضرور کچھ نہ کچھ اُسکے اخلاق تُم مین بھی ہونگے۔

اہل کمال کی پوری عظمت کرنا اور اُنکی سچّی داد دینا بہت عمدہ صفت اور خود اپنے ہی حق مین مفید ہے سب سے زیادہ بدقسمتی یہ ہے کہ اہل کمال کی عزت ہی کو نہ پہچان سکین۔ ایک حکیم کہتا ہے کہ پاجی پن یہ ہے کہ دوسرون کی کامیابیون کو حقارت سے دیکھے جنمین ایسی صفت ہو وہ اہل کمال کی غلطیون کو ہرچند معاف بھی کر سکین مگر اُنکی داد نہین دے سکتے ایسا پاجی شخص اہل کمال کے عمدہ کامون مین عیب چینی کرکے اُسکو بگاڑتا اور مشہور کرتا رہتا ہے اُسکو اُسوقت زیادہ اطمینان ہوتا ہے جب اہل کمال کے عیوب اُسکو معلوم ہو جائین پھر تو اُسکی خوشی قابل بیان نہین" ہٰکذا قال فخر الدین الرازی"

عرفان کے مدارج مین ایک درجہ یہ ہے کہ انسان جب ایک حد معین تک ترقی کرتا ہے تو وہ برا بالعین یقین کر لیتا ہے کہ میرے سارے اگلے پچھلے قصور سب معاف ہو گئے۔

مذکورۂ بالا کتاب مین بعض تحقیقات متعلق بہ زبان اُردو و بعض مناظرات و بدیہات اساتذۂ شعرا بھی بہت کچھ درج کیے ہین اگر موقع ہوا تو جا بجا سے نقل کرکے چھپنے کو حاضر کرون گا۔

سیّد علی محمد شاد

نواب محسن الملک بہادر

ابھی تھوڑے ہی دن ہوے کہ روزانہ پیسہ اخبار مین ایک مختصر سا مضمون نواب صاحب کے متعلق چھپا تھا جسمین یہ بتلایا گیا تھا کہ کسی شخص نے سنٹرل سٹانڈنگ کمیٹی کی کارروائیون پر مختلف الزام لگائے اور نواب صاحب نے اپنے ضعف اور علالت کے عذر پیش کرکے یہ خواہش ظاہر کی کہ کوئی اُنکا ہاتھ بٹانے اور یہ کہ اِس سال اگر کام خاطر خواہ نہ ہوا تو وہ ضرور استعفا دیدینگے۔

مین اسکی ضرورت نہین سمجھتا کہ مین اُن مقدس بزرگوار کا جواب دون جنھون نے سنٹرل سٹانڈنگ کمیٹی اور صاف صاف یون ہے کہ نواب محسن الملک بہادر کی کارروائیون پر اعتراض کیے ہین کیونکہ اصل مضمون میری نظر سے نہین گذرا اور اسلیے یہ نہین معلوم ہوسکا کہ اعتراض کیا ہین کیسے ہین پھر خود معترض نے اُنکے علاج کی کیا تدبیرین بتائی ہین۔ تاہم اتنا مین ضرور کہونگا کہ اعتراض کردینا نہایت آسان امر ہے مگر مفید اور خوشنما اعتراض وہی سمجھا جاتا ہے کہ معترض اُس سے بہتر کام کر دکھائے یا کم سے کم اُن بُرائیون کے دفع کرنے کی قابل عمل تدبیرین بتائے۔ یہ بات مانی جاسکتی ہے کہ نوابصاحب بھی آدمی ہین اور بتقاضاے بشریت اُنسے سہو وخطا کا ہونا ممکن ہے لیکن اسکو بھی دیکھنا چاہیے کہ اُنکی مسلم قابلیت اُنکے مانے ہوے تبحر اُنکے نہایت ہی پختہ تجربے اُنکی حیرت انگیز مردم شناسی اُنکی تعجب خیز دُوراندیشی اُنکی بیمثل جفاکشی اور اُنکی بینظیر قومی ہمدردی نے اُنکو قوم کے مبصرین کی نظرون مین ایسا بنا دیا ہے کہ اگر بالفرض نواب صاحب کوس لمن الملکی بجائین توکوئی معقول پسند آدمی اُسپر اعتراض کرنیکی جرأت نہ کرسکے گا۔ ممالک متحدہ اور پنجاب کے بعض لوگون سے سُنا جاتا ہے کہ سر سید مرحوم کی جگہ ابتک خالی ہے جسکے بھرنے کی ابھی بہت دنون تک اُمید نہین۔ لیکن اگر

خدانخواستہ نواب صاحب نے ضعف اور ناسازی مزاج کا عذر پیش کرکے اس قومی کام سے کنارہ کشی اختیار کی تو قوم کو معلوم ہو جائیگا کہ انکی جگہہ بھی ہمیشہ کے لیے خالی رہیگی گو اسکا پورا پورا یقین ہو کہ نوابصاحب اس قوم کے جھگڑے کا جوا اپنی گردن سے اُتار کر پھینکنا چاہین بھی تو نہین پھینک سکتے اسلیے کہ اُنکو اس کام سے نہایت ہی دلچسپی ہے اور قوم کو کانفرنس کو اور علیگڑھ کالج کو اُنکی ضرورت اور سخت ضرورت ہے۔ کون شخص جسکو ذرا بھی عقل ہے اس سے انکار کر سکتا ہے کہ سرسید مرحوم کے بعد کالج اور کانفرنس کو جو مالی ترقی اور قابل رشک شہرت اور ہر دلعزیزی نصیب ہوئی ہے وہ نواب صاحب کی عجیب و غریب حکمتون اور ان تھک کوششون ہی کا نتیجہ ہے۔ یہ تو میری دیکھی ہوئی باتین ہین کہ کانفرنس اور کالج کی شہرت پھیلانے اور ان دونون کے متعلق بمبئی والون کے غلط خیالات کو حرف غلط کیطرح مٹانے اور بمبئی کے مشاہیر کو انکی طرف متوجہ کرنے مین نواب صاحب نے جس دور اندیشی اور عجیب و غریب مگر لطیف تدبیرون سے کام لیا ہے وہ بیشک نوابصاحب ہی کا حصہ تھا مجکو جہانتک اور بزرگوارون سے ملنے کی مسرت حاصل ہوئی ہے گو اُنمین اکثر بجاے خود خاص خاص صفات مین نہایت ممتاز ہون مگر اتنی جامعیت مین پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ قدرت نے صرف نواب صاحب مین بھر دی ہے کہ وہ کسی قوم کے کسی فرقے کی کسی حیثیت اور کسی لیاقت کے شخص سے جو مخالفانہ خیال رکھتا ہوگا دو تین دفعہ ملجائین تو ممکن نہین ہے کہ وہ اُسکو کالج اور کانفرنس کیطرف متوجہ اور مائل نہ کردین مگر ان تمام باتون کے ساتھ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ نوابصاحب مین عہدۂ سکرٹری کیلیے اتنی موزونیت کیون ہے۔ میرے خیال مین اور غالباً بہت لوگ اس امر مین میرے ساتھ اتفاق کرینگے کہ یہ موزونیت نتیجہ ہے سید صاحب کی معیت کا اور ایک عرصۂ دراز تک سرسید مرحوم کے ساتھ ساتھ کام کرنے کا۔ یہ امر روز روشن کیطرح ظاہر ہو کہ نوابصاحب عرصۂ بعید تک سید احمد خان مرحوم کے دست و بازو بنے رہے اور اُنکے اکثر بڑے بڑے کامون مین شریک بلکہ غالب رہے۔ مین کہتا ہون وہی سلسلہ اب بھی کیون جاری نہ ہو۔ واقعی نہایت ہی افسوس کی بات ہو کہ ایک شخص کو کام کرتا ہوا دیکھکر اور لوگ یہ سمجھ لین کہ ہمارے فرائض منصبی بلکہ فرائض انسانیت کا

بھی ادا کرنا اُسی شخص کے ذمّے ہو اب اسپیچ اور لکچر بازی کا وقت نہین ہو۔ اب تو وہی شخص قابل عزت سمجھا جاتا ہو جو کچھ کر دکھائے۔ نہایت ہی مناسب بلکہ نہایت ہی ضروری بات ہو کہ جناب نواب صاحب دو تین شخصونکو اپنا ہاتھ بٹانے کیلیے منتخب کرین یا وہ حضرات جو قوم کی خدمت کیا چاہتے ہین اپنے اوقات گرامی کا خاص حصہ قومی خدمت کیلیے وقف کر دین اور اس وقف کا اعلان بھی کر دین پھر ان لوگونکو چاہیے کہ نوابصاحب کے ساتھ ساتھ سایے کیطرح رہکر کانفرنس اور کالج کے ہر ہر پہلو کو اچھی طرح دیکھ بھال لین تمام نشیب و فراز کو اچھی طرح ذہن نشین کر لین۔ اِس صورت مین کالج کی عمارت مین دو تین مضبوط ستون بھی بڑھ جاینگے اور نوابصاحب کو اِس ضعف اور پیرانہ سالی مین کیسقدر آرام بھی ملیگا جسکی انکو از حد ضرورت ہو ورنہ ممکن ہو کہ اِس عمر مین یہ ناقابل برداشت تکلیفین نوابصاحب کو خدانخواستہ بالکل ہی کالج اور کانفرنس کی خدمت سے روک دین۔ یہ منحوس اور بدبخت ساعت کبھی نہ کبھی تو آنے والی ضروری ہو مگر خدا کرے کہ ہماری یونیورسٹی قائم ہو جانے تک تو نہ آئے۔

ٹرسٹیان کالج اور ممبران سنٹرل سٹانڈنگ کمیٹی کا یہ فرض منصبی ہو کہ حتی الامکان وہ نواب صاحب کا ہاتھ بٹائین اور جہانتک ممکن ہو اُنکو آرام دین اور اِبکی جلسۂ کانفرنس مین تمام قوم کی طرف سے نواب صاحب کی کوششونکا خاص شکریہ ادا کیا جائے۔ خدا جانے ہم لوگونکی طبیعتین کیون بجھ گئی ہین اور قدر دانی اور قدر شناسی کا مادہ کیون کم ہو گیا ہے۔ سال گذشتہ سخت تکلیفین برداشت کر کے نوابصاحب رنگون پہونچے اور وہان سے فائز المرام تشریف لائے۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ لکھنؤ کے جلسے مین نوابصاحب کی اِس کامیابی پر خوشی منائی جاتی اور اُنکی تکلیفون اور کوششونکا شکریہ ادا کیا جاتا۔ مین نے عین موقع پر کانفرنس کے پریسیڈنٹ مسٹر بارسین کو لکھنؤ مین تار دیا تھا کہ مین تحریک کرتا ہون کہ نوابصاحب کی رنگون کی کامیابی پر جلسے مین اُنکا شکریہ ادا کیا جائے مگر یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ اُس تحریک کا کیا حشر ہوا۔ اگر نواب صاحب ہندوٗن اور پارسیون کی اتنی خدمت کرتے تو وہ بلا مبالغہ اُنھین سر پر اُٹھائے اُٹھائے پھرتے سب جانتے ہین کہ آنریبل گوکھلے کی عزت مدراس مین اور وہان سے واپس آنے پر بمبئی اور پونہ مین کیسی اور کتنی ہوئی اور اِس قدر شناسی نے اور کتنے ہونہار نوجوانون کے دلومین قومی خدمت کی گدگدی پیدا کر دی۔

قاضی کبیر الدین

کلام اکبر

جو مل گیا وہ کھانا داتا کا نام جپنا — اسکے سوا بتاؤن کیا تمسے کام اپنا
رونا تو ہے اسیکا کوئی نہین کسی کا — دُنیا ہے اور مطلب مطلب ہے اور اپنا
یہ دھوم دھام کیسی شوق نمود کیسا — بجلی کو دل کی صورت آتا نہین تڑپنا

پسند آئی ہے عزلت مین ہون اب اور گھر کا گوشا ہے — خدا کی یاد منزل ہے قناعت اپنا توشا ہے
طبیعت اوج پر ہے رزق نا محتاج ملتا ہے — مجھے اک خوشۂ گندم یہان پروین کا خوشا ہے

خواہان نوکری نہ رہین طالبان علم — قائم ہوئی ہے راے یہ اہل شعور کی
کالج مین پاس پاس کی آواز ہے بلند — عہدون سے آرہی ہو صدا دُور دُور کی

بے نالہ و فریاد و فغان رہ نہین سکتے — قہر اُسپہ یہ ہے اسکا سبب کہہ نہین سکتے
موجین ہین طبیعت مین مگر اٹھ نہین سکتین — دریا ہین مرے دل مین مگر بہہ نہین سکتے

انسان یا بہت سے دلون کو ملا سکے — یا کوئی شے مفیدِ خلائق بنا سکے
ہم تو اسی کو عِلم سمجھتے ہین کام کا — پڑھنے کو مستعد ہین جو کوئی پڑھا سکے

دولت وہ ہے جو عقل و محنت سے ملے — لذّت وہ ہے کہ جوش صحت سے ملے
ایمان کا ہو نور دل مین وہ راحت ہے — عزّت وہ جو اپنی ملت سے ملے

دل سے دھرم اُٹھا ہو تو اب ذات بھی توڑ دو — باقی نہیں کھیتی تو عمارات بھی توڑ دو
ہان صاف کرو خوب منوجی کے چمن کو — باقی نہ رہے پھول تو اب پات بھی توڑ دو

پریون کا شوق ہے نہ مجھے فکر حور ہے — کالج سے ہے نجات تو ذکر حضور ہے

ہے وہم نقش ہستی ہر چند دلنشین ہو — دیکھو اِسے تو سب کچھ سوچو تو کچھ نہین ہو

لطف سخن تو ہے یہی Witty Verse بھی ہو بھی ہو
ذہن کا وصف ہے یہی Originality بھی ہو

اکبر

سالگرہ ملک معظم

ہر رشک جہان آج ہر اک کوچۂ ویرزن — جنگل مین ہو پیدا روش تختۂ گلشن
افلاس کی ظلمت کدہ ثروت سے ہین روشن — گنجینۂ پر زر ہین ساکین کے مسکن
بیٹھے ہین گدا ہند کے سب فرش زرین پر — وہ دن ہو کہ ہن آج برستا ہو زمین پر
پھولے نہین جامے مین سماتے ہین گل تر — شاہانہ کی دُھن گانے لگی بلبل مضطر
شادی کا سمان نغمہ کا سامان ہو گھر گھر — ہین مست مے عیش سے درویش و تونگر
سہل عقدہ کشائی ہر اک انسان کی ہو آج — ہان سالگرہ قیصر ذیشان کی ہے آج
وہ قیصر ذیجاہ کہ ہے افسر شاہان — مسند پہ ہو جم جنگ مین ہو رستم دوران
حاتم ہو سخاوت مین تو حکمت مین ہو لقمان — انصاف مین کسرا ہو تسلط مین سلیمان
وہ شاہ خوش اقبال سلامت رہے دائم — یہ ظل خدا تا بہ قیامت رہے قائم

مسرور

---

۱ اختصار ۲ بذلہ سنجی ۳ فطانت ۱۲

قطعات

خیال و خواب ہین دنیا کے ساری راحت و رنج لگاے اِن سے نہ دل مرد عاقل و دانا
پڑا ہی کرتے ہین ہر وقت عکسِ زشت و نکو اثر کسی کا نہین آئنہ مین رہ جاتا

کب نکل سکتے ہین مصنوعی کشش سے ایسے کام قدرتی جذبات مین ہوتی ہے قوت بیحساب
کھینچتا ہی مرد کی اُلفت کو یون عورت کا دل لعل جیسے کھینچ لیتا ہے شعاعِ آفتاب

کسی کے دم پہ بنی ہے خمارِ پیری سے کسی کو دیکھو تو ہے بادۂ شباب سے مست
پڑا ہے پردۂ غفلت ضرور آنکھون پر زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

قول دانا ہی کہ مطلب یہ ہے آزادی سے سب فراغت سے رہین ہو نہ پریشان کوئی
خواہش دل کے موافق کرین ہم ایسے کام اپنے ہمجنس کا جن سے نہو نقصان کوئی

اپنے مطلب کی بہت باتین بناتے ہین جو ایسے یارون کو سمجھتے نہین ہم یار کبھی
کام پڑ جائے تو صورت نہ دکھائین برسون جو گرجتے ہین برستے نہین زنہار کبھی

پھول اخلاق کے انسان جو شگفتہ رکھے دشت مین ہو تو مزہ اُس کو چمن کا آئے
جھک کے ہر اِک سے ملے کام ہر اِک کے آئے ہو جو غربت مین بھی تو لُطف وطن کا آئے

ایک نکتہ مین بتا دون بہرِ تسخیرِ قلوب گر تجھے منظور ہے تجھپر زمانہ جان دے
ابر کے مانند عالی ہمتی سے کام لے دے ضرورت پہ جسے جو کچھ دے بے احسان دے

جگر بسوانی

خطاب از کتب

تمکو اے میری کتابو مرحبا صد مرحبا
کر نہین سکتا تمہارا شکر احسان مین ادا

تم ہو گھر پر کنج تنہائی مین مونس اور شفیق
تم ہو باہر خلوت و جلوت مین یاران صفا

دن گزرتا ہے تمہارے ساتھ کس آرام سے
لطف شب تک تم ہو اور مین اور صحبت کا مزا

دوست اُکتا جاتے ہین اکثر گھڑی بھر بیٹھکر
دوست تم وہ ہو کہ اُکتاتے نہین مجھسے ذرا

تم سفر مین اور وطن مین ہو مرے بے عذر ساتھ
ہین مقام و کوچ دونون تمکو یکسان واہ وا

تمکو افلاس و امارت مین نہین ہرگز تمیز
دوستون مین کب ملی یہ اہلیت اور یہ وفا

ساتھ ہی یہ بھی ہے تم یاران صحبت ہی نہین
بلکہ دُنیا اور عقبےٰ کے لیے ہو رہنما

محسن بے منت و احسان تمہین ہو بالیقین
اور وہ احسان تمہارے ہین کہ کہہ سکتا نہین

جب ہجوم یاس ہوتا ہے دل افگار پر
کیونکہ دُنیا جسکو کہتے ہین وہ ہے فکرون کا گھر

ہے خمیر زندگی افکار اور آلام سے
چین سے کب بیٹھنے پاتا ہے یہان کوئی بشر

گھر کے دھندے ہین بہت باہر کے جھگڑے ہین بہت
روز کی شادی غمی ہے روز کا ہے خیر و شر

یار یاری کے عوض لیتے ہین عیاری سے کام
کھینچتے ہین دُور اپنے کو اقارب بیشتر

ہے کبھی حاکم خفا محکوم ناخوش ہین کبھی
اے خوشی تجکو نکالین ہم کہان سے ڈھونڈھکر

مین بھی انسان ہون کلیجہ میرا پتھر کا نہین
دل مین چھبتی ہین یہی باتین مثال نیشتر

اسطرح جب ٹھوکرین کھاتا ہون دُنیا کی بہت
ایک مایوسی سی چھاتی ہے دل بیتاب پر

یاس مین مین پاس آتا ہون تمہارے دلفگار
تاکہ حاصل ہو دل مضطر کو تسکین و قرار

طعنہ و تشنیع سے تم ہو معرّا بالیقین
تم کلیجے مین کسیکے چٹکیان لیتی نہین

کب سُنی تمسے کسی نے نا ملائم سخت بات
تمکو دیکھا کب کسی نے پُر غضب چین بر جبین

ناسپاسی کا کبھی تمسے نہین ہوتا ظہور
تم مین عیاری کہین ہی اور نہ غداری کہین

تم مین اور دُنیا کے لوگون مین بہت فرق ہے
تم ہو دُنیا مین الگ ہی پر تمہاری سرزمین

بخشتی ہو تم دل مضطر کو تسکین و سکون
اور دُنیا مین ہجوم فکر سے ہی وہ حزین

بندۂ دُنیا کا رہتا ہی بہت آشفتہ حال
باعث سرگشتگی ہی اسکو یار زنگ چین

مجکو کیا لینا ہے دُنیا سے جو مین اپنا ہمین بفسون
اے کتابو تم مری ہمراز ہو اور ہمنشین

کنج تنہائی ہے تم ہو اور مین بیٹھا ہوا
مجکو کیا پروا کہ ہے دُنیا مین کیا کیا ہو رہا

دل نہ لگنے کی شکایت بھی سُنی جاتی ہی عام
مجھ سے گر پوچھو تو یہ ہی محض اک سودائے خام

ہستی عمر روان ہے چشمک برق جہان
کون کہ سکتا ہی کبتک ہے یہان اسکا قیام

کیا بھروسا دم کا ہی آیا نہ آیا اے عزیز
وقت فرصت مغتنم ہی کام آئین کرو کام

کیا دھرا ہے بیہدہ شغلون مین انسے باز آ
کام آئین گے نہ یہ جب موت کا آیا پیام

بہترین گر شغل کوئی ہے تو ہے تحصیل علم
اس خزانے کی ہی جو کنجی کتاب اُسکا ہی نام

یان نہین لے بوالہوس میلے تماشے کا دماغ
مجکو گھر بیٹھے ہین سیرین اور تفریحین تمام

مجمع احباب مین بھی مین بہت جاتا نہین
کیونکہ میرے دوست میرے پاس رہتے ہین مدام

کون جائے دوستون مین گپ اُڑانے کیلیے
جب کتب ہون پاس اپنے دل لگانے کیلیے

رات کو سوتے ہین سب کیا جانور کیا آدمی
کیونکہ دن ہی کام کا اور رات ہی آرام کی

میرے کمرے مین مگر جلتی رہا کرتی ہی شمع
نصف شب سے پیشتر سویا نہین ہون مین کبھی

یہ سمان تسکین کا ہوتا ہی یہ وقت سکون
ہر طرف چھائی ہوئی ہوتی ہی گھر مین خامشی

شور و غل سے ہو نہین سکتی توجہ بر طرف
شانتی سے طبع مین ہوتی ہی اور آسودگی

اس خموشی کے سمے مین رات کو دو دو پہر
اے کتابون تم سے رہتی ہی مری دلبستگی

لوگ کرتے ہین شکایت شبکو پڑھنا ہی محال
ہاتھ مین لی ہی کتاب اور نیند سی آنے لگی

مین پڑھا کرتا ہون پہرون تک خیال آتا نہین
وقت جاتا ہی کہان اور رات کتنی ہی گئی

جو مزے لوٹے ہین مین نے رات کو بیٹھے ہوے
آ نسکین تحریر اور تقریر مین کس طرح سے

اپنی تصنیفات لیکر شاعرانِ ذی وقار سب دکھاتے ہین مجھے حسن طبیعت کی بہار
انکی باتون مین ہو رنگینی و شیرینی بہت سعدی و حافظ سے مین ملتا رہا ہون بار بار
بیدل و عرفی پہ معنی آفرینی ختم ہے معرفت مین مولوی معنوی ہو تاجدار
ہاے قندِ پارسی شیرینیان تجھ مین ہین وہ چاٹتے ہی ہونٹ ہجاتے ہین تیرے دلفگار
یہ عذوبت گر کہین ملتی ہو تو ہندی مین ہو اور کویون مین ہین تلسی داس جی شمس النہار
مین ملا ہون ذوق سے مومن سے غالب سے بہت ہین انیس اور صاحب سحرالبیان بھی میرے یار
شاعرانِ انگلش اور شاعرانِ سنسکرت طرز مین اپنی ہین سب معجز رقم جادو نگار

شاعری کا جو مزا ہے اِن زبانون مین ملا
وہ نہ آنکھون نے کہین دیکھا نہ کانون نے سُنا

شاعرون کے ساتھ مین کرتا ہون گلگشتِ چمن اور سُنتا ہون صداے عندلیبِ پُرمحن
یہ ہر اک نظارۂ قدرت مین میرے ساتھ ہین کوہ جنگل دشت صحرا بحر بر گلزار بن
منظرون کی دیکھتا ہون مین بدلتی صورتین اور پھر یہ لطف ہے ہے ساتھ ہی لطفِ سخن
جذبہاے دل کی کیفیت بہت دلچسپ ہے اور افسانے ہین عشق و حسن کے توبہ شکن
راگ کے میٹھے سے سُر آتے کہین ہین کان مین اور کہین پُرجوش تقریرین ہین آوازہ فگن
کیا ہی رنگین کھینچتے ہو تم نقشاد یر کلام کس مصور سے اُڑایا شاعرو تم نے یہ فن
کیمرے فوٹو کے ہین آنکھین تمہاری بالیقین لالٹینین سحر کی بیشک تمہاری ہین دہن

مین جو پڑھتا ہون طبیعت کو وہ ہوتا ہی علو
کر رہا گویا فرشتون سے ہون باہم گفتگو

ہین مورخ بھی بہت سے میرے یارانِ صمیم مجکو آ آکر سناتے ہین تواریخ قدیم
کھینچتے ہین یہ بھی تصویرین نہایت دلفریب ہی مذاق نقشبندی بھی بہت انکا سلیم
کارنامے رزم کے دیکھے کہ ہیبت دل پہ تھی رنگ تھے وہ بزم مین ہی ڈھنگ راے مستقیم
مین ہوا ہون آپ شاہونکے جلوسونمین شریک جو تزک دیکھی ہے اسکا حق تعالیٰ ہے علیم
ہر زمانے کے عمائد سے ملاقاتین ہوئین ہر زمانے کے ملے مجھ سے مدبر اور حکیم
میری نظرونمین ہو قومونکا عروج اور پھر زوال اور تہذیب و ترقی و تمدن کی سکیم
شاعری اور فلسفہ ہے مجتمع تاریخ مین اے مورخ کام تیرا ہے نہایت ہی عظیم

تو ہے پورا فلسفی ترکیب اور تحلیل کا
اور مصور سین کے اجمال اور تفصیل کا

برگزیدہ دہر مین جو جو ہوے اہل کمال — یا کہ جنکی زندگانی تھی نمونہ اور مثال
انکی لائف کے سوانح ہین نہایت دلفریب — بعض نے لکھا ہی خود اور بعض کا اورون نے حال
مصلح قوم اور جنرل اور مدبر اور حکیم — اہل تصنیف اہل ایجاد اہل حال اور اہل قال
مین ملاہتون سے ہون اور اُنسکی ہی بات چیت — کیسے کیسے کارنامو ن ہین ہی صولت اور جلال
ہین نظر مین میری اُنکے واقعاتِ زندگی — اور رہ رہ کر طبیعت مین ہی اُٹھتا یہ خیال
کاش میری زندگی بھی یون ہی ثابت ہو مفید — میری ہمت بھی ہو یون ہی صرف تحصیل کمال
فائدہ سچ پوچھیے تو ہے یہی تحصیل کا — ہو خصائل کو ترقی اور سُدھری چال ڈھال

تجربہ عمرون کا گھڑیون مین مجھے حاصل ہوا
جبکہ دل ایسی کتابون کیطرف مائل ہوا

مین نے ناول بھی بہت دیکھے زمانِ حال کے — اور افسانے پڑھے ماضی و استقبال کے
اے فسانہ گو قلم تیرا ہے کیا جادو رقم — ہین کرشمے اور کرتب آہین اور جال کے
گر کسیکا واہمہ خلاق ہی تیرا ہے وہ — صورتین سانچے مین ہین کیا کیا نکالی ڈھال کے
رزم و بزم و عشق و حسن و حکمت و سیر و سفر — ڈھیر ہین تیری دُکان مین ہر طرح کے مال کے
ہو متانت اور ظرافت کوٹ کر تجھ مین بھری — لطف سے خالی نہین نیرنگ تیری چال کے
تو ہنساتا ہو کہین اور پھر رُلاتا ہے کہین — واہ کیا کہنے ہین تیرے دلرُبا اقوال کے
تیری تصویرین ہین جیتی جاگتی ایسی کہ بس — رنگ پھیکے پڑ گئے تاریخ کے احوال کے

دیکھتا ہون اور سمان بندھتا ہی ایسا جانفزا
سامنے آنکھون کے گویا ہے تماشہ ہو رہا

مین پھرا ہون ساتھ سیاحونکے نزدیک اور دُور — جانفزا دیکھے ہین قدرت کے بہت رنگ ظہور
موجزن دیکھا ہے مین نے بحر ناپیدا کنار — اور صحرا مین سُنا طوفان کا شور و نشور
مین نے کانون مین اُتر کے سیر کی زیر زمین — مین غبارون مین اُڑا ہون مثل اِنواعِ طیور
دشت دیکھے کوہ دیکھے اور دریا ی روان — جانور دیکھے اور انسان ایسے دیکھے بے شعور
سیرگاہِ لندن و پیرس کی سیرین کین بہت — مصر کے مینار دیکھے اور اٹلی کے قبور

وہ عمارات رفیع الشان گذرین آنکھ سے — ہے کہانی سی نظر مین منزل حور وطہور
ہین کرشمے صنعت و حرفت کے حیرت زا بہت — روشنی علم کا پھیلا ہے وہ دُنیا مین نور

چار دیواری مین کمرے کی کیے ہین یہ سفر
مین نے گھر مین بیٹھ کر دیکھی ہی سیر بحر و بر

لطف دیتے ہین ترے مضمون اے مضمون نگار — مین تری طبع سخن آرا کا ہون دلسے نثار
تو کیا کرتا ہے دریاے روان کوزے مین بند — یہ لطافت یہ نزاکت اور پھر یہ اختصار
تیری طبع تازہ مضمون زا ہیولے ہی مگر — رنگ کیا کیا صورتین کیا کیا ہی کرتی اختیار
فلسفے پر تو ہی حاوی علم طبعی پر محیط — واقف تاریخ ہے تدبیر مین ہے ہوشیار
مذہب و سیر و سفر اخلاق تنقید و ادب — سب ترے ممنون احسان ہین ہی منت گذار
ہی غضب کی تیری بندش ہین نرالے رنگ ڈھنگ — یان متانت ہی عیان اور وان ظرافت آشکار
مین جو پڑھتا ہون مزا آتا ہے مجکو اسطرح — چھوٹتے جسطرح دہلی مین بتاشے اور انار

تیری باتون مین وہ شیرینی ہی گویا قند ہین
ہو نہین سکتی تری مدحت کہ لب بند ہین

بحر ہے اخلاق کا بھی ایک بحر بیکران — اور دُرِ خوش آب معنی ہین بہت کثرت سے یان
آب حکمت سے ہین انمین بعض موتی آبدار — شاعری کی بعض کو رنگونمین ہین نگینیان
نظم مین ہین بیشتر اشعار تر اخلاق کے — نثر مین نوک سنان طرز بیان کی خوبیان
تو ادیب باعمل اے صاحب اخلاق ہے — تو حکیم باخبر ہے فلسفے کا راز دان
بحث کرتا ہی کہین باریک نکتو نپر دقیق — ہے حکایات نفسیہ سے کہین عذب البیان
تو نے وہ نکتے بتائے دین و دنیا کے مجھے — یان بھی کام آئین وہان بھی کام آئین بیگمان
نیکیان تو نے سکھائین اور بدیان دُور کین — ہون ترے اطوار شائستہ کا دلسے مدح خوان

طرز ہے دلچسپ و مستحسن تری تحریر کا
گونجتا ہے کان مین جادو تری تقریر کا

اے طبیعی تیری تحقیقات ہی حیرت فزا — ہی زمین و آسمان کا حال سب تجھ پر کھُلا
دیکھتا ہے تو نجومی بنکے اجرام فلک — پھر ریاضی سے ہے انکا دور و دوری ناپتا
معدنون مین تو نے کی طبقات ارضی کی تلاش — چوٹیون پر چڑھ کے لکھا حال طبقات ہوا

ڈاکٹر بنکر بتاسے ہمکو حالاتِ جسیم کیمیا گر بنکے کی تفتیش تاثیر دوا
حکم چلتا ہے ترا برق ہوا و آب پر تیرا چاکر ہے طبیعات اور لونڈی کیمیا
سب کلین تیرے دماغی کارخانے مین بنین جنسے تیرے دست قدرت مین ہین قدرت کے قوا
تیری تحقیقات و تفتیشات پر صد آفرین قابل تحسین ہے تیری عقل او فکر رسا

بے طلسم حیرت افزا تیرا جتنا ہے کلام
عقل حیران ہی کہ ہین یہ معجزے یا تیرے کام

مین نے سوچے ہین مسائل فلسفے کے بیٹھکر اور علم النفس کے نکتوں سے بھی ہون باخبر
یار ہین میرے بہت حکمای یونان و فرنگ مین نے دیکھا ہے بہت ہندوستان کا شاعر
جو مزا ملتا ہے اس کوچے مین آکر علم کا وہ مزا ملتا نہین مین پھر چکا ہون دربدر
فلسفہ پڑھکر مرے دل کو ہوئی آسودگی فلسفہ پڑھکر ہوئی ہے دور بین میری نظر
ہی خدا کیا اور یہ دُنیا ہی کیا اور مین ہون کون تین باتین سوچنے کی ہین کوئی سوچے اگر
تو نے یہ تینون بتائی ہین مجھے اے فلسفی تو مرا اشراق و استدلال مین ہی راہبر
دق نہین کرتے مجھے افکار دُنیاے دنی ہے بہت گہرا تری تعلیم کا دل پر اثر

لطف مین نے تیری صحبت مین اٹھائے ہین بہت
تو ہے وہ فیاض تجھ سے فیض پائے ہین بہت

یہ ہین یارانِ صفا یہ دوستانِ ہمنشین لے کتابون مین تمہاری مدح کر سکتا نہین
یہ تمہارا فیض ہے اور یہ تمہارا ہے کرم کیسے کیسے باکمالون سے ملاقاتین ہوئین
لطف صحبت ہی وہ اٹھنے کو نہین دل چاہتا اور باتون مین مزا وہ کان تھکتے ہی نہین
ہے کتب خانہ مرا میرے لیے باغ جنان ہے کتب خانہ مرا میرے لیے ارژنگ چین
اسمین مین موجود سب دُنیا کے ارباب کمال اسمین ہین اصحابِ دُنیا اسمین ہین اصحاب دین
ایک سے ہے ایک اعلیٰ ایک سے برتر ہے ایک دوست ملتے ہین بھلا ایسی لیاقت کے کہین
تمکو اے میری کتابون آفرین و مرحبا دل نہین ہوتا تمہاری فیض صحبت سے حزین

چونکہ ہے اے قہر تو بھی پیرو اہل کمال
مین بہت پڑھتا ہون تیرا بھی کلام بیمثال

سورج نرائن مہر

ابر بہار

چمن مین آج نسیم سحر کی ہے یہ پکار — خزان کے دن گئے آئی ہے اوج فصل بہار
خوشی سے پھولی سماتی نہین ہے گلشن مین — برنگ غنچۂ بشگفتہ آج بلبل زار
چمن مین مژدۂ جان بخش کی صدا پہونچی — وفور شوق مین سب جھومنے لگے اشجار
وہ سبز سبز ہین ہر سمت برگہائے شجر — گمان جن پہ زمرد کا ہوتا ہے ہر بار
وہ سرخ آگ بھبوکا گلاب کا غنچہ — کہ جس سے لعل یمن ہو رہا ہے آتش بار
اسی طرح سے بہت سے ہین اور خودرو پھول — جو اپنے حسن کی دکھلا رہے ہین سب کو بہار
کہین ہی جوہی کہین موتیا کہین بیلہ — کہین گلاب کہین نسترن کہین ہے چنار
نسیم صبح کے جھوکون سے قطرۂ شبنم — بسان گوہر نایاب ہو رہے ہین نثار
وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے گلشن مین — کہ جس کے جھونکون سے بشاش ہو دل بیمار
وہ جھوم جھوم کے آنا گھٹا کا ہر سو سے — ٹھہر ٹھہر کے برسنا وہ ابر کا ہر بار
وہ شاخ گل پہ عنادل کے چہچہے دلکش — وہ شاخ سرو پہ رہ رہ کے قمریونکی پکار
وہ بار بار پپیہون کا پی کہان کہنا — وہ کوئلون کا درختون پہ کوکنا ہر بار

عجیب فصل ہی برسات کی بھی صل علی
درود پڑھنے کے قابل ہی صنعت غفار

اوج

رباعی

دلکش ہے حسن چشم بینا کے لئے — آواز اچھی ہے گوش شنوا کے لئے
لذات ہین تابع حواس اے غافل — ہین خواب مین باتین دل دانا کے لئے

مہر

رفتارِ زمانہ

پرانی مثل ہی کہ جو گرجتے ہین وہ برستے نہین۔ بحیرۂ بالٹک کی بعینہٖ یہی کیفیت ہوئی۔ ایک جرمن واقفکار نے پیشین گوئی کی تھی کہ روس کے جہاز بالکل کاغذی ناؤ ہین۔ آخر وہی پیش آئی ایڈمرل ٹوگو نے کوریا کی تنگ ابنائے مین مقام تسوشیما کے قریب اس بیڑے کو بالکل کالعدم کر دیا۔ اسطرح کہ تمام دُنیا محو حیرت ہو کر دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی چشم زدن مین امیر البحر ٹوگو نے اپنے لئے مشاہیر عالم مین ایک نہایت ممتاز جگہ حاصل کر لی۔ ویلینگٹن۔ نیلسن۔ نپولین اور ہنیبال وغیرہ فاتحون کیطرح جاپانی امیر البحر کا نام بھی صفحۂ تاریخ پر ایک یادگار رہی نام ہو گیا۔ امسال جنگ ٹرفالگر کو جسمین نیلسن کی بہادری اور دانائی نے انگلستان کو فرانس کی متابعت سے آزاد کر دیا۔ پورے سو سال ہوتے ہین سنہ ۱۹۰۵ء ہی مین اس بہادر اور جان نثار انگلستان نے نپولین کی بحری طاقت کو زک دی تھی اور تمام دنیا مین اپنی قوم اور وطن کے نام کو روشن کیا۔ آج سنہ ۱۹۰۵ء مین ایک ایشیائی قوم اور اس تاریک سرزمین کے خطے سے یورپ کی ایک عظیم الشان طاقت کو نیچا دیکھنا نصیب ہوا۔ اس نمایان کامیابی اور فتح نے اس بات کو ثابت کر دیا۔ کہ طاقت اور عظمت کسی کے حصے اور وبٹے مین نہین آئی ہی۔ اور جاپان پر کیا فرض ہے۔ ہر جفاکش۔ ایماندار اور متفق قوم کے قبضے مین ہے۔ یکدلی۔ حب الوطنی۔ مستعدی اور سرگرمی سے سب کچھ حاصل ہو سکتا ہی۔ بعض لوگون کے نزدیک اہمیت مین جاپانی امیر البحر کی فتح نیلسن سے بھی زیادہ قابل تعریف ہے۔ ٹوگو نے روسیون کے قریب قریب تمام جہازون کو تباہ اور برباد کر دیا۔ روسی امیر البحر کو قید اور زخمی کر لیا۔ اور اُسکے ماتحت کا کام وہین تمام کر دیا۔ قریب چودہ ہزار سپاہ کے اور گرفتار کر لئے۔ تاریخ سے پندرہ اہم اور زبردست معرکون کا پتہ ملتا ہے جنھون نے تاریخ عالم کو تہ و بالا اور سلطنتونکو نیست و نابود کر کے دنیا پر دیرپا انقلاب پیدا کر دیئے ہین۔ اس لحاظ سے جنگ تسوشیما دُنیا کی

سولھوین جنگ شمار کرنے کے قابل ہے جس نے روسی اقتدار کو ایشیا سے ایک مدت کے لیے بالکل اُٹھا دیا۔گو اس کامیابی مین جاپان کا جان و مال کا نقصان کچھ کم نہین ہوا۔ بحری جنگون مین عموماً بہت خفیف نقصان ہوتا ہے۔ مگر اس جنگ مین بعض خشکی کی لڑائیون سے بھی زیادہ نقصان ہوا ہے

یہ خونریزی انسان کی دیدۂ عبرت وا کرنے کے لیے کافی ہے۔ ابھی تک کسی کو صلح کا نام لینے کی بھی جرأت نہوتی تھی۔ بارے روس کی مسلسل شکستون کو دیکھکر یورپ کے سیاسی حلقون مین آتنی جرأت تو ہوئی کہ صلح کی فکرین ہونے لگین۔ امریکہ کے پریسیڈنٹ تمام دنیا کے شکریے کے مستحق ہین کہ اُنھون نے فریقین مین مصالحت پیدا کرانیکی کوشش کی۔ اب دیکھیئے یہ کوشش سعی موفور ہوتی ہو یا نہین۔ روس کی اندرونی حالت نازک ضرور ہو رہی ہو۔ اور اُسنے زار کی سلطنت کو پریشان بھی بہت کر رکھا ہے امیر سے لیکر غریب تک تمام مُلک مین بیزاری اور بددلی پھیلی ہوئی ہے۔ آئے دن کے بلوے اور شورشین فرو ہونا درکنار باغیانہ خیالات روز بروز ترقی پکڑ رہے ہین۔ فتنہ و فساد کی آگ کسی طرح فرو ہوتے نظر نہین آتی ۔ ہڑتالون کی ابتک وہی دھوم ہے کشت و خون اور قتل ابتک جاری ہو۔ قومی مجلسین اصلاح اور آزادی کے پیچھے اب بھی اُسیقدر ہمت اور استقلال جوش اور سرگرمی سے بلکہ سچ پوچھیئے تو پیشتر سے بھی زیادہ ضد اور جرأت سے سرگردان ہین۔ پھر کیا تعجب ہے کہ زار روس دل سے صلح کے خواہشمند ہین کم ازکم اُنکی مستعدی تو یہی ظاہر کرتی ہے۔ صلح کی بات چیت کرنے اور اُسکے متعلق ضروری امور اور تجاویز طے کرنے کیلیے طرفین سے قایمقام نامزد ہوگئے ہین۔ روس کیطرف سے جو صاحب مقرر ہوئے ہین وہ بذات خاص جنگ کے خلاف بھی تھے۔ اور اُنکے انتخاب پر خود جاپان مین اطمینان ظاہر کیا جا رہا ہے اول ہفتہ اگست مین کانفرنس صلح کی تاریخ قرار پائی ہو۔ لوگ صلح کے شرائط اور اُنکی منظوری یا نامنظوری کے متعلق اپنے اپنے قیاس دوڑا رہے ہین۔ اور تو اور خود فریقین کے قایمقام اس نیک تحریک کی کامیابی مین شک ظاہر کر رہے ہین۔ حال مین کسی موقعے پر روسی وزیر نے بیان کیا ہے کہ جاپان کی شرطین غالباً اس قسم کی ہونگی جنھین روس منظور نہ کرسکے گا۔ زار روس نے فرمایا ہو کہ وہ ایسی صلح ہرگز نہ کرینگے کہ جس سے روس کے وقار مین فرق آئے۔ اس دعوے کے

ساتھ ہی خیال رکھنا چاہیے کہ اگر جاپان کو فتح کے حقوق سے باز رکھنے کی کوشش یا خواہش ہو گی تو وہ اُسے کسی طرح منظور نہین ہو سکتا۔ جاپان تاوان کی صورت مین مصارف جنگ کی کچھ نہ کچھ تلافی اور منچوریا سے روس کی سدباب کا ضرور خواستگار ہوگا اور روس کو انھین باتون مین قیل وقال ہو کم از کم مشہور تو ایسا ہی کیا گیا ہے۔ مگر فتحیاب جاپان اون شرائط پر کیون صلح کرنے لگا۔ غرض ان امور متنازعہ فیہ کا سہولت سے طے ہونا دشوار نظر آتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہیجان روس اپنے زعم مین کب تک اسطرح رہ سکتا ہے۔ خیر کچھ ہو یہان ہندستان مین ان دنون ایک اور معاملہ درپیش ہے جسکی وجہ سے سرکاری حلقون مین بڑی برہمی رہی عرصے سے اِس ملک مین فوجی معاملات کے انتظام اور اصلاح کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے ایک زمانہ تھا کہ گورنر جنرل ہی سپہ سالار فوج ہوتا تھا۔ اور اگر یہی انتظام برقرار رہتا تو آج یہ جھگڑے کی صورت پیش نہ آتی۔ مگر کاروبار کی زیادتی اور انتظام کی روز افزون پیچیدگی نے صورت حال کو بدلدیا اور یہ دونون عہدے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ سنہ ۱۸۵۴ء سے صیغۂ جنگ کی نگرانی کونسل عالیہ کے ایک ممبر کی سپردگی مین آئی۔ اور مُلکی فوجون کی ترتیب اور مُلک کی حفاظت کے متعلق ضروری تدابیر کی ذمہ داری سپہ سالار سلطنت کا فرض قرار پائی۔ اب تک یہ انتظام بخوبی نبھا جاتا تھا۔ اسکی بڑی خوبی یہ تھی کہ کمانڈر انچیف حکمت عملی کے متعلق گورنمنٹ ہند کے مشورے اور حکم لیے بغیر کچھ نہین کر سکتے تھے۔ لارڈ کچنر نے آتے ہی چند ایسی تجاویز پیش کین کہ جنمین بہت کچھ تغیر اور تبدل کے ساتھ اخراجات کثیر کی بھی ضرورت ہے اور جنمین گورنمنٹ ہند کیطرف سے جنگی ممبر کے اختلاف کی صورت پیش آئی مگر موجودہ آئین وآداب سلطنت کے بموجب مالی وانتظامی معاملات مین گورنمنٹ ہند کی منظوری فرض ہے۔ اور اس بارے مین گورنمنٹ کا مشیر وزیر جنگ یعنی کونسل کا ممبر جنگ ہے جس کے ذمہ فوج کا مالی اہتمام اور کمسریٹ وغیرہ کی منظوری وغیرہ ہے۔ موجودہ کمانڈر انچیف ان اختیارات کو بھی خود ہی لینا چاہتے ہین وہ کہتے ہین کہ اختیار کلی حاصل ہوئے بغیر وہ فوج کے حسن انتظام کے جوابدہ نہین ہو سکتے ہین وہ چاہتے ہین کہ کل امور مین خود مختار کر دیئے جائین۔ اور حسب مرضی اخراجات وغیرہ بڑھا سکین۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جنگی اخراجات جو یون ہی ضرورت سے زیادہ ہین اور مُلک پر ایک بار گران ہو رہے ہین۔ اور بھی زیادہ ہو جائین گے۔ کمانڈر انچیف کو اپنے محکمہ کے اخراجات کی زیادتی

محسوس نہوگی اور انمین اسمین کوئی امر مانع بھی نہوگا - اور گورنمنٹ ہند کا کوئی زور باقی نہ رہیگا - گورنمنٹ کے پاس کمانڈرانچیف کے علاوہ کوئی دوسرا مشیر نہ رہیگا جو محکمہ کے پاس سے بالاتر ہوکر محض مصلحت پر غور کرکے آزادانہ راے دیسکے - غرض ملک کی زیرباری مین ابھی جو ایک خفیف سی روک باقی ہے اب وہ بھی نہ رہیگی - اور اس خیال کا برقرار رکھنا لازمہ دوراندیشی ہی - ممکن ہی کہ موجودہ کمانڈرانچیف کے عہد مین اس روک کے مٹ جانیسے کوئی خرابی ظہور مین نہ آئے مگر آیندہ کے لیئے کون ذمہ دار رہ سکتا ہی - کسی ایک مدعا کے لیئے اصول کی تبدیلی کسیطرح مناسب نہین - خاص انگلستان مین محکمہ جنگ کی بے انتہا خرابیون اور خامیون کے باوجود آجتک کسی شخص نے کمانڈرانچیف کو انتظامی امور مین خودمختار ہونیکی تجویز نہین پیش کی - اور ہندوستان و انگلستان دونو کی کیفیت اس معاملے مین بعینہ ایک ہے - بہرحال گورنمنٹ ہند نے اس تجویز سے سخت اختلاف کیا اور اپنے حقوق قائم رکھنے کی جسقدر کوشش کی وہ ہرطرح مفید ملک تھی - لارڈ کرزن نے کونسل کے اتفاق راے سے (بجز لارڈ کچنر کے) اس باب مین ایک زبردست تحریر لکھکر صاحب وزیر ہند کے پاس بھیجی - مگر لارڈ کچنر نے بیجا ضد سے کام لیا اور اپنے ذاتی اثر سے جو بہت ہی فائدہ اٹھاکر اپنی تجویز کی عدم منظوری کی صورت مین استعفا دینے کی دھمکی دی - اور یہ دھمکی اپنا کام کرگئی -

ایک بات اور ہو کہ اسوقت تک تمام اخبارات انگلستان نے لارڈ کچنر کی تائید مین مسلسل مضامین لکھ لکھکر وہان کی پبلک مین لارڈ موصوف کے ساتھ ایک جوش اور ہمدردی پیدا کردی ہی جس سے موجودہ وزارت کو انکی پاسداری ضروری ہوئی - کیونکہ اسوقت وزیر اعظم اپنی کمزوری کے احساس سے اور اپنے پارٹی کو برسر حکومت رکھنے کیلیئے بالکل بادنما ہو رہے ہین کہ جدھر ہوا کا رُخ دیکھا اُسی طرف خود بھی پھر گئے - پھر موجودہ سکرٹری آف سٹیٹ انڈیا یعنی صاحب وزیر ہند بھی کمزوری اور بے شعوری (اگر یہ لفظ داخل گستاخی نہو) کی مجسم تصویر ہین - غرض کچھ ایسے اسباب جمع ہو گئے ہین - جس سے لارڈ کرزن کی جنگی راے کا پاس ماگذشتہ تک ہر بات مین ضروری اور لابدی سمجھا جاتا تھا اس بار مین ایک نہ چلی اور مسٹر براڈرک نے تمام کونسل اور اخبارات ملک کی مخالفت پر بھی لارڈ کچنر کی تجویز منظور کرنا ہی مصلحت وقت خیال کیا - اور اس حکم کو گورنمنٹ تک ایسے سخت اور نامناسب بلکہ توہین آمیز طریقے سے پہونچایا کہ جس سے ویسراے کی علانیہ تضحیک ہوئی - اور اس خط و کتابت اور اسکے متعلق

دیگر سرکاری کاغذات کے شائع ہوتے ہی مُلک کے سب طبقون مین ایک تہلکہ سا مچگیا۔ سرکاری حلقون مین لارڈ کرزن کے استعفیٰ کی خبرین اُڑنے لگین۔ اور کئی روز تک سخت تشویش اور تردد کا سامنا رہا۔ خاص کونسل مین دو دن تک متواتر انھین امور پہ دیر تک غور و فکر ہوتی رہی۔ آخرکار لارڈ کرزن اور لارڈ کچنر کے مابین اِس اسکیم کی جزوی ترمیم پر اتفاق راے کی شکل نکل آئی۔ اور حضور ویسراے نے اسی کو غنیمت سمجھکر صاحب وزیر ہند کے پاس انکی منظوری کی درخواست بھیجی۔ اور لارڈ کچنر کیطرح انکی منظوری کو اپنے قیام کی شرط قرار دی۔ لوگون کو اِس خبر سے کسیقدر ڈھارس ہوئی تھی۔ سب کو خیال تھا کہ یہ ترمیمین ضروری ہونگی اور انکی وجہ سے اصل سکیم کا مضر پہلو نکل جائیگا۔ مگر چندہی روز مین معلوم ہوگیا کہ یہ ترمیمین محض جزوی اور خفیف تھین اور ان مین بھی دو تو خود منظور شدہ اسکیم مین موجود تھین۔ باقی دو مین ایک منظور ہوئی اور ایک نامنظور۔ لارڈ کرزن نے شاید اِن ترمیمون کو محض اپنا وقار قائم رکھنے کی غرض سے پیش کیا تھا۔ کیونکہ کونسل کے سامنے اسکا ذکر کرتے ہوے اُنھون نے ان خفیف باتون کو بہت ضروری ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر دل کی جلن اور طبیعت کی مایوسی کی جھلک اِس تقریر مین آہی گئی۔ اور ویسراے کی زبان سے بیساختہ چند ایسے فقرے نکل گئے جو توہین آمیز تھے۔ اور جنمے صاحب سکتر یری کیطرف لعن و طعن کا پہلو نکلتا تھا۔ ان کے سبب لارڈ کرزن کو ایک بڑا بھا انگریزی مدبرون اور اخبارونکی ملامت کا نشانہ بننا پڑا۔ پارلیمنٹ مین بھی ناراضگی کی صدائین بلند ہوئین۔ سر ہنری فاولر نے اِس تقریر پر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ ایک حاکم ماتحت کی طرف سے گورنمنٹ عالیہ اور اُسکے وزیر پر ایسا حملہ ایک غیر معمولی بلکہ خلاف آئین سلطنت بات ہے۔ اور لارڈ کرزن سے اسکے متعلق جواب طلب کرنا چاہیئے۔ صاحب وزیر ہند نے پوری تقریر ملاحظے کیلئے طلب فرمائی۔ اور اُسے بغور پڑھنے کے بعد بیان کیا کہ گورنمنٹ اِس معاملے کو زیادہ طول دینا مناسب نہین سمجھتی اور لارڈ کرزن کے تعمیل حکم کے وعدے کو اس جدید اسکیم کی کامیابی کیلئے کافی سمجھتی ہے سر ہنری فاولر نے بھی اپنے اعتراض کے سخت الفاظ کو واپس لے لیا۔ اور معاملہ یہین پر ختم ہوگیا۔ حالانکہ ولایتی اخبار اسکے بعد بھی اپنی ناراضی کے اظہار مین مصروف ہین۔ بہرحال لارڈ کرزن ایسے جلیل القدر حکمران اور معتمد نائب السلطنت کی تحریر و تقریر اور وفاداری مین گورنمنٹ کی طرف سے ذرا سا شک یا اعتراض بھی سخت توہین سے کم نہین۔ سنتے ہین لارڈ کرزن کو

سرہنری فاؤلر نے جج کے طور پر اس معاملے کو دبانیکی درخواست کرنا پڑی - فریق مخالف کے ممبر کو اپنی نکتہ چینی سے باز رکھنے کی خاص اُسی سے درخواست کرنا خود ایسی کارروائی ہو جس سے موجودہ زمانے کے کسی مدبر کی شہرت یا وقعت نہین بڑھ سکتی - افسوس یہ سارا قضیہ لارڈ کرزن کیلئے عبرت خیز ثابت ہوا - افسوس اُنکی کمرتقرری کا زمانہ اُن کے اور اُنکی رعایا دونون کے حق مین ایسا تلخ اور رکد رگذر رہا ہے -

دنیا کی نیرنگی اور کاروبار عالم کی بوقلمونی کی اس سے بڑھکر اور کیا مثال ہوگی کہ یہان تو ذرا ذرا سی بات پر ایک ہنگامۂ شور و شر برپا ہو رہا ہے اور ادھر یورپ کے ایک گوشے مین ایک انقلاب عظیم بلا کسی سختی و درشتی یا جنگ و جدل کے خاموشی سے واقع ہو رہا ہے

سنہ ۱۸۱۴ء سے اب تک سوئیڈن اور نارویے کی ریاستین متحد اور ایک ہی حکمران کے زیر نگین ہین - حالانکہ دونون کی پارلیمنٹین اور وزرا وغیرہ سب جُدا جُدا ہین - اس پر بھی اکثر موقعون پر اس الحاق کی قباحتین ظاہر ہوتی رہی ہین - اور اہل نارویے ہمیشہ سے اپنے مُلک کیلئے علیحدہ بادشاہ کے آرزومند رہے ہین - حال مین کچھ دنون سے نارویے مین سوئیڈن سے ناراضگی کا زور بڑھ رہا تھا - یہانتک کہ شروع ماہ جون مین نارویے کی پارلیمنٹ اور مجلس وزراء دونون نے متفقہ طور پر یہ قرار دیدیا کہ آئندہ سے دونون ملکون کا ایک ہی بادشاہ نہوگا - شاہ سوئیڈن نے فوراً اسکی تردید کی اور اس تجویز کو خلاف آئین اور بالکل بے ضابطہ قرار دیا - مگر وہان سب متفق ہو رہے تھے - ایسے وقت مین شاہ سوئیڈن کی دانشمندی اور دوراندیشی پر ہزار آفرین ہو کہ اُنھون نے اس الحاق کو زبردستی اور تلوار کے زور سے قائم رکھنے کی کوشش کو فضول اور مضر سمجھکر جنگ جدل سے قطعی طور پر اجتناب کیا - بیشک ایسے الحاق سے جس سے فریقین رضامند نہون کیا نتیجہ ہو - مگر اس بات کا سمجھنا خصوصاً بادشاہون کیلئے بہت مشکل ہو اور اسلئے ایک قابل تعریف بات ہو - نارویے مین بادشاہ کی ذات کے خلاف کوئی تحریک نہین ہو - رہبران مُلک برابر کہہ رہے ہین کہ اس علیحدگی سے شاہ یا سوئیڈن سے بغاوت کرنا اُنکا مقصد نہین ہے اور اس قول کی صداقت کا یہ ثبوت ہو کہ اُنھون نے خود شاہ سوئیڈن سے درخواست کی ہو کہ اپنے خاندان کے کسی شاہزادے کو تخت نارویے کیلئے نامزد کردین - اُنکا خیال ہے

کہ دونون ملک ایک دوسرے سے علیحدہ رہکر زیادہ ترقی کرسکتے ہین - اور اِس خیال کو اُنھون نے جس قابلیت اور ہمت سے تکمیل تک پہونچایا ہی - وہ بجاے خود تمام دنیا کے لیئے ایک قابل غور اور پُرسبق واقعہ ہی - ہم اِس انقلاب کو بشرطیکہ آخر تک کشت وخون اور جنگ وجدل سے پاک رہے صلح اور آشتی کی سب سے بڑی فتح خیال کرتے ہین - خدا کرے تہذیب کی ترقی کے ساتھ اِس قسم کے ملکی اُمور کو لیاقت اور سہولت سے طے کرنیکی لیاقت بھی بڑھتی جائے -

علمی نوٹس

ہندوستان کی رائج الوقت زبانونکی کثرت اور اختلافات کے متعلق زمانہ کے کسی گذشتہ نمبر مین ایک واضح نوٹ شائع ہوچکا ہی - نائنٹینتھ سنچری کے ایک قابل مضمون نگار نے بھی ایکمرتبہ اسکے متعلق ایک محققانہ مضمون لکھا تھا جسکی بعض باتونکا اعادہ دلچسپی سے خالی نہوگا - وہ لکھتے ہین کہ صرف اُس حصہ ملک مین جو سلطنت انگریزی کے زیر حکومت ہی ۱۴۵ مختلف زبانین بولی جاتی ہین - اِنمین بعض کا علمی ذخیرہ صرف چند سو لفظون تک محدود ہی بعض اپنی وسعت مین روسی زبان کے ہم پلہ ہین بعض متفرق زبانونمین اسم وفعل تک موجود نہین اور بعض لاطینی اور یونانی زبانون کیطرح دقیق اور مکمل ہین - ۱۴۵ زبانون اور بیشمار قومون اور فرقونکی سرزمین کے ملکی اور تمدنی پیچیدگیونکا معلوم نہین کیا حشر ہوگا خصوصًا جسکی جہالت کا یہ حال ہی کہ دس مردونمین صرف ایک مرد اور ۱۴۴ عورتونمین صرف ایک عورت حرف شناس ہے -

اس حالت مین جسٹس سارداچرن صاحب جج کلکتہ ہائیکورٹ کی تمام مُلک کیلئے ایک رسم الخط قائم ہونیکی تجویز کامیاب ہوتے نظر نہین آتی - اسمین شک نہین کہ ہندوستان کے مختلف حصونمین اتحاد پیدا کرانیکا اس سے زیادہ آسان اور معقول کوئی ذریعہ نہین ہوسکتا کہ تمام مُلک مین ایک رسم الخط قائم ہو اور لوگ اپنے خیالات اپنی ہی زبان مین ایسے حروف مین ظاہر کرین جسے ایک کثیر حصہ ملک پڑھ سکے جسٹس صاحب کا خیال ہی کہ جب یورپین زبانون مثلاً جرمن، انگریزی، اطالوی جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین ایک ہی قسم کے حروف مین لکھاجانا ممکن ہوسکا اور فرانسیسی انگریزی، نارویجین، اٹلی اور جرمن زبانین ایک ہی رسم الخط مین لکھی جانے لگین تو ہمارے لیے کونسی دقت لاحق ہوسکتی ہی - جج صاحب کی راے مین اُردو اور تامل کو مستثنےٰ کرکے جنکا مخرج سنسکرت سے علیحدہ ہی

باقی دیسی زبانونکی ایک ہی بنیاد ہو اور سبکا رسم الخط بھی یکسان ہے صرف حروف کی کشش اور طرز تحریر مختلف ہو۔ اُنکے رائے مین ناگری حروف بہت پسندیدہ ہین اور انکے ذریعے سے دیسی زبانونکا اختلاف بہت کچھ دور ہو سکتا ہو۔ پرنسپل صاحب پریسیڈنسی کالج کی رائے اسکے خلاف ہو اور وہ رومن حروف کو ہندی حروف پر ترجیح دیتے ہین۔ انکے خیال مین دیوناگری بنگلہ حروف سے بھی زیادہ دیر مین لکھی جاتی ہو۔ مگر یہ رائے بجاے خود زیادہ وقیع نہین معلوم ہوتی جب یہ عام طور پر معلوم ہو کہ حروف کا جلد اور دیر مین لکھنا محض مشق اور رکم مشقی سے تعلق رکھتا ہو۔ بہرکیف پریسیڈنٹ صاحب نے بطور ثالث یہ تجویز کی ہو کہ اِس مسئلے کے متعلق علمی اور عملی حیثیت سے بحث کرنے کیلئے علما کی ایک کانفرنس کا انعقاد ضروری ہو۔ اس تحریک مین اہل ملک کو مسٹر سارداچرن صاحب سے بدظنی کا کوئی موقع نہین کیونکہ وہ اس تحریک مین گورنمنٹ سے کسی قسم کی اعانت اور حمایت کے طلبگار نہین بلکہ صرف اہل ملک کو اس تجویز پر متوجہ کرنا چاہتے ہین۔

ہمعصر ہندوستانی نے اِس تجویز پر نہایت معقول رائے دی تھی۔ یہ خیال بیشک صحیح ہو کہ تمام اقوام ہند کیلئے ایک ہی قسم کے حروف کا استعمال غیر ممکن ہو نظر برین اس تجویز کا دائرہ ایک حد خاص تک محدود ہو تو عملی فائدہ حاصل ہو سکتا ہو۔ مثلاً جن حروف اور جن زبانون کو ناگری سے کچھ بھی مماثلت ہو اُنکے لیئے دیوناگری کا رسم الخط نہ صرف مناسب ہوگا بلکہ بعض جدید فوائد بھی مرتب ہو سکین گے لیکن عربی' فارسی' اُردو' اور تامل' تیلگو' کناری' زبانین دیوناگری کے لباس مین اپنی اصلیت سے بہت دور جا پڑینگی جن حضرات کو یہ نہین معلوم کہ ایک زبان کا لفظ اپنے اصلی املا کے تغیر و تبدل سے اپنے اصلی معنی ادا کرنے سے قاصر ہو جاتا ہو وہ لفظ "اصرار" ہی کی نظیر سے اِس تجویز کی دقت کا اندازہ کر سکتے ہین جو املا بدلنے سے لازمی طور پر پیدا ہو جائیگی۔ اصل زبان مین "اصرار" و "اسرار" مختلف المعنی الفاظ ہین اور اسلیئے املا کے اختلاف سے تغیر معنی قائم ہو۔ اگر دونون کا املا ایک ہو تو معنی سمجھنے مین کسقدر دقت ہوگی اسکا اندازہ دشوار نہین بہرطور مناسب یہی ہو کہ جسطرح اردو اپنے اصلی مخرج (فارسی) حروف مین ترقی کر رہی ہو اسی طرح بنگالی' گجراتی' مرہٹی وغیرہ دیوناگری حروف مین مشترکہ ترقی حاصل کرین۔

اسی سلسلے مین یہ خبر دلچسپی سے خالی نہوگی کہ جسٹس سارداچرن کی تحریک پر بنگال کے اکثر علم دوست حضرات علمی کوشش کرنے پر آمادہ نظر آتے ہین اور اسی غرض سے کلکتہ مین ایک جلسہ کیا گیا جسمین

جسٹس موصوف کی تحریک سے اتفاق کیا گیا اور عملی کوشش بھی شروع کر دی گئی جسکا نتیجہ ایک ماہوار رسالہ ہے جو نکلیگا۔ تامل تلگو وغیرہ وغیرہ ایسی زبانوں کو جنکی ماخذ ہندی ہے ہندی حروف مین پیش کیا کریگا۔ دیکھئے یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔

ناظرین زمانہ یہ خبر خوشی سے سُنین گے کہ مولانا حافظ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کو گورنمنٹ نے "تاریخ دربار قیصری" کے اردو ترجمے کیلئے منتخب کیا ہے اور اس معزز علمی خدمت کے صلے مین ایکہزار کا انعام مقرر فرمایا ہے۔

لالہ دیوی دیال صاحب مصنف "پھول" اور "جنت" نے حال مین ایک کتاب "دودھ" کے نام سے تصنیف کی ہے غالباً اردو مین اس مضمون پر پہلی کتاب ہے جو نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہے اور آجکل زیر طبع ہے۔

مولوی احسن اللہ خانصاحب **ثاقب** ایڈیٹر قند پارسی مطلع فرماتے ہین کہ اُنھون نے منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی مرحوم کے خطوط کو "مکتوبات امیر مینائی" کے عنوان سے مرتب کیا ہے اور بہت جلد کتابی حیثیت مین شائع کرینگے۔

"شیوشنبھو کے چٹھے" جو سنجیدہ ظرافت کے پیرائے مین نہایت قابل قدر ہین انگریزی مین بھی ترجمہ ہو گئے ہین اور دفتر اخبار بھارت متر کلکتہ سے دستیاب ہو سکتے ہین۔ اِن مضامین کی مقبولیت کی یہ حد ہے۔

السنہ ہند پر جو محققانہ کتاب ڈاکٹر گیرسن نے لکھی ہے اُسکے صلے مین فرانس کے اکیڈمی نے ۱۲۰۰ فرانک دیے ہین اہل یورپ کی علمی قدر دانی پر رشک آتا ہے۔ دیکھئے ہمارے ملک مین اسکا احساس کب تک ہوتا ہے۔

جدید اُردو رسالون مین فصیح الملک صحیفہ۔ سائینس وعلم اور اصلاح قابل الذکر رسالے ہین جنسے اُردو زبان کی ترقی کی امید و نیز اضافہ ہوتا ہے نیز گو ایک چھوٹا اور ہر جوش ملکی رسالہ الہ آباد سے نکل رہا ہے

رسالہ "ہندوستان ریویو" کی متعلق یہ خبر نہایت اطمینان بخش ہے کہ مرشیان کابست پاٹشالہ نے جلسے ہو کہ اس مایہ ناز رسالہ کو بالکل بند کر دین جولائی سے اسکا حق مالکانہ اسکی قابل ایڈیٹر مسٹر سنہا کی حوالے کر دیا ہے شکر ہے کہ پہلی تجویز مسترد ہو گئی۔

انچہ دانا کند کند نادان	لیک بعد از خرابیِ بسیار

ایسی کتاب آجتک کسی زبان مین دوسری نہین چھپی

اب تک پانچہزار جلدین فروخت ہوچکی ہین۔ اب پھرنئی چھپی ہے بہت اضافہ کے ساتھ ولایت تک کے اخبارات نے اسکی تعریف چھاپی ہے

اسکا نام **جوہر حکمت** ہے حجم ۸۰۰ صفحات قیمت دو روپیہ

حکیم۔ ڈاکٹر۔ وید۔ کمپونڈر۔ عطار۔ بیمار۔ عیالدار۔ سبکو پڑہنی چاہئیے اس مین کتنے اور کیسے کار آمد مضامین کوٹکر بھرے ہین خیال تو فرماسیئے

فصل ۱۔ تمام بیماریون کے نام انگریزی سنسکرت اور اردو زبان مین۔

فصل ۲۔ تمام ادویات کے نام چار زبانون مین معہ شناخت و فوائد۔

فصل ۳۔ تمام اصطلاحات طبی کیواسطے الفاظ ہم معنی بالمقابل چارون زبان کے بابت تاثیر وطریق استعمال و اوزان وغیرہ

فصل ۴۔ ہر مرض کی شناخت اسباب اقسام علامات پیشبندی و علاج بقاعدۂ ڈاکٹری ویدک یونانی وعطائی۔ اغذیہ۔ مفید۔ مضر۔

فصل ۵۔ اصول حفظ صحت کا ہر موسم کے ہر چیز استعمالی کا استعمال بقاعدۂ اقوال حکما و قدیم تیر آپکا قدرتی نباتات اشیاء خوردنی کے خواص

فصل ۶۔ تشریح جسمانی تمام ہڈیان رگ پٹھے اعضا کا بیان معہ تعداد و نام چارون زبانون میں اونکی بناوٹ و افعال کے قدرتی اصول و دلائل

فصل ۷۔ قرابادین ہر قسم کی مرکبات۔ روغن معجون وغیرہ تیار کرنا حکمائے سلف کے مشہور نسخے و مجرب چٹکلے

فصل ۸۔ پیٹنٹ دوایات انگریزی زہر و کشتے۔ دوا ہومیوپیتھی و آلات جراحی بعمد نمار و رہ وغیرہ کا بیان مفصل اصطلاحات کیمیا وغیرہ۔

فصل ۹۔ علم طب کی ایجاد کے تواریخی حالات علاج مختلف طریقے بعد یہ تحقیقاتین فرنگی ڈاکٹرونکی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اتنا مضمون اکہزار صفحہ مین سماتا مگر نہایت گنجان اور باریک لکھاکر دریا کو کوزے مین بند کیا۔ اکہ غریب بھی محروم نہ رہین پچاس کتابون مین اتنا مضمون ملنا مشکل ہے اسکو پڑہکر بناعلاج خود کرلو یا حکیم و ڈاکٹر کے علاج کی خوبی وخرابی سمجھ لو۔ مرض کو پیدا ہونے سے پہلے ہی روک دو۔ بات بات پر فیس دینا و خوشامد کرنا نہ پڑیگا۔

قیمت معہ محصول ۲؍ اشتہار کے موافق نہ ہو تو دام واپس دینگے

ملنے کا پتہ

مینیجر قیصر ہند ایجنسی لودیانہ پنجاب

مصدقہ جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر لودیانہ حال کمشنر راولپنڈی

تریاق طاعون

ہم نے عرصہ دراز کی جانفشانی کے بعد تریاق طاعون ایجاد کیا ہے جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوا ہے بطور حفظ ما تقدم اگر استعمال کیا جائے تو طاعون کے حملہ سے انشاء اللہ محفوظ رہتا ہے اگر مبتلائے مرض اسکا استعمال کرے تو فوراً بخار فرد ہو جاتا ہے۔ گلٹیاں گم ہو جاتی ہیں۔ دل میں طاقت۔ طبیعت میں بشاشت آجاتی ہے۔ اس دوائی کے استعمال سے نہ قے آتی ہے نہ اسہال ہوتے ہیں۔ پسینہ جو مریض طاعون کے لیے ایک بڑی بھاری نشانی ہے۔ آجاتا ہے۔ اور مریض بفضل خدا صحت یاب ہو جاتا ہے۔ ہر ایک گھر میں چند شیشیاں تریاق طاعون کی موجود رہنی چاہئیں۔ تجربہ۔ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ تریاق طاعون تحصیل قصور ضلع لاہور میں شروع مرض میں اٹھانوے آدمیوں نے استعمال کیا جن میں سے ۹۰ صحت یاب ہوئے۔ اور صرف آٹھ آدمی فوت ہوئے۔

قیمت فی شیشی ۸ر چھ شیشی ۲ ۔ بارہ شیشی نو روپے (عہ) محصولڈاک ذمہ خریدار۔ نقل چٹھی نمبری ۲۵ ۔ از جناب جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لودیانہ (حال کمشنر راولپنڈی) مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۲ء

جناب من بجواب آپکی چٹھی مورخہ ۱۴۔ ماہ گذشتہ در بارہ تریاق طاعون۔ میں آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ جن میونسپل کمشنران کو یہ دوائی بھیجی گئی تھی۔ انہوں نے اس کی نسبت عمدہ رپورٹ کی ہے۔ اور چونکہ انکے بیان کے مطابق شہر لدھیانہ میں اسکی مانگ بہت ہے۔ اسلیئے بہت اچھا ہوگا کہ انہیں ممبروں کے پاس مفت تقسیم کرنے یا فروخت کے لیئے کچھ اور دوائی بھیجدیں۔

دستخط

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

مرہم رسا کار [illegible]

روغن [illegible]

سرمہ [illegible]

منجن مقوی دندان [illegible]

حب [illegible]

حب [illegible]

تریاق [illegible]

المشتہر حکیم محمد شریف ایل ایم ایس ڈاکٹر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور

آؤ ہم بتلائیں پچیس ۲۵ ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوتے ہیں

میعاد کراماتی — مقوی بعد بخار دافع ضعف و زوال ملموم وغیرہ غبار آب ۔ دانی وغیرہ قیمت فی تولہ ۔ ۔ عا

حب ذیابیطس — پیشاب کا بار بار آنا ۔ اور شکر دور کرنے کو تندرستی نصیب ہو ۔ فی تولہ ۔ ۔ ۔ عہ

حب دائمی قبض — ایک گولی سے دائمی قبض دور اور تمام عوارض درد سر یرقان وغیرہ کافور ۲ درجن عہ

جوہر عشبہ — صفائی خون کیلئے بے مثل ۔ گندے خون کو زہر کر صاف کرتا ہے ۔ دافع پھوڑا پھنسی ۔ ناسور کھا خارش شیشی کلاں سے شیشی خورد عہ

نور علی نور — چند منٹ میں بال دور ۔ ہم تولہ ایک روپیہ عہ

حب دافع وجع مفاصل — درد اعضا جوڑوں کا درد دور ہو ۔ ۲ ہفتے کیلئے شرطیہ عا

حب دافع طحال — تلی یا کف کو دفعیہ کیلئے شرطیہ ۳ ہفتے کے لیے دور و سپنے ۔ عا

ہیر آئل — دلربا خوشبو کے علاوہ بال بیوقت سفید نہیں ہونے دیتا ۔ نزلہ زکام کو دور کرتا ہے ۔ ضعف دماغ کو مفید ۔ فی شیشی ۔ سے

رہوکن — اسکے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہیں قیمت فی شیشی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے

دوائی خارش — ان کی خارش اور بدن سکھوانے دور و نمیں خشک ہو جاتے ہیں دو تولہ عا

تریاق السعال — اخراج بلغم ۔ درد سینہ ۔ سرفہ کہنہ اور خرخراہٹ گلا ۔ نزلہ کا چھاتی پر گرنا اسکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے اور ہر موسم میں کارآمد ہوتا ہے قیمت فی تولہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عا

حب قائم مقام افیون — جانثار افیون بلا تکلیف اس سے چھوٹ جاتے ہیں ایک تولہ سہ

روغن عجائب اثر — بہرے پن کا زخم بھر جاتا ہے ۔ بھگندر اور ناسور کیلئے اکسیر اور عجیب الاثر ۲ تولہ عا

دوائی درد کان — دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے ایک شیشی دس مریض کو کافی ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ عہ

چورن مقوی معدہ — خوش مزہ بھوک لگاتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے ہم تولہ ایک روپیہ ہے ۔ عہ

سنون مستحکم دندان — ہلتے دانت مضبوط اور میل دور کرتا ہے ۔ قیمت ایک روپیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

ید اللہ دافع بخار — دورتی بھر سے بخار اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے ۔ قیمت ۲ درجن ۔ ۔ ۔ عہ

دمہ یا ضیق النفس — سانس رکنا اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے ۔ عا

رعنا — چہرے کے بدنما داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں ۔ ہم تولہ ۔ ۔ ۔ ۔ عا

سفوف درد گردہ — رودہ درد اور ریگ مثانہ بلا تکلف خارج ہو جاتی ہے ۔ ہم تولہ عا

اکسیر شفا — دوائی طاعون بطور علاج حفظ ما تقدم عامل مرض کیلئے حملے سے محفوظ رہتا ہے ۔ غربا کو مفت فی شیشی ۔ ۔ ۔ عہ

حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ

ڈاکٹر باٹلی والا کا ایگیو کیور

جملہ اقسام کی تپ انفلوئنزا وغیرہ کا شرطیہ علاج

صرف چند رایون کا خلاصہ

(۱) مین نے اسکو قابل اعتبار و پُر اثر پایا۔ سرجن میجر جیکر۔

(۲) بہت پُر تاثیر و مفید ہے...... سرجن میجر ریونٹر۔

(۳) اسکے استعمال سے بہت فائدہ ہوتا ہے (جی والی لینگ رگرینڈ فرشی منزی)۔

(۴) سب سے زیادہ سود مند نافع ہے... دیری ریورنڈ ی بی فروسٹ پادری۔

(۵) اس سے نفع فوراً ہی ہوجاتا ہے۔ جی سی رستی۔ سول انجنیر۔

(۶) دراصل یہ جان بلب آدمی کیلیے آب حیات ہے۔ یس جی ڈیلی.... (ریلوے ڈپارٹمنٹ)۔

قیمت ایکروپیہ (عہ) فی بوتل

المشتہر

ڈاکٹر ایچ ایل۔ باٹلی والا۔

دادر بمبئی کے پتہ سے ملیگا

صحیفہ زرّین

اس کتاب مین دو ہزار سے زیادہ سوانح عمریان اور تقریباً پانسو تصویرین ہین

یہ کتاب ملک معظم قیصر ہند کی تاجپوشی کی یادگار مین چھاپی گئی ہے اسمین ہندوستان کے تمام والیان ملک اور خطاب یافتہ اور مشہور بزرگارون کی سوانح عمریان اور تصویرین درج کیگئی ہین۔

قیمت یادگاری ایڈیشن دو جلدون مین ۵؎

قیمت پاپولر ایڈیشن ایک جلد مین ۱؎

اس کتاب کی تعریف مین ہزارہا خطوط آئے ہین انمین صرف ہز اکسلنسی لارڈ کرزن وائسرائے گورنر جنرل کی چٹھی پر اکتفا کی جاتی ہے

ترجمہ چٹھی پرائیوٹ سکرٹری حضور وائسرائے بنام منشی پراگ نرائن بھارگو مالک مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

صاحب من

حضور وائسرائے آپکی تصنیف لطیف کی خوشنما جلد کو جو آپنے دربار دہلی کی یادگار مین تیار کی ہے نہایت خوشی سے قبول فرماتے ہین۔ ہز اکسلنسی کا خیال ہے کہ آپنے یہ ایک ملکی کام کیا ہے جس سے دربار کی اصلی حقیقت اور عظمت اُن بہت سے ناظرین کو منتقل ہو جائیگی جو اسے حاصل کرینگے

دستخط۔ جان لم پرایوٹ سکرٹری حضور وائسرائے

المشتہر

مینیجر اودھ اخبار لکھنؤ

قابل دید کتب

جذبات نادر۔ حضرت نادر کاکوروی کے لطیف اور پاکیزہ خیالات کے نمونے نظم اور نثر دونون مین۔ قیمت صرف ۴ر فی جلد۔

معشوقۂ فرنگ۔ شیکسپیر کے مشہور ڈراما ہملیٹ کا سلیس اور دلچسپ ترجمہ۔ مترجمہ بابو برج لالا پرشاد صاحب برق۔ بی اے۔ سب جج اودھ۔ قیمت فیجلد ۴ر

ترانۂ شوق۔ منشی احمد علی صاحب شوق سابق ایڈیٹر اخبار آزاد کی پاکیزہ مثنوی۔ اُردو زبان کی ترقیون کا ایک بیش بہا نمونہ قیمت صرف ۸ر فیجلد۔

دیوان حفیظ۔ عاشقانہ جذبات کا ایک قابل قدر نمونہ۔ جدید خیالات کی سادگی اور سلاست کا ایک قابل دید مجموعہ۔ قیمت صرف ۸ر فیجلد

خدنگ نظر۔ اس مقبول عام رسالے کی بعض جلدین جو حسب ذیل مین اپنی خوبی مضامین کے لحاظ سے قابل دید ہین لکھائی چھپائی نہایت صاف ہو ہر جلد کی قیمت نہایت ارزان رکھی گئی ہے۔

جلد سنہ ۱۹۰۱ء مع نظم و نثر ضخامت ۱۵ جزو قیمت فیجلد ۱۲ر

جلد سنہ ۱۹۰۱ء صرف حصۂ نثر مع بعض نظمہائے نیچرل و خیالات جدید۔ قیمت فیجلد ۸ر

جلد سنہ ۱۹۰۲ء صرف حصۂ نثر ضخامت ۱۲ جزو قیمت فیجلد ۹ر

جلد سنہ ۱۹۰۳ء صرف حصۂ نثر ضخامت ۹ جزو قیمت فیجلد ۶ر

جلد سنہ ۱۹۰۴ء (۶) نمبر جامع مضامین نظم و نثر ضخامت ۱۲ جزو فیجلد ۱ر

تمام مرحمتین بنام منیجر زمانہ کانپور آنا چاہئین

سوانح عمری داغ

المعروف

آئینہ داغ

اسمین نہ صرف زمانہ حال کے ہر دلعزیز و مقبول عام شاعر اور زبان اُردو کے سب سے بڑے محسن مرزا داغ مرحوم کے جزو کل حالات اور معرکۃ الآرا اشعار آپکو ملین گے بلکہ ہر حصہ ملک کے ماتم داغ کا ہو بہو مرقع آنکھون کے سامنے کھچ جائیگا۔ باوجود طبع موزون و قابلیت خداداد کے کلام مرزا داغ یونان کے ہومر اور انگلستان کے خدائے سخن شیکسپیر سے کم نہ تھے انکے اشعار آبدار کے ساتھ دہلی کے مشاہیر شعرا اسے ذوق۔ غالب۔ مومن وغیرہ کا کلام بھی طبیعتون کا رنگ دکھلانے کیلئے درج کر دیا گیا ہے غدر سے پہلے قلعۂ معلی کے مشاعرون مین داغ صاحب کی شرکت۔ ہز ہائینس نواب صاحب رامپور کی قدردانی کلکتہ کا سفر حیدر آباد دکن کا قیام حضور نظام کی قدردانی وغیرہ وغیرہ مفصل کیفیت نہایت دلچسپ پیرایہ مین قلمبند کیگئی ہے یہ سوانح عمری نہایت اعلی خط روشن چھپائی مضبوط کاغذ مع چار تصاویر (۱) حضور نظام والی حیدر آباد دکن (۲) داغ صاحب مرحوم (۳) نواب صاحب والی رامپور۔ (۴) حضور مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد دکن۔ جو اعلی درجہ کے فوٹو گرافر سے لیگئی ہین طبع ہوئی ہے اور ہاتھون ہاتھ فروخت ہو رہی ہے بہت جلد منگانا چاہئین ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔

المشتہر محمد سراج الدین مالک و مہتمم کارخانہ مفید کتب لکھنؤ رنگ محل لاہور

شاہنشاہ اکبر

کی

سہ صد سالہ برسی کے یادگار مین زمانہ کا اکتوبر نمبر غیر معمولی اہتمام سے شائع ہوگا۔ جس کا حجم بھی معمول سے زیادہ ہوگا اور تصاویر و مضامین بھی خاص طور پر دلچسپ اور زائد ہون گے۔ خریدار حضرات سے اس خاص نمبر کیلئے کوئی زائد قیمت نہین لیجائیگی لیکن غیر خریدار اصحاب سے حسب لاگت قیمت لیجائیگی جو ممکن ہی کہ دوچند یا کچھ زیادہ ہو۔ پیشتر سے درخواست بھیجدینے مین محصولڈاک کی رعایت ہوگی۔

المشتہر

منیجر زمانہ۔ کانپور

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

سلسلۂ جدید	اگست ۱۹۰۵ء	جلد ۵ نمبر ۲

فہرست مضامین

محمد رحمت اللہ صاحب رعدؔ کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت ۔ پیشگی ۔ ۔ ۔ سے ہر روپے ۔ مع محصول

معذرت

مسٹر محمود مرحوم کی تصویر جو اس نمبر کیلیے طیار کرائی گئی تھی خلاف امید ابتک طیار ہو کر نہین آئی۔ چونکہ پرچہ کئی روز سے طیار رکھا ہوا تھا لہذا بلا انتظار تصویر شائع کر دیا گیا۔ انشاء اللہ آیندہ نمبر کے ساتھ یہ تصویر علحدہ طور پر رکھدیجائیگی تاکہ اس پرچہ کیساتھ چسپان ہو سکے۔

منیجر



LATE MR JUSTICE MAHMUD.

KUNTALINE PRESS, CALCUTTA

اگست سنہ ۱۹۰۵ء

زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید   جلد نمبر ۵ نمبر ۲

ہندوستانی زبان اور علم ادب کا مستقبل

آخری مردم شماری ہند کی رپورٹ جو حال ہی مین شائع ہوئی ہے۔ ہندوستان کی زبانونکے متعلق ایک دلچسپ باب ہے۔ جسکے خاتمے پر مندرجۂ ذیل سطور ہین: "آج تک انگریزی علما ہندوستان قدیم کی زبانون اور خیالات کے مطالعہ مین مصروف رہے ہین اور اکثر ایسا ہوا ہی کہ اُنھون نے اُن خیالات کو موجودہ زمانے کے ہندوستان کی تشریح کے لیے پیش کیا ہے مگر ہندوستانکی اصلی حقیقت کبھی معلوم نہین ہوسکتی۔ تاوقتیکہ مغرب کی روشنی اُنتیس کرور چالیس لاکھ بندگانِ خدا کی۔ جو اس دفع شمار کیے گئے ہین۔ امیدون پر۔ عقائد پر اور وسوسون پر نہ چمکے۔ اس مطلب کے لیے دیسی زبانون کا صحیح علم درکار ہے۔ اور یہ علم صرف بول چال تک محدود نہین رہنا چاہیے۔ بلکہ اُن زبانون کے ادب کے خزانون پر بھی مشتمل ہونا چاہیے۔ بسا اوقات بن دیکھے بھالے یہ فیصلہ کرلیا جاتا ہے۔ کہ ہند کے علوم ادب بیکار ہین۔ مگر راقم الحروف جو اُنسے فیضیاب ہوچکا ہے اور اُنکا عاشق ہے وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک بڑے ملک کا بڑا سرمایہ ہین" اسی رپورٹ مین ایک اور

مقام پر ہندوستان کی بعض زبانون پر اور اُنکے علوم ادب کی ترقی یافتہ حالت پر ایک اور زبردست گواہی موجود ہے: "ہندوستان اجتماع اضداد کا ملک ہے۔ اور اضداد کی مثال شاید اور کسی صیغے مین ایسی نمایان نہین ملتی جتنی وہان کی زبانون پر غور کرتے ہوے نظر آتی ہے۔ اسی ملک مین وہ زبانین ہین جنکے قواعد اصوات کی رو سے چند صد الفاظ سے زیادہ اُنکی لغت مین ہو ہی نہین سکتے۔ اور جو معمولی سے معمولی خیالات اور سادہ مطالب کے بیان سے قاصر ہین اور اسی مین وہ زبانین ہین جنکے وسیع لغات اپنی کثرت کے اعتبار سے اور اظہار مطالب کی صحت اور صفائی مین انگریزی سے لگا کھاتی ہین۔" میرا مقصد آج صرف یہ ہے کہ ہند کی موخرالذکر زبانون کی طرف آپ کو توجہ دلاؤن۔ اور اُن مین سے بھی اُس ایک کی طرف جسکا مستقبل میرے نزدیک سب سے زیادہ امید دلانے والا ہے اور جسے مسلمہ طور پر اتنے لوگ بولتے ہین۔ کہ کسی اور زبان کے بولنے والون کی تعداد ہندوستان بھر مین اُنکے برابر نہین۔ خواہ آپ اسے کسی نام سے پکارین۔ خواہ کسی حروف مین لکھین حقیقت مین صرف ایک ہی زبان ہے۔ جو کسی حیثیت سے ساری انڈین ایمپائر† کی زبان کہی جاسکتی ہے۔ بخلاف مختلف صوبون کی زبانونکے جیسے بنگالی بنگال مین۔ مرہٹی اور گجراتی بمبی مین۔ تامل تلوگو وغیرہ مدراس مین اور برمی برما مین۔

اسمین شک نہین کہ اس وسیع زبان کا زور ملک کے اُس حصے مین ہے۔ جو جمنا اور گنگا سے سیراب ہوتا ہے۔ اور پٹنے سے دہلی تک اسکا غلبہ بلاشرکت غیرے موجود ہے مگر اسکا اثر ایک نہ ایک صورت مین پشاور سے حیدرآباد دکن تک ظاہر ہے۔ بلکہ اُن صوبون مین بھی جنکی اپنی علحدہ زبانین ہین اور اُن زبانون کا اپنا علم ادب ہے۔ یہ کوئی شاذ بات نہین کہ کثیر تعداد ایسے لوگون کی نظر آئے جو اس شاہنشہی زبان سے واقف ہین۔ مغلون کے عہد مین جب فارسی حدالتہاے ہند کی زبان تھی اور تمام سرکاری نوشت وخواند فارسی مین ہوتی تھی۔ اِس زبان کا نام ہندی یعنی زبان ہند تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اکثر پرانی کتابون مین ہم لفظ ہندی کا اطلاق ان معنون مین دیکھتے ہین

† لفظی ترجمہ مملکت ہند۔ مگر انگریزی اصطلاح بحال رکھی گئی۔ اسلیے کہ کثرت استعمال سے یہ عام فہم بن گئی ہے اور دوسرے الفاظ سے اسکا پورا مفہوم ادا نہین ہوتا۔

اور اُسکے بجاے لفظ اُردو کا استعمال جاری ہوے تو بہت زمانہ نہین گزرا۔ اسی زمانے سے وہ مضر تفریق پیدا ہوئی جسکے سبب اس زبان کی دو قسمین ہو گئین۔ ایک وہ ہندی جو شاستری حروف مین لکھی جائے اور ایک وہ جو فارسی مین تحریر ہو۔ اِسی تفریق کی وجہ سے یہ خیال پھیلا۔ کہ اول الذکر ہندؤن کا خاص حصہ ہے اور آخر الذکر مسلمانون کی ملکِ خاص ہے۔ چونکہ مین نہین چاہتا کہ یہان اس مضر تفریق کے اسباب پر بحث کرون کہ اسکا ذمہ دار کون ہے۔ اسلیے مین ان دونون جھگڑے والے نامون کو چھوڑ کر اسے ہندوستانی کے نام سے تعبیر کرونگا۔ میرا خیال ہے کہ یہ اصطلاح اردو اور ہندی دونون پر حاوی ہے۔ اور اس مجمع کے اصحاب اس نام سے زیادہ واقف ہین۔ کیونکہ یہ اصطلاح انھی یورپین حضرات کی ایجاد کی ہوئی ہے۔

مین سرسری طور پر بیان کر چکا ہون کہ کتنا وسیع رقبہ ہے جسمین ہندوستانی زبان بولی یا سمجھی جاتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ دولت برطانیہ کے زیر سایہ یہ رقبہ بہت بڑھ گیا ہے اور ریلون اور چھاپے خانون نے اس زبان کے دائرۂ اثر کے وسیع کرنے مین کچھ تھوڑا حصہ نہین لیا۔ مگر ہندوستانی محض حدود ہندوستان کے اندر تیزی کے ساتھ پھیلنے مین ہی دوسرے ملکی زبانون سے آگے نہین ہے۔ بلکہ اسکی توسیع حدود ملک سے باہر زیادہ نمایان ہے۔ ملک مین شوقِ سفر و سیاحت ترقی کرتا جاتا ہے اور تعلیم اور دیگر اثرات سے جو ہمت ملک مین پیدا ہونے لگی ہے۔ اسکا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستانی زبان نے بھی گھر سے باہر قدم رکھا ہے۔ اور آج اُسکی آواز مشرق مین چین اور جاپان مین مسافر کے کان مین پڑتی ہے اور مغرب مین انگلستان اور امریکہ تک اسکے بولنے والے پہنچے ہین۔ افریقہ مین آپ اسے نہ صرف جنوب کی نو آبادیون مین سُن سکتے ہین۔ بلکہ مغربی افریقہ مین اگنڈا ممباسہ اور مشرقی افریقہ مین زنجبار ایسے حصص مین جہان ہندوستانی بولنے والی قوم کے قائم مقام موجود ہین جو اپنے ساتھ اپنے ملک کی زبان بھی لے گئے ہین۔ برٹش گائنا علاقہ جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا مین ہندوستانیون کی آبادیان موجود ہین۔ جنکی آپس کی بولی ہندوستانی ہے گو اپنے انگریزی بولنے والے ہمسایون کے سبب انھون نے معمولی واقفیت انگریزی سے بھی پیدا کر لی ہے۔ مجھے کئی دفعہ حکومت برطانیہ کے دور دراز حصون مین رہنے والے ہندوستانی صاحبان سے خط کتابت کا

موقع ہوا ہے اور اُنھون نے عموماً مجھے ہندوستانی مین خطوط لکھے ہین۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر سے اتنی دور رہ کر بھی وہ وطن کی بولی اور تحریر کو بالکل بھول نہین گئے ہندوستان سے جو لوگ طلب معاش کے لیے غیر ملکون مین جاتے ہین۔ اور کبھی کبھی وہین کے ہو رہتے ہین۔ وہ ہمیشہ وہی لوگ نہین ہوتے جنکی زبان وطن مین ہندوستانی تھی۔ مگر چونکہ سب تھوڑی بہت سمجھ سکتے ہین۔ اسلیے وطن سے دور اُنھین آسان معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ملک والون سے اسی مین بات کرین اور رفتہ رفتہ اسے اختیار کر لیتے ہین۔ ان حالات پر غور کرنے سے ہندوستانی کی قوت توسیع کا کسیقدر اندازہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اب یہ علم برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور جہان جہان وہ پھریرا لہرائیگا۔ یہ بھی سایہ کی طرح ساتھ ساتھ جائیگی۔ زبان انگریزی کی موجودہ تعجب انگیز ترقی کی ابتدا کیا تھی۔ آج اُسنے روے زمین کا اتنا رقبہ گھیر لیا ہے۔ کہ یورپ کی کسی اور زبان کو نصیب نہین۔ اسکی ابتدا محض اہل انگلستان کی بلند ہمت طبیعت سے ہوئی۔ جنکو شوق تجارت و سیاحت دنیا کے کونون کھنڈرون تک لے گیا۔ یہان تک کہ مشکل سے کوئی جگہ ایسی ہوگی۔ جہان کسی انگریزی سیاح کے کانون مین اپنے پیارے وطن کی آشنا آواز نہایت غیر متوقع طور پر نہ پڑتی ہو۔ معلوم نہین زمانۂ حال کے انگریزون مین وہ اصحاب جو امپائر کے دور ترین گوشون مین محنت اور سرمایہ کے لیے رستے کھول رہے اور ملک کی تجارت اور ثروت کو ترقی دے رہے ہین۔ اس بات سے بھی آگاہ ہین یا نہین۔ کہ وہ ساتھ ہی ساتھ ایک نئی زبان کے لیے بھی راہین کھولتے جاتے ہین۔ اور وہ زبان اپنے اجزا کی ترکیب مین۔ انگریزی سے مشابہ ہے اور نمو اور ترقی کی خاصیت مین انگریزی سے کچھ کم نہین۔ گو ابھی یہ زبان ابتدائی حالت مین ہے۔ تاہم انگریزی کے بہترین مصنفون کے باریک خیالات کا اظہار کر سکنے کی قابلیت دکھا رہی ہے۔ اور بعض مغربی زبانون کی نازک ترکیبین اسمین کھپ رہی ہین۔ اگرچہ تھوڑا ہی زمانہ ہوا ہے کہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ زمانۂ حال کی کوئی مشرقی زبان انکی متحمل نہین۔ ہندوستانی کی بنیاد زبان سنسکرت پر ہے جسکا علم ادب بنی آدم کی کسی پرانی سے پرانی زبان سے کم باوقعت نہین اور بعض سے تو بڑھکر ہے۔ اس بنیاد پر جو عمارت بنی ہے وہ علمی فارسی سے بنی ہے اور علمی فارسی مین ایک اور پُرانی اور قابل قدر زبان یعنی عربی اور اُسکے ذخیرۂ علوم کا اثر شامل ہے

جس زبان کی ایسی بنیاد ہوا ور اسپر ایسی تعمیر- وہ کیا کچھ نہین بن سکتی خصوصاً اُس حالت مین کہ اور ترقی یافتہ زبانون سے الفاظ اور محاورات اخذ کرکے اپنے بنانے مین تامل نہ ہو- اور یہ بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی قوت اخذ مین خاص امتیاز رکھتی ہے- جب سے اہل ہند کو انگریزون سے سابقہ پڑا ہے- اس زبان کے لغات مین ترقی ہو رہی ہے اور نہ صرف لغات مین بلکہ محاورات طرز ادا اور طریق انشا پر مغربی اثر کے نشان نظر آرہے ہین اور مشرقی مذاق پر مغربی حسن تربیت کا پیوند نہایت لطیف نتائج پیدا کر رہا ہے-

زبان ہندوستانی کی توسیع کا ایک اور پہلو قابل تذکرہ ہے- چند صورتین ایسی بھی پیش آئی ہین کہ یہ اُن ملکون مین بھی داخل تعلیم کی گئی ہے جو علم برطانیہ کے نیچے نہین مین مثلاً امیر افغانستان نے اپنے مدرسہ حبیبیہ مین جو حال ہی مین قائم ہوا ہے- سردست اسی کو ذریعۂ تعلیم قرار دیا ہے- بہت سے لوگ کہین گے کہ وہ امیر صاحب بہادر کی اس تجویز کی مصلحت کے سمجھنے سے قاصر ہین- لیکن اگر انھین اصل کیفیت معلوم ہو تو وہ دیکھ لین کہ حالات موجودہ مین اور کوئی تدبیر مشکل تھی- اور ضرورت کے اہل قانون نے دارالحکومۃ کابل مین ہندوستان کی زبان کے لیے راستہ نکالا- آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ ہوا- امیر صاحب بہادر نے ارادہ ظاہر فرمایا تھا کہ افغانستان مین ایک کالج مغربی طریق پر تعلیم دینے کے لیے قائم کیا جائے اور اُسکے نصاب مین انگریزی داخل کی جائے- کیونکہ انگریزی مین ذخائر علوم بھی بکثرت ہین اور اُس سے سرکار انگریزی کے ساتھ تعلقات اور مستحکم ہو جاوینگے- مگر ملّاؤن نے اپنے مذہبی خیالات کی رو سے اس تجویز سے اختلاف کیا اور امیر صاحب نے اُردو سے فی الحال مطلب نکالنے پر قناعت کی- سوال پیدا ہوتا ہے- کہ فارسی کو کیون ذریعۂ تعلیم قرار نہ دیا گیا- جواب یہ ہے کہ درس علوم مثل تاریخ- جغرافیہ- علم طبعیات- علم کیمیا وغیرہ کے متعلق نصاب فارسی مین تیار نہین- اور مدارس کے نصاب مین یہ سب ضروری ہین- اس لیے پنجاب کے سرکاری محکمہ تعلیم کی کتابین کارآمد پائی گئین- اور چونکہ وہ حروف فارسی مین لکھے ہوے ہین- اسلیے اُنکے اختیار کیے جانے مین کچھ وقت نہ ہوئی حکم دیا گیا کہ وہ کتابین داخلِ نصابِ مدرسہ ہون اور اس حکم سے ہمارے صیغۂ تعلیم کے کام کا

ایک اعتراف ہوا ہے جسپر ہم فخر کرسکتے ہین ہماری چند ہندوستانی کتابین امیر کابل کی حدود مملکت کے پار بھی داخل تعلیم کی گیئن تھین۔ گو اس کارروائی کا مقصد بالکل سبب ضرر نہ تھا۔ بخارا مین ایک مدرسہ روسی افسرانِ فوج کی تعلیم کے لیے ہے۔ وہان اُن افسرون کو ہندوستانی زبان سکھانے اور کتابین پڑھانے کی تجویز ہوئی تھی اور اس تجویز پر اخبارات مین بہت کچھ بحث بھی رہی۔ مگر جنگ روس وجاپان کے چھڑ جانے نے اس بحث کا خاتمہ کردیا۔ اور چونکہ روس ابھی اُسمین اُلجھا ہوا ہے۔ عام توجہ اس تجویز کے معانی پر نہین رہی۔ خواہ روس کا مطلب اس تجویز سے کچھ ہی کیون نہ ہو۔ اور میرا خیال ہے کہ اس مطلب کو سمجھ لینا کچھ بہت مشکل بھی نہین۔ لیکن اتنی بات صاف ہے کہ ہندوستانی زبان کے لیے یہ ایک بڑی کامیابی کی علامت ہے اور چاہیے تھا کہ ہمارے ان کے فوجی افسرون کے لیے اس زبان پر زیادہ توجہ کرنے کو ایک بڑی تحریک ہوتی ایران کی طرف دیکھو۔ تو اُسکے ساحل پر ہندی سوداگرون کی جو چھوٹی چھوٹی بستیان ہین۔ اُنمین بہت لوگ ہندوستانی زبان کو جانتے ہین۔ اور اگر وہ رفتہ رفتہ ایران کی سرزمین مین ہندوستانی کا بیج بودین تو چندان تعجب کا مقام نہوگا۔ لارڈ کرزن کے عہد حکومت مین ایران اور ہندوستان مین سلسلۂ تجارت تازہ کرنے کی بہت کوششین ہوئی ہین جنمین نوشکی سیستان کے راستے کا کھلنا زیادہ نمایان ہے۔ اور ہندی تاجرون کو اس راستے سے فائدہ اٹھانے کی رغبت دلائی جارہی ہے۔ یہ تحریک بھی ایسی ہے کہ ایک حد تک ہندوستانی کی توسیع کا باعث ہوگی۔ ایران اور ہند مین تعلقات پیدا ہونے کا ایک اور چھوٹا سا آغاز ہے جو خالی از معنی نہین۔ گو ابھی وہ اسقدر خفیف ہے کہ بادی النظر مین ذکر کرنیکے قابل بھی نہین۔ اور وہ یہ ہے کہ دس بارہ ایرانی نوجوان طہران اور نواح کے اعلیٰ خاندانون مین سے کچھ عرصہ ہوا علیگڈھ کالج واقع ہندوستان مین تعلیم پانے آئے ہین۔ وہ ابھی وہین ہین اور اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو امید کی جاسکتی ہے کہ ایک باقاعدہ سلسلہ ایسے طلبہ کا قائم ہوجائیگا۔ جو ایران سے ہند مین بغرض تعلیم آئین اور دیگر علمی فوائد کے ساتھ ملک کی زبان بھی اپنے وطن کو لے جائین۔ علاوہ ازین چونکہ ہندی مسلمان سرزمین عرب مین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو جاتے ہین اور ایشیائی روم مین

بغداد شریف اور کربلاے معلّٰی کی زیارت گاہین ہین۔ اسلیے رعایاے روم کے کان بھی ہماری زبان کی آوازون سے نا آشنا نہین اور ان تمام باتون کے ملانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشمار قوتین ہندوستانی زبان کے حلقۂ اثر کے بڑھانے اور اسے ایک بڑی اور کثیر الاستعمال زبان بنانے مین ساعی ہین۔

یہان تک یہ بیان ہو لیا۔ کہ اس زبان کے لیے مستقبل کے پردے مین کیا کیا امکانات رکھے ہین۔ اب ہم اسکے علم ادب کو لیتے ہین۔ ایک دفعہ پھر مردم شماری کی رپورٹ سے کام لین تو معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ دس سال مین ۱۶۳۹۵ کتابین اس زبان مین شائع ہوئین۔ جنمین ۱۰۸۷۹ الخط اُردو مین چھپین۔ اور یہ تعداد اشاعت کسی دوسرے زبان مین نہین۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہمارے سامنے ایک ایسا علم ادب ہے جو جلد جلد بڑھ رہا ہے۔ جو لوگ کتابون کے متعلق سہ ماہی رپورٹون کو جو گورنمنٹ ہند کی طرف سے شائع ہوتی ہین۔ غور سے دیکھتے رہے ہین۔ وہ خوب جانتے ہین کہ یہ کتابین ساری ادبی نہین ہوتین۔ بلکہ ایک کھچڑی سی ہوتی ہے۔ جسمین ہر طرح کی چیزین موجود ہون۔ اور اُن مین بہت سی کتابین فضول ہوتی ہین اور بہت سی عارضی قدر کے قابل مگر ان عیوب سے قطع نظر کرکے جو کم و بیش ہر ملک کے علم ادب مین نظر آتے ہین۔ اتنی کام کی کتابین اس زبان مین نکل چکی ہین۔ کہ یہ امید رکھنا نامناسب نہین معلوم ہوتا۔ کہ ہندوستان کی زبان بھی ایک دن ایسے علم ادب کی مالک ہوگی جو ملک کی قدیم شہرت کے شایان ہو اور جو اس سے عمر مین بڑی اور دولتِ علمی مین بڑھی ہوئی زبانون کے علم ادب کے ساتھ لگا کھا سکے۔

ہمارے علم ادب کا ابتدائی زمانہ نظم کی دھن مین گزرا ہے اور ہماری زبان مین ایسے ایسے شاعر ہوئے ہین۔ کہ ہر ایک کا کلام منظوم کئی جلدون مین آتا ہے۔ اس سلسلے کا آخری نامور حال ہی مین داغ مفارقت دے گیا ہے۔ اور اُسکے جانے سے قدیم اُردو شاعری کے ہاتھ سے ایک کامل اُستاد فن جاتا رہا ہے۔ میری مراد داغ دہلوی سے ہے۔ جنکا انتقال چند ہفتے ہوے حیدرآباد مین ہوا اور جنکا ماتم ہندوستان بھر مین ہو رہا ہے۔ مرحوم حضور نظام دکن کے دربار کے ملک الشعرا تھے اور انھین اپنی زندگی مین ہی وہ اعزاز اور قدردانی نصیب ہوئی۔ جو دنیا مین کم شعرا کے حصے مین آئی ہے۔

انکا منصب پندرہ سو روپیہ ماہوار تھا اور دیگر انعامات علاوہ تھے۔ اسکے سوا اُنکی کتابین بھی ذریعہ آمد تھین۔ انکے تین دیوان مشہور اور مقبول عام ہین۔ اور ایک مختصر سی مثنوی ہے۔ جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اسمین انھون نے اپنی زندگی کا واقعہ نظم کیا ہے۔ زمانۂ حال کے علم ادب اردو مین ایک اور نام واجب تعظیم خاص ہے۔ یعنی امیر مینائی مرحوم مصنف امیر اللغات۔ یہ کتاب اگر تکمیل پاجاتی تو اردو مین ایک جامع اور معتبر لغات ہوتی۔ مگر ابھی ناتکمل تھی کہ اُنھون نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ لیکن اُنکی شہرت کا دار و مدار اس ناتکمل کتاب لغت پر ہی نہ تھا۔ اُنکے دیوان انکے لیے شہرت دوام کی سند ہین اور انکی بدولت آیندہ نسلین اُنکی قدر کرینگی۔ کیونکہ قدرت نے سچی شاعری اس شخص کی طبیعت مین پیدا کی۔ داغ اور امیر کے دیوان اور اُنکے نامور متقدمین ذوق غالب۔ آتش۔ ناسخ۔ میر اور سودا جیسے اُستادونکا کلام ایسی چیزین ہین جو اچھے اچھے فارسی شعرا کے کلام سے مقابلہ کے متحمل ہین۔ فارسی شعرا کا کلام عمدہ تراجم کے ذریعے سے اہل مغرب کے روبرو پیش کیا جاچکا ہے۔ مگر اردو شعرا کی ابھی قدردانی یہان نہین ہوئی۔ اگر مغربی خیالات کی رو سے ان شعرا کے کلام مین کوئی نقص ہے۔ تو صرف اتنا کہ انکا کلام غزل سے پُر ہی مگر اسکی وجہ یہ ہے کہ ایران کے اثر کے سبب غزل ہی کی مانگ ملک مین تھی اور غزل ہی پر ہمارے اکثر شعرا نے قناعت کی۔ قدرت کے کرشمون کا بیان۔ حسن محض کی پرستش اور خصائل جمیلہ اور اخلاق حسنہ کی تعریف جو مغربی دنیا مین لوازم شاعری مین شمار ہوتے ہین۔ اِنسے ہماری شاعری بھی خالی نہین۔ لیکن اسمین انکا تذکرہ ضمناً آتا ہے اور اصل مضمون جسکی طرف ایشیائی شاعری کی کامل توجہ رہی ہے اور جسکو پوری طرح ہمارے شعرا نے بیان کیا ہے وہ قلب انسانی ہے۔ انسان کے دل کے باریک سے باریک جذبات کو ہمارے ہان کی شاعری حیرت انگیز قوتِ تجربہ کے ساتھ بیان کرتی ہے اور ان جذبات مین جو سب سے غالب جذبۂ عشق کے نام سے موسوم ہے اور جسکی ماہیت دریافت کرنی مشکل ہے۔ اسکے بیان کا ان شعرا نے حق ادا کر دیا ہے۔ اس بڑے مسئلے کا کوئی پہلو غزل گو شعرا کی نظر سے نہین بچا اور یہی وجہ غزل کی کامیابی اور مقبولیت کی تھی اور اسی کے سبب سے غزل کو مستقل قابو انسان کے دل پر حاصل ہے۔ لیکن اس بات کو تسلیم کرنے پر بھی کہ پُرانے شعرا اس طریق کے اختیار کرنے پر مجبور تھے جو اُنھون نے

اختیار کیا۔ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستانی علم ادب موجودہ زمانے مین بھی ایک پائدار قوت نہین پیدا کر سکتا۔ اور اسی سے کما حقہ فوائد نہین مترتب ہو سکتے۔ تا وقتیکہ پرانی لکیر پر چلنے کے سوا کوئی دوسری روش اختیار نہ کی جائے اور ہمارے علم ادب مین یہ قابلیت پیدا ہو کہ ہر سانچے مین ڈھل سکے اور اسمین وہی لچک ہو جو زمانہ حال کا خاصہ ہے۔ یہ غنیمت ہے کہ اس رائے کی اہمیت آج کل صرف خیالی طور پر تسلیم نہین کی جاتی۔ بلکہ عملی طور پر اسکا ظہور ہونے لگا ہے اور نوجوان مصنفین کی ایک معقول تعداد پیدا ہو گئی ہے۔ جنسے بہت کچھ امیدین وابستہ ہین۔ یہ لوگ مشرقی اور مغربی دونو تربیتون سے فیضیاب ہوے ہین اور اُن کی طبیعتون پر ٹنی سن اور ورڈ سورتھ کا ایسا ہی اثر ہے جیسے حافظ کا یا غالب کا۔ اور ان دونو کے مجموعے سے جیسے عمدہ نتائج کی امید ہو سکتی ہے۔ اُن نتائج طبع سے وہ ملک کے مفید علم ادب مین اضافہ کر رہے ہین۔

باقی آیندہ

عبدالقادر

مندرجہ بالا مضمون اُس لکچر کا ترجمہ ہے جو مشہور ہمدرد ملک شیخ عبدالقادر صاحب بی۔ اے نے ۱۴-اپریل سنہ حال کو ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن لندن کے جلسے مین دیا تھا اور جس کی دھوم ولایت سے ہندوستان کے اخبارات تک مین ہو گئی تھی۔

اس لکچر کے ختم ہونے پر جن معززین نے اظہار پسندیدگی کیا اُن مین سر لیپل گریفن ڈاکٹر پلن سی ایس آئی اور سید امیر علی سی آئی اے ایسے نامور حضرات شامل ہین۔ ہم مشکور ہین کہ شیخ صاحب نے اپنے لکچر کو زمانہ کے خاطر ترجمہ کر دیا اور امید کرتے ہین کہ وہ ہماری اس تکلیف دہی کو معاف فرمائینگے ہمین افسوس ہے کہ یہ مضمون ایک مرتبہ مین شائع نہو سکا کیونکہ اس سے پیشتر کئی ضخیم مضامین شایع ہو چکے ہین۔ تاہم اسکا بقیہ حصہ اسکے بعد ہی حاضر ہوگا جسکے اختتام پر ناظرین قیاس کرینگے کہ ایک محب ملک اپنی ملکی زبان کی ترقی مین کس سرگرمی سے مصروف ہے۔

شجرۂ حاتمیہ

پر

چند ضروری ریمارک

سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے اپنے قابل قدر رسالۂ اردوے معلیٰ کے اولین نمبر مین بعنوان "تذکرۃ الشعرا" ضمناً شاہ حاتم کے شاعرانہ خاندان کا ایک شجرہ شائع کیا ہے جسکی نسبت بخیال خود وہ نہایت وثوق سے لکھتے ہین کہ "مین نے سلسلۂ حاتمیہ کا یہ شجرہ بہ کوشش تمام دو مہینے مین بنایا ہے جسمین اس بات کا نہایت احتیاط کے ساتھ لحاظ رکھا ہے کہ کسی صاحب کمال کا نام رہ نہ جائے" جسوقت یہ شجرہ میری نظر سے گذرا اُسیوقت اسکی ناکمل تحقیق۔ کمی تعداد و نقص بیان پر نگاہ پڑی۔ چنانچہ چند اساتذہ کے نام جو خاندان مذکور سے تعلق ہونے کے باوصف شجرۂ مذکور سے خارج تھے قلم برداشتہ حاشیہ پر درج کر دیے۔ مگر افسوس کہ میری مسلسل اور طولانی علالت نیز دیگر کروہات دنیوی نے شجرۂ مذکور کی تکمیل پر توجہ کرنے کی مہلت نہ دی۔ لیکن اب یہ چند سطور متعلقۂ شجرۂ مذکور معرض تحریر مین لاکر ارباب نظر و ماہران فن سخن کے روبرو پیش کرتا ہون۔ اسکے مطالعے سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ جناب حسرت موہانی کا یہ دعوی کہ مین نے بہ کوشش تمام بہمہ صفت موصوف شجرہ دو ماہ مین تیار کیا ہے کہان تک قابل اعتماد ہے یہ کہدینا بھی خلاف مصلحت نہین کہ اگر یہ اعلان کسی معمولی شخص کی طرف سے ہوتا تو مین اور شاید دیگر ناظرین اسے شاعرانہ تعلی و خودستائی پر جنکو ہمارے ایشیائی شعرا کی کمزوریون نے جائز قرار دے رکھا ہے محمول کر لیتے مگر جناب حسرت جنکا دماغ انگریزی تہذیب اور روشنی سے منور ہے اور جنھین ایشیائی شاعری کے ساتھ مورخانہ حیثیت سے محقق ہونے کا دعوی ہو انکا ایسا پرزور اعلان ضرور اس قابل ہے کہ تسلیم کرنے سے پیشتر اُسکی صحت و درستی کی نسبت اطمینان کر لینا چاہیے تاکہ بعد مین اپنی کم نظری اور کوتہ فہمی پر افسوس کرنے کے

سوا کوئی اور حسرت نہ رہ جائے۔

مرزا رفیع السودا کے برادران خواجہ تاش مین میر محمدی بیدار کا پایہ بہت بلند ہے گو حسرتی شجرے مین اُنھین شاگردان حاتم مین نہ کرسی فلک سے اُتار کر زحل سنیچر کا ساتوان درجہ عطا فرمایا ہے۔ نثار۔ قدرت اور سلیمان کو آپ نے آگے بڑھایا ہے۔ قدرت کے نام کی تشریح کو اپنی قدرت سے باز رکھا۔ شبہہ نہین کہ پرانے اُستادون مین قدرت احمد قدرت نامی ایک صاحب گزرے ہین مگر وہ مرزا جان جانان مظہر سے سلسلۂ تلمذ رکھتے تھے۔ نہ شاہ حاتم سے۔ میرزا سلیمان شکوہ۔ سلیمان۔ نواب آصف الدولہ وسعادت علیخان کے عہد مین بمقام لکھنؤ موجود تھے۔ چنانچہ معتبر تذکرون سے ثابت ہے کہ ابتدا مین مصحفی اور آخر مین سید انشا اصلاح کلام کی خدمت پر مامور رہے۔ میر عبدالحی تابان کے دیوان سے کہین یہ بات ثابت نہین کہ اُنھون نے سودا سے اصلاح سخن لی۔ ہان اسکے برعکس جابجا شاہ حاتم اور میر محمد علی حشمت کی شاگردی کی طرف بیشک اشارہ کیا ہے۔ خدائے سخن جناب میر نے انکی وفات پر جو افسوس ظاہر کیا ہے اُس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اُنکے ہمعصر تھے نہ کہ خرد۔ پھر خدا جانے کس بنا پر اُنھین شاگردان سودا کے زمرے مین جگہ دی۔ مرزا رفیع السودا کے شاگردون مین اشخاص مندرجۂ شجرہ کے علاوہ یہ حضرات قابل ذکر ہین (۱) منشی بندرابن راقم (۲) مرزا احسن علی۔ احسن (۳) مرزا عظیم بیگ عظیم جنھون نے چند غزلین شاہ حاتم کو دکھائین پھر مرزا رفیع کے شاگرد ہوے۔ لکھنؤ جانے سے پیشتر دلی مین سید انشا کے اور اُنکے معرکے ہوتے رہے (۴) منشی سدا سنگھ نثار (۵) مرزا علی۔ لطف۔ جو میر کے بھی شاگرد تھے (۶) ولی اللہ محب۔ مرزا سعادت یار خان رنگین کے تلامذہ مین (۱) منشی ایشری سنگھ نشاط مشہور سخنور گزرے ہین۔ میر محمدی بیدار کے شاگرد میر رحمت اللہ محرم اکبرآبادی تھے۔ جنھنے اوائل مشق مین مفتی صدرالدین خان آزردہ مغفور نے اصلاح لی۔ قائم چاندپوری کے تلامذہ مین قدرت اللہ شوق کا نام درج نہین کیا جو اُنکے شاگرد رشید ہونے کے علاوہ صاحب تذکرہ گزرے ہین اُنکے ایک اور بلند نام شاگرد عنبر شاہ خان آشفتہ کا بھی پتا نہین ملتا۔ یہ بزرگ بھی صاحب تذکرہ گذرے ہین۔ نواب احمد یار خان افسر نواب محمد یار خان امیر یہ دونون خوانین رُہیل کھنڈ مین ممتاز شعرا کے قدردان اور خود صاحب دیوان تھے۔ اسیطرح قدرت اللہ شوق کے شاگردون مین مرزا کھو کرم احمد خان غفلت۔ اخوندزادے۔ کریم الدین صنعت۔

الہ داد طالب بیجان وغیرہ صاحب دیوان ہوئے ہین جنمین بعض کے دیوان اب تک موجود ہین اور بعض کے دست برد زمانہ کے ہاتھون تلف ہوگئے۔

متقدمین سے آگے چل کر شاہ نصیر کے تلامذہ کے متعلق جس بے پروائی اور بے دردی سے کام لیا گیا ہے اُسکی تلافی ممکن نہین۔ بلا تامل اور بغیر خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ جسقدر شعرا شاہ نصیر مرحوم کے خوان نعمت سے فیض یاب ہوے اسکی مثال قدما و متاخرین مین ملنی اگرنا ممکن نہین تو دشوار ضرور ہے۔ البتہ دور موجودہ مین اُنھین کے یادگار نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم کی فہرست تلامذہ صدیون کے حدود سے متجاوز ہوکر ہزارون تک پہنچ گئی ہے۔ راقم کے خیال مین کم وبیش ۲۰۰ شاعر شاہ نصیر کے تلمذ سے بہرہ ور ہوے جنمین کم ازکم پچاس صاحب دیوان تھے۔

شاہ نصیر کے پوتے عبداللہ شاہ شبیر مرحوم کا بیان تھا کہ خاص اُنکے کتب خانہ مین ایک وقت ۱۰۰ دیوان نصیر کے جمع تھے اور متفرق بیاضین جو تلامذہ کے کلام سے بھری ہوئی تھین' انکے علاوہ تھین۔ جناب حسرت کو باوجود وسعت معلومات و دردمند طبیعت۔ طبعی مناسبت۔ شوق سخن کے صرف ۵۶ نام دستیاب ہوے۔ فہرست مندرجۂ شجرہ مین حضرت مومن علیہ الرحمہ کو درجۂ فضیلت عطا فرمایا ہے۔ جناب مومن کی علمی وشاعرانہ قابلیت مین غالبًا کسی صاحب فہم کو اعتراض نہین لیکن یہ امر کہ آیا خاقانی ہند ذوق سے اُنکا پایۂ سخنوری بلند تر تھا یا برابر۔ بلاشک بحث طلب ہے۔ قبول عام کے دربار سے جو شہرت ذوق کو اپنے زمانے اور موجودہ دور مین حاصل ہوئی جناب مومن اُس سے بہرہ ور نہو سکے۔ اسمین کلام نہین کہ ماہران فن اور نقادان سخن کے نزدیک اس عدم شہرت سے اُنکے نفس شاعری مین کوئی نقص عائد نہین ہوتا۔ لیکن کسی کا مورخانہ حیثیت اختیار کرکے اُنکو بغیر کسی وجہ کے ذوق سے فائق تر قرار دینا قرین انصاف نہین۔ ممکن ہے کہ مضمون آفرینی نازک خیالی نکتہ سنجی مین بحیثیت مجموعی غالب ومومن جناب ذوق سے افضل ہون۔ لیکن چونکہ جناب ذوق برخلاف ان دونون کے سلاست بیان اور محاورہ بندی کے ساتھ ساتھ جملہ اصناف سخن پر قادر اور خصوصًا قصیدہ گوئی مین یدطولیٰ رکھتے تھے اسلیے بحیثیت سخنوری اُنکو مومن سے نیچے نہین رکھا جا سکتا۔ ذوق ومومن کے بعد تلامذۂ شاہ نصیر مین معروف شاہ۔ ظفر۔ مہاراجہ چندو لال شاداں۔ فوق۔ فیض۔ وکنی

غلام رسول شوق۔ صاحب۔ حافظ قطب الدین مشیر۔ حکیم آغا جان عیش۔ منشی بسنت سنگھ نشاط۔ منشی مہاراج سنگھ عزیز۔ صادق علی خان صادق۔ مرزا کاظم حسین بیقرار۔ شاہ صاحب کے خلف اکبر شاہ وجیہ الدین منیر جو اُستاد ذوق کے ہم مشق وہم صحبت تھے اور عالم شباب مین انتقال کر گئے۔ مرزا کریم الدین رسا۔ مرزا رحیم الدین حیا۔ منشی سکھانند راقم۔ شجاعت علی تسلی۔ نبی بخش تصور۔ مولوی غلام امام شہید مقیم دکن۔ خوب چند ذکا صاحبِ تذکرہ۔ جے سنگھ رائے خیال۔ امام الدین خان طالب۔ مہتاب سنگھ غم۔ نیاز علی بیگ نکہت کے شاگرد حسین علی فرحت جنھون نے اوائل مشق مین شاہ نصیر سے بھی استفادہ حاصل کیا۔ منشی مول چند۔ منشی مصنف شاہنامہ منظوم۔ کرامت علی خان شہیدی ضرور قابل ذکر تھے۔ مذکورۂ بالا حضرات مین سب صاحب دیوان گزرے ہین۔ جنمین سے اکثر کے دیوان راقم کے کتب خانے مین موجود ہین۔ اور بقیہ کا معتد بہ کلام میرے تذکرے مین درج ہے۔ اسمین شبہہ نہین کہ جناب حسرت نے اپنے معلومات سے زیادہ لکھکر حسرت نکالی ہے مگر یہ حسرت اگر موجودہ تذکرون کو سامنے رکھکر نکالی جاتی تو قابل اعتراض نہوتی۔ دعوی کر لینا آسان ہے اسکا پورا کر دینا نہایت مشکل بلکہ بعض وقت خارج از امکان ہوتا ہے۔ تذکرہ نویسی کی دقتین کوئی ہمارے دل سے پوچھے۔ جسکا جزو اعظم حافظہ۔ جزو ثانی سامان کافی۔ جزو ثالث صحیح مذاق سخن جزو چہارم انصاف پسندی ہے۔ لیکن اسپر بھی دعوی کرنا بیجا اور خاصکر دعوا سے بے دلیل تو ذلیل کیے بغیر نہین رہتا اگر حسرت صاحب بیجا ضد اور اپنی بات کی پچ نہ کرین تو اب بھی یہ ممکن ہے کہ آیندہ اُردوے معلی کے کسی نمبر مین شجرۂ حاتمیہ کو ترمیم کر کے شائع کر دین تاکہ یہ تحقیقات مکمل ہو جائے اور اہل مذاق کے لیے کوئی وقت وگنجایش اعتراض باقی نہ رہے۔ بہرحال راقم نے محض بنظر تحقیق و انصاف شاہ حاتم کے شجرۂ خاندان کو پورا کر دیا ہے اب اگر اسمین بھی شاخسانے نکالے جائین تو یہ ہٹ دھرمی ہے۔ فقط

سری رام ایم۔ اے

روح

اطبا کے نزدیک روح ایک جسم لطیف ہے۔ جو خون کے اوپر ایک ہوائی زرد رنگ لیے دکھائی دیتا ہے اور اختلاط اربعہ کے مناسب طور پر ملنے سے پیدا ہوتا ہے اور اُسی پر زندگی کا دار و مدار ہے۔ اسکا عدم گویا عدم زندگی ہے اسکی کمی سے اعضا مین ضعف آجاتا ہے رنگ پیلا پڑجاتا ہے۔ تاب و توان نام کو باقی نہین رہتی۔ قسم قسم کی بیماریان انسان کو لاحق ہوجاتی ہین۔ حتیٰ کہ حواس مین بھی فرق آجاتا ہے۔ اور جب یہ مادہ فنا ہوجاتا ہے۔ تو جاندار بھی فنا ہو کر خاک مین خاک۔ ہوا مین ہوا۔ پانی مین پانی۔ اور آگ مین آگ مل جاتے ہین۔ اور یہی اُسکا کمال ہے۔ کیونکہ عناصر اربعہ کے اختلاط ہی سے اسکا وجود ہے اور انکا ملنے اپنے کرہ مین مل جانا ہی انکا کمال۔ پس انحلال عناصر پر اسکا خاتمہ ہے۔

لیکن ہماری مُراد اس موقع پر مندرجہ بالا روح سے نہین کہ جسکو نہ صرف نقصان کا کھٹکا ہی ہے۔ بلکہ فنا بھی لازم ہے اور کہ جو مناسب دوا و غذا ملنے سے بحال بھی رہ سکتا ہے۔ بلکہ اُس روح سے مراد ہے کہ جسکو کبھی فنا نہین۔ نہ اسمین کمی ہے اور نہ نقصان کا اندیشہ۔ نہ کھانے کی محتاج نہ آرام کی ضرورت اور کہ جسکے لیے سردی و گرمی یکسان ہین۔ نہ وہ حواس خمسہ مین سے کسی حس سے محسوس ہوسکتی ہے۔ اور نہ وہ جسم ہے نہ جسمانی مدرک بالذات اسکی صفت ہے۔ یہی غیر مرئی ہے۔ جو کبھی فنا نہین ہوتی۔ فلاسفرون کی اصطلاح مین اسے **نفس ناطقہ** کہتے ہین اور ہمارا دعویٰ ہے کہ نفس ناطقہ کو فنا نہین بلکہ وہ انسان کے بعد از مرگ بھی زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ ایک فلاسفر کا قول ہے کہ روح کے وجود کی مثال بعینہٖ پتھر کی آگ کی مثال ہے کہ وہ آگ پتھر مین ہر وقت موجود ہے لیکن محسوس نہین ہوتی نہ تو وہان آنکھ کام کرسکتی ہے اور نہ وہم کو دخل ہے۔ اور تا وقتیکہ وہ پتھر ایک دوسرے ٹھوس جسم سے

رگڑ نہ کھائے اُس (آگ) کا عدم و وجود برابر ہے۔ اسی طرح جب تک روح سے کہ جو ایک جوہر ہے جسم کے ساتھ جو عرض ہے تعلق پیدا نہ ہو روح کا ظہور نہیں ہو سکتا اور فنائے عرض کے ساتھ فنائے جوہر لازم نہیں۔

ایک حکیم کا خیال ہے کہ روح کیا جسم بھی فانی نہیں۔ کیونکہ جسم مٹی سے بنا ہے اور روح کی علحدگی پر وہی مٹی مٹی مین مل جاتی ہے لیکن ضائع نہین ہوتی۔ اسکا وجود خواہ کسی شکل مین ہو تا ابد قائم رہتا ہے۔ جس صورت مین کہ جسم روح کا عرض ہے یا بالفاظ دیگر روح کے صدور فعل کا آلہ ہے قائم رہتا ہے تو روح جو ایک نفیس اور بے بہا جوہر ہے کیونکر فنا ہو سکتی ہے۔ نیز جسم ایک مادی شے ہے کہ جسکے لیے انحلال ضروری ہے اور گو وہ بعد انحلال کیفیت بدل لے تاہم اپنے مادے کو نہین چھوڑتا اور نہ ضایع ہوتا ہے **نفس ناطقہ** جو ایک بسیط چیز ہے اور مادے کے نقص سے بری۔ وہ کیونکر معدوم ہو سکتا ہے۔

دہریہ کہتے ہین کہ ہمیشہ کی زندگی اسی مین ہے کہ ہم دنیا مین فیاضی اور سچائی کا نمونہ بنجائین اور لوگون کے دلون مین جگہ حاصل کرین۔ لیکن کیا انکا یہ قول درست ہے؟ ہرگز نہین کیونکہ اگر روح مادہ کی ہو تو فنائے جسم کے ساتھ فنا ہو جائے۔ لیکن چونکہ یہ مادی نہین لہذا اُسے بھی فنا نہین۔

انسان مین بہت سے ایسے اوصاف ہین جو آلہی صفات سے ملتے جلتے ہین مثلاً رحم عفو۔ انصاف سخاوت۔ عدل وغیرہ کہ جو غیر ذوالعقول مین نہین پائے جاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اوصاف کا تعلق جسم سے نہین بلکہ روح سے ہے کیونکہ اگر انکا تعلق جسم سے ہوتا تو ضرور تھا کہ غیر ذوالعقول مین بھی یہ اوصاف پائے جاتے پس صاف ظاہر ہے کہ ضرور کوئی چیز جسم سے علحدہ ہے کہ جسکا یہ حصہ ہے اور وہ روح ہے اور چونکہ صفات آلہی کا حصہ اسے ملا ہے تو ضرور ہے کہ ذات باری کے نور کے ساتھ اسکا تعلق ہو اور جب ذات باری کے نور کا کوئی جسم نہین تو اس کا بھی کوئی جسم نہین ہونا چاہیے اور چونکہ اُس نور کو فنا نہین۔ لہذا اسے بھی آسیب عدم سے کچھ صدمہ نہین۔

افلاطون کا قول ہے کہ "اگر روح کو بقا نہین تو مذہب کی بھی کچھ ضرورت نہین" ایک اور صاحب فرماتے ہین کہ "روح فانی ہے تو وہ سب مسائل کہ جن مین انسان کے مرنے کے بعد کے حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے باطل ٹھہرے۔ انسان اور حیوان مین کوئی

فرق نہ رہا۔ تمام علوم وفنون فضول اور ہماری نیکی اور بدی برابر۔ اس صورت مین لازم ہوا کہ ہر بنی نوع انسان بلاتمیز جا و بے جا۔ واجب و غیر واجب۔ راست و نا راست غرض جو چاہے سو کرے۔ کوئی باز پرس نہین۔ الغرض ہمارے سب کام بے ثمر ہون اور اس سے نظام عالم مین وہ شور فتنہ وفساد پیدا ہو۔ کہ ایک ساعت مین تباہ ہو جائے۔ کیونکہ سب خود غرض حیوانات کی طرح اپنے بھلے کی خاطر ایک دوسرے کا خاتمہ کر دینگے۔" لیکن ایسا نہین ہے۔ ہمین ماننا پڑتا ہے کہ ہمارے کام بے ثمر نہین۔ لیکن چونکہ جسم ہمارے سامنے فانی ہو چکا اور اسکا کوئی نام و نشان باقی نہین رہا۔ لہذا وہ ثمر کسی اور چیز کا حصہ ہے کہ جو جسم کی طرح فانی نہین اور وہ نفس ناطقہ یعنی روح ہے۔

روح کے ابقا کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ اسمین مختلف اقسام کی ایسی لیاقتین اور قابلیتین موجود ہین کہ جنکی تکمیل کی ضرورت اُس دُنیوی ترقی کی ضروریات سے کہین بڑھکر ہین۔ لیکن اس چند روزہ زندگی مین اعلیٰ درجہ کے دنیوی فنون کی عرصہ دراز کی تعلیم ان قابلیتون اور لیاقتون کی تکمیل کی مانع ہے۔ دفعتہً انسان پر موت نازل ہوتی ہے اور وہ بیچارہ اپنی خداداد لیاقتون کی عدم تکمیل کی شکایت کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جسم کے ساتھ اُسکی وہ روحانی لیاقتین اور قابلیتین فنا نہین ہوئین بلکہ اُنھین کام مین لانیکا ہتھیار (جسم) ضائع ہوا ہے۔

شاکر میرٹھی

آثار الصنادید۔ سرسید مرحوم کو علاوہ ایک زبردست رفارمر کے موجودہ علم ادب کا موجد بھی مانا جاتا ہے آثار الصنادید اس مشہور ادیب کی اولین تصانیف مین ہے اور اپنی صنف مین سب سے پہلی کتاب ہے جسمین دلی کی تمام تاریخی عمارات کے نقشے اور حالات قلمبند ہین۔ اردو علم ادب کو غیر ملکیون کی نگاہ مین وقیع بنانے مین اس کتاب نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ حتی کہ ہندوستان کے علاوہ ممالک یورپ مین بھی اس کتاب کو خاص شہرت حاصل ہے اُسکے دو اڈیشن فاضل مصنف کی حیات ہی مین شائع ہوے تھے لیکن دونون مین تھوڑی تھوڑی کسر رہگئی تھی منشی محمد رحمت اللہ صاحب رعد نے حال مین اس کتاب کو از سرنو چھاپا ہے اور دونون ایڈیشنون کی خوبیون کو یکجا کر دیا ہے۔ لکھائی چھپائی اور عمدہ اہتمام کے لیے منشی محمد رحمت اللہ صاحب رعد کا نام ہی کافی ہے۔ خصوصاً جبکہ اُنھون نے اس کتاب کو خاص اہتمام سے طبع کیا ہے تو اُسمین کونسی خوبی نہوگی۔ جلد کتاب بھی نہایت خوبصورت ہے اور سنہری حروف مین نام کتاب سونے مین سہاگا ہو گیا ہے بہر۔ قیمت پر یہ کتاب نہایت ارزان ہے۔

تاریخ

(۲)

سفرناموں اور سوانح عمریوں کے بعد تیسرے نمبر پر تاریخ ہے۔ تاریخ کی وسعت اور پیمانہ سفرناموں اور سوانح عمریوں سے زیادہ تر وسیع اور کشادہ ہے۔ تاریخ کی تعریف مین اگرچہ زیادہ تر اختلاف نہین ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ گو وہ اختلاف جزوی ہی کیون نہو۔ عام طور پر تاریخ کی ان الفاظ مین تعریف کی جاتی ہے تاریخ وہ فن یا[1] علم ہے۔ جس مین کسی ملک اور قوم کی تمدنی۔ تہذیبی۔ اخلاقی

[1] اس مین بھی بحث ہے۔ کہ آیا:۔ تاریخ ایک فن ہے۔ یا ایک علم ہے۔

بعضون نے کہا ہے۔ کہ تاریخ ایک علم ہے۔ اور بعضون کی یہ رائے ہے۔ کہ تاریخ ایک فن ہے۔

فن کی مختصر تعریف ان الفاظ مین کی گئی ہے :۔

"جو نیچر نہو۔ یا نیچر کے خلاف ہو" "جب انسان نیچرل امور مین دست اندازی کرتا اور نئی نئی صورتین نکالتا ہے۔ اور دوسرون پر اثر ڈالتا ہے تو وہ ایک فن ہے۔" "مشاہدات اور ادراکات کی قطع برید طوالت اختصار اور دیگر اختراعی صورتین ایک فن ہے" "معلومات مین تصرف کرنا اور انمین دست اندازی کرنا ایک فن"

"جو کچھ ہم جانتے ہین۔ یا جو کچھ ہم جان سکتے ہین وہ ایک علم ہے" ہمارے تمام ایسے معلومات اور تمام ادراکات جو بے تصرف ہین ایک علم یا علم مطلق ہین۔

ایک مورخ اگرچہ عام معلومات پر بحث کرتا ہے۔ یا عام معلومات کا جامع ہوتا ہے لیکن انکی ترتیب اور چھانٹ بھی ساتھ کے ساتھ کرتا جاتا ہے۔ اور ایک مجموعہ مین سے بلحاظ صحت اور وقعیت کے انتخاب بھی کرتا ہے۔

اگر محض معلومات پر قیاس کیا جائے۔ تو تاریخ ایک علم ہے! ور اگر یہ قیاس کیا جائے۔ کہ ایک مورخ معلومات کی تلخیص اور تخصیص کرتا ہی یا ترتیب اور تدوین کرتا ہے۔ تو زیادہ تر موزون یہ ہوگا۔ کہ اسے ایک فن قرار دیا جائے۔ میری رائے مین چونکہ ایک مورخ ایک مبصر یا ایک نقاد کی حیثیت مین تمام معلومات اور واقعات کی تنقید کرتا ہے۔ اسواسطے تاریخ ایک فن ہے - ۱۲

کیفیت اور اُسکے حکمرانون کا مفصل حال اور طرز حکومت اور واقعات حکومت اور جغرافیہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تعریف جامع مانع نہین ہے۔ ہان یہ کہا جائیگا۔ کہ ایک شعبہ تاریخ کی یہ تعریف ہے۔ جس مین اور شعبے شامل نہین کیے جا سکتے۔ تاریخ کا صرف ملکون۔ قومون یا حکومتون سے ہی وابستہ کر دینا اُسے بالکل محدود اور تنگ کر دینا ہی تاریخ کے مفہوم مین اور بھی بیسون مضامین داخل ہین یہ بالکل بے انصافی ہوگی کہ ایسے تمام مضامین وغیرہ تاریخ سے نکال دیے جائین۔

تمام تواریخی شعبون کا لحاظ کرکے مندرجہ ذیل الفاظ مین تاریخ کی تعریف کیجاتی ہے۔

"تاریخ وہ فن ہے۔ جس مین ایک مورخ باعتبار واقعات موقوعہ اور کیفیات واردہ کے ایک خاص زمانہ کی تخصیص اور تلخیص کرتا اور ایک خاص مدت سے موقوعات پر دوسری مدت تک روشنی ڈالتا۔ اور اپنی تحقیقات کے بموجب انکی تشریح اور وضاحت کرتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ موقوعات اور کیفیات کسی قبیل اور کسی سلسلہ مین سے ہون۔ اور انکا شروع یا خاتمہ کسی ہی زمانہ یا مدت مین ہوا ہو یا تسلیم کیا گیا ہو۔ یہ تعریفی دائرہ بمقابلہ عام تعریفی دائرہ کے زیادہ تر وسیع ہے۔ اسمین سب تاریخی شعبے آجاتے ہین۔ کوئی باہر نہین رہتا ہے۔

پہلے عام تعریفی دائرہ کے اعتبار سے صرف وہی موقوعات تاریخ مین شامل ہوتے ہین۔ جو کسی ملک اور قوم یا حکومت سے متعلق ہون۔ اور وہ تمام دیگر موقوعات قدرتی اور علمی نکل جاتے ہین۔ جو تاریخ کا ایک بڑا حصہ یا بڑا جزو ہین۔

کرۂ ارضی مین تین قسم کے واقعات پائے جاتے ہین:۔

(الف) قدرتی یا اصلی (ب) معکوسی یا فرضی (ج) معقولی یا علمی۔

یہ تینون قسم کے واقعات مشاہدات سے (خواہ مشاہدہ نظری ہو خواہ احساسی اور خواہ ذہنی) متعلق ہین۔ ہمارا کوئی مشاہدہ یا منظر نہین ہے۔ جو ان ہرسہ اقسام سے خارج یا باہر ہو۔ یا یہ کہ ہم انھی ہرسہ مشاہدات مین متدائر اور محدود ہین۔

پہلی قسم کے وہ واقعات ہین۔ جو نیچرل یا قدرتی ہین۔ اُن مین انسان کا کوئی دخل اور دست اندازی نہین ہے اُنکا نشو و نما اُنکا بدو و خاتمہ قدرتی قوانین ہی کے تابع اور ماتحت ہے۔ گو اُن قدرتی قوانین مین سے بعض قوانین یا اُنکا کوئی حصہ

انسانی سمجھ اور انسانی تصرف مین آجاتا۔ یا آچکا ہے۔ مگر کلی طور سے اُنپر افہام انسانی متصرف اور قادر نہین ہین۔

دوسری قسم کے وہ واقعات ہین۔ جو پہلی قسم کا ظل یا عکس ہین۔ یا اُس ظل یا عکس کا خاکہ اور عمل ثانی ہین یا ایسے واقعات ہین۔ جو ایسے ظل اور عکس یا خاکہ اور عمل ثانی کی تطبیق اور ترتیب سے فرض کر لیے گئے ہین۔ اور اُن مفروضہ یا موضوعہ اصولون کے اعتبار پر عملاً چند ایسے قوانین اور ضوابط کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جنپر انسانی جماعتون کا نظم ونسق چل رہا ہے۔

تیسری قسم کے وہ واقعات ہین۔ جو زیادہ تر احساسات اور اذہان یا عقول سے وابستہ ہین۔ یا یہ کہ جنسے اُن واقعات کی بنیاد پڑتی ہے۔ جو حکیمانہ روشس اور علیمانہ طرز عمل کے متقاضی ہین۔

اُن ہرسہ واقعات کے اعتبار سے تاریخ بھی تین قسم پر ہے۔

(۱) طبعی تاریخ - (۲) غیر طبعی یا معکوس تاریخ (۳) فلسفیہ تاریخ۔

ایک طبعی مورخ ہمیشہ اُن مواد اور اُن کیفیات اور واقعات سے بحث کرتا ہے جو نیچرل مناظر مین مختص بہ طبیعات یا متبع طبیعات ہوتے ہین۔ ایک غیر طبعی یا معکوسی مورخ اُن مواد اور اُن واقعات سے بحث کرتا ہے۔ جو فرضی یا ترتیبی اور مصنوعی واقعات سے تعبیر کیے جاتے ہین۔ ایک معقولی یا فلسفی مورخ اُن اُمور سے بحث کرتا ہے۔ جو معقولات سے متعلق ہین۔

صرف دوسری قسم ہی کے ایسے مورخ ہین۔ جو طبعی اور فلسفی واقعات سے کم تعلق رکھتے ہین۔ پہلی اور دوسری قسم کے مورخ دراصل قریب قریب ہی چلتے ہین۔ کیونکہ جو مورخ طبعی مواد سے بحث کرتا ہے۔ وہ معقولی یا فلسفی مواد سے باہر نہین جاتا ہے۔ اور جو مورخ فلسفیانہ چلتا ہے۔ وہ طبعی مواد سے دور نہین ہے۔ گو اُن دونو قسمون مین ایک باریک فرق ہے۔ مگر پھر بھی ان مین ایک ایسی نازک حد فاصل ہے۔ جو اُنھین ایک نہین ثابت کرتی۔

خواہ کسی قسم کی تاریخ ہو۔ اُسکی سطح اور جرم دھندلاپن اور کثافت اور بے توجہی سے خالی نہین رہے۔ یا یون کہیے کہ خواہ کوئی گروہ اسکی تاریخ مین ایک دھندلاپن اور

اورکثافت ضرور ہی پائی جاتی ہے۔ دنیا مین اکثر اختلافات کا موجب تاریخی دھندلاپن یا تاریکی کثافت ہی ہے۔ اگر دنیا کی تاریخ صاف ہوتی تو موجودہ اختلافات مین سے بہت سے اختلافات کا وجود نہ ہوتا۔

گو ایک قوم یا ایک گروہ نسبتاً دوسری قوم یا دوسرے گروہ سے تاریخ مین کوئی سبقت لیگیا ہو۔ مگر بہیئت مجموعی یہ کسی حالت مین بھی نہین کہا جائیگا۔ کہ فلان قوم کا ؍ گروہ تاریخ کثافت اور گرد وغبار سے پاک وصاف ہے۔

جتنی قسمین تاریخ کی ہمنے اوپر لکھی ہین۔ وہ صرف اُنھی سہ گانہ قسمون مین محدود نہین رہی ہین۔ بلکہ وہ شعبہ درشعبہ ہوگئی ہین۔ ایسی تفرید وتشعیب سے اُن مین ایک ایسی جامعیت اور وسعت آگئی ہے۔ جو بشرط تکمیل بہت کچھ مفید اور سُودمند ثابت ہوسکتی ہے

جن لوگون کا یہ خیال یا یہ تھیوری ہے۔ کہ تاریخ صرف ملکی اور قومی یا حکومتی یا جغرافیائی واقعات اور تمدنی امور سے ہی تعلق اور نسبت رکھتی ہے۔ میری رائے مین وہ برجستہ اور صحیح رائے نہین رکھتے۔ کچھ شک نہین۔ کہ بعرف عام انھی واقعات سے تاریخ منسوب کی جاتی ہے۔

اس سے یہ نہین لازم آتا۔ کہ کرہ کے دیگر واقعات کا سلسلہ اس سے خارج کیا جائے نیچرل واقعات اور نیچرل مناظر صدہا اور ہزارون اشکال مین ہمارے سامنے اور مشاہدہ مین آتے ہین۔ اور ہم اُنسے بڑے بڑے نتائج اخذ کرتے ہین۔ اور اُن سے ہمارے معلومات مین ایک قیمتی ذخیرہ کی افزایش ہوتی ہے۔ صدہا نہین بلکہ ہزارون علمی ذخائر نکلتے اور ایک سلسلہ سے دوسرے سلسلہ تک جاتے ہین۔ کیا ان

۱؎ کسی قوم کی ملکی۔ قومی۔ مذہبی۔ علمی تاریخ لے لو۔ اُس مین یا تو بذاتہ تضاد و اختلاف موجود ہونگے۔ اور یا کسی دوسری قوم یا ملک کی تاریخ اسکے نسبت تنقیدانہ یا معاندانہ نکتہ چینی ہوگی۔ ایسی نکتہ چینی سے اکثر واقعات بجائے صاف صاف ثابت ہونے کے ایک مغالطہ کی صورت مین جا پڑے ہین۔

۲؎ بعض کے خیال مین جغرافیائی واقعات تاریخ مین شامل نہین ہین۔ لیکن میرے خیال مین یہ رائے ٹھیک نہین ہے مین یہ کہونگا۔ کہ جغرافیائی واقعات تاریخ کی ایک جداگانہ قسم اور شعبہ ہین۔ ایک جغرافیہ دان جغرافیہ مین انھی واقعات کا بیان کرتا ہے۔ جو ہمارے کرہ مین وارد ہین۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جغرافیائی واقعات شامل تاریخ نہ سمجھے جائین۔۱۲

سب مواد کا اس سلسلہ مین سے نکال دیا جانا تاریخ کی بیچرمتی اور افلاس کا موجب نہ ہوگا۔ جن لوگون یا جن قومون مین تاریخی دائرہ بہت ہی محدود مانا گیا ہے۔ وہ اُن ترقیات اور اُن مواد کی جانب گئے ہی نہین۔ جو قومون اور ملکون کے علمی دولت کا ذریعہ ثابت ہوئی ہین۔ صرف حکومتی اور تمدنی یا جغرافیائی مناظر کے بیان اور اظہار سے تاریخ مکمل اور جامع نہین ہوسکتی۔ دراصل پوچھو تو یہ مواد تو ایک معمولی یا ابتدائی مواد ہے۔ اُس سے سوائے ایک دلچسپ یادداشت کے اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ جو مورخ صرف یہ بیان کرتا ہے۔ کہ "فلان نسل فلان زمانہ مین گذری اور اُسکا طرز تمدن یون اور یون تھا وہ واقعات اولی یا تمدن گذشتہ سے موجودہ نسلون کو ایک سودمند اطلاع دیتا ہے جسکے انتخاب کی بابت وہ لوگ مختار ہین۔ جو اُسے سنتے ہین۔ لیکن ایک دوسرا مورخ جو قدرتی مناظر اور طبعی مواد کا بیان اور اظہار کرکے ایک قوم کے تمدن یا طرز تمدن اور سیاست پر استدلال کرتا ہے۔ وہ ایک علمی بنیاد قائم کرتا اور سامعین کو سمجھاتا ہے۔ کہ دنیا کی قومون مین ترقی اور تنزل کے اسباب اس قبیل سے ہو گزرے ہین اور نیچرل مناظر اور واقعات کا سلسلہ یہان تک پھیلا ہوا ہے یہ تعجب ہے کہ لوگ اُن واقعات اور اُن مواد کا بیان اور اظہار تو مناسب اور ضروری خیال کرتے ہین۔ جو مفروضہ واقعات اور معکوسی امور سے مستنبط ہین۔ لیکن اُن واقعات اور اُن امور کا بیان اور اظہار نہین کرتے جو قدرتی یا نیچرل مناظر اور کیفیات سے وابستہ ہین۔

ہم اس لکھنے کے تو عادی یا مشاق ہین۔ کہ انسانی جماعتون مین کیا کچھ واقع ہوتا رہا یا ہوتا ہے۔ اور وہ باعتبار تمدنی یا حکومتی ضروریات کے کن کن قوانین کے پابند ہین۔ اور اُن مین کیا کچھ تغیرات ہوتے رہے۔ لیکن اس لکھنے کے عادی اور مشاق نہین ہین۔ کہ انسان کی بنیاد کیونکر پڑی اور وہ اس حالت تک کیونکر پہونچا اور وہ باعتبار اپنے اعتبار اور اپنے خواص اور اقسام کے کن کن گروہون مین منفرد اور منسلک ہے۔ اور طبعی طور پر کن کن قوانین کا تابع اور پابند۔ ہم تو یہ ذکر کرتے ہین۔

ؔ گو یہ قول فی نفسہٖ درست نہو۔ مگر اُنھی وجوہ سے بعض فلاسفرون نے تمام تاریخی مواد سے تقریباً انکار کیا ہے اُنکے خیال مین تاریخی مواد سے سوائے ایک باضابطہ اطلاع کے جس مین کذب و صدق محمول ہے اور کوئی فائدہ نہین۔ ۱۲

کہ فلان زمانے یا فلان وقت مین یہ مذہب اور یہ عقیدہ رائج تھا لیکن یہ نہین لکھتے
کہ ان تمام مذہب اور عقائد کی ہسٹری کیا ہے۔ ہم اپنی تاریخون مین ضمناً حیوانات کا
ذکر بھی کرتے ہین لیکن اسکے عادی نہین ہین۔ کہ ان حیوانات کی بجاے خود ہسٹری کیا ہے
ہم یہ تو لکھتے ہین۔ کہ فلان حکومت یا فلان سیاست یا فلان قوم کی یہ ہسٹری ہے
لیکن یہ نہین لکھتے۔ کہ بجاے خود ہسٹری کیا چیز ہے۔ اور حکومتون اور سیاستون کی
بنیاد کیونکر پڑی اور وہ قوانین اور وہ ضوابط جنپر حکومتون اور سیاستون کی بنیاد
پڑی ہے۔ کس کس طرح وضع ہوتے گئے۔ اور اُن مین کیا کچھ تغیر و تبدل ہوتا رہا اور
وہ تاریخ کا کونسا حصہ ہے۔ جس مین قوانین سیاست کی بابت بحث ہوتی ہے۔ اور اُسے
تاریخ سے کیا نسبت ہے۔ ہم تاریخون مین ضمناً کبھی کبھی لوگون کی طرز معاشرت کا
ذکر کرتے ہین۔ لیکن یہ تحقیق نہین کرتے۔ کہ ایسی طرز معاشرت کیونکر اور کن کن رسوم و
رواج کی بنیاد پر پڑی تھی۔ اور اسکا مسلسل اثر تاریخی لحاظ سے کہان تک پہونچا اور
پچھلی قومون پر اُنکا اثر کیا کچھ ہوا۔

ہم تاریخ کے شائق ضرور ہین۔ لیکن ہماری طبیعتون مین یہ دریافت کرنے کا
شوق نہین۔ کہ تاریخ باعتبار اپنے واقعات کے کتنی قسمون پر ہے۔ اور ایک قسم
دوسری قسم سے کیا تعلق اور واسطہ رکھتی ہے۔ اور کس شاخ مین سے دوسری شاخ
نکلتی ہے۔ ہم مکتبون اور مدرسون مین بیشک بڑی بڑی مستند تاریخین پڑھتے ہین۔
لیکن یہ جاننے کی کوشش نہین کرتے۔ کہ تاریخ کی بنیاد کیونکر پڑی اور زمانے کے
اُلٹ پھیر سے تاریخی موضوعات مین کیا کچھ فرق اور انقلاب آرہا یا آچکا ہے۔[+]

+ جب تک تاریخ تاریخی فلسفہ کے اعتبارات سے پڑھی نہ جائے اور یہ نہ دریافت کیا جائے کہ

"تاریخ سے کیا مراد ہے"

"تاریخ کتنے اقسام پر ہے"

"ہر قسم مین کسقدر شعبے ہین"

"ہر شعبہ دوسرے شعبہ سے کیا کچھ نسبت رکھتا ہے"

"کن کن حالات مین کون شعبہ مفید ثابت ہوسکتا ہے"

"تاریخ کتابون مین ہی محدود ہے۔ یا بیرون از کتب بھی اسکا کچھ حصہ ہے"

ہم تاریخین لکھتے ہین۔لیکن یہ کوشش نہین کرتے۔کہ ہماری قومی۔ملکی۔علمی۔ تاریخین ذاتیات مزخرفات اور ضعفات سے کسطرح منقی اور پاک صاف ہون! ور اُن مین سے وہ گندے مواد اور ناپاک فقرات کس طرح نکلین جو فلسفۂ تاریخ کے اعتبار سے ننگ تاریخ ہین اور موجب شر و فساد۔ سلطان احمد

"تاریخ نویسی کے واسطے کیا کچھ مصالحہ درکار اور لازمی ہے"

"تحریری اور لسانی روایات سے کن قوانین کی پابندی سے تاریخی مواد لینا چاہیے"

"کون کس تاریخ کے لکھنے کے شایان اور قابل ہے"

تب تک یہ کسی کی نسبت نہین کہا جائیگا۔کہ وہ ایک مستند مورخ ہے:۔

"یا اسکی تاریخ قابل استناد ہے"

صرف چند واقعات منتشر کے جمع کر لینے سے کوئی شخص مستند مورخ نہین بن سکتا۔اور نہ یہ کہا سکتا ہے کہ اسکی تاریخ کوئی وقعت یا حیثیت رکھتی ہے۔جو مورخ یہ حیثیت اور یہ مبلغ علم نہین رکھتا وہ صرف ایک ناولسٹ ( ) یا داستان گو اور تذکرہ نویس ہے تاریخ و داستان گوئی اور تذکرہ نویسی مین رطب و یابس کی گنجایش ہوتی ہے۔لیکن ایک محقق مورخ کی تاریخ مین وہی واقعات زیب ترقیم ہوتے ہین۔جو تاریخی محک پر پرکھے جاتے ہین۔

خیابان فارس۔کچھ عرصہ ہوا کہ ہماری موجودہ ویسرائے لارڈ کرزن کے سفرنامۂ ایران کی پہلی جلد کا ترجمہ مولوی محمد ظفر علیخان صاحب بی اے متوسل سرکار نظام نے شائع کیا تھا۔ہم منتظر تھے کہ اسکی دوسری جلدین بھی شائع ہوین تو ایک بسیط ریویو کیا جائے۔لیکن اسکے لیے ابھی کچھ عرصہ معلوم ہوتا ہے۔یہ پہلی جلد عمدہ اہتمام سے ترجمہ ہوکے لارڈ موصوف کے دورۂ حیدرآباد کے موقع پر پیش کی گئی تھی اور ہزاکسلینسی نے اسے شرف قبول عطا فرمایا تھا۔کتاب مجموعی حیثیت سے قابل تعریف ہے لیکن انگریز سیاحون کے نئے سفرنامے عموماً پرانے سفرنامون پر ایک قسم کا ریویو ہوتے ہین لہذا جب تک ایران کے کل سفرنامے موجود نہون جنکا اس کتاب مین مشتر مقامات پر حوالہ دیا گیا ہے۔صرف اس کتاب کے مطالعے سے کوئی مستقل دلچسپی نہین حاصل ہوسکتی حجم ۶۱۲ صفحات قیمت مع جلد عہ مترجم موصوف سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

نہر قیصر باغ کا قدیم نظارہ

شام ہو چکی تھی روشنی کا ہڑاور ہنگامہ تھا۔ کوئی چمن۔ کوئی درخت۔ کوئی فصیل ایسی نہ تھی کہ اُسپر روشنی نہو۔ راہ چلتون کی اسقدر کثرت تھی کہ الاامان۔ رستہ چلنا دشوار تھا۔ جا بجا پہرے کھڑے ہوے تھے۔ جو کوئی بیخود ہو کر چلتا تھا تو سپاہی ٹوک دیتے تھے کہ ذرا سنبھل کر چلیے۔ سرکاری اسباب ٹوٹ نہ جائین۔ ایک گھنٹہ رات گئے تمام باغ مین آگ لگی ہوئی تھی۔ عیاش طبع۔ رنگین پوش جرگون کے ساتھ اینڈتے پھرتے ہین۔ جا بجا چمنون اور روشون مین ٹہلتے ہین۔ سازاور باجون کی آواز سے مست ہو رہے ہین۔ از زمین تا آسمان ایک عجیب کیفیت ہے۔ ہرطرف نگاہ مچلی جاتی ہے دوسری طرف نہین بڑھتی۔ جون جون رات ڈھلتی ہے۔ سمان بڑھتا جاتا ہے اور شوق اور ولولے دونے ہوتے جاتے ہین۔ رنگین مزاج جا بجا کھڑے ہو جاتے ہین۔ ہرطرف نگاہ کرنے لگتے ہین۔ معشوقون کا حسن اور اُبھرتا جاتا ہے۔ عاشق تنون کے راز خود بخود آشکار ہوتے جاتے ہین۔ وارفتگان محبت نشہ مسرت مین چور ہین۔ ہر شخص عالم بیتابی مین کہ رہا ہے "سبحان اللہ کیا سامان ہے" سودے والون کی یہ کیفیت ہے کہ سودا تو دیدیا مگر پیسہ لینا بھول گئے۔ تمام طرف ایک محویت کا عالم ہے۔ صاحب عقل کی یہ حالت ہے کہ بات سنتے ہین مگر جواب نہین دیتے یا مطلب ہی کو نہین پہونچتے۔ بس یہی جی چاہتا ہے کہ رات بھر ایک جگہ کھڑے رہیے۔ اسوقت انسان ایک ایسی جگہ ہے جہان عجائبات کا مشاہدہ کر رہا ہے اور صانع مطلق کی اُس حکمت اور قدرت پر جان و دل سے فدا ہے جو اُسکے پیش نظر ہے۔ دنیا کی تمام چیزون کو ایک دم مین بُھلا دینے والا ہے تو یہی سمان ہے جسپر ایک چھلکتی ہوئی نگاہ ڈالنے سے انسان بیخود ہو جاتا ہے۔ اور وہ لطف میسر ہوتا ہی

کہ اگر ایک نہین ہزار باغ ہون اور وہ فردوس برین کے ہمرنگ ہون جب بھی اُسکے سامنے ہیچ ہین -

اسوقت غضب کی چاندنی چھٹکی ہے۔ وہ دور دور تک روشنی کا سمان پھولونکی مہک۔ وہ نوبت اور شہنائی کی ملی جلی دلچسپ صدائین۔ وہ افسر منزل کے قریب چوپڑ کی نہر پر یارون کے مجمع۔ جنکے گلون مین پھولون کی بدھیان اور ہار پڑے۔ عطر مین ڈوبے مستی مین جھوم جھوم کر داد عیش دے رہے ہین۔ وہ حسینون کے جمگھٹے۔ جنکی ایک ایک ادا جان لینے کو تیار ہے

کہین دم لینے کی فرصت نہ تھی بسمل کیلیے		تھی جگر کے لیے برچھی تو چھری دل کے لیے

ناگہان پُتلی والے دروازہ کی طرف سے چالیس پچاس آدمیون کا ایک غول دکھائی دیا اُنکے ہاتھون مین بین اور ستار۔ گلون مین پکھاوجین۔ اور مردنگین پڑی ہوئین طبلے اور سارنگیان کمرون سے بندھی ہوئین۔ اُن مین بہت سے خوب صورت۔ نوجوان۔ رنگ برنگی پیشوازین پہنے ہوے۔ کسی کی پیشواز سرخ جسپر زردوزی کام بنا ہوا۔ گوٹ مین مُرمرے کی لہرین جن مین کرن کے تہل بیٹھے اور ڈانک دیے ہوے کسی کی دھانی اُسکے گھیر مین چوڑا سنہرا لچکا ٹکا ہوا۔ اُسپر پیچ رنگی بنتین۔ کرن۔ گوکھرو۔ اور چٹکی سے مغرق۔ کوئی فاختائی۔ کوئی کروندئی رنگ کا ڈوپٹہ۔ جس مین سلمے ستارے کی خوب صورت اور نازک پھول پتیان بنی ہوئین۔ بدھی کی طرح کندھونپر ڈالے ہے۔ یہ سب کتھک بچے ہین جو اپنا کمال اور حسن وجمال دکھانے کے لیے باغ کی سیر کو آئے ہین۔ سب سازون کو ملاکر اور حلقہ باندھکر جا بجا کھڑے ہوجاتے ہین ناچتے جاتے اور دل برمانے والی۔ شام کلیان۔ سوہنی اور کانڑے کی تانین لگاتے اور نئی نئی اُپجین کرتے جاتے ہین۔ چار قدم چلے تانین لگائین۔ پھر کھڑے ہو گئے۔ گرد تماشبینون کا مجمع ہے۔ شہر غدا رہے۔ جہان انگلی ہلاتے ہزارون جمع ہو جاتے ہین نہ کہ۔ یہ باغ۔ یہ سمان۔ یہ شب۔ اور یہ صاحب کمال۔ بھلا ممکن تھا کہ عشاق بے دس پانچ تانین سُنے۔ قدم آگے بڑھاتے۔ اُس زمانہ مین میر مونس مرحوم کی یہ غزل

بہار آئی ہے بھردے بادۂ گلگون سے پیمانہ		رہے لاکھون برس ساقی ترا آباد میخانہ

بہت مقبول اور طرۂ دستار ہورہی تھی۔ جسوقت وہ تارون بھری رات مین اشعار گانے لگے

اُگذریا رب گلستان مین ہوا ہی کس شرابی کا کہ شاخین جھومتی ہین نالہ بلبل ہے مستانہ
پھراُسکے بعد یہ شعر ؎
غزال دست بوسے دیکھکر مجنون کی میت کو یہ وحشی مرگیا بس ہوچکا آباد ویرانہ
مہ و انجم فلک پر دیکھکر مستی مین کہتا ہون وہ معشوقونکا جھرمٹ اور یہ گردش مین پیمانہ
یا اِس شعر کی تان کو مسلنے لگے ؎
رہی ہے رات کم اب چل کے لیٹو بن بکھیر زلفین ہٹا دو آینہ زانو سے۔ رکھدو ہاتھ سے شانہ
اور معشوق کی آرایش۔ رات کا ڈھلنا۔ آوازون اور حسرتون کا بڑھنا۔ وصل کے سامان۔ کم نصیب عاشق کی بیقراری۔ اور اُسکے بھاؤ۔ ہاتھون۔ آنکھون اور اشارون سے بتانے لگے۔ اسوقت کلیجہ منھ کو آتا تھا۔ جدھر نگاہ کی۔ بس۔ ستھراؤ کردیا۔ اب سب کے سب طبلہ کی گمک اور سازون کی دھیمی آوازکے ساتھ آگے بڑھے اور نہر کی جانب چلے۔ جہان حسن پرست اور اہلِ ذوق کا مجمع ہے۔ یہان کچھ اور ہی سمان ہے۔ پانی مین انواع اقسام کی رنگین مچھلیان چھوٹی ہوئی ہین۔ بجرے دریاے حسن مین ڈوبے معشوقون کی طرح آہستہ آہستہ خرام کررہے ہین۔ اور جسطرح کسی حسینہ کا جسم نیلی ساری سے کچھ ڈھکا اور کچھ کھلا ہو۔ اُسی طرح پانی کی لہرین کنارون سے ٹکر کھاتی جاتی ہین۔ مورپنکھی اپنی چونچ مین روشنی کا مالا دبائے پانی کی بے تکلف موجون سے کبھی اٹھلاکر ادھر کبھی اُدھر جاتی ہے۔ اس مقام عیش۔ ان بیشمار دنیوی خوشی کی موجون مین انسان صورت حباب نظر آتا ہے۔ جب اس جگہ پہونچے تو یہان کا پیارا سمان دیکھکر اور مست ہوکر سبھون نے یہ ٹھمری چھیڑ دی۔

موری نیا منجھدار۔ بیڑا تم ہی کردو پار
تم بن کوئی نہین کرتار
موری نیا منجھدار

یا علی جی تمرے درس کو اکھتر پیا بے چین
بس دن اتنی عرج سن لو۔ یا حیدر کرار
موری نیا منجھدار۔ بیڑا تم ہی کردو پار

مورپنکھی کی طرف رخ کرکے اُنھون نے ادا و نازکے ساتھ وہ پردرد تانین لین کہ سننے

والون کے دِل ہل گئے۔ اور بہت سے اپنے آپے مین نہ رہے۔ اب وہان سے اور آگے بڑھکر سبھون نے خدا مغفرت کرے آتش مرحوم کی یہ غزل شروع کر دی۔

گر اسکو فریب نرگس مستانہ آتا ہے
اُلٹتی ہین صفین گردش مین جب پیمانہ آتا ہے
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی
گریبان پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

جب اِس شعر کو بتانے لگے۔

فراق یار مین دل پر نہین معلوم کیا گذری
جو اشک آنکھون سے آتا ہے وہ بیتابانہ آتا ہے

اور پیشواز کا دامن اُٹھاکر جھوٹے آنسو پوچھنے اور کلیجہ مسوسنے لگے۔ اُسوقت چوٹ کھائے دلون سے بیساختہ آنسو ٹپک پڑے۔ غرض یہ قاتل گروہ غمزہ و ناز کی چھریان۔ کٹاریان مارتا۔ حسرتون کا خون اور دلون کو پامال کرتا ہوا۔ آگے بڑھا ؎

بہ یک اشارہ نہ مین تھا نہ غیر دنیا مین
اُن ابرُون کی خدا زندگی دراز کرے

ممن بیگ ۔ کیون بھئی مرزا! ایسے تماشے بھی نہ دیکھنے مین آئے ہین نہ آئینگے۔

مرزا ۔ (آہ سرد کھینچکر) خدا شاہد ہے۔ ملکون ملکون پھرا ہون اور عجائب و غرائب سیرین کی ہین۔ مگر یہ جلسہ بھی یادگار رہے۔

ممن بیگ ۔ سچ کہتے ہو۔ مگر انتہاے عیش کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے۔ خدا انجام بخیر کرے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

سید علی سجاد

سفر آسٹریلیا

اسوقت جہاز مین ہون۔ اور ملک آسٹریلیا کو جا رہا ہون ۸۔ فروری ۱۹۰۵ء کو جہاز بمقام ہونا لولو پہونچا۔ چار روز تک جہاز سخت طوفان مین رہا۔ اور جملہ مسافرین کو سخت تکلیف رہی۔ مگر سات اور آٹھ فروری کو بالکل دریا ٹہرا رہا +۔ موسم بہت اچھا ہی نہ گرمی ہے نہ سردی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ بہار کا موسم ہے ہونا لولو بہت خوبصورت مقام ہے۔ ۹۔ فروری کو دس بجے صبح کے جہاز ہونا لولو سے روانہ ہوا۔ دریا ساکت ہے۔ اور آج وقت غروب آفتاب مغرب کی طرف عجیب ایک لطف کا نظارہ تھا بہت خوبصورت شام تھی۔ دو ڈیڑھ گھنٹہ تک یہی کیفیت قائم رہی۔ ۱۰۔۱۱ فروری کو دریا بہت گرم رہا۔ ۱۲۔ فروری کو جہاز مین رہنا ہوا دریا تھوڑا گرم رہا۔ ۱۳۔ و ۱۴ کو دریا ساکن اگرگرمی زائد رہی۔ ۱۵۔ فروری کو جزیرہ پاگو پاگو جو گورنمنٹ امرکیہ مین واقع ہے ٹلا یہ چھوٹا سا جزیرہ ہے دامن کوہ مین آبادی ہے۔ یہان کے باشندے سیلون کے باشندون کے ہم شکل ہین۔ مگر اسقدر فرق ہے کہ سیلون کے آدمی کالے رنگ کے ہوتے ہین۔ اور یہان کے اشخاص گندمی رنگ اور بھورے بال کے ہین۔ پہاڑ بہت سرسبز ہے۔ کیلا پپتیا۔ گنا پونڈہ۔ شیرین لیمون۔ ناریل وغیرہ میوے پیدا ہوتے ہین۔ یہان جہاز چار گھنٹہ ٹھہرا۔ ہم جہاز سے اُتر کر دیکھنے گئے۔ آبادی بہت کم ہے۔ یہان کے اشخاص کی زبان ہے اور انگریزی بھی بولی جاتی ہے۔ سُمواجزیرہ جرمن گورنمنٹ اور ہائی ٹائی امریکن گورنمنٹ یہان سے قریب ہین۔

۱۶۔ ۱۷۔ فروری ۱۹۰۵ء کو جہاز مین رہنا ہوا۔ ایک روز دریا ساکن اور دوسرے

+ بخیریت جہاز ہونا لولو پہونچا۔

روز گرم رہا - ۱۸ - فروری اور اتوار کا روز کم کر دیا گیا - پسیفک اوشن کا قاعدہ ہے - چونکہ بڑا سمندر رہے وقت آمد امریکہ ایک روز اور ایک تاریخ بڑھا دی جاتی ہے - اور وقت رفت امریکہ بجانب دیگر ملک ایک تاریخ اور ایک روز کم کر دیا جاتا ہے جب ہی تو امریکہ کا دوسرے ممالک سے وقت - تاریخ اور دن مطابق ہوتا ہے ۱۹ - فروری آج بھی جہاز مین رہنا ہوا اور دریا گرم ہے اور جہاز کو جنبش ہے -

۲۰ - فروری کو جہاز مین رہنا ہوا اور دریا ساکن رہا کچھ تھوڑی جنبش ہے - شب کے آٹھ بجے اوکلینڈ - پورٹ نیوزلینڈ پہونچنے کی خبر ہے - یہان ہمارا قصداً اتر کر آٹھ روز رہنے کا ہی کیونکہ ملک اسٹریلیا مین یہ عمدہ مقام ہے - سڈنی یہان سے بذریعہ جہاز تین روز کا راستہ ہے ۸ - بجے شب کے جہاز اوکلینڈ کے بندر کے قریب پہونچا - دو بجے دن سے چھوٹی چھوٹی پہاڑیان سرسبز دریا مین جہاز کے پاس برابر نظر آرہی ہین - ساڑھے دس بجے شب کے جہاز بندر پر گودی مین لگایا گیا - اکثر مسافر اسی وقت بعد ملاحظۂ ڈاکٹر جہاز سے اُتر کر شہر کو چلے گئے - چونکہ شب زیادہ گزر گئی تھی ہم شب کو جہاز مین رہے اور صبح چھ بجے جہاز سے اُترے -

۲۱ - فروری ۱۹۰۵ء شہر اوکلینڈ جزیرۂ نیوزلینڈ یہ شہر بہت خوب صورت ہے اور اسکا نواح بھی اچھا ہے مردم شماری ۶۰ - ۶۵ ہزار کی ہے برٹش گورنمنٹ کی عملداری ہے - انگریزی زبان ہے - انگلش ساورن - شلنگ - پینی - سکہ انگلش گورنمنٹ کا چلتا ہی ہم جہاز سے اُتر کے قریب بندر کے ایک بورڈنگ ہوس مین ٹھر گئے - اور حسب ذیل مقامات کی سیر کی -

(۱) میوزم آرٹ گیلری - ایک چھوٹا سا میوزیم ہے - اور اُسمین آرٹ گیلری ایک کمرہ مین ہے -

(۲) البرٹ پارک - یہ چھوٹا سا باغ مگر خوب صورت اور سرسبز ہے -

(۳) مونٹ ایڈن - یہ ایک پہاڑی شہر کے قریب ہے - اسپر سے تمام شہر دریا پہاڑ اور جنگلون کی سبزی نظر آتی ہے - بہت عمدہ اور تفریح کا قابل دید مقام ہے ٹریم کارٹ مین بہت تھوڑا کرایہ یعنی دو پینی فی کس محصول ہے - مگر پیادہ پا نصف راستہ پہاڑ کے اوپر کاٹے کرنا ہوتا ہے - گھوڑا گاڑی اوپر تک آتی ہے مگر کرایہ بہت دینا پڑتا ہے -

(۴) فیری - بندر سے ایک چھوٹے سے جہاز مین بیٹھکر جو کہ ہر گھنٹہ بعد دس پانچ مرتبہ

چلتا ہے۔ دوسرے کنارے پر فیری مین جو آبادی ہی دیکھکر واپس آئے۔
۲۲۔ فروری ۱۹۰۵ء۔ اوکلینڈ سے دس بجے دن کے ریل مین سوار ہوئے۔ اور روٹورد کو روانہ ہوئے۔ ٹامس کوک کمپنی کے ذریعہ سے ٹکٹ ریل و ہوٹل وغیرہ لیا۔ اگر مسافر خود ٹکٹ لینا چاہے تو اسٹیشن پر مل سکتا ہے۔ اور روٹورو مین انتظام بورڈنگ ہوس یا ہوٹل بھی اپنے طور سے ہو سکتا ہے۔ اس ریل مین فسٹ کلاس و سکنڈ کلاس صرف دو درجہ ہین۔ غرضکہ ہم شام کے چھ بجے روٹورو پہونچے اور ہرمیس ہوٹل مین ٹھہرے۔ جسکا ٹکٹ ٹامس کوک کمپنی کے یہان سے مل گیا تھا۔
۲۳۔ فروری ۱۹۰۵ء آج روٹورو مین قیام کیا یہ ایک چھوٹی سی آبادی چار پانچ ہزار آدمی کی ہے۔ آب وہوا عمدہ ہے۔ آج کل موسم ایسا ہے کہ نہ تو سردی زیادہ ہے نہ گرمی۔ شام کو ہوا مین ذرا خنکی آجاتی ہے اور یہ کیفیت شب کے بارہ بجے یا ایک بجے تک رہتی ہے۔ مگر صبح کی ہوا نہایت عمدہ اور اعتدال کے ساتھ تفریح بخش ہوتی ہے۔ یہ مقام روٹورو پہاڑون کے درمیان اور لیک کے کنارہ پر آباد ہے۔ بہت اچھا مقام سرسبز ہے۔ یہان کے اکثر بلکہ سب پہاڑ آتش فشان ہین۔ اور گیسیز اون مین ہین۔ حسب ذیل مقامات کی سیر کی۔
(۱) پارک یہ بہت اچھا باغ ہے۔ اور اسمین غسل خانے غسل کے واسطے بنے ہوئے ہین۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پانی صحت بخش ہے۔ اور ٹی ہاوس و ہسپتال بھی ہی بہت عمدہ تفریح بخش باغ ہین
(۲) موکاری لیک۔ یہ ایک لیک کا کنارہ تفریح کا مقام ہے۔
(۳) وتی تاریوا۔ یہ مقام روٹو سے دو میل پر ہے اور یہان پر اسپرنگ۔ گیسیز وغیرہ گرم پانی کے ہین اور روٹو سے گاڑی مین بیٹھکر آنا ہوتا ہے کرایہ فی کس چھ پینی اور آمد رفت کا ایک شلنگ۔
۲۴۔ فروری ۱۹۰۵ء آج ہم روٹورو سے کاکاہل دیکھنے گئے۔ اسکو ونڈٹرپ بھی کہتے ہین ایک کوہستانی مقام ہے اور چند تالاب پہاڑون کے بیچ مین واقع ہین۔ اور پہاڑون مین اکثر گیسیز ہین۔ یعنی گرم پانی سے دھوان نکل رہا ہے۔ گھوڑا گاڑی و کشتی کی سواری ملتی ہے۔ اول گھوڑا گاڑی مین جانا ہوتا ہے اور پھر کشتی مین۔

بمقابلہ پہاڑون کے تالابون کی سینری بہت عمدہ ہے۔ صبح کے آٹھ بجے ہوٹل سے جانا ہوتا ہے اور شام کو چھ بجے واپسی ہوتی ہے ۵۰-۶۰ میل کا دورہ گاڑی اورکشتی دربیادہ پا ہوتا ہے۔ تین جگہ پہاڑون مین پیادہ چلنا پڑتا ہے۔ اول ایک جگہ ڈھائی میل بعد کو دو جگہ نصف میل۔

۲۵- فروری ۱۹۰۵ء آج صبح کے ساڑھے نو بجے ہوٹل سے لیک ٹرپ کو روانہ ہوئے اول بذریعہ کشتی کے تالابون کی سیر کرائی گئی۔ دن کے ایک بجے تک۔ سکے بعد گھوڑا گاڑی کے ذریعے سے سیر کی۔ کل سفر کشتی اور گھوڑا گاڑی تخمیناً چالیس میل کا ہوا۔ اور چھ بجے شام کو ہوٹل مین واپس آئے۔ لیک یعنی تالابون کی سینری عمدہ تھی۔ کوک کمپنی کی کشتی اور گاڑی نے سیر کرائی ہے۔ دو ایک کمپنی اور ہوگئین ہین اس واسطے باہم ضد سے کرایہ آج کل کم ہوگیا ہے۔ فیس بجائے ڈیڑھ پونڈ کے پانچ شلنگ رکھی ہے۔

۲۶- فروری ۱۹۰۵ء آج اتوار یعنی یکشنبہ تھا۔ اسلیے کہین جانا نہین ہوا ہوٹل مین قیام رہا اس ملک مین بروز اتوار کل کام بند ہوتے ہین حتی کہ ریل بھی نہین چلتی۔

۲۷- فروری ۱۹۰۵ء دس بجے صبح کے روٹورو سے اوکلینڈ کو روانہ ہوئے اور شام کے ساڑھے پانچ بجے اوکلینڈ پہونچے۔ اور اسی ہوٹل مین ٹھہرے جس مین پہلے ٹھہرے تھے۔

۲۸- فروری ۱۹۰۵ء۔ کو کہین جانا نہین ہوا۔ اوکلینڈ مین رہنا ہوا۔
آج ماہ فروری ۱۹۰۵ء کا روزنامچہ ختم ہوا۔

عبدالغفور خان

سوانح عمری داغ- جن حضرات کو فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم اور اُنکے حالات سے شغف ہے اُنکے لیے یہ نو تالیف کتاب ایک تازہ دلچسپی رکھتی ہے جسمین مرحوم کے حالات زندگی کے علاوہ وہ اخباری مضامین اور قطعات تاریخ بھی جمع کر دیے گئے ہین جو اُنکی وفات پر ملک مین شائع ہوے تھے ۱ار قیمت پر محمد سراج الدین صاحب مہتمم مفید کتب ایجنسی رنگ محل لاہور سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

ایشیائی لٹریچر

کے آئنہ مین

ہمارے خیالات کی جھلک

معنی رنگین بناز کہ دل رساند خویش را
بادۂ گلگون ندارد بہتر از مینا نقاب

علم ادب کا حسن وہ نظر افروز ہے جسکی حکومت تمام دلون پر ہے۔ جادو نگار مصنفین کے قیمتی خیالات اپنے جنبش دامن سے بجھی ہوئی شمع کو روشن کرتے ہین۔ شوخی زبان کے مطالب دلنشین جلے مردہ قومون کو آب حیات کا مزہ چکھاتے ہین۔ لٹریچر کو شفاف آئنہ کہیے تو بیجا نہین کیونکہ اُسمین ہر قوم کے رسم و رواج اور تمدن کی شکلین دکھائی دیتی ہین۔ قدرتی خوبصورت اشیاء کی جلوہ گاہ کا نشان ملتا ہی۔

کلیم جسکے نظارے کو سوے طور آیا
لگا کے سُرمہ تجھے دیکھنے وہ نور آیا

سچ تو یہ ہے اسکی اعجاز اثر قوتین بغیر تاثیر کیے نہین رہتین۔ سادہ سادہ مقولے تڑپا دیتے ہین چشم زدن مین ٹوٹے ہوے دلون کی ڈھارس بندھ جاتی ہی۔ آن کی آن مین بُرے افعال اخلاق سے مبدل ہو جاتے ہین۔ جاہل قومین تعلیم کے سایہ مین اُبھر اُبھر کر شہرت اور آزادی کا دم بھرتی ہین۔ حسن معنی کی شوخ بندشین جلوۂ پُرفن کو چٹکیون مین اُڑاتی ہین۔ اسکی بڑھی ہوئی طاقت چمکتی ہوئی روشنی نے دلونکو پُرجوش زبانون کو رنگین وحشی ملکون کو مہذب بنا دیا۔ ایک ہی چتون کے اشارے مین

انسانی ہستی کا تماشا نوک کی لینے لگا ہے۔ ترقی کی نمود اسی مین پوشیدہ ہے۔ علم کے جلوے اسی کے ساتھ جھلمل جھلمل کر رہے ہین۔ روشن دماغی کے ذرے اسی مین جھلک رہے ہین جسطرح کوئی نازک ادا حسین خوش ہو کر حنائی ہاتھون سے پھول توڑے اور انگلیون مین کانٹا چبھ جائے تو اُف کہ اُٹھے ایسے ہی سحر بیانون کی شوخیان اٹھلا اٹھلا کر یکایک دل مین گھر کر لیتی ہین۔ جب کوئی زندہ دل ادیب نظارۂ قدرت سے خوش ہو کر سنبلی بالون مین سورج کی کرنون کا سُنہرا موباف ڈالتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چلبلی طبیعت نمایشگاہ عالم کو پری بنکر اُڑائے لیے جاتی ہے۔ واقعی یہ ہے کہ انشاپرداز کا دل ایک ہرا بھرا تازہ گلدستہ ہے جسکو فطرت نے اپنے ہاتھون سے سنوارا ہے فکر و خیال کے کرشمے زبان حال سے پکار اُٹھتے ہین ؎

ازل مین سُن چکے تھے ہم تمہاری جلوہ آرائی
تماشا دیکھنے کو اسلیے محفل مین آ نکلے

دلی جذبات مین برقی اثر پیدا کرنے والے مضامین، روحانی خوشیون کو بھی غمازا ور اداآفرین بنا دیتے ہین۔ دُور کیون جائیے ایک زندگی ہی کے مضمون کو لیجیے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور حکما دُنیا کو رسالہ کیطرح پڑھتے ہین اصلی مطالب ڈھونڈھتے ہین حیات کے میدان مین بہادری سے لڑتے ہین اور فتح حاصل کرتے ہین۔ آئندہ خوشیان جو پردے پردے مین مُسکراتی ہین اُسپر ذرا بھی نازان نہین ہوتے۔ ماشاءاللہ چشم بد دُور ہمارے ایشیائی شاعر بھی کسی سے کم نہین رہے۔ آخر ننھی منی ہستی کو پانی کا بتاسا بنا کر چھوڑا۔ ہنستے کھیلتے دلونکو جھلملاتے ہوے ستارون مین چھپایا۔ پیاری عمر کو شبستان عدم مین دے پٹکا۔ یہ سب انشاپردازی کے چلتے ہوے کارنامے ہین۔ اصل یہ ہے جس ملک کے لٹریچر نے اُٹھتی جوانی کو پیار کی آنکھ سے دیکھا ہو دست تمنا بڑھا کر غضب ڈھایا ہو ادنی سے خال پر سمرقند اور بخارا بخشنے کا تہیہ کر لیا ہو۔ تمنا آرزوؤن سے حسینون کے جھرمٹ مین جگہ پائی ہو وہ نئے جنٹلمینون کی میزون پر جاتے ہوے کیون نہ لجائے یہ غیر ممکن ہے کہ خیالات عمدہ ہون اور لٹریچر خراب ہو۔ خیر پرانے زمانے والے جو کچھ کر گئے وہ شکریہ کے لایق ہے یاران نو کی چھیڑ اور قیامت اُٹھنے کا ڈر نہو تو حال کی کتابون پر بھی سرسری نظر ڈالیے مصنف صاحب نے حصول زر کے لیے قلم ہاتھ مین لیا

اور تارے توڑنے کو عرش سے بھی پرے نکل گئے اس سے مطلب نہین کہ زبان پر بنجائے یا اخلاق کے دھوئین اُڑجائین تصنیف کرنے سے قبل ہر ایک پہلو کو انکے بلا جانچے جب کسی مسئلہ پر کوئی چھوٹی موٹی کتاب لکھنا چاہی تو آنکھین بند کرکے دوسرون کی کتابون پر گر پڑے۔ فوراً خیالات کے تابع ہوگئے۔ ہو بہو چربہ اُتار لیا نہ عبارت پر اعتراض کیا نہ سمجھکر پڑھا نہ صحت اور غلطی پر غور کیا۔ لگے ہاتھون دوسری تصنیف کی مدد سے اپنے آپکو جان بوجھکر کمزور بنانے لگے۔ کہنے کے لیے علم مین روز افزون ترقی ہورہی ہے۔ بزرگ جو کہہ گئے وہ سب واہیات خرافات۔ چاہے قدما کا مقصد سمجھ مین نہ آئے الفاظ کی حسرت مین مرتے ہون۔ زبان کے چٹخارون پر جان دیتے ہون مگر ناز بیجا ہے تو یہ کہ پچھلی صدی کے معنی طرازون کا رنگ پھیکا کردیا۔ اسے سُبحان اللہ متقدمین کو بھی نام رکھنے لگے اُنھین کے خیالات کو نئے سانچے مین ڈھالکر ایجاد کے مدعی بنین اور اُنھین پر تبرے ہون۔ شہرت و ناموری تکے وصول کرنیکا پہلا دروازہ ہے۔ اسلیے ہر شخص کی خواہش ہے کہ اچھے خاصے مسائل مین اُلجھاؤ پیدا کردیا جائے۔ لیکن جب کوئی کرم خوردہ تصنیف نظر آتی ہے تو قلعی کھُلجاتی ہے کہ کہین کی اینٹ اور کہین کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا ؎

جس رنگ مین مجھے نظر آتا ہے حسن یار
آنکھین پکار اُٹھتی ہین پہچان جائیے

اگر تعلیم کی ابتدا ذاتی مشاہدے سے ہو۔ اُلٹی سمجھ کو سیدھا دکھایا جائے۔ خداداد ذہانت سے کام لیا جائے تو ایجاد آپ ہی آپ تصانیف کو پلکون سے واریگا اور تالیف مین نئی بات نکالنی آسان ہوجائے گی کیونکہ دُنیا بھر کے علوم و فنون قوت خیالیہ کا صدقہ ہین جب حضرت انسان کے حافظے نے جواب دیدیا تو اشارون کنایون کی سوجھی تحریر کو خضر راہ بنایا۔ اب وقت آگیا ہے کہ پُرانا قاعدہ دستور موقوف۔ پچھلا ڈھنگ دریا بُرد ہو مطالعہ کتب بھی کیا جائے تو اس ڈھب سے کہ مصنف کا ڈھکا چھپا حال تاریکی مین نہ رہے پھر کیا مجال ہے کہ قوت عقلیہ کو ترقی نہ ہو۔ طبیعت کی تیزی اور شستگی ہاتھون نہ بلند ہو۔ مختلف پیشون مین واقفیت نہ بڑھے۔ ہم یہ نہین کہتے ہین کہ عمدہ مصنفین کا نام دُنیا سے نیست و نابود ہوگیا۔ یا حال کی تصنیف مین کیڑے

پڑ گئے۔ نہین نہین نئی روشنی کی اکثر کتابین معلومات بڑھانے کا وسیلہ اور فنون کی تکمیل مین مدد دینے والی ہین انھون نے علمی مذاق کو چار چاند لگا کر لٹریچر کی کمی کو پورا کر دیا ہے سب سے پہلے سائنس کو دیکھیے جو ایک ضروری علم ہے۔ ذخیرہ تھوڑا سہی مگر پڑھنے کے قابل ضرور ہے اسکے عقدے حل کرنے کے لیے معتبر ڈکشنریان بھی ہون شرح بھی ہو۔ غور سے پڑھنے والی آنکھین بھی ہون۔ خیالات مین یکسوئی بھی ہو۔ طبیعت کا زور بھی کافی ہو تو پھر کیا بات ہے لیکن ہندوستانیون اور خصوصاً اردو دانون مین یہ دل و دماغ کہان کہ ہر ایک مسئلہ کے ٹکڑے اڑا دین اور اُسکے اسباب کو قانون قدرت کی کسوٹی پر کسین مصنف کی غلطی پر نہ جائین۔ حسن و قبح معلوم کرنا دلگی نباشد کہ کاتا اور لے دوڑے۔ رونا تو یہ ہے کہ ایسے کار آمد مضامین ہمارے لٹریچر مین روکھے پھیکے خیال کیے جاتے ہین اور ادق سمجھکر بالکل نظر انداز کر دیے گئے ہین۔ ذہانت اور عقل کو چمکانے کا یہی ذریعہ ہے کہ انھین غور سے پڑھا جائے۔ پہلی مرتبہ سمجھ مین نہ آئین تو دوسری مرتبہ تسلی ہوگی رفتہ رفتہ وہ بالکل پانی ہوجائینگے خیر سے علمی اخلاقی تاریخی ناول بھی موجود ہین جو نکھری ہوئی زبان پھڑکتے ہوے محاورات سے مالا مال ہین۔ ڈھونڈھنے والی نظرین انھین بھی دقائق اور نکات تلاش کر سکتی ہین عبارت کے علاوہ ہر بات کے نیچر پر نظر رکھنے سے فائدہ حاصل ہوتا ہی۔ ترکیب اور مناسبتون پر غور کرنے سے روزمرہ کی بول چال مین مدد ملتی ہے مشرقی لطائف کو بھی محفوظ رکھنے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ یورپ مین تیرھوین صدی سے جو لطیفے رواج پا گئے ہین وہ بدستور زندہ ہین بعض کی عمر حضرت عیسیٰ سے بھی نکلتی ہوئی ہی اہل انگلستان نے انکو ہند سے لیا ہے مگر ہمارے ملکی بھائی نہ لطائف و ظرائف کی حکمت سے خبردار ہین نہ انھین زندگی کا جزو اعظم سمجھتے ہین گو وہ فرضی ہین مگر فطرت کے خلاف نہین حیوان یا بیجان اشیا مین قواے انسانی پیدا کرنا اور اُنکے تمام کامون کو ظرافت اور لطافت کے رنگ مین رنگنا انتہا درجے کی نازک خیالی ہی۔ ایسے تعلیم یافتہ کم ہونگے جو اساتذہ کے دیوانون کو شوق سے پڑھین۔ نئی اُمت مین بڑے زور و شور سے ایشیائی شاعری کو آڑے ہاتھون لیا جاتا ہے۔ سمندر پار کی لہرون نے علم ادب کے رموز و دقائق کو غرقاب کر دیا ہی جسکو دیکھو محبوب اور مطلب کا لفظ

سال ہ رخ و رو ون پر ڈھال رہا ہے۔ ساغر و گل کے نام سے ناک بھون چڑھاتا ہے۔ یہ کیسکو بھی معلوم نہین کہ جام سے مراد عارفون کا نورانی دل ہے جو معشوق حقیقی کی شراب محبت سے بھرا رہتا ہے اور سے سے مراد عشق الٰہی ہے جسکا مزا لینے والے ہر گھڑی مدہوش رہتے ہین یہ حضرت حافظ کا مستانہ کلام دیکھیے معرفت کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے۔ حکیمانہ خیالات کوٹ کوٹ کر بھرے ہین کیا وہ بھی آپ کی طرح میز لگا کر پوٹ وائن کے جام لنڈھاتے تھے۔ حضرت سلامت وہ زبان کونسی ہے جسنے دست قدرت کی بنائی ہوئی چیزون پر ریویو نہ کیا ہو۔ خیر اسے بھی جانے دیجیے۔ ایشیائی شعرا انسان ہین فرشتہ نہین۔ اگر گل و بلبل۔ جام و مینا۔ شمع و پروانہ کے خیالات الگ کیے جائین تو بھی اصل چیز کا پتہ چلتا ہے کاش نئے خیال والون مین اتنا ہی ملکہ پیدا ہو جائے کہ شعرا کے الفاظ اپنے موقع پر درست ہین یا غلط ہین وہ طبیعت کو خوش رکھتے ہین یا ناگوار ہین۔ اس ترکیب سے تو لٹے علمی مین ترقی ممکن ہے اور موقع و محل سے بھی آگاہی ہو سکتی ہی ہم جہانتک خیال کرتے ہین اُردو لٹریچر مین ایسی بیش بہا کتابون کا پڑھنا حکمت سے خالی نہین صرف توجہ کی ضرورت ہے۔

محمد مبین ناز بدایونی

ہر شخص مسائل دُنیا حل کرنے کے لیئے نہین پیدا ہوا ہی بلکہ اپنا فرض دریافت کرنے اور اسپنے کو اپنے سمجھ کے اندر محدود رکھنے کے لیے۔ گوئٹے۔

خاندانی اعزاز پر فخر کرنا ایسا ہے۔ جیسے کوئی کسی غیر شخص کے اعزاز کی تعریف کرے۔

چشم بینا کیلئے ہر گھڑی نئے مناظر موجود ہین۔ ایسی جگہ اُسے ہر وقت ایسی چیزین دکھائی دیتی ہین جو نہ کبھی دیکھی تھین اور نہ کبھی پھر نظر آئین گی۔ آسمان کے رنگ ہر لحہ بدلتے رہتے ہین اور اُنکے اچھے یا بُرے تغیرات کا اثر زمین پر پڑا کرتا ہے۔

امرسن

آنریبل سیّد محمود مرحوم

اِس مختصر مضمون مین سیّد محمود کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالنے کی کوشش کیجاتی ہے - سید محمود کی زندگی پر کوئی مفصل ریویو کرنا نہ آسان ہے اور نہ اُسکی اسجگہ گنجائش کیونکہ سید محمود تو کئی حیثیتون کے جامع ہین - مقنن محمود - مصنف محمود - مقرر محمود - قومی رہنما - سچے دوست - متبحر عالم - کِس کِس کا ذکر اِس مختصر مضمون مین کیا جاسکتا ہے -

سیّد محمود ۲۴ مئی ۱۸۵۰ء مین بمقام دہلی پیدا ہوے - اُنکے خاندان کا پتہ بتانے کی کوئی ضرورت نہین - ہر شخص واقف ہے کہ ہندوستان مین مسلمانون مین علم اور تہذیب کی روشنی کہان سے بلند ہوئی -

کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی اُن چیزون سے جو بچپن مین اُسکے پیش نظر رہی ہون بہت اثر قبول کرتی ہے - اِسی لیے مشہور ہے کہ اچھے شاعر دلفریب اور پُرفضا مقامات اور بڑے بادشاہ لڑائی کے زمانے مین پیدا ہوتے ہین - جب سید محمود نے ہوش سنبھالا تو اُس " قیامت صغرے " یعنے غدر کو فرو ہوے زیادہ عرصہ نہوا تھا - شہر بالکل بے رونق ہو گیا تھا اور سلطنت مغلیہ کا چراغ ہمیشہ کے لیے گُل ہو چکا تھا - اُنکے خاندان کا وہ اقتدار جو شاہی مین تھا باقی نہ رہا تھا - کسے خیال ہو سکتا تھا کہ وہ پھول جسنے ایسے اُجڑے چمن مین نشو و نما پائی تھی اسطرح پھلے پھولیگا اور تمام دیار ہند کو اپنے فضل و کمال کی خوشبو سے معطر کر دیگا -

سید محمود کی ابتدائی تعلیم موجودہ زمانے کے لحاظ سے کیسی ہی ہوئی ہو اُنھون نے نہایت اعلیٰ تربیت پائی تھی - اسکولون کی تعلیم اُنکے مزاج کے موافق نہ آتی تھی - اِسکی وجہ سوائے اِسکے اور نہین معلوم ہوتی کہ ہندوستان کے مدارس مین سوائے دو چار چیزون کو طوطا کہانی کی طرح حفظ کرا دینے کے کسی علم کی تکمیل نہین ہوتی

اسکول مین تعلیم پانے کے زمانے مین انھون نے اپنی تعلیم سے زیادہ اپنے قوی مین ترقی کی اور کیا عجب ہو کہ اِنکے والد نے بھی اُنسے مذاقاً وہی جملہ کہا ہو جو اُنکے ایک رنگ نے خود اُنکی بابت کہا تھا کہ "ہمارے گھر مین پہلوان پیدا ہوا ہے"۔

اسکول کی تعلیم ختم کر لینے کے بعد سید محمود بہمراہی سر سید بغرض تعلیم ولایت گئے۔ کرائسٹ کالج کیمبرج اُنکی تعلیم کے لیے پسند کیا گیا۔ حصول علم جہان محنت اور ذہن پر منحصر ہے تعلیم گاہ کی حالت پر بھی ہے۔ تھوڑے ہی عرصے مین انھون نے ایسی تعجب انگیز ترقی کی جسنے سبکو حیرت مین ڈالدیا۔ پروفیسر سکیٹ مشہور زباندان نے ایک دفعہ ایک انعام علم ادب کے متعلق اُس طالبعلم کو جو زبان مین سب سے اچھا ہو دینا منظور کیا اور تمام طلبہ کو مقابلہ کرنے کی اجازت دی۔ سید محمود نے نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ اپنے انگریز ہم جماعتون سے سبقت لے گئے اور انعام حاصل کیا۔ جن لوگونکو مرحوم سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے وہ خوب جانتے ہین کہ کسقدر بجا فخر کے ساتھ سید محمود اپنی اُس الماری کیطرف جسمین اس انعام کی کتابین رکھی تھین اُنگلی اٹھایا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد بغیر ڈگری حاصل کیے سید محمود نے اپنی توجہ کو قانون کی طرف مبذول کیا اور "لنکانز ان" مین داخل ہوے۔ چنانچہ ولایت مین قانون کی تکمیل کرکے بحیثیت بیرسٹر ہندوستان واپس آئے۔

اپنے زمانۂ طالب علمی مین سید محمود نے اسقدر حیرت انگیز مطالعہ کیا جسکی نظیر کم ملتی ہے۔ اُنکی تحریرون مین اکثر ایسے جملے پائے جاتے ہین جو اُن کتابون سے اخذ کیے گئے ہین جنکو آج بہت سے انگریز عالم بھی بوجہ عدیم الفرصتی نہین پڑھتے۔

بڑے آدمیون کی صحبت حاصل کرنا کچھ مشکل نہین کیونکہ ایسے آدمیون سے خلاف قیاس نہایت آسانی سے تعارف پیدا کیا جاسکتا ہے مگر قاعدہ کلیہ یونہین ہے کہ انسان اپنے مذاق سے اعلےٰ سوسائٹی نہین ڈھونڈھتا بلکہ اُسی مین بسر کرنا پسند کرتا ہے۔ سید محمود چونکہ شروع ہی سے اعلےٰ طبقے مین رہے تھے ولایت مین بھی ایسے ہی لوگون سے ربط پیدا کیا۔ چنانچہ خود کہا کرتے تھے "ہلسمیر[1] مین بچہ بچہ مجھے جانتا تھا"۔ لارڈ ٹینیسن ملک الشعرا اُنکو مثل اپنے بچونکے عزیز رکھتے تھے اور صرف یہی نہین بلکہ

[1] لارڈ ٹینیسن کا محل ۱۲

اُنکی لیاقت کے بھی معترف تھے۔ ایک مرتبہ سید محمود نے "اِن میموریم" مشہور مرثیہ کے وزن پر ایک نظم سُنائی تو بے اختیار داد دی اور حیرت کا اظہار کیا۔

ولایت مین سید محمود نے صرف تعلیم ہی حاصل نہین کی بلکہ انگریزی طریقۂ تعلیم کا بھی مطالعہ کیا تاکہ ہندوستان آکر اُس "مدینۃ الحکما" کی بنیاد ڈالین جسکا خیال اُنکے باپ کو چین کی نیند نہ سونے دیتا تھا۔

آخرکار اُنکے ولایت سے واپس آنے پر وہ کام جو ناممکن نظر آتا تھا سہل ہوا اور ایک ایسے دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی" جسکا بیج ایک دن ایسا تناور درخت ہو گا جو تمام دُنیا کو اپنے سایہ مین جگہ دیگا اور جسکے طالب علم چار دانگ عالم مین بلند نظری تحقیق اور سچائی کا وعظ سُنا ئینگے۔

ہندوستان آکر انھون نے اپنا کام بحیثیت بیرسٹر شروع کیا جسکا ذکر آئندہ آئیگا۔

اِسکے بعد وہ عدالت عالیہ الہ آباد مین جج مقرر ہوے۔ بحیثیت جج آنریبل جسٹس سید محمود نے بہت جلد شہرت حاصل کر لی جسقدر جلد وہ ہر مقدمہ کی تہ کو پہونچ جاتے تھے کم آدمی سمجھ سکتے ہین۔ اُنکی منطق اِسقدر درست اور طریق استدلال اِسقدر اچھا تھا کہ سُننے والے کو لطف آتا تھا۔ قانون کے سمجھنے مین سب اُنکی تعریف مین رطب اللسان تھے اور اِسی لیے وہ اکثر اُن مقنّون سے بھی جنھین سب اُستاد مانتے ہین اختلاف کرنے مین نہ چوکتے تھے۔ وکیلون کی فصاحت اور بلاغت کا اُنپر بہت کم اثر ہوتا تھا۔ اُنھین کبھی ناانصافی کرنے کا شک بھی نہین ہوا چنانچہ ایک دفعہ خود کہا "ممکن ہے مین کسی مقدمہ مین غلطی پر رہا ہون مگر مجھے خود کبھی محسوس نہین ہوا"۔ ہندوستان مین ججون مین اُنسے کوئی شخص نہین بڑھا اور غالباً اُنکا کوئی ثانی بھی نہین ہوا۔ قطب اگر انصاف ہو تو وہ قطب نما تھے۔ کوئی چیز اُنکو انصاف کرنے سے نہ روک سکتی تھی۔

مگر آنریبل جسٹس محمود کو بوجہ چند ناگوار باتون کے جو اُنکے اور اُنکے افسر جج کے درمیان وقوع مین آئین ججی سے کنارہ کش ہونا پڑا۔ انھون نے عدالت عالیہ کی ججی پہ لات ماری مگر محرم کی تعطیلون مین کام کرنے سے اِنکار کیا۔ کیونکہ کبھی اطاعت کا

خیال اُنکے دل مین نہ آتا تھا۔ جس چیز کو اچھا سمجھتے تھے اُسکی تائید کرتے تھے چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔

سرکاری ملازمت سے کنارہ کشی کرنے کے بعد آنریبل سید محمود نے وکالت شروع کی۔ اسمین اُنھین ید طولے حاصل تھا۔ علاوہ قانون کے اُستاد ہونے کے وہ بڑے پایہ کے مقرر تھے۔ عدالت مین اُنکی تقریرین ہمیشہ موقع کے لیے موزون مدلل اور پُرمغز ہوا کرتی تھین۔ کوئی بات کم و بیش کہنے کی عادت کم تھی۔ خاموش اپنی کرسی پر بیٹھے نیم باز آنکھون سے مخالف وکیل کیطرف دیکھا کرتے تھے مگر کیا مجال کہ کوئی لفظ خیال سے اُتر جائے۔ قانون کا اطلاق اسقدر جلد کرتے تھے کہ تعجب ہوتا تھا۔

مرتے دم تک وکالت کی اور بہت دولت کمائی مگرچونکہ اُنکے دروازے فقیرون۔ مسکینون۔ لاوارثون اور " مہذب قومی گداگرون " کے لیے ہمیشہ کھلے تھے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا۔

انھون نے مسلمانون کے فائدے کے لیے کئی کتابین لکھین جنمین سے اکثر تعلیم کے متعلق ہین۔ " ہندوستان مین انگریزی تعلیم " کی خاص طور پر قدر کی گئی۔ اس کتاب مین انھون نے از ابتدا تا انتہا انگریزی تعلیم کی تواریخ کو بیان کیا ہے اور مسلمانون کو اُن کی پستی کی تصویر دکھلائی ہے۔ تہذیب الاخلاق مین اُنھون نے بہت سے مضامین لکھے جنھون نے مقبولیت عام کا لباس پہنا۔ قانون مین کئی کتابین " اسلامی قانون " کے متعلق لکھین جو اپنا آپ جواب ہین علاوہ ازین بہت سے رسالے اور پمفلٹ ہین جنکا مطالعہ اب بھی دلچسپی سے خالی نہین۔ غرض تصنیف کی دُنیا مین بھی آنریبل سید محمود اکثر لوگون سے آگے ہین۔

اپنے باپ کی وفات پر وہ مدرستہ العلوم مسلمانان علیگڈھ کے سکرٹری مقرر ہوے۔ اُنکے زمانے مین علیگڈھ کالج کو بہت ترقی ہوئی۔ ایک طالب علم نے اُنکا حال مجھسے اسطرح بیان کیا جو غالباً خالی از دلچسپی نہو گا۔ " انکو اور آدمیون سے شناخت کر لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ بلند قد۔ بھاری بدن اور بارعب چہرہ خود

بتلا دیتا تھا کہ محمود یہی ہین۔ ڈھیلا ڈھالا سیاہ ترکی لباس پہنتے تھے۔ اکثر ہمارے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور اشعار سُنایا کرتے تھے۔ کسی کو بُرا بھلا کہنے کی عادت نہ تھی۔ باوجود اسکے ہم اُنسے بہت ڈرتے تھے اور اُنکے سامنے بولنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ مباحثون مین جو کالج مین ہوا کرتے تھے ہمیشہ شریک ہوتے تھے۔ اُنکی آواز سرسید کیطرح بھاری مگر زیادہ بلند اور صاف تھی تاہم وہ درد نہ پایا جاتا تھا۔ تقریر ہمیشہ پُرجوش ہوا کرتی تھی مگر جب کبھی جوش آجاتا تھا تو اُنکے خیالات کی طغیانی نہ صرف بشرے ہی سے ظاہر ہوتی تھی بلکہ الفاظ مین بھی محسوس ہوتی تھی۔ سب پروفیسر انگریزا ور ہندوستانی اِنکو اپنا دوست اور آقا خیال کرتے تھے مگر اُنکی خفگی سے سب ڈرتے تھے۔"

سکرٹری شپ سے علٰحدہ ہونے پر وہ پریذیڈنٹ مدرستہ العلوم مقرر ہوے اور عرصے تک اِس عہدے کے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

مگر اب اُنکی مے نوشی کی عادت مین جو انھون نے شاید کسی غم غلط کرنے یا کسی اور وجہ سے چند سالون سے اختیار کرلی تھی ترقی ہوگئی تھی۔ وہ ایک حد تک اپنے عہدے کا کام سرانجام دینے کے ناقابل ہو گئے تھے اور اسی لیے کالج سے علٰحدہ ہو گئے۔

یہ اُنکی زندگی کی سب سے پہلی اور آخری ٹھوکر تھی جس سے وہ کبھی نہ سنبھل سکے اگر ہمسے اِسکا سبب دریافت کیا جائے تو یہی کہا جاسکتا ہے "مسلمانونکی بدقسمتی"۔ واقعی بڑے آدمیونکی غلطیان بھی بڑی ہوتی ہین۔

اگرچہ سید محمود کالج سے کنارہ کش ہو گئے تھے مگر مسلمانون کی تعلیم کے مسئلہ سے اُنکو ویسی ہی دلچسپی تھی اور مرتے دم تک اُنکی یہی خواہش تھی کہ مدرستہ العلوم دارالعلوم کے درجے تک پہونچ جائے۔ جس قوم کی فلاح کا کام انھون نے شروع کیا تھا اُسکے متعلق وہ ہمیشہ اُن لوگونکو جو کالج سے زیادہ تعلق رکھتے تھے اور نیز گورنمنٹ کو ہمیشہ نیک مشورہ دیتے رہے۔

سیتاپور مین جہان وہ گوشہ نشین ہو گئے تھے انھون نے مطالعہ اور کتابون سے خاص شغل رکھا۔ مگر اب اُنکا علمی شوق اِسقدر بڑھ گیا تھا کہ وہ کوئی تصنیف و

تالیف نہ کرسکے۔ اسوجہ سے نہین کہ مطالعہ نے اُنکی قوت تصنیف کو روک دیا ہو بلکہ اسوجہ سے کہ خیالات علمی مین وہ اسقدر مستغرق ہوگئے تھے کہ تصنیف و تالیف کا وقت نہ ملتا تھا۔ کتابین جمع کرنے سے اُنھین خاص دلچسپی تھی چنانچہ انکا کتبخانہ قانون تو مشہور ہی ہے۔

مذہب مین سید محمود پکّے اور سچے مسلمان تھے۔ ایک حد تک "پُرانے خیال" کے حامی تھے۔ انکی بابت بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ "فلسفہ اُنکے داہنے ہاتھ مین تھا سائنس اُنکے بائین ہاتھ مین اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا تاج اُنکے سر پر تھا" دینیات کے مطالعہ سے اُنھین خاص دلچسپی تھی۔ اِسی وجہ سے علیگڈھ مین اُنکی یادگار کتبخانہ دینیات (محمود منزل) کی شکل مین قائم کیگئی ہے۔

آخر عمر تک سیتاپور ہی مین رہے اور وہین ۵۳ برس کی عمر مین وفات پائی۔ جنازہ علیگڈھ لایا گیا کیونکہ انھون نے اُسی جگہ آرام کرنا پسند کیا جو سب سے پہلے اُنکے خیال مین پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ مدرسۃ العلوم کی مسجد مین اپنے والد سر سید کے بائین پہلو مین دفن ہوے۔ مختصر سی قبر پر سبزہ لہلہاتا ہے اور یہ عبارت کندہ ہے۔

مقبـــــرہ

آنریبل سید محمود ابن سر سید احمد خان مرحوم

ولادت ۲۴ مئی ۱۸۵۰ء وفات بروز جمعہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء

اگر وہ پودا جسے باپ اور بیٹے نے علیگڈھ مین لگایا ہے بارآور درخت ہوا جیسی کہ اُمید ہے تو وہ دن دُور نہین جبکہ اِس عظیم الشان تعلیم گاہ مین ہماری ہی اولاد مین سے کوئی سعادتمند بچہ مرحومین کی قبرون کی طرف اشارہ کرکے کہیگا۔

"یہ وہ ہین جنھون نے عباسیونکی علم کی شمع کو جو صدیان ہوئین خاموش ہوچکی تھی بزم اسلام مین پھر روشن کیا۔"

اور سچ بھی ہے سر سید اور سید محمود مسلمانون کی ترقی کے راستے کے دو نشان ہین جو تہذیب۔ تعلیم اور سچے اسلام کیطرف اشارہ کرتے ہین۔ مبارک ہین وہ لوگ جو اِنکے بتائے ہوے راستے پر چلتے ہین۔

عبد الرحمن۔ سہاروی

سوانح عمری ملکۂ معظمہ وکٹوریا

(تنقید)

اگر انگلینڈ جیسے کثیر التصانیف ملک مین مسٹر بارلی کی تصنیف سوانح عمری مسٹر گلیڈسٹن کو وہان کے پریس نے "مہینہ کی نادر کتاب" کا لقب بخشا تھا تو ہندوستان. جیسے ٹٹ پونجیے ملک مین مولوی ذکاء اللہ صاحب کی اس تازہ تصنیف یا تالیف کو "سال کی نادر کتاب" کا معزز لقب انصاف کے ساتھ دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ اور گو ان معلومات کے مخازن انگریزی زبان مین بے تعداد مین تاہم کئی کتابون کا مطالعہ کرنا اور اُنسے خوشہ چینی کرکے کوئی جامع کتاب لکھنا آسان کام نہین ہے۔ ہم مولوی صاحب کو اُنکی کامیابی پر مبارکبا د دیتے ہین۔ اردو زبان مین اب تک اس ہردلعزیز ملکہ کی کوئی قابل یادگار سوانح عمری نہین شائع ہوئی تھی اور گو اسمین کلام ہے کہ یہ کتاب بھی قابل یادگار ثابت ہوگی یا نہین تاہم فی الحال اسکے مفید ہونے مین کوئی کلام نہین ہے۔ اُردو دان پبلک پر مولوی صاحب نے واقعی بڑا احسان کیا ہے۔

(۱) عبارت وطرز تحریر

اس کتاب کی عبارت مولوی صاحب کی دیگر تازہ تصانیف کے مقابلہ مین بدرجہا بہتر ہے. گو فارسی کے ثقیل الفاظ جابجا لڑھکا دیے گئے ہین اور بلاضرورت مشکل الفاظ کی بھرمار کردی گئی ہے تاہم عبارت کی سلاست اور متانت مین بہت زیادہ فرق نہین آنے پایا۔ بعض مواقع پر جو سین بیان کیے ہین وہ مزہ لے لے کر پڑھنے کے قابل ہین۔ خصوصاً نمایش اعظم کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ترجمے جو انگریزی کتابون سے اقتباس کیے ہین اُنکے مفہوم پر بجاے لفظی معنون کے زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ ہان کہین کہین انگریزی الفاظ اس کثرت سے استعمال کیے ہین۔

کہ وہ عبارت ہمارے غیر انگریزی دان کے لیے لاطینی سے کم نہین ہے مثلاً
۲۷- کو ملکہ معظمہ کو ونڈسر کیسل مین مینوسپلٹیون اور فرینڈلی سوسائٹیون
اور پروفیشنل ایسوسی ایشنون اور پبلک بوڈیون غرض انگلنڈ.... ڈپوٹیشن
مبارکباد دینے آئے۔"

مصنف صاحب نے دیباچہ مین بیان فرمایا ہے کہ اس کتاب سے ملکہ وکٹوریا کے عہد سلطنت کی تاریخ مد نظر نہین بلکہ اسمین اُنکے ذاتی حالات قلمبند کیے گئے ہین مگر خوش قسمتی سے مولوی صاحب نے اس تمہید کا بہت زیادہ لحاظ نہین رکھا ہے۔ کیونکہ نہ صرف ذاتیات کی کیفیات بیان کی ہین بلکہ عہد سلطنت کی بھی۔ اور حق تو یہ ہے کہ ملکہ کو اُنکے زمانہ سے علحدہ کرنا مشکل ہے۔ دونون ایک تھے۔ اور جب ایک کی تاریخ لکھی جاتی ہے تو دوسرے کا ذکر کرنا امر لازمی ہوجاتا ہے۔

(۲) ملکہ کے اوصاف حمیدہ

ملکہ کے اوصاف ملکداری و آئین فرمانروائی چاہے جو پایہ رکھتے ہون اسمین کلام نہین کہ یہ بابرکت ذات اوصاف حسنہ وعادات خجستہ کا مخزن بھی رحمدلی اور ہمدردی انکی سرشت مین خمیر تھی۔ وہ جب بالمورل یا ونڈسر کیسل مین تشریف لیجاتین تو اکثر بیواؤن اور بینواؤن کے جھونپڑون مین بیٹھکر اُنکے ساتھ ہمدردی و دلسوزی کا اظہار فرماتین۔ جب انگریزی فوج روسیون کے مقابلہ مین ٹرکی کی اعانت کے لیے گئی تھی اُسوقت ملکہ اور اُنکے کنبہ نے اپنے ہاتھون سے مجروح و منقلب سپاہیون کے لیے جُراب اور کُرتے طیار کیے تھے۔ ملکہ کی طبیعت نہایت محبت پذیر واقع ہوئی تھی شوہر یا بچون کی جدائی ایک دم کے لیے سوہان روح ہوجاتی تھی۔ اور جس گرمجوشی و خلوص طبع و عزت آمیز محبت سے وہ اپنے شوہر سے پیش آتی تھین اُس سے ہماری ہندوستانی خواتین نہایت قیمتی سبق حاصل کرسکتی ہین۔ ملکہ بحیثیت ایک بیوی کے ہندوستان کی خواتین سے بہ نسبت یوروپ کی بیویون کے زیادہ ملتی جلتی ہین۔ اہل علم و کمال کی قدر و منزلت کرنا اُنکے مزاج مین فطرتی تھا جسوقت لارڈ ڈزرائلی نے انتقال فرمایا ملکہ نے چاہا کہ اُسکی لاش ویسٹ منسٹر ابی مین دفن کی جائے مگر جب لارڈ مغفور کے ورثا راضی نہوے تو ملکہ نے وہان اُنکی ایک آہنی ہیکل اپنے صرفہ سے

بنوا کر رکھدی - عیب جوئی و نکتہ چینی سے آنکی طبیعت نفور تھی کہتے ہین اپنے روزنامچہ مین یوروپ کے فرمانرواون اور اہل کمال کے عادات پر اکثر قلم زنی کی ہے مگر کیسکی شان مین کوئی سخت کلمہ نہین لکھا -

(۳) وکٹوریا بحیثیت ملکۂ انگلستان

ملکہ کا رتبہ اس حیثیت مین ایسا اونچا تھا جسکی مثال ملکہ الزبتھ سے دیجا سکے - پہلے پہل اُنھون نے پارلیمنٹ کے لبرل فرقہ کی طرف توجہ کی - مگر لارڈ میلبورن جیسا تجربہ کار شخص اسوقت وزارت پر ممتاز تھا - اسی نے رفتہ رفتہ ملکہ کے دل سے طرفداری کے خیالات دور کر دیے - کیونکہ فرمانروا کا کسی فرقہ کا طرفدار ہونا ملک کے حق مین مہلک ہے بعد ازان لارڈ ابرڈین - و رابرٹ پیل و ڈیوک آف ونگٹن - و لارڈ پامرسٹون - و لارڈ ڈزرائلی و گلیڈسٹن جیسے جیسے بزرگان قوم وزارت پر ممتاز ہوے مگر ملکہ کے مراسم سب سے نہایت دوستانہ رہے - بعض اوقات لارڈ پامرسٹون کی جنگجو پالیسی البتہ انکو ناگوار خاطر ہوتی تھی اسلیے دول خارجیہ سے جو خط و کتابت ہوتی تھی اُسکے مسودے پڑھنے پر ملکہ بہت زور دیا کرتی تھین - کیونکہ انکو لارڈ پامرسٹون پر اعتماد نہ تھا - اس عہد سلطنت مین اصلاح کے نہایت اہم قوانین وضع ہوے مگر ملکہ کو دوسری کی کبھی ضرورت نہ درپیش ہوئی - اُنکا اصول تھا کہ بادشاہ کو قوم کے ساتھ ساتھ آزادی کے میدان مین قدم رکھنا چاہیے - نہ خود آگے چلکر راستہ بنانا چاہیے اور نہ پیچھے رہ کر اپنی حکومت کے قیود ڈھیلے کرنے چاہیین - تمام وزرا و عوام الناس ملکہ کی وقعت و محبت دل مین رکھتے تھے اسمین کوئی شک نہین کہ ملکہ پر کئی بار مہلک حملے کیے گئے مگر ہربار ثابت ہوگیا کہ یہ حملے شخصی خودغرضیون اور ذاتی بدمزاجیون او رجہالتون کا نتیجہ تھے - ملکہ کی تخت نشینی کے چند ہی سال بعد بڑے بڑے شہرون مین چارٹسٹون نے خوب اودھم مچایا - یہ اُن فرد دریشیہ آدمیونکی جماعت تھی جنکو رفارم بل، سے کوئی حقوق نہ حاصل ہوے تھے - ملکہ ہمیشہ کوشان رہتی تھین کہ ملک مین مستقل فوج بکثرت رہا کرے - چنانچہ ہندوستان کی بغاوت کے چند سال پہلے جب ہندوستانی فوج تخفیف مین آگئی تھی اُسوقت ملکہ نے اس تجویز سے

اختلاف کیا تھا۔جب فرانس مین انقلاب عظیم واقع ہوا اُسوقت تاجداران یوروپ کے خواب وخور حرام تھا مگر ملکہ بیخوف وخطر ہوا خوری وسیر کے لیے نکلا کرتی تھین اُنھون نے رعایا کے دلون مین گھر کر لیا تھا۔جب کبھی انکی سالگرہ ہوتی یا وہ کسی دوسرے شہر مین تشریف لیجاتین اُسوقت انکا خیر مقدم بڑے جوش وخروش سے کیا جاتا تھا۔ یہ زمانہ انگلستان کے لیے ترقیون کا زمانہ تھا۔اگر ملکہ الزبتھ کے زمانے مین لٹریچر کو ترقی ہوئی۔جہازرانی کا شوق وشغف رعایا کے دلون مین پیدا ہوا تو ملکہ وکٹوریا کے زمانہ مین وہ وہ صنعتی ترقیان ظہور مین آئین جنکو ملکہ الزبتھ معجزے سمجھتی۔

(۴) پرنس البرٹ

ملکہ اور پرنس البرٹ ایک جان دو قالب تھے۔ممکن نہین کہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھکر ناظرین کو پرنس سے وہی اُنس نہ ہوجائے جو کسی اچھے ناول کے ہیرو کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔شہزادۂ نیک نہاد ملکہ وکٹوریا کے ماموں زاد بھائی تھے پہلے پہل انگریزی شرفا کے طبقہ مین اُنکا اعزاز واحترام قرار واقعی نہین کیا گیا۔ لوگ اُنکو غیر ملک کا باشندہ ہونے کی وجہ سے اجنبی خیال کرتے تھے پرنس نے اپنی باریک نگاہون سے اس سردمہری کو تاڑ لیا۔اور اپنی بقیہ زندگی انگریزی قوم کی بہبود وفلاح کی کوششون پر وقف کردی ۱۸۵۱ء مین جو نمایش اعظم ولایت مین منعقد ہوئی تھی اور جسنے اُسوقت عالمگیر شہرت پائی تھی وہ شہزادہ صاحب ہی کے طبع وقاد وعلی قابلیتون کا نتیجہ تھی۔اُس زمانہ مین نمایشون سے ملکی خطرات پیدا ہونیکا احتمال تھا۔چنانچہ چند سربرآوردہ اصحاب نے پرنس کو اُنکے ارادہ سے باز رکھنا چاہا مگر پرنس نے قابل تعریف یکدلی واستقلال سے اس کام کو انجام تک پہونچایا۔اور اس نمایش نے نہ صرف انگلستان کا قومی وقار بڑھایا بلکہ انگریزی صنعت کو اس سے زبردست تقویت پہونچی۔اس کامیابی نے شہزادۂ نیک نہاد کے حوصلون کو اور بھی بلند کردیا۔وہ دل وجان سے قوم کی بھلائی مین لگے۔جہان کہین تعلیم یا اصلاح معاشرت پر کوئی جلسہ منعقد ہوتا اسکے صدر نشین پرنس بنائے جاتے تھے۔اس نمایش کی دیکھا دیکھی اور بھی بہتیری نمائشین ہوئین اور ہر موقع پر کارکنون نے پرنس کے وسیع تجربہ سے فائدہ اُٹھایا۔وہ سائنس اور علم۔فنون لطیفہ

وصنعت کی ترقی کے شیدا تھے۔ اور انکو صنعت کا پیارا اور حرفت کا لاڈلا" کہنا نہایت موزون ہے ان مشاغل کثیرہ کے علاوہ شہزادۂ نیک نہاد ملکہ کے فرائض کی بجا آوری مین بھی اعانت کرتے تھے۔ بلکہ اُنکے خاص مشیر و وزیر تھے۔ اُنکو انگلستان کی حکومت کی کیل کہنا بیجا نہوگا۔ لارڈ ٹنی سن مشہور انگریزی شاعر نے اُنکی شان مین ایک نادر قصیدہ لکھا ہے۔

مگرگو پرنس البرٹ تمام ترقی کی تحریکون کے روح روان تھے اور انگلنڈ مین عقل سلیم رکھنے والے لوگ انکی کارگزاریون کے معترف تھے تاہم ایک موقع پر جب روس کی مصالحت کا مسئلہ درپیش ہوا توچند وزرا نے پرنس پر خفیہ جاسوس و مخبر ہونیکا الزام لگایا اور اسی الزام پر انکو ٹاور مین قید بھی کردیا۔ ملکہ کو اپنے ملک کی اس ناشکری و احسان فراموشی سے سخت صدمہ ہوا۔ مگر جب پارلیمنٹ پھر مجتمع ہوئی تو لارڈ گرینول نے نہایت عالی دماغی سے پرنس کے سر سے تمام الزامات دور کردیے۔

(۵) پرنس کے مراسلات ومکاتبات

سوانح نگارون کا تجربہ ہے کہ ہیرو کے ایک خط کی وقعت مصنف کے دس بیس صفحون سے زیادہ ہوتی ہے۔ مولوی صاحب نے بھی پرنس و ملکہ کے متعدد خطوط کے ترجمے لکھے ہین۔ ان خطوط سے شہزادہ کے نیک نہاد و پاک نفس ہونیکا صاف پتہ چلتا ہے۔ خاصکر جو خطوط اُنھون نے اپنے اُستاد و دوست صادق بیرن اسٹاک میر کو لکھے ہین وہ عقل و دانش کا گنجینہ معلوم ہوتے ہین۔ اکثر خطوط مین اصول فرمانروائی وفلسفیانہ مسائل پر بڑی خوبی سے بحث کی گئی ہے۔ پرنس کے ایڈریس ہر موقع پر بڑی دلچسپی سے سنے جاتے تھے۔ اُنھون نے بڑی ریاضت سے انگریزی تحریر وتقریر مین وہ ملکہ حاصل کیا تھا جس سے لوگون کو حیرت ہوتی تھی۔ خاصکر ایک ایڈریس جو اُنھون نے "علم اعداد" کے فوائد و دقائق پر دیا ہے وہ اُنکے کل ایڈریسون مین خصوصیت سے ذکر کرنے کے قابل ہے۔ مولوی صاحب نے اسکا ترجمہ بڑی خوبی سے کیا ہے گو عبارت ذرا سخت ہوگئی ہے۔

(۶) چند متفرق باتین

اور مندرجہ بالا کے علاوہ اس کتاب مین ملکہ کے روزنامچہ سے جابجا دلچسپ انتخابات کیے گئے ہین۔ اُنکے سفرنامے۔ اُنکی شاہی ملاقاتون کے تذکرے اُنکے سیر و تفریح کے حکایات۔ چھوٹے شہزادون کے کھیل تماشے۔ کم عمری کے حکایات صالح۔ خانگی انتظامات۔ بچون کی تعلیم و ترتیب اور دیگر حالات روزمرہ بڑی خوبی سے لکھے گئے ہین۔ ملکہ کی عدل گستری و فیاضی کی روایتین جو نہایت پُراثر ہین۔ تمام کتاب مین جابجا موتیون کی طرح بکھیردی گئی ہین۔ تاریخی واقعات مجملاً لکھدیے گئے ہین۔ اور اکثر اُنپر بڑی خوبی سے رائے زنی بھی کیگئی ہے

نواب رائے

کسی بادشاہ یا شہنشاہ کا قتل تمام دنیا مین ایک تہلکہ سا مچا دیتا ہے اور دوسرے ملکون کے بادشاہون کے دل مین خوف پیدا کردیتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو قتل کی تدابیر و تجاویز سوچنا ہی اُنکا کام ہے۔ فوجون کا رکھنا۔ آدمیون کا بھرتی کرنا اور اُنھین قواعد سکھانا (جن کامون مین کہ بادشاہون اور شہنشاہون کی عمر کا بہت سا حصہ صرف ہوجاتا ہے) اگر قتل کا سامان نہین تو کیا ہے۔

انسان کی عقل کے آگے ایک ایسا پردہ آجاتا ہے کہ وہ صریحاً تمام باتین دیکھتا ہے۔ لیکن انکی اصلیت کو مطلق نہین سمجھتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ فوجون کو آراستہ کرنے مین کیا کیا کوششین کرتے ہین۔ شاذونادر ہی کوئی ایسا ہوگا جسنے پریڈ یا جنگی کرتب نہ دیکھے ہون ہم اپنے ہمجنسون کو زرق برق کپڑے پہنے اور نقارے اور بگل کی آواز پر اُٹھتے حرکت کرتے ہوئے دیکھتے ہین۔ اور اُن باتون کا بڑے فخر سے آپس مین ذکر کرتے ہین۔ مگر اصلی مدعا پر ذرا بھی غور نہین کرتے۔

اس قواعد کے معنی کوئی پیچیدہ نہین بالکل سیدھے سادے ہین۔ یہ قتل کی تیاری ہے۔

ٹالسٹوائے

(ترجمہ از بیتاب دہلوی)

نواب فصیح الملک داغ کی مجلس عزا میں تحت لفظ کے چند بند

اے داغ رخ مہر کی تنویر دکھا دے　　آئینے کو خورشید کی تصویر دکھا دے
اے زور رقلم قوت تقریر دکھا دے　　احسن کہیں محبوب وہ تحریر دکھا دے
ہمشکل چراغ گل خورشید ہو گویا
گل ہو وہ سحر ہوتے ہی ہر داغ میں بویا

انداز شہادت سے بنے عید محرم　　غم میں ہو خوشی اور خوشی میں ہو نیا غم
ہو عید بھی قربان وہ ہو اس داغ کا عالم　　ہر شخص عزا دار خوشی سے کرے ماتم
محبوب سے ہو جائے وصال آج کسی کا
تصویر شہادت ہو جمال آج کسی کا

محبوب سے جو باتیں ہیں موضوع تغزل　　اس باب میں تھے داغ چہکتے ہوئے بلبل
ہے داغ کا گلزار کہ فردوس ہے بالکل　　پھیلے ہوئے دیکھو روشو نیر گل و سنبل
کس رنگ کا گلدستہ ہے کیا رنگ سخن ہے
پھولا ہوا اک تختۂ کاغذ پہ چمن ہے

تھے داغ و امیر ایک ہی منزل کے مسافر　　وہ داغ سے آگے گئے دنیا پہ ہی ظاہر
مینائی ہیں سیاح میادین مظاہر　　ہیں داغ امیری سے شرفیاب مفاخر
تا حشر کہاں اب یہ جدا ہوتے ہیں دونو
اک تکیے پہ رکھے ہوئے سر سوتے ہیں دونو

معشوقوں سے عشاق کی جو شان ادب ہے　　عشاق سے معشوقوں کو جو لطف و غضب ہے
منشا جو اشارات معانی کا عجب ہے　　وہ داغ کے انداز غزل گوئی میں سب ہے

چہرا رخِ جانان کا عجب لطف فزا ہے
کچھ سوز ہے کچھ ساز ہے کچھ ناز و ادا ہے
انداز سخن عرض مطالب کی ادائین   معشوقون کا دل طرز تکلم سے لبھائین
عشاق کو ہر بات کی تہذیب سکھائین   معشوقون کو سو عشوہ و انداز بتائین
ان باتون مین ہین داغ عجب فرد یگانہ
مقصود تغزل مین ہین اُستاد زمانہ
بلبل کی زبان بند ہے رنگ سخن ایسا   گلزار سے ہر باغ ہے پھیکا چمن ایسا
سکہ ہے رواں مُلک مین پایا چلن ایسا   ہونا بھی تھا اُستاد خدیو دکن ایسا
جو عشق کا آموختہ ہے ورد زبان تھا
اُردو کی غزل گوئی مین اُستاد جہان تھا
مضمون مے و جام کے ایسے ہین نکالے   گویا ہین بھرے بادۂ اطہر کے پیالے
آہین ہین جگر پاش جگر دوز ہین نالے   انگور بھرے دیکھ لو پھوٹے ہوے چھالے
محبوب کی تصویر کو کیا رنگ دیا ہے
جو سحر تھا پہلے اُسے اعجاز کیا ہے
ہوتا ہے اثر حُسن پہ جو مے کا نمودار   وہ داغ کے انداز تکلم سے ہے اظہار
اِس مے سے کیا داغ نے ہر مست کو ہشیار   دیکھا لب جانان کو بھی اِس مے کا طلبگار
چمکا رُخ محبوب وہ شے داغ نے کھینچی
طالب ہوا مطلوب وہ مے داغ نے کھینچی
بوڑھا ہوا اب مجھ مین کہان طاقت گفتار   ثابت قدمی پر نہین اندازۂ رفتار
اب دل ہی نہین پاس کہان دلبر و دلدار   رخصت ہوے سب ساتھ جوانی کے جو تھے یار
کیا تمسے کہین سامنے جو باغ رہا تھا
وہ بھی نہ رہا دل مین جو اک داغ رہا تھا

اشہری

ہمہ اوست

غلط ہے کہ دیدار کی آرزو ہے　　غلط ہے کہ مجھکو تری جستجو ہے
ترا جلوہ اے جلوہ گر کو بکو ہے　　حضوری ہے ہر وقت تو روبرو ہے
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

ہر اک گُل مین بو ہو کے تو ہی بسا ہے　　صدا ہے بلبل مین تیری نوا ہے
چمن فیضِ قدرت سے تیرے ہرا ہے　　بہارِ گلستان مین جلوہ ترا ہے
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

نباتات مین تو نمو ہے شجر کی　　جمادات مین آبرو بحر و بر کی
تو حیوان مین طاقت ہے سیر و سفر کی　　تو انسان مین قوت ہے نطق و نظر کی
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

گھٹا تو ہی اُٹھتا ہے گھنگھور ہو کر　　نہان تو ہی طوفان مین زور ہو کر
سمندر مین ظاہر ہے تو شور ہو کر　　عیان تو ہے موجون مین جھکجھور ہو کر
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

تری ہے صدا رعد مین گڑگڑک ہے　　تری ہے ضیا برق مین گر چمک ہے
نہ قوسِ قزح ہی مین تیری جھلک ہے　　جواہر کے رنگون مین تیری ڈلک ہے
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

مہ و خور مین تیری ضیا ہے درخشان　　ستارون مین تیری جھلک ہے نمایان
حرارت سے تیری ہے آتش فروزان　　ترے نور سے ذرہ ذرہ ہے تابان
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

روانی سے تیری ہی دریا رواں ہو ہواؤں میں تیری ہی سرعت عیاں ہو
تو پنہاں ہے صحرائے محشر نشاں ہو جبل تیری حدت سے آتش فشاں ہو

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

زمین آسمان تجھ سے معمور ہیں سب زمان و مکان تجھ سے بھرپور ہیں سب
تجلی سے کون و مکان نور ہیں سب نگاہوں میں تیری جہاں طور ہیں سب

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

حسینوں میں تو حسن و ناز و ادا ہے تو عشاق میں عشق و صدق و صفا ہے
مجاز و حقیقت میں جلوا ترا ہے جہاں جائیے ایک تو رونما ہے

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

کہیں تو ہے معشوق عاشق کہیں ہے کہیں رند میکش کہیں شیخ دین ہے
دلوں میں طبائع میں تو جاگزیں ہے غرض کوئی جا تجھ سے خالی نہیں ہے

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

مکان تیرا ہر ایک ہی لامکان ہے نشان تیرا ہر ایک لے بے نشان ہے
نہ خالی زمین ہے نہ خالی زمان ہے کہیں تو نہاں ہے کہیں تو عیاں ہے

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

زمین و زمان نور سے ہیں منور مکین و مکان ذات کے تیرے مظہر
جہاں میں دل راستاں ہے ترا گھر ادھر اور اُدھر سے ہیں اس گھر میں آکر

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

جو عرفان سے عارف شناسا ہے تیرا تو عابد عبادت سے جویا ہے تیرا
ریاضت سے مرتاض شیدا ہے تیرا غرض جو ہے رستا وہ رستا ہے تیرا

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

ترا لامکان نام زیبا نہیں ہے مکان کونسا ہے تو جس جا نہیں ہے
کہیں ماسوا میں نے دیکھا نہیں ہے مجھے غیر کا وہم ہوتا نہیں ہے

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

نہ دل ہر کا جستجو میں حزین ہے کہ شہرگ سے بھی تو قریب و قرین ہے

فقط نام و صورت حجاب آفرین ہے　　مگر آنکھ سے یہ بھی پردہ نہین ہے
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

سورج نرائن مہر

غزلیات

کون سُنتا ہی چمن مین داستان عندلیب　　گوش گل تک جا نہین سکتی فغان عندلیب
بڑھ گئی ہے گرمیِ آہ و فغانِ عندلیب　　سوکھکر کانٹا نہو جائے زبان عندلیب
مشت پر کے ذبح سے صیاد کیا حاصل ہوا　　ہاتھ آیا کیا تجھے جز استخوان عندلیب
اپنے اپنے رنگ مین ہین یادگار حسن و عشق　　قصۂ گل تم سنو ہم داستان عندلیب
ہاتھ ٹوٹین تیرے اے صیاد ڈھایا یہ ستم　　موسم گل مین اُجاڑا آشیان عندلیب
بوئے گل کے قافلے گلشن سے رخصت ہو گئے　　لُٹ گیا فصل خزان مین کاروان عندلیب
آتش گل کو جہان بھڑکا گئی باد صبا　　ہو گیا روشن چراغ آشیان عندلیب
رکھدے دم بھر کو قفس صحنِ چمن مین باغبان　　دیکھ پھر کیا رنگ لاتی ہے فغان عندلیب
چار تنکے بھی نہ چھوڑے تونے اے باد خزان　　خاک اُڑتی ہے بجائے آشیان عندلیب
پنکھڑی ہر پھول کی کہتی ہے مُرجھائی ہوئی　　دیکھ لے جسنے نہ دیکھی ہو زبان عندلیب
بوئے گل بنکر شفق سوئے چمن اُڑ جائینگے
ہم قفس مین رہ نہین سکتے بسان عندلیب

دیگر تبدیل قافیہ

ہے فسانہ درد و غم کا ماجرائے عندلیب　　نالۂ دلکش ہے گویا ہر صدائے عندلیب
آئی ہے باد صبا لیکر نوید فصل گل　　ہین ترنم ریز کیا کیا نغمہ ہائے عندلیب
دیر سے زیر شجر بیٹھا ہے چھپکر گھات مین　　سُن نہ لے گلچین کہین آواز پائے عندلیب
آب و دانہ تھا جو لکھا خانۂ صیاد کا　　بنگیا کنج قفس ماہنسرائے عندلیب
حشر برپا ہے چمن مین نالۂ پر درد سے　　لے رہی ہو چٹکیان دلمین صدائے عندلیب
آتش گل کو جو بھڑکاتی ہے رہ رہکر صبا　　پھول برساتے ہین کیا کیا نالہائے عندلیب
ہو شفق دورِ خزان پامال آئے فصل گل
کاش ہوجائے قبول اتنی دعائے عندلیب　　شفق عمادپوری

شباب

گھری ہے دل پہ امنگونکی دلفریب گھٹا　　　دمیدہ ہے چمن نومراد کا سبزا
شگفتگی پہ ہے گل کی طرح کنول دل کا　　　چڑھا ہوا ہے جوانی کے جوش کا دریا
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

وہ جوش دلکا حسینونکی خواستگاری مین　　　شگوفہ کھلنا نیا موسم بہاری مین
کٹی یہ عمر بھی کس لطف اضطراری مین　　　دن انتظار مین اور رات بیقراری مین
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

وہ حسن وعشق کے جھگڑونمین دن بسر ہونا　　　شب فراق کی وہ شام سے سحر ہونا
وہ آفتاب قیامت کا جلوہ گر ہونا　　　وہ صبح حسن جوانی کی دوپہر ہونا
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

وہ جوش دل وہ امنگین وہ بیخودی ہربار　　　وہ زلف ورخ کے تصور مین ندلیل ونہار
وہ گلرخون کی اداؤنپہ کھونا صبر وقرار　　　وہ لوٹنا چمن حسن زندگی کی بہار
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

خدانے بخشا ہے اس سن کو بھی وہ حسن وجمال　　　نثار جسپہ ہے سوجان سے عروس خیال
یہ عمر وہ ہے کہ جسکی ہے قدر بعد زوال　　　یہ وہ زمانہ بہت کم جسے عروج وکمال
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

یہ گل وہ ہے جسے پژمردگی کا بھی نہین ڈر　　　یہ وہ بہار ہے جسمین نہین خزان کا گذر
یہ وہ نسیم ہے کرتی ہے جو دماغ کو تر　　　یہ عمر وہ ہے فدا جس پہ قدرتی منظر
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

یہ دن وہ ہین کہ مرادین نثار ہوتی ہین　　　امنگین جوش مین گردن کا ہار ہوتی ہین

نگاہیں پیاری اداسے دوچار ہوتی ہیں مثال تیر کلیجوں کے پار ہوتی ہیں
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

گہر جدا ہے یہ عالم تمام عالم سے غرض اسے نہیں پژمردگی کے ماتم سے
ہے تاج وتخت میسر شباب کے دم سے کہیں ہزار ہیں پوچھے اگر کوئی ہم سے
شباب کا بھی زمانہ عجب زمانہ ہے

گہر

رباعیات

گذرا ماضی عبث ہو اب اُسکا ملال موہوم ہے آمد آمد استقبال
جو ہوسکے تم سے جلد کرلو ضامن کچھ قابل اعتبار گر ہے تو ہے حال

ولہ

تقدیر پہ تکیہ وہ کیا کرتے ہیں فطرت کے خلاف جو سدا کرتے ہیں
بیماری جہل کا نہیں کوئی علاج کرنی ہو دواجب تو دُعا کرتے ہیں

ولہ

قسمت کا گلہ فلک کا شکوہ کبتک غیبی امداد کی تمنا کبتک
جس ہاتھ سے کرسکتے ہو سب کچھ ضامن اُس ہاتھ کو سر پہ رکھ کے رونا کبتک

ولہ

جنس عشرت ہوتی سستی کبتک تو بہ دیتی نہ اذن مستی کبتک
آنی تھی بہار آگئی آخر کار میخانہ پہ رحمت نہ برستی کبتک

ولہ

آخر ہے شباب جوش مستی کبتک ذوق رندی و مے پرستی کبتک
ضامن یہ بیخودی عیاذاً باللہ سمجھے گا تو نہ اپنی ہستی کبتک

ضامن کنتوری

رفتار زمانہ

مسٹر بالفور وزیر اعظم انگلستان کی نازک اور مذبذب حالت پر زمانہ کے کسی پچھلے نمبر مین تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہی۔ آخر ماہ گذشتہ مین ایک اور مسئلے کے متعلق انکی گورنمنٹ کو ایک اور قطعی شکست ہوئی۔ جو مدبران ملک کے نزدیک وزارت سے علٰحدگی کی کافی وجہ ہو سکتی تھی۔ مگر مسٹر بالفور ہین کہ پچھلے دو سال سے ملک کا اعتماد زائل ہوتا دیکھکر بھی عزت کے ساتھ عہدے سے کنارہ کش ہونا پسند نہین کرتے۔ اور اسپر قائم رہنے کیلئے طرح طرح کے نازیبا حیلے ڈھونڈھتے ہین۔ عرصے سے انکی مخالفت کے آثار ظاہر ہو رہے ہین۔ مگر خاص پارلیمنٹ مین کثرت رائے انکی طرف رہی ہی۔ لیکن حال مین کثرت رائے سے فریق مخالف کی ایک تجویز پاس ہوگئی۔ جسپر عام دستور کے مطابق وزیر اعظم کو مستعفی ہوکر پارلیمنٹ کے جدید انتخاب کی تحریک کرنا چاہیئے۔ مگر مسٹر بالفور اس شکست کو بھی تسلیم نہین کرتے ہین۔ اس واقعے کے بعد لبرل پارٹی کیطرف سے اُنکے کنارہ کشی کے بابت سوالات ہوے لیکن مسٹر بالفور نے عجیب منطق سے کام لیا۔ وہ اسے کسی طرح اپنی قطعی شکست نہین مانتے ہین۔ اور جب کچھ نہ بن پڑا تو روس و جاپان کے باہمی مصالحت کے جھگڑے کیلئے آپنے اپنا برسر حکومت رہنا ضروری تبلایا۔ ایسے نازک وقت مین عہدہ وزارت سے آپ اپنی علٰحدگی کسیطرح مناسب نہین سمجھتے! سچ ہی گویا آپ بھی دنیا کے بڑے مدبرون مین ہین اور آپ ہی کے کوشش۔ اثر اور رد باؤ پر اس تحریک کی کامیابی منحصر ہی۔ پانیر کا خیال صحیح ہی کہ مسٹر بالفور کو اس بات پر یقین کلی معلوم ہوتا ہی کہ انگلستان کی عافیت اسیمین ہی کہ وہ ہمیشہ انھین کے زیر حکومت رہے کیونکہ جس موقع پر انکی علٰحدگی کا ذکر آتا ہی تو انھین اپنی عہدے پر برقرار رہنے کو حسب حال اور مناسب وقت وجوہ بھی ملجاتے ہین بلکہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی خاص سبب نکل آتا ہی جسسے وزارت مین کسی قسم کا تغیر و تبدل انکی نگاہ مین بہت ہی خطرناک ہو جاتا ہی۔ خوشحالی کے زمانے مین انھین یہ کہنے کو ملجاتا ہی کہ ایسے وقت مین گورنمنٹ وقت کا جسکے بدولت ملک اسقدر خوشحال ہوا ہی۔ سایہ اُٹھ جانا خطرے سے خالی نہوگا۔ اور اگر کوئی بُرا وقت

پڑتا ہی تو اس سے ملک کو صاف بچانیکے لیئے اُنکی حکومت اور حُسن تدبیر ضروری بلکہ لابدی ہوجاتی ہی۔ اگر کہین جنگ و جدل جاری ہی تو اثنا ے جنگ مین گورنمنٹ کی تبدیلی ایک سخت اور فاش غلطی ہی۔ اور اگر صلح کی گفتگو در پیش ہی خواہ اُس سے سلطنت برطانیہ کو براہ راست کوئی تعلق بھی نہو تاہم انھین ضرور بالضرور اپنے عہدے پر قائم رہنا چاہیے۔ ان حیلہ سازیون پر کچھ تعجب نہین کہ لوگ مسٹر بالفور سے اُکتا گئے ہین خصوصًا اس آخری بہانہ بازی اور خود ستائی پر تو سخت اعتراض اور ناراضی ظاہر ہو رہی ہے ــ پارلیمنٹ کے اندر مسٹر موصوف اپنی شہرت کچھ ہی کیون نہ خیال کرتے ہون مگر باہر انکا اثر چند مرحوم وزراء انگلستان کیطرح بالکل نہین اور اسکا زعم بھی انکے لیے ایک زعم باطل ہی اگر آج اُنکی برطرفی ہو جائے تو صلح کی بات چیت مین کچھ بھی فرق محسوس نہو تاہم مسٹر بالفور کی چالین پھر کارگر ہوگئین۔ ملک معظم نے پارلیمنٹ کے اجلاس کو برخاست کر دیا ہی۔ اور کم از کم پانچ چھ مہینے مسٹر بالفور کو اور مہلت ملگئی۔ بعد کو جب پھر پارلیمنٹ کا اجلاس شروع ہوگا اُسوقت دیکھا جائیگا۔

امسال ہمدردان ہند کی کوشش سے ہندوستان کے سالانہ بجٹ کی پیشی پارلیمنٹ مین معمول سے بہت قبل ہوگئی۔ اور اسوجہ سے حاضرین کی تعداد بھی پیشتر کے مقابل کثیر تھی مباحثہ بھی زیادہ اور اطمینان بخش ہوا۔ مگر صاحب وزیر ہند نے اسبار بھی مُلک کے خیالی ترقی اور خوشحالی کی پُرانی داستان دُہرائی جسکی حقیقت اہل نظر پر بخوبی ظاہر ہی۔ مگر کانگریس کے برٹش کمیٹی کا بھلا ہو کہ ممبران پارلیمنٹ معاملات کے اصلیت اور حقیقت حال سے واقف ہو چلے ہین۔ چنانچہ اس مرتبہ مسٹر سیموئل اسمتھ نے کاشتکارون کے روز افزون افلاس کی کیفیت واضح کرکے اُن کے دادرسی کی تحریک کی۔ مسٹر براڈرک نے وایسراے اور کمانڈر انچیف کے باہمی اختلاف اور اسکے متعلق اپنے فیصلے کی مختصر کیفیت بیان کی۔ اور سب سے زیادہ مفید مباحثہ جنگی امور کے تذکرے کے بعد ہی ہوا۔ سر چارلس ڈائلک نے عام رائے کے نظر اندازی پر افسوس کیا اور سر ہنری فاؤلر سابق وزیر ہند نے جنگی مصارف کے زیادتی کی شکایت کی۔ دوران بحث مین اس بات کی بھی تصدیق ہوگئی کہ صلحنامہ کابل گورنمنٹ ہند کے حسب دلخواہ نہین ہوا۔ سر چارلس ڈائلک نے ان امور پر بحث کرتے ہوئے پارلیمنٹ کی توجہ ایک نہایت ضروری مسئلے کی طرف منعطف کی۔ اُنھون نے اس بات پر سخت افسوس ظاہر کیا کہ اس قسم کے تمام معاملات پارلیمنٹ کے پس پشت طے ہوجاتے ہین اور پارلیمنٹ مین انکے پیش ہونیکی نوبت بھی نہین آنے پائی ہی

اس لیے ضروری ہو کہ معاملات ہند پر پارلیمنٹ اپنے نگہداشت کیلئے کوئی تدبیر نکالے اور اسی لحاظ سے مسٹر واسن نے یہ تجویز پیش کی کہ پارلیمنٹ کیطرف سے ہندوستانی معاملات سلطنت کی وقتاً فوقتاً باقاعدہ تحقیقات کا طریقہ جیسا کہ پیشتر رائج تھا اب پھر جاری ہو۔اور صاحب سکریٹری ہند کی تنخواہ خزانۂ شاہی سے دیجایا کرے۔اور پارلیمنٹ کو امور زیر بحث پر غور کرنیکا زیادہ موقع دیا جاے۔اِس تجویز کی تائید بھی مسٹر اسمتھ ہی نے نہایت زوردار الفاظ مین کی۔مگر مسٹر براڈرک نے اسکی تردید مین کہا کہ یہ درخواست گویا حکومت ہند کی تاریک دنونکو واپس بُلانیکی تحریک ہی۔آجکل کاروبار سلطنت مین نگرانی کا کافی موقع میسر ہی۔اور عوام کو نکتہ چینی کیلئے پوری گنجائش موجود ہی اسلیے سلطنت کے تفصیلی باتونمین پارلیمنٹ کا دخل دینا مناسب نہین۔رہے اصول آنکے غور و فکر کیلئے بحالت موجودہ بھی کافی موقع دستیاب ہوتا ہی۔ افسوس مسٹر براڈرک معاملے کے تہ تک نہین پہونچ سکے۔ورنہ وہ ایسا سطحی اعتراض نہ کرتے پارلیمنٹ کی تحقیقاتین ملک کے لیے ضرور مفید ثابت ہوتین۔عہد انگلش کا اوّلین دور کچھ ان تحقیقات کیوجہ سے بدنام نہین ہو۔وہ اپنے بدنظمی بدعملی اور بے قاعدگی کیوجہ سے جنکے سبب اِس قسم کی تحقیقاتین ضروری ہوئی تھین ایک تاریک زمانہ کہلاتا ہی مسٹر واسن نے اِن عیوب کو دوبارہ زندہ کرنیکی درخواست نہین کی تھی۔بلکہ موجودہ نقائص معلوم کرنیکا دنیا مین جو ایک طریقۂ واحد ہو صرف اسکے اجرا کی تحریک کی تھی افسوس پارلیمنٹ کو بحیثیت مجموعی ہندوستانی معاملات سے اِسقدر کم دلچسپی ہو کہ یہ معمولی درخواست بھی منظور نہو سکی۔اور تو اور خود سر منچر جی بھاونگری نے اِس مفید تجویز سے اختلاف کیا اور اختلاف بھی اسقدر کمزور دلیل کے ساتھ کہ تحقیقات سے گورنمنٹ کے رُعب وداب مین فرق آجائیگا۔ایسے لچر پامال اور دُور از کار اعتراض سے جسے خود مسٹر براڈرک کو پیش کرنیکی جرأت نہین ہوئی سر منچر جی نے ناحق ہندوستانیون کی بیوقعتی کی۔افسوس اُنکے خیال مین یہ نہ آیا کہ کسی طاقت کا زور اور دبدبہ بشرطیکہ اُسکی بنا انصاف اور نیک نیتی پر مبنی ہو تحقیقات سے کم نہین ہو سکتا۔ہمکو ایک ہندوستانی ممبر کیطرف سے ایسا دقیانوسی اعتراض پیش ہوتے ہوے دیکھکر شرم آتی ہو۔اِس سے تو غیر ملک ہی کے لوگ اچھے کہ ۶۶ ممبرون نے تو اِس تجویز کی طرف راے دی۔اور یہ بات آیندہ کے لیے بہت کچھ امید دلانیوالی ہی۔ہمکو امید ہو کہ شروع اجلاس مین ہندوستانی معاملات کیلئے موقع نکالنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ہوا خواہان ہند اِس مفید تجویز کو بھی آئندہ سال پیش

پارلیمنٹ کے روبرو پیش کرتے رہیں گے - بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ان تینوں امور پر علیحدہ علیحدہ تجویز ونکی صورت میں رائے طلب کیجائے - میدان مباحثہ کے ان لفظی نزاعوں کو چھوڑ کر میدان جنگ کیطرف نظر کیجئے تو جاپانی روزمرہ آگے بڑھے چلے آتے ہیں - اور روسیوں کے پاؤں برابر اکھڑ رہے ہیں - تسوشیما کی عظیم الشان فتح کے آگے بحر و بر کی مزید فتوحات کی وقعت قائم ہونا مشکل ہے - ہان ایک بات قابل الذکر ہے کہ جاپانی بھی وہی طریق عمل اختیار کر رہے ہیں جو لارڈ رابرٹس نے جنگ بوئران میں مفتوحہ شہروں کے ساتھ کیا تھا - پورٹ آرتھر اور ڈالنی پر جاپانیوں نے اپنے حکومت کا سکہ بٹھا دیا ہے - اور انکے نظم و نسق کیلئے اپنے حکام مقرر کر دیئے ہیں - اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان مقامات سے اپنا قبضہ و اقتدار اُٹھانے کا سان گمان بھی انکے دلمیں موجود نہیں ہے - اولوالعزم فاتحوں کے اس مستقل مزاجی کا روس پر ضرور مفید اثر ہوگا - اور اِس سے صلح کی گفتگو میں نئی سہولیت پیدا ہو جائیگی - ادھر شروع ماہ حال سے فریقین کے وُکلا دارالحکومت امریکہ میں شرائط صلح پر غور کر رہے ہیں - اور حال کی تاربرقیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روس کے جانب سے خاطر خواہ سرگرمی اور صدق دلی سے کام لیا جا رہا ہے - اکثر شرائط پر جانبین متفق الرائے ہو گئے ہیں - اور جن پر ابھی تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا اُنکے نسبت بھی اچھی امیدیں ظاہر کیجا رہی ہیں - بہرکیف اِس کانفرنس کے کامیابی کے اب زیادہ حوصلہ افزا اور دلخوش کن آثار نمایاں ہو رہے ہیں - خدا کرے پریسیڈنٹ امریکہ کی سعی موفور ثابت ہو اور اِس کشت و خون کا کسی طرح جلد خاتمہ ہو -

جاپانی فتوحات کا اثر عالمگیر ہوا ہے - فرانس کے وزیر خارجہ مسٹر ڈیلکس کو جو روس کے ساتھ فرانس کی دوستی کے بڑے حامی ہیں اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا - بات تو بظاہر معمولی ہے مگر بعض مدبر ونکو اسکی تہ میں گہرے معنی نظر آتے ہیں - وزیر موصوف کی برطرفی جرمنی کے حق میں بہت مفید بتلائی جاتی ہے - اور کہا جاتا ہے کہ فرانس پر اب جرمنی کا اقتدار ایک مسلمہ بات ہے اصل یہ ہے کہ عام طور پر اہل فرانس اس تغیر و تبدل پر خوش نظر آتے ہیں کیونکہ مسٹر ڈیلکس فرانس کو مراقش پر دخل کرنیکی فکر میں تھے جسکے لئے انگریزوں نے بھی کچھ مزاحمت نہ کرنیکا وعدہ کر لیا تھا مگر جسکی مصلحت پر اہل فرانس کو عموماً شک تھا - علاوہ بریں شاہزادہ جاپان کی تمام یورپ میں جو آؤ بھگت ہوئی ہے اُسکی وقعت بھی اہل نظر پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی - اسی اثنا میں انگلستان و جاپان کے پچھلے عہدنامے کے تجدید کے بارے میں بھی انگلستان میں بڑے جوش و خروش سے تحریک

ہو رہی ہے۔

جاپانی شاہزادہ کے دورے کا ذکر کرتے ہوے ہمکو قدرتاً ولیعہد سلطنت برطانیہ کے تشریف آوری کا خیال آتا ہے جس کیلئے تمام ملک مین ابھی سے تیاریان ہو رہی ہین۔ ہمارے صوبجات مین بھی تعلقدارون کیطرف سے ایک طبی کالج قائم کرنیکی تجویز ہے۔ طبی کالج کی ضرورت مسلمہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ گورنمنٹ کیطرف سے ہونا چاہیئے یا رعایا کیطرف سے۔ اسکی ضرورت کو گورنمنٹ بارہا خود تسلیم کر چکی ہے۔ پھر کیون اسکی بنیاد اُسکی امداد سے نہین قائم ہوتی۔ رئیسان ملک کی وفاداری اور جوش کا اظہار بیسون مفید طریقو نمین ہو سکتا ہے۔ بہرکیف شبہہ وغیرہ سے یہ تجویز ہزار درجے قابل قدر ہے۔ بمبئی مین بھی اس خوش آئندہ موقعے کے یادگار مین ایک عظیم الشان عجائب خانہ قائم کرنیکی فکر ہو رہی ہے۔ شکر ہے کہ فضول اور بیکار باتون کو چھوڑکر عام توجہ اب ان مفید اور ضروری باتون کیطرف مبذول ہو رہی ہے۔ عام بیداری کے اور بھی اطمینان بخش آثار پائے جاتے ہین۔ آئندہ کانگریس کیلئے جو بنارس مین منعقد ہوگی ابھی سے سرگرم کوششین ہو رہی ہین۔ اسکے متعلق صنعتی نمائش کے واسطے معقول چندہ فراہم ہو رہا ہے۔ قریب اٹھارہ ہزار کے چندہ ہو گیا ہے جسمین سے چھ ہزار مہاراجہ صاحب کشمیر کا عطیہ ہے۔ امسال اس نمائش کے ساتھ ایک صنعتی کانفرنس منعقد کرنیکی بھی تجویز ہے۔ ہم اس خیال کی کامیابی کیلئے دست بدعا ہین۔ اور اسے زمانہ حال کا ایک نیک فال خیال کرتے ہین۔

[illegible]

[illegible]

قومی کارنامہ معہ دیگر قیمتی و قابل قدر کتابوں کا سلسلہ

یعنی

لالہ لاجپت رائے صاحب پلیڈر چیف کورٹ پنجاب وغیرہ کی مشہور تصانیف

جن کتابوں کے تیسرے و ایڈیشن بارہا چھپکر ملک کی قدردانی کا فخر حاصل کر چکے اُنکی تعریف میں زیادہ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ اس خیال سے کہ یہ سلسلہ ہر قوم پرست و محب الوطن کے ہاتھ تک بآسانی پہونچ سکے۔ بہت کچھ رعایت کرکے قیمت کم کر دی ہے۔ جنکو اس قسم کے لٹریچر سے شوق ہو اس موقع کو غنیمت سمجھکر ہاتھ سے نہ دیں۔

فہرست کتب

نام کتب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
دنیا کے مہاپرشوں کا سلسلہ		
(۱) میزنی اُردو تیسرا ایڈیشن	[illegible]	[illegible]
(۲) " ہندی	[illegible]	[illegible]
(۳) گریبالڈی "	[illegible]	[illegible]
(۴) شیواجی "	[illegible]	[illegible]
(۵) سوانح عمری دیانند سرسوتی	[illegible]	[illegible]
(۶) سری کرشن جی دوسرا ایڈیشن	[illegible]	[illegible]
(۷) [illegible] کے مختصر حالات	[illegible]	[illegible]
(۸) [illegible]	[illegible]	[illegible]
(۹) [illegible] ہندوستان کے [illegible]	[illegible]	[illegible]
تصنیفات منشی [illegible] لالہ [illegible] صاحب [illegible]		
(۱) [illegible]	[illegible]	[illegible]

ایسی کتاب آجتک کسی زبان مین دوسری نہین چھپی

اب تک پانچہزار جلدین فروخت ہوچکی ہین - اب پھر نئی چھپی ہے بہت اضافہ کے ساتھ و لایت تک کے اخبارات نے اسکی تعریف چھاپی ہے

اسکا نام **جوہر حکمت** ہے حجم ۰۰۰ صفحات قیمت دو روپیہ

حکیم - ڈاکٹر - وید - کمپونڈر - عطار - بیمار - عیالدار - سبکو پڑھنی چاہیئے اس مین کتنے اور کیسے کارآمد مضامین کو کس بھر سے بین خیال تو فرمایئے

فصل ۱ - تمام بیماریون کے نام انگریزی سنسکرت اور اُردو زبان مین -

فصل ۲ - تمام ادویات کے نام چار زبانون مین مع شناخت و فوائد -

فصل ۳ - تمام اصطلاحات طبی کیواسطے الفاظ ہم معنی بامقابل چارون زبان کے بابت تاثیر و طریق استعمال و اوزان وغیرہ

فصل ۴ - ہر مرض کی شناخت اسباب اقسام علامات پیشبندی - علاج بقاعدہ ڈاکٹری ویدک و یونانی و عطائی - اغذیہ - مفید - مضر -

فصل ۵ - اصول حفظ صحت کا ہر موسم کے ہر چیز متعلق کا استعمال بقاعدہ اقوال متقدمین و متاخرین

قدرتی مندرجہ طبائع و جواہر وغیرہ کے خواص

فصل ۶ - تشریح جسمانی تمام بدن رگ پٹھے اعضا بیان مع نقشہ اور تمام جاندارون کا ذکر بناوٹ و افعال کے تفصیل بعمل روان عجیب

فصل ۷ - فرمادین ہضم کی ترکیب ونسخہ معجون وغیرہ تیار کرنا حکما کا مسلف کا مشہور نسخے مجرب وغیرہ

فصل ۸ - پیٹنٹ ادویات انگریزی زہر و کشتہ اور ہومیوپیتھی والان حراج فصد قارورہ وغیرہ کا بیان مخصوص اصطلاحات ترکیب وغیرہ

فصل ۹ - علم طب کی ایجاد کے تاریخی حالات علاج مختلف طریقے جدید تحقیقات مین فرنگی ڈاکٹری وغیرہ وغیرہ -

آسا مضمون ایکہزار صفحہ مین سماتا مگر نہایت مختصر اور باریک لکھا کر دیا کو کوزے مین بند کیا تاکہ غریب بھی محروم نہ رہین پچاس کتابون مین آسا مضمون ملنا مشکل - اس موثر کرانیا علاج خود کر یو یا حکیم و ڈاکٹر کے علاج کو خوبی و خرابی سمجھ لو یا مرض کو پیدا ہونے سے پہلے ہی روک لو - بات بات پر فیس دینے و خوشامد کرنا نہ پڑے گا

قیمت معہ محصول ۲ روپیہ ۴ آنہ اشتہار کے موافق نہ ہو تو دام واپس دینگے

ملنے کا پتہ

منیجر قیصر ہند ایجنسی لودیانہ پنجاب

تندرستی کا بیمہ یعنی ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو کا بنایا ہوا

[illegible]	**نمک سلیمانی**	ڈاکٹری [illegible]

جسکو کہ کیمیکل اگزامینر اور کیمسٹری رائل اسکول لندن کے ممبر اور مشہور ڈاکٹر ڈبلو آر کریپر ایف سی ایس سے آر ایس ایم نے جانچکر سارٹیفکٹ عطا فرمایا ہی

یہ نمک سلیمانی معدہ کی تمام خرابیوں کو دور کرکے اسکی قوت کا محافظ رہتا ہی اسوجہ سے حالت تندرستی مین اسکے استعمال سے بھوک بڑھتی ہی اور غذا ہضم ہوکر خون صالح پیدا ہوتا ہی جسکی وجہ سے ہر طرحکی کمزوری و سستی رفع ہوکر چستی و مردانگی پیدا ہوتی ہی اور انسان ہمیشہ تندرست رہسکتا ہی یہ نمک سلیمانی اون بیماریوں مین جو کہ معدہ کی خرابیوں سے پیدا ہوتی ہین مثلاً ہیضہ - بدہضمی - نفخ کھٹی یا جلی ہوئی ڈکار روزانہ آنا پیٹ کا درد پیچش - ریاح کا درد کمی اشتہا بواسیر قبض اور مستورات کے ایام کی خرابی وغیرہ مین مثل جادو کے اپنا اثر دکھلاتا ہی چونکہ یہ نمک سلیمانی گردہ اور مثانہ کی گرمی کا محافظ ہی - اسوجہ سے بار بار پیشاب آنیکو بھی روکتا ہی - دمہ سانس پھولنا جو کہ بدہضمی غذا یا زیادتی بلغم کیوجہ سے ہو اسمین بھی از حد مفید ہی چونکہ معدہ کے فضلات فاسد کو تحلیل کرتا ہے اسوجہ سے گٹھیا کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہی ہیضہ طاعون کے دنون مین اسکا استعمال تریاق کا کام دیتا ہے بیشمار خطوط اسکی تعریف مین روزانہ موصول ہوتے ہین - انمین دو تین نیچے درج ہین ملاحظہ فرمائیے -

(۱) ایڈوکیٹ کچہری جوڈیشیل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ لکھنؤ جناب بابو باسدیو لال صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہین - کہ تھوڑے دن ہوئے مینے آپکا نمک سلیمانی طلب کیا اس سے بدہضمی کی شکایت بہت جلد اچھی ہو جاتی ہے - بھوک بڑھتی ہے اور قبض چھوٹ جاتا ہی - ایسی مفید دوا ہی کہ ہر ایک اہل و عیال والونکو گھر مین ضرور رکھنا چاہیے -

(۲) جناب محمد لیسین خانصاحب تحصیلدار محبوب نگر ملک حیدرآباد دکن تحریر فرماتے ہین کہ ایک بوتل نمک سلیمانی بذریعہ ویلیو پی ایبل عنایت فرمائیے قبل اسکے جو ایک شیشی نمک سلیمانی منگائی گئی تھی اوسکے استعمال سے میرا درد شکم جو کہ مجکو عرصہ ۱۰ سال سے تکلیف دیتا تھا جاتا رہا مین آپکا شکریہ ادا کرتا ہون -

(۳) جناب مولوی سید عبد الستار صاحب میڈیکل آفیسر سپرنٹنڈنٹ جیل مقام ہنٹانگ وبجی ملک پیدا برہما سے تحریر فرماتے ہین کہ کہ مین نے آپ کا نمک سلیمانی منگواکر استعمال کیا از حد مفید پایا جیسا آپ کے اشتہار مین لکھا ہے مبالغہ نہین ہے - غرض مجھے ایک مریض بھی ایسا نہ ملا جس نے نمک سلیمانی کھا کر یہ کہا ہو کہ مجھے فائدہ نہین ہوا - لہذا گذارش ہے کہ ایک بوتل نمک سلیمانی مہربانی کرکے اور بھیجدیجئے

(۴) جناب بابو ملک سنگہ صاحب رئیس قصبہ اور [illegible] تحریر فرماتے ہین کہ آپکے نمک سلیمانی سے لوگون کو نہایت درجہ فائدہ ہوا - ایک شخص کو معدہ کی خرابی سے قبض کی شکایت تھی اوسکو صرف تین خوراک آپکا نمک سلیمانی دیا گیا جس سے اوسکو پورا نفع ہوا ایک شخص کو بواسیر کی شکایت تھی اور پیٹ مین ہمیشہ درد رہتا لیکن ایک ہفتہ آپکے نمک سلیمانی سے اوس کی بھی شکایت رفع ہو گئی درحقیقت آپکا نمک سلیمانی نہایت کارآمد دوا ہے -

[illegible] فروری ۱۹۰۹ء [illegible] نمک سلیمانی [illegible] اشتہار [illegible]

بینظیر سرمہ بہار — پانچ ہزار روپیہ انعام

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پڑوال غبار سبل سرخی پھولا ابتدائی موتیا ناخنہ پانی بہنا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ آنکھ کے مریضوں پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھجاتی ہے اور عینک کا استعمال کرنیکی حاجت نہیں رہتی نیچے سے لیکر بڑھاپے تک یہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی ہے کہ عام وخاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے صرف ۲ روپیہ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ ۳ روپیہ خالص ممیرہ فی ماشہ ۵ روپیہ مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔

المشتہر پروفیسر مایا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اس سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

میں نے ممیرے کا سرمہ جو ڈاکٹر مایا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے ان مریضوں پر جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کے واسطے جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر جلیل گوس رائے بہادر ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور

آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔
(۳) میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے ممیرے کا سرمہ جو کہ ڈاکٹر مایا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضوں پر استعمال کیا ہے میری رائے میں ... آنکھوں کی بیماریوں کیلئے یہ سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید میر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

گنج ہائی کا بیان ... مطالب ... دو بارہ ... لاہور سے ... ایک ... روپیہ انعام ... پانچ ہزار روپیہ انعام

دو ہفتہ میں پچیس ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوتے ہیں

ممیرہ کراماتی — مقوی بصر، موتیا اور دھند دور، پانی بہنا، ناخونہ، دھند، نیار، آب، پانی وغیرہ ہر مرض مجرب فی تولہ ۔ عاہ

حب فیابیطس — پیشاب کا بار بار آنا، اور شکر دور کر کے تندرستی نصیب ہو۔ فی تولہ ۔ ۔ سدام

حب دائمی قبض — ایک گولی سے دائمی قبض دور، اور بواسیر اور درد سر، یرقان وغیرہ کا فور ہو جاتے ہیں عہ

جوہر عشبہ — صفائی خون کیلئے بے مثل، گندے خون کو زہریلے اثر سے صاف کرتا ہے، دافع پھوڑا، پھنسی، ناسور، کھجلی، خارش، آتشک کا ان سے نشان نہیں رہتا۔ ۔ ۔ ۔ ہ

زر علی نور — چند منٹ میں بال دور، ۴ تولہ ایک روپیہ ۔ عہ

حب دافع وجع مفاصل — درد اعضا اور دردِ جوڑوں کا دور کرنے کیلئے ۲ ۔ شرطیہ ۔ ۔

حب دافع طحال — تلی اور جگر کی درستی کیلئے شرطیہ ۔ ۔ ۔ سکے لیے دوا ۔ ۔ عاہ

ہیرا تیل — دماغ کو طاقت دینے کے علاوہ بال بے وقت سفید نہیں ہونے دیتا۔ نزلہ زکام کو دور کرتا ہے، ضعف دماغ کو مفید۔ فی شیشی ۔ ۔ ۔ ہ

رودکن — اس کے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہیں، قیمت فی شیشی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہ

دوائی خارش — ان کی خارش اور بدن کے دانے دو دن میں خشک ہو جاتے ہیں، ۲ تولہ عاہ

تریاق السعال — اخراج بلغم، درد سینہ، سرفہ کہنہ اور جریان کا، نزلہ کا چھاتی پر گرنا اس کے استعمال کر بند ہو جاتا ہے اور ہر موسم میں کارآمد ہوتا ہے، قیمت فی تولہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عاہ

حب قائم مقام افیون — جاڑے والے افیون بلا تکلیف اس سے چھوٹ جاتے ہیں ایک تولہ عہ

روغن اعجاز — پرسوں کا زخم بھر جاتا ہے، بھگندر اور ناسور کیلئے اکسیر اور عجیب الاثر ۲ تولہ عاہ

دوائی درد کان — دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے، ایک شیشی دو سو مریض کو کافی ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ عہ

چورن مقوی معدہ — خوش مزہ، بھوک لگاتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے، ۴ تولہ ایک روپیہ ہے ۔ عہ

سفوف مستحکم دندان — ہلتے دانت مضبوط اور درد دور کرتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ ۔ ۔ عہ

ید اللہ دافع بخار — دور کی بھی سے بخار اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے۔ قیمت ۲ درجن ۔ ۔ ۔ عہ

دمہ یا ضیق النفس — سانس رکنا اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے ۔ عاہ

رعنا — چہرے کے بدنما داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں ۔ ۴ تولہ ۔ عاہ

سفوف درد گردہ — درد اور ریگ مثانہ بلا تکلف خارج ہو جاتی ہے ۴ تولہ عاہ

اکسیر شفا — دوائی طاعون بطور علاج حفظ ماتقدم حالِ مرض کیلئے حملے سے محفوظ رہتا ہے۔ غربا کو مفت فی شیشی ۔ عہ

حکیم و ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور (موچی دروازہ)

جاپان　قیمت عہ

یہ نادر الوجود کتاب جسمین اقبالمند جاپانیوں کے تمدن معاشرت صنعت و حرفت اور رسم و رواج کے متعلق مفید اور دلچسپ معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے مشہور ملک باو خیو برت لال صاحب ورمن ایم اے نے ایک فرانسیسی عالم کی تصنیف سے ترجمہ کی ہے کتاب اپنی خوبیوں مین بےنظیر ہے اور اہل ہند کو خاص طور پر نفع پہنچا سکتی ہے چونکہ اس کتاب کی جلدین بہت کم باقی ہین لہذا جو حضرات دست شوق بڑھانے مین دیر کرینگے یقیناً طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔

قیمت عہ	الحیات بعد الممات	قیمت عہ

یہ بیش بہا کتاب بھی ایک فرانسیسی عالم و فلسفی کی مقبول عام تصنیف کا ترجمہ ہے جسمین روح و جسم و زندگی کے حیرت انگیز راز ظاہر کئے گئے ہین اور بہت سے دقیق مسائل پر عالمانہ نظر ڈالی گئی ہے جس سے انسانی معلومات مین ایک غیر محدود اضافہ ہوتا ہے یہ کتاب بھی ہمارے علمی خزانے کا ایک بیش بہا جوہر ہے شائقین حضرات جلد طلب فرمائین

گلزار نسیم　مجلد ۱۲

انتخاب دیوان تسنیم

نہایت صحیح اور مستند ایڈیشن سب سے پرانے نسخے کا طبع جدید لکھائی صاف اور خوشخط چھپائی عمدہ اور نفیس غرض سب طرح سے قابل دید قیمت صرف ۶ علاوہ محصول

سوانح عمری　مجلد ۱۲

پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر

یعنے

مشہور و معروف محب انسان اور خیر خواہ ملک مصلح قوم و حامی ہند کے مفید اور پرسبق زندگی کی دلچسپ اور مفصل داستان قیمت

گلزار نونہال　مجلد عہ

یعنے

تعلیم اطفال بطریق کنڈر گارٹن

ضخامت (۲۶۴) صفحات مع نقشہ ہائے کنڈر گارٹن کاغذ چھپائی صاف قیمت مجلد (عہ) علاوہ محصول

عکسی تصاویر

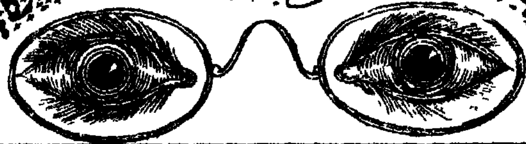
تصویر سر سید مرحوم ۲ تصویر پنڈت رتن ناتھ سرشار مصنف فسانہ آزاد ۲ شاہان روس و جاپان ۲ پنڈت ودیا ساگر ۲ مسٹر تاتا ۲ سوامی دیانند سرسوتی ۲ لارڈ کرزن ۲ سر سید ۲ مسٹر داداجی ۲ حضرت داغ ۲ گروپ علیگڈہ کالج ۲ مہاراجہ بڑودہ ۲ مسٹر دادابھائی نوروجی ۲ سوامی رام تیرتھ ۲

ملنے کا پتہ

مینیجر زمانہ کانپور نیا چوک

محمد یعقوب و محمد اسحاق ممتحن چشم و عینک ساز محلہ باڑہ ... کارخانہ

هو الصّانع



ناظرین والا تمکین پر مخفی نرہے کہ اون اصحاب کے لیے جو دور دراز پر قیام پذیر ہین یا بوجہ عدیم الفرصتی کے کارخانہ ہذا تک قدم رنجہ نہین فرما سکتے کارخانہ ہذا نے نہایت آسان اور سہل طریقہ اونکے لیے چشمہ کی خریداری کا بہت عرصے جاری کر رکھا ہے یعنی آڈر دنکی تعمیل گھر بیٹھے ہوتی ہے اور صحیح نمبر کا چشمہ اونکے خدمت مین پہونچ جاتا ہے اور بعد ہا چشمے بپابندی قواعد ذیل شائقین کی خدمت مین بھیجے جا چکے ہین اب دوبارہ نوٹس ہذا واسطے آگاہی اون حضرات کے جو ابتک اس طریقے سے واقف نہین مشتہر کیا جاتا ہے لہذا جو صاحبان بیرونجات مین چشمہ منگایا چاہتے ہین اونکو چاہیے کہ سوالات ذیل ملاحظہ کرین جنکا جواب آنے پر اونکے آنکھ کے موافق چشمہ روانہ کیا جاوے گا اور کسی امر اتفاقیہ سے کسی صاحب کے ناپسند ہوگا یا جیسا چاہتے ہین ویسے کچھ کم کام دیگا تو کارخانہ حسب شرائط ذیل اوسکے تبدیل و واپسی کا ذمہ دار ہے

آنکھ امتحان کرنے کے سوالات

(۱) آپکی کیا عمر ہے کبھی آشوب کی شکایت ہوئی؟ دھوپ یا لیمپ کی طرف دیکھنے سے آنکھ کو کچھ ناگوار ہوتا ہے (۲) لکھنے پڑھنے مین آنکھ کو خصوصیت کے ساتھ ناگوار تو نہین گذرتا ہے (۳) آپ فاصلے کی چیزین مثل دور نو عمر شخصونکے بخوبی صاف دیکھ سکتے ہین جیسے پہلی و دوسری شب کا چاند یا درخت وغیرہ کے پتے وڈالین (۴) شب کو باریک یا معمولی خط باسانی کتنی دیر تک اور کتنے فاصلے سے پڑھ سکتے ہین اور پڑھنے سے آنکھوں مین درد چکاچوند یا آنسوونکے قسم سے پانی کی آمد معلوم ہوتی ہے یا نہین (۵) اسوقت تک کوئی عینک بازاری یا کسی کارخانہ کی استعمال کی؟ اگر کی تو کتنے عرصے سے اور کسی بابت اور کس قسم کی یعنی لکھنے پڑھنے کی یا دور دیکھنے کی اور شیشے کی یا پتھر کی (۶) آپ ہماری نظر امتحان کرنے کی نمبری تحریر و نمین سے جو ذیل مین درج ہین کونسی نمبر کی تحریر بغیر چشمہ باسانی پڑھ سکتے ہین اور چشمہ سے کونسی نمبری مع مقدار فاصلہ بیان کیجیے (۷) علاوہ سوالات ذیل کے آپ کو اپنی آنکھ کی اور جو شکایت ہو اوس سے بھی اطلاع دیجیے

شرائط کارخانہ

نمبر۱۔ اگر فروخت شدہ چشمہ کسی قرار کار مدنے خلاف تاب ... جسکو تبدیل ... ہو اوسکی قیمت ... واپس ... ہو جاوے گی

نمبر۲۔ اگر فروخت شدہ چشمہ کسی وجہ سے نظر کے موافق نہ ہو تو کارخانہ سے چھ ماہ کے بعد اونکے لینز یعنی شیشے بلا اُجرت تبدیل ہو سکتے ہین۔

نمبر۳۔ بعد چھ ماہ کے ہمیشہ کے واسطے پرانا چشمہ نصف قیمت دینے پر نیا موافق نظر کے تبدیل ہو سکتا ہے۔

نمبر۴۔ جملہ اخراجات ڈاک ذمہ خریداران بصورت کسی خاص غلطی کے ذمہ کارخانہ ہونگے۔

نمبر۵۔ کل قیمت پیشگی ادا کرنے والے محصول پوسٹ سے مستثنی رہین گے۔

نوٹ۔ خوشکاری ... پانچ چھ آٹھ دس چودہ ... روپیہ ... تک ... نمونے ... اشتہار پر ملاحظہ فرمائیے مشرح فہرست طلب کرنے پر مفت بھیجی جاوے گی۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

سلسلہ جدید | ستمبر ۱۹۰۵ع | جلد ۵ نمبر ۳

فہرست مضامین

محمد رحمت اللہ صاحب رعد کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت پیشگی ہے مع محصول

شاہنشاہ اکبر کی یادگار

مئی زمانہ کے آیندہ نمبر کا حجم سوا سو صفحات کے قریب ہوگا۔ اکبر اور عہد اکبر کی تاریخی واقفیت کے متعلق اس نمبر کو ایک مکمل اور دلچسپ مجموعہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس نمبر میں علاوہ چھ (ہاف ٹون) عکسی تصاویر کے اصحاب ذیل کے قابل دید مضامین ہونگے۔

مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔

سوامی رام تیرتھ جی مہاراج۔ ایم۔ اے

مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شروانی۔

منشی جوالا پرشاد صاحب ایڈیٹر اودھ اخبار

منشی گنگا پرشاد صاحب ورما ایڈیٹر ایڈوکیٹ وہندوستانی۔

شیخ عبدالقادر صاحب بی اے ایڈیٹر مخزن

آنریبل رائے بہادر لالہ نہال چند صاحب ممبر کونسل ممالک متحدہ آگرہ واودھ

خواجہ غلام الثقلین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ایڈیٹر عصر جدید وچیف جج مالیر کوٹلہ۔

مولانا سید امجد علی صاحب اشہری۔

" نواب رائے "

خواجہ سید حسن نظامی صاحب خواہر زادہ حضرت محبوب الٰہی دہلوی۔

پنڈت برج نرائن صاحب چکبست لکھنوی بی اے۔

مولوی سید محمد فاروق صاحب حیدر آبادی۔

منشی درگا سہائے صاحب سرور جہان آبادی

انکے علاوہ اور بہت سے متفرق مضامین اور دلچسپ نوٹس ہونگے۔

قیمت غیر خریداران زمانہ سے ایک روپیہ ۸ علاوہ محصولڈاک مقرر کی گئی ہے۔

زمانہ کے ایجنٹ صاحبان

(اشتہار ...) ... معمول سے

خاص نمبر کی کاپیاں معمول سے دو چند چھپوائی گئی ہیں۔

اور علاوہ مقررہ خریداروں کے

بلکہ کافی تعداد شائقین کی اطلاع کے لئے۔ معاملہ

نمبر کی خریداری کی نسبت

خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ جلد اطلاع دیجائے۔

المشتہر

منیجر زمانہ کانپور

اس نمبر کے ساتھ حسب وعدہ مسٹر محمود مرحوم کی تصویر بھی ارسال ہے

التماس ضروری

قدردانان زمانہ سے افسوس کے ساتھ شکایت کرنا پڑتی ہے کہ باوجود متعدد درخواستون کے ابتک اُنھون نے اس رسالہ کی توسیع اشاعت کی طرف خاطر خواہ توجہ مبذول نہین فرمائی۔ بالآخر اسکے بڑھے ہوئے اخراجات نے جو اِس اعلیٰ اہتمام مین لازمی اور ناگزیر ہین اسکی زیر باری اسقدر بڑھا دی ہے کہ موجودہ پیمانے پر آخر سال تک مالی نقصانات کی تعداد کم از کم آٹھ سو روپیہ ہوگی۔ اسکے بعد خوف ہے کہ مالکان رسالہ کی ہمّت پست ہوجائے کیونکہ سال گذشتہ مین بھی نقصان کثیر ہوچکا ہے۔ اور یہ مزید نقصان بڑھا ہوا حوصلہ پست کردینے کے لیے کافی ہے۔

ناظرین زمانہ پر بخوبی واضح ہے کہ اسکی اشاعت کی تحریک کسی ذاتی منفعت کے خیال یا خواہش سے نہین ہوئی ہے پس اگر اُنکی قدردانی اور کوشش سے یہ رسالہ اپنا بار آپ اُٹھانیکے قابل ہوجائیگا تو اسکی ترقی کی رفتار برابر بڑھتی جائے گی اور مجھے آیندہ بھی بلا خیال معاوضہ اپنے وقت کا ایک معقول حصّہ اِس علمی خدمت کی نذر کرنے مین دریغ نہوگا۔ اس صورت مین علم دوست حضرات کا فرض ہے کہ اسے اس زندگی سے جو معرض خطر مین ہے نجات دلاکے ترقی کے پیمانے پر لائین ورنہ میرے لیے اِسکے سوا چارہ نہوگا کہ اس عِلمی خدمت سے دست بردار ہوجاؤن اور پرچہ کو تجارتی اصول پر معمولی حیثیت سے چلانے کے لیے کسی کاروباری شخص کے سپرد کردون۔

جس پیمانے پر مین پرچے کو لانا چاہتا ہون اُسکا مختصر نمونہ اِسکے آیندہ نمبر سے معلوم ہوگا جو "اکبر نمبر" سے موسوم کیا گیا ہے۔ اگر دسمبر سنہ حال تک قدردانان زمانہ کی کوشش سے تین سو جدید خریدار بھی دستیاب ہوجائین گے تو پرچہ کی حالت سنبھل جائے گی اور اپنی موجودہ خصوصیات مین ترقی کے ساتھ جاری رہ سکتا ہے ورنہ اسکی زندگی محال ہے۔ امید کہ اس خاص امر کی کافی توجہ کیجائیگی کیونکہ اگر یہ پرچہ جسے تمام ملکی اہل الرائے نے مفید اور ہونہار تسلیم کیا ہے بند ہوگیا یا اپنی حیثیت سے گرگیا تو ایک حد تک اسکے قدردان حضرات کی بھی بدنامی ہے۔ اِس التماس کے جواب مین آپکے قلم کا ایک لفظ بھی میرے اطمینان کے لیے کافی ہوگا فقط۔

دیا نرائن نگم

ایڈیٹر زمانہ کانپور

مورخہ ۱۲ راکتوبر ۱۹۱۰ء



LATE MR. JUSTICE MAHMUD

KUNTALINE PRESS, CALCUTTA

ستمبر ۱۹۰۵ء

زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید جلد ۵ نمبر ۳

راجہ رام موہن رائے

گزران ہے جہان ٹھہر گزر جاتا ہے　　انسان آتا ہے آکے مرجاتا ہے
ہے زندۂ جاوید وہی نیک انجام　　جو نام کے ساتھ کام کر جاتا ہے

تہذیب اِخلاق اور فلسفۂ مذہب کیلئے سرزمین ہند خطۂ مردم خیز ہی - قدیم الایام سے یہان کے رشی منی - اولیاے کبار اور اوتار سربرآوردہ روزگار ہوتے آئے ہین - بچشم غور سے دیکھیئے تو اسکا باعث صاف سمجھ مین آتا ہے - زمانۂ قدیم مین اور ملکون کیطرح یہان بھی تعلیم عام نہ تھی - مگر تخصیص یہ تھی کہ پڑھنا پڑھانا ایک فرقہ خاص کی میراث تھا - سرکارون کی طرف سے جاگیرین مقرر ہوتی تھین - طلبہ کو گرو کے - لیے بھیک تک مانگنے سے عار نہ تھی - لبسہولت تمام و فراغت مالا کلام یہ لوگ تعلیم و تعلم مین مصروف رہتے تھے دُنیا کے جھگڑون سے دور گھنے اور سُہانے جنگلون اور دلفزا ندیون کے کنارے کٹیان بنا کر رہتے تھے اور رسائل حکمت سوچتے تھے اسی لیے یہان فلسفہ الٰہیات اور مذاہب کی وہ وہ رفیع الشان عمارتین تعمیر ہوئی ہین کہ آج اہل یورپ و امریکہ انکو دیکھ کر عش عش کرتے ہین - امتداد زمانہ کا اثر اس

میلان طبع پر بہت نہ ہوا۔ کبیر جی۔ بابا نانک۔ چتنیہ مہاپربھو وغیرہ زمانۂ حال کی ہی درمیانی کڑیان ہین۔ انھین باکمال بزرگون مین ایک راجہ رام موہن رائے بانی برہم سماج ہین جنکی پاکیزہ زندگی کے واقعات آج ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

وہ موضع راد ھانگر ضلع ہوگلی مین ایک کلین برہمن کے گھر مین ۲۲ مئی ۱۷۷۲ء کو پیدا ہوئے انکی سماد ھ واقع برسٹل مین سن ولادت ۱۷۷۴ دیا ہے۔ مگر حال کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہی کہ اول الذکر تاریخ زیادہ قابل اعتبار رہے۔ ان کے دادا اور والد نواب مرشدآباد کی سرکار مین ملازم رہے مگر یکے بعد دیگرے دونون نے نوکری سے تنگ آکر زمینداری اختیار کی۔ ان کے والد نے کچھ دیہات راجہ بردوان سے اجارے لیے تھے جن کے مقدمے دو پشت تک انکے خاندان مین جاری رہے۔ انکی مان شاکت گھرانے مین پیدا ہوئین۔ مگر بعد مین اُنھون نے اپنے خاوند کا وشنو مت اختیار کرلیا۔ دونون پُرانے عقائد کے دھرماتما ہندو تھے۔ اور مان نے وفات سے سال بھر پیشتر پا پیادہ شری جگناتھ جی کی جاترا کی اور مندر کی جاروب کشی مین بڑی راسخ الاعتقادی سے اپنی جان دی۔ ان کے باپ رام کانت رائے ایک معمولی آدمی تھے۔ مگر مان سلیقہ شعار اور ضابط و مستقل مزاج عورت تھی۔ اس کے برتاؤ کا اثر انکی آیندہ زندگی پر بہت اچھا ہوا۔

اس زمانے مین مکاتب اور پاٹھ شالا درسگاہین تھین۔ رام موہن رائے نو سال کی عمر تک مکتب مین فارسی پڑھتے رہے۔ کیونکہ درباری زبان فارسی تھی اور روزگار پیشہ لوگون کو پڑھنی پڑھتی تھی۔ پھر تحصیل عربی کیلیے پٹنے گئے۔ وہان قرآن۔ اُقلیدس تصوف۔ اور ارسطو کی تصنیفات پڑھین۔ حافظ اور مولوی معنوی کے کلام سے اُنکو خاص اُنس تھا۔ اور مرتے دم تک وہ ان کے اشعار مزے لے لے کر پڑھا کرتے تھے۔ یہ تحصیل انکے بہت کام آئی۔ توحید وجود باری کا مسئلہ یہین سے اُنکے دل مین جاگزین ہوا۔ اور بعد مین ویدانت اور اپنشدونکی تعلیم سے درجۂ استحکام اور استقلال کو پہونچا مولویون کے ساتھ بحث ومباحثہ مین بھی اِس تحصیل نے بڑے بڑے کام دیے۔ بارہ سال کی عمر مین وہ سنسکرت پڑھنے کیلیے بنارس گئے۔ وہان اُنھون نے تمام شاستر عموماً اور ویدانت خصوصیت کے ساتھ تحصیل کیا۔

اوائل عمر ہی سے اُنکی طبیعت مذہب کی طرف مائل تھی۔ وید کا ایک ادھیائے پڑھ

بغیر پانی نہ پیتے تھے۔ انکی عقیدت راس لیلا دیکھنی گوارا نہ کرتی تھی۔ کیونکہ اُنکی نظر مین راس لیلا مین شری کرشن جیسے مہاتما کی توہین تھی۔ ویدانت اور اپنشد پڑھکر تنتر شاسترون کے عقاید۔ مورتی پوجن اور مروجہ طریق عبادت سے انکی طبیعت بھاگنے لگی۔ چنانچہ جب وہ سولہ برس کی عمر مین کاشی سے گھر واپس آے تو والد ماجد سے عقاید مذہبی پر روز بحث کرتے اُن کے دلائل کو حلم اور ادب سے سنتے پھر دُھراتے کہ آپ نے یہ کہا۔ یہ کہا مگر۔ باپ بیچارہ ایک راسخ الاعتقاد ہندو تھا۔ انکی مگر۔ سے اکثر خفا ہوتا۔ کچھ تو یہ مباحثے کچھ یہ بات کہ اُنھون نے انھین ایام مین ایک کتاب "ہندوؤنکی بُت پرستی" لکھی تھی دونون ملکر باپ بیٹو نمین نزاع کا باعث ہوئین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رام موہن رائے کو گھر کو خیرباد کہنی پڑی۔ کچھ عرصے وہ ہندوستان کے مختلف حصونمین دھرم کی تحقیقات مین پھرتے رہے۔ ہندی تحصیل کی۔ نانک۔ کبیر۔ داؤد وغیرہ مہاتماؤنکی تصنیفات پڑھین۔ بدھ مذہب کی تحقیقات کیلیے تبت پہونچے۔ مگر وہان کی آدم پرستی سے طبیعت کو نفرت ہوئی۔ اور اپنا مسئلہ توحید پھیلانے لگے لاما کے مقلد انکی جان کے دشمن ہوگئے۔ اور مارنیکی فکر مین تھے۔ مگر وہان کی عورتونکی رحمدلی اور رقیق القلبی لے ان کی جان بچالی۔

چار سال تک وہ اِس طرح سفر کرتے رہے۔ والدین کو انکی مفارقت کا رنج تھا اور انکی تلاش مین آدمی بھیجے تھے۔ تبت سے واپس آتے ہوے اُنکو ملے اور گھر لے آئے۔ یہان اِس خیال سے کہ پھر رم نہ جائین باپ لے انکی شادی کردی۔ خیال یہ تھا کہ چار سال کی تکالیف سفر نے بیٹے کے خیالات درست کر دیئے ہون گے۔ مگر گھر پر اُنھون نے فرصت پا کر وید پُران اور سمرتیون کا جی کھولکر مطالعہ کیا اور مروجہ عقاید مذہبی کی پہلے سے بھی زیادہ آزادی کے ساتھ مخالفت کرنے لگے۔ اسلیے پھر گھر سے نکلنا پڑا۔ انھین ایام مین اُنھون نے کچھ انگریزی بھی تحصیل کی۔ مگر زیادہ لیاقت ایام ملازمت سرکاری مین حاصل ہوئی۔

گھر سے جُدا ہونے پر کچھ امداد زر باپ کیطرف سے ملتی رہی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کافی نہ تھی۔ اسلیے رام موہن رائے کو ملازمت سرکاری کی طرف رجوع کرنی پڑی۔ سرکار کمپنی کی عملداری تھی۔ دیسیونکو تنخواہین بھی قلیل ملتی تھین۔ اور انکے ساتھ اہل فرنگ کا برتاؤ بھی شایستہ نہ تھا۔ رام موہن رائے نے ملازمت اختیار کرنے سے پیشتر مسٹر ڈگبی کلکٹر سے ایک تحریر لے لی تھی۔ کہ اُن کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا جاے اور حکام کے سامنے کھڑا رہنے پر

مجبور نہ کئے جائین سنہ ۱۸۰۰ء مین وہ نوکر ہوے اور تیرہ سال تک اپنے فرائض منصبی بڑی لیاقت اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ زیادہ تر عرصہ کلکٹری کی سرشتہ داری اور بنگال کے بندوبست دوامی مین صرف ہوا۔ چونکہ پیمایش زمین مین اچھی دستگاہ رکھتے تھے مسٹر ڈگبی کو ان سے بہت مدد ملی۔ جہان جہان وہ رہے نیکنام باعزت اور ہردلعزیز بنے رہے۔ اور سرکار و رعایا دونون ان سے خوش رہے۔

اِس نوکری سے راجہ رام موہن کو دو بڑے فائدے حاصل ہوے۔ اول انگریزونکی صحبت مین رہکر اُنھون نے انگریزی زبان مین کامل دسترس پیدا کی اور مغربی کتب کے پڑھنے اور اُنکے مطالب پر غور کرنیسے انکے خیالات اصلاح کو وسعت ملی۔ دوسرے اِس نوکری مین اتنا سرمایہ اُنھون نے جمع کرلیا۔ کہ فارغ البالی سے بیٹھکر اپنے خیالات کی اشاعت کرین اور حطام دنیوی کے لیئے کسی کے تابعدار یا محتاج نہ رہین۔ چنانچہ نوکری چھوڑکر وہ کچھ عرصہ اپنے والد کے گانو مین اور کچھ عرصے مرشدآباد مین رہے۔ انکے والد سنہ ۱۸۰۳ء مین وفات پاچکے تھے۔ ترکہ پدری اُنھون نے نہ لیا بلکہ بھائیون کے حوالے کیا۔ ایام ملازمت مین بھی وہ اپنے گھر دینی مجلسین کیا کرتے تھے اور اُنمین وعظ و مناجات ہوا کرتی تھی۔ اب ان مجلسون کو اور فروغ ہوا ساتھ ہی انھون نے کچھ فارسی رسالے توحید کے شائع کیے۔ اِن مین سے تحفۃ الموحدین جسکا متن فارسی تھا اور دیباچہ عربی سب سے بڑا رسالہ تھا۔ گھر پر اور گانو مین اور مرشدآباد مین انکی سخت مخالفت ہوئی۔ سنہ ۱۸۱۴ء مین وہ کلکتہ کے بازار دھرم تلا مین آکر بسے۔ اور کمرہمت باندھکر اصلاحی کام کرنا شروع کیا۔ مگر ناظرین کی نگاہ مین اِس کام کی وقعت اُسوقت آسکتی ہی۔ کہ جس زمانے مین رام موہن رائے نے اصلاح کی پرداز اُٹھائی۔ اُس زمانے کی تصویر اُن کے سامنے پیش کیجائے۔

ہندوستان مین سلطنت مغلیہ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا مگر بالکل چراغ سحری تھا۔ بنگالے مین سلطنت انگلشیہ کو کامل طور سے استحکام نصیب نہوا تھا اور مغربی طرز حکومت کا ابھی کوئی نام نہ جانتا تھا۔ فوجداری عدالتین قاضیون کے ہاتھ مین تھین اور دیوانی مین رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ ملک مین چارطرف بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ نہ ریل۔ نہ تار۔ نہ ڈاک اِسی پر اور باتون کو قیاس کرلیجیے۔ انگریزی تعلیم ابھی جاری نہوئی تھی اخبار معدودے چند برائے نام تھے۔ چھاپے خانے کا آغاز تھا اگر ابھی کچھ فروغ نہ ہوا تھا۔ ذاتونکی قیود نہایت سخت تھین۔

عورتون کے حقوق کوئی جانتا بھی نہ تھا ایک ایک مرد بیسون شادیان کرسکتا تھا ستی کی رسم عام تھی۔ دخترکشی سے بھی پرہیز نہ تھا۔ پڑھنا پڑھانا زیادہ برہمنونکی میراث تھا مگر چونکہ دان پُن مین مفت روپیہ ملجاتا تھا۔ وہ بھی تحصیل علم سے بے بہرہ رہتے تھے۔ وید۔ ویدک دھرم وکرم اور ویدانت کی تحصیل متروک ہوچکی تھی۔ پُران اور تنتر شاستر پر دھرم کا انحصار تھا وام مارگیون کا زور تھا۔ شاکت اور ویشنویون کے باہمی نزاعون کا شور تھا۔ گناہ کبیرہ کا کفارہ تیرتھون کی جاترا یا برہمنون کو دان دینا سمجھا جاتا تھا برف مین گلجانا دریاؤن مین ڈوب جانا اور کسی طرح مقدس مقامات پر جان گنوادینا لوگونکی نگاہ مین باعث نجات تھے اور دھرم سے بے خبر جُہلا انھین کو دھرم سمجھکر عملدرآمد بھی کرتے تھے۔

راجہ رام موہن رائے اِس نکتہ باریک سے آگاہ تھے۔ کہ ہندؤن کیلئے مذہب صرف خدارسی کا آلہ اور مغفرت کا وسیلہ ہی نہین ہی۔ بلکہ انکے تمام خانگی اور قومی امورات کی بنا مذہب پر ہی۔ چنانچہ اُنھون نے اول اصلاح مذہب کو ہاتھ مین لیا۔ ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ سولہ برس کی عمر سے وہ کچھ فارسی رسالے توحید مین شائع کرتے رہے۔ اور اپنے مکان پر ایام ملازمت اور بعد مین دینی مجلسین منعقد کرتے رہے۔ اب اُنھون نے اشاعت توحید کیلیے برہم گیان کی کتابین ترجمہ اور تالیف کرکے چھاپنی شروع کین۔ ویدانت سوتر کا سنسکرت بنگالی ہندی انگریزی مین ترجمہ کیا۔ مگر چونکہ وہ ایک مجلد اور دقیق کتاب تھی اِسکے مسائل کا خلاصہ ویدانت سار کے نام سے کئی زبانون مین چھاپ کر مُفت تقسیم کیا۔ اِسیطرح چھ سات اپنشدون کا ترجمہ۔ اتم اناتم وویک۔ برہم اپاسنا۔ انوشٹھان۔ گایتری تھ اور اپاسنا بدہان۔ اور اور بہت سی کتابین اپنے صرف سے شائع کرکے مُفت تقسیم کین۔ ایک اسکول جاری کیا اور ایک سبھا قائم کی جسکا نام آتمی سبھا تھا اور اُسمین ہفتہ وار اپاسنا اور وعظ اور وید پاٹھ ہوتا تھا۔

اُنکی تعلیم کا خلاصہ مندرجۂ ذیل تین سوالات کے جواب سے بخوبی سمجھ مین آسکتا ہی۔ اول معبود کون ہی اسکا جواب یہ ہے۔ کہ ایک خدائے واحد بے ہمتا جو خلاق کائنات۔ ہر جگہ حاضر وناظر۔ رحیم وکریم غیر محدود اور فہم انسانی سے باہر ہے۔ اسکی نہ کوئی تصویر یا مورت ہے۔ نہ کوئی تصنیف کردہ کتاب نہ کوئی مرسل نبی۔ وہ نہ جنم لیکر اوتار بنتا ہی نہ دیہہ دھارن کرتا ہے اوتار اور رشی ہماری طرح آدمی ہین۔ انھین بھی ہماری طرح اُسی ایک واحد مطلق کا ظہور ہے

کم ہے کچھ زیادہ۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ عبد کون ہو۔ اسکا جواب یہ ہو۔ کہ جو صدق دل اور خلوص قلب سے اپاسنا کرنے آئے اُسکے لیے رام موہن رائے کا مندر کھلا ہوا ہے۔ ذات مذہب مرتبے کی کوئی قید نہین ہو۔ تیسرا سوال یہ ہو کہ طریق عبادت کیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہو۔ کہ مندر مین نہ کسی قسم کی تصویر یا مورتی ہوگی۔ نہ کھانڈا و ر بکرون کا چڑھاوا۔ خدائے واحد کی اپاسنا کیجائیگی اور اسکی بزرگی کے بھجن گائے جائین گے۔ اشارۃً یا کنایۃً بھی کسی مذہب کے عقائد یا سامان پرستش کی توہین نہ کیجائیگی۔ بلکہ اپاسنا مین کوشش یہ ہوگی۔ کہ دنیا کے پیدا کرنے والے خالق کی یاد مین ترقی ہو۔ خلوص طبیعت۔ محبت۔ دھرم۔ دیا اور نیکی بڑھے اور سب فرقون مین اتفاق کا سلسلہ مضبوط ہو۔"

یہ عالمگیر مسائل نئے نہ تھے۔ نہ راجہ رام موہن رائے کو یہ دعویٰ تھا۔ کہ اُنھون نے کوئی نیا مت نکالا ہو انکی صلائے عام تھی۔ کہ مین برہم گیان پھیلاتا ہون۔ اور اپنشدونکی مقدس تعلیم پر جو اندھیرا چھایا ہوا ہو۔ اُسکی تاریکی کو دور کرکے پاکی دکھاتا ہون۔ جدت صرف اتنی تھی۔ کہ ہر فرقہ و مذہب کا آدمی اپاسنا مین شامل ہو سکتا تھا۔ مگر جیسا ہم اوپر کہہ آئے ہین۔ چارطرف ویدویدانت کی لاعلمی پھیلی ہوئی تھی۔ مروجہ عقائد باطلہ کی بنا پُرانون کی کہانیون اور تنترونکی من گھڑت مسائل پر تھی لوگون کو انکی تعلیم مین ہر بات نئی اور کفر و بیدینی سے بھری نظر آتی تھی۔ مخالفت کا ایک طوفان بدتمیزی اُٹھا۔ برادری نے ان سے برتاؤ ترک کردیا۔ رشتہ دار الگ ہونے لگے۔ ہر جگہ نئے مذہب کا چرچا طرح طرح کے الزام اور بہتانون کے ساتھ ہونے لگا۔ پنڈتون نے تردید مین کتابین لکھین۔ زبانی بحث اور مباحثے کو آئے۔ بڑی بڑی سبھائین اور جلسے ان بحثون کیلیے منعقد ہوئے۔ مگر راجہ رام موہن رائے شاسترون مین فرزانہ اور فن مباحثہ مین یگانۂ روزگار تھے۔ پنڈتون کو اُنھین کے ہتیارون یعنی شاسترون کے حوالہ و برہان سے اسطرح قائل کیا۔ کہ سب اُن کا لوہا مان گئے۔ تحریر و تقریر دونون مین وہ اِس بات پر زور دیتے تھے۔ کہ اپاسنا صرف نرگن نراکار پرمیشور کی کرنی چاہیے۔ اور ہر شخص اُسکا ادھکاری ہو۔ انمین سے بعض مباحثے نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہین۔ مگر طوالت کے خوف سے ان کو یہان تحریر نہین کیا گیا۔

اِدھر تو پُرانے عقائد کے ہندؤن سے چھیڑ چھاڑ تھی۔ اُدھر عیسائیون سے بھی مباحثے کا بازار گرم ہوا۔ اسکی کہانی یون ہو۔ کہ ۱۸۱۶ء مین انکی پادری مارشمین کیری ایڈم اور کئی

عیسائیون سے ملاقات ہوئی۔ اور دین عیسوی کی اخلاقی تعلیم اور مسائل مذہبی کا تذکرہ درمیان مین آیا۔ اخلاقی تعلیم نے ان کے دل پر بڑا اثر پیدا کیا۔ اُنھون نے ایک یہودی کو نوکر رکھ عبرانی زبان تحصیل کی اور پادری ایڈم سے یونانی سیکھنی شروع کر دی۔ تاکہ انگریزی مین جو انجیل ہو۔ اُسکا اصلی کتابون سے بھی مقابلہ کرسکین۔ نصائح عیسیٰ ایک کتاب لکھ کر چھاپی جسمین مسیحی اخلاق کا خلاصہ تھا۔ مگر دیباچے مین مسئلہ تثلیث مسیح کی الوہیت اور معجزات سے دلائل کے ساتھ انکار کیا تھا۔ پادری بجاے اِسکے کہ ایک لائق شخص کو اپنا معاون پاکر خوش ہوتے اور اتفاق کے ساتھ ان کے ہمراہ کام کرتے اپنے عقائد کے انکار سے انکے مخالف ہو گئے۔ اور اُن کے ایک رسالے مین اس کتاب کی تردید بھی شائع ہوئی۔ راجہ رام موہن راے نے اسکے ضمن تین اپیل یکے بعد دیگرے لکھے۔ یہ بڑی لیاقت کی کتابین ہین انکا مجموعہ ہندلیمرکیہ انگلستان مین کئی بار چھپا۔ اور انکی شہرت دور دور پہونچی۔ اسمین اُنھون نے انجیل کے حوالون سے ثابت کیا ہو کہ تثلیث اور الوہیت مسیح کے مسائل قابل تسلیم نہین ہین۔ اِس طرح مسیح کے خون سے اور ونکی عصیان کا کفارہ اور ابدی سزا بھی درست نہین۔ پادری ایڈم کو جن سے وہ یونانی پڑھتے تھے کامل یقین تھا کہ ایک روز ان کو بپتسمہ دیکر عیسائی بنالین گے۔ مگر روزمرہ بحث ومباحثہ اور باہمی گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ پادری صاحب خود ان کے چیلے بن گئے۔ اور تثلیث کو چھوڑ کر یونی ٹیرین یعنی موحد ہو گئے۔

پادریون کے ساتھ بھی اُن کے مباحثے لُطف سے خالی نہین۔ ردِ تثلیث کا مکالمہ ظرافت سے بھرا ہوا ہو اور ڈاکٹر ٹاٹلر کو ایک فرضی شخص رام داس کی طرف سے یہ صلاح دینا کہ بُت پرست ہندو عیسائیونکی طرح خدا کا جسم انسانی مین آنا مانتے ہین۔ پس ہندو اور عیسائی عقائد مذہبی مین ایک ہین۔ دونون کو ملکر موحد رام موہن راے کے خلاف علم جنگ وجدال بلند کرنا چاہیے۔ مذاق سے خالی نہین۔ اِن چٹھیون کا مجموعہ بھی پڑھنے کے لایق ہے۔ انکا مباحثے کا طرز نہایت مستحسن ہو ظرافت کی جگہ ظرافت۔ متانت کی جگہ متانت سے کام لیتے ہین۔ مولویون کے ساتھ قرآن وحدیث۔ پنڈتون کے ساتھ وید وشاستر عیسائیون کے ساتھ انجیل کے حوالے لیکر بحث کرتے ہین۔ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا ہو کہ وہ اسکے ہم مذہب ہین اور اسکی دینی کتاب کو وحی اور الہام مانتے ہین۔ مباحثے مین انکی تیوری پر بل نہین آتا تھا۔ نہایت سہولت اور متانت سے معترض کو اُسی کے عقائد کے بموجب قائل کر دیتے تھے۔ اُنکی تقریر

اور تحریر مین سخت الفاظ دخل نہ پاتے تھے نہ وہ کبھی بزرگان دین کی توہین کرتے تھے۔ وہ ہر مذہب مین سچائی کی طرف جاتے تھے۔ اور صدق کو اوہام باطلہ سے دور کرکے اسطرح دکھاتے تھے۔ جیسے ہنس دودہ مین سے پانی جُدا کرلیتا ہے۔

ابتدا مین انکی مخالفت بہت ہوئی۔ اِس بارے مین سوامی دیانند اُن سے بہت زیادہ خوش نصیب تھے کیونکہ سوامی جی کیلئے انگریزی تعلیم۔ خود برہم سماج اور کنہیا لال الکہداری نے راستہ صاف کردیا تھا راجہ رام موہن رائے کو لوگ بالمواجہہ سخت و سُست کہ جاتے تھے۔ شورہ پشت لوگون کے غول کے غول کچھ عرصہ انکے اپاسنا مندر کے گرد شور وغل مچاتے رہے انکے بھتیجون کو ورغلا کر ان پر نالش دائر کرائی جسمین انکا بہت سا بیش بہا وقت اور زر خطیر صرف ہوا۔ انکی اولاد کی شادیون مین حارج ہوئے۔ مگر وہ اِس استقلال حوصلے اور ہمت کے آدمی تھے۔ کہ سب مصائب کو برداشت کرکے اپنے ارادون مین کامیاب رہے۔ راجہ کالی شنکر گھوشال۔ پرسنو کمار ٹھاکر۔ برندابن متر جو ڈاکٹر راجندر لال متر کے دادا تھے۔ دوارکا ناتھ ٹھاکر جو مہرشی دیویندر ناتھ کے والد تھے۔ اور گوپی ناتھ منشی ابتدا سے انکے رفیق بنے رہے۔ کئی لائق پنڈت بھی انکے ہم خیال تھے۔ اور امتداد زمانہ کے ساتھ نوجوانون کے پُرجوش دلون پر انکی تعلیم اثر کرتی گئی۔ اور وہ انکے ساتھی بنتے گئے۔ اہل فرنگ انکو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور حضور گورنر جنرل اور اعلیٰ حکام بعض مرتبہ مشورے کے لیئے بُلایا کرتے تھے۔ پادری اڈم کا حال ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ وہ کیونکر تثلیث چھوڑ کر موحد بن گئے۔ پادری صاحب نے ایک انجمن موحدین قایم کی تھی اور اپاسنا کے جلسون مین راجہ رام موہن رائے بھی معہ اپنے کچھ شاگردون کے شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک روز جلسے مین سے واپس آتے ہوئے ان کے دو شاگردون نے صلاح دی کہ اسی طرح ہم بھی اپنا اپاسنا مندر علیحدہ بنالین تو اچھا ہو۔ یہ صلاح راجہ کو بھی پسند آئی۔ چنانچہ معاونین کا ایک جلسہ کیا گیا اور کافی امداد زر کے وعدون پر سردست تو ایک مکان کرائے کا لیکر اپاسنا سبھا کھولی گئی۔ دو سال کے اندر چیت پور روڈ کے پاس موجودہ سماج مندر تعمیر ہوا اور ۱۱ ماگھ ۱۸۳۰ء کو اسکے افتتاح کی رسم عمل مین آئی۔ اسطرح برہم سماج کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا۔ جسکے اصول کی اشاعت خود اسکے لائق وفائق بانی ہی نے نہین کی۔ بلکہ کیشب چندر سین اور پرتاب چندر مظمدار جیسے فصیح البیانون نے امریکہ تک پہونچائی۔ ہم یہان راجہ رام موہن رائے کی مذہبی زندگی

سے بحث ختم کرتے ہین - اور ہمین اسپر ایک تنقیدی نظر بھی ڈالتے ہین -
عیسائیون اور سناتنی ہندون سے انکو جن باتون مین اختلاف تھا وہ ہم ہدیۂ ناظرین کر آئے ہین - سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج صرف ویدونکو الہامی کتب مانتے ہین اور دیگر مذاہب کی ٹری شد و مد سے تردید کرتے ہین انکے عقیدے مین خدا صانع ہے خالق نہین کیونکہ مادہ اور روح انادی اور غیر فانی ہین - راجہ رام موہن رائے نے خدا کو خلاق مانا ہو اور انکو کسی مذہب کی خوبیون کے اخذ کرنے مین ذرا بھی دریغ نہین ہو - انکی نظر مین جیسی ویدونکی عظمت ہو - اسی طرح قرآن اور انجیل کی بھی ہو - وہ ہر کتاب آدمی کی بنائی ہوئی سمجھتے ہین - مگر وہ آدمی جو صفاے قلب سے الہام کی لیاقت رکھتا ہو - قدیم سوفی اس بارے مین انکی ہمراے ہو - مگر انکی طرح انتخاب مذاہب سے کوئی نسخہ منتخب مرتب نہین کیا جا سکتا کیونکہ نسخہ منتخب مین تصنیف کا زور نہین ہوا کرتا - بلکہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کا ماخذ بدلائل و براہین ایک ثابت کرتی ہو - پھر ویدانت و تصوف کی طرح تھیوصوفی مین وجود کی وحدت ہو - اسمین عبد و معبود مین درحقیقت کوئی فرق نہین ہے - کیونکہ دونون کی اصل ایک سچدانند برہم ہے -

راجہ رام موہن رائے کے عقیدے مین خدا صفات سے متصف اور خلاق کائنات ہے - سوال یہ ہو کہ خلقت عدم سے ہو یا کائنات عین ذات باری تعالیٰ ہو - پہلے مسئلے مین نیست سے ہست ہونیکا اہم مرحلہ پیش آتا ہو - جسکو ہر کہ در مین شک آرد کافر گردد خیال کے خوش اعتقاد آدمی پڑے تسلیم کرین - مگر فلسفیانہ طبیعتون کے لیے ایک ناقابل گزار گھاٹی ہو - دوسرا مسئلہ کہ کائنات قدرت حق کا ظہور ہو اور سوال پیدا کرتا ہو - قدرت ذات حق سے کوئی علیحدہ شے ہو یا عین ذات حق ہے - اگر قدرت اور ذات حق دو بالکل جدا گانہ چیزین ہین - تو خلقت ایک ذات واحد سے نہین ہوئی - بلکہ اسمین اور کی بھی شرکت ہے - یہان شرک لازم آتا ہو - اور وحدت وجود باری کا مسئلہ قائم نہین رہتا - اگر ذات باری اور کائنات متحد ہین تو انکا باہمی علاقہ کیا ہو - وہی ویدانت کا ادھیا روپ یا کچھ اور - اس سوال کو سوامی شنکر آچاریہ نے گیتا کے تیرھوین ادھیاے مین مکمل طور پر اٹھایا ہے - اور ہر پہلو سے نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز بحث کی ہو -

ان دقیق سوالون کے علاوہ مادہ اور روح کی ماہیت - انکا باہمی اور خدا سے تعلق

ایشور کا سروپ۔ آواگون۔ لوک لوکانتر۔ اعلیٰ ارواح۔ مدارج ترقی روح۔ موکش کاسروپ اور بہت سے دلچسپ اور کارآمد سوال پیدا ہوتے ہین جنکو راجہ رام موہن رائے نے نہ اپنی تعلیم مذہب مین باقاعدہ اور مکمل طور پر اُٹھایا ہی۔ نہ شافی وکافی جواب دیا ہے۔ وہ بیشک ان سب سے باخبر تھے۔ ہندوستان مین مسلمان اور عیسائی ممالک کی طرح فلسفہ دشمن مذہب نہین شمار ہوتا بلکہ معین مذہب خیال کیا جاتا ہی۔ راجہ رام موہن رائے ویدانت کے پنڈت تھے۔ اور شاریک اور اپنشدون مین یہ سوال بار بار آتے ہین اور ان پر طویل بحثین ہین۔ اُنھون نے سب پڑھی تھین۔ اور ابتدا مین پادریون کے ساتھ ماہیت اشیا پر اُن کے مکالمے بھی ہوتے رہے۔ انکے انگریز دوست انکو ہندو فلاسفر کہا کرتے تھے۔ مگر مذاق طبائع مختلف ہوتا ہی۔ عمر بڑھنے کے ساتھ وہ گیان کے کوچے سے بھگتی مارگ کیطرف زیادہ متوجہ ہوتے گئے انکا ایک بنگالی دوست ان سے اسی قسم کے باریک سوال اکثر پوچھا کرتا تھا۔ اسکو وہ دہقانی فلاسفر کہا کرتے تھے۔ اِن سب باتون سے بدیہی ثبوت ملتا ہے کہ فلسفۂ مذہب کی باریک موشگافیون سے انکی طبیعت زیادہ مانوس نہ تھی۔ ان کے رد تثلیث اور اوتار کھنڈن سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہی۔ معمولی ہندو یا عیسائی ان دقیق مسائل فلسفہ کی توضیح نکر سکین تو اور بات ہی۔ مگر دونون کی بنا بہت مستحکم ہی۔ اور فلسفۂ ویدانت اور تصوف کی روشنی مین دونون روز روشن کی طرح صاف ہین مگر اوپر جو سوال اُٹھائے گئے ہین۔ ہزار مین سے ایک دو ہی آدمیونکی طبیعت مین اُٹھا کرتے ہین۔ ورنہ عام طبائع بھگتی مارگ کے دلچسپ رہگزر سے آگے نہین بڑھتین۔

راجہ رام موہن رائے کا مذہب عملی تھا۔ وہ بھگت تھے گیانی نہین۔ عاشق تھے عرفانی نہین۔ مروجہ عقائد اور انکے عملدرآمد مین اُنھون نے خوفناک برائیان دیکھی تھین۔ اِن کی اصلاح مین اُنھون نے کمر ہمت باندھی اور بہت کچھ کامیابی حاصل کی۔ انکا دل صدق عقیدت سچی محبت اور اندرونی جذبہ وجوش سے پُر تھا۔ ایسی طبائع کے لیے بھگتی سے بہتر اور کوئی راستہ نہین ہی۔ اُپاسنا اور پرارتھنا کرتے کرتے اکثر انکی آنکھون سے پریم جل بہنے لگتا تھا۔ وعظ مین جو تصاویر وہ کھینچتے تھے وہ اُنکی طبیعت مین محسوس ہوتی تھین اور ایسی پر زور تھین کہ سُننے والون کے دلون پر بھی وہی اثر پیدا کرتی تھین۔ اپنشد بیشک اُنھون نے پڑھے تھے مگر وہ اپاسنا کانڈ کے مرحلے سے آگے نہ بڑھے۔ وہ ساکار اپاسک نہ تھے بلکہ حضرت عیسیٰ

حضرت محمد۔ بابا نانک اور کبیر مہاراج کیطرح زناکار یا سک تھے۔ اہم برہم کی اعلیٰ معراج تک انکی رسائی نہ ہوئی۔ نہ اِس اونچے درجے کو پہونچے۔ جس پر شری کرشن مہاراج چڑھکر بولتے ہین۔

"غیر متغیر آبحیات۔ سرور مطلق۔ قدیم دھرم اور برہم کی پرتشٹھا مین ہی ہون"

مگر ہر مذہب سے جو منتخب اصول اُنھون نے لیے تھے وہ ایسے عالمگیر تھے۔ اور ہر مذہب کی کتابون اور بزرگان دین کو وہ اِس عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہ ہندو اُن کو ویدانتی۔ مسلمان صوفی اور نصاریٰ عیسائی خیال کرتے تھے حقیقت مین وہ تینون سے علیحدہ ایک صلح کل موحد میرزا غالب کے اِس شعر کے مصداق تھے۔

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہو ترک رسوم ملتین جب مٹ گئین اجزائے ایمان ہوگئین

اصلاح مذہبی کے ساتھ ساتھ راجہ رام موہن رائے اصلاح قومی مین بھی برابر ساعی رہے۔ اسمین ان کا سب سے نمایان کام رسم ستی کی انسداد کی کوشش ہے۔ یہ رسم ویدون اور منو و یاگنہ ولکیہ سمرتیو مین نہین پائی جاتی ہان پُرانو نمین کہین کہین حوالے آتے ہین۔ معلوم ہوتا ہو کہ پُرانون ہی کے زمانے مین رایج ہوئی۔ مسلمان جب ہندوستان مین آئے تو یہ رسم عام تھی مگر اُنھون نے جزو مذہب سمجھکر اسمین دست اندازی مناسب خیال نہین کی۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے مین صرف اتنی قید لگائی گئی تھی۔ کہ کوئی عورت زبردستی ستی نہ کیجائے۔ اپنی مرضی سے جلنا پسند کرے تو اُسکو اختیار رہی۔ بنگالے مین اسکا سب سے زیادہ زور تھا۔ کیونکہ یہان کثیر الازدواجی عام تھی۔ صرف کلکتے مین جو ابھی بہت بڑا شہر نہ تھا سال بھر مین تین اور چار سو کے درمیان مین عورتین ستی ہوجاتی تھین۔

جس زمانے کی تاریخ ہم لکھ رہے ہین اسمین عورتون کے ساتھ سخت بدسلوکیان ہوتی تھین۔ زندگی بھر کی ناقابل برداشت مصائب بیوگی بیچاری عورتونکی نگاہ مین ہوتی تھین۔ انکے خوف سے بعض خود جیتا جلجانا پسند کرتی تھین بعض خویش واقارب کی تحریص و ترغیب سے اور بعض جبر و تعدی سے ظالم مرد انکا ترکہ پانے اور گزارے کا خرچ نہ اُٹھانے کے لالچ سے جس طرح ہوسکتا تھا انکو خاوند کی لغش کے ساتھ جلادیتے تھے۔ عورتونکو چتا کی لکڑیونکے ساتھ رسی سے جکڑ دیتے تھے اور بانسون سے دبائے رکھتے تھے۔ کہ اُٹھ نہ سکین۔ اُدھر چتا مین دھڑ دھڑ آگ جلتی تھی۔ اُدھر زور زور سے باجے بجتے تھے۔ کہ مظلومونکی فریاد کسی کے

کان تک نہ پہونچے ۔ راجہ رام موہن رائے نے یہ سانحۂ جانکاہ اپنے بھائی جگن موہن کی مرگ پر دیکھا تھا ۔ اور اسی روز عہد کرلیا تھا کہ مین اس رسم مذموم کو مٹاکر چھوڑ ون گا ۔

اگرچہ اب بنگال پر انگریزون کا تسلط ہوچکا تھا ۔ مگر ابتدا مین اُنھون نے بھی اکبری حکمت عملی کی تقلید کی انکو اندیشہ تھا کہ نئے مفتوح ممالک مین رسوم مذہب مین دست اندازی کرنے سے شورش نہ برپا ہوجاے ۔ راجہ رام موہن رائے نے یکے بعد دیگرے تین کتابین رسم ستی پر لکھین اور بنگالے مین چھاپکر مفت تقسیم کین انگریزی مین انکا ترجمہ کرکے انگریزونکو دیا تاکہ ستی کو جزو مذہب سمجھنا انکی طبیعت سے دور ہو مگر انکی کوشش کتاب نویسی اور انگریزون سے ملنے اور گفتگو کرنے پر محدود نہ تھی ۔ بلکہ جہان کہین شرفا مین کسی کے ستی ہونے کی خبر سنتے تھے فوراً پہونچکر اُسکے مربیونکو سمجھاتے تھے اگرچہ نتیجہ بالعموم یہی ہوتا تھا کہ گالیان کھاکر واپس آتے تھے ۔ لارڈ ولزلی کے عہد مین کچھ سخت قیود ستی کے بارے مین نافذ ہوئین مگر انسداد ستی کا بل لارڈ ولیم بنٹنگ نے باجلاس کونسل ۴ ۔ دسمبر ۱۸۲۹ء کو پاس کیا ۔ انگریز بیشک اس رسم کو مذموم جانتے تھے اور اسکے دور کرنے کی فکر مین تھے ۔ مگر راجہ کی سعی بلیغ بھی اس بارے مین اہل ہند کیلیئے باعث فخر و ناز ہے ۔

پُرانے عقائد کے ہندوُون نے اُسوقت بھی سخت مخالفت کی ۔ بڑی بڑی سبھائین ہوئین اور محضرنامے پر ہزار آدمیونکے دستخط کراکے حضور ویسرائے کو اپیل کیا گیا ۔ مگر اُنھون نے نامنظور کیا ۔ مخالفون نے ہمت نہ ہاری بلکہ پارلیمنٹ مین اپیل کرنے کے لیے امادہ ہوے ۔ راجہ رام موہن رائے نے باوصف سخت مخالفت ایک سپاسنامہ تین سو آدمیون کا دستخطی حضور گورنر جنرل کی خدمت مین پیش کیا ۔ اور مخالفونکی سعی لاحاصل کو روکنے کیلیئے خود بھی ولایت کا عزم کیا ۔ تبت مین راجہ رام موہن رائے کی جان عورتون نے بچائی تھی ۔ اس لیے اُنھین فرقہ اناث کے ساتھ ایک خاص ہمدردی پیدا ہوگئی تھی ۔ وہ دل سے عورتون کی عزت و تعظیم کرتے تھے ۔ اور انکا حال زار دیکھکر بہت کڑھتے تھے ۔ اناث کے حق مین انکی سعی بلیغ ستی پر ہی محدود نہ رہی ۔ بلکہ کثیر الازدواجی ۔ دختر فروشی ۔ ترکہ آبائی تعلیم نسوان اور ازدواج بیوگان مین بھی وہ دلچسپی ظاہر کرتے رہے اور کوشش بلیغ کو کام مین لاتے رہے ۔ اگرچہ ازدواج بیوگان کو شاستر سے ثابت کرنے اور عملدرآمد کا فخر بعد مین ایشور چندر بدیا ساگر کو حاصل ہوا ۔ راجہ رام موہن رائے نے اپنی پُرزور تحریر مین اہل ملک کو یہ جتلایا ہے ۔ کہ ہر طرح

عورتین حقوق مین مردون کے مساوی ہین - اور انکو موجودہ ذلیل حالتین رکھنا سخت ظلم اور تعدی ہے -

اصلاح قومی مین انکے اور بھی کارہائے نمایان ہین - ہندؤن مین تفریق و قیود ذات سے جو خوفناک برائیان پیدا ہوئین وہ انکی نگاہ مین تھین - چار ذاتونکے چار سو کیا چار ہزار فرقے بن گئے تھے - اور ایک دوسرے سے اسطرح بے تعلق و علیحدہ کہ قومیت کا نام ونشان مفقود تھا - انھون نے مرتنجے کا جو ذاتون کی تفریق کا سخت مخالف ہو ترجمہ کر کے شائع کیا - اور عملی طور سے اہل ہند کو دکھایا - کہ قیود ذات مذہب کا کوئی حصہ نہین ہین - چنانچہ برہم مندر مین اپنا مین ذاتون اور مذہبون کا فرق اُٹھا دینا - برہمن اور شودر دونون کو یکسان شاستر کا اودھکار دینا - اور خود ولایت جانا - اس بات کے بدیہی ثبوت ہین -

اسی ضمن مین انکا ایک بڑا بھاری کام اشاعت تعلیم انگریزی ہے - اس زمانہ مین تعلیم انگریزی جاری نہ ہوئی تھی - کچھ نیچی ذاتون کے آدمی جنھین دو بھاشے کہتے تھے زبان انگریزی مین کچھ شدبد پیدا کر لیتے تھے - اور ملازمین کمپنی اور اہل ہند مین ذریعہ گفتگو تھے - مگر شرفا انگریزی نہین پڑھتے تھے - اور پڑھتے تھے تو پرائیویٹ طور پر - دربار کی زبان فارسی تھی - جسکو نہ حکام سمجھتے تھے نہ رعایا - راجہ رام موہن رائے کا خیال تھا - کہ زبان عدالت بجاے فارسی کے انگریزی بنا دیجاے تو زیادہ مناسب ہوگا - گورنمنٹ کو تعلیم رعایا کا خیال سنہ ۱۷۸۰ء مین پیدا ہوا اور وارن ہیسٹنگز اول گورنر جنرل ہند نے مسلمانون کے لیے کلکتہ مدرسے کی بنیاد ڈالی - چار برس بعد بنارس مین سنسکرت کالج قائم ہوا - تعلیم انگریزی کا سوال گورنمنٹ اسلیے نہین اُٹھاتی تھی - کہ اول تو اہل ہند کو خود اس غیر زبان سے تعصب تھا دوسرے انگریز خود دیسیونکو اپنی زبان سکھا کر اپنی برابر بنانا پسند نہین کرتے تھے - سنہ ۱۸۱۳ء مین جب سند کمپنی کی تجدید ہوئی تو اسمین) ایک لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم رعایا کیلیے بھی منظور کیا گیا - مگر دس سال آیندہ تک یہ روپیہ کام مین نہین آیا - کلکتے مین مقیم ہونے کے بعد ڈیوڈ ہیر ڈاکٹر ڈف اور اور معاونین تعلیم سے راجہ کی ملاقات ہوئی - اُنھون نے خود بھی ایک مدرسہ جاری کیا - ہندو کالج کلکتہ کے اجرا مین ساعی رہے - جو سنہ ۱۸۱۶ء مین کھولا گیا - اور ڈاکٹر ڈف کا مدرسہ بھی انھین کی کوشش بلیغ کا نتیجہ تھا - ان مین سے دونون موخر الذکر درسگاہین بعد مین بہت اچھے دار العلوم بن گئے اور انمین سے لائق لائق آدمی تعلیم پا کر نکلے -

سنہ ۱۸۲۳ء مین لارڈ امہرسٹ نے اُس تعلیمی رقم سے جو اتبک بیکار پڑی تھی ایک سنسکرت کالج قائم کرنا چاہا۔ راجہ نے اس موقع پر گورنر جنرل کو ایک زبردست اور مدلل چٹھی لکھی جسمین تعلیم انگریزی کی ضرورت نہایت معقول پیرائے مین ظاہر کی گئی ہی۔ وہ لکھتے ہین کہ سنسکرت کی درسگاہین ملک مین بکثرت موجود ہین۔ سرکار انھین اور فروغ دینا چاہتی ہو تو کچھ وظائف مقرر کردے۔ مگر سرکار کا بڑا بھاری فرض یورپ کے درخت علوم و فنون کو ہند مین نصب کرنا ہی۔ اور اہل ہند کو ریاضی۔ فلسفہ۔ طبیعات۔ کیمیا۔ تشریح الاجسام اور دیگر مفید علوم مغربی مین تعلیم دینا ہی۔ گورنمنٹ پر تو اس چٹھی کا اثر بہت نہوا۔ مگر دیگر معاونین التعلیم خاصکر مشنری جرگہ نے اسپر عملدرآمد شروع کردیا۔ راجہ رام موہن رائے کی دادخیزدرسی اس بات سے ملتی ہے۔ کہ بعد مین لارڈ میکالے نے جو نوٹ تعلیم انگریزی پر لکھا تھا۔ اور جسکی شہرت آجتک چلی آتی ہی۔ اسمین بھی اُنھین خیالات کا اظہار ہے۔

جسطرح وہ تعلیم انگریزی کی اشاعت مین ساعی رہے۔ اسی طرح بنگالی کی باقاعدہ تعلیم مین بھی اُن سے کوشش نمایان ظہور مین آئی ہی۔ اُردو کی طرح بنگالی مین بھی پہلے صرف نظم لکھی جاتی تھی۔ نثراور ادب مین کتابین نہ تھین ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ سنسکرت مذہبی کتابونکے ترجمے اُنھون نے بنگالی مین شائع کیے تھے۔ یہ نثر کی پہلی کتابین تھین۔ انکے علاوہ صرف و نحو۔ جغرافیہ اور ہیئت مین بھی اُنھون نے رسالے لکھے۔ انکے اخبار بنگلہ سمباد کومدی مین صرف مذہبی بحثین اور خبرین ہی نہوتی تھین۔ بلکہ علمی تاریخی قومی اور مُلکی مضامین بھی ہوتے تھے۔ ان کا بھجنونکا مجموعہ بھی زبان بنگلہ کے لیئے ہمیشہ سرمایۂ فخر و ناز رہیگا۔ انکے علاوہ اسکول بک سوسائٹی اور کلکتہ اسکول سوسائٹی کو بھی وہ برابر قلمی امداد دیتے رہے۔ غرض علم ادب مین ان سے ایسے کارہائے نمایان ظہور مین آئے ہین۔ کہ اگر انکا رجحان اور کسی طرف نہوتا۔ تو صرف یہی انکے بقائے نام اور شہرت دوام کا کافی و وافی ذریعہ تھا۔

مذہبی۔ قومی۔ اور علمی تہذیب و ترقی کے ساتھ ساتھ ہی اوائل عمر سے انکو ملکی معاملات سے بھی خاص مس تھا۔ وہ انگریزی قانون سے بھی بخوبی واقف تھے اور ہندو دھرم شاستر مین بھی مہارت کامل رکھتے تھے۔ تبت کے آئین و قوانین ملکی اُنھون نے دیکھے تھے اور انگریزی سلطنت سے جو فوائد عظیم ہندوستان کیلیئے مترقبہ تھے وہ انکے ذہن مین تھے۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب مین لکھتے ہین۔ کہ ہندوستان اب ایک ایسی قوم کے ماتحت ہے جو آپ ہی

سول اور پالٹیکل آزادی سے بہرہ ور نہین ہوئی ہی - بلکہ جو اقوام اسکے اقتدار مین آتی جاتی ہین انمین آزادی خیالات تمدن اور علمی اور دینی معاملات مین بے روک تحقیقات کو وسعت دیتی جاتی ہے - وہ خود دو اخبارون کے اڈیٹر تھے - آزادی پر جان قربان کرتے تھے - چنانچہ جب ۱۸۲۳ء مین ملکی وجوہات سے گورنمنٹ نے آزادی اخبارات مین دست اندازی کی تو انھون نے سپریم کورٹ کلکتہ اور شاہ انگلستان سے پر زور اپیل کئے - اور اس بارے مین انکی پُرزور تحریر اب بھی پڑھنے کے لائق ہے - ہسپانیہ مین جب اول اول پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انکو اتنی خوشی ہوئی تھی کہ آپنے کلکتے مین ایک پُرتکلف دعوت دی - اسیطرح انگلستان مین حقوق رومن کیتھولک کی تسلیم کیئے جانے اور ریفارم بل کے پاس ہونے پر اُنکو دلی مسرت ہوئی تھی - ہندوستان مین اُنکے پولٹیکل کام آزادی مطابع آزادی تجارت - قانون وراثت ہنود اور بندوبست دوامی بنگال مین اراضی بے لگان کے ثبوت وجوب ملکیت کے متعلق تھے - اور موخرالذکر دونون قوانین کے خلاف اپیل مین وہ اہل ملک کے سرگروہ اور سربراہ تھے -

۱۸۳۰ء مین اُنھون نے ولایت جانے کا عزم کیا - اگرچہ ارادہ پہلے سے تھا - مگر جو سرمایہ اُنھون نے ملازمت سرکاری کے ایام مین جمع کیا تھا - وہ رفاہ عام کے کامون - کتابونکی اشاعت اور عدالت کے مقدمونمین بہت کچھ صرف ہو چکا تھا - مسبب الاسباب حقیقی نے ایک اور سبب پیدا کر دیا - اکبر ثانی شاہ دہلی کو برائے اضافہ وظیفہ خود ایک وکیل ولایت بھیجنا تھا - بادشاہ انکے خرچ کے کفیل ہوئے - اور تنخواہ پر خطاب راجائی ایزاد کرکے اِن کو ولایت روانہ کیا - دو اور بھی بواعث تھے جن سے انکا انگلستان کا سفر اور بھی ضروری تھا - ایک انمین سے قانون انسداد ستی کے خلاف جو اپیل انکے مخالفون نے کیا تھا اُسکا روکنا تھا اور دوسرا یہ تھا کہ ۱۸۳۳ء مین کمپنی کی تجدید سند درپیش تھی - اور ایک کمیٹی پارلیمنٹ برائے تحقیقات امور متعلقہ حکومت ہندوستان مقرر ہوئی تھی - اسمین انکی شہادت فلاح ہند کیلئے ازبس درکار تھی -

چونکہ راجہ رام موہن رائے پہلے ہندو تھے جنھون نے جہاز پر قدم رکھا اور ایک روز پیشتر جوق جوق آدمی اُنھین دیکھنے آئے - چار مہینے کا بحری سفر طے کرکے وہ ۱۰-۱۰۵ اپریل ۱۸۳۱ء کو لورپول پہونچے - یہان انکی کئی انگریزون سے ملاقاتین ہوئین جنمین ولیم راسکو مشہور ومعروف مورخ کی ملاقات قابل ذکر ہے - لورپول سے منچیسٹر کے کارخانے دیکھتے ہوئے وہ لندن مین آئے -

انگلستان مین انکی شہرت انکے جانے سے پہلے ہو چکی تھی - جو رسالے اُنھون نے تثلیث اور الوہیت مسیح کی تردید مین لکھے تھے وہ کئی بار امریکہ اور انگلینڈ مین شائع ہو چکے تھے - اسلیئے موحد عیسائیون کی طرف سے انکی تکریم و تعظیم مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہوا - بڑے بڑے شاندار جلسے کیئے گئے اور عمائد اور معززین مُلک سے ملاقاتین ہوئین - ریجنٹ اسٹریٹ مین شاہ دہلی کے وکیل کی حیثیت مین ایک مکان مین انکا دربار لگتا تھا - اور مکان کے قریب ہر وقت ملاقاتیون کی گاڑیون کا تانتا لگا رہتا تھا - لندن کی اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی مین لوگ چاہت سے انکو مدعو کرتے تھے - اور جو ان سے ملکر جاتا تھا - انکے حُسن اخلاق اعلیٰ لیاقت اور وسعت معلومات کا مدت العمر کیلیئے مداح بن جاتا تھا - انکی یہ قدر و منزلت پرائیویٹ لوگون ہی مین نہ تھی بلکہ شاہ انگلینڈ کی تاجپوشی اور افتتاح پل لندن کے موقعون پر ان کو سفیر دول خارجہ کے زمرے مین نہایت اعزاز سے بلایا گیا تھا -

جو اغراض انھین ولایت کھینچکر لیگئی تھین انمین سے وہ بہت آسانی کے ساتھ پوری ہوئین قانون ستی کے خلاف اپیل پریوی کونسل نے نامنظور کیا اور شاہ دہلی کے وظیفے مین تین لاکھ روپیہ سالانہ کا اضافہ بلا زیادہ تک و دو کے منظور ہو گیا - حکومت ہند کے متعلق کمیٹی پارلیمنٹ نے بہت لوگونکی شہادت لی - مگر راجہ کی شہادت مین ممبران پارلیمنٹ بہت شوق ظاہر کرتے تھے - اور وہ اکثر صلاح مشورے کیلیئے ایوان وکلا و امرا مین بلائے جاتے تھے - جو سوال اِن سے پوچھے گئے اور جو جواب اُنھون نے دیئے وہ بعد مین کتاب کی صورت مین شائع ہوئے " عدالتونکی اصلاح - مُلکی عدالتون کا اختیار سماعت مقدمات اہل فرنگ پر اہل فرنگ کا ہندوستان مین آباد ہونا جیوری کا طریقہ - اکزیکیوٹو اور جوڈیشل کامونکی علیحدگی قوانین کی مجموعونکی صورت مین ترتیب دینا - وضع قوانین مین باشندگان ہند کی رائے لینا - دیسی ملیشیا فوج کا قایم کرنا - دیسیونکو اعلیٰ عہدے دینا اور کثرت سے نوکر رکھنا - ملازمان سول کی عمر و تعداد - حالت زمینداران کی اصلاح - اور بندوبست استمراری برائے کل مُلک " سب مضامین پر ہر پہلو کو لیکر اُنھون نے مدلل اور پرزور بحث کی ہے اس مختصر مضمون مین اِن مضامین پر اُنکے باوقعت خیالات کا خلاصہ دینا ممکن نہین - مگر اتنا ضرور کہنا ہے کہ انکے پولٹیکل پروگرام مین ابتک نیشنل کانگرس کے اُنیس جلاسون نے کچھ زیادہ اضافہ نہین کیا ہے - انکی باریک بینی - جزورسی اور وسیع معلومات حیرت انگیز ہین -

حق یہ ہو کہ ان کے پائے کا مدبر مملکت اور ماہر تدابیر سلطنت ہندوستان مین ابتک پیدا نہین ہوا۔

یہ قرین قیاس نہ تھا۔ کہ انکی تدابیر پر کلاً وجزاً فوراً عمل ہونے لگے۔ مگر ہندوستان کو ایک ایسی گورنمنٹ کی ماتحتی کا فخر حاصل ہو۔ جسکا انصاف۔ آزادی پسندی اور رعیت پروری ضرب المثل ہو۔ کچھ تدابیر پر اسیوقت عمل ہوگیا بعض پر ابتک نہین ہوا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ وسعت تعلیم کے ساتھ ہر بات قابل عمل ثابت ہوتی جاتی ہے۔ اور ہر صیغے مین بتدریج بہت کچھ ہوگیا ہو اور ہو جائیگا اب بھی بہت سے بیدار مغز اسی دُھن مین لگے ہوئے ہین۔

جیسی مصروفیت راجہ کو ہندوستان مین رہتی تھی وہی انگلستان مین بھی رہی۔ انکا ارادہ دیگر ممالک یورپ کی سیر کا تھا۔ مگر سر مارچ ۱۸۳۲ء مین پارلیمنٹ کی برخاستگی پر ان کو فرصت ملی اور وہ فرانس گئے۔ یہان بھی انگلستان کیطرح انکی تعظیم وتکریم بہت کیگئی شاہ فرانس نے کئی بار انکو اپنے ساتھ بٹھاکر کھانا کھلایا فرانس کی ایشیاٹک سوسائٹی نے اپنے آنریری ممبر بناکر انکو عزت بخشی اور عمائد اور فضلا کے جلسو نمین انکی بڑی توقیر ہوتی رہی۔ واپسی پر پارلیمنٹ مین وہ مسودۂ قانون پیش تھا جسکی رو سے گورنمنٹ انگلستان نے کمپنی بہادر سے ہندوستان کی زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔ راجہ کو امید کامل تھی کہ اس تبدیلی سے ہندوستان کو کچھ صورت بہتری نظر آئیگی۔ آٹھ مہینے تک پھر وہی مصروفیت رہی ۱۶ اگست ۱۸۳۳ء کو یہ بل پاس ہوگیا۔

باشندگان برسٹل کئی مرتبہ ان کو مدعو کر چکے تھے۔ چنانچہ اوائل ماہ ستمبر مین اُنھون نے اُدھر کا ارادہ کیا اسکی ایک وجہ تو یہ تھی۔ کہ ڈاکٹر کارپنٹر اور مس میری کارپنٹر جس خداترس عورت نے بعد مین اپنے فلاح کے کامو نمین اسقدر نام پیدا کیا۔ انکو اپنا مہمان بنانے کے عرصے سے خواہشمند تھے اور راجہ اِن سے وعدہ کر چکے تھے۔ کہ بل کے پاس ہونے پر ضرور برسٹل جائین گے۔ دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ لگاتار محنت شاقہ کے بعد وہ آرام کیا چاہتے تھے۔ مگر کس کو معلوم تھا کہ اب انکے آخری آرام کا وقت قریب ہے۔ کیونکہ جس کام کے لیے وہ دنیا مین آئے تھے۔ وہ بخوبی تمام سرانجام پا چکا تھا۔ یہان ڈاکٹر اور مس میری کارپنٹر ڈاکٹر جان فاسٹر جو ایک مشہور ومعروف صاحب تصنیف پادری تھے اور بہت سے لوگون سے ملاقاتین ہوئین اِن سے ملنے کے لیے جلسے ہوئے۔ ۶ ستمبر ۱۸۳۳ء

کے جلسے مین راجہ تین گھنٹے تک کھڑے تقریر کرتے رہے۔ احباب چارون طرف سے انھین گھیرے کھڑے تھے۔ اور ہندوستان کے مذہب و اخلاق۔ طرز معاشرت و حکومت وغیرہ وغیرہ پر سوال کرتے تھے۔ جس کا جواب وہ بہت مستحسن طرز پر دیتے تھے۔ ہر شخص ان کے طرز تکلم جامع واقفیت اعلیٰ فضیلت اور حسن اخلاق کا گرویدہ ہو گیا۔

دوسرے روز انکو تکان زیادہ محسوس ہوئی اور ۱۹ ستمبر کو بخار آ گیا۔ جو روز بروز بڑھتا گیا۔ بخار کے ساتھ ورم دماغ لاحق ہوا جو دماغی تکان کا نتیجہ تھا۔ انکے دوست اور معتقدین خاصکر میری کارپنٹر اور ڈیوڈ ھیر کے رشتہ دار سب انکے پاس تھے۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۳۳ء کو رات کے ڈھائی بجے پوتر اونکار کا اچارن کرتے ہوے وہ پرم دھام کو سدھارے۔ ان کی وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین مین عیسائی رسوم نہین برتی گئین۔ بلکہ تابوت کو ایک علیحدہ چھوٹے سے قطعہ اراضی مین مدفون کیا گیا۔ دس سال بعد ان کے دوست دوارکا ناتھ ٹھاکر جب انگلستان گئے۔ تو اُنھون نے وہان سے تابوت اُٹھوا کر آرنوز ویل کے خوشنا قبرستان مین دفن کرا دیا۔ اور اُسپر مشرقی وضع کی ایک چھوٹی مگر خوبصورت سمادھ بنوا دی۔ انگلستان مین جن جن لوگون کو ان سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ سبنے بڑا اظہار رنج کیا اور عرصے تک یورپ اور امریکہ کے اخبار ونمین انکے متعلق مضامین نکلتے رہے۔

اسطرح اس برگزیدہ اور مفید مُلک و قوم زندگی کا خاتمہ ہوا۔ مگر پیشتر اسکے کہ ہم اس مضمون کو ختم کرین۔ راجہ کے متعلق کچھ اور باتین بھی ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔ راجہ رام موہن رائے کا قد پورا چھ فٹ تھا۔ سر بڑا۔ بدن توانا اور جسیم اور رنگ کچھ زردی لیے۔ وہ ایک وجیہ آدمی تھے اور شکل و شباہت سے ریاست اور نادرت ٹپکتی تھی۔ آنکھون سے جلال اور رعب برستا تھا۔ مگر جب اپنا سا کرتے تھے یا اخلاق و مذہب پر گفتگو کرتے تھے تو انھین سے نرمی۔ رحملی اور اندرونی مہربانی ایک عجیب انداز سے مترشح ہوتی تھی۔ انکو دیکھکر ہر شخص کو خیال ہوتا تھا کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہین ہین۔ چپکن اور پگڑی پہنتے تھے۔ خوراک کا یہ حال تھا کہ پچاس پچاس آم بارہ بارہ سیر دودھ۔ ایک ایک سمو چے بکرے کا گوشت۔ نارجیو مکا گچھے کا گچھا ایک ایک دن مین ہضم کر جاتے تھے۔ جب انکے خلاف مخالفت زور پر تھی تو احباب کو خوف ہوا کہ اعدا کہین دست درازی نہ کرین۔ وہ ہنسنے لگے۔ کہ یہ بنگالی ہمکو مارین گے۔ ہمکو مارینگے۔ یہ کھاتے کیا ہین۔

قاعدہ ہو کہ نفس صحیح جسم صحیح مین رہتا ہو - اُنھون نے بلا کا حافظہ پایا تھا جس بات کو ایک مرتبہ دیکھ لیتے تھے پھر نہین بھولتے تھے - چنانچہ پارلیمنٹ مین انکی مشہور و معروف شہادت اِس عجیب حافظے کی یادداشت تھی - وہ ایک درجن سے زیادہ زبانین جانتے تھے - اور سب مین مہارت کامل رکھتے تھے - اُردو فارسی اور عربی مین وہ مولوی رام موہن رائے کہلائے تھے - سنسکرت مین چندر شیکھر جیسا لائق آدمی لکھتا ہو کہ مین نے ویدا اور ویدانت مین انکی لیاقت کا پنڈت کم دیکھا ہو - انگریزی مین جریمی بنتھم مشہور فلسفی نے ایک چٹھی مین انکو لکھا تھا کہ اگر آپکی کتاب پر آپ کا نام نہ ہوتا تو مین اسکو کسی انگریزہی کی تصنیف سمجھتا - انکی جزرسی باریک بینی اور دوراندیشی مشہور عام تھی لوگ قانون اور معاملات زمین مین ان سے صلاح لینے آیا کرتے تھے - انکے قوت تحلیل و ترکیب نہایت اعلیٰ درجے کی تھی جس مضمون کو اُٹھاتے تھے اسکا کوئی پہلو پس انداز ہونے پاتا تھا - مباحثے کے بادشاہ تھے جس خوبصورتی سے اعتراض اُٹھاتے تھے یا سوال کا جواب دیکر معترض کو قائل کرتے تھے وہ بہت کم آدمیون مین دیکھنے مین آیا ہو - انکے قواے عقلیہ جامع اور ہمہ گیر تھے - چنانچہ جو پولٹیکل پروگرام اُنھون نے سوچا تھا - آج تقریبًا ایک صدی گذرنے پر بھی نیشنل کانگرس نے اسمین کچھ زیادہ اضافہ نہین کیا ہو - اصلاح قومی مین جو امور انکے ذہن مین تھے سوشیل کانفرسون نے انمین کچھ زیادہ نہین بڑھایا ہو تعلیم - مذہب - لٹریچر ہر چیز مین انکا پایا بہت ہی اعلیٰ تھا - جو تبحر انکو ہر کوچے مین حاصل تھا - ایک مضمون مین بھی کسی کو ہو تو اسکی شہرت عام اور بقاے دوام کے لیے کافی ہو - ایسی جامع کمالات طبیعتونکی نظیرین ہندوستان مین کیا دُنیا کی تاریخ مین بہت کم ملتی ہین - وہ اپنے زمانے سے سو نہین دو سو برس آگے تھے -

وہ اپنے دُھن کے پکے اور ارادے کے پورے تھے - کیسی ہی رُکاوٹین اور دقتین کیون نہ واقع ہون - ہر کام کو اُٹھا کر پورا ہی کر کے چھوڑتے تھے - انکی اخلاقی جرأت ضرب المثل چلی آتی ہو - انکا دل زبان اور عمل یکسان تھا - جو دلمین محسوس کرتے تھے زبان سے کہتے تھے اور عمل مین کر دکھاتے تھے - اسی قوت ارادی کا زور تھا کہ انکی زندگی تواتر و توالی ایسے کارہائے نمایان کا سلسلہ تھی - وہ خوف کا نام نہ جانتے تھے - ہر کام دلیرانہ اور دلیرانہ کرتے تھے - سخت مخالفت انکے لیے تحریک کا باعث ہوتی تھی - نہ رُکاوٹ کا -

ان کمالات پر مزاج بہت سادہ اور تکلف و تصنع سے خالی پایا تھا - عورتونکی تہ دل سے

تکریم کرتے تھے۔ آپ بیٹھے ہوتے تو کسی عورت کا کھڑے ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ بچون پر عاشق تھے۔ گھر مین ایک گہوارہ آویزان تھا محلے کے لڑکے آکر کھیلا کرتے تھے۔ آپ اُنھین جھلاتے اور پھر آپ گہوارے مین بیٹھتے کہ اب میری باری ہے تم مجھے جھلاؤ۔ نوکرون اور مزارعون سے انکا سلوک اِس ہمدردی کے ساتھ تھا کہ وہ ان پر فدا تھے۔ شاگردون سے بھائی کے نام سے خطاب کیا کرتے تھے۔ وہ اپنی ذات پر تکلیف گوارا کرتے تھے مگر حتی الامکان اپنے باعث سے اورونکو تکلیف دینی پسند نہین کرتے۔ رفیق القلب بہت تھے۔ چنانچہ انکی ساری کمائی خیرات کے کامون مین صرف ہوئی۔ انکی مہربان مزاجی۔ رحمدلی اور اندرونی جوش کا اندازہ انکی آنکھون سے ہوتا تھا جن مین بسا اوقات پریم جل بھرا نظر آتا تھا۔ وہ جب کبھی کوئی چبھتی بات سنتے تھے۔ بے اختیار دوڑکر کہنے والے سے بغلگیر ہوجاتے تھے۔

اے راجہ رام موہن رائے ہندوستان تمھین بھولا نہین ہے۔ ۲۷ ستمبر کو تمھاری یادگار مین مُلک کے ہر حصے مین جلسے ہوتے ہین۔ اور ہندوستان تمکو بھول کیونکر سکتا ہے۔ مادرِ ہند کے کسی خلف رشید نے اسکی تمھاری طرح خدمات کی ہین۔ ہم تمکو فخر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور نمسکار کرتے ہین۔ تمھاری بے نظیر زندگی ہندوستان کیا تمام دُنیا کے لیئے ایک قابل تقلید نظیر ہے۔

ہندوستانی زبان اور علم ادب کا مستقبل

(تتمہ مضمون سابق)

ہمارے زندہ مصنفین کے اشہبِ قلم کی جولانی کچھ نظم تک ہی محدود نہین ہے بلکہ اب نثر کی ترقی کے زمانے کا آغاز ہے۔ ہر زمانے مین۔ ہر ملک مین اور ہر زبان مین اس قسم کی مثالین موجود ہین کہ علم ادب کی ابتدائی حالت مین نظم ترقی کرتی ہے اور نثر کی نوبت نظم کے بعد آتی ہے۔ اور جون جون زبان اور اُسکے علوم بڑھتے جاتے ہین نثر نظم کی جگہ لیتی جاتی ہے۔ یہی کیفیت ہندوستان مین ہوئی ہے۔ نظم نے رفتہ رفتہ مقفٰی نثر کی صورت اختیار کی اور مقفٰی نثر کچھ عرصے کے بعد سادہ نثر مین مبدل ہوگئی۔ اور اب انگریزی کتب ادب کا اثر یہ ہو رہا ہے کہ سادہ نثر مین صفائی۔ اختصار اور زور آتا جاتا ہے۔ نثر مین جدید طرز انشا کی ایجاد کا سہرا غالب کے سر ہے۔ جو غدر کے بعد تک دلی مین موجود تھا۔ اس طرز انشا کا مقصد یہ تھا کہ تحریر مین دل سے باتین کرے۔ بغیر اسکے کہ پُرانے لکھنے والون کی طرح تصنع سے کام لیا جائے۔ اور اُنکے تصنع کی وجہ یہ تھی کہ وہ دراصل نظم کے سامنے نثر کو حقیر سمجھتے تھے اور جب مجبوراً لکھتے تھے تو یہ چاہتے تھے کہ نظم کے قریب قریب ہو جائے۔ غالب کے بعد غالب کی نثر کی تقلید کرنے والے بہت ہوے ہین۔ اُسنے اپنے خطوط مین جو اب کتاب کی صورت مین جمع کیے گئے ہین ایسی عبارت لکھی ہے۔ جو مدتون تک اردو کے انشا پردازون کو نمونے کا کام دیگی۔ آج کل بعض ایسے مصنف موجود ہین جنکی نثر مین شاعری کا لطف ہے۔ مگر اُنکی شاعری خیالات کی بلندی اور الفاظ کی نو ودی ہے

پیدا ہوتی ہے نہ کہ مقفیٰ مسجع عبارت سے جسمین سوائے تصنع کے کچھ نہین ہوتا۔

غالب مرحوم نے جو احسانات نثر پر کیے۔ اُنکو سر سید احمد خان مرحوم نے جاری رکھا۔ گو سر سید کی تعلیمی خدمات اور اصلاح رسوم کی مساعی نے اُنکے باقی کارنامونکو چھپا دیا ہے مگر اُن کارنامون مین ملک کے علم ادب کی ترقی ایک بڑا کارنامہ ہی مولانا حالی کو جواب نامور استاد فن ہین۔ پہلے سر سید نے ڈھونڈ کر نکالا حال مین جناب مولانا کی رباعیات اہل انگلستان کے روبرو ایک عمدہ انگریزی ترجمے کے ذریعے سے پیش کی گئی ہین۔ اور مترجم مسٹر وارڈ صاحب۔ ایم اے۔ پنشن یافتہ سویلین ہین۔ جو ہندوستانی کے مطالعہ مین مدت سے سرگرم ہین۔ سر سید کی کشش نے ایک گروہ مصنفین کا اُسکے گرد جمع کر دیا تھا۔ اور اُس گروہ مین اس زمانے کے سرکردہ اہل قلم شامل تھے۔ جو اُس آفتاب علم کے گرد ستارون کیطرح چمکے۔ مولانا نذیر احمد صاحب اہل ادب کی کے پائے کے لوگ اُسکے ہم عنان تھے۔ مولانا کی ایک نہایت دلنشین اور طبعزاد کتاب مرآت العروس حال مین انگریزی مین ترجمہ ہو گئی ہے اور اور اُس ترجمے کے لیے بھی ہم مسٹر وارڈ صاحب کے ہی ممنون ہین۔ مرآت العروس مین اُس زندگی کی جو پس پردہ بسر ہوتی رہتی ہے تصویر اُتاری گئی ہے اور جو لوگ ہندوستانی گھرون کے اعلےٰ طبقے کی مستورات کی زیست کی بابت معلومات حاصل کرنا چاہین وہ مولوی نذیر احمد صاحب کے مہیا کردہ آئینے مین ایک نوجوان پردہ نشین کی طرزِ زیست کا نقشہ دیکھ سکتے ہین۔ اودھ کے گھرون کی تصویر دیکھنی ہو تو پنڈت رتن ناتھ سرشار لکھنوی کی قابل تعریف اور ضخیم تصانیف سے بہتر اور کہین نظر نہین آسکتی۔ بلکہ اور مصنف اس بارے مین سرشار کے برابر بھی نہین پہنچ سکتے اور وہ ایسا مصنف ہوا ہے۔ جسکا پائدار احسان ہماری نثر پر رہیگا۔ لکھنؤ کا ایک اور بڑا اہل قلم شرر بھی اسی ضمن مین قابل ذکر ہے۔ جسکو بحیثیت ناول نگار کے قبول عام حاصل ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب آزاد دہلوی کے قلم جادو رقم سے چند ایسی کتابین نکلی ہین جو مستقل قدر کے قابل اور ساری قوم کے مذاق کے موافق ہین۔ انکی بنیاد ہندوستان کے تاریخی واقعات پر ہے۔ اور اُنکی طرز انشا ایسی سادہ اور دلفریب ہے کہ آج تک اُنکا جواب نہین ہوا۔ مولانا حالی مولانا شبلی

اور مولوی محمد ذکا اللہ صاحب کے اسماے گرامی بھی کبھی فراموش نہین ہو سکتے۔ کیونکہ انکی بدولت ہمارے علم ادب کی ایک بڑی کمی پوری ہوئی ہے۔ اور ہمارے ہان تاریخ و سیر کی کتابین ملنے لگی ہین۔ اور ایسی کتابون کا اردو مین مہیا ہونا اس لٹریچر کو دوسرے علوم ادب کے ہمرتبہ بنانے کے لیے ضروری تھا۔

مین نے صرف اُن حضرات کے نام لیے ہین جو نثر لکھنے والون کے درجۂ اول مین ہین۔ اگر مین اُن اصحاب کے نام گنوانے لگون۔ جو انکے بعد آتے ہین تو آپ تھک جائینگے اور انکی تصانیف کی فہرست اور بھی طوالت کا باعث ہوگی۔ گروہ اصحاب بھی علمی حلقون مین شہرت پیدا کر چکے ہین اور عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہین۔ جو جو کرسی خالی ہوتی جائیگی۔ اُسکے مستحق اُن مین موجود ہین۔ جسقدر مین بیان کر چکا ہون۔ وہ کم از کم اس بات کے اندازہ کرنے کے لیے کافی ہے کہ ہندوستانی نثر کے مستقبل کی نسبت امیدین باندھنا بے وجہ معقول نہین اور اسکی موجودہ حالت خصوصًا بدین خیال کہ ابھی ابتدائی درجہ ہے بہت اچھی ہے۔ جب اپنے شباب کو پہونچے گی اور جب یہ درخت پھلے پھولے گا۔ اُسوقت اُنکے لیے جنھون نے اسکو لگایا اور اُنکے لیے جنھون نے اسے پالا اور اسکی حفاظت کی مایۂ ناز ہوگا۔

علم ادب کا ایک اور حصہ جو ہماری توجہ کو کھینچتا ہے۔ اخبار نویسی ہے۔ اورگو ہماری اخبار نویسی مین ابھی بہت کچھ ترقی کی ضرورت ہے۔ تاہم یہ ایک امر واقعی ہے جو آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے کہ ہندوستانی اخبار نویسی ترقی کر رہی ہے یہ سوال کہ بالا وسط دیسی زبان کے اخبارون کی معلوماتِ عامہ کا معیار ہندوستان مین کیسا ہے اور سیاسی معاملات پر انکی نکتہ چینی کہانتک قابل لحاظ ہے۔ ایسے سوال ہین کہ انکے لیے ایک علحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ اس مضمون کے متعلق جس بحث سے ہمین سروکار ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے رسالون اور اخبارون کی تحریرات کی علمی یا ادبیانہ خوبیان کیسی ہین اور اسکا جواب یہ ہے کہ اس صیغے مین نمایان اصلاح کی علامات موجود ہین۔ خصوصًا ماہوار رسالون مین۔ جنمین سے بعض تو ایسا کام کر رہے ہین جسکا اثر دیر تک رہیگا اور جس سے عام دیسی اخبارات پر مفید اور صحت بخش اثر پڑ رہا ہے۔ ہماری دیسی زبانون کے

اخبارات بالعموم ہفتہ وار ہین اور اُن مین سے بعض اب خصوصیت انداز سیکھتے جاتے ہین۔ اور خاص امور پر بحث کرنے کے لیے وقف ہو جانا یا کسی خاص طبقے یا فرقے کی آواز بن جانا اب انھین آچلا ہے۔ قوم کی منتشر قوتون کے جمع کرنے مین ان مین سے کئی نہایت عمدہ خدمت کر رہے ہین۔ اب اگر کوئی خاص مقصد کسی کے پیش نظر ہو تو وہ جان سکتا ہے کہ اسکے لیے کون سے اخبار سے مدد ملے گی۔ مثلاً اب عورتون کے اور بچون کے لیے رسالے موجود ہین۔ زراعت اور کاشتکاری پر خصوصیت سے بحث کرنے والے اخبار ہین۔ تجارت اور صنعت کا تذکرہ بعض کی خصوصیت ہے۔ تالیف و اشاعت کے اخبار ہین اور اُنکے سوا وہ اخبارات ہین جو عام ناظرین کے مذاق کے موافق ہر طرح کی خبرین جمع کر کے اُنکے آگے چن دیتے ہین۔ اصلاح تمدن کے لیے جدا پرچے ہین اور تعلیم کے لیے جُدا۔ اور بعض رسالے ایسے بھی ہین جو سیاسی یا اقتصادی معاملات پر لوگون کے فائدے کے لیے معلومات بہم پہونچاتے رہتے ہین۔ یہ سب ایسی چیزین ہین کہ آج سے بیس برس پہلے کسی کے خیال مین بھی نہین آتی تھین۔ بلکہ دس برس پہلے تک انکا وجود برائے نام تھا۔ یہ سب گذشتہ چند سالون کی کارگزاری ہے۔ اور ایسی اشاعتون کی تعداد روز افزون ہے۔ مگر اس سے زیادہ کام کی بات یہ ہے کہ یہ سب اخبار اور رسالے اپنی اپنی جگہ ملک مین پیدا کرتے جاتے ہین۔ اگرچہ ہندوستان کے رسالون اور اخبارات کو وہ مستحکم مالی بنیاد جسپر انگلستان کا پریس کھڑا ہے نصیب نہین اور مالی امداد کے غیر کافی ہونے کے شکایات وہان اکثر سننے مین آتی ہین۔ تاہم اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ آج کل اخبارات کے ناظرین پہلے سے بہت زیادہ ہین اور انکی مالی حالت بھی بہ نسبت سابق بہتر ہے اور یہ باوجود اس امر کے کہ اخبارات کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور اُنمین مقابلہ اور جد وجہد بہت تیز ہے۔ روزانہ اخبار ابھی ہندوستانی زبان مین بہت نہین ہین۔ مگر چند جو ہین بحیثیت مجموعی بہت قابلیت سے چلائے جاتے ہین ور اُنکو دیکھتے ہوے اخبار نویسی کے لیے ایک شاندار مستقبل کی امید پیدا ہوتی ہے۔

گو زبانین اور اُنکے علوم ادبیہ قدرتی طور پر نمو پاتے ہین اور مصنوعی محرکات اُنکی ترقی کے لیے کچھ مفید نہین ثابت ہوتے۔ تاہم یہ ظاہر ہے کہ انکا نمو جب ایک دفعہ

شروع ہو جائے تو بڑے بڑے علم دوست لوگون کی مجموعی کوشش اسکی رفتار کو بڑھا سکتی ہی اور باقاعدہ بنا سکتی ہے۔ اور یہ دیکھکر خوش ہوتی ہے کہ انجمن ترقی اردو اور ناگری پرچارنی سبھا کے قائم ہونے سے ایسی کوشش کی بنیاد پڑ گئی ہے۔ انجمن مذکور اس زبان کی وہ کتابین بڑھانے کی فکر مین ہے جو فارسی حروف مین لکھی جاتی ہین اور سبھا اُن کتابون کو بڑھا رہی ہے جو سنسکرت حروف مین ہون۔ مغربی علمی کتابون کے ترجمون مین سہولت کے واسطے اصطلاحی الفاظ کی ایک جامع اور بسیط لغت کی ضرورت ہے۔ اسکے مہیا کرنے مین اپنی اپنی جگہ دونو ساعی ہین۔ ہم دونون کو مرحبا کہتے ہین۔ کیونکہ دونون کی کوششون کا مقصود واحد ہے۔ یعنی ہندوستان کی زبان کے علمی ذخائر کی ترقی۔ زبان تو فی الاصل وہی زبان رہتی ہے۔ چاہے اسے کسی حروف مین لکھو۔ مثلاً ہندوستانی رومن حروف مین لکھی جا کر ہندوستانی رہتی ہے۔ اسکی ماہیت تو بدل نہین جاتی۔ اسی طرح اگر سنسکرت حروف مین لکھدو تو کیا زبان کہین بھاگ جائیگی۔ مین یہانتک کہونگا کہ ایک صورت مین چند عربی فارسی الفاظ کے اضافے اور دوسری صورت مین چند سنسکرت الفاظ کی زیادتی سے کوئی ایسا تعجب خیز فرق نہین پیدا ہو جاتا۔ جس سے ہم یہ کہ سکین کہ اصلی زبان ہی اور ہو گئی۔ اگر یہ کسی طرح ممکن ہو کہ یہ دو نو جماعتین جو اس ملکی زبان کو بے ضرورت دو شاخون مین تقسیم کرتی ہین۔ ملکر کام کر سکین تو اس سے بہتر تو کچھ ہو ہی نہین سکتا۔ لیکن اگر قومی اختلافات کی وجہ سے ملکر کام کرنا غیر ممکن نظر آئے تو کم از کم اتنا تو ضرور ہونا چاہیے کہ وہ باہمی تنازعہ سے بچتے رہین اور یہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ دونو اپنے اپنے مناسب حلقے کے اندر کام کرتی رہین اور ایک دوسرے کی حدود پہچانین اور اُن پر حملہ آور نہ ہون۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر تعلیم یافتہ ہندوستانی کا فرض ہے کہ اپنے وطن کی زبان کا حق ادا کرے اور حق ادا کرنے کے ذرائع تلاش کرے۔ گر ہند کے حکام وقت کا بھی کچھ فرض دیسی زبانون اور خصوصاً ہندوستانی کے متعلق ہے۔ کیونکہ ہندوستانی سب مین کثیر الاستعمال ہے اور مقدم ہے۔ اس فرض پر جتنا زور دین بجا ہے اور اس کی طرف وہ جتنی توجہ کرین کم ہے۔ ملکہ معظمہ وکٹوریا آنجہانی نے جسکا نام نیک اسکے بعد بھی

زندہ ہے۔ اور جو اپنے خیالات اور قول و فعل مین نیکی کی پابند تھی۔ ہندوستان کے ساتھ انصاف کیا تھا۔ اور ہندوستان کی زبان سیکھی تھی۔ اور ایک قابل تقلید مثال خاندان شاہی کے افراد کے سامنے اور قوم انگریزی کے سامنے پیش کی تھی۔ کیا صاحبان کیا ہیین انگریز فیشن کا رنگ عموماً خاندانِ شاہی سے اُڑاتے ہین کیا ہی اچھا ہوا اگر اس فرض کے ادا کرنے مین بھی وہ ملکہ مرحومہ کی تقلید کرین۔ ایک لمحے کے لیے اس خیال پر غور کیجیے۔ کہ جس ملک پر حکومت کرنی ہے۔ اُسکی زبان آپ نہین سمجھتے۔ اسکے لٹریچر کی آپ قدر نہین کرتے اور اُسکے خیالات کے ساتھ آپ کو ہمدردی نہین۔ کوئی انگریز مدبر جسے نظم و نسق ہند کے متعلق کوئی ذمہ داری کی خدمت ملی ہوئی ہو۔ یا جسکا منصب ایسا ہو کہ اُسکا اثر ہندوستان کی قسمت پر پڑ سکے اُسے ہندوستان کے لوگون اور اُنکی زبان سے ناواقف نہین ہونا چاہیے۔ غرض عہدہ دارون یا عہدے کے امیدوارون پر تو اس زبان کا جاننا فرض ہے۔ لیکن انکے سوا انگلستان مین ایک کثیر جماعت ہے جسے خدا نے فارغ البالی دی ہے اور جو اپنے اوقات فرصت کو علمی مشاغل مین صرف کرتی ہے۔ مگر کسی خاص مقصد سے نہین۔ اگر یہ جماعت اس زبان اور اُسکے علم ادب کی طرف راغب ہو جائے اور اپنی فرصت کا کوئی حصہ بھی اسپر لگائے تو یقیناً اُسے لطف بھی آئیگا اور اغراض ملکی کے لیے اُسکا یہ عمل مفید بھی ہوگا۔ کیا یہ قابل افسوس نہین کہ دنیا کے اس بڑے مرکز دولت و ترقی مین جسکا نام لندن ہے اور جہین ہر علم کی تحقیقات کا انتظام اور ہر زبان کے سیکھنے کے مدرسے اور سوسائٹیان موجود ہین ایک بھی مدرسہ ہندوستانی زبان کے لیے اور ایک بھی جماعت اسکی اشاعت کیلیے موجود نہین۔ اسوقت میرے روبرو ایسے اصحاب موجود ہین جنکا تعلق ہندوستان کے ساتھ گہرا ہے اور ذاتی۔ اس شہر مین اتنی سوسائٹیان ہین جنکا مقصد ہندوستان کی نسبت معلومات کا وسیع کرنا اور یہان کے باشندون کو ہندوستان کے سمجھنے کے قابل بنانا ہے۔ تاہم ان مطالب کے حصول کے سب سے بہتر ذریعے سے تغافل ہے اور وہ ذریعہ ملک کی زبان اور لٹریچر کا مطالعہ ہے۔ شاید کوئی کہے کہ ہندوستان کی زبانون کی کثرت اس شوق کی مانع ہے۔ بیشک یہ دلیل کچھ زور رکھتی ہے خصوصاً یہ دیکھتے ہوے کہ سرکاری رپورٹ مین یہ دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان مین ایکسو چوہتر

زبانین بولی جاتی ہین۔میرے نزدیک یہ ایک ہتوا ہے۔جس سے ہمین ڈرنا نہین چاہیے۔ زبانون کو اتنی باریک قسمون مین تقسیم کرنا اور ایک ہی صوبے کے مختلف اضلاع کی علحدہ علحدہ بولی قرار دینا اور اسطرح زبانون کی تعداد بڑھانا اُن اضلاع کے باشندون کی اصل اور نسل کو دریافت کرنے کے لیے خواہ کتنا ہی کارآمد ہو۔ مگر مین یہ کہنے سے باز نہین رہ سکتا۔کہ اس قسم کی تفصیل علی دنیا کے مدبر کے لیے کوئی معنی نہین رکھتی۔ اور اسکے لیے ہندوستان مین عمدگی سے کام کرنے کے لیے یہ بالکل کافی ہے۔ کہ ہندوستانی مین اچھی مہارت کے علاوہ کسی ایک صوبے کی زبان سے جس صوبے سے اُسے خصوصیت ہو معمولی واقفیت پیدا کرے۔اور جس انگریز کو ہندوستان جاکر کسی خاص حصے مین کام کرنا نہ ہو۔اُسکے واسطے تو محض ہندوستانی کا جان لینا ہی اہل ملک کے حالات اور خیالات کے سمجھنے کے لیے اور اُنکے جدید لٹریچر کا میلان دریافت کرنے کے لیے کافی ہے۔اُسمین سب کا رنگ نظر آجائیگا۔

جو سولین صاحبان انتظام ملکی مین علی حصہ لینے کے لیے یہان سے جاتے ہین انھین زبان کا بہت اچھی طرح جاننا ضروری ہے۔یعنی جسقدر وہ عموماً جانتے ہین اُس سے زیادہ سول سروس والون کی ایک کھیپ زباندانی مین موجودہ افسرون سے بڑھکر تھی۔اور یہی زباندانی انکے ہاتھ مین ایک کلید تھی۔جس سے وہ دلون کے دروازے کھول لیتے تھے اور لوگون کے دلون مین گھر کر لیتے تھے۔آج کل جو معیار زباندانی کا ہے اور امتحان سول والون کو یہان دیتے ہوتے ہین۔یا ہندوستان جانے پر محکمون کی طرف سے مقرر ہین۔انہین دو نقص ہین۔ایک تو یہ کہ وہ کافی اونچے نہین اور دوسرے یہ کہ اُن مین ایسی کتابین مقرر ہین۔جو تکلف اور تصنع سے پُر ہین اور جنکی زبان اب متروک ہو چکی ہے۔سرکاری کتب درسی جو انگریز افسرون کے امتحانات کے لیے مقرر ہین۔نظرثانی کی محتاج ہین اور سول سروس کے طلبہ کے لیے ایک نیا نصاب اُردو تجویز ہونا اور اُسکی تیاری سب سے ضروری مشورہ ہے جو طلبہ کی زباندانی کی ترقی کے لیے دیا جا سکتا ہے۔اکثر ایسے سولین دیکھنے مین آتے ہین۔جو ہندوستانی کے چند جملے بھی بالکل درست نہین بول سکتے۔حالانکہ وہ امتحان پاس کر چکے ہوتے ہین اور اپنے ہندوستانی ملاقاتیون سے دیسی زبانین

گفتگو کرنے کی اُنسے توقع کی جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر جب اُنھین گفتگو کرنی ہی پڑے تو وہ ایک نئی قسم کی زبان استعمال کرتے ہین جسمین قواعد صرف ونحو اور محاورہ زبان کو مطلق دخل نہین ہوتا اور جسکا بے محاورہ ہونا ضرب المثل ہوگیا ہے۔ اسطرح جو کچھ بات وہ کرتے بھی ہین محض رسمی گفتگو ہوتی ہے۔ جسکے لیے بہت قابلیت درکار نہین۔

بسا اوقات یہ شکایت سننے مین آتی ہے۔ کہ ہندوستان مین ایک پوشیدہ رَو خیالات کی سطح کے نیچے نیچے چلتی رہتی ہے۔ جسکو مغربی لوگ پہچان نہین سکتے اور جسے مشرقی لوگ اپنے حکام سے باحتیاط چھپائے رکھتے ہین۔ مگر اس عقدے کا حل حکام کے سامنے رکھا ہے اگر وہ حل کرنے کی تکلیف گوارا کرین۔ اور وہ کنجی جو ہمارے راز کو کھول سکتی ہے ملک کا لٹریچر ہے۔ اب تک حکام ہمارے ان کے روزانہ۔ ہفتہ وار اور ماہوار لٹریچر سے قریب قریب ناآشنا ہین۔ اگر کبھی کچھ دیکھتے ہین تو اُن تراجم کے ذریعے سے جو اُنکے ماتحت اپنی مرضی کے موافق کر کے اُنکے سامنے رکھدین اگر ایسا کرنے کے بجاے وہ خود اخبارات اور رسالون کو پڑھ سکین۔ جیسے کسی انگریزی اخبار یا رسالے کو اُٹھا کے دیکھ لیتے ہین۔ تو اُنھین بہت سی ضروری باتین جو اب اُنکے کان تک بھی نہین پہونچتین معلوم ہو جائین۔ جب کبھی انھین معلوم ہو کہ کوئی کتاب ایسی چھپی ہے جو بیحد مقبول ہوئی ہے اور جسکا اثر خلقت کے دلونپر پڑا ہے۔ اُسے منگائین اور پڑھین اور دریافت کرین کہ اسکی مقبولیت کا کیا راز ہے۔ مقبول شعرا کے کلام کے چند نمونے دیکھین تو انھین باشندون کے اندرونی جذبات معلوم ہونے لگین گے۔ اطلاع کا یہ ذریعہ اگر وہ ہاتھ مین لین تو کوئی راز ایسا نہین جسے وہ نہ سمجھ جائین۔ مگر اسوقت تو قصہ بالکل برعکس ہے۔ ہندوستان کی سرکاری دنیا ایک طرف کو جا رہی ہے اور غیر سرکاری دنیا بالکل دوسری طرف کو۔ جو باتین لوگونکے خیالات پر نہایت گہرا اثر ڈال رہی ہین حکام وقت اُنسے بے پروا ہین۔ اور اس غفلت سے ایک تفریق سرکار اور اہل ملک کے درمیان پیدا ہوتی جاتی ہے جو کبھی مٹ نہین سکتی جب تک ملکی لٹریچر کی طرف حکام دل سے توجہ نہ کرین۔ اور چونکہ لٹریچر کی طاقت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اسلیے موجودہ تغافل کے ساتھ تو اس تفریق کا اور بھی بڑھ جانا اغلب ہے۔ اگر آپ ملکی لٹریچر سے آشنا ہو جائین۔

تو آپ خود اس کی ترقی مین حصہ لے سکتے ہین - اور جہانتک ممکن ہو اسکی رفتار اپنے خیالات کے موافق بنا سکتے ہین - مگر اس سے علیحدہ رہین تو نہ صرف اہل ملک سے گہری واقفیت پیدا کرنے کا ذریعہ اپنے ہاتھ سے دیتے ہین - بلکہ اُنکے ہاتھ مین ایک ایسی قوت دیتے ہین جو امپائر کے اغراض کے خلاف برتی جا سکے اگر اُسپر کسی ذمہ دار جماعت کا اثر اور اُسکی ہدایت نہ ہو -

مین یہ تو بیان کر چکا کہ ہندوستانی زبان کا مستقبل روشن ہے اور اسکا لٹریچر ہونہار - مین یہ بھی دکھا چکا ہون کہ مختلف قوتین اسکی توسیع کے لیے ہندوستان کی حدود کے اندر بھی اور باہر بھی سرگرم کار ہین - مین اتنا اور کہدینا چاہتا ہون کہ میرے خیال مین یہ قوتین ناقابل مقاومت ہین - اور مجھے یقین ہے کہ کوئی کوشش ان قوتون کے خلاف - خواہ اہل ملک کے کسی حصے کی تنگ خیالی سے ہو - اور خواہ نظر کے اُس فتور سے جو کبھی کبھی بعض افسران سرکاری کی آنکھ مین آ جاتا ہے - کامیاب نہین ہو سکے گی - یہ ممکن ہے کہ ایسی کوششین کچھ عرصے کے لیے ترقی کی رفتار کم کر دین - مگر اُسکو بالکل روک دینا اُنکے بس کی بات نہین رہی - ہان اس زبان کا مستقبل نہایت پسندیدہ صورت اختیار کر سکتا ہے اور اُسکا شجر امید جلد بارور ہو سکتا ہے - گورنمنٹ اہل ملک کے ساتھ اُسکی ترقی کی مساعی مین شریک ہو - اور سب مل کر ایسا لٹریچر پیدا کرین - جو ہندوستان کی قدیم علمی شہرت کے شان کے لائق اور بریطانیہ کی امپائر کے شایان ہو - حق یہ ہے - کہ ہندوستانی زبان کم از کم اپنی موجودہ صورت مین - تو سلطنت برطانیہ کے ساتھ ساتھ اُبھری ہے - اور اُسکے سایۂ شفقت مین اُسے اپنی منزل مقصود پر پہونچنے اور زمانۂ حال کے بہترین لٹریچر کے پہلو بہ پہلو جگہ لینے کی امید ہے -

عبدالقادر

شہاب ثاقب

اکثر راتون کو ہمین روشن ستارے اس نیلی فضاے آسمانی مین مہتاب کیطرح چھوٹتے نظر آتے ہین - اور اُنکی روشنی کی بھبک جو کبھی زرد رنگ کی اور کبھی سفید مائل بہ سبزی ہوتی ہے ہماری نظرون کو اپنے اچانک ظہور کا تماشائی بنالیتی ہو - ان تارون مین سے اکثر تو فوراً ہی بجھ جاتے ہین مگر بعض کے پیچھے اک تتق نور چھوٹتا جاتا ہو جو فاسفورس سا چمکتا ہوا کچھ دیر تک قائم رہتا ہو ان آسمانی آتشبازیون کو جو حقیقت مین جلتے ہوے تارے ہین ہم شہاب ثاقب کہتے ہین -

فلسفۂ قدیم نے اس حیرت انگیز واقعے کی حقیقت دریافت کرنے مین یون اندازہ لگایا تھا کہ یہ شعلہ فشان تارے زمین کے ابخرے ہین جو بلند ہوتے ہوئے کرۂ نار مین ہونچکر جل اُٹھتے ہین اور فضاے آسمانی مین ہمکو ہوائیان چھوٹتی نظر آتی ہین - اگلے زمانے کے حکما کا کومٹ یعنی دُمدار ستارون کے نسبت بھی یہی خیال تھا لیکن ان تارون کے ایک مدت معینہ پر دورہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ زمین کے ابخرے نہین ہین - بلکہ ایک قسم کے سیارے ہین جنکا ظہور اِک خاص اصول و قاعدۂ معینہ سے تعلق رکھتا ہو - اسیطرح تحقیقات جدیدہ سے جس کو مین اس مضمون مین لکھنے والا ہون یہ بات ثابت ہوچکی ہو کہ شہاب ثاقب جسکو فلسفۂ قدیم نے بخارات ارضی تصور کیا تھا نہایت چھوٹے چھوٹے سیارے ہین جو اِس خلاے بسیط مین کہین تو منتشر و پراگندہ اور کہین چونٹیون کیطرح جوق جوق اِک ساتھ قطار باندھے ہوئے سیر کرتے پھرتے ہین -

تجربہ سے ثابت ہے کہ جب دو چیزین آپس مین رگڑ کھاتی ہین تو حرارت پیدا ہوتی ہے - چنانچہ دیکھا گیا ہو کہ توپ کا گولہ محض ہوا سے رگڑ کھا کر جو اُسکی تیز چال کی مزاحمت کرتی ہے اسقدر گرما جاتا ہو کہ رات کو آگ کا اِک سُرخ انگارہ نظر آتا ہے -

شہاب ثاقب کی چال جسکی سُرعت زمین کے نزدیک پہونچکر بہت زیادہ بڑھجاتی ہو توپ کے گولہ سے پندرہ سو گنا زیادہ اندازہ کیگئی ہو۔ اسلیئے جب کبھی یہ ننھے ننھے آسمان کے تارے جو خلاے بسیط مین بے روک ٹوک دوڑتے پھرتے ہین اتفاقیہ کرۂ ہوا مین ہوکر گذرتے ہین تو ہوا اُنکی مزاحمت کرتی ہو جسکی وجہ سے بے انتہا گرمی پیدا ہوتی ہے اور جسطرح توپ کا گولہ مارے گرمی کے سُرخ ہوجاتا ہے اُسی طرح یہ چھوٹے تارے جنکی ترکیب کیمیائی اکثر شعلہ فشان مادونسے واقع ہوئی ہو گرمی سے یکبیک جل اُٹھتے ہین اور فضاے آسمانی مین ایک تتق نور نظر آتا ہے۔

ان شعلہ فشان تارون کے نظر سے غائب ہوجانیکے چند اسباب ہین۔ اول تو یہ کہ جب یہ تارے ہوا مین غوطہ لگاکر باہر نکلتے ہین تو فوراً خاموش ہو جاتے ہین اور پھر انکو ہم نہین دیکھ سکتے۔ دوسرے یہ کہ جو تارے بہت ہی چھوٹے ہین اُنکا کرۂ ہوائیہ سے باہر نکلتے نکلتے کام تمام ہوجاتا ہے اور وہ گھُل کر بخارات بن جاتے ہین جسکی وجہ سے کچھ دیر تک اُنکی روشنی قائم رہتی ہو۔ علاوہ اسکے ایک تیسری صورت یہ ہے کہ جب اِن تارونمین سے کسی کی چال سیدھی زمین کیطرف ہوتی ہے تو وہ عالم بیخودی مین جذب مرکزی سے کھنچکر بے ساختہ زمین پر گر پڑتے ہین۔ لیکن قبل گرنے کے وہ جون جون زمین کے نزدیک آتا جاتا ہو اُسکی چال گرتے ہوے پتھر کیطرح اور تیز ہوتی جاتی ہو اور ساتھ ہی اسکے ہوا کی مزاحمت بھی بڑھتی جاتی ہو نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ وہ تاب حرارت نہین لا سکتا اور زمین تک آتے آتے پھٹکر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہو۔ چنانچہ ۱۵۔ نومبر ۱۸۵۹ء مین اہل نیوجرسی کو ایک بڑا شہاب ثاقب نظر آیا جسکی روشنی اسقدر تیز تھی کہ عین بارہ بجے دن کو تمام فضائے آسمانی سُرخ ہوگئی اور شفق کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے یہ تارہ زمین کے قریب پہونچگیا اور یکبیک اس زور سے پھٹا اور ایسی ہولناک آواز پیدا ہوئی کہ سیکڑون جانور خوف سے مرگئے۔ کتنی عورتین اور بچے غش کھاکر زمین پر گر پڑے اور قیامت کی جھلک نظر آگئی۔ تارہ کی حالت سُنو کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آٹھ نو میل کے حلقہ مین بوند کیطرح برس پڑا۔ اسیطرح ۶۔ اپریل ۱۸۰۳ء مین نورمنڈی کے باشندون کو یکبیک قریب دو بجے دن کے اِک بہت بڑی ہولناک آواز سُنائی دی جو مناسبت مین ہزار دن توپونکی آواز سے کم نہ تھی بعد اسکے اسی میل طول اور چھ میل عرض مین جلتے ہوے سنگریزونکی بارش ہوئی۔

۹- جون ۱۸۶۶ء مین اہل ہنگری کو ایک شہاب ثاقب سیدھا زمین کیطرف آتا نظر آیا یہ تارہ جون جون قریب آتا گیا اور زیادہ مشتعل ہوا یہان تک کے اندازاً استی فیٹ کی بلندی تک آتے آتے اسدرجہ حرارت زیادہ ہوئی کہ آخر پاش پاش ہوکر زمین پہ چھ میل کے حلقے مین گرا- ہزارون چھوٹے ٹکڑے ملے لیکن ایک ٹکڑا بہت بڑا پایا گیا جس کا وزن دس من سے زائد تھا- اس تارہ کے گرنے کے بعد تمام آسمان مین قریب آدھ گھنٹہ کے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہا- دھوین کے بھر جانے سے کچھ نظر نہین آتا تھا اور گندھک کی ناگوار بو سے دم گھٹا جاتا تھا- مختصر یہ کہ ایسی ایسی نظیرین ہزارون موجود ہین جس کا جی چاہے عجائب خانو مین جاکر آسمان سے گرے ہوے سیاہ پتھر کے ٹکڑون کو جو اس دُنیا سے کوئی تعلق نہین رکھتے دیکھ لے-

شہاب ثاقب کے ٹکڑون کے اجزا کو علم کمسٹری کے قاعدے سے الگ الگ کرکے جانچنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو کہ انمین کوئی ایسا مادہ نہین ہو جسکو ہم لوگ نہ جانتے ہون- ہان یہ بات البتہ ہو کہ ان اجزا کی ترکیب کیمیائی یعنی اُنکے اک ساتھ ملنے کا ڈھب نرالا ہے- فاسفورس- میگنیشیا- مگنیشیم- سوڈیم وغیرہ کے علاوہ جو بہت جلد تھوڑی سی حرارت سے مشتعل ہوجاتے ہین- لوہا- تانبا- کرومیم وغیرہ بھی پائے جاتے ہین بعض ٹکڑون مین لوہا- فاسفورس- ونکل سے بنا ہوا اک ایسا مرکب پایا گیا ہے جو ابھی تک علم کیمیاے ارضی کی تحقیق سے باہر ہو ان ٹکڑون کو گرم کرنے سے جو گیس مثلاً ہائیڈروجن کاربون وغیرہ کے نکلتے ہین وہ کل زمین پر موجود ہین-

مین ابھی لکھ چکا ہون کہ شہاب ثاقب کی دو قسمین ہین پہلی قسم تو وہ ہے جسکو مین نے اوپر بیان کیا یہ وہ تارے ہین جو چلتے پھرتے اتفاقیہ کبھی کرہ ہوائیہ مین غوطہ لگاتے ہوے نکل جاتے ہین اور مشتعل ہونیکی وجہ سے ہم انکو دیکھ لیتے ہین- دوسری قسم شہاب ثاقب کی وہ ہو جو ایک ساتھ جوق جوق ایک خاص اصول و قاعدہ کے مطابق مدار مقررہ پر دورہ کرتے ہین- علم ہیأت کے جاننے والون کا یہ خیال ہے کہ اسطرح کے شہاب ثاقب دُمدار تارون کے جنکی بناوٹ ابر یا کہر کی سی ہوتی ہے بکھر جانے سے بنے ہین لیکن اس خیال کی ابھی پوری تحقیق نہین ہوئی ہو-

نظام شمسی مین اسطرح کے شہاب ثاقب جو ایک ساتھ قطار در قطار چکر لگاتے ہین اسوقت

موجود ہین چنانچہ ایسے تارون کا ایک سلسلہ ایسا ہی جس کے چکر لگانے کا راستہ زمین کے دائرۂ حرکت کو قطع کرتا ہی یہ تارے تینتیس سال کے بعد چکر لگاتے ہوئے زمین کے قریب آجاتے ہین اور جب اسطرف سے زمین بھی لڑہکتی ہوئی وہان پہنچ جاتی ہی تو ان دونوکے مڈبھیڑ ہوتی ہی پھر کیا ہے جتنے تارے زمین کے کرۂ ہوائیہ مین ہو کر گذرتے ہین وہ کل مشتعل ہوتے جاتے ہین اور فضاے آسمانی مین آتشبازیان چھوٹنا شروع ہوتی ہین جس نے کبھی اس واقعے کو دیکھا ہو اُسکو یاد ہوگا کہ جدھر دیکھو یہی معلوم ہوتا ہو کہ گویا آسمان کے کُل تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے پڑتے ہین ۔ لیکن تارا وارا کچھ بھی نہین ٹوٹتا جب شہاب ثاقب کا غول ہوا سے باہر نکل کر خاموش ہو جاتا ہے اور ہم نہین دیکھ سکتے کہ وہ کدھر گیا تو آسمان کے کُل تارے پھر اُسی طرح چمکتے نظر آتے ہین ۔

اب یہان پر یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ پھر کیا وجہ ہو جو تینتیسوین سال ہمکو یہ کیفیت نظر نہین آتی؟ اسکو یون سمجھنا چاہیئے کہ اِس واقعہ کا نظر آنا بہت سے اسباب کے اجتماع پر موقوف ہی اوّل تو یہ کہ اگر شہاب ثاقب کی قطار جسکی چال ابھی ملی ہوئی نہین ہو نقطۂ تقاطع سے چند ساعت بعد یا پہلے گذر جائے تو زمین سے کسی طرح مقابلہ نہین ہو سکتا یا فرض کرو کہ اگر مقابلہ بھی ہو لیکن تارون کا غول ہوا کے اوپر ہی اوپر طرارے بھرتا ہوا نکل جائے تو وہ کبھی مشتعل ہی نہین ہو سکتا پھر دیکھنا تو خیر صلاح ہی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ جب شہاب ثاقب کے نظر آنیکا ایک موقع خالی چلا جاتا ہی جس کو ہیأت دان امر ممکن الوقوع سمجھکر اعلان کرتے ہین تو پھر تینتیس سال کے اندر اِس عجیب و غریب واقعہ کا دیکھنا ممکن نہین ہوتا اور فرض کرو کہ اگر دوسرا موقع بھی خالی جائے تو اِس واقعے کے نظر آنے کا تیسرا موقع پھر تینتیس ہی سال کے بعد آتا ہو چنانچہ بیسوین صدی مین اِس واقعے کے نظر آنیکے تین موقع ہین جو ۱۹۳۲ء ۱۹۶۵ء سال کے چودھوین ماہ نومبر کو واقع ہونے والے ہین ۔

تاریخ ہمکو بتا رہی ہی کہ جن شہاب ثاقب کا ذکر اوپر بیان ہو چکا اُنکا مجمع نظام شمسی مین داخل ہونے کے بعد آجتک ۲۰ دورے کر چکا ہو کونڈی اپنی تاریخ عرب مین لکھتا ہے کہ ۱۳۔ اکتوبر ۹۰۲ء مین جس شب کو شاہ ابراہیم بن احمد مرگیا اُس رات کو آسمان سے تارے اِس کثرت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہے کہ گویا ستارون کا مینہ برستا تھا اسکے قبل ۲۲ دورے اور ہو چکے تھے یہ تیئیسوان دورہ تھا جو عرب کے رہنے والون کو دکھائی دیا

چھبیسوین دورے کی منجمین و مورخین عرب بالاتفاق یون خبر دیتے ہین کہ ۱۴- اکتوبر ۹۰۲ء مین بے شمار تارے ایک ساتھ جوق جوق قطار باندھے مغرب سے مشرق کو طرارہ بھرتے ہوے نکل گئے مصر کی تاریخ مین یہ مضمون درج ہو کہ ۱۹- اکتوبر ۱۲۰۲ء کو شہاب ثاقب کا ایک بڑا غول حسین تارونکی کثرت مورد ملخ سے زیادہ تھی ہوا سے ہو کر دیر تک ایک غیر معمولی تیزی سے گذرتا رہا یہ تیئیسوان دورہ تھا اسی طرح اور دورون کی خبرین جنکو مفصل لکھنے کی گنجائش نہین اکثر تواریخ اور علم ہیأت کی کتابونمین بقید تاریخ درج ہین -

اِس مضمون کے سلسلے مین دو باتین اور قابل فکر ہین اول تو یہ کہ جب یہ حیرت انگیز واقعہ جس کا حال اوپر بیان ہوا اہل زمین کو نظر آتا ہو تو شہاب ثاقب یکے بعد دیگرے قطار در قطار ہمیشہ برج اسد ہی کے جانب سے آتے ہوئے دکھائی دیتے ہین اور پھر سب کے سب اپنا پرا جمائے ہوے جوق جوق ایک ہی سمت مین چلے جاتے ہین دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ جسوقت اِن شہاب ثاقب کا پہلا دورہ زمین کے رہنے والون کو نظر آیا تھا وہ اکتوبر کی بارھوین تاریخ تھی لیکن اسکے بعد ہر دورہ کی تاریخ بڑھتی گئی یہانتک کہ سترہ سو برس کے زمانے مین پورے ایک مہینے کا فرق پڑ گیا اور آخری دورہ جو ہلوگون کو ۱۸۶۶ء مین نظر آیا وہ نومبر کی چودھوین تاریخ کو واقع ہوا غور کرنے سے تاریخ کے گھٹنے بڑھنے کی وجہ یہ سمجھ مین آتی ہو کہ نقطہ تقاطع جس کو اوپر لکھ آیا ہون وہ ہر دورہ مین آگے کو بڑھتا گیا ہو اسلئے کہ یہ شہاب ثاقب نظام شمسی مین تازہ وارد ہین انکا دائرۂ حرکت جو کل کو اکب نظام شمسی کے جذب کا اوسط نتیجہ ہونا چاہیئے ابھی طے نہین پایا ہے ممکن ہو کہ کچھ زمانے کے بعد اسکا دائرۂ حرکت مستقل ہو جاے اور ہر ایک دورہ جسکو تقریبًا ۳۳ سال کے بعد دیکھنے کا موقع آتا ہو ہمیشہ ایک ہی تاریخ مین واقع ہوا کرے -

مین بلاخوف تردید کہہ سکتا ہون کہ ان شہاب ثاقب کا اسطرح ہر ۳۳ سال کے بعد دورہ کرنا کوئی محض اتفاقیہ امر نہین ہے بلکہ ایک قاعدۂ معینہ و اصول خاص سے تعلق رکھتا ہے اِس صورت مین آسمان سے تارون کے ٹوٹنے کو کسی عظیم حادثہ کا سبب قرار دینا یا زمین کے ابھرے کو شعلہ تصور کرنا جہالت علمی اور وہم فاسد ہے -

سید راحت حسین بی-اے-

انڈین نیشنل کانگرس

اس سال انڈین نیشنل کانگرس کا جلسہ بنارس مین ہوگا۔ ایک زمانہ تھا کہ ممالک متحدہ آگرہ واودھ مین ایک طرف پنڈت اجودھیا ناتھ مرحوم کانگرس کے معاون تھے۔ تقریر تحریر روپیہ اور رسوخ سے کانگرس کے کام کو ترقی دے رہے تھے۔ دوسری طرف سر آکلنڈ کالون لفٹنٹ گورنر اور سر سید احمد خان صاحب تھے۔ سر آکلنڈ کالون نے مسٹر ہیوم کی چٹھی کے جواب مین بڑے زور سے لکھا کہ کانگرس کا طریق عمل پسندیدہ نہین اور نہ ملک کی موجودہ حالت مین کانگرس کی تجویزین کامیاب ہوسکتی ہین۔ کانگرس کے متعلق جو خیال بزدل لوگون کے دلمین پہلے سے تھا لفٹنٹ گورنر صاحب کی تحریر سے اور زیادہ مضبوط ہوگیا۔ سر سید احمد خان صاحب عقلمند آدمی تھے اُنھون نے مسلمانون کی تعلیم کی ترقی کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ مگر ہندوستان مین تعلیم کی ترقی کیلئے گورنمنٹ کی مہربانی کی سخت ضرورت ہے۔ سید صاحب سمجھے کہ کانگرس کے خیالی فائدون کی خاطر گورنمنٹ کو ناراض کرنا اور مسلمانونکی تعلیم مین رُکاوٹ ڈالنا دانائی کا کام نہین۔ اسلئے اُنھون نے ارادہ کرلیا کہ مسلمانون کی طرف سے کانگرس کو مدد نہ دیجائے اور نکتہ چین ہندوؤنکے مقابلے مین مسلمانون کو گورنمنٹ کا زیادہ خیرخواہ ظاہر کرکے مسلمانون سے گورنمنٹ کو خوش رکھا جاسے۔ یہانتک تو یہ بات آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہے مگر سید صاحب اس حد سے آگے بڑھے۔ ہندو اور دیگر اخبارون نے واویلا کیا کہ سید صاحب کانگرس مین کیون شامل نہین ہوتے۔ ملکی معاملات پر اُنکی رائے ہمیشہ سے ویسی ہی تھی جیسی کہ ہندو سربرآوردہ شخصون کی۔ پھر اُنکی کانگرس سے علیحدگی کا کیا سبب ہے۔ بہتر ہوتا کہ سید صاحب ان اخبارنویسونکو جواب نہ دیتے۔ مگر اُنکی لیاقت اور حیثیت کے لیڈر کے لیئے خاموش رہنا مشکل تھا۔ اُنھون نے جواب دیا مگر نہ یہ کہ مسلمانون کے لئے گورنمنٹ کو ناراض کرنا مناسب نہین

بلکہ یہ کہ ہندو مسلمانون کے دشمن ہین - ہندؤن سے مسلمانون کو نیکی کی اُمید نہین - اگر مسلمان کانگرس مین شامل ہوگئے - تو ہندو اپنے فائدہ کی تجویزین پاس کرکے مسلمانونکو پست کردین گے - علاوہ برین اُنھون نے مسلمانون کی طرف سے یہ بھی بیان کیا - کہ ہم بادشاہون کی اولاد ہین - ہم عرب سے اور ترکستان سے آئے ہین - ہم مغل ہین - ہم پٹھان ہین - ہمسے بنگالی بابؤن اور بنئے برہمنونکی تابعداری (جو انکے خیال مین کانگرس کالازمی نتیجہ تھا) ناممکن ہے - اِس جواب نے مُلک مین کُہرام مچا دیا - ہندو حیران ہوئے کہ سید صاحب ابھی تو اپنے کالج کیلئے ہندؤن سے چندہ مانگتے پھرتے تھے - اور کہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان اُنکی دائین بائین آنکھین ہین - اور اُنھون نے میٹھی میٹھی باتین کرکے ہندو رئیسون اور دیگر امیر لوگون سے کالج کے لیے ہزارہا روپیہ اکٹھا کرلیا - اور اب سید صاحب ایسی باتین کرتے ہین - گویا ہندؤن سے ان کو سخت اذیت پہونچی ہے - اور وہ کسی طرح سے انکو معاف نہین کرسکتے - اِس معاملے پر بحث مُباحثہ بہت بڑھگیا - اور نتیجہ یہ ہوا - کہ علی گڈہ کالج کانگرس کی مخالفت کا ایک مضبوط مرکز بنگیا - جس کا پولٹیکل عقیدہ یہ تھا - کہ ہندؤنکی مخالفت کرنا مسلمانون کا فرض ہے - مسلمانون کیطرح خیرخواہ گورنمنٹ مُلک مین اور کوئی فرقہ نہین - اور مسلمانون کو چاہیئے - کہ ہندؤنکو نظرانداز کرکے انگریزون سے زیادہ محبت پیدا کرین - اِس خیال کو گورنمنٹ کے طریق عمل سے بھی خوب مدد پہونچی - گورنمنٹ کی آنکھین کھُل گئین - اور اسکو یکایک معلوم ہوا - کہ اسنے گذشتہ زمانہ مین مسلمانون جیسے خیرخواہ فرقہ کی مناسب مدد نہین کی اور اَب ہندؤن کی بدخواہی ثابت ہونے پر لازمی تھا - کہ مسلمانونکو نوکریان دیجائین اور اُنکی تعلیم مین خاص مدد دیجائے - جو ہزارہا روپیہ کی مدد گورنمنٹ نے علی گڈہ کالج کو دی - اور جو عہدے مسلمانونکو اِس پالیسی کی وجہ سے ملے - وہ سب کو معلوم ہین - جہان کہین علی گڈہ کالج کے واسطے چندہ فراہم کرنے کیلئے جلسہ ہوتا - کلکٹر یا کمشنر میر مجلس ہوتا تھا - اِس سے کسی کا خاص نقصان نہین ہوا - اگر نقصان ہوا - تو یہ کہ مسلمان گورنمنٹ کے سر چڑھگئے - اور ہندؤن سے زیادہ کشیدہ خاطر ہوگئے - سر انٹنی میکڈانل کے عہد حکومت مین علی گڈہ پارٹی کے مسلمانون نے کیا کیا نخرے نہین کیئے - سب طرف سے پکار رکھی کہ ہم کو یہ عہدہ ملنا چاہیئے - ہمکو وہ عہدہ ملنا چاہیئے -

یہان تک کہ پنجاب آبزرور کے ایک مضمون کے متعلق لفٹننٹ گورنر صاحب مذکور کو خود جواب لکھنا پڑا۔ اُس غریب نے علی گڈہ کالج کی عین مصیبت کے وقت بڑی معقول مدد کی تھی۔ مگر ہندؤنکو دیوناگری حروف مین عرضی پرچہ لکھنے کی اجازت دیکر اس نے مسلمانونکی راے مین اپنا مُنہ کالا کرلیا۔ اور علی گڈہ کالج پر جو اس نے احسانات کئے تھے۔ وہ سب خاک مین مل گئے۔ اِس معاملے مین جو زور وشور ہمارے مسلمان بھائیون نے دکھایا۔ اور جو مخالفت گورنمنٹ کی اُنھون نے کی۔ اُس سے ثابت ہوگیا۔ کہ درحقیقت ہمارے مسلمان بھائی ایسے بے زبان نہین۔ جیسا کہ انکو سمجھا جاتا تھا۔ اور گو وہ پہلے کانگرس کو وکیلون اور طالب علمون کا جلسہ کہکر بدنام کیا کرتے تھے۔ اب خود وکیلون اور طالب علمون کی مدد سے گورنمنٹ کے احکام کے برخلاف انھون نے جلسے کئے۔ جہان تک ہمکو معلوم ہی ہندؤن مین اتنی عقل وہمت نہین کہ مکڈانل صاحب کی تجویز سے وہ کچھ فائدہ اُٹھا سکین۔ وہ اپنی عادتون کی غلامی مین ایسے پھنسے ہوے ہین کہ عربی فارسی یا اُردو سے آزاد ہونا انکے لیے تقریبًا ناممکن ہے۔ مگر مسلمانون مین گورنمنٹ کی طرف سے قدرے مایوسی ہوگئی اور انکو معلوم ہوگیا کہ گورنمنٹ پر حد سے زیادہ بھروسہ کرنا عقل کی بات نہین۔ سر سید احمد صاحب کی موت کے بعد سے اُن کے خیالات کا زور کم ہورہا ہے۔ اُنکے جانشینونمین ایسا کوئی شخص نہین جس نے سید صاحب کی طرح نفس کشی کرکے آپ کو اپنی قوم پر قربان کردیا ہو۔ اور جسکی مقناطیسی طاقت لوگون کے دلون کو تسخیر کرسکے۔ زمانہ بھی بدل رہا ہے۔ کہان سر اکلنڈ کالون اور سر سید احمد۔ کہان ۱۹۰۵ء۔

اب مسلمانونکو معلوم ہورہا ہو کہ ہندو اور مسلمان دونون ایک گھاٹ پر پانی پیتے ہین انتظام پلیگ کی سختیان دونون پر برابر ہوئین۔ تحصیل کے چپراسی اور پولیس کے کانسٹبل ہندو اور مسلمانون سے برابر ایک ہی طرح کا سلوک کرتے ہین۔ انکم ٹیکس اور نمک کے ٹیکس سے دونون کو یکسان تکلیف ہوتی ہے۔ شراب کی دوکانو نسے ہندو اور مسلمان دونون یکسان بدمست ہوتے ہین۔ ریل کے اسٹیشنون پر کرانٹے یوریشین اور انگریز دونون کو ایک ہی ہاتھ سے سیدھا کرتے ہین۔ انگریزون اور یوریشینون کے مقابلے مین جہان نوکری کا سوال ہوتا ہے ہندو اور مسلمان دونون

مُنہ تکتے رہجاتے ہین۔ گورنر جنرل اور لفٹنٹ گورنر کی کونسل مین ہندو اور مسلمان ممبران کی اگر وہ گورنمنٹ کی راے کے مخالف ہون ایک ہی سی قدر ہوتی ہے اور لارڈ کرزن نے کانووکیشن اسپیچ مین دونون قومون کی راستبازی پر ایک ہی سا الزام لگا یا۔

ان باتون کو احاطۂ بمبئی کے فراخ دل مسلمانون نے شروع ہی سے سمجھ لیا تھا۔ اَب آہستہ آہستہ دوسرے صوبجات مین بھی ہوشیار مسلمان اِن باتونکو سمجھ رہے ہین مشکل ہے تو یہ ہی کہ جو شخص کانگرس کی کھلم کھلّا مخالف کر چکے ہین اور اسوجہ سے اُنکو یا اُنکے خاندان کو کچھ انعام مل چکا ہے وہ کس مُنہ سے اَب کانگرس کا دم بھرین یا اسمین شامل ہون۔ اور نہ صرف وہ خود بلکہ اُنکے پست حوصلہ دوست بھی اُنکے ڈر سے کانگرس کے حق مین اپنے خیالات ظاہر نہین کرتے۔ مگر اسمین کلام نہین کہ اب مسلمانون کا زیادہ حصہ گورنمنٹ اور رعایا کے اصلی تعلقات کے متعلق وہی خیال رکھتا ہو جو اہل کانگرس کے ہین۔ ہمین امید ہے کہ ہندو اور مسلمان رفتہ رفتہ اِس بات کو ضرور تسلیم کرین گے کہ دونون کو اِسی مُلک مین رہنا ہو۔ اور دونین سے کسی ایک کو نہ اختیار ہے۔ نہ طاقت ہو کہ دوسرے کو مُلک سے نکال دے۔ ایسی حالت مین یہی بہتر ہے کہ دونون آپس مین سلوک سے رہین۔ اور ملکر مُلک کی ترقی کیلئے کوشش کرین۔ کیا تعلیم یافتہ ہندو مسلمانون نے انگریزی تاریخ نہین پڑھی انگلستان مین مذہبی جوش اور نفاق نے کیا کیا خون نہین کئے۔ رومن کیتھلک بادشاہون کے زمانے مین پرائسٹنٹ لوگونکو زندہ جلایا گیا۔ پرائسٹنٹ لوگون نے کرامول کے زمانے مین رومن کیتھلک گرجاؤن کی سخت بے عزتی کی۔ اور بعد مین سیکڑون برسون تک پرائسٹنٹ حکام نے رومن کیتھلک رعایا کو سخت تکلیفین دین۔ مگر تعلیم و تہذیب نے آہستہ آہستہ سب نا اتفاقیون پر پانی پھیر دیا۔ اب انگلستان کی حکومت مین مذہبی نفاق کو قطعی دخل نہین۔ اور دونون فرقے جن کے بزرگ گذشتہ زمانے مین ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ بلا کسی تمیز کے مُلک کی ترقی مین کوشش کرتے ہین۔ اگر ہندو مسلمان دونون مجموعی کوشش کرین تو ہندوستان مین بھی وہی عمدہ حالت ہوسکتی ہو جو آجکل انگریزون کے مُلک مین ہو۔ کانگرس کا اجلاس ۱۸۸۵ء سے ہر

سال ہو رہا ہی - بڑے بڑے لائق آدمی مثلاً دادا بھائی نوروجی - مسٹر رنتا - مسٹر ابرجی - مسٹر واچا - مسٹر طیب جی - مسٹر رحمت اللہ سیانی وغیرہ اسکے جلسون مین پریسیڈنٹ ہو چکے ہین - اب بیس سال کے بعد اِس بحث کی ضرورت معلوم نہین ہوتی کہ کانگرس مُلک ہند کے لئے مفید ہی یا نہین - ہر ایک مُلک مین عموماً اور ایسے مُلک مین خصوصاً جہان گورنمنٹ اور رعایا کی قوم مختلف ہو یہ ضروری ہے کہ رعایا کے خیالات گورنمنٹ تک پہونچین - گورنمنٹ کا کاروبار انسان کرتے ہین اور انسان کا کام خطا سے بری نہین - اِس لیے یہ ضروری ہے کہ گورنمنٹ کے اعمال سے جو تکلیف رعایا کو پہونچے اُسکا اظہار گورنمنٹ پر کیا جاے تاکہ وہ اپنے طریق عمل مین مناسب تبدیلی کرے - ہمارے حکام ویسرائے سے لیکر کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر تک رعایا کے حال سے بہت کم واقف ہوتے ہین اول تو وہ ہماری زبان سے ناواقف ہین دوئم وہ غیر قوم والے ہونیکی وجہ سے ہمسے میل جول ابھی کم رکھتے ہین علاوہ برین وہ اپنا رعب داب قائم رکھنے کی غرض سے انگریزون کے حقوق کی حد سے زیادہ رعایت کرتے ہین - ان حالات مین اکثر انکا طریق عمل ایسا ہوتا ہی کہ رعایا کو سخت تکلیف پہونچتی ہی - اِس لئے خیر خواہان مُلک نے مناسب سمجھا اور لارڈ ڈفرن نے اسکی تائید کی کہ سال بہ سال تعلیم یافتہ ہندوستانی ملکر گورنمنٹ کی کارروائی پر نکتہ چینی کرین اور ضروری معاملات پر اپنی رائے گورنمنٹ تک پہونچادین - اِس مین کلام نہین کہ اب گورنمنٹ کو کانگرس اور اُسکے ہم خیال اخبارون کے ذریعے سے تعلیم یافتہ پارٹی کے خیالات گورنمنٹ کی کارروائی کی نسبت اچھی طرح سے معلوم ہین - کبھی تو گورنمنٹ یہ کہکر ٹال دیتی ہی کہ ہندوستان کی ساری قومین کانگرس مین شامل نہین ہوتین - کبھی یہ کہدیتی ہے کہ کانگرس کی تجاویز قبل از وقت ہین اور ان پر عمل درآمد کرنا ابھی ناممکن ہے اور کبھی یہ بھی کہ سُناتی ہے کہ کانگرس کے الزامات درست نہین - اصل بات یون ہے کہ گورنمنٹ انگریزون کے حقوق کو محفوظ رکھنا چاہتی ہی کانگرس اہل ہند کے حقوق کو بڑھانا چاہتی ہے - دونون مین یہ کشمکش ہے - اہل ہند کے حقوق انصاف پر مبنی ہین اور گورنمنٹ چاہے کتنی ہی دیر کیون نہ کرے وہ ابدی قانون جس سے انصاف کی

ہمیشہ فتح ہوتی ہے اُسکو مجبور کریگا کہ اہل ہند کے حقوق کو تسلیم کرے اور جو بے انصافی
اُن سے اسوقت ہو رہی ہے اُس سے دست برداری کرے - کیا کانگرس تمام
مُلک کے خیالات کا اظہار نہین کرتی - اسمین ہندو مسلمان - عیسائی اور پارسی
ہمیشہ شامل ہوتے ہین - فرض کر لیجئے کہ سب قومون کی تعداد برابر نہین ہوتی مگر
کیا اِس لحاظ سے کہ کانگرس کی تجویزین تمام ملک کے فائدہ کیلئے ہوتی ہین کانگرس
قومی جلسہ کہلانیکی مستحق نہین - کانگرس شروع سے نمک کے ٹیکس کی تخفیف کی
درخواست کر رہی تھی - اب گورنمنٹ نے وہ ٹیکس کم کر دیا - کیا صرف ہندؤن ہی کو
اِس تخفیف سے فائدہ ہوا یا دیگر قومونکو بھی - یہی معاملہ انکم ٹیکس کا ہے - کانگرس
شروع سے چاہتی تھی کہ ویسرائے اور لفٹننٹ گورنر کی کونسل مین ہندوستانیون کو
ممبر ہونا چاہیئے - گورنمنٹ نے یہ تجویز قبول کی ہو - مگر کیا صرف ہندو ہی ممبر ہوتے
ہین - کیا مسلمان یا دیگر صاحبان ممبر نہین ہوتے - کیا وہ ممبران جنکو رعایا باختیار
خود منتخب کر کے بھیجتی ہے وہ بمقابلہ اُن ممبرون کے جنکو گورنمنٹ خود نامزد کرتی ہے
زیادہ آزاد اور زیادہ خیرخواہ ملک نہین ہوتے - کیا کسی مسلمان صاحب کو مسٹر گوکھلے
کی تقریرون پر جو اُنھون نے وائسرائے کی کونسل مین کین کوئی اعتراض ہے اور
کیا اُن تقریرون کا مدعا یہ نہ تھا کہ تمام اہل مُلک ہندو مسلمان پارسی عیسائی کو برابر
فائدہ پہونچے - کانگرس شروع مین اِس امر کی کوشان تھی کہ امتحان سول سروس کے
اُمیدوارون کے لیئے بجائے اُنیس سال کے زیادہ عمر کی حد ہو گورنمنٹ نے وہ
تجویز منظور فرمائی - کیا اِس منظوری سے صرف ہندو ہی فائدہ اُٹھاتے ہین دیگر قومون
کے نوجوان فائدہ نہین اُٹھاتے - القصہ کانگرس کی تمام تجویزین جملہ اہل ہند کی
بہتری کیلئے ہین - ہم لوگونکو یہ بات کبھی نہین بھولنی چاہیے کہ جہانتک انگریزون کا
تعلق ہو وہ ہندو مسلمانون اور دیگر حصۂ رعایا کو اپنے مقابلہ مین ایک آنکھ سے دیکھتے
ہین - کسی عہدے پر انگریز کو مقرر کرنا ہے تو چاہے ہندو یا مسلمان اِس عہدے کیلئے
اچھی طرح سے لائق ہون مگر انکے حقوق نظر انداز کر کے انگریز کو ضرور وہ عہدہ دیا
جائیگا - اِسی طرح اگر کوئی انگریز جرم کرتا ہو تو چاہے اُسکا مستغیث ہندو ہو یا مسلمان
انگریزی عدالتین ملزم کی یکسان رعایت کرین گی - اِن واقعات سے ظاہر ہے کہ

کل ہندوستانیون کی عزت یا بے عزتی انگریزونکی آنکھونمین برابر ہے - اور کانگرس
جو سارے مُلک کے فائدہ کیلیئے تجویزین سوچتی ہو اور بیان کرتی ہو ملکی یا قومی جلسہ
کہلانیکی مستحق ہو - مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کانگرس کی کامیابی کیلیئے صرف زبانی جمع خرچ
کافی نہین - اگر کوئی شخص کسی ریفارم کی ترقی چاہتا ہو تو اُسکے لئے کچھ قربانی بھی کرنی
چاہیئے قربانی کا لفظ اِن باتون مین غلط طور سے استعمال ہوتا ہو کیونکہ ہر ایک ریفارم
ہمارے فائدہ کے لیئے ہو اور اگر اس ریفارم کیلیئے ہم کچھ تکلیف برداشت کرتے ہین تو
ہم کسی پر احسان نہین کرتے - کانگرس کی کامیابی کے لیئے ہمکو ہمت وحوصلہ کی ضرورت
ہو - اسقدر ہمت وحوصلہ جسکو کوئی ترغیب ڈھیلا نکر سکے - مگر گورنمنٹ کی ساتھ مین ہماری کمر
کو ڈھیلا کرنیکے بہت سے سامان موجود ہین - ہر سال بڑے دن کے موقع پر اور بادشاہ
معظم کی سالگرہ یا پیدائش کی تقریب مین گورنمنٹ کی طرف سے خوشنودی مزاج کا
اظہار ہوتا ہو - کسی کو راے بہادر کسی کو خان بہادر بنایا جاتا ہے کسی کو خاص پنشن ملتی
ہو کسی کو چناب یا جہلم پر زمین عطا ہوتی ہو - لوگ کیا کیا کرتوتین اِس عزت کے حاصل
کرنیکے لیئے نہین کرتے - جو کلکٹر صاحب چاہین وہ ہمارے بھائی کرنے کو تیار رہتے ہین -
قحط مین سرکار کو چندہ دو - پلیگ مین سرکاری ملازمین کے ساتھ پھرو - ملکہ معظمہ کی یادگار
کے لیئے چندہ دو - کسی طرح سرکار کو خوش رکھو چاہے تمہارے ہموطنون کا نقصان ہی ہو
گورنمنٹ تمہاری عزت کریگی - مگر کانگرس چاہتی ہو کہ اگر کوئی سرکاری ملازم رعایا پر ظلم
کرے اُسکو ظاہر کرو - اگر گورنمنٹ کی پالیسی سے رعایا کا نقصان ہوتا ہو اُسکو ثابت کرو -
اور انصاف کے حاصل کرنے مین کلکٹر یا جج سے مت ڈرو - لوگ کہتے ہین کہ ہندوستان
کی تاریخ مین پہلے یہ کبھی نہین ہوا کہ رعایا گورنمنٹ کے نقص ظاہر کرے اور اُس کے
افسران کے جبر یا غلطی کو روکے - مگر یاد رکھنا چاہیئے - کہ یہ گورنمنٹ انگریزی کا فخر ہے کہ
اسنے ہندوستان مین ایسی حکومت جاری کی ہو جو پہلے کبھی کسی نے نہین دیکھی اور اِس
حکومت مین ہر ایک رعایا کو اختیار ہو کہ اپنا حال گورنمنٹ کو سُنائے - یہ بات ہماری
گورنمنٹ بڑے فخر سے کہتی ہو - پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی تکلیفین گورنمنٹ کو نہ سُنائین -
بعض کہتے ہین کہ صاحب آپ بیس سال سے کانگرس مین بیٹھ کر دادیلا کرتے ہین
ابتک نتیجہ کیا ہوا - اسکا جواب یہ ہو کہ اگرچہ گورنمنٹ نے کوئی خاص عنایت

اہل کانگرس پر اُنکی تجاویز نہین کی مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری واویلا خالی از فائدہ نہین۔ ہمارا نالۂ درد تمام ملک مین پہونچتا ہو۔ اور کانگرس کے ہم خیال اخبارات لگاتار کوشش کرتے ہین کہ کانگرس کے اصولون کی فتح ہو۔ اسکے ذریعے سے پنجاب۔ صوبہ آگرہ واودھ۔ بنگال۔ بمبئی۔ مدراس کے لوگونکی مُلکی معاملات پر ایک ہی راے ہوتی ہو اور مختلف صوبجات کے لوگ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھنے لگے ہین۔ اگر کسی جگہ کسی ہندوستانی مرد یا عورت پر ظلم ہوتا ہو تو اسکا حال سُنکر سب ہندوستانی کانپ اُٹھتے ہین اور اُن کے دلونمین ایسی چوٹ لگتی ہے کہ گویا وہ خود تکلیف مین ہین۔ یہ اس رشتۂ یگانگت کا یہ نتیجہ تھا کہ ضلع کانگڑہ مین جن لوگون کو زلزلہ سے نقصان پہونچا اُنکی مدد کیلئے ملک کے سب صوبجات سے ہزارون روپیہ پہونچ گئے۔ بیس سال پہلے ایسا اظہار ہمدردی تقریبًا ناممکن تھا۔ رفتہ رفتہ قومیت کا خیال لوگون کے دلونمین قائم اور مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ اور جسوقت کانگرس کے جلسے مین ہم اپنے ہموطنون کو دیکھتے ہین اُسوقت یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہو کہ ہماری امیدین خاک مین نہین مل سکتین۔

اہل کانگرس کو جون جون تجربہ ہوتا جاتا ہو وہ اُسکو مفید بنانیکی کوشش کرتے ہین۔ تین چار سال سے ملک کی حرفت وصنعت کی نمائش نے کانگرس کے جلسون کی رونق دوبالا کر دی ہے۔ آپ کو اگر کچھ بھی تیز ہے آپ اس نمائش سے بہت کچھ سبق حاصل کر سکتے ہین۔ اس سال بنارس مین نمائش کی انتظامیہ کمیٹی کی تجویز ہے کہ زراعت کے متعلق مہذب ملکون مین جو آلات اور طرح طرح کے بیج استعمال ہوتے ہین انکی خاص نمائش کیجاوے تاکہ زراعت پیشہ لوگ انکو دیکھکر فائدہ اُٹھا سکین۔ علاوہ ازین نمائش کے متعلق ایک کانفرس بھی کیجاویگی جس مین تمام مُلک کے تجربکار اور فاضل شخص جنکو صنعت وحرفت یا زراعت سے کچھ واقفیت ہے شامل ہوکر مُلک کی ترقی کے لیے تجویزین سوچین گے۔ کانگرس مین شامل ہونے سے یہ بھی فائدہ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ چاہین تو آپ گورنمنٹ کی نصیحت پر کہ ہندوستانیون کو سوشیل ریفارم کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کاربند ہو سکتے ہین۔ کانگرس کے ختم ہونے پر انڈین سوشیل کانفرنس کا اجلاس ہوتا ہو جس مین خیرخواہان مُلک سوشیل ریفارم کی جانچ پڑتال

کرتے ہین اور اندازہ لگاتے ہین کہ آیا ہماری سوشل حالت پہلے سے کچھ بہتر ہے
یا نہین - اور فصیح البیان صاحب لوگون کو بتاتے ہین کہ ہماری سوشل حالت مین فلان
فلان نقص ہے اُسکی اصلاح کرنی چاہیے - کانگرس اور کانفرنس مین آپ کی آنکھین
اُن بزرگان قوم کے چہرون پر پڑتی ہین جنکا نام نامی آپ طالب علمی کے زمانے سے سُنتے
چلے آئے ہین اور جنکو دیکھکر آپ کی طبیعت بڑی خوش ہوتی ہے - اور دل مین اُمنگ
پیدا ہوتی ہے کہ آپ بھی اُنکی طرح لیاقت حاصل کرین - آپ چھوٹے چھوٹے شہرون
یا دائرون مین اپنے آپ کو بڑا لائق یا دولتمند سمجھتے ہین - اُس دائرہ سے نکل کر
آپ کانگرس کے مُلکی دائرہ مین کھڑے ہون تو معلوم ہو کہ آپ کی لیاقت یا دولت
کس چھوٹے درجہ کی ہے اور اُسکی وجہ سے جو غرور آپ کی طبیعت مین ہے
وہ بالکل بیجا ہے - اِس سے بڑھکر کانگرس کی بدولت مُلک کی سیر کا بھی موقع
ملتا ہے - پہلے زمانے مین لوگ تیرتھ جاترا کرتے تھے - دیش ودیشانتر مین پھرتے
تھے - پڑھے لکھے لوگون نے پُرانے تیرتھ جاترا سے تو مُنہ موڑ لیا مگر کولھو کے بیل
کی طرح بارہ مہینے ایک ہی چکر مین پڑے رہے - وہی شہر وہی مکان وہی کتابین
وہی خیالات - تبدیلی کے بغیر انسان کی زندگی بے رونق ہوجاتی ہی - کانگرس
کی وجہ سے اب ہر ایک شخص کو موقع ملتا ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ اپنے ہر روز کے
جھگڑون سے مُنہ موڑ کر نئے شہر دیکھے - نئے آدمیون سے ملاقات کرے -
نئے خیالات حاصل کرے غرضکہ ہر پہلو سے کانگرس مُلک کے لیے مفید ہی
اور اگر ہم اُس سے فائدہ نہین اُٹھاتے تو یہ ہمارا ہی قصور ہے - کانگرس
کا قصور نہین - برٹش گورنمنٹ کی بدولت ہم آسانی سے سفر کر سکتے ہین -
تمام ملک کیا تمام دُنیا کے اعلیٰ خیالات ہمارے جسم مین نئی رُوح پھونکتے ہین
جاگو - ملکر بیٹھو اور اِس آزادی کے زمانے مین اپنے دل کی اُمنگون کو
گورنمنٹ پر ظاہر کرو - اگر انگریزون سے عزت چاہتے ہو تو اُن کے ساتھ حوصلہ
سے برتاؤ کرو - غلامون سے انگریز نفرت کرتے ہین اور جب تک غلامون کی
عادتین ہماری قوم مین موجود ہین کوئی انگریز ہماری قدر نہین کرے گا - میری
یہ مراد نہین کہ ہمکو اپنی کوششین گورنمنٹ سے بھیک مانگنے پر محدود کرنی چاہین -

گورنمنٹ کو اپنا حال تبلانا ہماری کوشش کا ایک چھوٹا سا جزو ہونا چاہیئے۔ وہ اعلیٰ اصول جسکا اظہار کانگرس کر رہی ہے صرف اُسوقت کامیاب ہوگا جبکہ ہم اپنی روزانہ زندگی مین دیش بھگتی اور حب الوطنی کا نمونہ بنین گے۔ کوئی قوم بھیک مانگ کر عزت حاصل نہین کر سکتی۔ وہ قوم جو اِسوقت ہمارے مُلک پر حکمران ہے موجودہ عروج پر ہزارہا قربانی کرنیکے بعد پہونچی ہے۔ اُسکی نیک مثال ہماری سامنے موجود ہی۔ اسکے عالی ہمت سپوتون سے اپنی قوم پر اپنی ذاتی غرضون کو نثار کرنا سیکھو حب الوطنی کا یہی سچا راستہ ہے۔

مادھورام

انڈین نیشنل کانگرس اجلاس ستمبر منعقدۂ بمبئی کی رپورٹ جو ایڈیٹر صاحب اُردوے معلیٰ کے اہتمام سی حال مین شائع ہوئی ہی ایک نہایت ہی مبارک مقصد پر مبنی ہی اسکا دیباچہ قاضی کبیرالدین صاحب بیرسٹرایٹ لا بمبئی کا لکھا ہوا ہی۔ آپ مسلمانان بمبئی کے اُن روشن خیال رہناؤن مین ہین جنھین کانگرس سے خاص دلچسپی ہے۔ آپ بڑے زور سے اپنی قوم کو شرکت کانگرس کی دعوت دیتے ہین اور بدلائل ساطعہ فوائد کانگرس کو ثابت فرماتے ہین۔ یہ وہ خیال ہی جو ہر محب ملک کے دلمین جاگزین ہوگا اور اسکے بغیر ملکی و قومی ہمدردی ناممکن ہی۔ کیونکہ جب تک کانگرس کے مقاصد مین کامیابی نہوگی ملک ترقی نہین کر سکتا۔ اور کانگرس کی کامیابی تمام ہندوستانی اقوام کی مجموعی اتفاق پر منحصر ہے۔

ہم قاضی صاحب کی اِس فیاضی کی بھی تعریف کرتے ہین کہ اُنکے ایماے خاص سے امسال یہ رپورٹ اُردو مین شائع ہوئی ہی۔ گو مُلک مین انگریزی تعلیم روزافزون ترقی کر رہی ہے تاہم بہ نسبت انگریزی کے اُردو دانون کی تعداد بدرجہا زیادہ ہی۔ اب وہ خود کانگرس کے مقاصد اور کارروائیون کو پڑھ سکین گے اور ملک کے مدبرونکی اسپیچین پڑھنے کے بعد مقاصد کانگرس سے براہ راست واقفیت حاصل کر سکین گے۔ یہ رپورٹ احسن المطابع علیگدہ مین طبع ہوئی ہی اور غالباً ایڈیٹر صاحب اُردوے معلیٰ علیگدہ یا قاضی صاحب موصوف سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

ابن عربی

نئے زمانے کی ترقی پرانے زمانے کے حالات پڑھنے اور نیک نتائج اخذ کرنے پر منحصر ہے۔ ذیل مین ابن عربی کا تذکرہ اگرچہ بہت ہی مجمل و مختصر ہے مگر ابن نامور فاضل کے تھوڑے حالات بھی مفید و دلچسپ سمجھے جائینگے۔ اِسلیے بلا تامل بھیجدیا جاتا ہے بشرط فرصت ابن عربی کی زندگی پر آئندہ بھی کچھ لکھا جائیگا۔

نام محمد۔ کنیت ابوبکر۔ نسبی لقب حاتمی۔ مشہور عام لقب محی الدین ابن عربی۔ اندلس والے الف لام کے ساتھ پکارتے تھے۔ مگر اہل مشرق نے قاضی ابوبکر ابن العربی کے نام کی مشابہت کے سبب الف لام اُڑا دیا تھا۔

اُندلس مین ابن سراقہ کے نام سے بھی مشہور تھے۔ دوشنبہ کے دن سترھوین رمضان المبارک سنہ ۵۶۰ھ کو بمقام شہر مرسیہ[۲] پیدا ہوے۔ مدارج تعلیم اُندلس کے بڑے شہرون خصوصًا اشبیلیہ[۳] مین طے کیے۔ آٹھ برس کی عمر مین مرسیہ سے اشبیلیہ چلے گئے اور تیس برس وہین مقیم رہے۔ سنہ ۵۹۸ھ مین مغرب سے ابدی رخصت لیکر بارادۂ حج مشرق چلے آئے اور پھر کبھی اندلس نہ گئے۔ بلاد مشرق مین جو جو مقامات مرکز اسلام[۴] شمار کیے جاتے تھے اُن سبکی سیاحت کی۔ مکۂ معظمہ مدینۂ منورہ مین مدتون مقیم رہے۔ آخرہ برس

سنہ ۱ محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبداللہ الحاتمی۔

سنہ ۲ مرسیہ اندلس کے مشرق مین نہایت آراستہ اور عظیم الشان شہر تھا۔ اموی بادشاہون کے عہد مین بنایا گیا تھا۔ مسجدون۔ مینارون اور باغات وغیرہ ضروری دلچسپ مقامات کی کثرت کے سبب ثانی اشبیلیہ کہلاتا تھا

سنہ ۳ اشبیلیہ غربی اندلس مین بڑا خوبصورت اور آباد شہر تصور کیا جاتا تھا۔ اِسکے پندرہ دروازے تھے۔ اور قرطبہ سے چار دن کی مسافت پر تھا۔

سنہ ۴ ارض حجاز۔ مصر۔ بغداد۔ موصل۔ بلاد روم وغیرہ۔

کی عمر میں بمقام دمشق رحلت فرمائی اور میدان قاسیون مین دفن کیے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن عربی ایک ایسے آزاد نڈر اور عالی دماغ مسلمان تھے جنھون نے تصوف کو جو ابتدا اسلام سے اِنکے زمانے تک دلون مین پوشیدہ تھا لفظون مین ظاہر کیا۔ اور اِس دلیری سے کہ اخفا کا کوئی حصہ باقی نہ رکھا۔ ابن عربی کی صاف بیانی سے تمام اسلامی دُنیا مین حیرت و استعجاب کا غل پڑ گیا تھا۔ جو باتین پُر اسرار اور بظاہر مین نگاہ ہوئین طریقۂ اسلام کے خلاف معلوم ہوتی تھین اُنکا اِس بیباکی سے بیان کر دینا ابن عربی ہی کا حصہ تھا۔ جس سے اِنکی مستقل مزاجی و تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابن عربی نے انسان کی ظاہری و باطنی زندگی کے ہر پہلو پر فلسفیانہ شان سے بڑی خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ بحث کی ہے۔ اگر اِن لطیف و باریک مباحث کو اُردو زبان مین لایا جائے تو میرے نزدیک ذخیرۂ اُردو مین بڑا مفید و کارآمد اضافہ ہو جائیگا۔

قطع نظر دیگر علوم کے صرف تصوف مین ابن عربی نے بیشمار کتابین لکھی ہین۔ فتوحات مکیہ۔ اور فصوص الحکم تو مشہور کتابین ہین۔ اِنکے علاوہ مفصلۂ ذیل کتب بھی فن تصوف مین ابن عربی کی معقول یادگار رہین۔

مثلاً الجمع والتفصیل فی حقائق التنزیل۔ الجذوۃ المقتبۃ۔ الخطرۃ المختلسہ کشف المعنی فی تفسیر اسما الحسنی۔ المعارف الالٰہیہ۔ کتاب الاسرا الی المقام الاسری۔ مواقع النجوم۔ اسرار العلوم۔ عنقاء مغرب فی صفۃ ختم الاولیا۔ شمس المغرب۔ فضائل مشیخت عبدالعزیز بن ابی بکر القرشی المہدوی۔ مشاہدہ اسرار قدسیہ۔ مطالعہ انوار آلہیہ۔ فتوحات مدینہ وغیرہ۔ فتوحات مدینہ صرف دس ورق پر لکھی گئی تھی۔ فتوحات مکیہ کو بھی عبدالوہاب بن احمد الشعرانی نے سنہ ۹۰۰ھ مین مختصر کر کے لواقح انوار قدسیہ نام رکھدیا تھا۔ اِسکے بعد پھر اِس مختصر کا مختصر کبریت احمر نام ایک اور نسخہ لکھا گیا۔

ایک مجموعہ مین ابن عربی کے وہ خواب جمع کیے گئے ہین جنمین اُنھون نے حضرت رسالتمآب صلعم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

مسئلۂ وحدت وجود کو جیسا ابن عربی نے سمجھا۔ اور جیسی اُنپر اسکی سچی کیفیت طاری تھی وہ شاید کسی دوسرے کو کم میسر ہوئی ہوگی۔

چنانچہ اِسکے متعلق امام صفی الدین حسین نے اپنے ہمعصر مشایخ کے تذکرے

مین بھی اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہین۔

شیخ محی الدین ابن عربی پر توحید کا اثر علما وحالا بالکل چھایا ہوا تھا۔ اسرار آلہیہ کے مشاہدات مین ابن عربی بڑا نصیبے والا تھا۔

زمانہ کے دستور کے موافق ابن عربی بھی طعن خلائق سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اول تو انکی لاجواب علمی قابلیت لوگونکے رشک وحسد کا باعث تھی۔ اِسکے علاوہ انکی آزادانہ تحریرین جنکے سمجھنے کی بہت کم آدمیون کو تمیز تھی کفر کے فتوے دلواتی تھین۔ اِسوقت کے بڑے بڑے مشہور مولوی ابن عربی کو زندیق کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مگر اِسکے ساتھ ہی سمجھ دار علما ابن عربی کے کمالات ظاہری وباطنی کے بدل معترف تھے۔ اور اِنکو بحر ذخار کہتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ ابن عربی کی اُستاد سہروردی سے ملاقات ہوئی۔ مگر اِسطرح کہ بات چیت مطلق نہ ہوئی۔ دونون آمنے سامنے سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے اور چند ساعت کے بعد رخصت ہوگئے۔ لوگون نے ابن عربی سے پوچھا کہ اُستاد سہروردی کیسے آدمی ہین۔ فرمایا سر سے قدم تک پابند سنت ہین۔

اِسکے بعد سہروردی سے پوچھا گیا کہ آپ نے ابن عربی کو کیسا پایا۔ جواب دیا۔ حقائق کا ایک دریا ہے۔ اِسیطرح سعد الدین حموی سے کسی نے دریافت کیا کہ ابن عربی کیسا شخص ہے۔ جواب دیا۔ دریاے ذخار ہے جسکا کوئی کنارہ نہین۔

ابن عربی کی بعض تحریرون مین علمی تحقیقات کے سوا خرق عادات کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اِنکی اِس رُباعی کی نسبت بڑے بڑے ثقہ اور معتبر علما و مشایخ کا بیان ہے کہ اگر اِسکو ہتیلی پر لکھکر چاٹ لیا جائے تو درد قولنج فوراً جاتا رہے

قلبی قطبی وقالبی اجفانی   سری خضری وعینہ عرفانی
روحی ہارون وکلیمی موسیٰ   نفسی فرعون والھوی ہامانی

ابن عربی کی بعض پیشینگوئیان بھی دلچسپی سے خالی نہین۔ اُنھون نے کہا تھا۔ اذا دخل السین فی الشین ظہر قبر محی الدین۔ یعنے جب سین شین مین داخل ہوگا محی الدین کی قبر ظاہر ہوجائیگی۔ خدا کی قدرت واقعہ بھی یون ہی ہوا۔ یعنے حوادث زمانہ سے اِنکا مقبرہ گر پڑا۔ اور ایسا گرا کہ قبر کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔ لیکن ایک عرصے کے بعد

جب سلطان سلیم شام مین گیا تو میدان فاسیون مین کوئی عمارت بنانی چاہی۔ بنیاد کھودنے مین ابن عربی کے مزار کا کتبہ نکل آیا اور اسطرح سین کے شین مین داخل ہونے سے انکی پیش خبری پوری ہوئی۔

اس سے بھی زیادہ عجیب ایک اور پیش گوئی ہے جسکے ظہور کا وقت آجکل ہے۔ فرماتے ہین۔

اذا جری سکۃ الحدید ظہر دین الجدید۔ جب لوہے کی سڑک جاری ہوگی ایک نئے دین کا ظہور ہوگا۔

دنیا مین تو مدّت سے لوہے کی سڑک جاری ہے مگر عرب خاصکر دمشق مین جہان ابن عربی کی قبر ہے آجکل ریل بن رہی ہے۔ دیکھیے کونسا نیا دین ظاہر ہوتا ہی۔ خدائے تعالی ہمکو بھی شیخ ابن عربی کے فیوض و برکات مین سے حصّہ مرحمت فرمائے۔ آمین۔

حسن نظامی

قطعات

صرف بھولی بھولی پیاری پیاری صورت دیکھکر گر کسی عورت سے شادی کا ہوا ہے تجھکو ذوق
ایک دوراندیش عاقل یہ کہے گا اُسکو طرح اُسکے طائر کی خوش الحانی ہوا کھانیکا شوق

معاوضے مین زیان کر عبث ہو کوشش نفع خیال خام ہو اپنا بہت یہ خو ہے بُری
اُٹھا چکے ہین جو اکثر بُرا اسلئے نقصانات ہو گی اُنکی نئے فائدون سے خانہ پُری

قبرِ نوشیروان پہ لکھا ہے فیض کچھ بھی ملا نہ دولت سے
خواہش مال و زر ہے لاحاصل گنج دل پر کرو قناعت سے

جگر بسوانی

شیو شنبھو کا چٹھا

مائی لارڈ! آخرکار آپکی حکومت کا وقت اس ملک مین ختم ہوگیا - اب آپ اس ملک سے جدا ہوتے ہین - اس دنیا کی سب باتون کا خاتمہ ہو - اس سے آپ کے عہد حکومت کا بھی خاتمہ ہوتا خواہ آپ اپنی ایکبارگی خواہش کے مطابق اس ملک کے دوامی ویسرائے ہی کیون نہو جاتے - مگر اتنی عجلت سے وہ زمانہ ختم ہوگا ایسا خیال نہ آپ ہی کا تھا اور نہ یہان کے باشندون کا - اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کے اور اس ملک کے باشندون کے درمیان کوئی تیسری طاقت اور بھی ہو جس پر یہان کے لوگون کا توکیا آپکا بھی قابو نہین ہے -

جدائی کا وقت بڑا رقت انگیز ہوتا ہے - آپ کو الگ ہوتے دیکھکر آج دل مین بڑا درد ہوتا ہے - مائی لارڈ آپ کے دوبارہ اس ملک مین آنے سے اہل ہند کسی طرح خوش نہ تھے - وہ یہی چاہتے تھے کہ آپ پھر نہ آئین - مگر آپ آئے اور اس سے یہان کے لوگ بہت رنجیدہ ہوئے - وہ دن رات یہی مناتے تھے کہ جلد حضور یہان سے سدھارین - مگر اف! آج آپکے جانے پر خوشی کی جگہ رنج ہوتا ہے - اسی سے جانا کہ جدائی کا وقت بڑا رقت انگیز ہوتا ہے - بڑا پاک بڑا صاف اور بڑا نرم ہوتا ہے - عداوت دور ہوجاتی ہے اور محبت اسوقت جوش مارنے لگتی ہے!

مائی لارڈ کا ملک دیکھنے کا اس غریب برہمن کو اس زندگی مین کبھی اتفاق نہین ہوا اس سے نہین جانتا کہ وہان جدائی کے وقت لوگون کی کیا حالت ہوتی ہے - مگر اس ملک کے بہایم وطیور کو بھی فرقت کے وقت اداس ہوتے دیکھا ہو! ایکبار شیو شنبھو کے پاس دو گائین تھین - ان مین سے ایک بڑی اور دوسری سے زیادہ طاقتور تھی - وہ اپنے سینگون کی ٹکر سے کبھی کبھی دوسری کمزور گاے کو گرادیتی تھی - ایک دن وہ ٹکر مارنےوالی

گائے پروہت کو دیدی گئی۔ دیکھا کہ کمزور گائے اُس زبردست گائے کے چلے جانے سے خوش نہ تھی۔ بلکہ اُلٹی وہ دن بھر بھوکی کھڑی رہی چارہ کو مُنہ تک نہ لگایا۔ مائی لارڈ! جس مُلک کے چوپایوں کی جُدائی کے وقت یہ حالت ہوتی ہے وہان کے انسانون کی کیا حالت ہو سکتی ہو اِسکا اندازہ لگانا بہت مشکل نہین ہے۔

پہلے بھی اِس مُلک مین جو ویسرائے آئے آخر کار اُنھین جانا پڑا۔ اِس سے آپ کا جانا بھی دستور قدیم کے خلاف نہین ہے۔ تاہم آپ کے عہد حکومت کا ناٹک ٹریجڈی ہے۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہو کہ تماشائی تو کیا خود کھلاڑی بھی نہین جانتا تھا کہ جو کھیل وہ کمیڈی سمجھکر شروع کرتا ہو وہ ٹریجڈی ہو جائے گا۔ جسکے آغاز مین خوشی تھی اور درمیان مین خوشی کی انتہا نہ تھی اُسکا انجام ایسا پُر رنج وتعب کیسے ہوا؟ آہ! مغرور کھلاڑی سمجھتا ہو کہ مین دوسرون کو اپنا کھیل دکھاتا ہون۔ مگر پس پردہ ایک اور ہی تیز کھلاڑی کی باری ہو رہی ہے یہ اُسے خبر نہین ہے!

اِس بار بمبئی مین اُتر کر مائی لارڈ! آپنے جو ارادے ظاہر کئے تھے ذرا حساب کیجئے تو سہی اُنمین سے کون کون تھے جو پورے ہوئے۔ آپ نے کہا تھا کہ یہان سے جاتے وقت ہندوستان کو ایسا کر جاؤنگا کہ میرے بعد آنیوالے گورنر جنرلونکو برسون تک کچھ کرنا نہ پڑیگا وہ بہت برسون تک آرام کی نیند سوتے رہین گے۔ مگر بات اُلٹی ہوئی۔ آپ کو خود اِسبار بیچین رہنا پڑا ہے۔ اِس مُلک مین جیسی بدامنی آپ پھیلا چلے ہین اُسکے دور کرنے مین آپ کی جگہ پر آنیوالون کو نہ جانے کب تک نیند اور بھوک حرام کرنا پڑیگی۔ اسبار آپ نے اپنا بستر گرم خاکستر پر رکھا ہے اور اہل ہند کو جلتے توے پر پانی کی بوندونکی طرح نچایا ہو۔ آپ خود بھی آرام سے نہ بیٹھ سکے اور یہان کی رعایا کو بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیسکے۔ اِسکا لوگون کے دلمین بڑا درد ہے۔

غور کیجئے کیسی شان آپ کی اِس مُلک مین تھی اور کیسی ہوگئی! کتنے بلند ہوکر آپ کتنے نیچے گرے۔ الف لیلئے الہ دین نے چراغ رگڑ کر اور ابوحسن نے بغداد کے خلیفہ کے بستر پر خواب سے آنکھ کھولکر وہ شان نہ دیکھی جو دہلی دربار مین آپ نے دیکھی۔ آپکی اور آپکی لیڈی کی کرسی سونے کی تھی اور آپ کے آقا شاہنشاہ کے برادر خورد اور اُنکی ملکہ کی کُرسی چاندی کی۔ آپ دائین تھے وہ بائین آپ پہلے تھے وہ دوسرے۔

اِس ملک کے سب راجہ رئیسون نے پہلے سلام آپ کو کیا اور پیچھے شاہنشاہ کے بھائی کو۔ جلوس مین آپ کا ہاتھی سب سے آگے اور سب سے اونچا تھا۔ اُسکا ہودج اور چنور چھتر وغیرہ سامان بھی سب سے اعلیٰ تھا۔ خلاصہ یہ کہ خدا اور شاہنشاہ ایڈورڈ کے بعد اِس مُلک مین آپ ہی کا درجہ تھا۔ مگر اب دیکھتے ہین کہ جنگی لاٹ کے مقابلے مین آپ نے شکستی کھائی۔ سکر جل نیچے آرہے ہا آپکے مُلک مین وہی اونچے مانے گئے۔ آپ کو نیچا دیکھنا پڑا۔ استعفے کی دھمکی سے بھی آپ اونچے نہ ہو سکے!

آپ کے ضبط اور متانت کی بڑی تعریف تھی۔ اُس سب ضبط اور متانت کا آئینے اسدفعہ اپنی کونسل مین بے قانونی قانون پاس کرتے اور کانوکیشن مین اسپیچ دیتے وقت دیوالہ نکالدیا۔ یہ دیوالہ تو اس مُلک مین ہوا۔ اُدھر ولایت مین آپ کے بار بار استعفے کی دھمکی نے ظاہر کردیا کہ جڑ ہل گئی ہے۔ آخرکار وہان بھی آپ کو دیوالیہ ہونا پڑا۔ اور ضبط اور متانت کے ساتھ استقلال کو بھی کھودیا۔ اس مُلک کے حکام آپکی تال پر ناچتے تھے راجہ مہاراجہ ڈوری ہلانے سے دست بستہ حاضر ہوتے تھے۔ آپکی ایک نگاہ مین حشر برپا ہوتا تھا۔ کتنے ہی راجون کو مٹی کے کھلونوں کی طرح آپ نے توڑ پھوڑ ڈالا کتنے ہی کاٹھ مٹی کے کھلونے آپکی عنایت کے جادو سے بڑے بڑے عہدون کے مالک بنگئے۔ آپ کے ایک اشارے مین اِس مُلک کی تعلیم پامال ہوگئی آزادی فقرو ہوگئی۔ بنگال کے جسم پر آرہ چل گیا۔ اُف! اتنے بڑے مانی لارڈ کا یہ درجہ ہوا کہ ایک فوجی افسر کو وہ اپنی خواہش سے نوکر نہ رکھا سکے۔ اور اُس غصّے کے مارے اُنھون نے استعفے داخل کیا وہ بھی فوراً منظور ہوگیا! اُن کا رکھا یا ایک بھی آدمی نوکر نہ رکھا گیا اُلٹا اُنھین کو نکل جانے کا حکم ہوا!

جسطرح حضور کا بہت اونچے پر چڑھکر نیچے گرنا اِس مُلک کے باشندون کے جی مین درد پیدا کررہا ہے گرکر پڑے رہنا اُس سے بھی زیادہ تکلیف پہونچا رہا ہے۔ آپ کا عہدہ چھوٹ گیا ہے مگر تاہم آپ کا پیچھا نہین چھوٹتا۔ ایک ادنی کلرک جبکو نوکری چھوڑ دینے کے لئے ایک ماہ کا نوٹس مل جاتا ہو وہ نوٹس کی میعاد کے دنون کو بڑی نفرت سے پورا کرتا ہی آپ کو اپنے عہدے پر اسوقت قائم رہنا کہانتک پسند ہے یہ آپ ہی جانتے ہون گے۔ ایسی حالت پر آپ کو کہانتک نفرت ہوئی اِس امر کے جاننے کا اِس مُلک کے لوگون کو موقعہ

نہین ملا - مگر گرنے کے بعد اتنی الجھن مین پڑتے اُنھون نے کسی کو نہ دیکھا -
مائی لارڈ! ایک بار اپنے کامون پر خیال کیجیے - آپ کس کام کو آئے اور کیا کر چلے -
حاکم کا رعایا کے ساتھ کچھ تو فرض ہوتا ہے یہ بات آپ ضرور مانتے ہونگے - براہ عنایت
ارشاد کیجیئے کہ کونسا فرض اِس ملک کی رعایا کے ساتھ آپ ادا کر چلے؟ کیا آنکھین بند کرکے
اندھادھُند حکم چلانا اور کسی کی کچھ نہ سننا ہی ادا ے فرض ہے؟ کیا رعایا کی بات پر کبھی
کان نہ دینا اور اُسے دباکر اُسکی مرضی کی خلاف ضد سے کام کیئے چلے جانا ہی حکومت
کہلاتا ہی؟ ایک کام تو ایسا بتائیے جسمین ضد چھوڑکر رعایا کی پکار کا آپ نے خیال کیا ہو؟
قیصر اور زار بھی بہت کہنے سُننے سے رعایا کی بات کیطرف متوجہ ہوجاتے ہین - مگر آپ
ایک موقعہ تو ایسا دکھائے جسمین عرض یا فریاد وغیرہ کرنے کے لیے رعایا کے لوگون کو
اپنے نزدیک پھٹکنے دیا ہو - اور اُسکی بات سُنی ہو؟ نادر شاہ نے جب دہلی مین قتل عام
کیا تو آصف جاہ کے گلے مین تلوار لٹکاکر عرض کرنے پر کہ -

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کُشی
مگر کہ زندہ کُنی خلق را و باز کُشی

بریش سُفیدت بخشیدم کہ کے فوراً قتل عام بند کردیا تھا - مگر آٹھ کروڑ بنگالی رعایا کے
گڑگڑاکر عرض کرنے پر بھی آپ نے بنگال کے دو ٹکرے کرڈالنے کا ارادہ بند نہ کیا -
اسوقت آپکی حکومت کی میعاد پوری ہوگئی ہے تاہم بنگال کے ٹکڑے کئے بغیر گھر جانا
آپ کو پسند نہ ہوا - نادر سے بھی بڑھکر آپکی ضد ہے - کیا آپ سمجھتے ہین کہ آپکی ضد سے
رعایا کے دلون پر صدمہ نہین پہونچتا؟ ذرا غور کیجیے ایک آدمی کو آپ کے کہنے پر نوکر
نہ رکھنے سے آپ خود نوکری چھوڑے جاتے ہین - اِس ملک کی رعایا کو بھی کہین جانیکو
جگہ ہوتی تو کیا وہ ناراض ہوکر اس ملک کو ترک نہ کردیتی؟
آپ کی ضد کا نتیجہ اِس مُلک کی رعایا نے ہین دیکھ لیا - اُسنے دیکھ لیا کہ آپکی جس ضد نے
اُنکو تکلیف پہونچائی - یہان تک کہ آپ خود اُس کا شکار ہوے - یہان کی رعایا وہ رعایا
ہی جسے اپنی تکالیف و مصائب سے زیادہ انجام کا خیال ہی - وہ جانتی ہے کہ دُنیا مین
سب چیزون کا خاتمہ ہے - تکلیف کا وقت بھی ایک دن ختم ہوجاتا ہے - اسی سے سب
تکلیفون کو سہہ کر اور غلامی برداشت کرکے بھی وہ زندہ ہے -

مائی لارڈ! اس محسن پرست سرزمین کی قدر آپ نے کچھ نہ جانی - اور نہ یہاں کی عاجز رعایا کی محبت اور عقیدت آپ اپنے ساتھ لیجا سکے اسکا بہت افسوس ہے!

اس مُلک کے تعلیم یافتہ اشخاص کی طرف دیکھنے کی تو آپکی آنکھوں مین تاب نہین - ان پڑھ گونگی رعایا کا نام کبھی کبھی آپ کے دہن مبارک سے نکل جایا کرتا ہو - اُسی جاہل رعایا مین سلطان نام کے ایک راجکمار کا گیت گایا جایا کرتا ہو - ایک دفعہ اپنی مصیبت کے کئی سال بسر کرنے کے لیے سلطان کو نرور گڈھ مین رہنا پڑا تھا - وہان چوکیداری سے لیکر ایک اعلیٰ عہدے تک کا کام اُسے کرنا پڑا تھا - جب گھوڑے پر سوار ہوکر وہ اُس مقام سے رخصت ہونے لگا تو شہر پناہ سے باہر نکل کر اُسنے اُس شہر کو جس ڈھنگ سے سلام کیا وہ سُننے - سلطان نے آنکھون مین آنسو بھر کر کہا "پیارے نرور گڈھ! میرا سلام لے - آج مین تجھ سے جدا ہوتا ہون - تو میرا پرورش کنندہ ہو - اپنی مصیبت کے دن مین نے تجھ مین رہکر کاٹے ہین تیرے احسان کا بدلا مین غریب سپاہی نہین دیسکتا - بھائی نرور گڈھ! اگر مین نے دیدہ و دانستہ ایکدن بھی اپنی نوکری مین غفلت کی ہو یا یہان کے باشندون کی خیرخواہی کے خیال کو کبھی جی سے ہٹایا ہو - یہان کی عورتون کو مان اور بہن کی نظر سے نہ دیکھا ہو - دوسرون کے لئے کبھی جان سے بھی دریغ کیا ہو تو مجھ چھتری کے لڑکے کا سلام نہ لے - نہین تو خوش ہوکر میرا سلام لے - اور مجھے رخصت دے" مائی لارڈ! جس رعایا مین ایسے راج کمار کا گیت گایا جاتا ہو اُس مُلک سے چلتے وقت کیا آپ بھی کچھ فرمائین گے؟ کیا آپ ارشاد کرسکین گے "کمبخت ہند! مین نے تجھ سے سب طرح کے فائدے اُٹھائے اور تیری بدولت وہ عروج حاصل کیا کہ پھر اس زندگی مین کبھی حاصل نہو گا - تونے میرا کچھ نہین بگاڑا مگر مین نے تیرا بگاڑ کرنے مین کچھ کمی نہ کی - دُنیا کے سب سے قدیم مُلک! جب تک مجھے اختیار حاصل تھا تیری بھلائی کی خواہش میرے دل مین نہ تھی - اَب کچھ طاقت نہین ہے جو تیرے لیے کچھ کرسکون - مگر دُعا کرتا ہون کہ تو پھر اُٹھے - اور پرانے جلال اور مرتبہ کو حاصل کرے میرے بعد آنیوالے تیرے درجے کو سمجھین" آپ کرسکتے ہین اور مائی لارڈ! یہ مُلک آپکی پچھلی سب باتین بھول سکتا ہے مگر اتنے فراخدل آپ کہان؟ -

شیوشنبھو شرما

برسات

یاد دلواتی ہے مے نوشی فضا برسات کی — دل بڑھا جاتی ہے آ آکر گھٹا برسات کی
بند ھگئی ہے رحمت حق سے ہوا برسات کی — نام کھُلنے کا نہین لیتی گھٹا برسات کی
اُگ رہا ہے ہر طرف سبزہ در و دیوار پر — انتہا گرمی کی ہے اور ابتدا برسات کی
دیکھنا سوکھی ہوئی شاخون مین بھی جان آگئی — حق مین پودھون کے مسیحا ہی ہوا برسات کی
ہون شریک بزم مے زاہد بھی توبہ توڑ کر — جھومتی قبلے سے اُٹھی ہی گھٹا برسات کی
اصل تو یون ہی مے و معشوق کا جب لُطف ہی — چاندنی ہو رات کو دن کو گھٹا برسات کی
وہ پپیہون کی صدائین اور وہ مورونکا رقص — وہ ہوائے سرد وہ کالی گھٹا برسات کی
پار اُتر جائین گے بحرِ غم سے رند بادہ نوش — لے اُڑے گی کشتی مے کو ہوا برسات کی
خود بخود تازہ اُمنگین جوش پر آنے لگین — دل کو گرمانے لگی ٹھنڈی ہوا برسات کی
وہ دُعائین میکشون کی اور وہ لُطف انتظار — ہائے کن نازون سے چلتی ہی ہوا برسات کی
مین یہ سمجھا ابر کے رنگین ٹکڑے دیکھکر — تخت پریون کے اُڑا لائی ہوا برسات کی
ناز ہو جس کو بہار مصر و شام و روم پر — سرزمین ہند مین دیکھے فضا برسات کی

برج نرائن چکبست لکھنوی

ہوس

ایک وٹی کھا کے آسودہ ہوا گر بوالہوس — ہاتھ پھیلاتا ہو وہ عبدِ شکم لینے کو دس
دانے کے لالچ سے دیکھا مُرغ نے دامِ قفس — خوان پر گر گر کے اپنی جان دیتی ہی مگس
خوار کر دیتا ہی ہر جاندار کو دامِ ہوس

طالب بنارسی

گُلِ مزار

محبت فطرۃً کیونکر نہو انسان کو پھولون سے — حیات و مرگ و جشن و سوگ مین وہ ساتھ ہین اسکے
شریک شادی و غم ہین وہ ہر محتاج و منعم کے — تعلق اُنکو یکسان ہے گدا و شاہ دونون سے
نہ اُنسے چھوٹتا ہے زندگی مین دامن دولت — نہ اُن سے چھوٹتا ہے بعد مرن مدفن و تُربت
جو وقت زندگی آرائش تن راحتِ جان ہین — تو بعد مرگ قبر مردہ پر وہ کیا پریشان ہین
لڑکپن مین حسینون کے تمھین پھولو کھلونا تھے — تمھین کو دل مسل کر پھینکدیتے تھے وہ غصّہ سے
جوانی مین تمھین گجرے سے زینت تھی کلائی کی — تمھین کنگن سے رونق تھی کبھی دستِ حنائی کی
تمھین کو گوندھکر تھے وہ پہنتے بدھیان پیاری — تمھین کو گوندھکر ہارو مین دکھلاتے تھے صنّاعی
تمھین سے حسن بڑھجاتے تھے معشوقان عالم کے — تمھین گیسو کی رونق تھی تمھین جوڑے کی زینت تھے
تمہاری سیج سے کیا کیا نہ لوٹے لُطف سونمین — ہمیشہ کام تم آتے ہو بیماری کے صدقے مین
بڑھاپے مین تمھارا الخلخہ کیا کیا نہ کام آیا — دماغ و دل نے تم سے عمر بھر کیا کچھ نہین پایا
وہی تمنے نباہی دوستی اب بعد مرنے کے — بنے میت کا سہرہ اور کفن سے جاکے تم لپٹے
نہ چین آیا تمھین اسپر بھی اپنی سوگوار ی سے — مزار مردہ پر پھیلے پڑے ہو بیقراری سے
چڑھی ہی خاک سر پرواہ ری تربت کی غمخواری — تمھاری ملگئی مٹی مین وہ ساری طرحداری
تمھارے حسن سے واقف ہین آنکھین ساری دُنیا کی — تمھاری وہ شگفتہ خاطری کس نے نہین دیکھی
تمھاری وضعداری دلرُبا سارے حسینو نکی — تمھاری سادگی پیاری تمامی مہ جبینون کی
نزاکت سے کبھی عادی نہ تھے تم دھوپ سایئے کے — مگر پاس رفاقت سے بہت تمنے سہے صدمے
اُداسی چہرۂ زیبا پہ کیسی آہ چھائی ہے — کمالِ یاس نے اپنی عجب رنگت دکھائی ہو
کہان چہرے کی وہ رونق کہان کملائی یہ صورت — کہان رنگت کی وہ شوخی کہان مرجھائی یہ رنگت
تمھاری خشک صورت سے عجب حسرت برستی ہو — شکنجے مین نہ کیا کیا آزمائش تم کو کستی ہے

تمھاری ایک عالم پر ہو ظاہر سخت غمخواری
وفاداری تمھاری ہے عجب سچّی وفاداری

رفتار زمانہ

معلوم نہین کہ گورنمنٹ ہمارے خیالات۔ جذبات ومحسوسات کو اپنی درازدستی بے نیازی وتغافل سے کبتک روکے گی۔ اہل بنگال نے اپنے پیارے وطن کی قلب ماہیت پر جس آزادانہ استقلال کے ساتھ تقریبًا دو برس تک اپنی نارضامندی کا اظہار کیا ہو اُسکا سارا زمانہ معترف ہو ایک مہذب گورنمنٹ کو خیالات عامہ سے اِس حد تک بے نیازی جتانیکی جرأت نکرنا چاہیے جو جلسۂ عام کلکتہ مین ۷۔ اگست کو اظہار نارضامندی کیلئے آخری بار منعقد ہوا تھا اُسکے کارگزارونکی سرگرم آزادی حضار جلسہ کا جوش وخروش اور اُنکی کثرت ہجوم کے لحاظ سے ہم بلاخوف مبالغہ کہ سکتے ہین کہ اِس مُلک مین کبھی ایسا جاد ومُلکی معاملات پر نہین ہوا تھا۔ اور اُس جلسے مین جو تجویزین پاس ہوئین وہ بھی صاف گوئی۔ وآزاد خیالی کی بےنظیر مثالین ہین منجملہ اور تجویزونکے ایک یہ تھی کہ تاوقتیکہ گورنمنٹ اِس دلشکن ارادے سے نہ باز آئے اہل بنگال انگریزی ساخت کے اشیاء سے قطعی طور پر اجتناب کرین۔ اِس سے بڑھکر انکی آزردگی شکستہ دلی۔ اور بیباک آزادی کا اور کیا ثبوت ملسکتا ہی کلکتہ کے چند اخبارون نے اِس تجویز سے اختلاف کیا ہی انکا بیان ہو کہ اِس طرز سلوک سے ہمارے کامون مین بے انتہا خلل واقع ہوگا۔ گو بعض اہل الرائے ایک حد تک اُنکے ہم خیال ہین۔ مگر اہل بنگال کی راے مین گورنمنٹ کا نشہ اُتارنے کیلئے اِس سے زیادہ بااثر نتیجہ خیز تدبیر اور کوئی نہین ہوسکتی۔ چند ہی دنون کی پُرجوش کوششون نے مینچسٹر والون کے کان کھڑے کرنے شروع کردیے ہین۔ مارواریون کو جو انگریزی ساخت کے کپڑے فروخت کرتے ہین پچاس لاکھ کا نقصان ہو چکا ہی۔ اور اُنھون نے ولایت کے آڑھتیونکو تار دیا ہو کہ ہم مزید خریداری سے معذور ہین۔ یہ تحریک قابل تعریف سرگرمی واستقلال سے جاری ہو دس لاکھ کے سرمایہ سے دیسی اشیاء کی ایک دوکان کھولنے کی تجویز کیگئی ہو۔ وہ حضرات جو گوشۂ عافیت مین بیٹھے ہوے زندگی کے دن کاٹ رہے تھے اب اِس میدان مین سرگرم کار ہین۔ سائنس کی اشاعت وتعلیم کی غرض سے جو انجمن قائم ہوئی تھی اُسکے ممبرون نے روزانہ ضروریات کی چیزونکے کارخانے کھولنے کی طیاریان کردی ہین۔ ایک ایسی ضخیم فہرست طیار کی جارہی ہو جسمین ہندوستان کی ساخت کی چیزین۔ اور اُنکے ملنے کا پتہ ہر زبان مین درج ہوگا۔ ایک مقتدر اخبار لکھتا ہو کہ اعلان تقسیم بنگال ہمارے ایجیٹیشن کی ابتدا ہی۔ اگر یہ بیان صحیح ہو تو ضرور بالضرور گورنمنٹ کو شکست ہوگی۔ اور اگر محض زبانی دھمکی ہو تو کیا اثر ہو سکتا ہو شکر ہو کہ ہمارے دلونمین اب قومی جوش کے الکھوے پھوٹنے لگے ہین

ہندوستان کے دیگر صوبجات بنگال سے سچی ہمدردی ہم نفسی کا اظہار کر رہے ہین بمبئی۔ مدراس۔ الہ آباد وغیرہ مین سودیسی تحریکین ہو رہی ہین۔ خدا کرے یہ جوش کچھ عرصے تک قائم رہے! اگر صرف سوتی اونی اور ریشمی کپڑون ہی کا خریدنا بند ہو جاے تو ملک کو بیالیس کروڑ پچھتر لاکھ کا فائدہ ہو جاے جو ہندوستان کی کل تجارت کا جو انگلستان سے ہوتی ہے نصف سے کم نہین ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ باوجود ان اظہارات کے گورنمنٹ ابھی تک ہمکو سادہ لوح خیال کرتی ہے۔ گویا ہمارے ذہن ایسے نارسا ہین کہ ہم گورنمنٹ کی اس تجویز کی تہ تک نہین پہونچ سکتے۔ مگر یہ خیال وہم باطل ہے۔ لوگ خوب جانتے ہین کہ اس تجویز سے بنگالیونکی مجموعی قوت کو توڑنا۔ کلکتہ کے ملکی اختیارات کی جڑ کاٹنا۔ اور بہار و مغربی بنگال کے ایک فرقے اور قوم کا زور زیادہ کرکے دوسرے کی روز افزون ترقی و حوصلہ مندی کو دریابُرد کرنا اور اس طرح باہمی نفاق کا موقع دینا منظور ہے۔ معمولی دماغ کا آدمی بھی ان اسرار کا پردہ فاش کر سکتا ہے "پھوٹ۔ توڑ" یہ ایسا ہی قدیم مسئلہ راج نیت ہے جیسا گنگا کا پانی۔

اسلئے بنگالیونکے دل لارڈ کرزن کیطرف سے ایسے کھٹے ہو گئے ہین اور وہ انکو اپنی قوم کا ایسا زبردست بدخواہ سمجھنے لگے ہین کہ ہمکو مطلق حیرت نہین ہوتی کہ انھون نے لارڈ موصوف کے مستعفی ہونے پر آزادی کے ساتھ اظہار مسرت کیا جو آتشبازیون اور جلوسونکی صورت مین نمودار ہوا۔ مگر حق یہ ہے کہ انتقام کے جوش مین اس حد تک جانا بےموقع تھا کیونکہ لارڈ موصوف کی کنارہ کشی فی الواقع ایک قربانی ہے جو انھون نے ہندوستان کی بہبودی کیلئے کی ہے۔ گو یہ امر متنازعہ ہے کہ اس قربانی کی تحریک فلاح ہند کے خیال نے کی۔ یا اپنے حقوق و اختیارات کے تحفظ کے خیال سے کوئی انکے دل سے پوچھے بہرحال چاہے کچھ ہی کیون نہو ویسراے صاحب اسوقت اس اخلاق اور توجہ کے ضرور مستحق ہین جو ایک شریف آدمی کو اپنے آفت زدہ دشمن کے ساتھ بھی کرنا فرض ہے۔ لارڈ کرزن اور لارڈ کچنر کے ناگوار جھگڑون مین تمام ہندوستان کی ہمدردی لارڈ کرزن کے ساتھ رہی ہے۔ اور گو اسوقت لارڈ کرزن کا استعفیٰ ایک بیجا اصول سے مصالحت کرنیکے بعد ایک چھوٹے سے اور فروعی نزاع پر عمل مین آیا ہے جس سے لارڈ کرزن کی قربانی کی وقعت عام اہل نظر کے سامنے کم ہو گئی ہے۔ پھر بھی اسوقت انکے اس داخلی انتشار اور ظاہری ناکامی سے فائدہ اٹھانا اور اس انتظام و اہتمام اور جوش و خروش کے ساتھ خوشی منانا اپنی سبکی آپ کرنا ہے۔ لارڈ کرزن کیلئے اسطرح مجبور ہو کر اپنے عہدے سے کنارہ کش ہو جانا ہی کیا کم دلشکن بات ہے جو اسپر کوئی مزید آفت ہو جائے لارڈ کرزن کے عہد حکومت پر منصفانہ نکتہ چینی کی اسوقت گنجائش نہین ہے۔ مگر ایک سرسری ذکر مین کوئی شخص اس بات پر افسوس کئے بغیر نہین رہ سکتا ہے کہ ایسے قابل۔ ایسے جفاکش اور محنتی اور پرجوش حاکم کیوقت مین بھی ہندوستان کی بہبودی کی باتین اس ہٹ دھرمی کے ساتھ نظرانداز ہوئین کہ آج ملک بھر مین اسکے افسوسناک خاتمے پر عام طور پر دلی رنج کے بجاے اطمینان ظاہر کیا جا رہا ہے لارڈ کرزن کے جانشین لارڈ منٹو مقرر ہوے جو ایک مسن بزرگ ہین اور کینیڈا کے گورنر جنرل رہ چکے ہین

اُنکے ایک رنگ دیسرے ہندوستان چکے ہیں۔ آپکا بھی ہندوستان سے سلسلۂ ملازمت اہو۔ خدا کرے اہل ملک کیلئے آپکا عہد حکومت برکت کا باعث ثابت ہو۔ خیر یہ تو پبلک باتین ہین جنپر ہم نکتہ چینیان کرکے کسیقدر دلکو تسکین دے لیتے ہین۔ مگر انڈیا ہوس کی پوشیدہ کوشون مین ایک اور تجویز سوچی گئی ہے جسپر ہمکو زبان کھولنے کا ذرا بھی موقع نہین دیا گیا۔ اس تجویز کا منشا ہو کہ بیس کرور روپیہ بغرض توسیع ریلوے ہند قرض لیا جائے۔ ہم نہین سمجھتے کہ روز بروز پبلک روپیہ ایسی لاطائل۔ دور از کار وغیرہ مفید امور مین کیون پھونکا جاتا ہے۔ ہمارے ملک نیز انگلستان کے اہل بصیرت کی رائے ہو کہ ہندوستان کیلئے نہرونکی تعمیر جتنی ضروری ہے اور اُس سے جتنے فوائد ظہور مین آسکتے ہین اُسکے عشر عشیر بھی ریلوے سے ممکن نہین۔ نہرون پر تخمیناً ۷ فیصدی نفع ہوتا ہے۔ برعکس اسکے ریلوے لائنون مین بجز دو کے اور سب کی سب نقصان دہ ہین اسمین کوئی شک نہین کہ ہر سال کی رپورٹون مین ریلونپر ۴ فیصدی یا ۶ فیصدی کا نفع دکھایا جاتا ہے مگر وہ دھوکے کی ٹٹی ہے کیونکہ جب اُس سرمایہ پر جس سے ریلین نکالی گئین چار یا پانچ فیصدی سود منہا کر دیجئے تو نفع "براتِ عاشقان بر شاخِ آہو" ہو جاتا ہے۔ ۱۹۰۴ء کی ریلوے رپورٹ پر محققانہ نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مبالغہ آمیز تخمینہ پر بھی ۲½ فیصدی سے زیادہ نفع نہین ہوا۔ ایسٹ انڈیا ریلوے کی تعمیر مین قریب ۳۵ کرور روپیہ کے خرچ ہوا تھا۔ اُسپر آج تک ۴۴ کرور کا نقصان ہو چکا ہے۔ نفع کو کون روئے۔ ہندوستان پر صرف ریلونکی بدولت چار ارب پچاس کرور روپیہ قرض ہو چکا ہے جسکا سالانہ سود ایک کرور پینتیس لاکھ روپیہ دینا پڑتا ہے۔

ان ناگوار و نامرغوب واقعات کا مجمل تذکرہ کرنیکے بعد ضرورت ہے کہ ہم چند مبارک اور دل خوش کن امور کا بھی ذکر کرین۔ جنمین سب سے زیادہ اہم۔ پُر از نتائج۔ اور تسلی بخش روس و جاپان کے مابین مصالحت کا ہونا ہے۔ ہمکو از حد مسرت ہوئی کہ تقریباً ڈیڑھ برس کے کشت و خون کے بعد یہ نامبارک جنگ ختم ہوئی۔ مگر صلح کے شرائط پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح کا تاج روس کے سر ہے۔ نہ کہ جاپان کے سر۔ کچھ عرصہ سے مصالحت کے متعلق سلسلہ جنبانیان ہو رہی تھین۔ مگر چونکہ جاپان مصارف جنگ کا دعوی کرتا تھا۔ اور روس اُس دعوے کے قبول کرنے سے منکر تھا اسلیئے صلح مین تامل و تاخیر ہو رہی تھی ایسی حالت مین ہمکو اور ساری دنیا کو امید تھی کہ جاپان بہ حیثیت ایک فاتح کے روس سے اپنے دعوؤنکو بزور شمشیر منوا کر چھوڑیگا۔ مگر ہماری امیدونکو کبھی ایسی مایوسی نصیب نہ ہوئی تھی۔ جتنی اسوقت ہوئی کیونکہ روس تو اپنی بات پر اڑا رہا اور جاپان اپنے دعوؤن سے دست بردار ہوا۔ اب اسکو چاہے جاپان کی علو ہمتی کہئے یا بلند حوصلگی مگر ہم تو ضرور کہین گے اور صدہا رائین ہم سے متفق ہین کہ اس سے جاپان نے اپنی وقعت دنیا کی نظرون مین گھٹا دی۔ اگر اُسکو ایسی حقارت آمیز صلح کرنا منظور تھی تو مصارف جنگ کا دعوی پیش ہی نہ کیا ہوتا۔ مگر جب ایکبار یہ دعوی پیش کر چکا تو اُسکا تفاخر قومی اس بات کا مقتضی تھا کہ اُسپر آخر تک قائم رہے جرمنی اور فرانس کے اخبارات جاپان کی فتح ہی کو ملیامیٹ کیئے دیتے ہین انکی نظرون مین فاتح وہ قوم ہے جو اپنے رقیب کو

مٹی مین ملادے! انگریزی اخبارات اس نا موزون صلح کو اور بھی خائف نگاہون سے دیکھتے ہین کیونکہ روس اپنے ٹوٹے ہوئے اور اپنی فوجونکو مقابلتًا بہت جلد سابق کیطرح طیار کریگا جو تاوان جنگ کے تحمل ہونیکے عرصۂ دراز تک ہرگز نہین کر سکتا تھا۔

میدان جنگ سے نظر ہٹا کر اپنے ملک کے ملکی تحریکونکی طرف دیکھئے تو کچھ اور ہی سمان نظر آتا ہے۔ وہان جنگ آزماؤن نے ہتھیار رکھو لنے شروع کر دیئے ہین اور یہان کے تغافل شعار سپاہی چل نکل کر آنیوالی جنگ کانگرس کیلئے کمر ونکو کس رہے ہین! ونشی مادھولال اور دیگر ممبران استقبالی کمیٹی کی سرگرم کوشش ہے کہ بنارس کانگرس کی کامیابی مین کوئی دقیقہ باقی نہ رہجاے۔ کانگرس پنڈال کیلئے بھی نہایت معقول جگہ دستیاب ہوگئی ہے۔ صنعتی اُمور کے متعلق ایک کانفرنس کی تجویز پاس ہوگئی ہے اور اُسکے اہتمام کیلئے ایک پرجوش کمیٹی مقرر ہوگئی ہے۔ اپنی زمرہ مین ہم مہاراجہ صاحب کشمیر کے توسیع اختیارات پر اپنی مسرت کا اظہار کرنا فرض سمجھتے ہین وہ انتظامی روک ٹوک جو ابتک قدم قدم پر مہاراجہ صاحب کے نیک ارادون مین حائل ہوا کرتی تھی توڑ دیجائیگی اور اُسکے پریسیڈنٹ سرامر سنگھ صاحب وزیر اعظم قرار دیئے جاوینگے اب مہاراجہ صاحب کو اُن قومی و تعلیمی ترقیونکو عمل مین لانیکا موقع ملیگا جسکی صلاحیت اُنکے مزاج مین ہے ہمین اُمید کامل ہے کہ مہاراجہ گیکواڑ کیطرح مہاراجہ کشمیر بھی راجگان ہند کی نیکنامی و نیک نیتی مین اضافہ کرین گے۔

ہرکس بخیال خویش خبطے دارد ۔ اہل بنارس کو یہ سوجھ گئی ہے کہ سنسکرت تعلیم کو فروغ دینے سے ہندوستان پھر پرانی عظمت کے زینے پر چڑھ جائیگا ماہ گذشتہ مین جب جناب لفٹنٹ گورنر صاحب وہان تشریف لیگئے تو اس تجویز پر بڑی سرگرمی سے بحث کیگئی اور فیصلہ ہوا کہ سنسکرت کتب خانہ کے قائم کرنے ۔ طلبا کو وظائف دینے اور اُنکے لئے بورڈنگ ہاؤس تعمیر کرنے مین ڈھائی لاکھ روپیہ درکار ہوگا اُسیوقت چند کھرے اسامیون نے پچھتر ہزار روپیہ جمع کر کے اپنے دریا دلی کا ثبوت بھی دیدیا ہم ان اصحاب کے فیاضیونکے معترف ہین۔ مگر اُسکے ساتھ ہی یہ کہنا ضروری سمجھتے ہین کہ اگر یہ سرمایہ۔ یہ دماغ اور یہ سرگرمی صنعتی تعلیم کیلئے صرف کیجاتی تو ملک کو بے انتہا فائدہ ہوتا ہم نہین سمجھتے کہ سنسکرت تعلیم کی اشاعت سے ان اصحاب نے کیا فائدہ سوچ رکھا ہے کیا یہ خیال ہے کہ یہ کوششین اس زبان کو سارے ہندوستان کی عام زبان بنا دیگی اگر ایسا خیال ہے تو بالکل باطل ہے۔ ہان اگر اپنی قدیمی زبان کی محافظت منظور ہو تو ایک حد تک داد دینے کے قابل ہے تاہم جن معاملات پر زندگی و موت کا دار و مدار ہے پہلے وہ توجہ کے مستحق ہین ایسے ایسے مسائل سوسائٹی کے زیور ہین پہلے روزی کی فکر کیجئے۔ زیور پھر بن رہینگے۔ کیا یہ اہل بنارس کیلئے باعث ننگ نہین ہے کہ امریکہ سے ایک لائق و فائق پروفیسر صنعتی تعلیم کی نیت سے آوے اور کوئی سامان نہ دیکھکر شکستہ دل واپس جاوے مانا کہ یہ کوششین ایک غیر مذہب والے شخص ذی کی تھین مگر ایسی کوشش بلا قید مذہب و ملت کے ہماری قدر دانی واعانت کی مستحق ہین!

ہمکو خوشی ہو کہ دوسرے حلقہ مین اس سے بڑھکا مفید کام کیا گیا - ناظرین کو یاد ہوگا کہ گذشتہ دسمبر مین سرکار کیطرف سے ایک کمیشن مقرر ہوئی تھی کہ تعلیم نسوان کی تجاویز وصورت عمل پر بحث و تحقیقات کر کے مفصل رپورٹ پیش کرے - یہ رپورٹ اب شائع ہو گئی او ملک ہندوستان کے اخبارات ہم آہنگ ہین کہ یہ رپورٹ اجمال طرز بیان - روشن تحقیقات وحسن تجاویز و تدابیر کے لحاظ سے نمونہ بننے کے قابل ہو تعلیم نسوان کا کوئی ایسا پہلو نہین ہو جسپر رائے زنی نہ کیگئی ہو - منجملہ ان امور کے جو تعلیم نسوان کے مانع و مزاحم ہین دو امر خاص طور پر ذکر کرنیکے قابل ہین اول لائق استانیون کا قحط دوم قیود پردہ ان موانع کے تدارک کیلئے کمیشن کی صلاح ہو کہ لکھنؤ کے زنانہ نارمل سکول کیطرح دوسرے شہرون مین اسکول کھولے جائین اور عورتونکو معقول وظیفہ دیا جاوے تاکہ شرفاء کے گھر انکی عورتین انمین تعلیم حاصل کر کے اپنے کو استانیون کے عہدہ پر مامور ہونیکے قابل بنائین - اگر کوئی عورت خود اپنی ذاتی کوششون سے کافی استعداد بہم پہونچانے تو اسکو بھی استانیونکی خدمت سپرد کیجا سکتی ہو کمیشن کا خیال ہو اور ہماری رائے مین بہت بجا ہے کہ ابھی دس گیارہ برس سے زیادہ سن کی لڑکیونکا اسکول مین جانا حیطہ عملیات سے باہر ہو انکی تعلیم کے لئے بہترین طریقہ یہ ہو کہ پردہ نشین استانیان گھنٹہ دو گھنٹہ پڑھا آیا کرین مگر کمیشن کی تجویز کہ ہندو اور مسلمان وضیع و شریف لڑکیون کیلئے جدا جدا اسکول قائم ہون ضروریات زمانہ و مصلحت وقت کے خلاف ہو اس امر مین ہم مولوی کرامت حسین صاحب کے اختلافی نوٹ سے اتفاق کرتے ہین کہ لڑکونکے سکولون کیطرح زنانے مدرسے بھی ان قیود سے آزاد ہون تاکہ مصارف مین زیادتی نہو اور اسکی تعلیم کا بوجھ اور گران ہو جانے کمیشن نے اپنا حق ادا کر دیا اب گورنمنٹ کا فرض ہو کہ اسکی صلاحونپر کاربند ہو کر اپنی قدردانی دادرسی و بہی خواہی رعایا کا ثبوت دے - ہمکو امید ہو کہ اس مفید کام کیلئے افلاس کا عذر نہ نکالا جائیگا اور ایسے امر کے انصرام مین جو خاص بخاص گورنمنٹ کا فرض ہو رؤسا ملک و مقتدر اصحاب کی حمایت پر زور نہ ڈالا جائیگا کیونکہ اس میدان مین ان حضرات کو پرنس آف ویلز کے خیر مقدم مین اپنی شایان شان فیاضی دکھانی پڑیگی - وراسے آمد کی یادگار قائم کرنیکے لئے بھی جیبون مین ہاتھ ڈالنا پڑے گا -

ناظرین جانتے ہین کہ ایک میڈیکل کالج کے قائم کرنیکی تجویزین ہو رہی ہین اور چند بزرگان قوم نے جنمین مہاراجہ اجودھیا کا نام نامی بھی شامل ہو اس امر کے متعلق ایک آرٹکل بھی پایونیر مین شائع کرایا ہو - اسمین ہمکو شک نہین کہ اس تحریک کے بانی بھی ہمارے لفٹنٹ گورنر صاحب ہین اور اسکی ضرورت بھی ہو مگر یہ ضرورت محض گورنمنٹ کی امداد سے رفع ہونا چاہیئے - اور رؤسا ملک کی توجہ زراعتی کالج اور صنعتی کالج کیطرف مبذول ہونا چاہیئے جسکا نام کوئی بھی نہین لیتا اگر پرنس آف ویلز کی یادگار مین اس نوعیت کا کوئی کالج قائم ہو گیا تو نہایت مبارک واقعہ ہوگا خصوصاً زراعتی کالج کے کھلنے مین کوئی دقت نہونی چاہیے کیونکہ گورنمنٹ ہند نے بیس لاکھ روپیہ زراعتی تحقیقاتون کیلئے منظور فرمایا ہو اور زرعی اہمیت کے لحاظ سے ہمارے صوبہ کو معقول حصہ ملنا چاہیئے - ہمارے معزز لفٹنٹ گورنر صاحب نے سنسکرت تعلیم و پرائمری تعلیم و تعلیم نسوان میڈیکل تعلیم کیلئے جو کچھ کرنیکی نیت کی ہو ہم اسکے مشکور ہین اور متمنی ہین کہ اب تعلیمی پروگرام کم از کم ایک زراعتی کالج کھولکر مکمل کر دیا جاوے -

نامور سپیکر و بیچاں ضایع یکمن + تاابد نام نیک یادگار

مفید جامع المعلومات پرجوش

قومی کارنامہ و دیگر قیمتی و قابل قدر کتابونکا سلسلہ

یعنی

لالہ لاجپت رائے صاحب پلیڈر چیف کورٹ پنجاب وغیرہ کی مشہور تصانیف

جن کتابون کے متعدد ایڈیشن بارہا چھپکر ملک کی قدردانی کا فخر حاصل کرچکے انکی تعریف مین زیادہ کہنا سننا فضول اس خیال سے کہ یہ سلسلہ ہر قوم پرست و محب الوطن کے ہاتہ تک بہ آسانی پہونچ سکے۔ ہمنے کچھ دنون کیلئے حتما قیمت کم کر دی ہے۔ جنکو اس قسم کے لٹریچر سے شوق ہو اس موقع کو غنیمت سمجھکر ہاتہ سے نہ دین۔

فہرست کتب

نام کتب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
دنیا کے مہاپرشون کا سلسلہ		
(۱) میزنی اردو تیسرا ایڈیشن	۸/	۴
(۲) " ہندی	۸/	۴
(۳) گریبالڈی "	۸/	۲
(۴) سیواجی "	۶/	۲
(۵) سوانح عمری دیانند سرسوتی	۱عصہ/	۱
(۶) سری کرشن جی دوسرا ایڈیشن	۱۰/	۱
(۷) پراچین آرین تہذیب کا مختصر بیانت	۶/	
(۸) ویدک ٹریکٹ نمبرا	۳/	
(۹) بھارت جنن (ہندوستان کے آخری ایام) نظم	۱/	
(تصنیفات منشی رادھاکشن صاحب پنشنر)		
(۱) بیر چتیر (بنادطن قوم راجپوت کی جانبازیان)	۶/	
(۲) رسالہ نسخ وتناسخ	۲/	
(۳) تحقیقات مذاہب	۸/	
(۴) سوامی دیانند سرسوتی کی خود نوشتہ سوانح عمری کا ترجمہ	۲/	

ایسی کتاب آجتک کسی زبان مین دوسری نہین چھپی

اجتک پانچہزار جلدین فروخت ہوچکی ہین۔ اب پھر نئی چھپی ہے بہت اضافہ کے ساتھ ولایت تک کے اخبارات نے اسکی تعریف چھاپی ہے

اسکا نام **جوہر حکمت** ہے حجم ۴۰۰ صفحات قیمت دو روپیہ

حکیم۔ ڈاکٹر۔ وید۔ کمپونڈر۔ عطار۔ بیمار۔ عیالدار۔ سبکو پڑھنی چاہیئے اس مین کتنے اور کیسے کارآمد مضامین کوٹکر بھرے ہین خیال تو فرمائیے

فصل ۱۔ تمام بیماریون کے نام انگریزی سنسکرت اور اردو زبان مین۔

فصل ۲۔ تمام ادویات کے نام چار زبانون مین معہ شناخت و فوائد۔

فصل ۳۔ تمام اصطلاحات طبی کیواسطے الفاظ ہم معنی بالمقابل چار دن زبان کے بابت تاثیر و طریق استعمال داوزان وغیرہ

فصل ۴۔ ہر مرض کی شناخت اسباب تمام علامات پیشبندی و علاج بقاعدہ ڈاکٹری ویدک یونانی و عطائی۔ اغذیہ۔ مفید۔ مضر۔

فصل ۵۔ اصول حفظ صحت کا ہر موسم کے ہر چیز شئ کا استعمال بقاعدہ اقوال حکمار قدیم ہر ایک کا قدرتی نسبطہ اشیا رخوردنی کے خواص

فصل ۶۔ تشریح جسمانی تمام ہڈیان رگ پٹھے اعضا کا بیان معہ مقدار وزن چار دن زبانمین انکی بناوٹ وافعال کے قدرتی اصول و دلائل عجیب

فصل ۷۔ قرابادین ہر قسم کی مرکبات۔ دخن معجون مربہ وغیرہ تیار کرنا حکمائے سلف کے مشہور نسخے و مجرب مجرب

فصل ۸۔ بیٹت دوات انگریزی سہر و کشتہ۔ ادویات مومی و آلات جراحی۔ فصد فاروہ وغیرہ وغیرہ کا بیان بعض مصطلحات کیمیا وغیرہ

فصل ۹۔ علم طب کی ایجاد کے تواریخی حالات علاج مختلف طریقے جدید تحقیقات مین فرنگی ڈاکٹرونکی۔ وغیرہ وغیرہ۔

آتنا مضمون ایکہزار صفحہ مین سماتا مگر نہایت گنجان اور بابیک لکھاکر دریا کو کوزے مین بند کیا تاکہ غریب بھی محروم نہ رہین پچاس کتابون مین آتنا مضمون ملنا مشکل۔ اسکو پڑھکر اپنا علاج خود کر لو یا حکیم و ڈاکٹر کے علاج کی خوبی وخرابی سمجھ لو یا مرض کو پیدا ہونے سے پہلے ہی روک لو۔ بات بات پر فیس دینا و خوشامد کرنا نہ پڑے گا۔

قیمت معہ محصول عہ اشتہار کے موافق نہ ہو تو دام واپس دینگے

ملنے کا پتہ

منیجر قیصر ہند ایجنسی لودیانہ پنجاب

مصدقہ جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر لودیانہ حال کمشنر راولپنڈی مجرب

تریاق طاعون

ہم نے عرصہ دراز کی جانفشانی کے بعد تریاق طاعون ایجاد کیا ہے جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوا ہے بطور حفظ ماتقدم اگر استعمال کیا جائے تو طاعون کے حملہ سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ اگر مبتلائے مرض اسکا استعمال کرے تو فوراً بخار فرو ہو جاتا ہے۔ گلٹیاں کم ہو جاتی ہیں۔ دل میں طاقت۔ طبیعت میں بشاشت آجاتی ہے۔ اس دوائی کے استعمال سے نہ قے آتی ہے نہ اسہال ہوتے ہیں۔ پسینہ جو مریض طاعون کے لیے بڑی نیک نشانی ہے۔ آجاتا ہے۔ اور مریض بفضل خدا صحت یاب ہو جاتا ہے۔ ہر ایک گھر میں چند شیشیاں تریاق طاعون کی موجود رہنی چاہئیں۔ تجربہ۔ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ تریاق طاعون تحصیل قصور ضلع لاہور میں شروع مرض میں ۱۰ آدمیوں نے استعمال کیا جن میں سے ۹ صحت یاب ہوئے۔ اور صرف ایک آدمی فوت ہوا۔

قیمت فی شیشی ۸؎ چھ شیشی (۳؎) بارہ شیشی نو روپے (۹؎) محصولڈاک ذمہ خریدار۔ نقل چٹھی نمبری ۲۴۵ - از جناب جناب مسٹر جے جی سلکاک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لدھیانہ (حال کمشنر راولپنڈی) مورخہ ۱۵ - اپریل ۱۹۰۳ء جناب من بجواب آپ کی چٹھی مورخہ ۱۳ ماہ گزشتہ دربارہ تریاق طاعون - میں آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے میونسپل کمشنران کو یہ دوائی دی تھی۔ انہوں نے اس کی نسبت عمدہ رپورٹ کی ہے۔ اور چونکہ اُنکے بیان سے مطابق شہر لدھیانہ میں اسکی مانگ بہت ہے۔ اسلیے بہت اچھا ہوگا کہ آپ انہیں ممبروں کے پاس مفت تقسیم کرنے یا فروخت کے لیے کچھ اور دوائی بھیجدیں۔

دستخط

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

اصلی ممیرا کاجل و سرمہ [illegible]

سرمہ کلیم [illegible]

سفوف معقوی و مقوی دندان [illegible]

حب [illegible]

حب [illegible]

حب [illegible]

المشتہر حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر پروپرائیٹر شفاخانہ عام لاہور

پچاس روپیہ انعام

ممیری کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسرز نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سندیافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم ۔ دھند جالا پڑوال غبار سبل سرخی پھولا ابتدائی موتیا ناخنہ پانی بہنا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بھی اور دوا آنکھ کے مریضوں پر بجائے اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کو استعمال کرنیکی حاجت نہیں رہتی بچے سے لیکر بوڑھے تک کے یہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے مبلغ ۲ دو روپیہ میری کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم نمبر ۱ مبلغ ہے ترمیں ایسے سے خالص ممیری فی ماشہ مبلغ ۲۰ بیس روپیہ مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار ۔

المشتہر پروفیسر میاں سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اس سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

میں نے ممیری کا سرمہ جو میاں سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے ان مریضوں پر جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کے واسطے جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند جالا کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے ۔ راقم ڈاکٹر رحیم بخش ... بہادر ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور

آنریری سرجن گورنر جنرل ہند ۔

(۲) میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے ممیری کا سرمہ جو کہ سردار میاں سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضوں پر استعمال کیا ہے میری رائے میں بینائی قائم رکھنے اور آنکھوں کی بیماریوں سے بچنے کیلئے ممیری کے سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے ۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور ۔

[illegible]

ڈاکٹر باٹلی والا کا ایگیو کیور

جملہ اقسام کی تپ انفلوئنزا وغیرہ کا شرطیہ علاج

صرف چند رایون کا خلاصہ

(۱) مین نے اسکو قابل اعتبار دیرپا اثر پایا - سرجن میجر جیکر -

(۲) بہت پُر تاثیر و مفید ہے ......
سرجن میجر ریوٹر -

(۳) اسکے استعمال سے بہت فائدہ ہوتا ہے
(جی وائی لینگ رگرینڈ فرشی منری) -

(۴) سب سے زیادہ سودمند نافع ہے ..
دیری ریورنڈ سی بی فردسٹ پادری -

(۵) اس سے نفع فوراً ہی ہوجاتا ہے -
جی سی رستی - سول انجنیر -

(۶) دراصل یہ جان بلب آدمی کیلئے آب حیات ہے - یس جی ڈیلی .....
(ریلوے ڈپارٹمنٹ) -

قیمت ایکروپیہ (عہ) فی بوتل

المشتہر

ڈاکٹر ایچ - یل - باٹلی والا -

وار دبمبئی کے پتہ سے ملے گا

صحیفہ زرّین

اس کتاب مین دو ہزار سے زیادہ سوانح عمریان اور تقریباً پانسو تصوریں ہین

یہ کتاب ملکہ معظم قیصر ہند کی تاجپوشی کی یادگار مین چھاپی گئی ہے اسمین ہندوستان کے تمام والیان ملک اور خطاب یافتہ اور مشہور بزرگوار ون کی سوانح عمریان اور تصویرین درج کیگئی ہین -

قیمت یادگاری ایڈیشن دو جلدون مین صہ
قیمت پاپلر ایڈیشن ایک جلد مین سنہ

اس کتاب کی تعریف مین ہزار ہا خطوط آئے ہین انمین صرف ہزایکسلنسی لارڈ کرزن وائسرائے گورنر جنرل کی چٹھی پر اکتفا کی جاتی ہے

ترجمہ چٹھی پریوٹ سکرٹری حضور وائسرائے بنام منشی پراگ نرائن بھارگو مالک مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

صاحب من

حضور وائسرائے آپکی تصنیف لطیف کی خوشنما جلد جو آپنے دربار دہلی کی یادگار مین تیار کی ہے نہایت خوشی سے قبول فرماتے ہین ہزایکسلنسی کا خیال ہے کہ آپنے یہ ایک ملکی کام کیا ہے جس سے دربار کی اصلی اہمیت اور عظمت اُن بہت سے ناظرین کو منکشف ہو جائیگی جو آپسے حاصل کرینگے

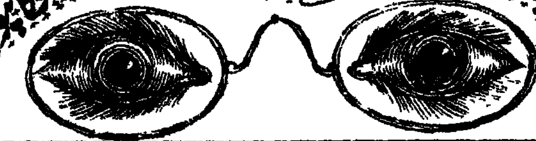
(دستخط) جان ام لیہ پرایوٹ سکرٹری حضور وائسرائے

المشتہر

مینجر اودھ اخبار لکھنؤ

بہ تصرف محمد اسحاق ممتحن چشم و عینک ساز محلہ ...

هو الشافی



ناظرین والاتمکین پر مخفی نرہے کہ اون اصحاب کے لیے جو دور دراز پر قیام پذیر ہین یا بوجہ عدیم الفرصتی کے کارخانۂ ہذا تک قدم رنجہ نہین فرماسکتے کارخانۂ ہذا نے نہایت آسان اور سہل طریقہ اونکے لیے چشمہ کی خریداری کا بہت عرصہ سے جاری کر رکھا ہے یعنی آڈر ونکی تعمیل گھر بیٹھے ہوتی ہے اور صحیح نمبر کا چشمہ اونکے خدمت مین پہونچ جاتا ہے اور صدہا چشمے بپابندی قواعد ذیل شائقین کی خدمت مین بھیجے جاچکے ہین۔ بدوبارہ نوٹس ہذا واسطے آگاہی اون حضرات کے جو ابتک اس طریقے سے واقف نہین مشتہر کیا جاتا ہے لہذا جو صاحبان بیرونجات مین چشمہ منگایا چاہتے ہین اونکو چاہیے کہ سوالات ذیل ملاحظہ کرین جنکا جواب آنے پر اونکے آنکھ کے موافق چشمہ روانہ کیا جاوے گا اور کسی امر اتفاقیہ سے کسی صاحب کے ناپسند ہوگا یا جیسا چاہتے ہیں اوس سے کچھ کم کام دیگا تو کارخانہ حسب شرائط ذیل و سکے تبدیل و رد ایسی کا ذمہ دار ہے

آنکھ امتحان کرنے کے سوالات

(۱) آپکی کیا عمر ہے کبھی آشوب کی شکایت ہوئی؟ دھوپ یا لیمپ کی طرف دیکھنے سے آنکھ کو کچھ ناگوار ہوتا ہے (۲) لکھنے پڑھنے مین آنکھ کو خصوصیت کے ساتھ ناگوار تو نہین گذرتا ہے (۳) آپ فاصلے کی چیزین مثل دور تو عمر شخصونکے بخوبی صاف دیکھ سکتے ہین جیسے پہلی دوسری شب کا چاند یا درخت وغیرہ کے پتے وڈالین (۴) شب کو باریک یا معمولی خط بآسانی کتنی دیر تک اور کتنے فاصلے سے پڑھ سکتے ہین اور پڑھنے سے آنکھ مین درد۔ چکاچوند یا آنسو ونکے قسم سے پانی کی آمد معلوم ہوتی ہے یا نہین (۵) اسوقت تک کوئی عینک بازاری یا کسی کارخانہ کی استعمال کی؟ اگر کی تو کتنے عرصہ سے اور کسکی رای سے اور کس قسم کی یعنی لکھنے پڑھنے کی یا دور دیکھنے کی اور شیشے کی یا پتھر کی (۶) آپ ہماری نظر ایگزامن کرنے کی نمبری تحریر ونمین سے جو ذیل مین درج ہین کونسی نمبر کی تحریر بغیر چشمہ بآسانی پڑھ سکتے ہین اور چشمہ سے کونسی نمبری مع مقدار فاصلہ بیان کیجیے (۷) علاوہ سوالات ذیل کے آپ کو اپنی آنکھ کی اور جو شکایت ہو اوس سے بھی اطلاع دیجیے

شرائط کارخانہ

نمبر۱۔ اگر فروخت شدہ چشمہ کسی وا کارخانہ کے خلاف ثابت ہو ... تو اوکی قیمت ... واپس دیجاویگی

نمبر۲۔ اگر فروخت شدہ چشمہ کسی وجہ نظر کے موافق نہ ہو تو کارخانہ سے چھ ماہ کے بعد اونکے لینز یعنی شیشے بلا اجرت تبدیل ہوسکتے ہین۔

نمبر۳۔ بعد چھ ماہ کے ہمیشہ کے واسطے پرانا چشمہ نصف قیمت دینے پر نیا موافق نظر کے تبدیل ہوسکتا ہے۔

نمبر۴۔ جملہ اخراجات ڈاک ذمہ خریداران بصورت کسی خاص غلطی کے ذمہ کارخانہ ہونگے۔

نمبر۵۔ کل قیمت پیشگی ادا کرنے والے محصول ڈاک سے مستثنی رہین گے۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

مرتبہ۔ دیا نرائن نگم بی اے

سلسلۂ جدید	نومبر و دسمبر ۱۹۰۵ء	جلد ۵ نمبر ۵ و ۶

فہرست مضامین

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر

دفتر زمانہ نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

قیمت فی کاپی ۸؍

اطلاع ضروری اس نمبر کے ساتھ سنہ ۱۹۰۵ء ختم ہوتا ہے جن حضرات نے اس سال کی بابت پیشگی قیمت عطا فرمائی تھی وہ بیباق ہو گئی اُمید ہے کہ وہ آئندہ سال بھی زمانہ کو اپنی سرپرستی سے مستفیض رکھینگے اور آئندہ سال کی قیمت بذریعہ منی آرڈر ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء تک ارسال فرماوینگے ورنہ حسب دستور جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کا پرچہ بصیغۂ ویلیو پی ایبل وصول فرما کر ہمکو ممنون اور رسالہ کو دلی شکرگذاری کا موقع دین گے اگر کسی وجہ سے آئندہ پرچہ وی پی وصول کرنے مین کچھ تامل ہو تو ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء تک منیجر کو مطلع فرمائین کہ دفتر نقصان اور زیرباری سے محفوظ رہے -

خادم منیجر زمانہ

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید۔ جلد پنجم

جولائی لغایت دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء

مرتبہ

دیانرائن نگم بی اے

نامی پریس کانپور میں طبع ہو کر

دفتر زمانہ نیا چوک کانپور سے شائع ہوا

فہرست مضامین رسالۂ زمانہ سلسلۂ جدید جلد ۵

(جولائی لغایت دسمبر ۱۹۰۵ء)

تصاویر: جسٹس محمود۔ راجہ رام موہن رائے۔ شہنشاہ اکبر۔ مقبرۂ اکبر۔ انگوری باغ۔ راجہ مان سنگھ۔ قصر جودھا بائی۔ موتی مسجد۔ مسٹر گوکھلے



HON. Mr. GOKHALE

نومبر و دسمبر ۱۹۰۵ء

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ

سلسلۂ جدید جلد ۵ نمبر ۵ و ۶

نقد دھرم

ویدمین لکھا ہو کہ ست ہی کی جے ہوتی ہو جھوٹ کی کبھی نہین۔ یعنی سانچ کو آنچ نہین دروغ کو فروغ نہین جہان کہین دنیا مین دولت و اقبال ہو دھرم ہی اُسکا اصلی سبب ہو۔ ہندو کہتے ہین کہ لکشمی وشنو کی استری ہو اور وہ پتی برتا ہے یعنی جہان وشنو جی یعنی ست۔ راستی۔ ہون گے وہین لکشمی ہو نگی۔ ایشور کو کسی شخص کا لحاظ نہین۔ اقبال حدود جغرافیہ کا پابند نہین یعنی کسی مقام پر محدود نہین۔ جو لوگ یورپ اور امریکہ وغیرہ کی ترقی کو وہان کی سرد آب وہوا سے منسوب کرتے ہین (اور بعض اور ملکون کی بستی کو وہان کے حدود اربعہ سے متعلق بتاتے ہین) غلطی کرتے ہین۔ ابھی ہزار سال نہین ہوے انگلستان کے باشندے روسا وغیرہ مین بردے اور غلام بنے بکتے تھے۔ آج انگلینڈ اتنے بڑے بڑے ملکون کا راج کر رہا ہے۔ کیا انگلینڈ اپنے حدود اربعہ سے بھاگ کر کہین آگے نکل گیا ہو؟ پانسو سال پہلے امریکہ زمین کے اسی موقع پر تھا جہان آج ہو۔ لیکن اس عرصے مین وہان کے باشندونکی

حالت مین تفاوت کا اندازہ لگائیے - روما - یونان - مصر - اور ہسپانیہ وہین تو ہین جہان اُس زمانے مین تھے جبکہ تمام دنیا مین انکے علم و فضل کی دھاک تھی خوشحالی ملکون اور انسانون کا لحاظ نہین کرتی جو لوگ ست یا راستی پر چلتے ہین صرف اُنھین کی فتح ہوتی ہو - اور جب تک ست دھرم پر چلتے رہتے ہین اُنکی جے رہتی ہو -

پیارے ناظرین معاف کرنا رام آپ کا ہوا اور آپ رام کے ہین - تم ہمارے ہو ہم تمھارے ہین - پورے پریم کے ساتھ سامنے آؤ جو کچھ ہم کہین گے محبت کے ساتھ کہین گے لیکن خوشامد نہین کرین گے محبت اِس بات کی مقتضی ہے کہ خوشامد نہ کرے رام جاپان مین رہا امریکہ مین رہا یورپ کے بعض ملک دیکھے رام نے ہر جگہ ست کی جے پائی - امریکہ جو ترقی کر رہا ہو وہ دھرم پر چلنے سے کر رہا ہے - دھرم پر کسی کا اجارہ نہین ہر جگہ عمل مین آسکتا ہو - دھرم دو قسم کا ہوتا ہو ایک نقد اور دوسرا اُدھار چنانچہ ایک مثل سُنو ایک آدمی نے کچھ مال زمین مین دفن کر رکھا تھا اُسکے لڑکے کو معلوم ہوگیا اُسنے زمین سے روپیہ کھود کر نکالا اور صرف کر ڈالا لیکن تول کر اُسیقدر وزن کے پتھر وہان چھوڑ دیئے چند روز بعد جب باپ نے زمین کھودی اور روپیہ نہ پایا تو رونے لگا کہ میری دولت کہان گئی لڑکے نے کہا کہ بابا جان روتے کیون ہو آپ کو اُسے برتاؤ مین تو لانا ہی نہ تھا اور رکھ چھوڑنے کو دیکھ لو اُتنے ہی وزن کے پتھر وہان موجود ہین - مصرع

برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر

مذہبی لڑائیان اور رونے جو ہوتے ہین وہ نقد دھرم پر نہین ہوتے ادھار دھرم پر ہوتے ہین نقد دھرم وہ ہو جو پس مرگ سے نہین بلکہ موجودہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو اُدھار دھرم اعتباری ہوتا ہو نقد دھرم یقینی - اودھار دھرم کہنے کے لئے ہو - نقد دھرم کرنے کے لیے وہ حصہ دھرم کا جو نقد ہے اُس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہو ست بولنا اپنے جسم و جان کو تعلیم و ترتیب دینا - خودغرضی سے پاک ہونا - پرائے مال کو - پرائی عورت کو دیکھ کر حرام دل نہ ہونا - دنیا کے لالچ اور دھمکیون کے جادو مین آکر حقیقت اصلی (ذات مطلق) کو نہ بھولنا - مضبوط دل اور مستقل مزاج ہونا وغیرہ وغیرہ - اِس نقد دھرم پر کہین دو رائین نہین ہو سکتین - جھگڑے اُس دھرم پر کرتے ہین جو ادھار کر

رکھتے ہین - اودھار کے دعوے مدعی پیشہ لوگون کو سونپ کر خود فرض موجودہ (نقد دھرم) پر چلنے والے عروج اور ترقی کو پاتے ہین اس بات کا عملی یقین اور ملکون مین جانے سے ہوا -

ہندوستان اور امریکہ مین کیا فرق ہی یہان دن ہی تو وہان رات ہی اور وہان دن ہی تو یہان رات ہی جن دنون ہندوستان کا ستارہ عروج پر تھا امریکہ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا آج امریکہ عروج پر ہی تو ہندوستان کی پوچھ نہین ہندوستان مین بازار وغیرہ مین بائین رُخ چلتے ہین وہان دائین رُخ - پوجا اور تعظیم کے وقت یہان جوتا اُتارتے ہین وہان ٹوپی - یہان گھرونمین راج مردونکا ہی وہان عورتون کا اس ملک مین یہ شکایت ہی کہ بیوہ ہی بیوہ ہین اُس ملک مین کنواری عورتین زیادہ ہین - اِس ملک مین گدھا اور اُلّو بیوقوفی کی علامت ہین اُس ملک مین گدھا اور اُلّو نیکی اور عقلمندی کی نشانی ہین - اِس ملک مین جو کتاب لکھی جاتی ہی اگر نصف کے قریب پچھلے بزرگون کے حوالون سے نہ بھری ہو تو اُسکی قدر نہین - اُس ملک مین کتاب کی کل باتین نئی نہ ہون تو اُسکی قدر نہین - یہان کوئی کار آمد بات معلوم ہو جاے تو اُسے چھپا کر رکھتے ہین وہان مطبع مین مشتہر کر دیتے ہین - یہان مذہب پرستی بے اندازہ ہے وہان نقد دھرم بہت ہے - ہمارے یہان اِس بات مین بڑائی ہی کہ اورون سے نہ ملین اپنے ہی ہاتھ سے پکا کر کھائین سب سے الگ رہین - وہان پر جتنا اورون سے ملین اُتنی ہی قدر ہے یہان پر غیر ملکون کی زبان پڑھنا کچھ معیوب سا مانا جاتا ہی न पठेत यावनी भाषा وہان جسقدر غیر ملکون کی زبان سے واقفیت حاصل کرو اُتنی ہی زیادہ عزت ہوتی ہی -

جب رام جاپان کو جا رہا تھا تو جہاز پر امریکہ کا ایک عمر رسیدہ پروفیسر دوست بنگیا وہ رُوسی پڑھتا تھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ گیارہ زبانین پہلے بھی جانتا ہی اُس سے پوچھا گیا کہ اِس عمر مین یہ نئی زبان کیون سیکھتے ہو؟ جواب دیا کہ مین جیالوجی (علم طبقات الارض) کا پروفیسر ہون رُوسی زبان مین جیالوجی پر ایک نادر کتاب لکھی گئی ہی اگر اُسکا ترجمہ کر سکون گا تو میرے اہل ملک کو فائدہ کثیر پہونچے گا اِس لئے روسی زبان پڑھتا ہون - رام نے کہا کہ اب تم موت کے قریب ہو اب کیا پڑھتے ہو اب خدا کی خدمت کرو (तुकृकररणा) مین کیا دھرا ہی؟ جواب دیا

کہ بندون کی خدمت خدا کی خدمت ہو۔ نیز اگر بفرض محال یہ کام کرتے دوزخ مین جاؤن تو جاؤن کچھ پروا نہین اگر مجھے جہنم کے دُکھ ملتے ہین تو ہزار جان سے قبول ہین بشرطیکہ بھائیون کو سُکھ۔ لابھ۔ ملجائے اِس زندگی مین لذت خدمتگذاری کا حق مین موت کے اُس پار کے ڈر سے نہین چھوڑ سکتا۔ ؎

گذشتہ خواب وآئندہ خیال است　　　غنیمت دان ہمین دم راکہ حال است

یہی نقد دھرم ہو۔ بھگوت گیتا مین بڑے خوش اسلوبی سے ارشاد ہے کہ کام تو کرتے ہی جاؤ لیکن۔ پھل۔ نتیجہ پر نگاہ مت رکھو (कर्मण्येवाधिकारस्ते मा फलेषु कदाचन)

لارڈ مکالے کی دُعا تھی کہ مین مرون تو کتب خانہ مین مرون۔ مرون تو یار کے کوچے ہی مین مرون۔ ؎

دفن کرنا مجھکو کوئے یار مین　　　قبر بُلبُل کی بنے گلزار مین

مرین تو فرض ادا کرتے مرین۔ مسلح مرین۔ میدان کارزار مین مرین۔ ہمت۔ آنند۔ اوستھا کے ساتھ جان دین۔ ایک شخص باغ لگاتا تھا کسی نے پوچھا بڑے میان کیا کرتے ہو کیا تم اسکا پھل کھاؤ گے ایک پانون گویا پہلے ہی گور مین ہے کیا تمھین وہ فقیر کی بات یاد نہین ہو۔ شعر

گھر بناؤن خاک اِس وحشت کدہ مین ناصحا　　　آئے جب مزدور مجھکو گورکن یاد آ گئے

باغبان نے جواب دیا اورون نے بویا تھا ہمنے کھایا ہم بوئین گے تو اور کھائین گے اسی طرح دنیا کا کام چلتا ہو جتنے بزرگ ہو گئے ہین یعنی حضرت عیسیٰ وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ کیا اِن حضرات نے اُن درختون کا پھل خود کھایا تھا جو وہ بو گئے؟ ہرگز نہین اِن بزرگون نے تو فقط اپنے جسمون کو گویا کھاد بنا دیا پھل کہان کھائے؟ جن درختون کا پھل صدیون کے بعد لوگ آج کھا رہے ہین وہ اُن رشیون کی خاک سے پیدا ہوئے ہین۔ یہی اصول مذہب کی اصل جان ہے۔ یہی اُس پروفیسر کے عمل مین جو روسی زبان پڑھتا تھا پایا گیا۔

محنت سے عار نہین جسوقت رام جاپان سے امریکہ کو جاتا تھا جہاز مین کوئی ڈیڑھ سو لڑکے جاپانی تھے جنمین بعض امیرون کے گھر کے بھی تھے پر اُنمین شاید ہی کوئی ایسا تھا جو اپنے گھر سے روپیہ لیچلا ہو اکثر تو ایسے تھے کہ جہاز کا کرایہ بھی اُنھون نے گھر سے

ادا نہ کیا تھا کوئی اُنمین سے امیر مسافرون کے بوٹ صاف کرنے پر۔ کوئی جہاز کی چھت دھونے وغیرہ پر نوکر ہوگیا تھا اور یون جہاز کا خرچ ادا کر رہے تھے دریافت کرنے سے اُنکا یہ خیال پایا گیا کہ اپنی قوم کا روپیہ غیر ملکون مین جا کر کیون خرچ کرین۔ جہاز کا کرایہ بھی محنت کے ذریعے سے ادا کرتے ہین۔ امریکہ مین جا کر اُن مین سے بعض لڑکے تو امیرون کے گھر و نمین دن بھر محنت مزدوری کرتے تھے اور رات کو نائٹ اسکولون مین پڑھتے تھے اور بعض ریل کی سڑک پر یا بازارون مین روڑے کوٹنے پر یا کسی اور کام پر لگ گئے یہ لوگ گرمیون مین مزدوری کرتے تھے اور جاڑون مین کالج کی تعلیم پاتے تھے۔ مصرع

پئے علم چون شمع باید گداخت

اسی طرح پر سات آٹھ سال بسر اوقات کرکے اپنے دماغ کو امریکہ کے علم و ہنر سے اور اپنی جیبون کو امریکہ کے روپیہ سے بھر کر یہ جاپانی اپنے ملک مین واپس آتے ہین۔ ہر جہاز مین بیسون اور کئی دفعہ سیکڑون جاپانی امریکہ وغیرہ کو جاتے رہتے ہین۔ ہزارہا بلکہ لکھوکھا جاپانی ہر سال جہازون مین جرمنی و امریکہ کو جا کر وہان سے علم لیکر واپس آتے ہین اسکا نتیجہ آپ دیکھ ہی رہے ہین پچاس سال ہوے جاپان ہندوستان سے بھی پست تھا آج یوروپ سے بھی بڑھ گیا۔ تمہارا ہاتھ خوب گورا چٹا ہو اور اسکا خون بالکل صاف ہو اگر کلائی پر پٹی باندھ دوگے تو خون باقی جسم تک نہین پہونچے گا ہاتھ کا ہاتھ ہی مین رہیگا لیکن گندہ ہوجائیگا اور ہاتھ سوکھ جائے گا پس جن ملکون نے یہ کہا کہ ہم ہی اچھے ہین ہم ہی بڑے ہین ہم ملچھون یا کافرون سے کیون سروکار رکھین اور اپنے آپ کو الگ تھلگ کرلیا تو اُنھون نے اپنے آپ پر گویا پٹی باندھ کر اپنے تئین خود سکھا لیا۔ مثل مشہور ہے۔

بہتا پانی نرملا کھڑا سو گندا ہوئے

آب دریا بہے تو بہتر انسان روان رہے تو بہتر

اگر غور سے دیکھوگے تو معلوم ہوگا کہ جن ملکون نے ترقی کی ہے وہ چلتے ہی رہنے سے کی ہو امریکہ کے لوگونکی کیفیت دیکھئے؟ تقریباً ۴۵ ہزار امریکن روزانہ پیرس مین رہتے ہین گروہ کے گروہ آتے ہین اور جاتے ہین۔ کوئی ذرا سی اختراع

(ایجاد فرانس مین دیکھی تو جھٹ اپنے ملک تک پہونچا دی - پُرانے فنون اور ہُنر سیکھنے مین بھی کوئی فروگذاشت نہین - ہر موسم مین کوئی ۸۰ (اسّی) ہزار امریکن مصر کو آتے ہین - میناروں کو دیکھتے ہین ۴۰ (چالیس) فی صدی امریکن ساری دُنیا گھوم چکے ہین - اسطرح سے یہ لوگ جہان علم ہوتا ہو وہان سے لاکر اپنے ملک مین پہونچا دیتے ہین - جرمنی والون کی بھی یہی کیفیت ہو - امریکہ سے آتے وقت رام جرمن جہاز پر سوار تھا قریباً تین سو (۳۰۰) فرسٹ کلاس مسافر تھے اُن مین پروفیسر - ڈیوک بیرن اور سوداگر لوگ شامل تھے دن کے وقت عموماً جہاز کے بالاترین چھت پر جاکر رام بیٹھتا تھا تنہائی مین پڑھتا لکھتا تھا یا دھیان بچار مین لگ جاتا تھا لیکن جہاز کے اوپر کی چھت پر جرمن لوگ چڑھکر رام کو نیچے لاتے تھے اور رام کے لکچر کراتے تھے - رام کو غیر مُلک کا سمجھکر کافر یا ملیچھ کا سلوک تو نہ تھا بلکہ یہ خیال تھا کہ جتنا بھی علم اِس غیر ملک والے سے مل سکتا ہو لیلین - اضلاع متحدہ مین سب سے پہلا شہر جو رام نے دیکھا سیاٹل واشنگٹن ہی وہان واشنگٹن یونیورسٹی نے رام کو ہند و فلسفہ پر لکچر دینے کے لیئے مدعو کیا - لکچر کے بعد ایک جوان پروفیسر سے ملاقات ہوئی جو ابھی ابھی جرمنی سے واپس آیا تھا - رام نے پوچھا کہ جرمنی کیون گئے تھے اُسنے کہا علم نباتات اور علم کیمیا مین اپنی یونیورسٹی کا جرمن یونیورسٹی سے مقابلہ کرنے گیا تھا - اور عام طور پر نتیجہ یہ سُنایا کہ دس سال کا عرصہ ہوا اہل جرمنی ہمسے بڑھکر تھے لیکن آج ہم اُن سے کم نہین ہین - پیر شوبیا موز - جانفشانی کے ساتھ غیرون سے سیکھ سیکھکر اُن لوگون نے وِدّیا (علم) کو پایا اور بڑھایا ہو ———

یہ خیال صحیح نہین ہو کہ امریکہ کے لوگ ڈالر (روپیہ) کے غلام ہین بلکہ وِدّیا کے پیچھے ڈالر خود آتا ہو - جو لوگ امریکہ والون کو یہ الزام لگاتے ہین کہ اُن کا دھرم نقد دھرم نہین بلکہ نقدی دھرم ہو وہ یا تو امریکہ کی حقیقی حالت سے واقف نہین یا بالکل بے انصاف ہین - کیلی فورنیا California) مین ایک عورت نے اٹھارہ (۱۸) کرور روپیہ دیکر ایک یونیورسٹی قائم کی اسی طرح علم کے بڑھانے پھیلانے کے لئے کرورون روپے کا دان دیا جاتا ہو - ہندوستان کی برہم وِدّیا کی وہان یہ قدر ہو کہ جیسا ویدانت امریکہ مین ہے ویسا عملی ویدانت ہندوستان مین آجکل نہین ہو - مگر گو اُن لوگون نے ویدانت کو بچا لیا ہو اور اپنے جسم و جان مین

داخل کر لیا ہی لیکن ہندو نہین بن گئے ویسے ہی ہم انکے علوم و فنون کو پچا کر بھی اپنی قومیت قائم رکھ سکتے ہین - درخت باہر سے کھاد لیتا ہی مگر خود کھاد نہین ہو جاتا باہر کی مٹی پانی ہوا روشنی کو کھاتا اور ہضم کرتا ہی لیکن مٹی پانی ہوا وغیرہ نہین ہو جاتا جاپانیون نے یوروپ اور امریکہ کے علوم و فنون پچائے لیکن جاپانی ہی بنے رہے - دیوتاؤن نے اپنے کچ کو راکشسون کے یہان بھیجکر اُن کی جان بخش ودیا سیکھ لی لیکن اس سے راکشس نہین ہو گئے - اسی طرح ہم یوروپ و امریکہ جا کر اُنکے علم سیکھنے سے غیر ہندو یا غیر ہندوستانی نہین ہو سکتے جو لوگ علم کو جغرافیہ کی حد بندی مین ڈالتے ہین " کہ یہ ہمارا علم ہی وہ غیر لوگون کا علم ہی - غیر لوگون کا علم ہمارے ہان آنے مین گناہ ہوگا - او رہا رے ؟ ہمارا علم اور لوگ کیون لیجائین ؟ اس خیال کے لوگ اپنے علم کو جہالت مطلق مین بدلتے ہین -

اس کمرے مین روز روشن ہی - یہ روشنی نہایت دل پسند اور سہانی ہی - اگر ہم کہین : یہ ہماری روشنی ہی ہماری روشنی ہی - ہائے کہین باہر کی روشنی سے ملکر ناپاک نہ ہو جائے ! اور بدین خیال اپنی روشنی کی حفاظت کرتے ہوئے ہم چکین گرا دین - پردے ڈالدین - دروازے بند کر دین - کھڑکیان لگا دین - روشندان بند کر دین - تو روشنی ہماری ایک دم کافور ہو جائیگی - اندھیرا ہی اندھیرا پھیل جائیگا ہائے ہم لوگون نے ہندوستان مین یہ غلط پالیسی کی چال کیون اختیار کی ! ع

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر   خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

کہکر خود تو خار ہو جانا اور ملک کو خارستان کر دینا حُب وطن نہین ہے عموماً ایک ہی قسم کے درخت جب اکٹھے گنجان جھنڈون مین اُگتے ہین تو سب کمزور رہتے ہین اُن مین سے کسی کو ذرا الگ بو دو تو بہت مضبوط اور تناور ہو جاتا ہی یہی حال قومون کا ہی - کشمیر کے بابت کہتے ہین شعر

اگر فردوس بر روئے زمین است   ہمین است و ہمین است و ہمین است

لیکن وہ کشمیری لوگ جو اپنے فردوس کو چھوڑنا گناہ سمجھتے ہین - کمزوری - ناداری - اور جہل - مین ضرب المثل ہو رہے ہین اور وہ بہادر کشمیری پنڈت جو اس پہاڑی فردوس سے باہر نکلے گویا سچ مچ فردوس مین آگئے اُنھون نے

جان گئے باقی ہندوستانیوں کو ہر بات مین مات کر دیا - اُن مین سے سب اعلیٰ اعلیٰ عہدون پر ممتاز ہین - جب تک جاپانی جاپان مین بند رہے کمزور اور پست تھے جب غیر ملکون مین جانے لگے ہوا لگی مضبوط ہو گئے - یورپ کے غریب نادار اور عموماً ادنیٰ لوگ جہازون پر سوار ہو کر امریکہ جا بسے اَب وہ لوگ دُنیا کی سب سے قوی طاقت ہین چند ہندوستانی بھی باہر گئے - جب تک اپنے مُلک مین تھے کچھ پوچھ نہ تھی - اور ملکون مین گئے تو اُن بڑھی چڑھی قومون مین بھی اول درجہ مین شمار ہوئے ناموری حاصل کی -

سلہ پانی نہ بہے تو بو آئے خنجر نہ چلے تو مورچہ کھائے

سلہ گردش سے بڑھا مہر و مہ کا پایا گردش سے فلک نے اوج پایا

جیسے درخت سب رُکاوٹون کو کاٹ کر اپنی جڑین اُس طرف بھیج دیتا ہے جدھر پانی ہو اسیطرح - امریکہ - جرمنی - جاپان انگلینڈ - کے لوگ سمندرون کو چیر کر پہاڑون کو کاٹ کر روپیہ خرچ کر کے ہر طرح کی تکلیفین جھیل کر وہان وہان پہونچے ہین جہان سے تھوڑا بہت خواہ کسی قسم کا کچھ بھی علم میسر ہو سکا - یہ ایک باعث ہی اُن ملکون کی ترقی کا - اب اور سُنیئے -

ایک جاپانی جہاز مین چند ہندوستانی لڑکے سوار تھے جہاز مین جو اس درجے کے مسافرون کو کھانا ملا وہ خاص وجہ سے اُنھون نے نہین لیا - ایک غریب جاپانی لڑکے نے دیکھا کہ یہ ہندوستانی بھوکے ہین سب کے لئے دودھ اور پھل وغیرہ خرید کر لایا اور سامنے رکھ دیا ہندوستانیون نے پہلے تو انکار کیا جیسے ہندوستانیون کا عام دستور ہو بعد کو کھا لیا جب جہاز سے اُترنے لگے تو شکریہ کے ساتھ قیمت اُن چیزون کی دینے لگے جاپانی نے نہین لی لیکن رو کر التجا کرنے لگا کہ جب ہندوستان مین جاؤگے تو کہین یہ خیال نہ پھیلا دینا کہ جاپانی لوگ ایسے نالایق ہین کہ اُن کے جہازون پر ادنیٰ درجے مین غیر ملک کے مسافرون کیلئے کھانے پینے کا انتظام خاطر خواہ نہین ہو ذرا خیال کیجئے گا ایک غریب مسافر لڑکا جسکا جہاز کے ساتھ کوئی تعلق نہین وہ اپنے نج کا پیسہ قربان کر رہا ہو کہ کہین کوئی اُسکے ملک کے جہازران کو بُرا نہ کہے - یہ لڑکا اپنے تئین علحدہ ہستی نہین مانتا - سارے ملک کی ہستی کو عملی طور پر

حب الوطنی

اپنی ہستی جان رہا ہی۔ کیا محبت ہو! کیا جان نثاری ہے! یہ ہی عملی وحدت یہ ہی نقد دھرم اس عملی توحید کے بغیر کوئی صورت فلاح و بہبود کی نہین۔

مرنا بھلا ہے اُسکا جو اپنے لئے جئے   جیتا ہے وہ جو مرچکا انسان کے لئے

آپ کو یاد ہو گا کہ جاپان مین جب ضرورت پڑی کہ روسیون کی تاخت کو روکنے کے لیئے کچھ جہاز سمندر مین غرق کئے جائین مکاڈو نے کہا کہ مین رعیت مین کسی کو مجبور نہین کرتا لیکن جنکو ایسے جہازون کے ساتھ غرق ہونا منظور ہو خود درخواستین کرین اور عرضیان پیش کرین ہزارون عرضیان ضرورت سے زیادہ ایک دم آگئین اب اُنمین انتخاب کی ذرا دقت تھی۔ اسپر جاپانی جوانون نے اپنے بدنون سے خون نکالکر خون کی لکھی ہوئی درخواستین حاضر کین کہ جلدی منظور ہو جائین۔ آخر خونی عرضیون کو ترجیح دیگئی۔ جب جہازون کے ساتھ یہ لوگ غرقاب ہو رہے تھے۔ تو ان مین دو ایک کپتان اگر چاہتے تو اپنی جان بچا سکتے تھے۔ کسی نے کہا اے کپتان صاحب آپ کام تو کرچکے اب جان بچاکر جاپان چلے جاؤ۔ تو موت کی ہنسی اُڑاتے ہوئے کپتان نے حقارت سے جواب دیا: کیا مین نے واپس جانیکے لیئے یہان آنے کی عرضی دی تھی۔ ع

اینجا جز اینکہ جان بہ سپارند چارہ نیست

مردانگی کا درجہ وہ نہین ہے کہ واپس لوٹا جائے مصرع

شیر سیدھا تیرتا ہو وقت رفتن آب مین

یہ ہے نقد دھرم۔ یہ ہے عملی توحید۔

नैनं छिन्दन्ति शस्त्राणि नैनं दहति पावक-

مجھکو کاٹے کہان ہے وہ تلوار؟   داغ دے مجھکو ہو کہان وہ نار؟

غرق مجھکو کرے کہان پانی؟   باد مین تاب کب سوکھانے کی؟

موت کو موت آنہ جائیگی؟   قصد میرا جو کر کے آئیگی؟

عملی تحقیقات کے لیئے زندہ انسان کی جراحت کی ضرورت پڑی امریکہ مین نوجوان اپنی چھاتیان کھولکر حاضر ہو گئے کہ لو کاٹو ہمین چیرو۔ انچہ انچہ کر کے ہماری جان جائے۔ ہماری وائی سیکشن (جراحت زندہ) ہزار بار مبارک ہو اگر اس سے

علم کو ترقی ہو اور دوسرون کا بھلا ہو۔ اب اِسے ہم پریم کہین یا بہادری؟ یہ دراصل نقد دھرم اور عملی ویدانت ہے!

امریکہ کے پریذیڈنٹ ابراہم لنکن کا تذکرہ ہو کہ ایک مرتبہ اپنے مکان سے دربار کو آرہا تھا راستے مین کیا دیکھتا ہو کہ ایک سؤر دلدل مین پھنسا ہوا نیم جان ہو رہا ہو بہت ہی زور کر رہا ہو مگر کسیطرح نکل نہین سکتا درد سے کراہ رہا ہو پریسیڈنٹ سے دیکھا نہ گیا سواری سے اُتر کر سؤر کو باہر نکالا اور اُسکی جان بچائی تمام لباس پر کیچڑ کے چھینٹے پڑ گئے لیکن پرواہ کی اور اُسی حالت سے دربار مین آیا لوگون نے پوچھا جب وہ قصہ معلوم ہوا تو سب نے بڑی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آپ بڑے رحم دل اور خدا ترس ہین پریسیڈنٹ نے کہا کہ بس بس زیادہ نہ بولو مین نے کوئی رحم نہین کیا مرض متعدی کیطرح اُس سور کے درد نے مجھ مین اپنا اثر پیدا کیا پس مین تو فقط اپنے درد دور کرنے کیلئے اُس سور کو نکالنے گیا تھا۔ واہ کیسی محبت عالمگیر اور کیسی وحدت ہمدردی ہے۔ ع

خون رگ مجنون سے نکلا فصد لیلی کی جو لی ۔ ؎

پتی کو پھول کے لگا صدمہ نسیم کا شبنم کے قطرے آنکھ سے انکی ٹپک پڑے

زندہ مذہب (نقد دھرم) کی روح یہ ہے کہ تم سارے ملک کے وجود (آتما) کو اپنا وجود (آتما) سمجھو یہ مذہب کی جان جن ملکون مین عملاً ہو وہ ترقی کر رہے ہین۔ جن قومون مین یہ نہین وہ گر رہے ہین۔ اپنے ملک کے بابت اب ایک بات بڑے درد سے کہنی پڑے گی۔ ان دنون ہانگ کانگ مین سکھونکی فوج ہو اُسکے پہلے پٹھانون کی فوج تھی ہانگ کانگ مین سکھون کو (ہمین ٹھیک یاد نہین) شاید ایک پونڈ فی کس مشاہرہ ملتا ہو اور عام فوجی سکھونکو اس سے بھی کم شاید دس روپیہ ماہوار (دو تہائی پونڈ) ملتا ہے ہانگ کانگ مین پٹھانونکو گورون کے برابر فی کس شاید تین تین پاونڈ ملتا تھا جنگ چین کے موقع پر جب سکھ لوگ وہان گئے تو پٹھانونکی یہ سہ چند سے بھی زیادہ تنخواہ انھین ناگوار گذری برٹش پارلمنٹ کے یہان عرضیان پیش کین کہ پٹھانون کو جو تین تین پاونڈ ملتا ہو کیون نہین ہمین آجکل کے دو تہائی پاونڈ کے بجائے ایک پورا پاونڈ ماہواری دیا جاتا اور ہمین اُنکی جگہ بھرتی کیا جاتا؟ ان درخواستون کے خانگی اور بیرونی

گورنمنٹون کے یہان پھرنے گھومنے کے بعد پٹھانون سے پوچھا گیا کہ کیا تم لوگون کو بجائے تین کے ایک پاونڈ مشاہرہ لینا منظور ہو؟ ایک پٹھان نے بھی قبول نہ کیا۔ پس کل کی کل فوج پٹھانون کی موقوف کی گئی۔ سب پٹھان بے روزگار ہو گئے بھولے سکھون نے اتنا نہ دیکھا کہ آخر یہ پٹھان بھی ہمارے ہی ملک کے ہین۔ درد نہ آیا کہ انکا رزق مارا گیا رحم نہ آیا کہ بھائیون کا گلا کٹ گیا۔ ہاے رشک اور ملکی پھوٹ! یہ بھوکون مرتے پٹھان تلاش روزگار مین افریقہ گئے اور سومالی لینڈ کے مُلا کے ساتھ ہو کر اُنھین سکھون سے لڑے اِس لڑائی مین بغیر لڑے آب و ہوا کی سختی وغیرہ ہی سے سکھون کا وہ حال ہوا کہ الٰہی توبہ القوسے ہو گئے۔ گردنین مُڑ گئین۔ بدن سوکھ گئے۔ تپ وغیرہ نے نڈھال کر دیا۔ سچ کہا ہو جو اورون کی موت کی تدبیر کرتا ہو وہ اپنی ہی تدابیر سے مرتا ہو۔ کردنی خویش آمدنی پیش۔ چاہ کنندہ را چاہ در پیش۔ جو آدمی خندق کھودتا ہو وہ خود گریگا۔ جاپان مین ایک ہندوستانی لڑکا تعلیم پاتا تھا۔ علم جر ثقیل کی ایک کتاب لائبریری سے رعاتیاً لیگیا باقی عبارت یا اُسکے مطلب کو تو اپنی کاپی پر اُتار لیا لیکن مشینون کے نقشون یا تصویرون کی نقل نہ کر سکا اب یہ نہ سوچا کہ اور طالب علم بھی اس کتاب سے فائدہ اُٹھانیوالے ہین۔ یہ نہ خیال کیا کہ اِس حرکت سے میرا ملک بدنام ہوگا جھٹ کتاب سے وہ اوراق جن پر تصویرین تھین پھاڑ لئے اور کتاب واپس کر دی کتاب ضخیم تھی بھید نہ کھلا۔ لیکن چھپے کیسے؟ سانچ بھی کبھی چھپتا ہو؟ ایک روز ایک جاپانی طالبعلم اُسکے کمرے مین آیا میز پر اُس کتاب کے اوراق پڑے تھے دیکھکر اُسنے افسر کو اطلاع کر دی اور وہان قانون ہو گیا کہ اب کسی ہندوستانی لڑکے کو کوئی کتاب نہ دیجائے ڈوب مرنے کا مقام ہو ایک تو آپ نے اُس جاپانی لڑکے کی بات سُنی جو جہاز پر ہندوستانی لوگون کے لئے کھانا لایا تھا اور ایک اِس ہندوستانی لڑکے کی کیفیت دیکھی جاپانی اپنے تن کا سب کچھ دیدینے کو حاضر ہو کہ ملک پر دھبا نہ آجاے اور ہندوستانی تن کا بھلا چاہتا ہو سارا ملک پڑا بدنام ہو۔

ہاتھ یہ نہین کہ سکتا کہ مین اکیلا یا علٰحدہ ہون میرا خون اور رہا اور سارے جسم کا خون اور رہے اِس غیر بینی (بھید باد) سے یہ خیال پیدا ہو گا کہ "ہاے اکماؤن تو مین اور سارا جسم کیون کھا جاے!" اِس خود غرضی کو پورا کرنیکی صرف ایک ہی صورت

ہو سکیگی وہ یہ ہو کہ روٹی جو کمائی ہو بجائے بیچارے جسم کے لئے منہ مین ڈالنے کے ہاتھ
اسے اپنی ہتیلی پر باندہ لے یا ناخونون مین گھسیڑ لے۔ پر کیا یہ خود غرضی کی پالیسی کارآمد
ہوگی؟ البتہ ایک صورت اور بھی ہو کہ شہد کی مکھی یا بھڑ سے ہاتھ اپنی انگلیان ڈسوالے
اسطرح سارے جسم کو چھوڑ خود اکیلا ہاتھ بہت موٹا ہو جائیگا۔ پر یہ فربہی تو سوجن سے
بیماری اسطرح جو لوگ قوم کا بھلا، اپنا بھلا نہین سمجھتے اپنی ذات خاص کو قوم کے وجود
(آتما) سے جدا مانتے ہین ایسے خود غرضون کو سوائے سوجن بیماری کے اور کچھ ہاتھ
نہین آتا۔ ہاتھ وہی مضبوط اور طاقتور ہوگا جو کان ناک آنکھ پیر وغیرہ سارے
جسم کی آتما کو اپنی آتما مان کر عمل کرتا ہو۔ اور آدمی وہی پہلے پھولیگا جو ساری قوم کی
جان کو اپنی جان مانتا ہے۔

امریکہ کا مفصل حال

امریکہ مین پہلا تعجب کا ماجرا یہ دیکھا گیا کہ ایک جگہ خاوند تو
پروٹسٹنٹ تھا اور عورت رومن کیتھلک۔ دل مین خیال آیا کہ اس قسم کے
اختلاف مذہب والے لوگ ہمارے ہند مین مثلاً (آریہ سماجی اور سناتن دھرمی) تو
ایک محلہ مین مشکل سے کاٹتے ہین۔ ان لوگون کی ایک گھر مین کیسے گذرتی ہوگی دریافت
سے معلوم ہوا کہ بڑے پیار سے رہتے سہتے ہین۔ اتوار کے روز خاوند پہلے عورت کو
اسکے رومن کیتھلک گرجا مین ساتھ جا کر چھوڑ آتا ہو اور ان بعد خود اپنے دوسرے
گرجا مین جاتا ہو خاوند سے بات چیت ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ جی! میری بیوی کے
مذہب کا سوال تو اسکے اور خدا کے درمیان ہے مین کون ہون دخل درمعقولات
دینے والا؟ میرے ساتھ اسکا حساب بالکل پاک ہو! خدا کے ساتھ اپنے سودے
کی وہ جانے۔

امریکہ مین اتحاد ملکی کے سامنے اختلاف مذہبی کی کچھ حقیقت نہین۔ ہندوستان
کا۔ آریہ سماجی ہو۔ سکھ ہو۔ مسلمان ہو۔ عیسائی ہو۔ امریکہ مین ہندو ہی کہلاتا ہے۔
اُن کے دلون مین وحدت ملکی اسقدر سما رہی ہو کہ وہ ہمارے یہان کے ایسے
بھاری مذہبی تفرقون کو نظر انداز کرتے کچھ دیر نہین لگاتے۔ ہندوستان کے بعض
فرقون کے لوگ اگر یہ جانتے کہ انجام کار اور مہذب ملکون مین ہمکو ہندو ہی کہلانا
ہے تو ہندو لفظ پر اتنے جھگڑے نہ کرتے اور اِس نام سے اسقدر عار نہ مانتے

ایک باعث اُس ملک کے زبردست ہونیکا یہ بھی ہو کہ وہان برہم چریہ یعنی (عصمت) طاقت انسانی کو زائل نہین ہونے دیتے عموماً بیس (۲۰) برس تک تو لڑکے یا لڑکی کو خیال بھی نہین آتا کہ بیاہ کیا چیز ہو اسکا ایک سبب بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ لڑکے لڑکیان بچپن سے اکھٹے کھیلتے کودتے ایک چھت کے نیچے پڑھتے لکھتے اور ساتھ ساتھ رہتے سہتے ہین - اور پھر پہلو بہ پہلو کالجون مین تعلیم پاتے ہین بدین وجہ آپسمین بھائی بہن کا سا رشتہ پیدا ہو جاتا ہو اور دل عفت اور پاکیزگی سے بھرے رہتے ہین - وہان لڑکیان بلحاظ جسم لڑکون کے برابر مضبوط ہوتی ہین اسلئے جوانی مین اُنکی اولاد بھی طاقتور ہوتی ہو مرد اگر مضبوط ہو اور عورت کمزور ہو تو اسکا اثر قریباً نصف کے اولاد پر ہوگا -

ایک مرتبہ جھیل (لیک جینوا) کے کنارے پر آرام رہتا تھا ایک تیرہ سال کی لڑکی جھیل مین تیرتے تیرتے تین میل تک چلی گئی کشتی پیچھے پیچھے تھی مبادا ڈوبنے لگے تو مدد کیجائے مگر کہین مدد کی ضرورت نہ پڑی جب لڑکیون کا یہ حال ہو تو بعد مین اُنکی اولاد کیون قوی نہ ہوگی - اور جب بدن مین صحت ہو تو دلونمین صحت یعنی پاکیزگی کیون نہ ہوگی - اور ان کے برہم چریہ کی یہ بھی ایک وجہ ہو - کمزوری سے پاپ ہوتا ہے بدہضمی سے ناپاکی ہوتی ہو معدہ صحت مین نہ ہو تو خواہ مخواہ کی چنتا اور فکر دامنگیر ہوتے ہین جب صحت درست نہین ہو تو بات بات مین غصہ آتا ہو - وید مین لکھا ہو کہ کمزور اِس آتما کو نہین جان سکتا -

नाप मा त्मा व ल ही ने त लभ्य

کمزور کی دال ایشور کے گھر مین بھی نہین گلتی جس کے اندر جسمانی اور روحانی بل (یا طاقت) نہین ہو وہ برہم چریہ کو کب قائم رکھ سکتا ہے ؟ -

وہان کالجون مین کیا کیفیت ہو بی اے یم اے اور ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری تک جسمانی تعلیم ساتھ دیجاتی ہو جنگی تعلیم اور زراعت - لوہار - بڑھئی معمار کا کام برابر سکھلایا جاتا ہے -

آدمی کے اندر تین بھاری محکمے ہین - ایک کرم آندریہ دوسرا گھیان اندریہ اور تیسرا انتھکرن - ان کو ہائے والے تین لفظون سے تعبیر کرسکتے ہین - ہینڈ

ہیڈ - اور ہارٹ - گیان اندریوں (حواس خمسہ) سے باہر کا علم اندر جاتا ہی - اور باہر کی اشیا اندر اثر کرتی ہین - کرم اندریوں مثل ہاتھ پیر سے اندر کی طاقت باہر اثر کرتی ہی کرم اندریہ - وگیان اندریہ - اگر تناسب نشو ونما اور ترقی پا دین تو بہتر ہی - اگر باہر سے علم کو ٹھونستے جا دین اور اندر کے علم و طاقت کو باہر نہ نکالتے رہین تو حالت وہ ہو جاتی ہی کہ آدمی کھاتا تو رہے لیکن اسکے بدن سے اخراج کچھ نہ ہو سکے - اسکا نتیجہ ہوگا عقلی بدہضمی اور روحانی قبض یہ تعلیم نہین ہی بیاری ہی - امریکہ مین عموماً یونیورسٹی کی تعلیم کا یہ مقصد اور غرض ہی کہ ملک کی چیزین کام مین لائی جا دین زمین معدنیات نباتات - اور جناس وغیرہ کا استعمال اور زیادہ قیمتی بنانا معلوم ہو جائے - جتنے فنون سکھلائے جاتے ہین براہ راست کار آمد اور مفید مطلب کوئی لڑکا بے فائدہ کسٹری نہین پڑھیگا اگر اُس کو اِس علم کیمیا کو استعمال مین لانیکا ہنر مثل کیمیکل انجینیرنگ وغیرہ بھی ساتھ نہ سیکھنا ہو -

ایک مذہبی کالج مین رام کا لکچر ہوا - لیکچر کے بعد کالج کے لوگون نے اپنی جنگی قواعد دکھلائی اور کالج کے جنگی نعرون وغیرہ سے لیکچر کی سلامی کی - رام نے پوچھا یہ کیا؟ مذہبی تو کالج اور جنگی تعلیم! پرنسپل صاحب نے جواب دیا مذہب کے معنی ہین جسم و جسمانیت کو صلیب پر چڑھا دینا - خودی کو مٹا دینا - جان کو ملک کی خاطر ہتیلی پر اُٹھائے پھرنا اور یہ جان نثاری اور سچی بہادری کی روح جنگی تعلیم سے آتی ہی -

اب نرم دلی اور پاک باطنی (انتہ کرن کی شدہی) کے تعلیم کی کیفیت دیکھئے - کہ ایک یونیورسٹی مین رام گیا جو طالب علمون اور اُستادون کی کمائی سے چل رہی تھی - طالب علم وہان فیس وغیرہ کچھ نہین دیتے علاوہ اور تعلیم کے پروفیسرون کے زیر اہتمام کالج کی زمین پر یا مشینون پر کام کرتے ہین - پروفیسر ایجاد و اختراع کرتے ہین اور کرنا سکھاتے ہین - زمین کی انوکھی ڈھنگ کی نرالی پیداوار اور نئی کاریگری کی آمدنی سے سب اخراجات ادا ہوتے ہین - رام کی موجودگی مین ایک کمرے مین طالب علمونکی آپس مین تکرار ہوئی پریزیڈنٹ کے پاس مقدمہ گیا پریزیڈنٹ نے اِس کمرے مین سب کام بند کرا دیا پیانون باجا بجانا شروع کرا دیا ۱۵ منٹ مین مقدمہ فیصل ہو گیا یعنی خود بخود صلح ہو گئی - واہ! جن کے اندر شانت رس بھرا ہے باہر کی

موسیقی ان کے اندر کی صلح اور امن کو اکسانے کیلئے کافی بہانہ ہو۔ اور کیا انتظام ہو ہوا مین ستوگن بھر دیا۔ دلون کی کھٹ پٹ آپ ہی رفع ہو گئی۔

شکاگو یونیورسٹی کے ایک انڈر گریجوایٹ نے رام کے فلسفہ پر چند لیکچرون کے نوٹ لئے۔ اور تھوڑے دنونمین اپنی طرف سے افراط و تفریط کے بعد اُن کی ایک کتاب بناکر یونیورسٹی مین پیش کی۔ اِس طالب علم کو ایک جماعت کی ترقی فی الفور دی گئی۔ یہ نہین دیکھا کہ آیا اِس طالب علم نے مل اور ہیملٹن وغیرہ کی کتابو نسے اپنے دماغ کو لیٹر بیگ بنا یا ہو کہ نہین بے شک اصلی تعلیم کا معیار یہ ہو کہ ہم اندر سے کسقدر علم باہر نکال سکتے ہین یہ نہین کہ باہر سے کسقدر اندر ڈال چکے ہین۔

رام ایک دفعہ وہان کوہستان شاستا کے جنگلون مین رہتا تھا۔ کچھ آدمی ملنے آئے اُن کے ساتھ ایک بارہ برس کی لڑکی بھی تھی۔ سب رام کے اُپدیش کو بغور سُنتے رہے۔ مگر تھوڑی دیر کے لیئے لڑکی الگ جاکر بیٹھ گئی۔ جب واپس آئی تو ایک کاغذ پیش کیا۔ یہ کیا تھا؟ رام کا کل اُپدیش جسے وہ انگریزی نظم مین پرولائی۔ بعد مین یہ پوئٹری وہان کے اخبارون مین چھپ بھی گئی۔ بچونکی یہ ذہانت اور لیاقت اُنکو آزاد رکھنے کا نتیجہ ہے۔

انسان خواہ بچہ ہو خواہ بزرگ "حیوان ناطق" کہلاتا ہے ان دو اجزاء مین نطق تو سوار ہے اور حیوانیت گویا سواری کا گھوڑا۔ جب ہم بچون کے نطق کو پریم سے سمجھا کر اُن سے کام نہین لیتے بلکہ زجر و توبیخ جھڑک ملامت سے اُن پر حکومت کرتے ہین تو یہ گویا حیوانیت کے گھوڑے کو لاٹھی کے زور سوار (نطق) کے رانون تلے سے نکال لیجانا ہوا ایسی حالت مین بچہ کے اندر والے کو غصہ کیون نہ آئے۔ بچون کو ڈانٹنا اِن مین اُس جزو کی ہتک کرنا ہے جس کے بدولت انسان اشرف کہلاتا ہے۔ جبر ملامت کرنا ان کے اندر بیٹھے بزرگ کی توہین ہو۔ بلا سمجھائے یا وجہ بتلائے بچے پر حکم بھی نافذ کرنا کہ ایسا مت کرو ویسا مت کرو اُسے وہ کام کرنیکی تحریک بالواسطہ کرنا ہے: جسوقت خداوند تعالی نے حضرت آدم سے فرمایا کہ فلان درخت کا پھل مت کھانا تو اُسی روک کے باعث حضرت آدم کے دل مین خیال بد پیدا ہوا۔ اُس باغ جنت مین ہزارون درخت تھے لیکن

جب قید لگائی گئی کہ یہ نہ کہا نا تو خواہ مخواہ اُس کے کھانیکی خواہش پیدا ہوئی بہت ہی ضروری اشتہار دنکا اخبارون مین یہ عنوان ہوتا ہو: "اسکوست پڑھنا"۔
کسی شخص نے ایک فقیر سے منتر چاہا مہاتما نے منتر تبلا کر کہا کہ تین مالا جپنے سے منتر سدہ ہوجائیگا مگر شرط یہ ہو کہ خبردار مالا جپتے کہین بندر کا خیال نہ آنے پائے۔ تھوڑے تجربہ کے بعد وہ بیچارہ فقیر سے آکر کہنے لگا: پیر و مرشد! بندر میرے تو کہین خواب مین بھی نہ تھا لیکن آپ کے خبردار کرنے سے اب تو بندر کا خیال مجھے چھوڑتا ہی نہین۔ یہ اثر معکوس والی اُستادی کا ڈھنگ امریکہ مین نہین۔ بچون کی تعلیم وہان کنڈرگارٹن (گلزار نونہال) کے طریق پر ہوتی ہو: اُستاد بچون کے ساتھ کھیلتے کودتے گاتے ناچتے پڑہاتے چلے جاتے ہین۔ اور بچے دل لگی کے طور پر کمال حاصل کرتے جاتے ہین۔ مثلاً لڑکون کو جہاز کا سبق دینا ہے ایک ایک لکڑی کا جہاز بنا ہوا ہر لڑکے کی کُرسی کے آگے رکھا ہوا ہے اور بانس کی پھانکین وغیرہ پاس دھری ہین جس سے نیا جہاز بن سکے۔ بچون کے ساتھ ملے ہوئے اُستاد یا اُستانیان کہتی ہین ہم تو جہاز بنا دین گے۔ ہم تو جہاز بنا دین گے۔ بچے بھی دیکھا دیکھی کہنے لگتے ہین۔ ہم بھی جہاز بنا دین گے۔ ایلو سب بیٹھ گئے ایک لڑکے نے جہاز بنا دیا۔ وہ دوسرا بھی کامیاب ہوگیا۔ پھر تیسرے نے بنا لیا۔ جس کو ذرا دیر لگی اور بچون نے یا اُستانی نے مدد دی پھر بچون نے بڑے شوق سے اُستانی سے خود سوال کرنے شروع کیے۔ اِس حصّے کا کیا نام ہو۔ وہ حصہ کیا کہلاتا ہو۔ یہ کیا ہو۔ وہ کیا ہے؟ اُستانی مستول وغیرہ سب کا حال و نام تبلاتی جاتی ہو اور بچے جہاز کے متعلق سب باتین گویا خود ہی سیکھ گئے۔ ہمارے یہان لڑکے پڑھتے ہین کیل۔ کیل۔ معنی جہاز کی پیندی سرمین کیل ٹھک گئی۔ مگر لڑکے کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیل کیا چیز ہے۔ وہان نقشے (پدارتھ) سے واقفیت پہلے کرائی جاتی ہے نام (پد) پیچھے تبلایا جاتا ہے یہان پد (نام) پہلے یاد کراتے ہین پدارتھ (نقشے) کا خواہ ساری عمر پتا نہ لگے۔ وہان بچے سوال کرتے ہین (جیسا کہ بچون کا سب جگہ دستور ہے) اور اُستاد کا کام ہو اُن کو پورے پورے جواب دیتے جانا۔ یہان اتنے بڑے اُستادون کو شرم نہین آتی ننھے ننھے بچون کو سوال پوچھ پوچھ کر حیران کرتے ہین۔ پڑھنا وہ کیا ہے جس سے لذت

روحانی نہ ہو۔ یہان بچون کی مارے دہشت کے اُستاد کو دیکھکر جان جاتی ہو وہان بچون کی جو محبت اُستادون سے ہو مان باپ سے نہین ۔ جو خوشی اسکول مین ہو گھر مین نہین ۔ اسکولون مین وہان فیس نہین لیجاتی اور کتابین سب کو مفت دیجاتی ہین ۔

اب دوکانون کی حالت ملاحظہ ہو

شکاگو مین رام ایک دوکان پر مدعو ہوا جس کے فرش کا رقبہ ایک تہائی غازی پور سے کم نہ ہوگا اور دوکان کے نیچے اوپر پچیس منزلین تھین جس منزل پر جانا ہو بالاکش (ایلیویٹر) جھٹ لیجائین گے ہر منزل مین نئے قسم کا مال بھرا ہوا تھا کرورون کے گاہک روز آتے ہین لیکن دوکان والون کا سلوک سب کے ساتھ یکسان ہو۔ چاہے لاکھ کا خریدار ہو چاہے پانچ پیسہ کا ۔ قیمت ایک ہی ہوگی جو ہر چیز کے اوپر لکھی ہو اس سے کوڑی کم نہین کوڑی زیادہ نہین ۔ اور خندہ پیشانی سب کے ساتھ یہان تک کہ جو کچھ بھی نہ خریدے اور دس چیزونکی قیمت پوچھ پوچھ کر چلا جائے اُسے بھی دروازے تک پہونچا جاتے ہین اور حسب دستور سلام کرتے ہین ۔ اس بڑی دوکان پر ہی نہین ۔ معمولی دکانون پر بھی یہی سلوک ہوتا ہے ۔

امریکہ ۔ جاپان ۔ انگلینڈ ۔ جرمنی ۔ مین پولیس از حد شایستہ اور رعایا کی خدمتگار رہے ۔ پرجا رکشک ہے ۔ پرجا بھکشک نہین ۔ بعض حاضرین شاید دلمین کہ رہے ہون گے کہ بس اب بندکرو ۔ امریکن لوگون کی ثنا خوانی کر لی ۔ اُنکے گیت کہان تک گائے جاؤ گے ؟ کیا ہمین امریکن بنانا چاہتے ہو ؟ اس وہم والون سے رام کہتا ہے کہ ہندوستانی امریکن نبین ! ہرا ہرا ہرا دور ہو یہ خیال جس کے دل مین کبھی آیا ہو ۔ دفع ہو یہ امید جس کسی نے کبھی کی ہو ! رام کا یہ خیال ہرگز نہین ہے ۔ نہ ہوا نہ ہوگا ۔ البتہ بعض باتین اُن ملکون سے لینا ہملوگون کیلئے ضروری ہین اگر ہم نیستی کے چنگل سے بچنا چاہتے ہین اگر ہمین ہندو بنے رہنا منظور ہے تو ہمین ان کے علوم و فنون لینے ہون گے ۔ لیلو نگا خواہ جس قیمت پر ملین ۔ رام کی نیت تو یہ ہے کہ آپ ہندوستانی بنے رہکر امریکہ وغیرہ والونسے

بڑھجائین اور یہ اُن قومون سے گریز کرتے ہوئے نہین ہو سکتا۔آج برق اور دخان ریل۔تار وغیرہ ۔زمان اور مکان (فاصلہ اور وقت) کو گویا ہڑپ کر گئے ہین۔ دنیا ایک چھوٹا سا ٹاپو بن گئی ہو جنکو کبھی علیحدہ ملک گنتے تھے وہ شہر ہو گئے ہین اور اگلے شہر گویا گلیان بن رہی ہین آج اگر ہم اپنے تئین الگ تھلگ رکھنا چاہین اور دیگر قومون سے جدا مان کر اپنے ہی ڈھائی چاول کی کھچڑی پکائین ۔ آج بیسوین صدی مین اگر ہم بیسوین صدی قبل از مسیح کے رسم و رواج برتین ۔آج اگر ہم مغربی فنون کا مقابلہ کرنا نہ سیکھین اور اگر آج ہم اُدھار دھرمون کو چھوڑ کر نقد دھرم کو نہ برتین تو ہم اِسطرح اُڑ جائین گے جسطرح برق و دخان سے فاصلہ اور وقت۔اپنی حالت کو پہچانو۔ ؎

کنچن ہو وے کیچ مین بکہ مین امرت ہوے   دو یا ناری نیچ مین تینون لیجے سوے

جب رام امریکہ مین رہا سر پر پگڑی ہندوستانی تھی لیکن بازارون مین برف ہونیکے باعث پانون مین جوتا اُسی مُلک کا تھا لوگون نے کہا کہ کیون جوتہ بھی ہندوستانی نہ لیا رام نے جواب دیا کہ سر تو ہندوستانی رکھون گا مگر پانون تمھارے۔

جب ہندوستان مین اقبال تھا تو اپنے کو ان تالاب کا مینڈک نہین بنا رکھا تھا۔

جب لنکا مین جگ ہوا۔تو حبشی ۔چینی ۔اور ایرانی قومون کے لوگون کو دعوت دیگئی راجسو جگ کے پہلے بھیم ۔ارجن ۔نکل ۔سہدیو ۔ دور دور کے غیر ملکون مین گئے خود رام چندر مریادا پرشوتم اُوتار نے سمندر پار جانیکی مریادا باندھی ۔ ؎

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما

چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما

اُن دنون تو ہندوستان کسی غیر مُلک کا محتاج بھی نہ تھا لیکن آج اور ملکون کے فنون سیکھنے کی وہ ضرورت ہو کہ انکے بغیر جان جاتی ہے۔چاہے تو امریکہ یوروپ۔جاپان وغیرہ باہر کی دنیا سے اپنے تئین خود چھینک دے اخارج نہ کر دی

باہر کی ہوا لگنے سے جان مین جان آجائیگی ہندو باہر جائین گے تو سچے ہندو بنجائینگے باہر جانے سے اپنے شاستر کی قدر معلوم ہوگی اور شاستر عمل مین آنے لگے گا۔ پرانون مین سُنا کرتے تھے اور پڑہا کرتے تھے کہ فلان رشی کے بر یا شاپ سے فلان شخص کی حالت بدل گئی۔ یوگ باسیٹ مین سلا۔ (پتھر) مین سرشٹی (دُنیاے نو) دکھانے کا ذکر آتا ہو لیکن امریکہ مین اِس قسم کے نظارے آنکھون کے سامنے مشاہدے سے گذرے۔ یونیورسٹی کے مکانون اور ہسپتالون مین اِس قسم کے تجربے کئے جاتے ہین۔ ہزارون بیمار صرف قوت خیال سے راضی کیئے جاتے ہین پروفیسر کی تحریک سے میز کا گھوڑی نظر آنا۔ جمیز صاحب کا ڈاکٹر پال ہوجانا (شخصیت کا بدل جانا) پُرانے جیمز ین کا اُڑجانا اپنی آنکھون دیکھا۔

سنسکرت مین بیدانت (توحید) کے از حد مستانہ نسخے ہین۔ وتاترے کے ابدہوت گیتا۔ اشٹاوکر یشنکر آچاریج کے استوتر۔ یا بعض حصّے یوگ باششٹ کے۔ فارسی مین سب سے بڑھکر توحید کا کلام شمس تبریز کا ہے۔ اُس سے اُترکر مثنوی شریف۔ شیخ عطار، مغربی وغیرہ۔ لیکن امریکہ مین والٹ وہیٹ من کے اوراق گیاہ وہی توحید کی مستی و آزادی لاتے ہین جو ابدھوت گیتا۔ اشٹاوکر ترانہ ہاے شنکر۔ شمس تبریز۔ اور بلّھا شاہ کا کلام بلکہ اِن سے بھی کہین بڑھکر۔ سہ

ڈٹ کر کھڑا ہون خوف سے خالی جہان مین ۔۔۔ تسکین دل بھری ہو میری دل مین جان مین
سونگھین زمان مکانین میری پیر مثل سگ ۔۔۔ مین کیسے آسکون ہون قید بیان مین

حبشی غلامون کو آزادی دینے کے لیے امریکہ کی خانہ جنگی کے دنون وہیٹ مین ہر لڑائی مین سب سے آگے موجود تھا۔ دونون طرف کے زخمیون کو مرہم پٹی کرنا پیاسون کو پانی پلانا۔ سسکتی جانون کو اپنے تبسم سے جان مین جان لانا۔ اور اسی موقع کی اپنی تازہ تصنیف (نغمہ اوراق گیاہ) کو رات دن گاتے پھرنا ول لگی کا کام تھا۔ اِس ہنگامہ اور شور وشیون مین۔ معرکہ کے کارزار مین۔ بلا کے جنگ وجدل مین۔ یہ وہیٹ من ایسا بشاش ومطمئن پھرتا تھا جیسے شیو شنکر بھوت پریت کے گھمسان مین یا جیسے کرشن بھگوان کوچھتر کے میدان مین مبارک تھے ان لگاتار لڑائیون کے

نیم بسل جو ایسے مسیحا کے درشن کرتے جان بچی ہوئے۔ ۵

شب ہو پیاس بھوک ہو طوفان ہو چھیڑ چھاڑ جنگل کے پیڑ کب انھین لاتے ہین دھیان مین
گردش سے روزگار کے الجھا ہے جسکا دل انسان ہو کے کم ہو درختون سے شان مین

اسی درجے کا برہم نسٹھ (عارف باعمل) امریکہ مین ہنری تھورو بھی ہوا ہے۔ سچے برہم چاری؟ سینا سی کی زندگی تنہا جنگلون مین بسر کرتا تھا البتہ مستی پرست ساد ھو نہ تھا۔ امریکہ کا سب سے بڑا مصنف ایمرسن اس تھورو کے بابت لکھتا ہو کہ شہد کی بھڑین اُسکی چارپائی پر ساتھ سوتی ہین لیکن اس نڈر پریم کے پتلے کو نہین ڈستین جنگل کے سانپ اسکے ہاتھون اور ٹانگون کو چمٹ جاتے ہین لیکن وہ کنگن اور پازیب کیطرح انکی پروا نہین کرتا۔ کیا دیال بھوشن ہو ایمرسن نے رستہ چلتے چلتے پوچھا کہ یہان کے پُرانے لوگون کے تیر کہان ملتے ہین؟ تو حسب دستور جھٹ جواب دیا "جہان چاہو" اور راستے مین جھک کر اُسی جگہ سے مطلوبہ تیر اُٹھا کر دیدیا۔ کیسی درشٹی سرشٹی باد مسئلہ (دید پدید) کی کیا عملی مشق ہے! خود ایمرسن جسکی تصنیفات نے نئی دنیا مین نئی روح پھونکدی بھگوت گیتا۔ اور اوپ نشدون کا نہ صرف عالم بلکہ بہت بڑا عامل تھا۔ اُس نے اپنے مضامین مین اوپ نشدن اور گیتا کے اکثر جگہ حوالے دئیے ہین اور اُسکے نچ کے دوستون کی زبانی معلوم ہوا کہ اُسکے خیالات پر بالخصوص گیتا۔ اور اوپ نشدون کا اثر تھا۔ مہاتما تھورو اپنے والڈن مین لکھتا ہو: علی الصباح مین اپنے دل و دماغ کو بھگوت گیتا کے پوتر گنگا جل مین اشنان کرتا ہون۔ یہ وہ معظم اور عالمگیر فلسفہ ہو کہ اسکو تحریر مین آئے دیوتاؤن کے سالون کے سال بیت گئے ہین لیکن اسکے برابر کوئی تصنیف نہین نکلی۔ اسکے مقابلے مین ہماری موجودہ دنیا مع اپنے علم ادب کے حقیر اور ناچیز معلوم ہوتی ہو اسکی بزرگی ہمارے قیاس وگمان سے اسقدر برتر ہے کہ مجھے کئی دفعہ خیال آتا ہو شاید یہ فلسفہ کسی اور ہی یگ مین لکھا گیا ہوگا ایک اور موقع پر مصر کے عالیشان مینارون کا ذکر کرتے تھورو لکھتا ہے کہ پچھلی دنیا کے تمام یادگارون مین بھگوت گیتا سے عجیب ترین کچھ نہین۔ یہی بھگوت گیتا اور اوپ نشدون کی تعلیم عمل مین آئی ہوئی عملی ویدانت یا نقد دھرم ہو جاتی ہو اسکو

رگون پٹھون مین لاکر وہ لوگ ترقی پا رہے ہین - آپ کے یہان یہ قیمتی نوٹ (وہنڈوی) موجود ہی پر کاغذ کے نوٹ سے خواہ کتنا ہی قیمتی ہو بھوک نہین جاتی پیاس نہین بجھتی - بدن کا جاڑا دور نہین ہوتا - اس ہنڈوی کو بھنا کر نقد دھرم مین بدلنا پڑیگا آج وہ لوگ اس نوٹ کی قیمت دے سکین گے - آج وہان پر یہ ہنڈوی کھری ہوسکتی ہے جاؤ اُنکے پاس -

جب سیتاجی اجودھیا سے بن باس کو سدہارین تو اُنکے پیچھے رونق دور ہوگئی ماتم پھیل گیا رعیت بےچین ہوگئی - راجہ کا سر پر چھوٹ گیا - رانیون کو رونا پیٹنا پڑ گیا تخت چودہ برس تک گویا خالی رہا - اور جب سیتاجی کو سمندر پار سے لانے کے لئے مہاراج رام چندر کھڑے ہوگئے تو پرندے (گڑرا اور رٹالو) بھی مدد کو تیار ہوگئے جنگل کے جوان (بندر ریچھ وغیرہ) لڑنے مرنے کیلئے خدمت مین حاضر ہوگئے - کہتے ہین کہ اپنی چھوٹی حیثیت کے مطابق گلہریان بھی منہ مین ریت کے دانے بھر بھر کر پل باندھنے کیلئے سمندر مین ڈالنے لگین ہوا اور پانی بھی موافق بنگئے - پتھر بھی جب سمندر مین ڈالے تو سیتا کے خاطر اپنی عادت کو بھول گئے اور بجائے ڈوبنے کے تیرنے لگے ؎

کنم صد سر فدا ئے پائے سیتا   چہ یکتا سر چہ دانا سر چہ سیتا

یہان سیتا سے مراد ادھیاتم رامائن نہین ہو بلکہ "برہم ودیا" ہم کہین گے علی برہم ودیا - عمل برہم ودیا (نقد دھرم) کو الوداع کہنے سے ہندوستان مین سب طرح کی تباہی وارد ہوئی - کیا کیا مصیبت نہین آئی - کس کس دُکھ اور بیماری نے ہمین تختہ مشق نہین بنایا؟ ہائے! یہ سیتا سمندر پار چلی گئی! علی برہم ودیا کو سمندر پار سے آج لانیکے لئے کھڑے تو ہو جاؤ اور دیکھو: تمام کائنات کی طاقتین آپسمین شرطین باندھ باندھکر تمھاری خدمت بجا لانے کو دست بستہ حاضر کھڑی ہین - قدرت کے قانون قسمین کھا کھا کر تمھاری مدد کو کمر بستہ تیار کھڑے ہین -

اپنی خدائی مین جاگو تو سہی اور پھر دیکھو ہوتا ہو کہ نہین - ؎

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا
ہم بلبلین ہین اسکی یہ بوستان ہمارا

اوم! اوم! اوم!

آنریبل گوپال کرشن گوکھلے

نامورانِ ہند کے سوانح زندگی بالعموم نہایت حوصلہ افزا۔ و جرأت بخش مطالعے ہین۔ مگر اُس بے غرض حب الوطنی اور قربانی نفس کی نظیر جسنے گوپال کرشن گوکھلے کو آج ساری قوم کا مایہ ناز و افتخار بنا رکھا ہو مشکل سے کہین اور ملسکتی ہو۔ اس مین شک نہین کہ قوم مین ایسے بزرگوار موجود ہین جنکی ذہنی قابلتین بالاتر ہین جنکی استعداد علمی زیادہ دقیق ہو۔ جو عزو وقار۔ جاہ و حشمت کے لحاظ سے آپ پر فوق رکھتے ہین۔ مگر وہ سچا جوشِ وطن جس نے آپ کو فنا فی القوم بنا دیا ہو اپنی وسعت عمق اور مصروفیت مین فرد ہو۔ آپ کی زندگی پرجوش نوجوانون کے لئے اولوالعزمیون اور بلند حوصلگیون کا ایک نہایت مفید سبق اور قابل تقلید نمونہ ہو۔ آج آپ کو قوم کے پولٹیکل حلقون مین نہایت ممتاز درجہ حاصل ہو۔ اور یہ کہنا مبالغہ نہین ہو کہ آپ کے ہموطن آپکی پرستش کرتے ہین۔ اسکا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہو کہ امسال بنارس کی استقبالی کمیٹی نے نیشنل کانگرس کی کرسی صدارت آپ کے نذر کی ہو۔ اور اس موقع پر جبکہ ہمارے دل آپ کی بے بہا تقریرون سے بہرہ مند ہونیکے لئے بیچین ہو رہے ہین آپ کے حالات زندگی دلچسپی سے خالی نہون گے۔

آپ ۱۸۶۶ء مین بمقام کولہاپور پیدا ہوے۔ والدین اگر عسرت و تنگحالی مین نہ مبتلا تھے۔ تو کسی طرح خوشحال بھی نہ تھے۔ آپ نے وہین کے اسکول مین الف۔اے کی سند حاصل کی۔ بعد ازان بمبئی کے الفنسٹن کالج مین تحصیل علم کے لئے گئے۔ یہ کالج ہندوستان کے سب کالجون کا۔ کیا بلحاظ قدامت اور کیا بلحاظ خدمات 'سرتاج' ہے۔ دادا بھائی نوروجی سر فیروز شاہ مہتہ جیسے ہادیان قوم کے تعلیم و ترتیب کا فخر اسی کالج کو حاصل ہو۔ یہان مسٹر گوکھلے کی خداداد قابلیتون کی بہت جلد دھوم مچگئی۔ طلبا اور پروفیسران

سبھی اعزاز کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ ریاضی سے آپکو خاص مناسبت تھی اور مسٹر ہاتھارن جو اُس کالج کا پروفیسر ریاضی تھا اپنے ہونہار شاگرد کی عطیات پر فخر کیا کرتا تھا۔ چونکہ آپ کے والدین تعلیمی اخراجات کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ یہ ازبس ضروری تھا کہ آپ امتحان مین وظیفہ دار قرار پائین۔ اور کوئی بھی جو آپ کی ذات و صفات سے واقف تھا آپکی کامیابی مین ذرہ بھر بھی شک نکر سکتا تھا۔ مگر کچھ ایسے اتفاقات پیش آگئے کہ آپ سند اعزازی حاصل کرنے سے قاصر رہے۔ اِس نامبارک ناکامی سے جو صدمہ و ملال آپکو ہوا اُس کا اندازہ وہی خوب کر سکتا ہی جسکی امیدون پر بھی اسیطرح پانی پھر گیا ہو۔ آخر فکر معاش نے آپ کو پونا مین پہونچایا۔ یہان انجینئرنگ کالج مین داخل ہونیکا قصد تھا جسکے لئے آپکی ریاضی نے آپ کو بہت موزون بنا دیا تھا۔ مگر ناکامی نے رُوئے بد دکھایا۔ داخلہ کا امتحان ختم ہو چکا تھا اور پرنسپل نے آپ کو داخل کرنے سے معذوری جتائی۔ یہ تازہ ناکامی اور بھی دلشکستگی کا باعث ہوئی۔ اگر نتیجہ حسب دلخواہ ہوتا تو آج آپ کسی ڈویژن کے انجنیئر ہوتے۔ اور دولت و ثروت کے لحاظ سے آپ کی حالت بدرجہا بہتر ہوتی۔ مگر پھر نہین معلوم آپکی اعلیٰ دماغی و دلی اوصاف کا اظہار کس دائرہ مین ہوتا۔ حق تو یہ ہی کہ آپ کی قسمت مین مُلک و قوم پر نثار ہونا لکھا تھا۔ آپکی وہ ناکامیان جو ذاتی مقاصد مین ہارج ہوئین قوم کیلئے عطیہ عظمیٰ ثابت ہوگئین۔ خدا کرے ایسی ناکامیان جسکے مبارک نتیجون پر ہزارون کامیابیان رشک کرتی ہین۔ ہر شخص کو حاصل ہون!

اُسی زمانہ مین دکن کے چند دریا دل۔ پُر جوش ہمدردان نے عوام کی تعلیم کے لیئے ایک انگریزی مدرسہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور مسٹر تلک۔ مسٹر اپیٹے اور چند دیگر بزرگون کی سرپرستی مین ایک تعلیمی انجمن قائم ہوئی تھی۔ جس کا مقصد اعلیٰ تعلیم کی اشاعت تھا۔ مسٹر گوکھلے نے کسب معاش کی کوئی اور صورت نہ دیکھکر اسی مدرسہ مین ایک اسامی قبول کرلی۔ آگے چلکر یہی مدرسہ ترقی پاکر فرگسن کالج پونا کے نام سے مشہور ہوا اور آجتک دکن کی ہمدردی۔ جوش حب وطن۔ اور ایثار نفسی کی زندہ یادگار ہے۔ تعلیمی انجمن کے ہر ممبر کا یہ عہد ہوتا تھا کہ وہ اس کالج مین۔ بلا خیال معاوضہ۔ تعلیمی خدمات بحسن تمام انجام دیگا۔ ہندوستان اُن بزرگونکی نفس کشی کا قیامت تک مشکور رہیگا

جنھون نے ذاتی مفاد کو نظرانداز کر کے اپنی زندگی قومی خدمات کے نذر کی۔ اور جنکی مساعی جمیلہ کی بدولت ایک چھوٹا سا اسکول آج ہندوستان کے نہایت نامی وگرامی قومی کالجون مین ہو۔ شکر ہو کہ وہی قومی جوشش جس نے فرگسن کالج کو پالا پوسا۔ آج ہمارے تاریک صوبہ مین بھی نمایان طور پر ظاہر ہو رہا ہو۔ چند روشن خیال حامیان قوم نے ہندوستنٹرل کالج کے لئے اپنی زندگیان وقف کردی ہین۔ جو زمانہ آئندہ مین ضرور بارور ہونگی۔

دیگر متوسط الحال نوجوانون کیطرح مسٹر گوکھلے کہ سینہ مین بھی علاوہ نام ونمود کے دولت وثروت کے ارمان بھرے ہوے تھے۔ اُنھون نے یہ ملازمت ضرورت سے مجبور ہوکر محض عارضی طور پر قبول کر لی تھی۔ مگر جب تعلیمی انجمن کے ممبرون کے ساتھ رہنے سہنے اُٹھنے بیٹھنے اور تبادلۂ خیالات کا موقع ملا تو اُنکے فیاضانہ وہمدردانہ خیالا کا زبردست اثر مسٹر گوکھلے پر بھی پڑا۔ آپ بھی اُسی رنگ مین رنگ گئے۔ اور جب وطن کا جوشش یہانتک اُمڈا کہ نام ونمود۔ دولت وثروت کے ہوائی قلعے یک لخت منہدم ہوگئے۔ آپ جیسے نوجوان شخص کے لئے جسکی موروثی جائداد کچھ نہ تھی اور نہ توسیع آمدنی کے دوسرے ذرائع موجود تھے اِس تعلیمی انجمن کی کوششون مین ہاتھ بٹانا معمولی کام نہ تھا۔ خصوصاً اُس حالت مین جبکہ متوسلین کی ایک معقول تعداد آپکی کفالت کی نگران تھی۔ چنانچہ عہدنامہ پر دستخط کرنے سے پہلے کچھ عرصے تک آپ بڑے پس وپیش وانتشار مین مبتلا تھے۔ مگر آخرش جب وطن کی کششش غالب آئی۔ اور آپ دکن تعلیمی انجمن مین شریک ہوگئے جس کے معنی یہ تھے کہ آپ پچھتر روپیہ ماہوار کی تنخواہ کو معراج ترقی سمجھکر بیس برس تک تعلیمی خدمات انجام دینگے۔ اِس قربانی سے ظاہر ہوسکتا ہو کہ آپ کی نگاہون مین رفاہ عامّہ کا درجہ دنیا کے دوسرے مادّی خواہشونکے مقابلے مین کیا ہو جب یہ خیال کیجئے کہ اُسوقت آپ کی عمر کل اٹھارہ سال کی تھی جبکہ دل مین ولولے اور اُمنگون کا دریا جوش مارتا ہوتا ہو تو تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ آپ واقعی فرشتہ خصلت بزرگوار ہین۔ ایسے محبان وطن تو بہت ملین گے جو لذات دنیا سے کامل طور پر سیر ہوجانیکے بعد حیات چند روزہ کے چند آخری دن قومی کامونکے نذر کرتے ہین۔ مگر ایسے کتنے ہین جو مسٹر گوکھلے کی طرح قوم کے لئے تن من دھن سبھی سونپنے پر

آمادہ ہو جائینگے ؟

اس انجمن مین شریک ہونیکے بعد آپ نے نہایت دلسوزی ۔ سرگرمی و یکسوئی کے ساتھ سلسلۂ تدریس جاری کیا ۔ آپ کی پُرجوش کوششون نے بہت جلد آپ کو پروفیسرون مین ممتاز جگہ دیدی ۔ اور چند ہی دنون مین آپ اُس کالج کے روح رواں ہو گئے ۔ اُسوقت کالج کی مالی حالت ایسی ابتر ہو رہی تھی کہ مجبوراً ایک معمولی عمارت مین گذر کرنا پڑتا تھا ۔ آپ نے اُسکے لئے ایک شاندار شایان شان عمارت بنوانے کا قصد مصمم کرلیا ۔ اور اپنے ہم پیشہ اصحاب کے ساتھ دکن کا دورہ کرنا شروع کیا ۔ تقریباً تین برس کی جانفشانیون کے بعد آپنے دو لاکھ روپیہ فراہم کر لئے ۔ اس کامیابی نے آپکی حُسن کوشش ۔ خوبی تدبیر اور قابلیت انتظام کا سکہ بٹھادیا ۔ کالج کے لئے بہت جلد ایک عالیشان عمارت تعمیر ہوئی جو ہمیشہ اصحاب دکن کی سچی قومی ہمدردی اور بے لوث کوششون کا مظہر رہیگی ۔ اس عظیم الشان کالج ۔ اور اُسکے دلدادہ کارکنان کے سعی موفور کی داد جن الفاظ مین لارڈ نارتھ کوٹ اور دیگر قدر دانون نے دی ہے وہ واقعی نہایت حوصلہ افزا ہے ۔ چونکہ ملک کو آپ کی خدمات حسنہ کا مشکور ہونا تھا اُسکے سامان بھی غیب سے مہیا ہوتے گئے ۔ تعلیمی خدمات کا انجام دیتے ابھی تین برس بھی نہین گذرے تھے کہ آپکو اُس ذی کمال ۔ فرشتہ خصال ۔ کریم النفس بزرگوار سے عقیدت مندی کا مبارک موقع ملا جس کا جس آج ہندوستان کا بچّہ بچّہ گا رہا ہے ۔ ایسا کون ہوگا جو مہادیو گوبند راناڈے مرحوم کی نام نامی سے واقف نہو ۔ ہندوستان کا ہمدرد و دیوار اُس نیکمرد کی تعریف مین ترنم ساز ہی ۔ اُنکی زندگی دنیا کے سارے اوصاف حمیدہ کی ایک عملی مثال ہی ۔ اُس حبیب وطن کے دل مین ملک و قوم کی یاد ہر دم بنی رہتی تھی ۔ ہندوستان کی ایسی کوئی سوسائٹی یا انجمن نہ تھی جسکو اُس مرد نیک نفس کی ذات بابرکات سے فیض نہ پہونچا ہو ۔ اُن دنون اُنکو پونا کی سارجنک سبھا کے متعلق اخبار نکالنے کے لئے ایک جفاکش ۔ ذی حوصلہ ۔ روشن خیال پرجوش اور دیانت مند نوجوان ایڈیٹر کی ضرورت تھی ۔ مسٹر گوکھلے کا سن اسوقت بائیس سال سے زیادہ نہ تھا ۔ اور کتنے ہی پُرانے ۔ جہان دیدہ حضرات اس خدمت کے داعی تھے ۔ مگر مسٹر راناڈے کی مردم شناس نگاہون مین اس کام کے لئے کوئی شخص آپ سے

زیادہ موزون نہ معلوم ہوا۔ سبحان اللہ! کیا نبض شناسی ہو۔ واقعات نے ثابت کردیا کہ مسٹر راناڈے کا انتخاب اس سے بہتر ہو ہی نہین سکتا تھا۔

ایڈیٹری کا قلمدان دست مبارک مین لیتے ہی آپ نے مُلکی۔ مالی و تمدنی پیچیدہ مسائل کا محققانہ مطالعہ شروع کیا۔ اور اُن گتھیون کو سُلجھانے کے لئے مسٹر راناڈے سے بڑھکر کس کے ناخن فکر ہو سکتے تھے۔ ایک بزرگوار کا قول ہو کہ "مسٹر گوکھلے" ایک قومی ترکہ ہین جو "راناڈے" مرحوم نے ملک کو بخشا ہو" اور یہ قول نہایت صادق ہو۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہو کہ آپ اپنے پیرو مرشد کے رنگ مین ہمہ تن ڈوبے ہوے ہین۔ آپ نے ایک اسپیچ مین خود شاگردانہ افتخار سے فرمایا تھا کہ "مجھے بارہ برس تک اُس مرد نیک سے فخر تلمذ رہا۔ اور اس مدت مین مین اُن کے ارشادات سے بغایت مستفید ہوا"۔ ان الفاظ سے جسقدر جوش عقیدت ٹپکتا ہو محتاج بیان نہین۔ سبحان اللہ! کیسا فرشتہ خصال اُستاد تھا۔ اور کیسا ذی کمال شاگرد۔ آج مسٹر راناڈے کی روح جنت مین اپنے شاگرد کی بے لوث حب وطن پر وجد کررہی ہوگی۔ آپ کو مُلک کے مالی مسائل کی مالاینحل عقدون پر جو یہ قدرت حاصل ہو وہ اُسی بزرگوار کے فیضان صحبت کا اثر ہو۔ آپ نے اس دوازدہ سالہ تلمذ مین متعدد مالی رپورٹون اور رسالون کے خلاصے کئے۔ جو تصحیح و تہذیب کیلئے مسٹر راناڈے کی خدمت مین پیش کئے جاتے تھے۔ اور کیا اسمین کوئی شک ہو کہ وُہ اُنکی اصلاحین وفادار، عقیدت مند شاگرد کے لیئے حرز جان ہو جاتی تھین۔ یہ اُنھین عرق ریزیون کی برکت ہو کہ آپ سرکاری مالی رپورٹون کی بھول بھلیان کی ذرا بھی حقیقت نہین سمجھتے۔ اور چٹکی بجاتے مین دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کرکے دکھا دیتے ہین۔

مسٹر رینڈے کی خدمت مین نیاز حاصل ہونے سے آپ کو صرف یہی فائدہ نہین ہوا کہ آپ کو مُلکی مسائل کے دقیق و عمیق نکات پر عبور حاصل ہوگیا۔ بلکہ شب و روز کی قربت نے آپ کے لوح دل پر اپنے مرشد کی حیرت انگیز جفاکشی۔ وسعت نگاہ۔ بے تعصبی۔ قوت امتیاز اور صادق الطبعی کا نقش کردیا۔ جو زمانے کے ساتھ ساتھ بجاے مٹنے کے اور بھی نمایان طور پر ظاہر ہو رہا ہو۔ آٹھ برس تک آپ نے علاوہ مدرسی خدمات کے سارو جنک سبھا کا اخبار مسٹر راناڈے کی زیر ہدایت بڑی قابلیت سے

چلایا۔ آپ کی رائین ایسی پختہ وصائب ہوتی تھین اور آپکے مُلکی مضامین مین وہ تازگی۔ جدت اور زورقلم ہوتا تھا کہ تھوڑے ہی دنون مین وہ رسالہ تعلیم یافتہ حلقون مین اعزاز کی نگاہون سے دیکھا جانے لگا۔ اور ملک کو معلوم ہوگیا کہ آپ کی ذات سے یہان کی پبلک لائف مین ایک قابل قدر اضافہ ہوگیا ہی۔ اسکا عملی ثبوت یہ ملا کہ آپ بمبئی پراونشل کاونسل کے سکرٹریٹ پر ممتاز ہوے۔ اور چار سال تک ان فرائض کو کمال تندہی ولیاقت سے ادا کیا۔ اِن خدمات سے آپکی شہرت ہندوستان کے دیگر صوبجات مین بھی بوئے مشک کی طرح پھیلنے لگی۔ اور آخر سنہ ۱۸۹۷ء مین آپ انڈین نیشنل کانگرس کے سکرٹری مامور ہوئے۔

اسی سال آپ کو اظہار حب وطن کا ایک اور نہایت نامور موقع ہاتھ لگا۔ نیشنل کانگرس اور دیگر ہمدردان قوم کی متواتر شکایت نے کہ مناصب جلیلہ پر بالعموم انگریز ہی مامور ہوتے ہین اور ہندوستانی باوجود زیادہ قابلیت رکھنے کے محروم رہتے ہین۔ پارلیمنٹ کی توجہ اپنے جانب پھیری۔ ایک شاہی کمیشن لارڈ ولبی کی صدارت مین مقرر کی گئی تاکہ وہ اِس امر کی تحقیقات کرے کہ شکایتین کس حد تک واقعات پر مبنی ہین۔ اور چند ایسی عملی تجاویز پیش کرے جو گورنمنٹ ہندوستان کے لیئے بمنزلہ دستورالعمل ہون۔ افسوس کہ یہ انگریزی دیانت مندی ومعدلت پروری کا آخری اظہار تھا! اور جس بیرحمی سے اینگلو انڈین طبقہ نے اُن تجاویز کی خلاف ورزی کی ہے وہ ہمیشہ اُن کے طرزعمل پر دھبہ لگاتی رہیگی!

مسٹر گوکھلے کی نکتہ فہمی۔ پُرزور قوت بیان۔ ہندوستانی معاملات سے باخبری اور اقتصادی مسائل کی موشگافی کی قابلیت نے جس کا اسوقت تک سارے ہندوستان مین غلغلہ مچ رہا تھا آپ کو اصحاب دکن کا وکیل بناکر ولبی کمیشن کے روبرو اظہار خیالات کے لیئے بھیجا۔ اور آپ مسٹر سوریندرناتھ بنرجی۔ مسٹر ونشا ایڈل جی واچا اور مسٹر سبرمنیا آئر کے ساتھ اُسی سال انگلستان کو تشریف لیگئے۔ وہان کمیشن کے سامنے آپ نے جو اسپیچ فرمائی وہ فصاحت حسن بیان۔ پُرزور دلائل اور جوش حب وطن کے لحاظ سے بےنظیر ہے۔ باوجودیکہ یہ اسپیچ بہت مطول تھی مگر کمشنرون نے اُسکی بڑی فراخدلی وخندہ پیشانی سے داد دی۔ اور اُس مین

شک نہین کہ اسکا پُرزور اثر انکی تجویزون پر بھی پڑا۔ آپ نے ہندوستان کے افلاس اور گورنمنٹ کی بیجا سختی کا دردناک الفاظ مین تذکرہ کرنیکے بعد فرمایا۔

"موجودہ نظام سلطنت کا یہ اثر ہو رہا ہو کہ ہمارے قوارد ماغی وجسمانی روز بروز ضعیف ونحیف ہوتے جاتے ہین۔ ہم مجبور کئے جاتے ہین کہ ذلت وحقارت کی زندگی بسر کرین۔ قدم قدم پر ہمکو یاد دلایا جاتا ہو کہ تم ایک پادرافتادہ قوم کے ممبر ہو۔ ہماری آزادی اور کا بیرحمی سے گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ اور یہ سب محض اسلیئے کہ موجودہ نظام کی تقویت ہو۔ انگلستان کا ہر نوجوان جسکو خدا نے ذہن اور حوصلہ عطا فرمایا ہو امید کرتا ہو کہ کسی نہ کسی دن مین بھی قومی جہاز کا ناخدا بنونگا۔ کسی نہ کسی دن مین بھی گلیڈسٹن کا رتبہ اور نلسن کی شہرت حاصل کرونگا۔ یہ خیال۔ گو خواب ہی کیون نہو۔ اُسکی اولوالعزمیون اور اُمنگون کو ابھارتا ہو اور وہ ہمہ تن کسب وکمال مین محو ہو جاتا ہو۔ ہمارے مُلک کے بدقسمت نوجوان ایسے حوصلہ بڑھانے والے خواب بھی نہین دیکھ سکتے۔ وہ ایسے عالی شان ہوائی قلعے بھی نہین بنا سکتے۔ موجودہ نظام کے ہوتے ممکن نہین کہ ہم اُن بلندیون تک پہونچ سکین جس کے قابل ہمکو قدرت نے بنایا ہو۔ وہ اخلاقی قوت جو ہر آزاد قوم مین ہوتی ہو ہم مین معدوم ہوتی جاتی ہو۔ آخر ش اسکا عبرتناک نتیجہ یہی ہوتا ہو کہ رفتہ رفتہ ہماری انتظامی وجنگی قابلیتین ترک استعمال سے ملیامیٹ ہو جاوینگی۔ اور ہماری قوم ایک ایسی ذلیل قوم ہو جاویگی جو بجز لکڑیان کاٹنے اور پانی بھرنے کے اور کسی کام کی نرہیگی۔"

کمیشن کے روبرو شہادت دینے کے بعد مسٹر گوکھلے نے لندن اور دوسرے اضلاع انگلستان مین دورہ کرنا شروع کیا تاکہ اپنی پُرجوش تقریرون سے انگریزی عوام الناس کے دلون مین ہندوستان سے ہمدردی پیدا کرین۔ اور اُنکی اُس قابل افسوس بیخبری کو جو ہندوستانی معاملات سے ہو رفع کرین۔ آپ کی ان مساعی جمیلہ کی داد انگریزی رعایا نے خوب دل کھولکر دی۔ آپ کی تقریرونسے بڑی دلچسپی ظاہر کیگئی۔ چوطرفہ تحسین وآفرین کی صدائین بلند ہوئین۔ مبارکباد کے خطوط آنے لگے۔ اور چند ہی دنون مین آپکی فصاحت وبلاغت۔ ہمہ دانی وحسن بیانی

مسلمہ ہوگئی۔ مگر عین اُسوقت جب آپ سُرخرو و کامیاب ہوکر ہندوستان کو
واپس آنیوالے تھے ایک نامبارک واقعہ پیش ہوا جس نے کچھ دنون تک آپکو
اپنے بیخبر ہموطنون کی ناہمدردی۔ سردمہری اور علانیہ تضحیک کا نشانہ بنا دیا۔
اُن دنون بمبئی کی زمام حکومت لارڈ سینڈہرسٹ کے ہاتھون مین تھی۔ لارڈ
موصوف نے انسداد پلیگ کے لئے بڑے سخت قوانین وضع کئے تھے۔ اور وہ
اہلکاران جو اُن قوانین پر کاربند ہونے کے لیئے مامور تھے اُن پر حاشیہ چڑھاکر
رعایا کے ساتھ ایسی بےعنوانیان اور مظالم کرتے تھے جو ناگفتہ بہ ہین۔ چنانچہ جب
پونا اس مہلک وبا کا شکار ہوا۔ اور اہلکاران گورنمنٹ اُسکے انسداد کے جوش
مین اندھیر مچانے لگے تو رعایا برانگیختہ ہوگئی۔ تعلیم یافتہ اصحاب کو بھی سرکار کی
یہ رخنہ اندازیان ناگوار معلوم ہوئین۔ اُنھون نے اسکی پرزور مخالفت کی اخبارون
نے بھی اُن کا جنبہ کیا۔ مگر گورنمنٹ خواب خرگوش سے نہ چونکی۔ آخرش
انگریز صاحبان رینڈ اور آئرسٹ کو جو عوام کی نگاہ مین اُن تمام بےعنوانیون
کے محرک اور بانی سمجھے جاتے تھے گورنمنٹ کی بےاعتدالیون اور رعایا کے
جوش غضب کا خمیازہ اُٹھانا پڑا۔

ان دو انگریزون کے قتل سے انگریزی حکام کے کان کھڑے ہوئے۔ اُنکو
شبہہ ہوا کہ یہ ہنگامہ تعلیم یافتہ فرقہ کا برپا کیا ہوا ہے۔ انگریزی اخبارات نے بھی ہاے
واویلا مچانی شروع کی۔ اور جوش انتقام مین خدا معلوم کیا کیا زباندرازیان اور خامہ
فرسائیان کین۔ کسی نے صلاح دی ہندوستانی اخبارات کی دھجیان اُڑادو کسی نے
فرمایا پونا کو نیست و نابود کردو۔ ہندوستانی اخبارات کی جرأت بھی قابل
تعریف ہے کہ وہ حق کہنے سے نہ چوکے۔ انگریزون کا خوب ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
اور انجام کار یہ ہوا کہ گورنمنٹ نے چند رہنمایان قوم کے خون سے اپنے آتش
غضب کو ٹھنڈا کیا۔ اینگلو انڈین حضرات نے گھی کے چراغ جلائے۔ خوشیان
منائین اور گورنمنٹ کے بغایت ممنون ہوے۔

ابھی مسٹر گوکھلے انگلستان ہی مین تھے کہ اُنکے احباب نے گورنمنٹ ہند کی
جور و تعدی کے دل ہلا دینے والے واقعات پونا سے لکھنے شروع کیئے۔ اُنکو امید تھی کہ

آپ انگلستان مین گورنمنٹ کی ان بیجا کارروائیونکی تشہیر کرکے انگلیطرف پارلیمنٹ کی توجہ مبذول کرا سکتے ممکن تھا کہ اپنے ہموطنون کی یہ بُری گت ایسے فدائی قوم کا جوش نہ اُبھارتی۔ تاہم آپنے بڑے ضبط و استقلال سے کام لیا۔ آپ کو خوب معلوم تھا کہ گورنمنٹ پر اُن الزامات کے عاید کرنیکے لئے ثبوت بہم پہونچانا محال ہو جائیگا۔ اور قبل اسکے کہ آپ اِن واقعات کا اعلان کرین آپ نے بڑی غور و خوض سے کام لیا۔ مگر اسی اثنا مین رینڈ اور آئرسٹ کے قتل کی ہولناک خبر پہونچی۔ اور اُسنے انگریزی رعایا مین عجیب ہل چل مچادی۔ ہندوستانیونکی سرزنش کرنے کے لئے تدبیرین سوچی جانے لگین۔ افواہ اُڑی کہ شہر کے چلبیس سربرآوردہ رؤسا دار پر کھینچے جائینگے۔ علیٰ ہذا اور بھی ایسی ہی وحشتناک خبرین جو بالکل بے بنیاد تھین مشہور ہوئین۔ آپ سے اب ضبط نہو سکا۔ لازم آیا کہ آپ بھی اپنی آواز کو بلند کرین۔ چنانچہ آپ نے اُنھین خطوط کی بنیاد پر جو آپ کے احباب نے پونا سے لکھے تھے گورنمنٹ کے تشددات اور بیموقع سختیون کا پُرزور اعلان کیا۔ اور یہ ثابت کرنیکی کوشش کی کہ یہ رعایا کا قصور نہین ہی کہ وہ برگشتہ ہو رہی ہی۔ بلکہ یہ گورنمنٹ کی نادانی ہی کہ وہ رعایا کو اسطرح آزردہ کرکے اشتعال دلا رہی ہی آپ نے جو کچھ فرمایا بالکل اُنھین خطوط کی بنا پر تھا۔ مگر لارڈ جارج ہملٹن نے جو اُسوقت سکرٹری ہندوستان تھے آپ کے اُن الزامات دبیانات کی تردید لارڈ سینڈھرسٹ کے تحریر کی بنا پر کی۔ اور اب آپ کیلئے بجز اسکے اور کوئی طریق نہ تھا کہ یا تو واقعات اور مشاہدات سے اپنے دعوؤن کو پایۂ ثبوت تک پہونچائین۔ یا اُن کو ندامت کے ساتھ واپس لین۔ چنانچہ آپ ہندوستان کو لوٹے۔ مگر اسی اثنا مین بمبئی گورنمنٹ نے پونا کے سرغناؤن کی گرفتاری کے احکام نافذ کر دیئے تھے۔ اور جب آپ عدن مین پہونچے تو آپکو اُنھین مخبر احباب کے خطوط ملے جنمین التجا کی گئی تھی کہ ہمارے نام شائع نہ کئے جاوین۔ گرفتاری کے احکام نے اُن لوگون کو ایسا خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ قسم کھانے پر آمادہ تھے کہ وہ خطوط ہمارے لکھے نہ تھے۔ اسوقت اُس تشویش و دلخستگی کا اندازہ لگانا محال ہی جو دوستونکی بیوفائی و بُزدلی سے آپ کے سینہ بے کینہ مین پیدا ہوئی۔ کچھ دن تک تو سب کو خدشہ تھا کہ اب آپ ہمیشہ کے لئے پبلک تحریکون سے علٰحدگی برتنے پر

مجبور کیئے جاوینگے - آپ کو یقین ہو گیا کہ اُن الزمات کو جو مین نے گورنمنٹ پر لگائے تھے ثابت کر دینا مشکل ہی نہین بلکہ ناممکن ہی - لہذا اب تقضاے شرافت و مردی یہی تھا کہ آپ اپنی معذرت سی اُن الفاظ کی تلافی کرین جنسے گورنمنٹ کے ردائے عصمت پر دھبہ لگتا تھا اپنے دعوٰی پر مستقل رہنا جبکہ اُنکے ثابت کرنیکی کوئی صورت نہ نظر آتی تھی آپکی منصفانہ نگاہوں مین گورنمنٹ کی توہین ناحق تھی چنانچہ آپنے ہر ایک پہلو سوچنے کے بعد اپنا مشہور و معروف معذرت نامہ شائع کیا مگر آپکے ہموطن جو روئداد سے کماحقہ آگاہ نہ تھے آپسے فوراً بدظن ہو گئے - آپکے اِس فعل کو تلون طبعی اور بزدلی سے منسوب کیا - آپ بڑی بیرحمی سے تیر ملامت کا نشانہ بنائے گئے - حتّے کہ آپ پر جنگ زرگری اور خوشامد کا جُرم لگا گیا - حالانکہ اُس وقت بھی ہندوستان اور انگلستان دونون ہی ملکون مین ایسے منصف مزاج - راسخ الخیال بزرگوار بھی تھے جنھون نے آپکی اِس جرأت و دلیرانہ حرکت کی بڑی فراخدلی سے داد دی جسٹس رناڈے مرحوم و مغفور نے جو اپنے قابل فخر اور سعادت مند شاگرد کی نقل و حرکت کو پدرانہ شفقت و دلچسپی سے دیکھ رہے تھے آپ کی اِس صفائی قلب کے ثبوت پر اظہار خوشنودی کیا - مگر سبحان اللہ کیا ہمت عالی اور کیا حوصلہ رفیع ہی کہ دوستون و ہمدردون کی دلشکن و مایوس کُن اقوال و افعال نے آپکی ہمتون کو ذرا بھی پس پانہ کیا - آپ نے "ہرچہ از دوست میرسد نیکوست" کے مصداق پر اُن تمام اہانت آمیز کلمات کو جو آپکی شان مین استعمال کئے گئے تھے ماتھے پر چڑھا لیا - ایسی حالت مین ایک نمائشی محب وطن اپنے ہموطنون کو ناشکری اور احسان فراموشی کا مرتکب ٹھہراتا - اپنے ملک کی ناقدری و بیوفائی کا رونا روتا - اور غالباً ہمیشہ کیلئے پبلک معاملات سے منہ پھیر لیتا - مگر آپ اُن محبان وطن مین نہین ہین جنم بھوم کی محبت اور بھائیون کی بھلائی آپ کی سرشت مین خمیر ہو گئی ہی - آپ اپنے خلقی استقلال و اطمینان سے پھر مُلک کی خدمت مین ہمہ تن مصروف ہو گئے - شکر ہے وہ دن بہت جلد آیا کہ آپ کے گم گشتہ مخالفین اپنی حرف گیریون پر نادم و متاسف ہوئے "

ابھی اخبار نویسونکا غصہ دھیما نہ ہوا تھا کہ بمبئی مین پلیگ نے ہنگامۂ قیامت برپا کیا - لوگ گھر بار - لڑکے بالے چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے - اِسکی سخت

ضرورت محسوس ہوئی کہ پُرجوش ہمدردان قوم مریضون کے معالجہ وعیادت کیلئے اپنی جان جوکھون مین ڈالین - اس پُرخطر وادی مین سب سے پہلے جس نے قدم رکھا وہ آپ ہی تھے - جس خود فراموشی - کسرنفسی - محویت وسرگرمی سے آپنے افسران پلیگ کا ہاتھ بٹایا وہ آپ ہی کا حصہ تھا - سارا ملک آپ کی تعریف سے گونجنے لگا - لارڈ سینڈہرسٹ نے بھی جنھون نے پہلے بار ہا آپ کو طعن وتشنیع کا آماجگاہ بنایا تھا اسوقت آپ کی جوش قومی وخالص دردمندی کے قائل ہوگئے - اور راجلاس کونسل مین آپ کا شکریہ ادا کرکے اپنا افتخار بڑھایا -

آپ کی بہبود خلائق کی اِن تھلک کوششون نے مُلک کو پھر آپ کا معتقد بنا لیا اصحاب دکن نے یک زبان ہوکر بمبئی کاؤنسل کی ممبری پر آپ کو سرفراز کیا - یہان آپنے مُلک کی خدمت ایسی یکجہتی اور خلوص سے کی کہ دلون مین آپ کی عظمت قائم ہوگئی - بمبئی "لینڈ ریونیو بل" کے متعلق جو سرگرم مباحثے ہوے اُنمین آپنے نمایان حصہ لیا - اور بمبئی گورنمنٹ کو یقین دلایا کہ غیر ملازم ممبران گورنمنٹ کی نکتہ چینی مخالفت کی نیت سے نہین کرتے - بلکہ ہمدردانہ اتفاق کی نیت سے - غیر قومی گورنمنٹون مین ہمیشہ یہ نقص رہتا ہو کہ اُسکی ہر تجویز مین دو پہلو ہوا کرتے ہین - گورنمنٹ اپنے پہلو کے فوائد ونقصانات پر غور کرلیتی ہو - مگر غریب رعایا کے پہلو کو بالکل نظرانداز کرجاتی ہو - آپ نے ہمیشہ اسکی صدق دل سے کوشش کی ہو کہ گورنمنٹ کے رو برو ہر تجویز اور مسئلے پر رعایا کے پہلو سے نظر ڈالین - اور گورنمنٹ کو اُسکے لازمی نتائج سوجھائین - تاکہ وہ رعایا کے خیالات اور ضروریات سے آگاہ ہوکر اُن کی بہبودی کی فکر مین رہین -

مسٹر گوکھلے کی اِن قابل وقعت خدمات نے مداحون اور قدردانون کا حلقہ اور بھی وسیع کردیا - اور آپ بمبئی کی غیر ملازم جماعت کی طرف سے ویسرائے کی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے - ہر باخبر شخص جانتا ہو کہ یہان پر آپ نے اپنے فرائض کیسی صادق الطبعی - جانفشانی وکاوش سے ادا کئے - آپ کی بجٹ کی تقریرین وسعت تحقیقات - جامعیت - زور بیان اور دلیرانہ لہجہ کے لحاظ سے اپنی نظیر نہین رکھتین - آپ کے وہ نعرے جو آپنے یونیورسٹی بل' اور آفیشل سیکرٹ بل' کے برخلاف بلند کئے ابھی تک

ہمارے کانون مین گونج رہے ہین - اور یقین ہو کہ ہمیشہ اپنے رنگ کا بہترین نمونہ سمجھے جائینگے - آپ کی گرج سے لارڈ کرزن جیسے شیر کی آواز بند ہو جاتی تھی - اسمین شک نہین کہ ویسرائے کی کونسل مین آپ ہی ایک ایسے مرد جری تھے - جس سے لارڈ موصوف آنکھین بچاتے پھرتے تھے - آپکی نکتہ چینیان بسا اوقات مخالفت پر بھی محمول کیگئی ہین - مگر اس کا سبب صرف یہ ہو کہ لارڈ کرزن جیسا خود پسند - اور خود شخص اپنے طرز عمل کی قلعی کھلتے نہین دیکھ سکتا تھا - اور آپکی نیتون مین خامی دکھاکر اپنے دل کا بخار نکالتا تھا - آپ جیسا عالم فاضل اور باخبر شخص یہ جانے بغیر نہین رہ سکتا کہ غیر قومی گورنمنٹین ہمیشہ غلط فہمیون اور ناہمدردیون کا نشانہ بنی رہتی ہین - اُنکو ایک ایک قدم خوب نشیب و فراز دیکھکر دھرنا ہوتا ہو - اسی لحاظ سے آپ نے کبھی گورنمنٹ کو عام نگاہ مین حقیر یا خطاوار بنانیکی کوشش نہین کی - بلکہ جب کبھی موقع ملا ہو آپنے بڑے فخر سے عطیات عظمیٰ کا ذکر کیا ہو جو انگریزی گورنمنٹ کی بدولت ہمکو حاصل ہین آپ انگریزونکی دیانت - راست معاملگی اور نیک نیتی کے ہمیشہ سے مداح ہین - مگر اسکے ساتھ ہی آپ اُن عیوب و کمزوریون سے بیخبر نہین ہین جو انگریزی گورنمنٹ مین موجود ہین اور جنھون نے اسکو بدنام کر رکھا ہو - آپ کو یقین ہو کہ یہ نقائص بدنیتی کے باعث سے نہین ہین - بلکہ غلط و بیموقع اصولونکی پابندی کیوجہ سے - اور اُنکے دفعیہ کی تدبیر اگر ہو تو یہی ہو کہ اہل ہند ترقی تعلیم و تہذیب کے ساتھ ساتھ ملکی معاملات مین زیادہ دخل دیا جائے - اُنکی آوازین زیادہ ہمدردی سے سنی جائین اُنکے کسب کمال کی داد زیادہ فیاضی سے دیجائے - اور بتدریج اُنکو اپنی پاسبانی آپ کرنیکی تعلیم دیجائے - بلاشک آپ کا معیار بہت بالا ہو مگر یہی معیار ہمیشہ نہ صرف اولوالعزم ہندوستانیونکا رہا ہو - بلکہ اُن عالی منش - حق پسند انگریزون کا بھی جو زمانہ گذشتہ مین ہندوستان کی قسمتون کے مالک تھے - جان برائٹ - بریڈلا - میکالے اور فاسٹ جیسے جیسے انسان دوست - وریادل بزرگون کے پیش نظر یہی معیار تھا - لارڈ نارتھ برک - لارڈ بنٹنک اور لارڈ رپن جیسے جیسے باکمالون نے اسی معیار پر عمل کرنے کی کوشش کی - اور راجہ رام موہن رائے جسٹس راناڈے اور دادابھائی نوروجی جیسے جیسے پیغمبران قوم پکار پکار کر اسی معیار کی تائید کرتے سگئے -

آج مسٹر گوکھلے بھی اسی معیار کے پُرجوش حامیون مین ہین - اور تا وقتیکہ وہ مبارک دن نہ آئے جبکہ گورنمنٹ اِس معیار پر عمل کرے ہر اولوالعزم ہمدرد قوم کا فرض اولین ہوگا کہ وہ اسی معیار کو عملی صورت مین لانے کی کوشش مین سرگرم کار ہے۔

آج مسٹر گوکھلے کو قوم کی نگاہون مین جو ہردلعزیزی اور قوم کے سرغناؤن مین جو ممتاز درجہ حاصل ہے اسپر ہر فرد بشر کو ناز ہو سکتا ہے - آپ نے اپنے کو قوم پر نثار کر دیا ہے - اگر آپ کو کوئی دنیاوی خواہش ہے تو یہ ہے کہ ہندوستان دنیا کی سربرآوردہ اقوام مین اعزاز و وقار حاصل کرے اور قعر افلاس سے نکلکر سرسبزی کے مینار پر اپنا نشان نصب کرے - آپ شب و روز فلاح قوم کی تجاویز سوچنے مین محو رہتے ہین - فی الواقع آپ قوم کے نام پر بک گئے ہین - اور گو گورنمنٹ نے آپ کی خدمات شایستہ بے غرض ہمدردی قوم - فلاح عامہ کی سچی خواہش اور منصفانہ طرز خیال کی قدر افزائی کی ہے - اور آپ کو "ستارہ ہند" کا معزز و محترم لقب دیا ہے - مگر آپ اِس حد تک متواضع و منکسر مزاج ہین کہ ان قدر دانیون کو اپنے سے بالا تصور فرماتے ہین - بہبود قوم کے سچے جوش مین آپ کو اعزاز و امتیاز حاصل کرنیکا ذرا بھی شوق نہین ہے - آپ مسٹر دادا بھائی نوروجی کے گرم دل عقیدت کیشون مین ہین - ابکی بمبئی مین جب مسٹر ممدوح کی سالگرہ کا جلسہ ہوا تھا اُسمین آپ نے ایک نہایت پرجوش مدحیہ تقریر فرمائی - جس کے یہ آخری الفاظ آب زر سے لکھے جانے اور گوشۂ دل مین جگہ پانے کے قابل ہین

"میرے نوجوان دوستو! خیال کرو کہ مسٹر دادا بھائی کی زندگی کیسا شاندار نمونہ ہے جو خدا نے تمھارے لیئے مہیا کیا ہے! وہ جوش و خروش جس سے تمنے اِس نام کی تعظیم کی ہے نہایت دلخوش کن ہے - مگر ہم اِس جلسہ کو ہرگز کامیاب نہ سمجھین گے - اگر تمھارے اُبھرے ہوے جوش اتنے ہی پر آسودہ ہو جائین گے - تمھارا فرض ہے کہ اِس زندگی سے سبق لو - اور اپنا ظاہر و باطن اُسی نمونہ پر سنوارنیکی کوشش کرو - تاکہ کسی دن یہ خصائل تمھارے عناصر مین شامل ہو جاوین - حضرات! خدائے علیم و بصیر ہر ملک کو وقتاً فوقتاً اُسکی ضروریات کے موافق ایسی ارواح عالی عطا فرماتا رہتا ہے جو گم گشتگانِ طریقت کیلئے رہنماؤن کا کام دین - اور

جنکے نقش قدم پر چلکر ہم بھولے بھٹکے مسافر اپنے منزل مقصود کو پہونچین - بلا شک دادا بھائی اس تیرہ خاکدان ہند کے چشم و چراغ ہین - اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو مین ضرور کہون گا کہ آپ جیسا عالی خیال محب وطن دُنیا کے کسی ملک مین مشکل سے پیدا ہوگا - ہم مین سے غالبًا کوئی بھی ایسا نہوگا جو اُس بلندی تک پہونچ سکے - ایسے بہت کم ہونگے جنمین ویسی مستقل مزاجی - اور ویسی عالی دماغی کا جوہر موجود ہو لیکن ہم سب آپ کیطرح بلا لحاظ ملت و مذہب اپنے مُلک کو پیار کر سکتے ہین - ہم سب اُس مقصد اعلیٰ کے لئے جس پر آپنے اپنی حیات نثار کردی ہو کچھ نہ کچھ کوشش کر سکتے ہین - آپ کی زندگی کا سب سے اہم سبق یہی ہو کہ مُلک و قوم کی خدمت کرو - اگر ہمارے نوجوان بھائی اِس سبق سے تھوڑا بہت فائدہ بھی اُٹھائین گے تو زمانہ آئندہ ضرور با امید نظر آئے گا - چاہے کبھی کبھی سمان تاریک ہی کیون نہ نظر آوے"۔

مسٹر گوکھلے کے دل سے لگی ہو کہ جناب دادا بھائی نے جس مفید کام کی اپنے مدت العمر کی کوشش مین ابھی محض ابتدا کی ہو وہ اُن کے بعد اہل ہند کی غفلت و پست ہمتی سے ضائع نہو جاوے - اسکے لئے آپ نے بہترین تدبیر یہی سوچی ہو کہ جناب موصوف کے طرز عمل کی پیروی کرین - ہماری صدق دل سے دُعا ہے کہ خدا آپ کو پارلیمنٹ مین کامیابی عطا فرماے - اور وہان آپ ہماری تکالیف اور اُنکے دفعیہ کی تدبیرین اپنے تسخیر کرنے والے لہجے مین برٹش پبلک کے روبرو پیش کرین - آپ کو یقین ہے کہ انگریز رعایا کو ہندوستانی معاملات سے جو یہ ناہمدردی ہے وہ محض اُن کی جہالت کی وجہ سے ہو - بالذاتہ اُن مین انصاف پسندی کا یہ جوہر معدوم نہین ہو - آپ کو توقع کامل ہے کہ جب اُن کو ہندوستانی معاملات سے آگاہی ہوگی تو وہ ضرور بالضرور اُن کی طرف توجہ کرین گے -

ہمارے رہنمایان قوم کا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے - چنانچہ وقتًا فوقتًا کانگرس ڈیلیگشون کو ولایت بھیجنے کی تحریکین بھی ہوا کی ہین - پہلی بار جو ڈیلیگٹ گئے تھے اُن مین سر سُرنیدر ناتھ بنرجی - اور مسٹر منموہن گھوش مرحوم جیسے جیسے قادران فن فصاحت تھے - اُن کی سرگرمیان بہت کچھ نتیجہ خیز ثابت ہوئی تھین - چنانچہ

گذشتہ سال پھر ایسی ہی تحریک ہوئی - اور یہ قصد مصمم کیا گیا کہ ہر صوبہ سے ایک ایک ڈیلیگیٹ انگلستان کو بھیجا جائے - اس اہم خدمت کو انجام دینے کیلئے سارے صوبہ بمبئی کی التجا آمیز نگاہین مسٹر گوکھلے کی طرف اُٹھین - اور آپ کی مشکل پسند طبیعت نے اس مہتم بالشان کام کو بڑی مستعدی سے ہاتھون مین لیا جس کے انجام دینے کیلئے آپ سے زیادہ موزون دوسرا مل نہین سکتا تھا - ستمبر کے مہینے مین آپ دوبارہ ولایت تشریف لے چلے -

انگلستان مین آپ کا استقبال باخبر حلقون مین بڑی گرمجوشی اور اخلاص سے کیا گیا - مگر چونکہ اسی اثنا مین تقسیم بنگال اور سودیشی تحریک کے چرچے ہونے لگے تھے اہل ہند کو خدشہ تھا کہ مبادا مینچسٹر اور لینکا شائر کے باشندگان جو سودیشی تحریک سے بدظن ہو رہے ہین آپ سے سرد مہری اور تغافل جتائین - یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اُن مقامات پر جاتے ہوئے آپ خود بھی ہچکین گے - مگر آپ کی تعمق نظری نے بھانپ لیا کہ اُن سے محترز رہنا اور بھی بیگانگی کا باعث ہوگا - جب دوا کی امید اُن سے ہی تو درد بھی اُنھین سے کہنا چاہیے - چنانچہ آپ نے اِن شہرون مین جا کر ایسی پُر مغز - وزنی اور پرجوش تقریرین فرمائین کہ سامعین کے خیالات پلٹ دیئے - آپ نے سودیشی تحریک کی خوب حمایت کی - جو آپ کی اخلاقی جرأت کا زبردست ثبوت ہی - آپ نے فرمایا کہ بنگالے مین انگریزی اشیاء کی ناقدری کا باعث یہ نہین ہی کہ بنگالی خدانخواستہ باغیانہ خیالات رکھتے ہین - تاریخ و تجربہ شاہد ہے کہ مطیع و فرمانبردار قوم جیسی ہندوستانیون کی ہے ویسی دُنیا کی کوئی دوسری قوم نہین ہو سکتی - جو قوم ڈیڑھ سو برس سے ذرا بھی گردن نہ اُٹھاوے اُس کا یکایک برافروختہ ہو جانا غیر ممکن ہی تاوقتیکہ اُسکے دل کو کوئی جانگداز و ناقابل برداشت صدمہ نہ پہونچے - اس مین کلام نہین کہ لارڈ کرزن کے حرکات اور بالخصوص اُن کے آخری فعل نے بنگالیون کو شکستہ جہاز بنا دیا ہے - تاہم ابھی تک کوئی ایسا واقعہ نہین ہوا جو کسی مہذب گورنمنٹ کی مداخلت یا مزاحمت کا باعث کہا جا سکے - امن و امان مین ذرہ برابر فرق نہین آیا - انھین صورتون مین دنیا کی کوئی دوسری مہذب قوم خدا معلوم کیا کیا شور و شر فتنہ و فساد مچاتی - کوئی

غیر متعصب شخص اہل بنگال کے ضبط و استقلال کی تعریف کئے بغیر نہین رہ سکتا۔ یہ خیال کرنا غلط فہمی ہو کہ شدیشی تحریک پر اسلئے زور دیا جا رہا ہو کہ اُن کو انگریزون سے دشمنی ہو۔ بہت سے اینگلو انڈین اخبارات لوگون کو گمراہ کر رہے ہین۔ جو اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہو اُس پر ظاہر ہو کہ یہ طریقہ محض اسلئے اختیار کیا گیا ہو کہ اہل بنگال اپنی چیخ پکار۔ گریہ وزاری کی آوازین اہل انگلستان کے کانون تک پہونچا ئین۔ اور اُن کو اپنی ہمدردی و دلسوزی پر آمادہ کرین۔ جو اس طریقے سے بدظن ہو وہ بتلائے کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ہندوستانیون کے ہاتھون مین دوسری کونسی تدبیر ہو۔ کیا سکرٹری انڈیا کے دروازے پر گداگری کرنے سے کام چلے گا۔ ؟ یا پارلیمنٹ مین دو ایک سوال پوچھنے سے مطلب حاصل ہوگا؟۔ اب انگریزون کی منصف مزاجی کا اقتضا یہ ہو کہ وہ سکرٹری سے ملتجی ہون کہ وہ ہندوستانیون پر رحم کرین۔ اور بنگال کا تکم نہ چاک کرین۔ غریب ہندوستان پر جھلا نا جو خود ہی ذلیل و پامال ہو رہا ہو مروّمی سے بعید ہے۔

آپنے ہر موقع پر ایسی ہی پُر زور تقریرین فرمائی ہین۔ ناگوار و نامرغوب صداقتون کے بیان کرنے مین آپ کو ہرگز پس و پیش نہین ہوتا۔ اور اہل انگلستان کی بھی عالی ہمتی ہو کہ اپنے ہی قوم کے جور و جبر کی کہانی سننے کیلئے ہزارون کی تعداد سے جمع ہوتے تھے۔ گو ان برہنہ سچائیون سے اُنکی تفاخر قومی کو ضرور چوٹ لگتی تھی۔ تاہم آپکے پاس مختلف انجمنون اور سوسائٹیون سے کچھ ارشاد فرمانے کے لیئے اتنی دعوتین آتی تھین کہ آپ باوجود ریاضت شاقہ کے عادی ہونے کے سب دعوتین منظور نہ کر سکتے تھے۔ اور اثنائے تقریر مین ایسے جوش سے تحسین و مرحبا کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ اور اول سے آخر تک ایسی غمخواری اور دردمندی کا اظہار ہوتا تھا کہ آپ کو اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ صداقت پسندی کا جوہر ابھی تک انگریزون مین ماند نہین پڑا۔ آپ نے ڈیڑھ مہینے کی قلیل مدت مین کل انگلستان کا دورہ کیا اور متعدد اسپیچین دین۔ یقین ہو کہ آپ کی تقریرونکا اثر آئندہ انتخاب پارلیمنٹ مین کوئی عملی نتیجہ ضرور پیدا کرے گا۔ بشرطیکہ انگریزون کی یہ ہمدردی اسوقت تک اپنے نج کے معاملات کے جوش مین موردِ تغیر نہو جاوے۔

مادر ہند! وہ لوگ بے انصافی کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہندو قوم بے جان مردہ فسردہ ہو گئی ہے۔ جب تک تیری گود میں دادا بھائی۔ رینڈے اور گوکھلے جیسے بچے کھیلیں گے ہندو قوم کبھی مردہ نہیں کہی جا سکتی کون کہہ سکتا ہے کہ اگر ان صاحب کمالوں کا جنم کسی آزاد ملک میں ہوا ہوتا تو وہ گلیڈسٹن یا بسمارک یا لابیٹ یا روزولٹ نہ ہوتے۔!

نواب رائے

بندے ماترم - جسکی مسرت خیز آواز ملک کے ایک بڑے حصے میں اہل ملک کو خواب غفلت سے جگانے اور قومی زندگی کا پہلا سبق سکھانے میں جیتا ہوا جادو ثابت ہوئی ہو اور جسکے فرحت بخش سرود سے آج ہندوستان کے در و دیوار گونج رہے ہیں بنگال کے مشہور ناولسٹ رائے بہادر بنکم چندر چٹرجی مرحوم کے ایک مشہور گیت کا ٹیک ہو- یہ گیت "انند مٹھ" نامے ناول میں آیا ہو اور بیس سال گذرے "بنگ درشن" نامے بنگالی رسالہ میں بھی شائع ہوا تھا- یہ سنسکرت اور بنگلہ زبان میں ہو اور علم موسیقی کے شائقین کو تھوڑی دیر کیلئے "گیت گووند" کا مزہ دے جاتا ہے- کسکو معلوم تھا کہ بیس سال بعد یہ بنگالیوں کا قومی گیت ہو جائیگا اور اِس سے ہندوستان کا ایک ایک گوشہ گونج اٹھیگا اب اِس لفظ نے وہ وقعت حاصل کرلی ہو جو اِس سے پہلے ہندوستان میں کسی گیت کو نہیں حاصل ہوئی تھی اور دعا و سلام کی اصطلاح میں مستعمل ہونے لگا ہو- اسکے زبان سے نکلتے ہی محبان وطن کے دلوں میں حب الوطنی کا دریا اُمنڈ آتا ہو جسکا زور خاص و عام پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا- اِنھیں دنوں کلکتہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے اِس ہر دلعزیز گیت کی عام مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہو- اہل اسلام کا ایک عظیم الشان جلسہ ہو رہا تھا اور مضمون زیر بحث پر سرگرمی سے بحث ہو رہی تھی- جب "بندے ماترم" کہنے کا وقت آیا تو مسلمان اصحاب سنسکرت لفظ بولنے میں جھجکتے ہوے معلوم ہوئے- اِسوقت ایک عالم مسلمان نے کھڑے ہوکر "بندۂ مادر" کا نعرہ بلند کیا- پھر کیا تھا- یہ فارسی نقرہ ہر ایک کی زبان سے نکلکر چاروں طرف گونجنے لگا- اور عام حضار جلسہ پر اُس جوش کی کیفیت طاری ہو گئی جو بندے ماترم کے نعروں سے پیدا ہوا کرتا ہے-

سچ ہو "قبول خاطر و لطف سخن خداداد است" اِس مقبول عام گیت کا نفس مطلب حصۂ نظم میں ہدیۂ ناظرین ہے-

تنظیر دریائے لطافت

چون حسب حکم ناظم ملک جہانیان
نواب مستطاب وزیر فلک جناب
شد منتظم قواعد اُردو ببلاک نظم
اُردو کو ناظمی شدہ تاریخ این کتاب
۱۲۲۳ ہجری

قطعہ تاریخ طبع زاد مصنف یعنی سید انشاء اللہ خانصاحب مرحوم

اِس مفید و دلچسپ کتاب پر نظر کرنے سے پہلے چند اشارات ذیل میں بطریق تمہید کے درج کیے جاتے ہین۔ مین نے بجاے لفظ تنقید کے جو غالباً کسی نامی نقاد کا وضع کیا ہوا ہے اور یقیناً مستند بھی ہوگا تنظیر کا لفظ صرف اِس خیال سے عنوان مین استعمال کیا ہے کہ وہ ظاہرا انگریزی لفظ ریویو (Review) کے پورے معنی دیتا ہو الا دفع دخل کے خیال سے یہ امر واضح کر دینا واجب ہو کہ اگر فی الحقیقت تنقید کا لفظ عربی قدیم کلام مین حال کے متعارف معنی مین مستعمل ہو تو یہ نئی تراش و خراش میری مقبول نہین ہو سکتی اور محض لفظی موشگافی فضول ہو۔ کسی زبان کے علم ادب دانشا و لغت کی تحقیق و تدقیق بحالت ضرورت روا رکھی جا سکتی ہو مگر یہ زمانہ عروج مدارج حکمی کا نزاع لفظی مین اوقات ضائع کرنے کا نہین ہو لہٰذا لفظ تراشی فعل عبث ہو خیر۔ اب نفس مضمون پر گفتگو کیجاتی ہے۔

سو برس ہوئے جیسا کہ مصنف کے قطعہ تاریخ مرقومہ بالا سے واضح ہوتا ہو یہ نادر کتاب ۱۲۲۳ ہجری مین حسب ارشاد جناب عالی متعالی وزیر الممالک و ناظم الملک یمین الدولہ نواب سعادت علیخان بہادر کے تصنیف ہوئی۔ اتنی مدت دراز کے بعد اُسکے طرز ترتیب و تالیف پر بحث کرنا شاید چندان مفید نہوگا خصوص اسوجہ سے کہ اُسکے شائع ہونے کے وقت یا بعد اُس پر عالمانہ تقریظین ضرور لکھی گئی ہونگی۔ آبحیات آزاد مین جو نہایت معروف و نامی کتاب تحقیقات زبان اُردو کی ہو اِس نسخہ دریائے لطافت کا بعض مقامات پر

انتخاب و تذکرہ لیا گیا ہو حضرت آزاد کی تحریر سے ایک موقع پر ایسا گمان ہوتا ہے کہ یہ نسخہ سرتاسر صرف میر انشاء کا مصنفہ ہو حضرت نے اس شک کو پھر خود ہی رفع کر دیا ہو۔ اس نسخہ مین علم صرف و نحو زبان اُردوے شاہجہان آباد و منطق و بدائع و عروض و قوافی و محاورات زبان مذکور کا بیان زیادہ تر فارسی مین ہے۔ اُردو و ہندی کا کلام بھی جا بجا مزاحًا یا تمثیلاً نقل ہو۔ اُسکا مذاق و طرز تحریر امتداد زمانہ کی وجہ سے حال کے اُردو روزمرہ انگریزی آمیز کے مطابق نہین ہو سکتا۔ نہ آجکل کے عزبی خیالات سے اُسکو چندان مناسبت یا مماثلت ہو سکتی ہے۔

پہلا حصہ اصول صرف و نحو و محاورات وغیرہ کا خود میر انشاء کا مصنفہ ہے اور دوسرا حصہ منطق و بدائع کا بہ صلاح و تجویز میر انشاء کے مرزا محمد حسین قتیل کا تالیف کیا ہوا ہے۔ اس زمانے کے صحیفون و تذکرون سے معلوم ہوتا ہو کہ میر انشاء و میرزا قتیل و شیخ قلندر بخش جرات کے باہم کمال اختلاط و ارتباط تھا اور ان بزرگون کی خوش مزاجی و بذلہ سنجی اُس عہد کے امیرون کو نہایت پسند تھی اور اُس زمانے کے مذاق کے مطابق ہزل و تمسخر بھی ناروا نہ تھا چنانچہ اِس امر کا اشارہ حضرت آزاد نے بھی آبحیات مین کیا ہو سید انشاء اللہ خان سے نامی امیر و عالم و شاعر کے عروج و زوال کا احوال جو اُن کے سوانح عمری سے ظاہر ہوتا ہو واقعی عبرت کے لائق ہے۔ میرے سامنے جو نسخہ مطبوعہ کُتب دریائے لطافت کا ہے وہ ماہ رجب ۱۲۶۶ھ ہجری کا چھپا ہوا مرشد آباد کے مطبع آفتاب عالمتاب کا ہو۔ تعجب ہے کہ ایسی نادر کتاب اُس زمانے سے ابتک جیسا کہ دریافت ہوتا ہو پھر لکھنؤ دلی یا کانپور وغیرہ مقامات مین طبع نہین ہوئی۔ اس نسخۂ مطبوعہ مرشد آباد کے دیباچہ سے (جو مولویانہ عبارت مین احمد علی صاحب گوپاموی نامے بزرگ نے تحریر کیا ہے) معلوم ہوتا ہے کہ تخمیناً عرصہ ۵۰ سال قبل طبع ہونے اِس نسخے سے اہل کلکتہ و دیگر بلاد نے اِس کتاب کے چھپوانے کا ارادہ بارہا کیا تھا مگر یہ منصوبہ اُنکا بوجہ بہم نہو سکنے صحیح نسخہ قلمی کے اتفاقات سے پورا نہ ہو سکا آخر کار مولوی محمد مسیح الدین علی خان بہادر نے جو اُس زمانے کے ایک مشہور عالم اور اعلیٰ منصب پر تھے اصل نسخہ قلمی کو توجہ و صحت کے ساتھ ترتیب دیکر اُسکے چھپوانے کا انتظام کیا اور یہ خدمت مولوی احمد علی صاحب موصوف نے اپنی ذمے لی۔ یہ صاحب اصل کتاب کے

اول حصہ کی نسبت اپنی رائے ظاہرا بلا اعتراض و اعتساف کے بہ عبارت ذیل ظاہر فرماتے ہین ۔

لہذا در شہور ۱۲۲۲ھ میر انشاء اللہ خان متخلص انشا تالیفے بکار بردہ حسب وضع خود کہ مائل بہ مزاج و تسخر بود ضبط اصول و قواعد صرف و نحو اردو و بقیاس قواعد عربی و فارسی قدیمہ بہ ایجاد طبیعت خود قرار واقعی نمودہ و برائے نصف ثانی آن کہ مراد ازین منطق و عروض و قوافی و بیان و بدائع باشد مرزا محمد حسن قتیل را شریک تالیف آن گردانید کتابے مہذب کرد و آنرا موسوم بہ دریائے لطافت داردئے ناظمی ساخت ۔ چنانکہ در خطبہ ذکر نمودہ ....

دوسرے حصہ مولفۂ مرزا قتیل کی نسبت مولوی صاحب موصوف اپنی رائے اِس طور پر تحریر کرتے ہین " اگرچہ مرزا محمد فرح قصد التقاط و تالیف این علوم کہ بود محول شد از کتب متداولہ نمودہ حسب لیاقت خود بہ انجام رسانید الّا در عروض و قوافی وغیرہ تمسخر و استہزاے مزا نمود و علم منطق بہ سبب جہالت و نا واقفیت ازان مسخ کرد تا حدیکہ علمائے ذی شان را کہ این علم بہ تحریر و بیان شان سے زیبد اعتنا ہم بہ آن سو نماند ۔ از تصحیح وغیرہ ازان جنس است کہ اطفال چند مشغول بہ بناہاے وہمی امکنہ باشند و حکیمی بر سر وقت آنہا رسیدہ قصد ہمواری خطوط و سطوح ناہموارش نماید و رائے منطق اگرچہ بعضے گفتگو علوم دیگر ہم اصلوب احسن لیاقت جرح و تعدیل اذکیہ دارد و چندجا لغزش واقع شدہ الا انصاف اینست کہ برائے تعلیم و تربیت متعلمین تعلم زبان اُردو و شعراء این زبان بس نسخۂ عجیب و تالیفے غریب است "......

اہل نظر خود انصاف کر سکتے ہین کہ یہ رائے مولوی صاحب کی نسبت جہالت و ناواقفیت میرزا قتیل کے کہانتک درست و بجا ہے ۔ یہ کتاب جسیم و ضخیم قریب ۴۷۶ صفحے کے ہے ۔ اصل متن اُسکا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے ۔ فارسی مین ہے لیکن مکالمات و مطائبات خیالی و فرضی بھی متن مین بلب ولہجہ عوام و خواص و مخدرات اُس زمانے کے بطریق تمسخر و تمثیل کے جا بجا داخل کئے گئے ہین اُس زمانے کے اُمرا و سقاط و اسلام کے لباس کی خاص وضع و قطع و طرز گفتگو کا قیاس خود میر انشاء کے تحریر سے خوب کیا جا سکتا ہے ۔ اُس تحریر سے دو ایک فقرون کا بیان کرنا تلطف سے خالی نہوگا یعنی میر صاحب

ایک موقع پر بہ ضمن تذکرہ شوق ملاقات حضرت مرزا جانجانان مظہر تخلص کے یہ فرماتے ہین۔
"کہ چار و ناچار خط را تراش دادہ و جامۂ ڈھاکہ پوشیدہ دستار سرخ باندھنو بر سر گذاشتہ
دیگر لباس ازین قبیل و از سلحہ آنچہ با خود گرفتم گذار بسیار خوبے بہ کمر زدہ بودم باین ہیأت
بہ سواری فیل روانہ خدمت سراپا افادت ایشان شدم چون بالائے بام کہ کیول رام بانیان
متصل مسجد جامع ساختہ پیشکش مرزا صاحب کردہ بود بر آمدم دیدم کہ جناب معزی الیہ با پیرہن
و کلاہ سپید و دوپٹہ ناسپاتی رنگ بہ صورت سموسہ بر دوش گذاشتہ نشستہ اند۔ بہ کمال ادب
سلامے بر ایشان کردم۔ از فرط عنایات و کثرت مکارم اخلاق کہ شیوۂ ستودہ بزرگان خدا
پرست است بجواب ملتفت شدہ برخاستند و سراین بے لیاقت را در کنار گرفتہ بہ پہلوئے
خود جا دادند عرض کردم "کہ سن جبا سے تا اوائل ریعان اور اوائل ریعان سے
الی الان اشتیاق ملا یاتاق تقبیل عطیۂ عالیہ نہ بجدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم
ہوسکے لہذا بیواسطہ و بے وسیلہ حاضر ہوا ہون" ارشاد شد "کہ اپنے تئین کون بھی بدو
و طفلی سے تھین سے اشخاص کے ساتھ موانست و مجالست رہا کی ہے"۔۔۔۔۔۔۔۔"
غدر سے پہلے یہ تقریر میر انشا و مرزا جانجانان کی عمائد اسلام مین بغرض اظہار تکلفات
رسمیۂ سلف کے اکثر نقلاً بیان کیجاتی تھی۔ اب اگر اُن کے حال کے قطع لباس و طرز کلام
پر لحاظ کیا جاے تو جامہ وچیرے کی جگہ فرنگی وضع کا لباس اور گفتگو مین بھی زیادہ تغیر
پایا جاویگا۔ سہ

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ناظرین کو یاد ہوگا کہ عہد سلطنت مغلیہ مین بھی پوشاک کا تغیر اس ملک مین بمقتضائے
وضع و رواج زمانہ کے زیادہ ہوگیا تھا حتی کہ سلاطین بھی جامہ پہنتے و دستار ہندی زیب
فرماتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے کلمات طیبات کے کسی رقعہ مین شہزادہ معظم
کو معترضانہ یہ تحریر کیا ہے "چیرۂ زعفرانی بر سر و جامۂ پلوانی در بر"
اس قسم کی تلمیحات و اشارات سے قطع نظر کرکے اس صحیفہ کی ترتیب کا کچھ حال
بھی تحریر کرنا مناسب ہوگا۔ شرح اُسکی مختصراً یہ ہے کہ اس کتاب مین برعایت تلازمۂ
کلام کے پانچ دُردانہ ہین بعض مضامین کے بوجہ تغیر زمانہ غالباً بیکار متصور
ہون گے۔ دُردانہ سوئم مین فوراً کسبی کی فرضی تقریر عفر غینی و یائی کے ساتھ جو

لکھنؤ مین واقع ہوئی نہایت دلکش و مدعاخیز ہے۔ اُسکی نقل آبحیات آزاد مین بھی ہے۔ دُردانۂ پنجم مین گفتگو و مصطلحات زنان اہل اسلام دہلی کی ہین۔ سعادت یارخان رنگین کی اصطلحات ریختی سے یہ محاورات میر انشا نے جو رنگین کے بڑے دوست تھے اخذ نقل کئے ہین۔ اَب اس زبان کی قدر کم ہے کیونکہ بیگمات بھی لکھنؤ وغیرہ مقامات مین مثل سابق کے نہین ہین دُردانہا کے بعد چند یعنی سات جزیرے ہین اور اُنکی تفریق و تقسیم شہر سلطنت و بلدہ کی رعایت سے کیگئی ہو جزیرۂ سویم جو منطق کے باب مین ہے مرزا قتیل کی تالیف کا حصّہ ہے مرزا صاحب کی تصنیفات نظم و نثر فارسی کی معروف ہین۔ الاّ مرزا غالب مرحوم قتیل کے کلام کو ظاہرا مستند نہین تصوّر کرتے تھے۔ دین اسلام اختیار کرنے سے پہلے قتیل فریدآباد کے کھتری رئیس لالہ دلوالی مل کے نام سے موسوم تھے شاید یہی وجہ ہوگی کہ بعض شعراُ زمرۂ اسلام سے قتیل کو زباندان نہین قرار دیتے ہین۔ جہانتک میری محدود نظر ہو مین قتیل کی عبارت کو اس منطق وغیرہ کے حصّے مین بھی پسندیدہ خیال کرتا ہون اور آغاز مقدمۂ منطق کو جس خوبی و سادگی سے قتیل نے اِس حصّہ مین بہ زبان اُردو بیان کیا ہے اُس سے یہ امر بھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ مرزا قتیل کی زبان اُردو بھی مباحث حکمیہ کے ادا کرنے مین کیسی سہل و صاف تھی۔ نمونہ اُسکا چند سطور مندرجہ ذیل سے قیاس کیا جا سکتا ہے "یعنی جاننا دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ اُسمین جاننا اور جاننے والا اور جانا گیا تینون ایک ہون اور اُسکا نام عربی مین علم حضوری اور مین نے آپ گیان رکھا ہے۔ اسواسطے کہ جب جاننا اور جاننے والا اور جانا گیا تینون ایک ہوے تب آپ کو آپ ہی جانے گا جس طرح سے کہ خدا اپنی ذات کا آپ جاننے والا ہے اور اُسکی ذات جانی گئی اِس صورت مین جاننے والا اور جانا گیا ایک ہوئے اِس حجت سے کہ ذات شخص کی وہی شخص ہے"۔

ایک انوکھی بات جس کا ذکر شاید اول کرنا مناسب تھا اِس کتاب مین یہ ہے کہ میر انشا نے اپنی خاص طبع آرائی سے تشریح حروف ابجد مین ایک نرالا اور نیا سلسلہ تہجی کا برعایت صفات حسنہ اپنے ولی نعمت وزیر الممالک نواب سعادت علیخان بہادر کے اختراع کیا ہو۔ درحقیقت یہ انوکھا طریق اتبت کا اظہار مخرج و اعراب حروف کے لیئے نہایت طولانی و دقت طلب ہے۔ اُسمین سے کچھ اقتباس کیا جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہین" پس ہر عاقل کہ درین نسخہ نظر کند باید کہ از لفظ متضمن صفات آنجناب حرف اول در حروف تہجی شمارد مثلاً از اقبال (ا) بگیرد و از بخشش (ب) و از ترحم (ت) و از ثبات قدم (ث) و از جوانمردی (ج) و از حکمت (ح) و از خدا ترسی (خ) و از چارہ سازی (چ) و (د) از دولت و (ذ) از ذکاوت و (ر) از ریاست و (ز) از زرریزی و (ژ) از ژرف نگاہی و (س) از سطوت و (ش) از شجاعت و (ص) از صولت و (ض) از ضبط و (ط) از طرز بیان و (ظ) از ظہور برکات و (ع) از علو نسب و (غ) از غیرت و (ف) از فطوت و (ق) از قدرت و (ک) از کم دماغی و (گ) از گرانباری و (ل) از لشکر کشی و (م) از مروت و (ن) از نفاست و (و) از وزارت و (ہ) از ہمت بلند و (ی) از یاد حق ...."

گستاخی معاف یہ سلسلہ تشریح حروف کا ہے یا جر ثقیل - میرا انشا سے پہلے جو متقدمین یا ان کے بعد جو متاخرین گزرے ہین اُنمین سے کسی نازکخیال کے ذہن مین ایسا طویل طریقہ تہجی کا نہین گزرا - جن الفاظ کی شرح نہایت سہل و مختصر طور پر چند حروف مین ہو سکتی تھی اُنکی توضیح کے لئے اس کتاب مین جابجا بڑی بڑی لمبی عبارتین لکھی گئی ہین - اُن کے اصل مضمون و مفہوم پر اگر غور سے لحاظ نہ کیا جاے تو بادی النظر مین یہ شبہہ پیدا ہوتا ہی کہ مصنف شاید اخلاق ناصری و جلالی سے کسی خصلت کے فضائل کی شرح کر رہا ہی - اگر میرا انشا کو اپنے ممدوح کی مدح کا خیال عقیدت و ارادت سے تھا تو یہ امر قصائد کے ذریعے سے بآسانی ممکن تھا - یا نہ اِس بحر طویل سے خیر - اِس تحریر کو زیادہ طول دینا اسوجہ سے بھی نامناسب ہی کہ مبادا حضرت مصنف کی شان مین ناحق زبان درازی کا احتمال پیدا ہو - آپ کا فضل و کمال ثنا و ستائش سے مستغنی ہی - ہان اِس نئے طریقہ تہجی کی نسبت جو کچھ رطب و یابس خیال مین آیا محض اظہار رائے کی غرض سے بیان کر دیا گیا - درحقیقت یہ کتاب بہ لحاظ ضرورت مذاق اُس زمانے کے جب وہ تالیف کیگئی نہایت دلچسپ و مفید متصور ہونی چاہیے اور جو اصول صرف و نحو زبان کے اُسمین منضبط ہوئے ہین وہ اب بھی کارآمد ہو سکتے ہین - قدیم مصطلحات دہلی کا بیان جو دُردانہ چہارم مین کیا گیا ہی اور جو فرضی تقریرین سوال و جواب کے طور پر دُردانہ اول مین مندرج ہین وہ گویا اُس زمانہ کے اوضاع و اطوار و طرز کلام کی سچی تصویرین ہین اُنکا لطف صرف اُنکے پڑھنے ہی سے آسکتا ہو نہ نقل و انتخاب سے -

مؤنثات سماعی کی شرح جو تعریف اسم کے بعد شہر اول مین ترتیب کے ساتھ لکھگئی ہی وہ بھی اُردو زبان دانون کے لئے بہت مفید ہو۔ حال مین بھی دو چار نسخے تانیث و تذکیر کی بحث مین اہل لکھنؤ نے مرتب کئے ہین مشکل یہ ہو کہ یہ وقت اُردو زبان مین زیادہ تر پیدا ہوتی ہی فارسی مین مطلق نہین ہی۔ اور سنسکرت اور عربی مین گویا تانیث و تذکیر کا امتیاز ضرور ہی مگر نہ اس کثرت سے جیسا کہ اُردو مین۔ درحالیکہ اُردو زیادہ تر ہندی زبانون و نیز فارسی و عربی و ترکی وغیرہ سے مرکب ہے تو یہ امر غور طلب ہے کہ تانیث تذکیر کا امتیاز اُردو مین بالخصوص اِس کثرت کے ساتھ کیون ہی جب یہ نسخہ بمقام مرشد آباد ۱۲۶۲ھ مین طبع ہوا تھا اُسوقت یہ بھی خیال کیا گیا تھا کہ جو حکام و صاحبان انگریز اِس ملک مین اُردو کا سیکھنا ضروری سمجھتے ہین اُن کے لئے بھی یہ کتاب نہایت مفید و کارآمد ثابت ہوگی لیکن اِس عرصے مین زبان اُردو کی تعلیم کا طریقہ بھی بہت بدل گیا ہی۔ اور اکثر مقامات اِس کتاب کے ایسے سہل ور وزمرۂ حال کے مطابق بھی نہین ہین کہ غیر زباندان اُن کا شوق سے پڑھنا پسند کرین۔ جزیرۂ سوئم جو منطق وغیرہ کے باب مین مرزا محمد حسن قتیل کا تالیف کیا ہوا ہے اُس کا متن بھی فارسی مین ہے۔ جو شخص عربی سے واقف نہین ہی وہ اس تالیف سے بہرہ مند نہین ہوسکتا ہین اور جو عربی خوب جانتے ہین اُن کو اس نسخہ کی احتیاج نہین ہے۔ ہان عروض و قوافی و صنائع و بدائع کے اصول کو جو بہ لحاظ ضرورت شعر و سخن کے اُردو سے متعلق کیا ہے۔ وہ ظاہرا نہایت مفید ہے اور غالبًا اور کوئی تالیف اِس قسم کی حال مین مرتب نہین ہوئی ہے۔

جہان میر انشا کے حصہ مصنفہ مین بہت سی خوبیان ہین ایک سقم بھی ہے یعنی کہین کہین الفاظ و محاورات کا استعمال تہذیب کے خلاف فحش زبان مین روا رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت آزاد نے آبحیات مین بعد تعریف و توصیف کے اس امر خاص کی یون شکایت کی ہے "کہ ظرافت سے لیکر فحش تک کوئی بات نہین چھوڑی"۔ مرزا قتیل کے حصۂ منطق و معانی پر مولوی احمد علی گوپاموی کا جو یہ اعتراض ہے کہ بیجا استہزا سے اصل مضمون بے مزہ ہوگیا ہے وہ بھی غلط نہین ہے اور حضرت آزاد تو اِس اعتراض کو اور بھی سختی سے تعبیر فرماتے ہین یعنی لکھا ہے "کہ اِس حمام مین سب

ننگے تھے ان کے ہان بھی سوائے شہدپن کے دوسری بات نہین پھر بھی حق یہ ہے کہ جو کچھ ہے لطف سے خالی نہین ہو۔عروض مین اُن کے اصول اور قواعد لکھے ہین مگر تقطیع مین۔مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہ کہتے ہین۔پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم اور فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن چت لگن چت لگن چت لگن چت لگن"

المختصر اگر یہ کتاب ۱۲۶۶ھ کے بعد پھر نہین چھاپی گئی اور مرشدآباد کا مطبوعہ نسخہ نایاب ہے تو باوجود گذر جانے عرصۂ سو برس کے بھی یہ نادر کتاب اِس قابل ہو کہ مکرّر طبع ہوکر شایقین کے ملاحظہ کے لئے پھر شائع کیا جاے وبس۔فقط۔

بشمبھر ناتھ

ہندوستان کی نجات۔صاحبان! آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کی نجات خود آپکے ہاتھ مین ہو۔گورنمنٹ نے کبھی اُس قوم کی مدد نہین کی جس نے اپنی مدد آپ نہین کی۔اگر پولٹیکل حقوق حاصل کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ اُسکے لئے تمکو ہر قسم کی قربانی کرنی پڑیگی۔ہر قسم کا خرچ برداشت کرنا ہوگا۔ہر قسم کی کوشش کرنی ہوگی۔انگریزون سے بھیک مانگنے کے بھروسے پر مت رہو۔جب پولٹیکل حقوق کی آرزو رکھتے ہو تو اِس آرزو کو علمی صورت دینے کیلئے پوری کوشش بھی کرو۔یاد رکھو کہ کوئی قوم پولٹیکل حیثیت سے فیاض نہین ہوتی۔یورپ جس مین کئی فرقون نے پولٹیکل حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کی ہے اُسکی تاریخ بڑے زور سے بتاتی ہے کہ پولٹیکل حقوق اور جدوجہد دولازم وملزوم باتین ہین۔بات یہ ہے کہ یوروپین اقوام نے خود بڑی جدوجہد کے بعد پولٹیکل حقوق حاصل کیے ہین۔اور وہ آرزو رکھتی ہین کہ دوسری قومین بھی پولٹیکل حقوق حاصل کرنے کے لئے ویسے ہی جدوجہد سے کام لین۔اور مسلسل کوششون کا اظہار کرین۔مگر ہندوستان مین یہ حالت ہے کہ یہان کی سب سے بڑی پولٹیکل جماعت نیشنل کانگرس دسمبر مین تین دن کام کرتی ہے اور باقی ۳۶۲ دن سوتی رہتی ہے۔

لاجپت رائے

حضرت امیر مینائی

ایک ایسے باکمال اور قادر الکلام خدائے سخن کے سوانح عمری نہ لکھنا نہایت بے انصافی اور احسان فراموشی کہی جاسکتی ہی۔ اور ممالک غیر کے وقائع نگار اور باکمال اصحاب کو یہ کہنے کا موقع دینا ہی کہ ہندوستان مین زندہ دلی کی روح اور دماغی حسن بالکل باقی نہین رہی۔ اِن وجوہ اور اپنی خادمانہ عقیدت مندی کے اعتبار سے راقم نے قصد کیا تھا کہ جنت آرامگاہ کے حالات و واقعات زندگی جمع کئے جائین۔ اور کلام کے ہر صنف پر ایک بسیط تنقیدی نظر ڈالی جائے۔ مگر حسب ذیل مشکلین حائل ہوگئین۔

(۱) جناب امیر کے ابتدائی حالات۔ اور وہ معرکہ آرا واقعات جنکی بنا پر حضرت اقدس دربار شاہی (اودہ) مین پہونچے اور اپنی عدیم المثال شاعری اور اعلیٰ قابلیت و تعلیم کی وجہ سے تمام دربار کو گرویدہ کرلیا اور انتزاع سلطنت تک نہایت اعزاز اور وقعت کے ساتھ تعلق رہا۔ اسکا ذخیرہ خاندان جناب امیرؒ کے پاس موجود ہی مگر میری دسترس سے باہر ہی۔ ہرچند مین نے کوشش کی کہ وہ چند کتابین کچھ عرصے کیلئے ملجائین جو جناب امیر نے سلطان عالم واجد علیشاہ فردوس آرامگاہ کے حکم سے موسیقی اور دوسرے علوم پر لکھی تھین۔ اور جو مطبع شاہی مین چھپ کر روشناس عالم ہوئین مگر وہ بھی نہ مل سکین۔

(۲) وہ کتابین اور وہ قصیدے۔ مسدس۔ قطعات۔ رباعیات اور باقی کلام بھی عاریتاً نہ مل سکا جو ابتک نہین چھپا ہی اور جس کا پشتارہ غالباً یونہین دیمک کی غذا ہو جائے گا۔ جسطرح اور شعرا کا کلام انھین حالتو مین دنیا سے ناپید ہوگیا ہے۔

(۳) حضرت اقدس کی وہ تمام خط و کتابت جو ہر درجے کے آدمی سے تعلق رکھتی ہی اور جسے مین نے ایک کتاب کی صورت مین ایک مرتبہ دیکھا ہی کسی طرح میرے ہاتھ نہین آئی۔ اس کتاب کا چھپ جانا ملک کیلئے ایسا ہی ضروری ہی جیسا پیداوار کیلئے بارش یا جسم کے لئے جان۔

بالخصوص اسمین زبان اُردو کے فیصلے اور محاکمے دیکھنے کے قابل ہین۔ استعمام اور اغلاط کی درستی کیلئے اِس سے بہتر مجموعہ جو ہر طرح مکمل ہو فراہم ہونا دشوار ہے۔

(۴) جناب مرحوم کی تمام تصانیف کی فہرست بھی دوستون نے ہم نہ پہونچائی۔ میری خیال مین کم از کم ڈیڑھ سو کتابون اور رسالون پر مشتمل یہ فہرست ہوگی۔ بہت سی کتابون کے نام میری زبان پر ہین جو چھپ نہ سکین۔ اور سب کی سب زبان اور ملک کی مختلف ضرورتون کیلئے از حد مفید ہین۔

(۵) ان باتون کے سوا قابل افسوس ستم یہ ہوا کہ مجھے سخت تاکید مین ممانعت کر دیگئی کہ جناب مرحوم کے حالات نہ شائع کرون اسلئے کہ خاندان جناب مرحوم کی جانب سے یہ حالات شائع ہونگے۔ مین یہ سمجھکر خاموش ہو رہا اور کوشش ترک کر دی کہ ان لوگون سے زیادہ واقفیت اور تصریح کے ساتھ کون لکھ سکتا ہی مگر افسوس کچھ بھی نہ لکھا گیا نہ اس بارے مین کوئی تذکرہ سُنا گیا۔

ایسی حالت مین میرے دوست احباب کا الزام کہ شاگردان جناب مرحوم مین کوئی بھی اِس قابل نہ نکلا کہ اپنے واجب الاحترام اُستاد کے حالات زندگی لکھتا ایک کاری زخم دل پر لگاتا ہو۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ منشی امیر احمد کے سوانح عمری لکھنا کوئی آسان بات بھی نہین ہے۔

ملک مین تصنیف و تالیف کا مشغلہ ایک کھیل سے کم نہین رہ گیا ہی بالخصوص سوانح عمری کا لکھنا ایسا آسان سمجھ لیا گیا ہو کہ ایک طفل مکتب بھی اِس پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آج کل کی کتابون کی فہرست دیکھئے تو سوانح عمریون کا ایک طومار نظر آئیگا جنمین بڑے بڑے شاہنشاہ۔ جلیل القدر افراد بنی نوع انسان نبیون۔ اور اوتارون کے نام موجود ہین جنکی قیمت دو یا چار آنہ۔ اِسی سے اجزا کا خیال ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہو کہ ان لکھنے والون نے لائف پر کہان تک روشنی ڈالی ہوگی اور کس طرح جزو اور کل حالات کو یکجا کیا ہوگا اگر سوانح عمری اسی کا نام ہو جائے کہ کسی کا نام ولایت۔ قومیت۔ پیشہ۔ ولاوت اور وفات کا سنہ لکھدینا چاہیے تو کسی کتاب یا رسالے مین درج کرنے کے جگہ اُسے سنگ مزار پر کندہ کردینا زیادہ موزون ہوگا۔ مصنف کی قابلیت اگر ”ہیرو“ سے بڑھی ہوئی نہو تو اُسکے برابر ضرور ہونی چاہیئے۔

ایک شاعر کے حالات شاعر ہی لکھ سکتا ہے۔

ایک جنگی مذاق والا شخص صحیح طور پر کسی فوجی افسر کے سوانح لکھ سکتا ہو۔
ایک پہلوان کی واقعات زندگی وہی خوبی کے ساتھ لکھ سکتا ہے جو خود بھی ماہر فن ہو۔
جناب مرحوم کے سوانح اگر لکھے جائیں تو لکھنے والے مین حسب ذیل قابلیتیں درکار ہونگی تاکہ زندگی کی ہر شاخ کو نمایان کر سکے اور ہر پہلو پر روشنی ڈال سکے۔ جو شخص حالات لکھے اُسے چاہیئے کہ جناب مرحوم کی طرح خود بھی علوم و فنون کا ماہر ہو۔
(۱) عربی کا متجر عالم ہو۔ (۲) فارسی کا یگانۂ روزگار اُستاد ہو (۳) اُردو زبان کا ویسا ہی محقق ہو جیسے وہ خود تھے (۴) علم نجوم۔ جفر۔ اور رمل مین دستگاہ رکھتا ہو (۵) فلسفہ اور حکمت اعلیٰ مین عبور رکھتا ہو۔ (۶) فقہ۔ حدیث اور تفسیر کی سند رکھتا ہو (۷) موسیقی کا ماہر ہو (۸) زبان اُردو کا انشا پرداز ہو مگر ایسا نہین جو انگریزی کا بی۔اے ہو اور خود کو اُردو کا ایم۔اے خیال کرے (۹) شاعری مین ایسا ہی سربر آوردہ ہو جیسے حضرت امیر سر آمد روزگار تھے (۱۰) نقہ ہو مہذب ہو متین ہو (۱۱) دنیا مین لوگ اُسے جانتے ہون کہ یہ جو کام کرتا ہو ایمانداری سے کرتا ہو اور کسی واقعہ یا حادثۂ اتفاقی کا اثر قبول نہین کرتا (۱۲) پختہ کار اور کہنہ مشق ہو (۱۳) ذوق سلیم مبدء فیاض سے لایا ہو (۱۴) اس بات کا امتیاز کر سکتا ہو کہ کون کلام کس وقت کس موقع کس حالت اور کس ضرورت کا ہو (۱۵) منشی صاحب کی عظمت اُسکے دل مین ہو۔ اسلئے کہ اگر ہیرو کی نسبت لکھنے والے کے خیالات ناصاف اور مبہم ہون گے تو وہ حالات پر اچھی روشنی نہین ڈال سکتا۔ اور جو کچھ لکھے گا تعصب سے اور جو سمجھے گا بے تکی (۱۶) فطرتی جذبات اور شاعرانہ نازک خیالیان اُسکے دماغ کا حصہ ہون۔

میرے خیال مین باستثنا چند باتون کے اور تمام قابلیتین اسوقت کسی شخص واحد مین موجود نہین ہین نہ منشی صاحب مرحوم کے شاگردون مین کوئی اسکا دعویٰ کر سکتا ہو۔ ہان پُرانے پُرانے انشا پردازون مین اگر کوئی دعوی کرے تو کچھ قابل التفات ہوگا مگر افسوس ہو کہ اُن کو شاعری کے دربار سے مقبولیت کا خاص خلعت عطا نہین ہوا ہو۔ صرف الفاظ کو گردش دے لیتے ہین۔ تاہم وہ کچھ لکھ سکتے ہین مگر اُنکو دوسرون کیلئے محنت کرنا پسند نہین۔

سلہ ذیل مین جتنے شرائط بیان کئے گئے ہین اُنکا حصل یہ ہو کہ نہ کوئی ایسا انسان ملے گا نہ منشی صاحب کی لائف لکھی جائیگی۔ ایک پیغمبر کے سوانح عمری لکھنے کیلئے خود بھی پیغمبری کی سند حاصل کرنا او تکی شرطیں ہی تنگ خیالیان اُردو کی ترقی مین حائج اور اُسکے اساتذہ کی گمنامی کا باعث ہو رہی ہین۔

انصاف اِس امر کا مقتضی ہو کہ انسان پہلے اپنی قابلیت کا اندازہ کر لے پھر کسی مسلم الثبوت اُستاد یا کسی ماہر فن کے حالات لکھنے پر قلم اُٹھائے۔ ہمارے ملک کے اڈیٹران اخبار مین بھی یہی کمزوری ہو کسی علم اور فن کی کتاب اُن کے سامنے آجائے ریویو ضرور کرین گے حالانکہ یہ بھی خبر نہین کہ اُسکے اندر کیا ہے۔ یہ ساری خرابیان طریقہ تعلیم کی ہین۔ اسکولون اور کالجون سے لڑکے ناقص تعلیم پاکر ڈگریان لیکر باہر آتے ہین دُنیا کا کوئی تجربہ نہین ہوتا۔ اپنے مشرقی علوم سے مس نہین۔ کسی امر کی حس نہین۔ آزادی کی بُو دماغ کو پریشان کرتی رہتی ہو۔ کوئی شاعر جنت کو سدھارا۔ اور اُنھون نے سوانح عمری لکھ ڈالی۔ فن شعر پر بھلا یہ کیا روشنی ڈال سکتے ہین جبکہ ابتدا تعلیم سے آخر تک انکو نظم سے کوئی سروکار ہی نہ تھا اور نہ اُنھون نے کسی شاعر کے سامنے زانوے ادب تہ کیا۔

ایک زمانے مین شایستگی اور سلیقے کے قانون ہمارے ملک مین جاری تھے مگر اب وہ زمانہ جہالت کا دور کہا جاتا ہو۔ لیکن ہملوگ جب تک زندہ ہین اُسکو روشن زمانہ کہے جائین گے۔ بزرگون کے حالات اور واقعات پر مکتبون کے لڑکے کبھی قلم اُٹھانا تو درکنار زبانی بحث بھی نہ کر سکتے تھے۔ لیاقت اور قابلیت کی جانچ کے لئے معیار مقرر تھے۔ ہر بات کی حد مقرر تھی اور کوئی اُسکے باہر نہ ہوتا تھا۔ ذمے داریون کو فرائض سے کم نہ سمجھا جاتا تھا۔ اگر بزرگون کی نسبت چھوٹون کا مبلغ علم بڑھ جاتا تھا تب بھی وہ اُنکے سامنے انکسار اور حلیمی سے پیش آتے تھے اور اظہار قابلیت کی ہرگز جسارت نہ کرتے تھے۔

مگر۔ اب وہ زمانہ ہو کہ بادشاہون۔ پیغمبرون۔ اور کامل الفن شعرا کے حالات زندگانی وہ صاحبزادے[1] لکھنے لگے ہین جنھین اسکول کے احاطہ سے نکلے ہوے ایک ہفتہ بھی نہین گذرا ہوگا۔ شہنشاہ اکبر اور اورنگ زیب کیرکٹر بازیچۂ طفلان ہو رہے ہین۔

جناب امیر مرحوم کے تمام اصناف کلام پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات صاف

---

[1] کامل الفن اور بڑے سے بڑے اُستاد کے کلام کی جانچ یا تنقید ایک معمولی انگریزی دان جبھی کر سکتا ہے غیر انگریزی دان نہین کر سکتا کیونکہ اُسکو جدید فن تنقید سے آگاہی مین ہوتی جو حضرات انگریزی استعداد نہین رکھتے اور قدیم طرز کی تقریظ سے مانوس ہین انھین انگریزی طرز کی آزادانہ تنقید پر غصہ آتا ہے جیسا کہ اِس مضمون سے ظاہر ہو۔ مگر اُنھین یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی فن کی ترقی تقریظ سے نہین ہوتی ہو بلکہ تنقید سے۔ ۱۲

ہوجاتی ہو کہ اس قادر الکلام استاد کیلئے تمام میدان یکسان ہین۔ شاعری کے تمام اقسام مین سب سے اعلیٰ پایہ قصیدے کا ہو۔ اسکے لئے جو ٹھاٹھ اور جو طمطراق چاہیے سودا کے بعد امیر ہی کے حصے مین آیا ہو۔ ایک دو قصیدے کہڈالنے سے اُستادی ثابت نہین ہوتی عرب اور ایران مین بھی فن شاعری کا کمال قصاید ہی سے جانچا جاتا ہو۔ جناب امیر کے قصاید کم و بیش سوا سو ہون گے۔ پہلے دیوان مین جو چھپ گئے ہین لوگون نے اُنھین دیکھ لیا ہو۔ اور جو نہین چھپے اُنمین کے اکثر سرکار خلد آشیان۔ بھوپال۔ رامپور۔ اور اعلیٰ حضرت نظام خلد اللہ ملکہ کے توشے خانون مین موجود ہون گے۔ دیکھنے والے اِن قصیدون کو دیکھکر کہہ سکتے ہین کہ جس کڑک و دمک اور شد و مد سے یہ بادل اُٹھے اُسی زور و شور کے ساتھ برسے۔ کسی قصیدے مین ایسا نہین ہو کہ دس شعر کے بعد غزل کا رنگ شروع ہوگیا ہو۔ اور تشبیب و تمہید اس بنا پر ساقط کر دی گئی ہو کہ ہمکو سادگی پسند ہو۔ یا ہم زبان کو صاف کر رہے ہین۔

نعتیہ قصائد کو پڑھکر عجیب حالت پیدا ہوتی ہو۔ اور دل پر ناقابل بیان اثر پڑتا ہے۔ اِس خصوص مین اِس سحر بیان کی قدر اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ قدرت نے کیسی عجیب قابلیتین اور مختلف حیثیتین اِس شخص کو شاعری کی دنیا مین عطا کی تھین۔

مثنوی کا رنگ جناب مرحوم نے دوسرا اختیار کیا۔ زبان عموماً سادہ اور روزمرہ صاف۔ جناب مرحوم کی جتنی مثنویان ہین زبان مین ہین اور اُسمین فضول تشبیہ و استعارے اور جھوٹے قصے داخل نہین کیئے ہین۔ کسی کو نعت سے تعلق ہو کسی کو اخلاقی حکایات سے واسطہ ہو۔ اور ہر ایک اپنی جگہ لاجواب اور اِس قابل ہے کہ کورس مین داخل کیجائے ان سے فائدہ اُٹھایا جاسے اور ہر گھر مین رکھی جاسے اور ہر شخص عورتون اور لڑکیون کو پڑھائے۔

مسدس کا رنگ ہی نرالا ہو۔ اور ہر ایک کی جُدا شان ہو۔ ایک دو نہین پچاسون مسدس میری نظر سے گذرے۔ جناب ذوق مرحوم کا ایک ہی مسدس دیکھکر لوگون نے جو داد سخن دی ظاہر ہو۔ مگر اس قادر الکلام کے تمام مسدسون مین قصیدون کیطرح معلومات شاعرانہ کے سوا زبان کی صفائی کے چشمے بھی بہ رہے ہین۔

واسوخت بھی متعدد ہین اور جسقدر ہین اپنے اپنے رنگ مین گرمی کلام کے ساتھ فرد ہین۔

قطعات اور رباعیات مین شاعری کو بہت کم دخل ہو۔ اور خمین شاعری کی چاشنی ہو وہ بھی بے مثل ہین۔ مگر جو توحید۔ اخلاق و تصوف۔ یا دنیا کے معاملات پر ہین اُن کے لاجواب ہونے مین کوئی شک نہین۔ وہ رباعیان دیکھنے کے قابل ہین کہ دن مین کئی کئی مرتبہ سرکار عالیہ خلد آشیان بھوپال نے جناب مرحوم کے پاس تحائف بھیجے۔ چوبدار آیا ہو اور جناب مرحوم نے حضرت جلیل سے فرمایا کہ حافظ صاحب لکھدینا۔ حافظ صاحب نے قلم ہاتھ مین لیا حضرت مرحوم نے چارون مصرعے ایک ساتھ فرما دیئے۔ افسوس ہمکو یہ نہین معلوم تھا کہ اسقدر جلد خدائے سخن ہمسے علٰحدہ ہو جائین گے۔ زمانہ کے انقلاب پر پہلے کچھ خیال نہین کیا۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ آج ایک رباعی بھی ہمارے پاس نہین ہو۔ اور جن لوگون کا اُن پر قابو ہو وہ دینے مین بخل کرتے ہین۔

تضمینین جناب امیر کی ایسی برجستہ اور چسپان ہین کہ معلوم ہوتا ہو غزل کے مصرعے انھین مصرعون کے محتاج تھے۔

غزل۔ شاعری کا ادنیٰ[1] درجہ ہو اور فاضل شاعر کی نظر مین اسکی کوئی خاص عزت نہین ہوتی۔ متقدمین شعرا نے محض تفنن طبع کے طور پر اس سیدھی روش کو اختیار کیا تھا۔ مگر جناب مرحوم نے تغزل کو جیسا کہ اُن کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے اسلئے پسند کیا تھا کہ۔ زبان کی صفائی بڑھے۔ اخلاق کو ترقی ہو۔ تشبیہات اور استعارات کا موقع محل لوگون کو معلوم ہو۔ فطرتی جذبات کے پہلو نمودار ہون۔ بیان کی لطافت اور شگفتگی۔ خیالات کی بلند پروازی نمایان کیجائے۔

یہی وجہ ہے کہ جناب مرحوم کے کلام مین تمام خصوصیات پائے جاتے ہین۔

زبان کا حصہ جناب مرحوم کے کلام مین بہت زیادہ ہو۔ اور عالمانہ مذاق سے کہین ارفع و اعلیٰ ہو۔ جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہین اور جناب مرحوم کے کل اصناف سخن پر نظر ڈال چکے ہین اُن کا بیان ہو کہ ایسی زبان جو لغزشون سے پاک ہے اور جس مین نکتہ چینی کی گنجائش نہین وہ جناب امیر مرحوم کی ہے۔

تہذیب اخلاق کے متعلق جو اشعار غزلون مین ہین اُن کو پڑھکر معلوم ہوتا ہو کہ جناب مرحوم

[1] یہ خیال غلط ہو۔ کاملان فن اساتذہ کی رائے ہو کہ غزل شاعری کی ابتدائی اور آخری منزل ہو۔ یہین سے شاعری شروع ہوتی ہو اور اسی پر ختم ہو جاتی ہو ۱۲

نے جسطرح فارسی مین اعلیٰ درجہ حاصل کیا ہو اُردو مین بھی وہی درجہ حاصل ہے۔

تشبیہات واستعارات کا حصہ بہت کم ہو اور جتنا ہو وہ اس زمانہ کی سوسیٹی کے اعتبار سے ہو جس سے آتش مرحوم کا کلام بھی خالی نہین۔ اور یہ تشبیہات و استعارات شوکت الفاظ اور ترکیب کے ساتھ ایسے گران وزن ہو گئے ہین کہ عام اشخاص اُن کے سمجھنے سے قاصر رہکر اُن کو مصنوعی شاعری کا خطاب دیتے ہین۔ فطرتی جذبات کا حصہ بہت زیادہ ہو اور کوئی شک نہین کہ صحیح طور پر نیچرل شاعری کا مذاق میر مرحوم کے بعد جناب مرحوم ہی نے پیدا کیا ہے۔

کوئی خاص رنگ خدائے سخن سا قادر الکلام اُستاد زمان کیونکر اختیار کر سکتا تھا جبکہ تمام میدان جولانگاہ بنانے کے قابل تھا۔ مرزا سودا نے کبھی ایک رنگ کی پابندی نہین کی مگر کوئی شخص سودا کے کلام کو مصنوعی شاعری نہین کہتا۔ ایک شخص جس کے سامنے سرسبز وسیع باغ ہو۔ اُسپر یہ تاکید کرنا صرف گلاب یا چنبیلی کے پھول توڑنا دوسرے پھولون پر نظر بھی نہ ڈالنا عجیب وغریب حکم ہو جو قانون قدرت کے بالکل خلاف ہے۔ قدرت نے تو جناب مرحوم کے دماغ کو شاعرانہ دماغ کے سوا حکیمانہ وصوفیانہ خیالات کا سرچشمہ بھی بنایا تھا وہ کیونکر صرف غزل سرائی اور تشبیہات واستعارات کے دائرے مین محدود رہتے۔ عالمانہ مدرکات اور رقوا کیونکر اپنا زور رقم کرتے اور زمانے کو کیونکر معلوم ہوتا کہ خدائے سخن کا پایہ شعرائے اُردو مین کسقدر بلند ہے۔

رامپور کے نواب خلد آشیان کی قابلیت ولیاقت مسلم ہو اسیطرح فردوس مکانی نواب یوسف علیخان ناظم کی علمی لیاقت کی شہرت ہے۔ اِن دونون نوابون نے جناب مرحوم ہی کو اپنے مشورے اور اُستادی کیلئے منتخب کیا تھا۔ نواب فردوس مکانی حضرت غالب کے بھی شاگرد تھے اور یہ تعلق سکونت دہلی کی وجہ سے بڑھ گیا تھا۔ مگر مسند نشینی کے بعد جناب امیر ہی سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ہمیشہ سفر حضر مین جناب مرحوم اُن کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

شہرت وناموری کے اعتبار سے جناب مرحوم کو ہر مقام پر لوگ جانتے ہین اور تعلیم یافتہ طبقے مین نہایت اعزاز کے ساتھ اُن کے نام کو شہرت ہو۔ ہان عام صحبتون مین جہان بالکل عوام الناس ہی کے اڈے ہوتے ہین وہان جناب امیر کا گذر نہین۔

اور یہ بہتر ہے۔ ایسی صورت مین بھانڈون ۔ نقالون اور ادنیٰ درجہ کے مذاق والون مین اُن کا کلام کیونکر مقبول ہو سکتا ہے۔

کلام کی تشہیر کے دو طریقے ہین اور ہم بڑے بڑے شاعرون کے چشمدید حالات جانتے ہین۔ ایک یہ کہ غزل موسیقی کی عمدہ دُھن مین لکھی جاے۔ دوسرے یہ کہ غزلین لکھکر گویون اور رنڈیون کے پاس بھیجدی جائین جو اُنھین مختلف مجالس اور صحبتون مین گائین۔ افتخار الشعرا اعتبار الملک جناب مضطر خیرآبادی کے کلام کی عوام مین اول سبب سے بہت زیادہ ہو۔ اور جن شعرا نے یہ بات حاصل کی ہے۔ دوسرے سے حاصل کی ہو۔ اصل بات یہ ہو کہ کوئی طوائف یا گویا شعر کو سمجھکر تو گاتا نہین اُسے تو گانے سے مطلب ہوتا ہو۔

باوجود ان اسباب کی عدم موجودگی کے جناب مرحوم کا کلام ایسا مقبول ہو کہ پہلا دیوان کتنی مرتبہ چھپا اور ہاتھون ہاتھ فروخت ہوگیا۔ دوسرا دیوان باقی نہین ہے نہ کہین ملتا۔ تقاضے کے خطوط آتے ہین مگر نہ کوئی چھاپتا ہو نہ چھاپنے کی اجازت دیجاتی ہو کہ کوئی دوسرا چھپواے۔ شاگردی کی کثرت اگر اُستادی کا معیار قرار دیا جاے تو متقدمین شعرا مین بہت کم شاعر اُستادی کا درجہ حاصل کر سکین گے۔ خدا جانے یہ اصول موضوعہ کس طریقے سے وضع کیا گیا ہو۔ زمانہ موجودہ مین جس قابلیت اور درجے کے شاگرد موجود ہین جناب امیر کو ہمیشہ ان سے احتراز رہا۔ ایک دو غزلین دکھائین اور ساری خدائی مین نام بدنام کرنے لگے۔ اُن کو شاگردون کی خواہ مخواہ بھرتی کر کے نمود حاصل کرنے سے کمال نفرت تھی۔ پچاسون کی سفارش خود مین نے کی مگر ناکامی ہی۔ حقیقت یہ ہے کہ منشی صاحب کی شاگردی کیلئے بھی غیر معمولی قابلیت کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور افسوس ہو کہ ہندوستان بھر کے شاگردون مین شاید دو چار صاحب ایسے نکلین گے جو اُن کے رشید شاگرد کہے جا سکین۔ نواب خلد آشیان۔ شاداں[1] ریاض۔ جلیل۔ اختر۔ وسیم۔ آہ۔ کوثر۔ حفیظ۔ شفق۔ راز۔ صفا۔ شرر۔ اور سرشار کو مین خدائے سخن کا اچھا شاگرد سمجھتا ہون۔ اور کئی سو شاگردون کی فہرست میرے پاس موجود ہو جسمین اکثر اچھا کہنے والے ہین۔ جناب مرحوم کے شاگردون مین ایک عجیب بات تھی کہ

[1] انمین نواب سید مینا حسین خان صاحب جاہ شاعرانہ اور علمی قابلیت مین بہت زیادہ ممتاز ہین جنکا نام تمامی نظرانداز ہو گیا۔

اپنے اُستاد کے عاشق و شیدا تھے۔ اور بہت سے شاگرد رشید ہین جو اچھی شہرت رکھتے تھے مگر دنیا سے چل بسے۔

بعض مشغلہ پسند احباب بھی عجیب چیز ہین - امیر و داغ کے شاگرد دونکو لڑا دینے[1] کی جو تدبیرین کرتے ہین اُنمین سب سے موثر یہ ہو کہ امیر اور داغ کے کلام کا مقابلہ شروع کر دیتے ہین۔ کبھی کوئی صاحب داغ کے کلام سے گرم اشعار انتخاب کر دیتے ہین کبھی کوئی صاحب امیر کے کلام سے چیدہ اشعار پیش کر دیتے ہین - اسطرح ایک طرح کی فرقہ بندی ہو کر جنگ و جدل کی صورت پیدا ہو جاتی ہو۔

دونون شاعر اب اس دُنیا سے اُٹھ گئے ہین اور اسکی ضرورت نہین ہو کہ مرحومین جو ایام زیست مین اِس اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہے کہ آخر کار خاک دکن مین پہلو بہ پہلو پیوند زمین ہو گئے ہم اُن کا نام لیکر باہم لڑین۔ اُن کے مدارج اور مراتب جو کچھ رہتے تھے۔ جسمین شاعرانہ مذاق اور قابلیت ہو وہ بقدر فہم اُس سے لُطف اُٹھائے۔

جناب داغ کی زندگی مین جو کچھ لکھا گیا وہ ایک سوانح عمری کی لفاظی کیوجہ سے تھا اور اور وہ ہیچ اگر کچھ لکھا رہا ہے تو اُس کا رنگ دنیا سے نرالا ہے اور اُس پر کوئی اعتراض بھی نہین۔

قصہ کوتاہ خدائے سخن کی سوانح عمری لکھنا ایک کمیٹی[2] کا کام ہو جسمین ہر صفات کے بزرگ موجود ہون اور بجائے خود یگانہ اصناف کو جانچین۔

آخر مین جناب امیر کے کلام کا کچھ انتخاب درج کرنے کو جی چاہتا ہے۔ امیر اللغات اگرچہ نامکمل ہی رہا پھر بھی اُردو پر اُس کا عظیم احسان رہیگا۔ سادہ زبان کا لُطف دونون دیوانون مین موجود ہو۔ اور مثنویون کے پڑھنے سے حاسد بھی دنگ رہ جاتا ہے۔ جہان کہین دریائے علم جوش پر آ گیا ہو مغلق الفاظ بھی آ گئے ہین۔ اور اس مین ہر شخص مجبور ہو۔ سودا کے بعد قادر الکلامی کا حصہ منیر اور امیر کے حصے مین آیا۔ اگر سودا کا کوئی رنگ نہ تھا تو منیر اور امیر کا بھی کوئی رنگ نہین۔ جناب امیر کا کلام کتنی دور کا ہو۔

---

[1] اس خیال کی ہم خاص طور پر تردید کرتے ہین۔ مقابلہ صرف فرق دکھانیکی غرض سے ہوتا ہو نہ کہ لڑا دینے کی غرض سے۔

[2] یہ شرط پہلی شرط سے بھی زیادہ سخت ہو تعجب ہے کہ شیکسپیر ایسے خدائے سخن کی سیکڑون لائف بلا کمیٹی اور بغیر کسی شرط کے لکھ ڈالی جائین اور منشی صاحب کے سوانح لکھنے کیلئے ایسی شرطین لگائی جائین جو قریب قریب محال ہین۔

اور یہی بات قابل غور ہے جو اکثر اصحاب کو معلوم نہین ہمکو صرف یہ کہنا ہے کہ پہلے دیوان مین زیادہ کلام شاعرانہ تخیلات اور جوش و خروش کا ہے اسلئے کہ اُسوقت کی سوسیٹی مین بھی رنگ مقبول ہی۔ پھر اسیر۔ امیر۔ منیر۔ تسلیم۔ بحر۔ قلق۔ اور جلال وغیرہ نے لطافت زبان کی چاشنی کے ساتھ نازک خیالیون کو شامل کیا اور زمانے کو ایک دوسرے دور مین داخل ہونا پڑا۔ داغ کا پہلا دیوان بھی قریباً اُسی رنگ مین ہے جسمین امیر کا پہلا دیوان۔ اُسمین جو خصوصیتین ہین وہ اسوقت کم استعداد اصحاب کو پسند نہین ہو۔ مثلاً۔

یہ تیری تیغ نے روکا ہے ناکا شہر امکان کا
کہ چھاپا ہو قضا کے ہاتھ پر خون شہیدان کا

اس زمین کی چار غزلین موجود ہین۔ جو شاعری کی جان ہین مگر اس زمانے کے طفل مکتب اُسے کیا سمجھ سکتے ہین۔ وجہ یہ ہے کہ وہ اِس مطلع کے معنی ہی حل نہین کر سکتے مشرقی علوم سے لگاؤ نہین اس لئے لامحالہ وہ اسے مغلق اور لغو کہدین گے۔ مگر اسی زمین کے اس شعر کی تعریف کرین گے۔

مرے ہی سامنے دامن اُٹھا کر ناز سے چلنا
مجھی سو پھر گلہ اُلٹا مرے چاک گریبان کا

وہ خدائے سخن واقف تھا کہ ایک زمانہ صرف "چوما چاٹی" کو پسند کرنے والا آگیا۔ اس لئے اُسنے اپنی گرمی کلام کو صرف تخیلات شاعرانہ ہی کی ادابندی پر صرف نہین کیا بلکہ بازاری شاعری کے شیدا اصحاب کیلئے بھی خوان نعمت مین کچھ اضافہ کردیا۔ ملاحظہ فرمائیے زبان کے ساتھ نازک خیالی اور ترکیب بندش کیسی چست ہے۔

ہوتے ہین تر پسینے سے آغوش مین حسین
پھولون سے مجکو ڈھب ہے عرق کی کشید کا

صفحہ دہر پہ صورت گر قدرت نے امیر
اُسکی تصویر وہ کھینچی کہ قلم توڑدیا

ملاحظہ ہون یہ شعر اور زبان کا بھی خیال رہے۔ زبان کے ساتھ ایسے مضامین نکالنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔

مین مٹ گیا تو وہ بھی میری ساتھ مٹ گیا
مٹانے سے خوب حق رفاقت ادا ہوا

تردد کیون ہو یاروں مین کہان گاڑین کہان تو مین
جہان وہ پانون رکھدین ۔ ہو ٹھکانا میری مدفن کا

کیا بلا تھی نگہ ہوش رُبا ساقی کی
اُٹھ گئی آنکھ تو کو سون کوئی ہُشیار نہ تھا

بات رکھ لی مری قاتل نے گنہگارون مین
اِس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہ گار نہ تھا

وہ کھنچا گر تو کھنچا ۔ شان تھی معشوقی کی
ہمسے کھنچنا تجھے اے خنجر خونخوار نہ تھا

قریب ہے یار روز محشر ۔ چھپیگا کشتون کا خون کیونکر
جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا
سفر مبارک ہو آخرت کا بخیر انجام ہو خدایا
جو گھر سے نکلے مرا جنازہ تو سامنا ہو کسی حسین کا

ایک شعر سُناتا ہون ذرا غور سے سُنیئے گا ۔ بعض نا تجربہ کار اس کو آورد کہین گے مگر مین اس کو ہزار آمد سے بڑھکر جانتا ہون ۔ یہ شاعری نہین اعجاز ہے

زار ایسا مین ہوا بادیہ پیما ہوکر
ذرہ چاہے تو تھکا دے مجھے صحرا ہوکر

اور سنیئے۔ کسی شاعر کا خیال بھی اگر اُدھر گیا ہو تو ایسی ترکیب کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی۔

دل و جگر دونون جل گئے ہین فراق مین جہان ملی ہین
تمہارے سُرمے مین اے بتو کیا یسی ہوئی بجلیان ملی ہین

میکش کے دل کا راز کسی پر عیان نہین
شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہے زبان نہین

نیمجان چھوڑ چلی نیم نگاہی تیری
زندگی تا صد وسی سال الٰہی تیری

فنا کے بعد ایسے بیکسون کو کون پوچھے گا
مگر اے بیکسی رویا کریگی مجکو تو برسون

صوفی نکل کے بیٹھے خلوت سے انجمن مین
سمجھا یہ مین جو نکلے شاخون سے گل چمن مین

کیون نہ خوش ہون کہ بھرا ہے یہ مرے کینے سے
کہ مرے دوست کی جا اب دل دشمن مین نہین

میکشو شیشۂ مے کی ہے حفاظت لازم
دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن مین نہین

دراز عمر ہو مشاطۂ تصور کی
مزا وصال کا دیتا ہو غم جُدائی کا

اِس شعر کا لنگر۔ الفاظ کی نشست۔ اور خیال کی بلندی قابل داد ہے۔
اسی زمین کا شعر ملاحظہ ہو۔

چلوں جو دیر کو مین توڑ کر بت پندار
تو غل بتوں مین ہوا اللہ کی دہائی کا

ریاکارون کی نسبت کیا خوب فرمایا ہے۔

خدا خدا جو کرے اور خودی کا دم بھی بھرے
بڑا فریبی ہے جھوٹا ہے وہ خدائی کا

رندانہ مذاق کے ساتھ شوکت الفاظ کا عالم دیکھئے۔

وعظ کی مجلس مین بھی آئے تو یون مستان عشق
مے کی بوتل تھی بغل مین۔ ہاتھ مین پیمانہ تھا

زبان کی لطافت کے ساتھ اقوام مین صلح وآشتی کی نسبت۔

دیر کی تحقیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بُت خانہ تھا

مُلک کی حالت۔ زمانے کے انقلاب کی نسبت اور اس لطافت کے ساتھ۔

پھول بھی تھے پھل بھی تھے۔ اس سرزمین پر کیا نہ تھا
آج ہو ویران۔ کبھی آباد وہ ویرانہ تھا
پھول جس گھر مین پہنچ جاتے تھے اب ہوتے ہین پھول
آج وہ ماتم سرا ہے کل جو عشرت خانہ تھا
حال میرا سنکے وہ بولے کہ جی دُکھنے لگا
ہائے کس کمبخت کس بیدرد کا افسانہ تھا

دل کی کیفیت بیان فرمائی ہے جسمین سوز وگداز نہ ہو۔

اِن شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہین ہوتا

معشوق کے بھولے پن کی ادا اور زبان کی سادگی ملاحظہ ہو۔

تیر اُسنے لگایا وہ پڑا آکے جگر پر

بچپن ہے وہ کیا جانے اُدھر دل نہین ہوتا

حُب وطن کی تصویر۔

سرد آہین جب کسی نے کین وطن یاد آگیا
چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آگیا

جناب غالب مرحوم فرماتے ہین۔

تجھے تیر نیمکش کو کوئی میرے دل سے پوچھے
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

جناب امیر کہتے ہین۔

جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیون چرائی
وہی تیر کیون نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

اس کا انصاف ذوق سلیم پر ہے۔ اسی زمین مین غالب کا شعر ہے کہ

ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

داغ کا شعر ہے۔

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا

جناب امیر فرماتے ہین۔

مین زبان سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہدون
اسے کیا کرون کہ دل کو نہین اعتبار ہوتا

فیاضی اور ہمدردی کی نسبت۔

غنی ساتھ دنیا سے کیا لے گیا
مگر جو کسی کو دیا لے گیا

یہ مطلع ملاحظہ ہو۔ کیا بات پیدا کی ہے۔

دم اخیر ہے لازم نظارہ کر لینا
خدا سے کام پڑا ہے بتو خبر لینا

چستی بندش۔ ترکیب الفاظ کے ساتھ ذرا اِس شعر کے گران لنگر کو دیکھیے۔

انگور مین یہ مے تھی پانی کی چار بوندین
جسدن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہوگئی ہو

شاعرانہ نازک خیالی کے ساتھ ذیل کے شعر مین عجیب جدت پیدا کی ہو
اسکا سمجھنا بھی مشکل ہے۔

ہم تم چمن مین چل کر جب چار دن رہے ہین
بلبل مین اور گل مین تکرار ہوگئی ہو

چین جبین کو شعرا نے بہت پامال کیا ہے۔ اسے بھی دیکھیے۔

گھٹا عتاب تو پہنا لباس آرائش
جبین سے چین جو اُتری تو آستین مین بھی

اسی زمین مین دوسرا شعر کسقدر ندرت رکھتا ہے۔

عجب رسائی قسمت ہو اے حنا تیری
چمن جو چھوٹ گیا دست نازنین مین بھی

لکھنؤ کے ایک بڑے معرکہ کے مشاعرے مین جناب امیر نے جب دو غزلہ پڑھا ہے
عجیب عالم تھا۔ اِسی زمین مین جناب داغ نے فرمایا ہے۔

دل مین سما گئی ہین قیامت کی شوخیان
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ مین

واقفیت اور فطرتی مذاق کے اعتبار سے جناب مرحوم کا شعر ملاحظہ ہو۔

وہ دشمنی سے دیکھتے ہین دیکھتے تو ہین
مین شاد ہون کہ ہون تو کسی کی نگاہ مین

معشوق کی لگاوٹ کا ثبوت کس حسن بیان سے کیا ہے۔

غیرون سے ہین باتین بھی عنایت کی نظر بھی
پر دیکھتے جاتے ہین کن انکھیون سے ادھر بھی

ذیل کا مطلع لاجواب ہے۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

راز دل کی نسبت۔

میں راز دل چھپاؤں پر چھپا رہنے بھی دے
جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ للچائی ہوئی

نازک خیالی اور شاعرانہ رنگ کے علاوہ لطافت زبان اور سادگی۔

کیوں ترے لب پر تبسم مجلس ماتم میں ہے
یہ ہنسی بھی کیا مرے پھولوں میں ہے آئی ہوئی

تنہائی اور خلوت کے مضامین خاص حصہ تھے۔

وصل میں خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا
شرم بھی جائے تو میں جانوں کہ تنہائی ہوئی

بے تکلفی اور وصل کے متعلق کیسا نازک خیال اور حسن بیان ہے۔

اُٹھ گیا پردہ تکلف کا اُٹھے جب اُسکے ہاتھ
آ کے حسن و عشق میں مشاطہ انگڑائی ہوئی

جناب امیر کے آخری زمانے کی ایک غزل ہے جسکا مطلع پڑھنے کے قابل ہے۔

زبان ضعف پیری میں چلتی رہی
سحر ہو گئی شمع جلتی رہی

حکیم برہم

سودیشی تحریک

حال مین ایک تاریخ دان نے ایک نکتہ سنج کو دنیا کا نقشہ دکھا کر کہا کہ ذرا بتائیے توسہی کہ کہان ہی وہ مصر اور اُسکی وہ تہذیب اور علوم و فنون کے خزانے؟ کہان ہے وہ یونان اور اُسکی حکمت؟ کہان ہی وہ قدیم روم اور اُسکی وہ شایستگی - ہنرمندی اور صنعت پروری؟ کہان ہی وہ شہر بیبلون جسکے سامنے موجودہ شہر لندن ہیچ ہوتا؟ اگر یہ سب نہین ہین تو ملاحظہ فرمائیے کہ ہندوستان جون کا تون موجود ہی - لاکھون صدیان اور کرورون سال گذر گئے مگر اُسکی کسی بات مین فرق نہین آیا - صدہا انقلاب عظیم واقع ہوے مگر انجام مین بجاے پریشان اور رختہ و خراب ہونے کے پیشتر سے زیادہ عقلمند مستقل مزاج سنجیدہ اور عالی حوصلہ ثابت ہوتا رہا - اس سرزمین کا ایک ایک گانون بلکہ ایک ایک بالشت زمین مجسم تاریخ ہی - گو بعض علاقون کی کسیقدر صورتین بدل گئی ہین مگر خوص اور سیرتین قطعی مسخ نہین ہوئین - اسکے باشندون کی رگ پٹھے مین وہی خالص - غیرمخلوط اور پاک خون دورہ کر رہا ہے - وہی قدیم مذہبی اصول ہین - وہی قدیم رسم و رواج اگرچہ فروع مین کسی قدر تغیر و تبدل واقع ہوگیا ہی - کیا یہ تمام خصوصیات ایک مورخ اور فیلسوف کو خود بخود تحریک نہین کرتے کہ اس سرزمین کی جانب تہِ دل سے متوجہ ہو - دنیا کی دوسری سلطنتون اور ملکون کا عروج و زوال کل کی بات ہی - ہندوستان کا قصہ بہت ہی پارینہ ہی - یہی ایک ملک ہے جسکے قدیم باشندے اپنا سنہ روان ایک ارب چھیانوے کرور آٹھ لاکھ الخ لکھتے ہین اور اسکا ثبوت اپنی مستند کتب سے دینے کیلئے ہر وقت تیار ہین اس اقلیم کے افسانون مین نوع بنوع طلسم ہین جنکا انکشاف بذاتہ کرامات سے کم نہ ہوگا - اِن دلفریب اور دلگداز قصص مین فلسفہ - حکمت اور تہذیب و تمدن کا جوہر کوٹ کوٹ کر بھرا ہی حیف ہے کہ ہم اسکی جانب متوجہ نہین ہوتے -

اب یہ سوال ہو کہ کیا کوئی ذی فہم اور دانا اس تاریخ دان کی راے سے اختلاف کرنیکی جرأت کر سکتا ہو؟ جواب بالیقین یہ ہوگا کہ ہرگز نہین۔ خیر اگر پُرانی باتونسے اسوقت اُنس نہین ہی تو جانے دیجئے۔ زمانۂ حال کی تاریخ ہند کیا کم دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ کم از کم اجنبیون اور غیر ملک کے باشندون کے توہمات باطلہ کو چشم روان مین کھودینے والی ضرور رہے۔

آپنے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ گذشتہ پانچ چار ماہ سے ہندوستان کی ہر سمت سے "سودیشی سودیشی" کی آوازین آرہی ہین۔ مُلک کے ہر گوشے مین تعجب خیز اور حیرت انگیز انقلاب خیالات جوش مار رہا ہو۔ شاید ہی کوئی اخبار یا رسالہ ہوگا جسکا بڑا حصہ سودیشی تحریک کی نذر نہ ہوتا ہو۔ وہ لوگ جو کہتے تھے کہ ہندوستانیون مین متفقہ قوت سے کام کرنیکا مادہ نہ کبھی تھا نہ ہے نہ آیندہ ہوگا ان پر "انگشت حیرت در دہان" کی مثل صادق آتی ہے۔ جو نتائج ممالک غیر مین انتہا کے جد و جہد اور مدت کی سر توڑ کوششون سے حاصل ہوئے وہ یہان دنون مین پایۂ تکمیل کو پہونچگئے۔

ایک عرصہ ہوا کہ ایک نامی سیاح نے کوہ ہمالیہ کی سیر کے بعد حسرت کے ساتھ یہ راے ظاہر کی تھی کہ ہندوستان خلاصۂ عالم ہے۔ قدرت نے اسکے ایک پہاڑ مین وہ وہ چیزین کثیر مقدار مین مہیا کی ہین کہ عقل حیران ہے۔ وہ کونسی چیز ہے جو یہان موجود نہین۔ مگر افسوس کہ یہان کے آدمی نکمے ہین۔ پہلا خیال بالکل صحیح ہے۔ مگر دوسرا اگرچہ بظاہر بجا معلوم ہوتا ہو مگر فی الحقیقت صحیح نہین ہے۔ فہم و فراست۔ ہنرمندی۔ محنت اور جفاکشی مین یہان کے باشندے دنیا کے کسی حصے کے باشندون سے نہ کمتر ہین۔ نہ تھے۔ اور نہ امید ہو کہ آئندہ ہونگے۔ انکی پست ہمتی۔ ادبار اور افلاس کے وجوہ کا سُراغ لگانا چندان مشکل کام نہین ہے۔ تاہم یہ ایک مضمون ہے جسکی نسبت اس موقع پر بحث موجب طوالت ہوگی۔

میرا خیال یہ ہو کہ اصل اصول مین جن لوگون کا مذہب۔ مناکحت وافزائش نسل کے قواعد وضوابط۔ طرز تمدن اور معاشرت کے طریقے احکام الٰہی اور منشاء ربانی کے عین مطابق ہون وہ لوگ کسی وقت اپنے اعمال کے باعث جہالت زدہ۔ کاہل اور گمراہ ہوجائین تو ہوجائین مگر غارت اور نیست ونابود نہین ہوسکتے۔ اُنکے اوصاف کچھ

عرصہ کیلئے اگر چھپ جائین تو چھپ جائین مگر ہمیشہ کیلئے پوشیدہ نہین ہو سکتے۔ وہ لوگ جو دنیا و عقبیٰ کا دار و مدار محض اپنے اعمال پہ سمجھتے ہین۔ جو دنیا کے ہر نیک کام کو اپنے مذہبی فرائض کے کسی نہ کسی صیغے کا جز و قرار دیتے ہین۔ جو یاد الٰہی مین محو ہونیکی حالت مین بھی دنیا کو مکروہ سمجھکر نظر انداز نہین کر دیتے۔ جو ریاضت روحانی۔ حمد خدا۔ اور وظائف کے وقت بھی آب و ہوا کی صفائی و عمدگی کی غرض سے خوشبودار اشیا جلانے مین دریغ نہین کرتے۔ جو خیرات حسنہ۔ مہمان نوازی۔ ترقی علوم و فنون حتیٰ کہ مویشیونکی پرورش کو بھی فرائض مذہبی مین داخل سمجھتے ہین۔ جنکو مذہبی ہدایت ہی کہ ہر ایک رفاہ عام کے کام کو فرض منصبی سمجھکر انجام دو۔ وہ کیونکر یک بیک معدوم ہو سکتے ہین۔

ہربرٹ اسپنسر نے آج رائے دی ہو کہ سوسائٹی (جمہور) کی تقسیم بعینہ جسم کی ساخت کے موافق ہونا چاہیئے۔ یعنی ایک حصہ محض دماغی کام اور روحانی تلقین کرے۔ دوسرا قوت بازو سے امن قائم رکھکر نظم و نسق سلطنت کرے۔ تیسرا زراعت و تجارت پیشہ ہو۔ چوتھا جسمانی محنت و مشقت کرے۔ جسم کو چار بڑے حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہی۔ یعنے سر۔ ہاتھ۔ شکم۔ اور پاؤن۔ جس قوم نے بدو آفرینش اور ابتداے عالم سے اسی اصول پر عمل کیا ہوا ور ابتک اسی پر کاربند ہو اُسکی بنیاد کوئی آسانی سے نہین ہلا سکتا۔

مسٹر چیمبرلین کے نام نامی سے ایسے اصحاب ناواقف نہین ہو سکتے جنھین اخبار بینی کا مذاق ہے۔ کچھ عرصہ ہوا یہ وزیر صیغۂ نوآبادیہاے سلطنت انگلشیہ تھے۔ فی زمانہ انھین بلا تاج شاہ انگلستان کہا جاتا ہے۔ موجودہ وزیر اعظم مسٹر بالفور انکی مٹھی مین ہین۔ اپنے عہدہ سے اُنھون نے محض اسوجہ سے استعفیٰ دیدیا تھا کہ یہ وہ بات انگلستان مین چاہتے تھے جو ہندوستان اِسوقت چاہتا ہی۔ یعنی ملکی اشیا کو غیر ملکی اشیا پر ترجیح دینا۔ بوئرون پر فتحیابی کے بعد یہ ٹرنسوال وغیرہ کی سیر کو بہ نفس نفیس تشریف لیگئے تھے۔ وہان جا بجا انھین تہنیت نامے پیش کئے گئے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک کے جواب مین اُنھون نے فرمایا تھا (گو طرز تقریر کسیقدر درشتی آمیز تھا) کہ بوئرون کی بھلائی کی عام طور پر یہ تدبیر بتائی جاتی ہو کہ وہ انگریزون کے ساتھ بالکل خلط ملط ہو جائین۔ مغائرت کا

نام ونشان باقی نہ رکھین۔ مگر ہمین اسکی تکمیل کے کوئی آثار نظر نہین آتے۔ آپکو اپنی مادری زبان سے خاص انس ہو۔ آپ اپنے مدرسون مین اسکی تعلیم لازمی سمجھتے ہین۔ آپ اسکی صلاح و ترقی کی خواہان ہین۔ آپ اپنے عقائد اپنے بچون کو سکھانا چاہتے ہین۔ آپ اپنے قومی عروج و زوال کی تاریخ اپنے اور اپنی آئندہ نسلون کے پیش نظر رکھنے کے لئے ساعی ہین۔ اپنے علم ادب کو آپ اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہین۔ اور جن بوئرون نے آپکی رائے سے سرتابی کی تھی اُنھین قومی دغاباز قرار دیتے ہین اور اُنکے نام کو نہایت نفرت سے یاد کرتے ہین۔ جہان وہ جاتے ہین اُن پر سخت نفرین و نفرت کا اظہار ہوتا ہو۔ ایسی صورت مین کب ممکن ہو کہ انگریز اور بوئر کبھی ایک ہو سکین۔ مسٹر چمبرلین کے یہ الفاظ نہین ہین مگر خلاصہ مطلب یہی ہے۔ اس مقام پر غور طلب امر یہ ہے کہ جب بوئر باوجود عیسائی قوم ہونے کے صرف اپنی مادری زبان اور علم ادب کے پاس سے انگریزون کے ساتھ خلا ملا نہین ہو سکتے تو کب ممکن تھا کہ اہل ہند جنھون نے کسی کشش مین اپنے قومی کردار کو نظر انداز نہین کیا اپنی قومیت کھو بیٹھین مقدم قومیت کا قائم رکھنا ہو۔ صلاح و ترقی کا کبھی خاتمہ نہین ہوتا۔

اس ضروری تمہید کے بعد سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا اسوقت جو تمام اکناف ہند سے اس امر پر زور دیا جا رہا ہے کہ حتی الامکان محض دیسی اشیا کا استعمال کیا جاے اور اشیاء ساختہ انگلستان سے بالخصوص اور اشیاء دیگر ممالک یورپ سے بالعموم اجتناب کرنا چاہئے اسکا اصل سبب کیا ہے؟ آیا انگریزی تعلیم؟ یہ خیال کرنا سراسر غلط ثابت ہوگا کہ انگریزی تعلیم سودیشی تحریک کی محرک و موید ہوئی۔ بلکہ اسکے برعکس یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ انگریزی طرز معاشرت۔ اور انگریزی اشیاء کے استعمال کے خلاف جہاد سودیشی تحریک کی خاص رونق کا باعث ہوا ہے۔ بنگال مین جو اس سودمند تحریک کا مرکز ہے شکسپیر اور ملٹن کی نظمون نے لوگون کو نہین اُبھارا۔ بلکہ بنکم چندر چٹرجی کے بنگالی گیت "بندے ماترم" نے جسکا جادو اسوقت تحیر افزا کام کر رہا ہے اور کسی انگریزی شاعر کی نظم کا کوئی حصہ نہین ہے۔ وہ اصحاب جو یونیورسٹیون کی قریب قریب تمام سندین اور خطابات حاصل کر چکے ہین اور جنھون نے کئی کئی مرتبہ یورپ کے چکر لگائے ہین اور جنکا مدت دراز تک انگلستان مین قیام رہا ہے۔ جنکی علمی لیاقت اور ذاتی ثروت مشہور

انام ہی اُن کا دیسی ساخت کی دھوتیان پہنکر اور چادرین اوڑھکر بنگالی زبان مین عام تقریرین کرنا سحر کر رہا ہے۔جمہور مین اس تحریک کی اس تیزی کے ساتھ ہر لعزیز ہونے کا اصل باعث یہی ہو کہ یہ جمہور کے خیالات کے بعینہٖ مطابق ہے۔اگر صرف انگریزی دان ہی اس تحریک کے پیشوا اور اُسکے واعظ ہوتے تو اسقدر جلد اسدرجہ کامیابی ناممکن تھی۔اگر شہر شہر اور گانون کے مذہبی پیشوا۔بزرگ۔اور بارسوخ اشخاص اسکے دل و جان سے حامی نہوتے تو ممکن نہ تھا کہ سُدیشی تحریک اس سرعت کے ساتھ تمام ملک مین پھیل جاے۔مختلف عقائد اور ملتون کے رہنما اگر اُسکے پشت پناہ نہوتے تو یہ محال تھا کہ ہر ایک پیشہ ور یہ عہد کر لیتا کہ جو اشخاص ممالک غیر کی اشیاء استعمال کرین گے ہم اُن سے کسی طرح کا سروکار نہ رکھین گے۔جا بجا معزز خاتونون اور عام مستورات کا جمع ہو کر ولایتی بیش قیمت چوڑیان توڑ ڈالنا اور بجاے اُنکے دیسی چوڑیان نہ ملنے پر سیپیان پرو کر ہاتھ مین باندھ لینا کسی حالت مین انگریزی تقریرون کا نتیجہ نہین ہو سکتا۔سب سے زیادہ اس ملک مین انگریزی تعلیم کی اشاعت احاطۂ بنگال مین ہے اور یہ مسلم ہے کہ سب سے زیادہ بنگالی ہی اب تک انگریزی تہذیب اور وضع قطع کے دلدادہ رہے ہین۔مسٹر بال گنگا دھر تلک کے اشارے پر لاکھون آدمی اسلئے چلنے کو طیار ہو جاتے ہین کہ وہ باوجود انگریزی زبان کے علاّمہ ہونے کے اپنا طرز بالکل دیسی رکھتے ہین۔فصیح الملک مسٹر لال موہن گھوش کا اقتدار صرف انگریزی دانون کے حلقے تک اس وجہ سے محدود رہا ہے کہ اب تک اُن کے طور و طریق خالص دیسی نہین رہے ہین۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ ہمین حب الوطنی کس نے سکھائی ہے۔آیا انگریزی تعلیم نے یا کسی اور نے؟ محض اثبات یا نفی مین اسکا جواب دینا مؤثر نہین ہوگا۔واقعات کا پیش کرنا ایسی حالت مین غالباً زیادہ اثر پذیر ہو سکتا ہے۔لارڈ مکالے نے پارلیمنٹ مین علانیہ یہ فرمایا تھا کہ ہم نے جو اہل ہند کو انگریزی تعلیم دینے کا ڈھنگ ڈالا ہی یہ کسی پر احسان نہین ہے۔بلکہ سراسر خودغرضی ہے۔اگر ہمین ملک ہند کے الحاق سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو وہ محض تجارت کے ذریعے سے۔لارڈ موصوف نے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر شہادت دی کہ انگریزی اشیا کیطرف جو لوگ دلی شوق سے

مائل ہوتے ہین وہ انگریزی دان ہی ہین - جو انگریزی سے بے بہرہ ہین وہ ہین جھک جھک کر فراشی سلام تو ضرور کرتے ہین یحضور اُنکا تکیہ کلام ہے مگر وہ نہ ہماری وضع کو پسند کرتے ہین نہ ہماری اشیا کے قدردان ہین - کیا اسمین کسی کو کلام ہوسکتا ہو کہ ابتک ہندوستان مین جو تھوڑی بہت صنعت و حرفت باقی ہے وہ قریب قریب غیر انگریزی دانونکی سرپرستی کی وجہ سے ہے - غیر انگریزی دان اگر ولائتی اشیا کو خریدتے ہین تو شوقیہ نہین بلکہ مجبوراً - کم استطاعتی کے سبب یا دیسی اشیا کی غیر موجودگی کے باعث ولائتی چیزون کو ٹمع - دھوکے کی ٹٹی غیر خالص - لفافہ اور لوٹنے کی ترکیب جو سب سے زیادہ کیا کرتے ہین وہ وہی پُرانے خیالات کے غیر انگریزی دان تھے اور ابتک ہین - یہ ظاہر ہے کہ دیسی باشندون - دہلی کے کلابتون اور سلمہ ستارے کے کاریگرون - لکھنؤ کی چکن اور بنارس کے ریشمی رومال کے زیادہ تر سرپرست اور قدرشناس کون لوگ ہین - ولائتی اور کم شیرین چقندر کی شکر کے مقابلے مین دیسی شکر کے پاؤن جمنا محال تھے اگر غیر انگریزی دانون کا ایک بڑا گروہ کسی مذہبی خیال سے اسکے استعمال سے قطعی پرہیز نہ کرتا - اہل اسلام مین نسبتہً انگریزی تعلیم کا رواج کم ہے - بقول مولانا حالی ان کا ایک جم غفیر ابتک فرنگی کے پشیشے تک کو مُردار سمجھتا ہو - گو کوئی بھی معقول پسند افراط و تفریط کا قائل نہین ہوسکتا مگر واقعات سے چشم پوشی عبث ہے - اسی نہج پر اس بارے مین دفتر کے دفتر لکھے جاسکتے ہین لیکن اثبات دعویٰ کیلئے اسیقدر کافی ہے -

تیسرا سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس سدیشی تحریک کا اصل منبع کہان ہے - آیا تقسیم بنگال کا مسئلہ اسکا مستبب ہے یا خود بخود لوگون کے دلون مین یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ اسی طرح انگریزون سے بآسانی انتقام لیا جاسکتا ہے جنھون نے باوجود دیرینہ تعلقات کے ابتک اہل ہند کی رائے پر التفات کرنا نہین سیکھا ہے آیا کسی دل جلے نے انگریزون کو جل دینے پریشان خاطر کرنے یا انگریزی تجارت کو نقصان پہونچانے کی غرض سے ملک مین یہ جوش و خروش پیدا کر دیا ہے ؟ میرے خیال مین اس سدیشی تحریک کا اصل منبع سرشت انسانی مین ہے - ہر ایک جاندار کی طبائع مین حفظ ما تقدم کا خیال قدرت کی جانب سے عطا کیا گیا ہو کمزور ہمیشہ طاقتور سے

اپنی حفاظت کی فکر مین رہا کرتا ہو۔ وجہ صاف عیان ہے کہ کمزوری موجب ہلاکت ہو۔ اخلاقی کمزوری اگر علاج نہ کیا جاے اخلاقی زیست کا خاتمہ کردیتی ہو جسمانی کمزوری اگر تقویت کی فکر نہ کیجاے جسم کا جلد خاتمہ کردیتی ہو۔ تجارتی کمزوری اگر حفاظت اور مقابلے کا سامان بہم نہ پہونچائے جائین ایک دن تجارت کا خاتمہ کردیتی ہے۔ یہی ایک اصول ہر حالت مین افراد اور مجموعہ پر عاید ہو سکتا ہو۔ جب کوئی قوم کمزور ہوجاتی ہے اور اُس مین عالی دماغ اور دوراندیش قدسی نفوس کا بالکل خاتمہ بھی ہوجاتا تو کیفیت یہ ہوا کرتی ہو کہ وہ مبارک وجود محض قوم کی مرثیہ خوانی یا نوحہ گری مین محو نہین ہوجاتے بلکہ سب سے پہلے حفاظت خود اختیاری اور انضباط قومی کردار کو مدنظر رکھکر ایسے قواعد و رواج جاری کردیتے ہین کہ نسلین بلحاظ خون بگڑنے نہ پائین۔ غیرون اور اجنبیون کے بُرے رسوم اور عادات غیر مستحسن دخل نہ پاسکین۔ قومی اعزاز۔ خاندانی اور ذاتی شرافت دور نہ ہوجاے اور اوضاع و اطوار بآسانی تبدیل نہ ہوسکین۔ یہ سب جانتے ہین کہ ہندوؤن کے کسی قدیم دھرم شاستر مین یہ ہدایت نہین ہے کہ مسلمانون یا عیسائیون کا طیار کیا ہوا یا مس کیا ہوا نہ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ انکی آمد سے پیشتر اس قسم کے قوانین کی مطلق ضرورت نہین تھی۔ جہانتک دریافت ہوا ہے یہی پایا جاتا ہے کہ جنگلی یا جاہل آدمی جو بہت غلیظ رہا کرتے تھے جنھین مے نوشی اور گوشت خواری مین عار نہین ہوتا تھا۔ جو عوام کے مذہبی رسوم اور تہوارون مین عمداً جبر کے ساتھ خلل انداز ہوا کرتے تھے اُنھین اُسر اور ملیکش کہا جاتا تھا۔ ان سے ہر ایک شایستہ آدمی گریز کیا کرتا تھا۔ اسلئے کہ وہ پابندی مذہب و شرع نہین کیا کرتے تھے اور اس قابل نہین تھے کہ اُن سے تعلقات مجلسی قائم رکھے جائین۔ چنانچہ ابتک یہی بات ہے کہ جن لوگون یا جن خاندانون کا شراب کھینچنے یا بیچنے یا گوشت خوری و گوشت فروشی کی غرض سے جانور پالنے سے واسطہ رہا ہو یا وہ چمڑہ اُتارنے اور چمڑہ رنگنے کا کام کیا کرتے تھے وہ باوجود دنیایان انقلاب زمانہ کے ابھی تک طبقہ اعلی مین شمار نہین کیے جاتے۔ اسمین شبہہ نہین ہو کہ اس **حفظ ماتقدم** کے اصول کے مطابق حفاظت ذاتی و خاندانی مین زیادتیون سختیون اور قطع و برید کا سلسلہ جاری رہا ہو۔ مثلاً دکن کے برہمن

اختلاف عادات اور طریق خورد نوش کی بنا پر پنجاب کے کسی برہمن کے ہاتھ کی مٹھائی اور پوریان تک نہین کھاتے خواہ وہ بہت صاف رہتا ہو اور مے نوشی اور گوشت خوری سے اُسے کسی طرح سروکار نہو۔ اسی طرح ممالک متحدہ کے برہمن بنگالی برہمنون سے اسی قسم کے قطعی تعلقات نہین رکھتے۔ ان امور مین مناسب اصلاح ترقی تعلیم و رفتار زمانہ کے لحاظ سے قرین قیاس ہے۔ جو نقائص اور خرابیان بیجا قیود کی وجہ سے عاید ہوگئی ہین اُنھین مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا صحیح وطیرہ قرار نہین دیا جا سکتا۔ مناسب اور غیر مناسب استعمال ہر شے اور ہر امر کا ہو سکتا ہے۔ بہ مقتضاء مصلحتِ وقت اور بنجواے ضروریات زمانہ ان حفظ ماتقدم کے قوانین و ضوابط نے ایسی خرابیان ہرگز برپا نہین کین جیسا کہ بعض اصحاب کا خیال ہے۔ یوروپین اصحاب مثلاً سرہنری کاٹن ایک معقول حد تک ان کی داد دیتے ہین۔ مرحوم مسٹر پرتاب چندر مظمدار اس تفریق کو ترتیب و طاقت مجلسی قرار دیا کرتے تھے۔ ان ضوابط کی خوبیون کو کلیتاً نظرانداز کر دینا شیوہ دانشمندی نہین تصور کیا جا سکتا۔ بعض علاقون کے ہندوؤن مین مدت سے یہ رواج ہے کہ کھانا پکانیکی خدمت اگر ضرورت ہو تو ایسے اشخاص کے سپرد کیجاتی ہے جنکا تعلق خاص خاص فرقون کے برہمن خاندانون سے ہو۔ اس رواج پر اگر معقول دلائل سے بحث کیجاے تو یہ کچھ زیادہ باوقعت ثابت نہین ہو سکتا پوریان بنا کر کھلا دینے کا تو ایسے شخص کو بھی منصب حاصل ہو کہ جسکا کام پانی بھرنا اور برتن صاف کرنا ہو مگر دال روٹی سوائے مشرجی کے اور کسی کے ہاتھ کی نہ کھائی جاے یہ ایسا نکتہ ہے جس پر مذہبی اصولون کی بنا پر بحث کرنا تضیع اوقات سمجھا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر وہی حفظ ماتقدم کا اصول اسپر بھی عاید کیا جاے تو اسمین بھی ایک حد تک معقولیت پائی جاتی ہے۔ اس خیال سے کہ برہمن خاندانون مین جو جاہل رہ جائین اور اُن کے گزارہ کی کوئی سبیل نہو وہ کم از کم ایسے کام اختیار کرین جنمین ہُنر کی ضرورت ہو اور اُن کا تعلق شرفاء اور آسودہ حال اشخاص سے رہے تا کہ اگر وہ سنبھلنا چاہین تو بآسانی سنبھل سکین۔ یہ خیال صحیح نہین ہو کہ کھانا پکانے مین ہنر کی ضرورت نہین ہوتی زار رُوس کے باورچی کی تنخواہ ہمارے لفٹنٹ گورنرون کی تنخواہ سے زیادہ ہے جب ایک مشرجی لنپے بیٹے سے یہ کہتے ہین کہ ہم تو بدقسمتی سے ایسے

رہ گئے۔ تو تو کچھ اپنا دھرم کرم سنبھال آخر ہم برہمن خاندان مین پیدا ہوئے ہین ہمارے
بزرگ بڑے عالم تھے۔ ہمارا یہ گوتر ہے۔ کسی زمانہ مین ہمین یہ ثروت اور مقدرت حاصل تھی
تو اسمین شبہہ نہین ہو کہ اگر بیٹا بالکل گیا گزرا نہو تو اُسکے دل پر یہ تقریر بدرجۂ کمال موثر ہوتی
ہو۔ کوئی دنیوی طمع اُسے اِس درجہ نہین اُبھار سکتی جسقدر یہ الفاظ۔ پس ایک ایسی طاقت
جو افراد یا مجموعہ کی ترقی کا باعث ہو سکے ہرگز مستحق تحقیر نہین بلکہ اسکا عمدگی کے ساتھ استعمال
سراسر دانائی ہو۔ کسی قدیم ہندو دھرم شاستر مین یہ نہین پایا جاتا کہ بحری سفر اختیار نہ کیا
جاے یا ممالک غیر مین یہان کے باشندے نہ جائین۔ مگر رواج ایک عرصہ سے اسکے منافی ہو
ولایت جانے والون کو سخت صعوبتین پیش آتی تھین اور ایک حد تک اب بھی آتی
ہین اِس جدید رواج کی وجہ بھی وہی حفظ ما تقدم کا اصول ہے۔ کمزوری کی حالت
مین اپنے بچاؤ کا مقدم خیال ہوتا ہے۔ اِس اندیشہ سے کہ یہان کے لوگ باہر جاکر
اپنی اصلیت کو نہ کھو دین کئی طرح کی پابندیان لگائی گئی تھین مگر جیسے جیسے ترقی تعلیم
اور پختگی خیالات کے باعث اخلاقی جرأت اور شائستگی ترقی پذیر ہوتی گئی وہ بات
نہین رہی یہ نہین کہا جا سکتا کہ قطعی نہین مگر اسمین شبہہ نہین ہے کہ بہت کچھ سہولت ہوگئی
ہو۔ اور روز بروز ہوتی جائیگی۔ لوگ دیکھتے ہین کہ اکثر اصحاب جو ممالک غیر کا سفر اختیار
کرتے ہین واپس آکر ملک کی زیادہ آزادی اور جوش کے ساتھ خدمت کر سکتے ہین۔
یوروپ مین رہ کر محو تماشا نہین ہو جاتے بلکہ کچھ کام کی باتین سیکھتے ہین واپس آکر کچھ پیدا
کرتے ہین اور اچھے خیالات کی اشاعت کا باعث ہوتے ہین۔

اہل ہند تو صرف چند خانگی خدمات کے لئے خاص فرقون کے خدمتگارون کو ترجیح
دیتے ہین مگر دیگر مہذب ممالک مین دیکھئے کہ کیا کیفیت ہو۔ امریکہ سب سے زیادہ ترقی
اور آزادی کا مدعی ہے۔ مگر کیا مجال کہ کسی غیر ملک کا باشندہ محنت مزدوری سے چار پیسے
پیدا کرنے کی غرض سے اس سرزمین پر قدم رکھ سکے۔ اس بارے مین وہان کے
قانون بہت ہی سخت ہین اہل امریکہ جانتے ہین کہ ایسا نہو کہ باہر والے یہان آکر مقابلے
مین ہمارے مزدوری پیشہ لوگون کو تباہ کردین۔ محض اُن کی حفاظت کیلئے ایسے قانون
نافذ کئے گئے ہین۔ حال مین چینیون سے امریکہ والون کا اسی بات پر بگاڑ ہو گیا تھا
چینی امریکہ سے ہمسری کا دعویٰ کرتے ہین کیونکہ وہ ایک آزاد قوم کے رُکن ہین مگر جب

ان کے مزدور وہان کچھ کام کرنیکی غرض سے گئے انھون نے سخت بدسلوکی کے ساتھ انھین اپنے ملک سے خارج کردیا۔ جنھون نے جھنجلا کر امریکہ سے سلسلۂ تجارت مسدود کردیا۔ سب نے باہم عہد کرلیا کہ ایک ماشہ بھر امریکہ کا مال خریدا نہ جاے یہ کیفیت دیکھکر امریکن اصحاب بہت گھبرائے۔ خوشامدین شروع کین ان دنون وہ چینیون کو ہرطرح سے منا رہے ہین ملک امریکہ کا یہ ایک قانون ہے کہ جسکی گرہ مین قریب چارسو روپئون کے نہون وہ جہاز سے نیچے قدم نہین رکھنے پاتا۔ نقدی دکھانی پڑتی ہے اور اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہو کہ مزدوری کی غرض سے اس ملک کا قصد نہین کیا ہے خلاصہ مطلب یہ ہو کہ اہل امریکہ اس امر کے خواستگار ہین کہ باہر والے ہمارے ملک مین آکر کچھ خرچ کرین یہان سے کچھ لے نہ جائین اجنبیون کا وہان جاکر کوئی بڑی تجارت کرنا بہت مشکل ہو۔ امریکہ کے ارب پتی اہل سرمایہ ہر لحظہ اس فکر مین رہتے ہین کہ کوئی صورت سرمایہ لگانے کی نکلے۔ اگر وہ اپنے ملک مین ذرا سے نفع کا بھی کام دیکھتے ہین کرورون روپئے لگانے کو مستعد ہوجاتے ہین۔ اس صورت مین غیر ممالک کے باشندے وہان کیا تیر مار سکتے ہین۔ جنوبی افریقہ اور ٹرنسوال مین ہندوستانیون کے ساتھ کیون خلاف انسانیت سلوک کیا جاتا ہے۔ وہان خالص انگریز آباد ہین۔ وہ جانتے ہین کہ ہندوستانی بھی رعایاے برطانیہ ہین۔ اسکا باعث بھی وہی حفظ ماتقدم کا اصول ہو۔ وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ ہندوستانی ہمسے زیادہ کفایت شعار جفاکش محنتی اور دور اندیش ہین اپنے آقا کی فرمانبرداری اور خیر خواہی انکا خاص وصف ہے۔ نسبتًا ہمسے اُجرت بھی کم لیتے ہین۔ اس حالت مین وہ سمجھتے ہین کہ اگر ہم اُنھین آزادانہ بود و باش اور زراعت و تجارت کا موقع دیدین گے تو اسمین ہماری بربادی متصور ہے۔ یہ خیال اُن کا کہانتک صحیح ہو اس سے اسوقت بحث نہین ہو خوف جو کمزوری کی پوری علامت ہو اُن کے دل پر سوار ہو۔ اسلئے وہ کیسی ہی معقول بات ہو ایک نہین سُنتے۔ انھین اپنی ذاتی حفاظت کی سب سے زیادہ فکر ہے۔ یہ ذاتی حفاظت صرف سختیون ہی سے نہین کیجاتی بلکہ چالبازیون سے بھی۔ دُخانی جہازون مین کچھ ہندوستانی خلاصی اور قلی وغیرہ کا کام کرتے ہین جنھین "لشکر" کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے کام کو جلد سیکھ جاتے ہین۔ بدرجۂ کمال محنتی۔ اور فرائض منصبی کے انجام

دینے مین زیادہ مستعد ہوتے ہین۔ تھوڑی سی جگہ مین گزارہ کر لیتے ہین اور رغیر ممالک کے "لشکرون" کی نسبت اُجرت بھی کم لیتے ہین۔ یہ بواعث ہین کہ جہازونکی کمپنیان انکی خاص قدر کرتی ہین۔ پچھلے دنون انگلستان مین ایک تحریک بڑے بڑے مقتدر اصحاب کی جانب سے شروع ہوئی تھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستانی لشکرون کے ساتھ حد درجہ بدسلوکی ہوتی ہو۔ نہ انھین کافی جگہ جہازون مین دیجاتی ہو اور نہ پوری تنخواہ ملتی ہے اور نہ کھانے کو اچھی طرح دیا جاتا ہو۔ ایسا قانون نافذ ہونا چاہیئے کہ جہازی کمپنیون پر یہ نقص رفع کرنا لازمی ہوجائین مگر بہت جلد اہل ہند نے اِس چال کی اصلیت کو طشت ازبام کر دیا لہذا معاملہ فرو ہو گیا۔ مانچسٹر اور لنکا شائر کی کپڑون اور کلون کے مالک ہمیشہ اِس فکر مین رہتے ہین کہ بمبئی کی کلون مین کام کرنے کے اوقات قانوناً معین ہو جائین۔ زیادہ دیر کوئی کل نہ چل سکے۔ اسکی تحریک وہ ہمیشہ ہمدردی کے ساتھ شروع کرتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہو کہ ہمین معزز ڈاکٹرون کی رائے سے واضح ہوا ہے کہ بمبئی کی کلون کے مالک مزدورون کے ساتھ انتہا درجہ بیرحمی کرتے ہین۔ وہ اُنسے اعتدال سے زیادہ کام لیتے ہین مزدور رعوارض کا شکار ہو رہے ہین۔ انسانی ہمدردی اِس امر کی مقتضی ہو کہ قانوناً اِس بدسلوکی کا انسداد کیا جائے۔ علیٰ ہذا۔

چوتھا سوال یہ ہوسکتا ہے کہ آیا سُودیشی تحریک اصول سیاست مُدن کے لحاظ سے کہانتک بجا اور صحیح ہے۔ اسکا مختصر جواب یہی ہوسکتا ہے کہ ابھی تک علم سیاست مدن غیر مکمل ہو اسلئے ابھی ابتدائی منزلین بھی نہین طے کی ہین اسکے اصول کسی حالت مین ناطق یا محتم سمجھے نہین جا سکتے۔ جہانتک مجھے معلوم ہو اسوقت ہندوستان مین چار اصحاب اِس علم مین مہارت کامل رکھتے ہین اور انھین کی ان امور مین سند سمجھی جاتی ہو۔ اُن کے اسماے گرامی یہ ہین۔ مسٹر جی سُبرمنیا آئر (مدراس) مسٹر رومیش چندردت آئی۔ سی۔ ایس۔ سی۔ آئی۔ ای۔ (بنگال) مسٹر ڈنشا ایڈلجی واچا (بمبئی) آنریبل مسٹر گوپال کرشن گوکھلے سی۔ آئی۔ ای۔ (پونا) چنانچہ ولبی کمیشن مین بھی اول الذکر اور موخر الذکر دو اصحاب انگلستان مین شہادت دینے کی غرض سے یاد فرمائے گئے تھے۔ ہندوستان سے باہر ہمارے معظم مسٹر دادابھائی نوروزجی اس علم کے فاضل اجل ہین۔ مسٹر سُبرمنیا اسوقت صوبۂ مدراس مین سُودیشی تحریک کی کامیابی کیلئے ازحد گرمجوشی کے ساتھ

کام کر رہے ہین۔ یہ کہنا بیجا نہوگا کہ ان دنون اُس صوبہ مین اِس تحریک کے وہ روح و روان ہین۔ چند یوم ہوئے اُنھون نے ایک سُدیشی جلسہ مین یہ رائے ظاہر فرمائی تھی کہ انگلستان کے موجدان علم سیاست مُدن نے جو اصول اِس علم کے قرار دیئے ہین وہ بعینہ وبجنسہ ہندوستان پر عاید نہین ہو سکتے۔ وہ صرف انگلستان ہی کی انقلاب پذیر حالت لمتمدّن وطرز معاشرت پر حاوی ہو سکتے ہین۔ ہندوستان کی حالت کا اُن اصحاب کو چندان علم نہ تھا۔ اسقدر تو مین بھی سمجھ سکتا ہون کہ انسان کی ابتدائی ضروریات تین ہین۔ آب و دانہ۔ مکان۔ اور کپڑا۔ ان کے علاوہ کل سامان آرایش و آسائش سمجھے جاتے ہین جو ہر ایک مہذب قوم کے لئے ایک معقول حد تک مہیا ہونا لازمی ہین۔ اپنی ابتدائی ضروریات کیلئے نہ ہم کبھی کسی غیر ملک کے محتاج تھے اور نہ اب ہین۔ رہے آسائش اور زیبائش کے جملہ اسباب ان کی جانب صرف توجہ کی ضرورت ہے بہت جلد ہم بلا منت غیرے انکے طیار کرنے کے قابل ہو سکتے ہین۔ چونکہ قدرتی پیداوار کافی سے زیادہ ہے اسلئے ہم اپنے ملک کی تمام ضروریات بہم پہونچا کر غیر ممالک مین بھی اپنے مال کو لیجا سکتے ہین اور وہان سے روپیہ کما کر لا سکتے ہین ان امور مین مقابلہ کا ہمکو ذرا بھی اندیشہ نہین ہوسکتا کیونکہ ہماری قدرتی پیداوار کافی ہے۔ محنت کرنے والے بآسانی کم اُجرت پر مل سکتے ہین اور سرمایہ بھی بہت کچھ متفقہ کوشش سے کم سوا پیر فراہم ہوسکتا ہے۔ دوسرا بڑا سوال علم سیاست مُدنی مین آبادی کا ہے۔ انگلستان مین اس علم کے ماہرون نے اعتدال سے زیادہ آبادی کی افزائش روکنے کی چند مصنوعی تدابیر پیش کین ہین مگر یہ کارگر ثابت نہین ہوئین۔ مثلاً لوگون کی ذاتی ضروریات کا بڑھانا اور اُسی کو شریف سمجھنا جو آسائش کے ساتھ رہتا ہو۔ اِس صورت مین علماے سیاست مدن کا یہ خیال ہے کہ لوگ جب تک اسقدر سرمایہ یا ایسے ذرائع معاش پیدا نہ کرلین گے کہ بیوی بچونکو آسودگی کی حالت مین رکھ سکین شادی نہین کرین گے۔ اِس تدبیر کا اچھا اثر نہین ہوا۔ زن و مرد آزادی و شرافت کے بیجا معنی سمجھکر قوانین قدرت کے خلاف زندگی بسر کرنے لگے۔ غربا کی بےبضاعتی انھین اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ جلدی کرکے بیوی بچون سمیت کام کرنے لگین تاکہ گزر اوقات ہوسکے۔ بہت سے خاندان برباد ہوکر

باہر نکل جاتے ہین۔ بہت سے نوآبادیون مین جاکر آباد ہو جاتے ہین۔ ہمارے ہان آبادی کا مسئلہ ہمارے مذہبی اصول حل کر رہے ہین۔ ہماری قدیم کتب مقدس کی ہدایت ہے کہ لڑکے کی شادی ۲۵ سال سے پہلے اور لڑکی کی شادی ۱۶ برس سے پیشتر ہرگز نہین ہونی چاہیئے۔ ہماری مذہبی انجمنین برہمچریہ (عالم تجرید مین کم از کم ۲۵ سال تک طالب علمی) کے فوائد عوام کے ذہن نشین کر رہی ہین۔ پہلے طریق تعلیم گوروکل کے اصولون پر مبنی تھا۔ ۲۵ سال کی عمر مین تحصیل تعلیم سے فارغ ہو کر طالب علم کو قبیلدار بننے کیلئے اپنے اُستاد کی اجازت لینی پڑتی تھی استاد چونکہ ایام طفولیت سے ہر ایک طالب علم کی خصلت۔ میلان طبع اور صحت جسمانی سے واقف ہوا کرتے تھے۔ نیز وہ اُسکے والدین کی مالی حالت سے بھی بے خبر نہین ہوتے تھے اسلئے جملہ امور کو مدنظر رکھکر شادی کرنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ گو اسوقت یکلخت اُس مکمل معراج کو ہم نہین پہونچ سکتے تاہم شادی صغیر سنی کا انسداد غیر ممکن نہین ہے۔

پانچوان سوال یہ ہو سکتا ہے کہ انگلستان اسوقت آزادانہ تجارت کا حامی ہے اور یہی اُسکی حکمت عملی ہو اور اسی پر وہ کاربند ہے۔ آیا اسکے خلاف عمل کرنے سے ہندوستان کی تجارت کو تو نقصان نہین پہونچیگا؟ جواب یہ ہو کہ انگلستان ہمیشہ سے آزادانہ تجارت کا حامی نہین رہا ہو۔ یوروپ کے دیگر ممالک انگلستان کے اِس بارے مین ہمراے اور ہمداستان نہین ہین۔ انگلستان ضرورتاً بلکہ اپنی ذاتی اغراض کے باعث آزادانہ تجارت کا حامی و موید ہے۔ تاہم اسکے علمائے سیاست مُدن اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ یہ اصول علوم وفنون و تجارت مین پس ماندہ قومون کے مفید مطلب نہین کیونکہ وہ درحقیقت ترقی یافتہ قومون سے برابر کا مقابلہ نہین کر سکتین انھین حفظ ماتقدم کا ضرور خیال ہونا چاہیئے۔ شروع مین جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ہندوستان مین عمل دخل ہوا تو اہل ہند کمپنی پر رو زدیتے تھے کہ ہندوستانی کاریگرونکو حکماً مجبور کیا جاے کہ وہ صرف کمپنی ہی کے کارخانجات کے کام کرین تاکہ سوائے کمپنی کے اور کوئی تجارت سے فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ خاص انگلستان مین ۱۷۰۰ء مین ایک قانون نافذ ہوا تھا جسکا نام ایکٹ دہم و دوازدہم ولیم سوم ہے۔ اُسکی رو سے ہر ایک باشندۂ انگلستان کو ہدایت تھی کہ کوئی بھی ہندوستان کا مال خانگی استعمال مین

نہ لائے۔ ہندوستان کا مال فروخت کرنے والے اور استعمال کرنے والے پر پچھتیر روپیہ تک سزائے جرمانہ تجویز کیگئی تھی۔ اسی پر قناعت نہین کیگئی بلکہ ہندوستانی مال پر سخت محصول لگایا گیا تاکہ کسی کو مال لانے کی جرأت نہو۔ انگلستان آج تک برابر اناج و روغنی تخم۔ کپاس۔ شکر۔ سن اور میوہ جات وغیرہ کیلئے ممالک غیر کا دست نگر ہے بوجہ ازدیاد آبادی و توسیع کارخانجات ان اشیاء کے پیدا کرنے کی اسمین گنجائش نہین ہے۔ اگر یہ کیجا یین اور باہر سے مال نہ آسے تو یہ اسقدر گران پڑین کہ ہر شخص آسانی سے انھین خرید نہ سکے۔ البتہ پتھر کے کوئلے اور لوہے وغیرہ کی کانین وہان حسب دلخواہ ہین۔ المختصر انگلستان کا حصر کارخانجات اور ساخت اشیاء پر ہے۔ جب اسمین کمی واقع ہوتی ہو تو آفت آجاتی ہے۔ مجمع بیکاران عذاب جان ہوجاتا ہے۔ انگلستان کو آزادانہ تجارت کے اصول پر عملدرآمد سے بہت کچھ فائدہ ہوا ہے اسلئے اب وہ اسکا حامی و مداح ہے۔

چھٹا سوال یہ ہے کہ سُدیشی تحریک آیا ہندوستان ہی سے خصوصیت رکھتی ہو یا کسی اور ملک مین بھی اِس قسم کی تحریک اِسی طریق پر کبھی ہوئی تھی؟ تاریخ شاہد ہے کہ جب ممالک متحدہ امریکہ انگلستان کے زیرنگین تھے تو ایک مرتبہ امریکہ نے انگلستان کی قانونی سختیون سے تنگ آکر یک بخت یہ عہد کر لیا تھا کہ ہم انگلستان کا مال استعمال نہین کرینگے۔ دفعتاً اس عہد کے باعث حد درجہ دقتین پیش آئین مگر سب اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے۔ بڑے بڑے مالدار آدمیون نے گودڑ اور ہاتھ کے بنے ہوے کملون سے سردی کاٹ لی مگر انگلستان کا مال نہین خریدا۔ یہین سے اس ملک کی ترقی و آزادی کی شروعات سمجھنی چاہیئے۔ گزشتہ دو تین سال کے اندر جرمن۔ چین اور خاص انگلستان مین یہی تحریک کسی نہ کسی پیرایہ مین بڑے زور کے ساتھ نمودار ہوچکی ہو۔ اگر مسٹر چمبرلین کے دم مین دم باقی ہے تو دیکھئے آئندہ سال دو سال کے اندر انگلستان مین کیا گل کھلے۔ کم از کم ایک دفعہ غل تو خوب ہوگا۔

ساتوان سوال یہ ہوسکتا ہے کہ تقسیم بنگال کے مسئلہ کے پیشتر بھی سُدیشی اشیاء کے استعمال کی اس ملک مین تلقین ہوچکی ہو اگر ہوئی ہے تو اسکا کچھ عملی نتیجہ بھی

ظہور پذیر ہوا تھا یا نہین؟ گزشتہ زمانہ کے سُدیشی اشیا کے باعمل حامیون کی فہرست مرتب کرنا تو محنت طلب کام ہی مگر جہانتک مجھے معلوم ہے مہرشی سوامی دیانند سرسوتی باقاعدہ اور متواتر سُدیشی اشیاء کے استعمال پر اپنے وعظ مین زور دیا کرتے تھے۔ اُن کی سوانح عمری سے واضح ہو سکتا ہے کہ اُن کی یہان تک رائے تھی کہ اگر ممکن ہو سکے تو ممالک غیر کی ادویات بھی استعمال نہین کرنا چاہیئے۔ قریب سولہ سترہ سال کے ہوئے جلندھر سے چند چھوٹی چھوٹی کتابین سُدیشی تحریک کے بارے مین اراکین آریہ سماج نے شائع کی تھین۔ اخبارات مین بھی مضامین نکلا کرتے تھے جلندھر اور لاہور وغیرہ کے معزز آریہ صاحبان نے علانیہ عہد و پیمان کیئے تھے کہ ہم ولایتی کپڑے کا استعمال نہین کرین گے۔ چنانچہ ابتک وہ اپنے قول و قرار پر مستحکم ہین۔ اُنھین ایام مین جلندھر لودھیانہ گجرات (پنجاب) مین طرح طرح کے خوبصورت سوتی کپڑے ہاتھ سے بُنے جانا شروع ہوئے تھے جنھین گبرون کہتے ہین۔ علاوہ دیرپا اور خوبصورت ہونے کے یہ گران بھی نہین تھے۔ یورپین اصحاب تک انکے شائق ہو گئے تھے مگر زان بعد مال خراب طیار ہونے لگا۔ رنگ کچے نکل جاتے تھے۔ اور کپڑا بھی اچھا نہین ہوتا تھا اس لئے عوام کی توجہ انکی جانب سے کم ہو گئی۔ مرحومہ ڈاکٹر آنندی بائی جوشی۔ ایم۔ ڈی کی سوانح عمری قابل ملاحظہ ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے مترشح ہے کہ وہ کسقدر سُدیشی اشیا کی حامی تھین۔ فی الحقیقت مرحومہ کی وفات حسرت آیات ہے۔ ہزارون اُمیدون کا خون ہو گیا۔ اِس ملک کی بدبختی کا کہانتک رونا رویا جائے۔ اگر بائی جی کی عمر کچھ عرصہ اور وفا کرتی تو وہ اپنی سی کئی خاتونین بطور یادگار چھوڑ جاتین۔ مرحومہ کی سوانح عمری سے ذیل کے چند فقرے اخذ کیئے جاتے ہین:۔

"کلکتہ مین آکر آنندی نے عہد کر لیا تھا کہ کبھی غیر ممالک کا کپڑا نہ پہنونگی اور اور ہندوستان کے سوا کسی اور جگہ کی کوئی چیز بھی استعمال نہ کرونگی امریکہ کے سفر کے واسطے گرم کپڑون کی ضرورت تھی مگر اُسنے موٹا گجراتی کپڑا جو مثل دوہرے کے ہوتا ہی خریدا اور اُس کے کپڑے بنائے گو وہ دیکھنے مین بہت بدنما ہوتا ہی لیکن اسنے اسکی مطلق پروا نہ کی۔" یہ ۱۸۸۳ء کا ذکر ہے جب تک بائی جی امریکہ

اور انگلستان مین رہین ایک لمحہ کیلئے بھی سدیشی اشیاء کے استعمال کے متعلق عہدشکنی نہین کی - بلکہ بیسیون امریکن لیڈیون کو یہان کے کھانون ساڑیون اور چوڑیون کا قدردان بنا دیا - ان کی حیات کے مطالعہ سے منکشف ہو سکتا ہو کہ انہین حب الوطنی کس درجہ تھی -

آٹھوان سوال یہ ہو سکتا ہو کہ ہماری گورنمنٹ سدیشی تحریک کی نسبت کیا خیال کرتی ہے اور آئندہ کیا کریگی ؟ ابتک تو گورنمنٹ نے کوئی ایسی کارروائی نہین کی کہ جسپر اعتراض کیا جا سکے امید ہو کہ آئندہ بھی اسکی طرفسے کسی قسم کا جبر اور تعدی ظہور مین نہین آئیگی - مجال ہو کہ گورنمنٹ کسی سے یہ کہے کہ آپ ڈھاکہ کی دھوتی نہ پہنین مانچسٹر کی پہنین - جو اصحاب مقامی حکام مثلاً کمشنرون یا کلکٹرون کی ذاتی آراے یا بیجا حرکات کو گورنمنٹ سے منسوب کر لیتے ہین اُنھین آسانی سے قائل نہین کیا جا سکتا - گورنمنٹ کے اِس قسم کے احکام زیادہ عرصے تک پوشیدہ نہین رہ سکتے - جب کوئی بات ہوگی سدیشی تحریک کے پیشوا و رہنما اسکا رفعداد کر دینگے - میرے خیال مین زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہو کہ طلباء اور سرکاری ملازمون کو سُدیشی جلسون مین نمایان حصہ لینے سے منع کر دیا جاے - ممکن ہے کہ کبھی کوئی قابل اعتراض ٹکس تجویز کیا جاے مگر یک بیک یہ بات نہین ہو سکتی - لارڈ کرزن کا دور ختم ہوتا ہے امید ہے کہ لارڈ منٹو کا عہد مبارک ثابت ہوگا - مگر یہ سمجھ لینا صحیح نہین ہوگا کہ لارڈ کرزن نے سدیشی تحریک کی کسی پیرایہ مین بھی مخالفت کی ہو - دہلی دربار کی تقریب پر جو تقریر موصوف نے افتتاح نمائشگاہ کے وقت فرمائی تھی وہ صاف طور پر ہمین سدیشی اشیاء کے حامی ہونے کی تاکید کرتی ہے - اسوقت ہندوستان و انگلستان مین گورنمنٹ پر یہ الزام لگایا جاتا ہو کہ سلطنت انگلشیہ کے عہد مین یہ ملک حد درجہ مفلس ہوگیا ہو - اگر یہ الزام دور ہو جائے تو گورنمنٹ خوش ہوگی یا ناراض -

نوان سوال یہ ہے کہ سُدیشی تحریک کا نتیجہ کیا ہوگا ؟ جواب یہ ہے کہ مُلک نہال اور مالامال ہو جائیگا - اہل سرمایہ اپنا سرمایہ پُرمنفعت کارخانجات اور تجارت مین لگا سکین گے - کام کرنے والون کو کافی کام مل سکے گا - زراعت کی خوب ترقی ہوگی - تعلیمیافتہ اور متدین اصحاب کو بے روزگاری اور ناقدردانی کی شاذ و نادر

شکایت ہوا کریگی اخبارات و رسالجات اور مفید کتب کے حیطۂ اقتدار وسیع ہونے کے باعث عام رائے تقویت پذیر ہوگی جسکی طاقت گورنمنٹ کو بھی تسلیم کرنی پڑیگی۔ آزادانہ رائے اظہار صحیح واقعات اور دلائل معقول ہر جگہ جور و ظلم کی بیخ کنی کرانے کا باعث ہوتے ہین۔ یہی ذرائع ہین کہ جو تشدّد آمیز قوانین کا قلع قمع کرا سکتے ہین۔ افلاس کے دور ہوتے ہی قسم قسم کے امراض نابود ہو جائینگے۔ سب جانتے ہین کہ ہر طرح کی بلاؤن اور آفتون کے شکار زیادہ تر فلاکت زدہ اشخاص ہی ہوا کرتے ہین۔

دسوان سوال اور آخری سوال یہ ہو سکتا ہو کہ آیا اس سدیشی تحریک کو کچھ خطرے بھی پیش آئینگے یا نہین؟ جواب یہ ہو کہ ہر ایک تحریک کی منزلین ہوتی ہین یہ ایک قدرتی قاعدہ ہو سطے منازل اس تحریک کے لیئے بھی لازمی ہو۔ اہل بنگال نے تقسیم بنگال کی تجویز ملتوی کرانے کیلئے سدیشی تحریک کو کارآمد خیال کیا تھا۔ اِس سے اُنھون نے بہت بڑا کام لیا مگر اُن پر آفرین ہو کہ جلد اپنی موروثی دانائی اور دور اندیشی کو کام مین لاکر اسے آزاد کر دیا۔ اسکو ایک محدود اور مقامی مسئلہ ہرگز قرار پانے نہین دیا۔ یہ پہلا خطرہ تھا جو قطعی دور ہو گیا۔ دوسرا خطرہ جسکا روزمرہ اعلان بعض کوتہ اندیش اینگلو انڈین اخبارات کیا کرتے تھے یہ تھا کہ اس سے ملک مین شورش برپا ہو کر فساد اور بلوے ہونے شروع ہو جائینگے۔ یہ خیال محض لغو ثابت ہوا تیسرا خطرہ خطرہ تو نہین کہا جا سکتا البتہ اسے وسوسہ کہ سکتے ہین جو ابھی تک باقی ہو۔ مگر یقین ہو کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اسکا مطلق اثر نہین رہیگا وہ یہ ہو کہ بعض اصحاب نے یہ رائے مشتہر کرنا شروع کر دی ہو کہ ہمین سب سے پہلے اپنے آپ کو ایشیائی سمجھنا چاہیے ازان بعد ہندوستانی۔ ممالک ایشیا سے ہمین برابر مال منگوانا چاہیئے اسی مین ہماری بہبودی ہو۔ میرا خیال یہ ہو کہ سب سے پہلے ہمین اپنے آپ کو ہندوستانی سمجھنا چاہیے دوسرے درجہ پر مشرقی یا ایشیائی اور تیسرے درجہ پر باشندگان کرۂ ارض۔ اگر اس بارے مین ہمسے ذرا سی غلطی بھی ظہور مین آئیگی تو سب بنا بنایا کام بگڑ جاسے گا۔ بہت جلد لوگ ہمین رائے دینگے کہ اس ترقی تہذیب کے زمانہ مین ہمین فرقہ بندی نہین کرنی چاہیئے ہمین تنگ چشمی سے باز آنا چاہیئے۔ ہماری تنگ خیالی باعث ذلت ہوگی۔ جہان ان باتون کا دلپر اثر ہوا خیالات کا سست پڑ جانا معمولی بات ہو۔

خیالات کے سُست ہوتے ہی طاقتون کا زائل ہوجانا لازمی نتیجہ ہے۔جب وہ دلون کو اُبھارنے والی اور کام کرنے والی طاقت ہی منتشر ہوگئی تو انجام مایوسی اور شرمساری کے سوائے اور کیا ہوسکتا ہے۔بغیر طاقت کے وہ مٹے ہوے کارخانے کیونکر سرسبز ہوسکتے ہین۔اُن تباہ شدہ کاریگرون کے خاندان کیونکر آباد ہونگے۔ اور وہ غارت شدہ تجارت کیونکر چمک سکتی ہو۔نہین جس کام کو ہمنے شروع کیا ہو۔ اُسے دل وجان سے برابر کرنا چاہیئے۔کامیابی ہاتھ باندھے سامنے کھڑی ہے۔

نوان سوال یہ بھی کیا جاسکتا ہو کہ سُدیشی تحریک کا عامۂ اخلاق پر کیا اثر ہوگا۔ اسکا آسان جواب یہ ہو کہ حب الوطنی سُدیشی تحریک کی بنیاد سمجھی جاتی ہو۔یہ بذاتہ ایک اعلیٰ درجہ کی اخلاقی صفت ہو۔اسکے علاوہ سُدیشی تحریک کا مقصود مُلک سے افلاس کو جہان تک ممکن ہوسکے کم کرنا ہو۔افلاس و ادبار کی ترقی ایک حد تک جرائم کی افزونی کا باعث ہوا کرتی ہو۔چنانچہ محکمۂ پولیس کی سالانہ رپورٹون سے واضح ہوسکتا ہو کہ جس سال خشکی و دیگر آفات سماوی کی وجہ سے فصلین خاطر خواہ نہین ہوتین جرائم کی تعداد بڑھ جاتی ہو۔یہ جرائم قریب قریب چوری اور ٹھگی مین ہوتے ہین۔جن سالون مین فصلین عمدہ ہوتی ہین اور ہر قسم کے کاروبار روان ہوتے ہین۔چوریان اور راہزنی بہت ہی کم ہوجاتی ہین۔گزشتہ چار پانچ ماہ سے خاص کلکتہ سدیشی تحریک کا مرکز بن رہا ہو۔ ایک معزز اخبار کے وقائع نگار نے ذاتی تحقیقات سے یہ لکھا تھا کہ بڑے بازار کے لنڈھے اب بازار مین لوگون کی جیبین نہین کاٹتے اور نہ دنگہ فساد مین شریک ہوتے ہین۔ چونکہ عوام نے ولایتی سگرٹ وغیرہ بالکل ترک کردیئے ہین۔اُنھون نے تماکو کی بیڑیان بنانے کا کام شروع کردیا ہو۔خاصی آمدنی کی سبیل نکل آئی ہو۔سُدیشی تحریک سے جبکہ بدترین نوع انسانون اُخورسے اُخور اور دین و دنیا سے گئے گزرے لوگون تک کو سُدھار دینے کی طاقت موجود ہو۔تو اچھے آدمیون کو فنا فی القوم ملک کے خیر خواہ اور عوام کے بھی خواہ بنا دینے مین کیا شک ہوسکتا ہے۔

دسوان سوال یہ ہوسکتا ہو کہ سُدیسی تحریک کا خانگی انتظام پر کیا اثر ہوگا۔ جہانتک سمجھ مین آسکتا ہو خانگی انتظام کی خوبی و عمدگی بطریق مناسب کفایت شعاری پر منحصر ہوا کرتی ہو۔کفایت شعاری یونتو کونسا ایسا ملک ہوگا جہان ضروری نہ سمجھی جاتی ہو

مگر میرا خیال یہ ہو کہ ہندوستان کو تو فی زمانہ اسکی اشد ضرورت ہے۔ بالخصوص اسلئے
کہ یہان کے کارخانجات صنعت و حرفت پٹ پڑے ہوے ہین اور تجارت وغیرہ کے
ہاتھو مین ہو۔ روزمرہ کی ضروریات کے سامان ہم ممالک غیر کی ساخت کے خریدتے
ہین۔ ہم جانتے ہین کہ یہ روپیہ برابر غیر ممالک کو جاتا ہو۔ ہماری فضول خرچی کی وجہ سے
جو روپیہ باہر جاتا ہو اُسکا قلق تو بہت زیادہ ہونا چاہیئے سدیشی تحریک سب سے پہلے اہل
ہند کو علی کفایت شعاری کا سبق دیگی۔ سردست بلکہ برس دو برس تک یہ ممکن نہین ہو
کہ دیسی صنعت و حرفت کی انواع و اقسام کی اشیا ہر جگہ اس افراط سے میسر آسکین
جیسی کہ ممالک غیر کی آتی ہین۔ پس اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس شے کی ہمین اشد ضرورت
ہوگی وہی ہم خریدینگے۔ یہ نہین ہوگا کہ ناکارآمد اور غیر ضروری اشیا مین بلاوجہ
اپنا روپیہ صرف کرین۔ ممالک غیر مین صدہا قسم کی چیزین محض ہندوستان کے لئے
تیار کیجاتی ہین۔ جو کارخانجات کلیتًا ہندوستان کے لئے مال تیار کرتے ہین وہ ممالک
یوروپ مین اعلیٰ درجہ کے شمار کئے جاتے۔ اُن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہو کہ یہ نکمی اور
بھڑکدار چیزین بہت سستی بناکر ہندوستان کے گلے منڈھتے ہین۔ وہ جانتے ہین کہ ہندوستان
اسوقت ایک غریب ملک ہو اور وہ عمدہ اور بہترین چیزون مین تمیز مشکل سے کرسکتا
ہے۔ اسکے باشندون کے مذاق گرگئے ہین۔ یہ ردی مگر روغنی چیزون کو سب کچھ سمجھتے
ہین۔ کفایت شعاری کے معنی نحوست اور بخل نہین ہین۔ بلکہ اپنے زر اور مال و متاع
کا مناسب استعمال صحیح معنون مین کفایت شعار ہی دریادل اور فیاض ہو سکتا ہو۔
غرض ہمین اسوقت کفایت شعار بننے کی ازحد کوشش کرنی چاہیئے متمول آسودہ
حال اور امراء کی ایک حد تک فضول خرچی بھی چندان زبون اثر پیدا نہین کرسکتی
بشرطیکہ روپیہ ملک کے باہر نہ جاوے۔ مگر جب صورت بالکل برعکس ہو تو نتیجہ ظاہر ہے۔
ممالک یوروپ کے امراء و زراء اور اہل سرمایہ اپنے دوستون کی معمولی چا ناشتہ
کی دعوتون پر چار چار سو پانچ پانچ سو روپیہ کے پھولون کے گلدستے وغیرہ کو خرید لیتے ہین
یہان اسقدر رقم مین کئی کام نکل سکتے ہین۔ مگر وہان امراء کا روپیہ باہر کم جاتا ہے۔
اُنھین کے ہموطن گل فروش اُس سے مستفید ہوتے ہین اور وہ امراء کے مذاق کے
مطابق صرف کثیر سے ہر موسم کے پھول پتے وغیرہ پیدا کرتے ہین۔ ہمارے امراء کا روپیہ

بقول لارڈ کرزن زیادہ تر یا ٹن ہم کورٹ روڈ کے سوداگرون کے نذر ہوتا ہے۔ اکثر انگریزی وان اصحاب کا یہ وطیرہ ہی کہ خواہ کپڑون کے صندوق بھرے پڑے ہون مگر اُنھین ہر سال دو چار جوڑے نئے بنوائے بغیر چین نہین پڑتا۔ پہلے جوڑے شاید مہینہ دو مہینہ بھی نہ پہنے ہون۔ اُن کا کچھ بھی بگڑا نہو مگر ذرا کسی نے کہدیا کہ اس سال نئی وضع کا کپڑا آیا ہی فی الفور خریداری کو آمادہ ہوگئے۔ یہ سب صحیح ہی لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو ان کا بھی بہت زیادہ قصور نہین ہی۔ ہر ملک مین اور جمہور کے ہر طبقے مین لیڈر ز آف دی فیشن (وضع قطع تراش خراش کے بانی مبانی اور رہنما) ہوا کرتے ہین جس قسم کی وضع یہ اختیار کرتے ہین اسی کی تقلید سب خوش پوش لازمی سمجھتے ہین۔ یہ خبط ممالک یورپ مین انتہا بلکہ اگر یون کہا جائے بیہودگی کی حد کو پہونچ گیا ہی تو بیجا نہین ہوگا۔ پچھلے دنون امریکہ کی متمول اور شاندار خاتونون مین یہ فیشن مروج ہوگیا تھا کہ چھوٹی چھوٹی چھپکلیون کو طرح طرح کے رنگون سے رنگ کر اپنی آستینون پر رکھتی تھین۔ ہمارے ہان اگر چھپکلی کسی پر گر پڑے یا چھو جائے تو نہائے بغیر دم نہ لین۔ انگلستان مین ایک عرصہ دراز سے ہماری ملکہ رہنمائے وضع ہین۔ مشہور ہی کہ ان کے لئے پیرس (دار الخلافہ ملک فرانس) اور لنڈن کے درمیان روزمرہ کپڑون اور زیب و زینت کے سامانون کا ایک پولندہ روان رہتا ہے۔ مختلف جلسون اور مختلف تقاریب پر جس لباس مین یہ نمودار ہوتی ہین۔ فی الفور وضع قطع کے اخبارون اور رسالون مین مُو بمو بلا کم و کاست اسکی کیفیت شائع ہوجاتی ہی۔ بعض مین تصاویر دیدی جاتی ہین بعض مین الفاظ کے ذریعے سے نقشہ کھینچدیا جاتا ہی۔ تمام مُلک کی آسودہ حال خاتونون مین یہی وضع مستند اور مُروّج ہوجاتی ہی۔ اسکے خلاف عمل کرنے پر مذاق اُڑتا ہے۔ عامل کا مارے پھبتیون کے ناک مین دم آجاتا ہی۔ اُسکی جرأت نہین پڑتی کہ کسی جلسے مین شریک ہو۔ چار دن ہوئے ایک قیمتی لباس طیار کرایا گیا تھا۔ اسے دو مرتبہ بھی زیب تن نہین کیا کہ وضع بدل گئی۔ وہان ایک مثل مشہور کہ آوٹ آف فیشن آوٹ آف نیشن۔ مراد یہ کہ جو وضع کی پابندی نہ کرے اُسے قوم سے خارج سمجھنا چاہئیے۔ ہماری ملکہ کو چرخہ کاتنے سے خاص شوق ہی۔ فرصت کے وقت یہ شوق بھی

پورا کیا کرتی ہین ایک مرتبہ یہ ایک ایسے کارخانہ مین تشریف لیگئین کہ جہان ہاتھ سے کاتے ہوے سوت کی لیس (کناری) بنا کرتی تھی اور پہلے اسکا عام رواج تھا۔ وضع بدل جانے کے باعث یہ کس مپرسی کی حالت مین ہوگئی۔ اہل کارخانہ نے ملکہ کے روبرو اپنا حال زار بیان کیا۔ اسپر ملکہ نے کچھ کناری خریدلی اور دو چار دن بعد اُسے خود استعمال کیا۔ پھر کیا تھا تمام ملک مین بدستور اسکی قدر ہوگئی چارون طرف سے اسی لیس کی مانگ آنی شروع ہوگئی۔ کارخانے کے ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ مگر یہ کہنا شاید غلط نہین ہوگا کہ ہماری ملکہ کے حسب پسند مال زیادہ تر فرانس ہی مین ملتا ہو۔ انگلستان کو ابھی تک یہ رُتبہ حاصل نہین ہوا کہ فرانس کی مانند نفیس مال تیار کرسکے۔ مگر انکی بہو (مراد پرنسس آف ویلز) جو سیر ہندوستان کے لئے تشریف لارہی ہین اور جنھین ہماری آئندہ ملکہ کہا جاتا ہو) اِس بارے مین ان سے متفق نہین ہین چھ ماہ قیام ہندوستان کے لئے صدہا اقسام کے لباس انکے لئے طیار ہوئے ہین۔ مگر اُنھون نے سب سے پہلے یہ تاکیدی فرمان جاری کردیا تھا کہ سوائے انگلستان کی اشیاء کے ان مین غیر ممالک کی ایک بھی شے نہو۔ غور کرنے کا مقام ہو کہ ایسی معزز خاتون جنھین بیدار ہونے سے شب کو استراحت فرمانے تک معمولی طور پر چھ سات مرتبہ تبدیلی پوشاک کی ضرورت ہو اُنھین چھ ماہ کے لئے کسقدر پوشاکون کی ضرورت ہوگی۔ اور پھر یہ پوشاکین صدہا مختلف جلسون دربارون اور دعوتون وغیرہ مین شریک ہونے کیلئے ہون۔ ہندوستان مین دو دو ماہ بعد موسم تبدیل ہوتے رہتے ہین۔ ان موسمون کا لحاظ بھی لازمی تھا مگر یہ بالکل صحیح ہو کہ اُنھون نے سوا انگلستان کے اور کسی غیر ملک کی شئے کو اپنے شاہی توشہ خانہ مین دخل نہین دیا۔ کیا یہ ممکن ہو کہ انکی تقلید انگلستان کی دیگر معزز خاتونین نہ کرین۔ ضرور اثر ہوگا۔ اسی اصول کو مدنظر رکھکر جب ہمارے ملک کے بھی رہنما وضع قطع اسی ملک کی اشیاء کے استعمال کو ترجیح دینے لگین گے تو ممالک غیر کی چیزون کی کساد بازاری ہوجاویگی۔

بنسیتی

رقعات

نواب بدر عالم صاحبہ محل خاص سابق بادشاہ اودہ

(۱)

پیارے جان عالم سلامت۔ احوال زبون قابل بیان نہین ہو لائق اظہار یہ داستان نہین۔ صدمۂ فراق تو برسون سے جان گزا تھا وہ مرض تو گویا عارضۂ خلقی بنا تھا اُسیر یہ طرے ہین گویا موے پر سو درے ہین۔ بے گھر بے در ہو گئی۔ بیٹھنے کے ٹھکانے نہ ہے تباہی مین گرفتار ہین بے مونس و غمخوار ہین حیثیت ظاہری کا بالکل خاتمہ ہوا۔ زیور اسباب لباس کچھ نہ رہا کچھ حضرت محل کی بدولت لُٹ گیا۔ کچھ نکلتے وقت چھُٹ گیا۔ بھاڑی زمین پر بیٹھتی ہون۔ ٹوٹے مکانو مین رہتی ہون۔ نہ وہ محل ہو نہ وہ باغ ہو خانۂ دل بے چراغ ہو۔ تمہارے مکانونکو دیکھکر جی بہلاتی تھی۔ یکین کا پتہ مکان سے باقی تھی۔ فلک کو یہ بھی ناگوار ہوا اُس زمین پر بیٹھنا ہمارا دشوار ہوا۔ اسطرح چھوڑوا یا کہ ننگے پاؤن نکلوا دیا اللہ رے کجروی فلک ناہنجار کی اور گردش لیل و نہار کی ایسا بھی دشمن کوئی ہوتا ہو ایسی بھی عداوت کوئی کرتا ہو۔ کسی حال مین چین نہ دیا کسی طرح ایک حال پر قرار نہ لیا۔ القصہ زندگی تو وبال جان ابتدائے فراق سے ہو مگر سچ سمجھنا جان عالم کہ اب جینا بہت شاق ہو۔ زندگی عجب ہے معلوم نہین جینے کا کیا سبب ہے علاوہ اِن سب صدمون کے تمسے بھی شکوہ ہو۔ ہمکو آج تک تمنے جھوٹون نہ پوچھا یہ گلہ ہو۔ کیون جان عالم ایسا ہی ہوتا ہو۔ یہ سب محل تو دامن دولت سے تمہارے بندھی تھے۔ یہ سب کوئی تھے ہم کوئی نہ تھے اور ونکو خط بھی بھیجا۔ خرچ بھی پہونچا۔ ہمکو جھوٹون نہ پوچھا یہیں سبحان اللہ دیکھا۔ یہ میزان عدالت تمہاری ہو کوئی پلہ ہلکا کوئی بھاری ہو مقتضائے غیرت یہ تھا کہ حال اپنا نہ لکھتی جیسی پڑتی سہتی۔ مگر بے اختیاری دل نے بے قرار کر دیا۔ عاشق سے صبر کب ہو سکا۔ ضبط کا یارا نہ رہا خط لکھ بھیجا۔ زیادہ بس و مابقی ہوس۔

(۲)

تجلی دہ مہر انور۔ ضیا بخش قمر۔ نور افزائے بدر۔ شہنشاہ عالی قدر۔ بادشاہ بحر و بر رشک سرو صنوبر

سلطان عالم بلکہ جان عالم دام سلطنتہ و محبتہ۔ بعد اشتیاق وصل بلا فصل جان جہان کہ بے پایان ہو۔ اے امیر اپنے حال کی یہ داستان ہو زبان قلم سے بیان ہو کہ مکتوب بہجت اسلوب بعبارت مختصر دمرغوب مورخہ نیمہ شعبان سترھوین رمضان المبارک کو آیا۔ اپنی غزل فرستادہ کی رسید کا پتا پایا۔ یہ غمزدہ اُسے دیکھکر نہایت شاد اور قید انتظار سے آزاد ہوئی۔ اس یادآوری پر لاکھون دُعائین جان عالم کو دین اور وفور اُلفت مین تصور سے اپنے پیارے سلطان عالم کی بلائین لین لیکن مضمون خط کو پڑھکر پھر قید غم مین گرفتار ہوئی اور ربقۂ سلسلۂ الم مین سراپا تا چار رہوئی۔ یہ اسیر محبت اور قیدی اُلفت اِس سزا کی سزاوار نہین۔ قابل اس بار گران اُٹھانیکے یہ جسم زار نہین۔ للہ تغافل شعاری کو کام نہ فرمائیگا بدر کو داغ الم دیکر ہلال نہ بنائے گا۔ اے اختر تابان فلک حسن و جمال ورائے مہر درخشان سمائے اوج کمال۔ تمسے کمال مہربانی کی بدر امیدوار ہو۔ کیونکہ ناچیز اور ذرۂ بے مقدار ہے نقط مکان کا پتہ نہ لکھنے کی گنہگار ہے۔ اگر حکم ہو توجس مکان مین کہو رہا کرون۔ پتا تو کیا ہمراہ اشتیاق نامہ کے نقشۂ مکان لکھواکر بھیجدیا کرون۔ اے سکندر شان۔ اس حیرتی رُخ تابان کا مکان کہان۔ کہ در اصل چندروز سے بشکل آئینہ خانہ بدوش حیران و پریشان ہو۔ ایک عالم سے روپوش۔ صرف جوش وخروش سابق ازین مفتی گنج مین سکونت تھی اور مفارقت جان عالم سے دل کو حیرت تھی۔ بالفعل گولہ گنج مین قریب مکان داروغہ میر واجد علی یہ دور اُفتادہ مقیم ہے۔ اور رنجیدہ دوری جان عالم سے دل دو نیم ہے۔ اس نشان دہی مکان پر بھی با ہذا الصراط المستقیم دل در مقام امید و بیم ہے۔ کہ اِس مجرم اُلفت کا گنہ معاف ہوا آئینہ ضمیر منیر اس حیرتی کار کی طرف سے اِس صورت مین صاف ہوا۔ یا اِس ذرۂ بمقدار کی طرف سے پھر کچھ کدورت باقی ہے۔ لو صاحب اب تو مکان کا پتہ بتا یا نشان مکان پایا۔ اب خدا کے واسطے عنایت نامہ کے بھیجنے مین دیرنگی کو کام نفرمانا۔ للہ صورت ناسور چشم منتظرہ کو خون نہ رولانا۔ بجز تمنائے وصل کیا لکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ جان عالم کی چاندسی شکل بدر کو پھر دکھلائے۔ آمین۔ الٰہی زماہ تا بماہی زیر نگین شاہی باد۔

یہ رقعات جو ایک بادشاہ بیگم کی خیالات کا آئینہ ہین ہمین سید محمد عادل صاحب نے حیدرآباد دکن سے ایک معتبر قلمی نسخہ سے نقل کر کے عنایت کیے ہین۔ اس نسخہ پر شاہ اودھ مرحوم کے کتبخانہ کی مُہر بھی ثبت ہو۔ ایڈیٹر

ہندوستان کی قابل رحم حالت

اور
اُسکی ترقی کے متعلق ایک مفید تجویز

تعلیم یافتہ ہندوستانی اصحاب اور خیرخواہان ملک عموماً اور ایڈیٹران اخبارات خصوصاً ہمانکی اصلی لیڈر ہین۔ اور عام لوگونکی قابل رحم حالت کی اصلاح بھی انھین لیڈرون کے ہاتھ مین ہے۔ مین نے اپنے ملک کی افسوسناک حالت کے متعلق بہت کچھ سوچا ہو اور مین اس امر کا بخوبی قائل ہون۔ کہ ہندوستانیون کیلئے سب سے بھاری اصلاح اور ضرورت اخبارات کا مطالعہ کرنا ہو تاکہ تمام ہندوستانیونکو اپنی حالت کے طریق اصلاح اور ضرورتین معلوم ہون۔ اسلئے ہر ہندوستانی کا فرض ہو کہ نہ صرف وہ اخبارات کو غور سے مطالعہ کرے بلکہ اپنے دیگر رشتہ دارون دوستون اور واقفکارون کو بھی اس امر کی نصیحت کرے کہ اپنے قیمتی وقت کو بیفائدہ تاش شطرنج چوپڑ پالیگون وغیرہ مین ضائع کرنیکے بجائے اخبارات کے مطالعہ مین صرف کرین۔ ہمارے بھائیونکا کسقدر بھاری وقت بے فائدہ ضائع ہوتا ہو اور اگر یہ کل قیمتی وقت ضائع کرنیکے بجائے اخبارات کے مطالعہ مین صرف ہو تو ہم لوگونکی حالت کبھی بھی ایسی خراب اور قابل رحم نہ ہو۔ یوروپ اور امریکہ اور جاپان جیسے مہذب ملکونکے تمام لوگ خواہ بچے ہون۔ یا طلباء اخبارات کو غور اور دلچسپی سے پڑھنا اپنا ایک نہایت ہی ضروری فرض سمجھتے ہین۔ اور اسلئے تمام مہذب ملکون مین اخبارات ایک عمدہ طاقت ہین۔ کیونکہ وہان اخبارات کی روزانہ اشاعت ہی دو اور تین لاکھ ہوتی ہو۔

ہندوستان مین یہ کسقدر رنج ہو۔ کہ عوام تعلیمیافتہ اور طلباء لوگ افلاس کے باعث اخبارات کو خرید بھی نہین کر سکتے۔ اسلیئے مین ہندوستان کے تمام خیرخواہون سے نہایت زور سے اپیل کرتا ہون کہ وہ ضلع ضلع اور تحصیل تحصیل مین فری لائبریریان اور ریڈنگ روم قائم کرین۔ جہان کہ عمدہ اخلاقی کتب اور دلچسپ مفید عام اخبارات رکھے جائین۔ جہان کہ لوگ اپنا وقت بے فائدہ ضائع کرنے کے بجائے اخبارات کے مطالعہ مین صرف کرین۔

یوروپ اور امریکہ کے لوگ اپنے دن کے مقررہ فرض کو پورا کرکے اپنی فرصت کو اخبارات

کے مطالعہ مین صرف کرتے ہین۔ اور اسلئے وہان کے عام لوگ زیادہ عالم اور محب وطن ہین۔ ہندوستان مین تو یہ ضروری اصلاح زیادہ آسانی سے ہو سکتی ہو کیونکہ ہر ضلع و تحصیل اور گاؤن مین مندر و دھرم سالہ اور مسجدین موجود ہین۔ جہانکہ فری لائبریریان اور ریڈنگ روم قائم ہو سکتے ہین۔ اور اس اصلاح سے دو فوائد ہونگے۔ اول تو یہ کہ مذہبی مکانات یعنی مندر و دھرم سالہ و مساجد لوگونکے لیے مفید ہونگی۔ کیونکہ آجکل جو بُری حالت ان مذہبی مکانات کی ہو رہی ہو وہ سبکو اچھی طرح معلوم ہی۔ اور اسلئے مجھے بیان کرنیکی ضرورت نہین۔ اور دوم جسقدر کہ قیمتی وقت ہمارے ملک کے کل لوگون کا بیفائدہ ضائع ہوتا ہو۔ وہ بھی نیک کام یعنی اخبارات کے مطالعہ مین صرف ہوگا جہانتک میرا تجربہ ہو۔ مین خیال کرتا ہون۔ کہ باوجود ہندوستان کی تمام خرابیون کے اگر ہمارے ملک کے لوگون کا قیمتی وقت بیفائدہ کامون جیسے تاش۔ شطرنج یا چوپڑ اور بیفائدہ گپون مین ضائع ہونے کے بجائے اخبارات کے مطالعہ یا سننے مین صرف ہوتا۔ تو بھی ہندوستانی اتنے مفلس اور قابل رحم حالت مین نہوتے اسلئے پھر مین تمام خیرخواہان ملک اور لیڈران قوم سے نہایت زور سے اپیل کرتا ہون۔ کہ اگر واقعی آپ ہندوستان کے تنزل اور یہان کے لوگون کی قابل رحم حالت کو محسوس کرتے ہین اور آپ انسان یعنی اشرف المخلوقات کہلانا چاہتے ہین۔ تو انسانی ہمدردی سے اپنے جاہل مفلس اور گرے ہوی بوڑھے ہندوستان پر رحم کھاکر اپنے نزدیک کے مندر یا دھرم سالہ اور مسجد مین فری لائبریری اور ریڈنگ روم قائم کرنے کی کوشش کرین ہمت مردان مدد خدا جو کچھ سوامی دیانند اور سید احمد صاحب جیسے انسانون نے کیا ہو۔ وہ آپ بھی کر سکتے ہین بشرطیکہ آپ اپنے اس مبارک مشن کی تکمیل کرنیکے لیے مصمم ارادہ کرلین۔ مین نہایت عاجزی سے آپکو یہ بھی مطلع کرنا چاہتا ہون۔ کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان مین یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا ہو۔ اور کوئی وجہ نہین ہی کہ دیگر ضلعون اور تحصیلون مین ثابت نہو۔ اس لئے آپ اپنے رشتہ دار و دوست یا واقف کار دولتمندون سے التجا کرین۔ واقعی مفید خیرات یہی ہو۔ کہ ہر مندر و دھرم سالہ یا مسجد مین فری لائبریری اور ریڈنگ روم قائم ہو جائے۔ جہانکہ ملک کے تمام اخبارات منگوائے جاوین۔ اے بوڑھے ہند کے لوگو خواب غفلت یا سستی کو چھوڑکر اب ایک لحے کو بھی ضائع نہ کرو۔ ورنہ یہ قیمتی موقع پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ مین پرمیشور سے پرارتھنا کرتا ہون کہ آپ کو پرمیشور اس نیک مشن مین پوری کامیابی دے۔

ٹھلرام

بندے ماترم

(بنگال کا قومی گیت مصنفہ بنکم چندر چٹرجی مرحوم مشہور ناولسٹ)

آہ! یہ جان بخش پانی یہ ہوائے خوشگوار   یہ تر و شاداب شیرین میوہ ہائے خوشگوار
ٹھنڈی ٹھنڈی عطر مین مہکی ہوئی باد جنوب   سبز کھیتون کی فضائین اور یہ میدانوں کی دوب
ظل شفقت ہو ترا اے مادر مشفق دراز
خاک پر کیا کیا تری تیرے مکینون کو ہو ناز
اُف! یہ تیری چاندنی راتون کا منظر خوش نما   آہ! یہ اشجار یہ پھولون کا زیور خوش نما
سو تبسم تیرے انداز تکلم پر نثار   دل کو کرتی ہین تری شیرین صدائین بیقرار
سر زمین عیش ہے اے مادر دلسوز تو
آرزوُن کی ہے بزم انبساط افروز تو
لاکھون آوازین ہین تیری گھر مین سرگرم خروش   جان نثار و نمین ہین لاکھون تیری دست سرفروش
تو جوانون کی ہو ہمت تو دلیرون کی سپر   کانپتے ہین دشمنون کے تیری ہیبت سے جگر
نور دانش تو فروغ جلوۂ ایمان ہے تو   دل ہے تو سرمایۂ صبر و شکیب جان ہو تو
قوت بازو ہے میری مادر غمخوار تو
سینۂ پُرغم مین ہے میرے نفس کا تار تو
تیرا دیو استھان دیوی! ملکے کا شانے مین ہو   تیری تصویر مقدس ہر صنم خانے مین ہو
لچھمی تو ہے زمانے مین اُجالا ہے ترا   ہر کنول کا پھول پانی مین شوالا ہو ترا
سرستی کا روپ ہے۔ دُرگا کا ہو اوتار تو   نطق و دانش کی ہے دیوی مادر غمخوار تو
اُف! یہ سُندر چھب تری پیارِی بھولی صورت تری
دل کے مندر کی ہو زینت موہنی مورت تری

یہ تبسم ہائے شیرین ۔ یہ ادائے جان نواز
آہ لیہ شفقت بھری تیری صدائے جان نواز
سبزۂ خودرو کا گہوارہ ہی تیری سرزمین
تختۂ خلد برین ہی تیری خوش منظر زمین
پاک گنگا جل سے بڑھکر ہی ترا آبِ طہور
تیرے پاکیزہ ثمر ہین میوۂ شاخ سُرور

آسمان کے نور کی ہی جلوہ گاہِ ناز تو
خُلد کی ہے پاک دیوی مادر دمساز تو

(ترجمہ از انگریزی) سُرور جہان آبادی

غزل

حضرت اختر صدیقی رئیس میرٹھ

آنکھ کھولی تو ہجوم غم و حرمان دیکھا
محفل دھر مین کب عیش کا سامان دیکھا
کچھ نہ بن آئی تری محو تماشا ہوکر
تو نے بے پردہ کسے دیدۂ حیران دیکھا
درد پہلو مین فغان لب پہ جگر مین ناسور
تنگئی عشق مین تجھپر دل نادان دیکھا
سوزشِ حُسن وہ فتنہ ہی کہ اس پردے مین
حشر کیا جلوۂ صد حشر کو پنہان دیکھا
جو دکھایا ہمین وحشت نے نہ دیکھے کوئی
کبھی صحرا نظر آیا کبھی زندان دیکھا
کچھ رُکی ہے تو ہمین ہمت دشوار پسند
ماسوا عشق ہر اک بات کو آسان دیکھا
رُخ دکھا رُخ کہ ترے جلوۂ روشن کے حضور
شب کو بے نور چراغ مہ تابان دیکھا
داغ بھی کیا کوئی گل ہی کہ مری آنکھوں نے
اُسکے ہوتے نہ کبھی سوئے گلستان دیکھا
سعی ناکارہ سے ہی دور تقاضائے خرد
ہمنے اپنے لئے ناصح کو پریشان دیکھا
وحشت آرا ہوئی ہر آبلہ کی خونریزی
یعنے آغشتہ بخون دشت کا دامان دیکھا
مجھمین کچھ شان جنون ہی کہ نہین سچ کہنا
سب نے دیکھا مجھے تمنے بھی پریشان دیکھا
زخم وہ تھے جسے لائق مرہم پایا
داغ وہ تھے جسے قابل درمان دیکھا
کیون نہو رشک سے ہم لغزۂ محشر وہ شوخ
جس نے حورونکو مری نعش پہ گریان دیکھا
بڑھ گیا اور بھی کچھ حوصلۂ دست جنون
نگہ یاس سے جب سوئے گریبان دیکھا

خرمن مہ مین لگی آگ فغان سے اختر
آہ کو شمع کے مانند گل افشان دیکھا

خیر مقدم

حضور پرنس آف ویلس ولیعہد سلطنت برطانیہ دام اجلالہم

آج کیون ہے چمن ہند کی رونق پہ بہار — زمزمہ سنج ہین کیون آج گلستان مین ہزار
آج اترائی ہوئی پھرتی ہے کیون باد نسیم — آج کیون باغ مین نازان ہے شمیم گلزار
آج کیون نور سے ہے سرو چراغان ہر سرو — آج کیون لالۂ خوش رنگ ہے شمع کہسار
آج کیا ہے جو یہ بدلا ہے چمن کا نقشہ — آج پر نور ہے کیون آئینۂ حسن بہار
آج کس واسطے دریا نے لٹائے موتی — زر انجم کیا افلاک نے کیون آج نثار
فرش مخمل کیطرح آج یہ کیون ہے سبزہ — درفشان آج ہے گلزار مین کیون ابر بہار
کیا سبب ہے کہ ہین بازار معطر ہر سو — وجہ کیا ہے جو نمایان ہین خوشی کے آثار
دیکھیئے مجھ مین ہین ہر رنگ کے گل اور بوٹے — آج کہتے ہین یہ دامن کو دکھا کر کہسار
دیکھکر آنکھون کو حیرت ہے دم نظارہ — شکل آئینہ وہ شفاف ہوے ہین بازار
ہر گلی کوچہ مہکتا ہے زہے عزت و شان — جسطرف دیکھیئے پھولونکے عیان ہین انبار
کان و دریا نے تصدق کیئے کس پر موتی — فیض سے آج یہ دُر بار ہے کسکا دربار
مین اسی فکر مین بیٹھا تھا کہ دل بول اُٹھا — ہے یہ باعث کہ ہوا اسدرجہ خوشی کا اظہار
یعنی شہزادۂ ذیجاہ حضور پُر نور — آج تشریف یہان لائے ہین با عز و وقار
ہے محبت جو اُنہین اپنی رعایا سے بہت — جان و دل سے ہو رعایا بھی سدا اُنپہ نثار
ہر فن و علم کے جاری ہین مدارس ہر جا — دولت علم سے معمور ہین شہر و امصار
ہمت و جود و شجاعت مین نہین کوئی نظیر — معدلت مین بھی نہین کوئی مقابل زنہار
شیر اور بکری ہین اک گھاٹ پہ پانی پیتے — عدل و انصاف سے آباد ہین یون شہر و دیار
خیر مقدم کو کر اب ختم دعا پر آسان — اہل دانش کو نہین طول سے رغبت زنہار

ہین یہ جب تک مہ و خورشید جہان مین روشن — اور جب تک ہین زمین و فلک و لیل و نہار
آب پاکیزہ پہاڑون سے روان ہو جبتک — اور جب تک کہ ہین آفاق مین بحر زخار
کشت شاداب رہے باغ جہان مین جبتک — اور جب تک کہ رہین پھولتے پھلتے اشجار
عرض ہو خالق کونین سے اے رب کریم — میرے ممدوح کو رکھ خلق مین باعزّ و وقار

آسان کانپوری

رباعیات

بچے چڑیا کے اُڑنے لگتے ہین جہان — کرتی نہین پھر اُنکی خبرگیری مان
لیکن ہے جہان معاشرت مشترکہ — وہ قوم دبی ہے زیر بار اخوان

ولہ

ہے کونسی بات جس کا امکان نہین — مشکل ہو وہ کیا جو مجھپہ آسان نہین
پھر بھی کوئی مجھسے بڑھ کے نادان نہین — پہچان ہے سب کی اپنی پہچان نہین

ولہ

ہے جس سے یہ معمورۂ ہستی آباد — معدوم وہان عدم کی جڑ ہے بنیاد
حاشا کہ فنا ہین پے ہین بقا — تبدیل صور ہے معنی کون و فساد

ولہ

میراثِ اب وجد کی توقع ہے جہان — بیٹون کو فلاح کی نہین فکر وہان
دولت کی فراہمی کا انجام یہ ہے — آپس کی مخالفت سے گھر ہو ویران

ولہ

میراث مین مال اور نہ زر چھوڑو تم — ممکن ہو تو کچھ علم و ہنر چھوڑو تم
دختر سے بھی نا خلف پسر بدتر ہے — گر چھوڑتے ہو خلف پسر چھوڑو تم

ولہ

انسان کا فرض زندگی ہو محنت — وجہ آسائش دلی ہے محنت
تکلیف اُٹھائی جس نے ڈھونڈھا آرام — راحت پائی ہو جس نے کی ہے محنت

ضامن کنتوری۔

یادِ وطن

عالمِ غربت مین بھی مجکو وطن کی یاد ہے
یعنی بُلبُل کو قفس مین بھی چمن کی یاد ہے

محو ہو سکتا نہین دل سے کبھی گھر کا خیال
بھول جاؤن اُسکو تھوڑی دیر کو بھی کیا مجال

چٹکیان لیتی نہین ہی دل مین کب یادِ وطن
ہر گھڑی رہتی ہی لب پر میرے فریادِ وطن

کیا کہون غربت مین میری کیسی ہوتی ہی بسر
ہے کھٹکتی دل مین گھر کی یاد مثلِ نیشتر

یاد آتی ہین وطن کی جب مجھے دلچسپیان
جاری آنکھون سے مری ہوتا ہے بحرِ بیکران

یاد آتی ہین جو ہمسن دوستون کی صحبتین
از سرِ نو تازہ ہو جاتی ہین دل کی حسرتین

یاد آتی ہے وطن کی جب ہوائے خوشگوار
فرطِ مایوسی سے مین بھرتا ہون آہین بار بار

یاد آیا میکہ مین اپنے وطن مین تھا مقیم
ہر گھڑی رہتے تھے ہمراہی مین یارانِ صمیم

ہاے وہ بچھڑے ہوے احباب سارے ہاے ہاے
ہاے وہ منظورِ خاطر دوست پیارے ہاے ہاے

ہاے وہ یارون کے مجمع اور اُنکے جمگھٹے
بزمِ انجم کی بھی رونق جنکے باعث سے گھٹے

ہاے وہ پُر لطف باتین اور وہ بذلہ سنجیان
ہاے رنگین مجلسین وہ اور وہ رنگینیان

کر دیا مجکو جُدا گھر سے فلک نے آہ آہ
کیون نہ فرطِ رنج سے ہو حالِ دل یکسر تباہ

مین وطن سے کیا گیا گویا کہ دُنیا سے گیا
اب کہان حاصل ہے مجکو زندگی کا وہ مزا

چھٹ گیا ہے عندلیب پر محن سے گلستان
پھر رہا ہی ابتک آنکھون مین مگر سارا سمان

یاد ہے ہر چیز تیری مجکو اے پیارے وطن
کوہ[۱] جنگل دشت صحرا بحر بر گلزار بن

ایک ساعت بے خبر مین تجھسے ہو سکتا نہین
صفحۂ دل سے کبھی یہ نقش دھو سکتا نہین

یاد ہین ابتک مجھے وہ تیری گلیان یاد ہین
اے وطن مجکو وہ تیری رنگ رلیان یاد ہین

رہتے ہین ہر وقت تیرے کوچے وہ پیشِ نظر
بچپنے مین کھیلتا تھا مین جہان شام و سحر

[۱] یہ مصرعہ حضرت قمر دہلوی کا ہے۔

تیرے اُن باغونکو مین ہرگز نہین بھولا ابھی
جن مین باصد شوق جھولا کرتا تھا جھولا کبھی

یاد ہے ابتک مجھے تیری فضائے دلستان
یاد ہے ابتک مجھے تیری بہارِ بےخزان

تیرے غنچون کا چٹکنا یاد ہے ابتک مجھے
تیرے پھولون کا مہکنا یاد ہے ابتک مجھے

بلبلون کا تیری ابتک مجکو گانا یاد ہے
اور کلیون کا تری ہنسنا ہنسانا یاد ہے

ہین میسر یہ کہان غربت مین تفریحین بھلا
وہ زمانہ ہی گیا وہ دن گئے وہ دل گیا

سید محمد فاروق

آئینۂ ہستی

واہ کیا ہے شان تیری اے مرے پروردگار
تیری قدرت کے مین صدقے تیری رحمت کے نثار

کیسی کیسی صورتین تو نے بنائین واہ واہ
باغ عالم مین تری گلکاریان تھین آشکار

قطرۂ ناچیز کو دریا سے بے پایان کیا
ایک مشت خاک کو تو نے یہ بخشا افتخار

کیسے کیسے تو نے انسان دہر مین پیدا کئے
کوئی فاقہ کش کوئی مفلس کوئی ہو تاجدار

فقر کے جامہ مین کوئی مست ہو سرشار ہے
زیب سر کوئی کئے ہے اِک کلاہ زرنگار

تنگ اور ناچار ہے افلاس کے ہاتھون کوئی
مال و زر رکھتا ہو کوئی پاس اپنے بیشمار

دیکھکر نیرنگیٔ عالم کی حالت سر بسر
ہو رہے ہین انقلاب دہر سے ہم شرمسار

حال دُنیا نے کیا ہے دل کو برسون پائمال
کیون نہ چہرے سے ہجوم یاس و غم ہو آشکار

گلشن ہستی مین یون شبنم کو گریان دیکھکر
حضرت غالب کا پڑھتا ہون مین مطلع بار بار

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

رباعی

کیا ہے یہ دل مین داغ کس سے کہئے
پژمردہ ہو کیون یہ باغ کس سے کہئے

اے کاش کوئی ادھر مخاطب ہوتا
گھر کیون ہے یہ بےچراغ کس سے کہئے

"افقر گیاوی"

شمع تربت

اُداسی دل دُکھاتی ہو بہت ہی شمع تربت کی
وہ حالت ہو کہ صورت آنکھ سے دیکھی نہین جاتی
غضب کی بیکسی ہو آہ وہ رنگت سے ہے مرجھائی
کہ گویا اُسکے چہرے پر ہے بالکل مُردنی چھائی
ثنا سمین وہ تجلّی ہے نہ اُس کا وہ تبسم ہے
غرض وہ حُسن والی اب نہین باقی ہو کوئی شے
اُسے حیرت کا خاکہ کہئے یا تصویر حیرت کی
بہر صورت وہ آنکھون کو عجب عالم ہو دکھلاتی
حوادث کی ہوا ہر سو سے دیتی ہو اُسے جھونکے
کھڑی سکتے مین وہ بالین مرقد سہتی ہو صدمے
کلیجا جل رہا ہو اُسکا وہ سوز نہانی ہے
لبون پر دود آہ جانستان اُسکی نشانی ہو
نہین تھمتے ہین آنسو دیکھیے کیا حشر ہوتا ہو
اُسے سب بھولکر اب یاد اک رونا ہی رونا ہو
نہین کہنے کے قابل اُسکی وہ حسرت بھری حالت
سیہ بختی نے آگھیرا ہے اُسکو واہ ری قسمت
کہان وہ بزم افروزی وہ خلوت مہ جبینو نسے
کہان یہ پاسبانی قبر کی ہے اب نصیبو نسے
کہان بزم نشاط و عیش کی وہ جلوہ آرائی
کہان ویرانۂ مرقد کی یہ دل سوز تنہائی
پتنگے مشتعل کرتے ہین اُسکو چھیڑ کر کیا کیا
مصیبت سے پڑا ہے آکے اُسکو سامنا کیسا
یہ سب سوز و گداز اُسکو ہو اپنی سادہ لوحی سے
عبث کی اُسنے مردے کی لئے فاقت ہا و بے سمجھے
نہ سوچا وہ کہ مُردونکو غرض کیا نور و ظلمت سے
بزیر خاک جب سوتا ہو وہ راحت سے بے کھٹکے
نہین سادہ دلی بیجل کچھ کام آتی ہے
کبھی یہ سادگی اپنی خود اپنا دل جلاتی ہو
ہمیشہ چاہیئے ہر کام اپنا سوچ کر کرنا
نتیجہ کیا بُرا ہوتا ہے نا انجام بینی کا
بلا مین لاتی ہے ہر کام مین اول کی ناسمجھی
نصیحت کیلیئے کافی ہو حالت شمع مرقد کی

مسیح

سائین کی صدا

یہ دُنیا جائے گزشتن ہے سائین کی ہے یہ صدا بابا
یان جو ہے رو بہ رفتن ہے تو اِس مین دل نہ لگا بابا
گیانی نہ رہے دھیانی نہ رہے جو جو تھے لاثانی نہ رہے
تھے آخر کو فانی نہ رہے فانی کو کہان بقا بابا
تھے کیسے کیسے شاہ زمین تھے کیسے کیسے محل سنگین
ہین آج کہان وہ مکان و مکین نہ نشان رہا نہ پتا بابا
نہ وہ سور رہے نہ وہ بیر رہے نہ وہ شاہ رہے نہ وزیر رہے
نہ امیر رہے نہ فقیر رہے - مولا کا نام رہا بابا
اے ہم سفران طریق عدم نہین چھوڑے تمنے نشانِ قدم
گم گشتۂ راہ فنا ہین ہم کہو کوئی تو کیا ہے بقا بابا
جو چیز یہان ہے فانی ہے جو شے ہے آنی جانی ہے
دُنیا وہ رام کہانی ہے کچھ حال ہمین نہ کھُلا بابا
گزری یہ جہان گزران ہے اور جنس عمل کی ارزان ہے
پر نفع بھی یان کا نقصان ہے کچھ دیکھ کے کر سودا بابا
مآل اعمال کو لاتے ہین پھل ساتھ اپنے لے جاتے ہین
جو دیتے ہین سو پاتے ہین ہے یون ہی تار لگا بابا
آنے جانے کا ہے تار لگا دُنیا ہے اِک بازار لگا
دل اِس مین نہ تو زنہار لگا کب نکلا وہ جو پھنسا بابا

یان مرد وہی کہلاتے ہین جو جا کر پھر نہین آتے ہین
جو آتے ہین اور جاتے ہین وہ مرد نہین اصلا بابا
کیون عمر عبث تو نے کھوئی کچھ کر لے اب بھی خداجوئی
مین کہتا ہون تجھ سے یہان کوئی نہ رہا نہ رہا نہ رہا بابا
تہ کرتہ کر بستر اپنا باندھ اُٹھ کہ رخت سفر اپنا
دُنیا کی سرا کو گھر اپنا تو نے ہے غلط سمجھا بابا
کیا گھوڑے بیچ کے سوتا ہی کیون وقت عبث بھی کھوتا ہی
جو سوتا ہے وہ روتا ہے کہتے ہین مرد خدا بابا
وہ پیک اجل کا آتا ہے اور تجھے ساتھ لیے جاتا ہی
سب جیتے جی کا ناتا ہے پھر کون یہان تیرا بابا
جتنا یہ مال خزانہ ہے اور تو نے اپنا مانا ہے
سب چھوڑ کے یان سے جانا ہے کرتا ہے اکٹھا کیا بابا
یہ ملک و مال یہ جاہ و حشم یہ خویش و اقارب جو ہین بہم
سب جیتے جی کے ہین ہمدم پھر چلنا ہے تنہا بابا
کیون دل دولت مین لگایا ہے سچ کہتا ہون جھوٹی مایا ہی
یہ چلتی پھرتی چھایا ہے کیا ہے اعتبار اِس کا بابا
دنیا کو نہ کہہ تو میری ہے غافل دُنیا کب تیری ہے
سائین کی جیسے پھیری ہے پھرتا ہے تو اِس جا بابا
جو نیک کمائی کرتے ہین جو سانسون پار گزرتے ہین
جو جیتے جی ہی مرتے ہین جینا ہے بس اُن کا بابا
کیون مہر یہ عالم نسیان کا دنیا ہے سودا نقصان کا
ہے ذوق تجھے تو عرفان کا تجکو دُنیا سے کیا بابا

سورج نرائن مہر

رفتار زمانہ

ہمارے فخر قوم لالہ لاجپت رائے نے ایک پر زور مضمون مین جو اکتوبر کے ہندوستان ریویو مین شائع ہوا ہے پولیٹیکل حقوق کی جدوجہد کا یورپی اقوام کی کوششون سے موازنہ کیا ہے آپ فرماتے ہین کہ "آجکل ہمارے ہان جمہوری خیالات ہر کس و ناکس کے دماغ مین چکر لگا رہے ہین ہر فریق کا ایک خاص اخبار ہے خواہ وہ کیسا ہی ناچیز کیون نہو۔ ہر شخص خواہ وہ خیرات کے ٹکڑون ہی پر کیون بسر کرتا ہو یہ سمجھتا ہے کہ گورنمنٹ کا وجود ہماری فلاح کے لئے ہے۔ اور اگر گورنمنٹ کا کوئی فعل اُنکو ناگوار خاطر ہوتا ہے تو وہ نامساعدت روزگار کا دکھڑا رو کر اپنی تسکین نہین کر لیتا۔ بلکہ اپنی ساری جماعت کو لیکر شہر ونکے گلی کوچون مین نہایت وحشیانہ طرز پر اپنی نارضامندی کا اظہار کرنے لگتا ہے اور جبتک اُن لوگونکی سماعت نہین ہوتی اپنی فتنہ انگیزیون سے باز نہین آتے الغرض آزادی کا جوش اُنکے رگ و ریشہ مین سرایت ہو گیا ہے بالعکس اسکے ہندوستان مین تو ایسے رہنما اور نہ ایسے پیرو کار ہین جو کامل طور پر یہ سمجھتے ہون کہ پولیٹیکل آزادی کیا چیز ہے اور اس دشوار گذار منزل مین قدم رکھنے کیلئے کن کن طیاریون اور کیسی کیسی قربانیونکی ضرورت ہے۔ جب اپنی بیجان کوششون پر نظر ڈالیئے تو خیال ہوتا ہے کہ ہم جیسے دنیادار طامع ظاہر پرست۔ خود غرض آدمی اُس نظر الطاف اور ہمدردی کے بھی مستحق نہین ہین جو گورنمنٹ ہمارے ساتھ ظاہر کرتی ہے۔ آخر ہم حصول مراد کیلئے کرتے ہی کیا ہین؟ مانا کہ آپ کانگریس کے سالانہ جلسون مین تعطیل مناتے ہین۔ یہ بھی مانا کہ آپ اخبار رکھتے اور اسپیچین دیتے پھرتے ہین بعض اصحاب اور بھی دو قدم آگے ہین اور تھوڑا بہت چندہ بھی دیتے ہین۔ مگر ذرا یہ پوچھیئے کہ اس چندہ کی مقدار اُن اخراجات کے مقابلے مین کیا ہوتی ہے جو وہ روزمرہ کی تکلفات کے نذر کرتے ہین کیونکہ اس سوال کے جواب مین ہمارے ہمدردان قوم مین سب سے پُر جوش اور سرگرم حضرات کو بھی خجالت سے سر نیچا کرنا پڑیگا۔ ۔ ۔ ہمارے گذشتہ قومی کارنامے ثابت کرتے ہین کہ ابھی تک فی الواقع ہماری جدوجہد شروع ہی نہین ہوئی۔ ہمارے ملک مین ابھی تک اُس جوش اور جان نثاری کا قحط ہے جو قومی آزادی کے جدوجہد کا محرک اور اُسکا مقدمہ ہے۔"

مگر معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم بنگالہ نے جسے لارڈ کرزن کی بیجا ضد نے عام رعایائے بنگال کے دلی خواہشات کے خلاف اور اُنکی مسلسل مخالفت کے باوجود ایک امر واقعی کر دیا ہے اس جوش اور جانبازی کو ملک مین پیدا کر دیا جس روز سے اس تقسیم کا اعلان ہوا ہے بنگالیون نے نالہ و فریاد موقوف کر کے اپنی نارضگی اور مخالفت کا عملی ثبوت دینا شروع کر دیا ہے اور ۱۶ اکتوبر سے آجتک بڑے جوش و خروش سے جدوجہد جاری کیے ہین۔ ۱۶ اکتوبر کا دن تمام بنگال مین ایک ماتمی دن مانا گیا اُسی دن لاکھون بندگان خدا نے قومی زندگی کے اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھکر اپنی پہلی قربانی کی۔ کلکتہ مین ایک عظیم الشان "فیڈریشن ہال" کی بنیاد رکھی گئی جسمین پچاس ہزار اہل بنگال نے بنگال قوم کو متحد و متفق خیال کرنے اور اسکی یکجانگیت قائم رکھنے کی قسمین کھائین اور جگہ جگہ اسی قسم کے جلسے ہوئے انگریزی چیزون سے حتی المقدور قطعی اجتناب کرنے اور اُنکی جگہ دیسی چیزونکو استعمال کرنے اور ترقی دینے کا عہد کیا۔ اور اپنے خیالات کی اشاعت اور گورنمنٹ سے اپنی نارضگی کے پُر زور اظہار کی باقاعدہ کوشش شروع کر دی قابل اطمینان بات یہ ہے کہ یہ کوشش محض زبانی باتون اور وحشیانہ حرکتون تک جو فوری جوش اور نارضگی عوام مین قدرتاً سرزد ہوتی ہین۔ محدود نہین ہے آج قومی اغراض و مقاصد کیلئے

لاکھون روپے کے مصارف اور طرح طرح کے مشکلات برداشت کرنیکی سچی ہمت نظر آ رہی ہے۔ اور سودیشی تحریک کیلئے نہایت سرگرمی سے کوشش ہو رہی ہے۔

اس نازک مسئلہ پر مضمون سو سرآوردہ اخبار نہین بڑے جوش کے ساتھ طبع آزمائیان کیجا رہی ہین خصوصاً لالہ بیجناتھ صاحب کا مضمون جو ایسٹ اینڈ ویسٹ مین نکلا ہی بڑی تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے جناب ممدوح نے جو کچھ لکھا ہے زیادہ تر تجربہ کی باتین لکھی ہین۔ اور اعداد و اسناد کی عقدہ کشائی سے احتراز کیا ہے آپکا خیال ہے اور ہم کو بھی اس سے اختلاف کرنیکی کوئی ضرورت نہین دیکھتے۔ کہ ہندوستان اقوام غیر کا اپنی حاجت برآری کیلئے اسقدر محتاج ہے کہ بیرونی اشیا سے قطعی طور پر اجتناب کرکے نہین کامیاب نہین ہو سکتا ہے۔ مثلاً سوئی ایک ایسی چیز ہے جسکے لئے ہم مجبوراً انگلستان کیطرف رجوع ہونگے ایسی حالت مین یہی مناسب ہے کہ ہم بدیسی اشیا کے خلاف فتوی عام نہ دیدین۔ ہان حتی الامکان انکی خریداری سے باز رہین۔ مگر لالہ صاحب کی اس صلاح سے کہ ہم پھر اپنی پرانی طرز معاشرت اختیار کرلین اور آجکل کی تکلیفات کو خیرباد کہین ہمکو اتفاق نہین ہے تاوقتیکہ ہماری ضروریات مین وسعت نہو ہماری تجارت کو فروغ نہین ہو سکتا۔ ہماری قناعت اور سادگی ایک ہی حد تک اس توکل کی جاذب ہے جس سے ہم آزردہ کرنیوالے امور کے متحمل ہو جایا کرتے ہین اب اقتضائے وقت یہ ہے کہ جو ضروریات پیدا ہو گئی ہین انکو ہم ذاتی کوشش سے رفع کرین۔ نہ یہ کہ انھین مٹانے کی فکر کرین۔

اس امر کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ سودیشی تحریک کے دو پہلو ہین۔ ملکی اور مالی۔ اور اگر ایسے لوگ ہین جو اس سے قومی صنعت و حرفت کے مردہ قالب مین جان ڈالنا چاہتے ہین تو ایسے لوگ بھی ہین جو اسکے ذریعہ سے اپنے اوپر جبر کرنیوالونکو سبق دینا چاہتے ہین۔ بلکہ غالباً ایسے اصحاب کی تعداد مقابلۃً بہت زیادہ ہے۔ بس مناسب یہی ہے کہ ان چیزونکے لیے جنکو ہم نہین بنا سکتے ہم جاپان امریکہ جرمنی وغیرہ سے تعلق جاری رکھین۔ جاپان۔ اور جرمنی ہمارے خام اشیا کے سب سے بڑے گاہک ہین اور جبتک ہم مین اتنی قابلیت نہو کہ اپنا سب مال خام صرف کر سکین انسے ترک تعلق کرنا مضر ہوگا۔ انگریزونکو جو نقصان دینے کیلئے انگریزی کپڑے کی مانگ بند کر دینا کافی سے زیادہ ہے۔ اور گو مانچسٹر والون نے ابھی تک اپنا نقصان محسوس نہین کیا۔ یا کسی مصلحت سے اسکو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہین۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ چند ہی دنون مین وہ حقیقت حال کے اظہار پر مجبور ہونگے اور اسمین تو کوئی شک نہین کہ ہندوستان جیسا زرخیز بازار تجارت وہ آسانی سے ترک نہ کرینگے۔

سودیشی جوش کے مخالفین ابھی تک کہے جاتے ہین کہ وہ اب نزع کی حالت مین ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اسکا زور روز بروز زیادہ ہو رہا ہے ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ مین کسی ملکی معاملہ پر آجتک ایسا اتفاق اور ایسا جوش نہین ظاہر ہوا جتنا سودیشی تحریک پر۔ طرفہ تو یہ ہے کہ یہ جوش تعلیم یافتہ جماعت ہی تک محدود نہین ہے۔ بلکہ عوام بھی اس سے موثر ہو گئے ہین۔ اور نہ صرف بنگال مین یہ شعلہ بھڑک رہا ہے بلکہ اسکی گرمی سارے ہندوستان کے دلونکو گرما رہی ہے اور جس گرمجوشی سے پونا الہ آباد۔ بنارس مدراس اور پنجاب وغیرہ مقامات مین اس تحریک کا استقبال کیا گیا ہے وہ بہت کچھ جرأت افزا ہے خصوصاً لاہور نے جو سرگرمی دکھائی ہے اسکی نظیر کلکتہ کے سوا اور کہین نہین مل سکتی دہلی نے بھی اس سے حق رفاقت کر دیا۔ ہمارے پنجابی بھائی ہمیشہ سے اپنے معاملات مین غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرتے آئے ہین۔ اور اس سے پہلے کہ بنگال خواب غفلت سے بیدار ہوا پنجاب باخبر ہو چکا تھا۔ سب سے بڑی مسرت بخش اور حوصلہ افزا تو یہ بات ہے کہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر اہل اسلام نے بھی اس تحریک کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا ہے۔ (رنگپور مین منجملہ ان سات صاحبان کے جنھون نے سودیشی اعلان شائع کیا تھا دو مسلمان شرفا بھی تھے)۔ (کلکتہ مین بھی مسٹر رسول کی زیر صدارت ہزارہا اہل اسلام نے اسی ہمدردی و اتفاق کا اظہار کیا ہے) اس عام بیداری پر نظر ڈالکر ہم اگر

یہ کہین کہ سُودیشی تحریک کی پہلی منزل طے ہو گئی یعنی سُودیشی چیزونکی مانگ پیدا ہو گئی تو اسمین مبالغہ خالی نہوگا۔ یہ منزل کچھ آسان نہ تھی محض مانگ کے ہونیسے ہماری صنعتونکا فشار ہو گیا مگر دوسری منزل جو پہلی منزل سے کٹھن ہے یعنی یہ کہ مانگ پوری پوری کیونکر کیجائے ابھی باقی ہے۔ یہ مسئلہ ایسا وسیع غور طلب اور مالاینحل ہے کہ اہل بنگال جو صنعت و حرفت کے میدان مین بعض دیگر صوبون سے پچھڑے ہوئے ہین اور تاجرانہ اتفاق و یگانگی کا عملی تجربہ نہین رکھتے اسکے متضاد رایون دو لبے مین پھنسے ہوئے ہین ایک جماعت کا خیال ہے کہ بنگال اُسی حالت مین عہدہ برا ہو سکتا ہے جبکہ کپڑے بنانیکے کارخانے کثرت سے کھولے جاوین مگر بعض لوگ کہتے ہین کہ اُسکو کپڑے کیلئے بمبئی کا دست نگر رہنا چاہیئے۔ یہ حب وطن کے خلاف ہے کہ وہ اپنے ہی ہموطنونکے ساتھ مقابلہ پر کمر باندھے۔ ہان اُنکو کوئی دوسری قومی ضرورت رفع کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے مگر یہ اختلافات طے ہو رہے ہین ابھی تک اسکے بعض شہرونمین ہینڈلوم کا استعمال شروع ہو گیا ہے کوئی مل تعمیر نہین ہوا تھا مگر ایک کمپنی ایسی بنین قائم ہوئی ہے جو کثیر المال ہے اور وسیع پیمانہ پر کاروبار جاری کریگی وہ اصحاب غلطی پر ہین جو خیال کرتے ہین کہ بنگال قدرتی طور پر کپڑے کی ساخت کیلئے موزون نہین ہے ابھی بہت زمانہ نہین گذرا کہ ڈھاکہ اور مرشد آباد نفیس کپڑے بنانے مین سرآمد روزگار تھے۔ ہان یہ حوصلہ کرنا کہ کلکتہ کو کپڑے کی تجارت کا مرکز بنا دین حد سے زیادہ بلند اُڑنا ہے۔ بمبئی اس تجارت کا مرکز ہے اور رہیگا۔ اہل بنگال چاہین تو جوٹ اور ریشم کیطرح کسی دوسری ساخت کے اجارہ دار ہو سکتے ہین مثلاً بنگال کے مغربی حصونمین اوکھ بڑی افراط سے ہوتی ہے اور اگر کافی سرمایہ اور دماغ صرف کیا جائے تو بہت تھوڑے عرصے مین بیرونی شکر کا استعمال بند ہو سکتا ہے پانچ کرور سالانہ کی تجارت جو کشادہ ہو کر دونی ہو سکتی ہے حقارت سے دیکھے جانیکے قابل نہین ہے۔ اس امر کو بھی نظر انداز نکرنا چاہیئے کہ ہماری تجارت کی ترقی ہمارے مزارعین کی تمول پر منحصر ہے۔ کچھ عرصہ سے جرمن چینی کی کثرت نے کاشتکارونکا خیال اوکھ کیطرف سے ہٹا دیا ہے وہ اب اس کی کاشت کو نفع بخش نہین خیال کرتے جن اصحاب کو تجربہ ہے وہ جانتے ہین کہ کاشتکارونکو اوکھ نہ بونیسے کسقدر مالی نقصان ہوتا ہے۔ اگر محض شکر کی ساخت بنگالیونکی اولوالعزمیونکیلئے کافی طور پر وسیع نہین ہے، تو آہنی ساخت مین اپنا آہنی استقلال دکھائین غذا اور لباس کے بعد ضروریات مین لوہے ہی کا درجہ ہے۔ بنگال سے باہر پنجاب اور صوبجات متحدہ مین جو کوشش ابتک ہوئی ہے قابل داد ہے اسی اثنا مین گورنمنٹ کی رخنہ اندازیون نے رہنمایان قوم کی توجہ دوسری طرف منتقل کر دی ہے۔ گورنمنٹ ابتدا ہی سے اس تحریک کے اس پہلو کو مشتبہ نگاہ سے دیکھ رہی ہے اور جوش زیادہ ہوتا جاتا ہے تو گورنمنٹ کی سختیان بھی بڑھتی جاتی ہین پہلی پولیس کانسٹیبل مقرر کیئے گئے کہ بازارونمین کوئی شخص کسی کو غیر ملکی اشیاء کے خریدنے سے ممانعت نکر سکے جب اس سے کام نکلتا نہ دکھائی دیا تو ایک سرکلر شائع کیا گیا جسمین طلبا کو اس تحریک سے محترز رہنے کی سخت تاکید کیگئی اور مدرسین کو دھمکی دیگئی کہ اگر وہ طلبا کو قابو مین نہ رکھین گے تو گورنمنٹ اُنکو خاص کانسٹبل بنائیگی۔ طلبا اور اُنکے والدین نے اس سرکلر سے مخالفت کی۔ کتنے ہی سرکاری سکول اور کالج بند ہو گئے۔ مدرسین نے اپنی معذوری جتائی۔ ایک قومی یونیورسٹی قائم کرنیکی تجویز پیش ہوئی انجمن زمینداران بنگال نے دم زدن مین سولھا لاکھ سے زیادہ چندہ فراہم کر لیا سنا جاتا کہ گورنمنٹ نے پھر ایک قدم آگے بڑھایا یعنی "بندے ماترم" کی صدائے قومی کو اس جوش و خروش کا گر سمجھکر یہ حکم دیا کہ جسکو یہ نعرہ کرتے پاؤ گرفتار کر لو اسی اثنا مین آنریبل مسٹر فلر نے اپنے نئے مقبوضات مین دورہ کرنا شروع کیا۔

میونسپلٹیون نے آپکے خیر مقدم مین جوش کا اظہار نہین کیا۔ بلکہ آپکو ایڈریس بھی نہ دیا آپ بگڑے چند سرآوردگان قوم کی لعن طعن کی آپکی دیکھا دیکھی آپکے سرگرم ماتحتون نے بھی جدت دکھائی بعض شہر کے رؤسا کانسٹبل بنا دیئے گئے اُنسے صبح و شام قواعد لی جانے لگی۔ اسکا جواب ملا کہ وچار نکے بعد رؤسا موصوف نے احکام کو خلاف قانون قرار دیکر اطاعت سے انکار کیا اور اپنے حاکمون پر نالشین جڑ دین آخر اب یہانتک نوبت پہونچگئی ہو کہ محض بندے ماترم کی آواز ایک مخالفانہ صدا سمجھی جانے لگی ہو۔ محض پولیس کو کافی نہ سمجھکر مسٹر فلر نے گورکھا فوج کی امداد طلب کی ہو۔ ایک شہر مین گورکھون کی ایک جمٹ آگئی ہو۔ اور گلی کوچون مین اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتی پھرتی ہو۔ سب سے بڑی دراہم خدمت جو اُسکے سپرد کیگئی ہو وہ یہ ہو کہ جہان کہین "بندے ماترم" لکھا دیکھو فوراً مٹا دو گورکھے سانڈ کی طرح گھوم رہے ہین اُنکو اختیار ہو کہ جو چیز چاہین بازار سے بلا قیمت لے لین جسکو چاہین مارین جسکو چاہین جلائین خاص نادرشاہی زمانہ آگیا ہو۔ غضب تو یہ ہو کہ تار کا محکمہ بھی اس کشمکش مین آپڑا ہو۔ بنگالی اخبارون تک خبرین پہونچنے مین دقتین ہوتی ہین غرض نہین معلوم اسکا کیا انجام ہونیوالا ہو ہمارے نزدیک گورنمنٹ پر رعایائے بنگال کے دلی خیالات بخوبی روشن ہوگئے ہین۔ اُسے اب انکے جذبات کو اسطرح نظر انداز نکرنا چاہیئے جیسا کہ لارڈ کرزن نے کیا ہو۔

یہان پر ہم یہ کہنے سے بھی باز نہین رہ سکتے کہ یونیورسٹی کو "بائکٹ" کرنا خلاف مصلحت مقتضائے وقت ہو۔ یونیورسٹی اس معاملے مین بالکل بیخطا ہو۔ اور ابھی تک کسی جانب سے کوئی ایسا فعل نہین سرزد ہوا جس سے ظاہر ہو کہ وہ اس تحریک کی سرگرم مخالفت کرنا چاہتی ہو۔ اس طرز عمل سو بجز اسکے کہ طلبا کی اوقات ضائع ہو اور کوئی فائدہ نہین نظر آتا۔ ہم قومی یونیورسٹی کی تجویز کے پرزور حامی ہین۔ مگر اُسی حالت مین جبکہ وہ معمولی تعلیم کے بجائے صنعتی تعلیم کا بیڑا اُٹھائے۔ ایسے یونیورسٹی کی قوم کو شد ضرورت ہو اور اگر بنگال کی کوششون سے یہ ضرورت رفع ہو جائے تو ملک اُسکا ہمیشہ ممنون احسان رہیگا سرمایہ کافی ہو معاونین باثر اصحاب ہین۔ صرف صلاح بالغ کی حاجت ہو۔

تقسیم بنگال کے بعد لارڈ کرزن شملہ کی چوٹیون سے اُسکی کرب اور جان کندنی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ شملہ سے آپ اُترے تو کشمیر مین جا پہونچے شکر ہو کہ وہان آپنے اپنے حکومت کے ڈراما کا ایک خوش کن پارٹ دکھلایا۔ دربار آراستہ ہوا اور مہاراجہ صاحب وسیع اختیارات سے سرفراز فرمائے گئے۔ طرفین نے مبارکباد اور شکریہ کی رسم ادا کی کشمیر سے لارڈ ممدوح لاہور مین داخل ہوئے۔ لاہور سے آگرہ۔ آگرہ سے بمبئی تشریف لیگئے کہ عالیجناب شہزادہ ویلس کا استقبال کرین۔ وہان سے پھر آگرہ کو واپس آئے۔ اور بعد ازان ہمیشہ کیلئے اپنے ڈراما کا پردہ گرادیا۔ لاہور اور آگرہ کی قدر شناس میونسپلٹیون نے آپکی خدمت مین الوداعی ایڈریس پیش کیا۔ مگر یہ کہنا صحیح ہوا کہ یہ ایڈریس عام خیالات کے مظہر نہ تھے۔ لاہور مین تو اُسی روز ایک مخالفانہ جلسہ ہوا جسمین عام رعایا نے اس ایڈریس سے اپنی بے تعلقی اور علیحدگی ظاہر کی۔ آپنے بھی نہایت دردناک و موثر لہجے مین اُنکے شکریئے ادا کیئے۔ آگرہ سے آپکو عہد حکومت کے آخری دور مین گونہ اُلفت ہوگئی تھی۔ اور کیون نہ ہوتی؟ یہی وہ شہر ہو جو زبان حال سے آپکی فیاضی کے ترانے گا رہا ہو۔ شاہی کی قدیم عمارتین جو زمانہ کی ناقدریون سے پامال ہو رہی تھین

آپ ہی کی عنایتونکی بدولت اب نگاہون مین کھپی جاتی ہین اسوقت جبکہ سارا ملک آپسے نالان وزاری کنان تھا یہ قدرتی تھا کہ آپ اپنے حسن تدبیر کے ایک عملی نتیجے کو دیکھ دیکھ کلیجہ ٹھنڈا کرتے اس سے آپ کو گونہ تسکین ہوئی ہوگی۔

بمبئی میونسپلٹی نے جو لاہور اور آگرہ کی میونسپلٹیون کیطرح کمزور نہین ہو اپنے رنج و ملال کو دل ہی مین رکھا۔ ہان بمبئی چیمبر آف کامرس اور بائکلا کلب نے آپکو رخصتی دعوتین دین اس کلب مین آپنے ماحضر تناول فرمانیکے بعد جو دل بہلاؤ کے طور پر تقریر فرمائی وہ اسقدر طولانی تھی کہ تعجب نہین سامعین گھبرا گئے ہون۔ آپنے اثنائے تقریر مین اُن غمخواری کے تارون اور چٹھیون کا تذکرہ کیا جنکی تین ماہ سے شب و روز جھڑی لگی ہوئی ہو اور یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان میری رخصتی پر زار و قطار رو رہا ہو اب کس کا منہ ہو جو کہے کہ ملک کو آپکی روانگی کا افسوس نہین ہوا؟ اسکے بعد آپنے عہد حکومت کی تاریخ مفصل و مدلل بیان فرمائی۔ یہ قابل غور ہو کہ آپ جب کبھی اسپیچ فرماتے ہین تو فرض کر لیتے ہین کہ سامعین آپسے کوئی جواب طلب کر رہے ہین چنانچہ آپ فوراً اپنی نکتہ چینیونکو جھٹلانے لگتے ہین ہم تسلیم کرتے ہین کہ آپنے جو تجویزین رفاہ ملک کے لئے پیش کین وہ ملک کے بہترین دماغونکی تحقیقات کا نتیجہ ہین مگر جیسا اخبار پاینیر کہتا ہو کمیشنونکا تقرر صرف نمود کیلئے تھا پالیسی اور اسکے اصول آپ خود مقرر کرتے تھے کمیشن صرف فروعات سے بحث کرتی تھی۔ اسی طرح کاونسل کے ممبران بھی آپکی سوجھائی ہوئی پالیسیونکی تائید کرتے تھے۔ غالباً یہی وجہ ہو کہ آپ بھولکر بھی کاونسل کا ذکر نہین فرماتے۔ آپ بھول جاتے ہین کہ نیک یا بد کام جو کسی ویسرائے کے دور حکومت مین ہوتا ہو اُسکی تعریف یا تحسین کے ویسرائے اور کاونسل دونون ہی مستحق ہوتے ہین۔

آپ اِس امر پر زور دینے سے کبھی نہین چوکتے کہ مین نے ہمیشہ غریب کاشتکارونکی بھلائی کرنیکا خیال دیگر امور پر مقدم سمجھا ہو۔ یہ خیال آپ کو شاید باعث تسکین ہو۔ ہم مانتے ہین کہ یہ دونون کام اچھے ہین اور ملک اُنکے لئے آپ کا مشکور ہو۔ مگر بجز اِسکے کہ وہ آپکے دلخوش کن تصور کیلئے کافی ہون رعایا پر اُنکا عملی اثر غالباً نفی کے برابر ہو۔ ہم آپکے نیک ارادون کے جب قائل ہوتے کہ آپ مالگذاری کے بار گران کو ہلکا کرتے جسکے بوجھ تلے زمیندار اور کاشتکار دونون ہی دبے جارہے ہین۔ ہمکو اِس سے بحث نہین کہ نمک ٹیکس کی تخفیف سے سرکاری خزانے مین کیا کمی واقع ہوگئی۔ ہم تو اسکا عملی نتیجہ دیکھکر یہی کہہ سکتے ہین کہ اِس سے غربا کو اگر کوئی فائدہ ہوا تو وہ نہایت غیر محسوس ہو۔ اور زراعتی بینک بل جو آپ نے پاس کیا ہو اُسکا تو شاید قیامت تک کچھ اثر نہو سکے ابھی تک بجز اِسکے کہ چند مرفہ الحال زمیندارون نے کہین کہین برائے نام اُسپر عمل کرنا شروع کیا ہو۔ اور کلکتہ مین ایک انگریز ان بینکون کے ڈائرکٹر مقرر ہوگئے ہین اور کوئی نتیجہ نہین دکھائی دیا۔

کیا جائے حسرت ہو کہ سات برس تک آپنے دماغ سوزی کی۔ نہ خود چین لیا اور نہ ملک کو چین لینے دیا ہر صیغۂ حکومت مین کوئی نہ کوئی تغیر و تبدل کیا۔ مگر بجز تقسیم بنگال اور جنگ تبت کے اس عہد کا ایک بھی ایسا قابل یادگار کام نہین ہو جو مورخ کی توجہ کا مستحق ٹھہر سکے۔ اور کیسا ہی خوشامد پسند مورخ کیون نہ ہو وہ اِن دونون معرکونکی تعریف کرتے ہوے ہچکیگا۔ اسکے اسباب یہی ہین کہ آپنے ایک قلیل مدت مین بیشمار کامون مین

ہاتھ لگا دیا۔ اور نتیجہ وہی ہوا جیسا ایسی حالتوں میں ہوا کرتا ہی کہ ایک کام بھی آپ پورا نکر سکے۔ سرحدی پالیسی جو آپنے قائم کی ہی ہمیشہ ملک کے لیئے پُرخطر ثابت ہوگی۔ اور اہل بنگال تو سدا آپ کو اپنا بدخواہ سمجھتے رہینگے۔ اور صرف یہی نہین مگر ہمیشہ لارڈ کرزن کی عدم توجہی اور ضد کی یاد اُنکے دلون کو گورنمنٹ سے مایوس اور اُنکی عقیدت کو سست کرتی رہیگی۔ آپکی پہلی تقریرونکو دیکھکر یہ خیال ہوسکتا تھا کہ کم از کم آپکی شیرین بیانی تو ضرور ہی ہندوستان مین یادگار رہیگی۔ مگر آپنے کلکتہ کانووکیشن مین اس حیثیت سے بھی اپنے تئین ناقابل ثابت کردیا۔ اور اب اگر کچھ روز تک آپ کا چرچا رہیگا تو اتنا ہی کہ آپ ایک خود پسند حاکم تھے جو ہمیشہ اپنے منہ سے اپنی تعریف مین مصروف رہتے تھے۔ تعجب ہے کہ لارڈ کرزن جیسا ذی فہم آدمی یہ نہ سمجھے کہ اپنی زبان سے اپنی بڑائی کرنا عزت و وقار کو گھٹاتا ہی۔ اور سُننے والونکو اُسپر اعتبار نہین ہوتا۔ خود بینی اور خودستائی کا آپ پر خاتمہ ہوگیا۔ آپکو یقین تھا کہ آپ جیسا عالی دماغ شخص پھر اس عہدے پر ممتاز نہوگا۔ اسی زعم باطل مین آپ نے سارے ہندوستان کی اصلاح کا بیڑا اُٹھالیا۔ مگر تجربے نے ثابت کردیا کہ آپنے اپنے قوائے عقلیہ کا اندازہ غلط لگایا تھا۔ آپکے پُرجوش قدردان آپ کو ڈلزلی اور ڈلہوزی کے پہلو بہ پہلو بٹھاتے ہین۔ مگر منصف مزاج مورخ آپکو لارڈ ڈفرن اور لارڈ لینسڈون کا ہمسر بھی نہین قرار دیسکتا۔ آپکا کون سا کام ہی جو لارڈ ڈفرن کے امپیریل سروس اور لارڈ لیسڈون کے توسیع لیجسلیٹو کونسل کا ہم پلہ کہا جاسکتا ہی؟ ہان سُودیشی تحریک کے مردہ تن مین جان ڈالدینے کا حق آپکو ہمیشہ رہیگا۔

ممکن تھا کہ لارڈ کرزن کی رخصتی پر ملک کی توجہ کسی قدر زیادہ ہوتی۔ اگر اسی اثنا مین عالیجناب شہزادہ و شہزادی ویلس کی تشریف آوری نے ملک مین ہلچل نہ مچادی ہوتی۔ بمبئی مین شہزادگان کا استقبال بڑے تزک و احتشام سے کیا گیا۔ سارا شہر چراغان ہوا۔ میونسپلٹی نے ایڈریس دیا۔ شہزادہ فرخ نہاد نے جواب فرمایا۔ آپکے دیدار کیلیئے سارا شہر پھٹا پڑتا تھا۔ مگر شکر ہی کہ کوئی حادثہ نہوا۔ پولیس کا انتظام معقول تھا۔ گو سال گذشتہ کے پالے نے رعایا کی حالت ناگفتہ بہ کر رکھی ہی اور رعایا کی ناداری کا تجارت و دوسرے پیشون پر اثر پڑ رہا ہی۔ مگر پبلک اظہار وفاداری و جان نثاری کیلیئے بیقرار ہو رہی ہی۔ ہم خاتونان بمبئی کی ہمت و حوصلہ کی داد دیتے ہین کہ اُنھون نے شہزادی ویلس صاحبہ کو اپنے حلقے مین مدعو کرکے شرف ملازمت و قدمبوسی حاصل کیا۔ امید ہی کہ دوسرے شہرونکی بیویان بھی اُنکی پیروی کرینگی۔ مہاراجہ صاحب جے پور کا تین لاکھ کا شاہانہ عطیہ بھی جو آپنے شاہزادہ والا تبار کی تشریف آوری کی یادگار مین قحط فنڈ کو مرحمت فرمایا ہی نہایت قابل قدر ہی۔ اسیطرح دیگر رؤسا ملک بھی جوش مسرت اور اظہار خیرخواہی مین ایک دوسرے سے سبقت لےجارہے ہین۔ اور ادھر حامیان کانگرس بھی اجلاس بنارس کی کامیابی مین سرگرم ہین اس سال وہان بہت سی دلچسپیان مہیا کر رکھی ہین۔ ایک عالیشان پنڈال تعمیر ہو رہا ہی۔ نمائش کیلیئے بھی زمین موقع کی دستیاب ہوگئی ہی۔ گورنمنٹ نے اپنے اہلکارون کو تاکید کردی ہی کہ نمائش مین کانگرس کی اعانت کرین۔ جدت یہ ہی کہ امسال ایک حرفتی کانفرنس بھی منعقد ہوگی۔ ایسی کانفرنس کی صدارت کے لیئے مسٹر رومیش چندر دت سے بہتر انتخاب نہین ہوسکتا تھا۔ یہ اور بھی جائے مسرت ہی کہ اُس موقع پر صنعت و حرفت کے

متعلق مستند اصحاب عالمانہ تقریرین فرمائین گے۔ ایسی تقریرون اور تحریرونکی اسوقت جبکہ سارا ملک سودیشی صنعت کو زندہ کرنے پر تلا ہوا ہی ازحد ضرورت ہی۔

منتظم کاران نمائش نے اسکا بھی انتظام کرلیا ہی کہ اگر کوئی صاحب فروخت کیلئے اپنی ساخت کی چیزین بھیجنا چاہین تو اُن کو وقت محسوس نہو۔ اُن لوگونسے صرف زمین کا کرایہ لے لیا جائیگا۔ مگر اس نمائش سے ہماری ناچیز رائے مین خاطر خواہ فوائد نہ حاصل ہونگے تاوقتیکہ دیہات اور مواضعات کے سربرآوردہ زمیندارون اور کاشتکارونکو مفت سیر کرنیکی اجازت نہ دیجاوے۔ یا ایسا اگر نا ممکن ہو تو ہر شہر کے ڈیلیگیٹ اپنے ساتھ باہمی چندہ سے چند ایسے چُنے ہوے آدمی لیجاوین جو بنارس سے لوٹکر اپنے مشاہدات سے کوئی عملی فائدہ اُٹھا سکین۔ ہمارے صوبہ مین ابھی تک گنوار تو کیا تعلیم یافتہ اصحاب بھی ہینڈلوم کی صورت سے نا آشنا ہین۔ اس موقع سے اُنکو ضرور مستفید ہونا چاہیئے کانفرنس کا قصد ہی کہ بہترین ہینڈلوم کیلئے سونے کے تمغے عطا کئے جاوین۔ اُمید ہی کہ کوئی صاحب اپنے کو اس اعزاز کا ضرور مستحق ثابت کرینگے۔ بہترین ہینڈلوم کے خاص اوصاف یہ ہونگے کہ وہ بناوٹ مین سادہ ہوتا کہ گاؤن کا بڑھئی آسانی سے اُسکی مرمت کرسکے۔ دوئمش ارزان ہو تاکہ غربا بھی اُس سے فائدہ اُٹھا سکین اور سوئمش سریع ہوتا کہ ایک دن مین ایک جوڑا دھوتیون کا طیار کرسکے۔

ستمبر کے زمانہ مین ہمنے روس و جاپان کے مابین صلح ہوجانیکی بشارت سُنائی تھی۔ حال مین صلحنامہ کا مسودہ بھی پبلک کی نگاہونسے گذر چکا ہی۔ اُس پر ایک نظر ڈالنے سے ظاہر ہوجاتا ہی کہ گو جاپان تاوان جنگ کے وصول کرنے مین ناکام رہا مگر اس جنگ سے جتنے مقاصد مدنظر تھے وہ سب اُسکو حاصل ہوگئے۔ اور غالباً اگر وہ کوشش بھی کرتا تو اُس سے اور کچھ نہ پا سکتا۔ جاپان کی زراعت و صنعت کو اس جنگ سے بہت صدمہ پہونچا ہی اور وہ مزید سرگرمی دکھا کر اس نقصان کی تلافی کیا چاہتا ہی

مگر گو جنگ کا خاتمہ ہوا لیکن کشت و خون کا سلسلہ ابھی جاری ہی۔ فرق یہ ہی کہ پہلے روس و جاپان مین تھا۔ اب آپسمین ہی۔ اہل روس شاہی اور جبری حکومت سے بیزار ہوگئے ہین اور اُنکا عزم بالجزم ہی کہ جبتک باقاعدہ حکومت حاصل نہ کرلین گے تب تک دم نہ لینگے۔ زار روس نے بھی مجبور ہوکر ایک فرمان شاہی شائع کیا ہی جسکے مطابق وہ رعایا کی عرضداشت پر عمل کرنے کیلئے آمادہ معلوم ہوتے ہین۔ چند عہدہ دارون نے اس فرمان سے ناراضی کا اظہار کیا ہی اور بعض نے استعفی بھی دیدیا ہی۔ مگر آرمینیا مین ابھی تک بے نظمی پھیلی ہوئی ہی۔ شاہی فوج امن و امان کرنیکی بے سود کوشش کررہی ہی۔ الغرض اب زمانہ دور نہین ہی جب زار روس بھی جمہوری اصولونکی پابندی کیلئے مجبور کیے جاوینگے۔ دیکھین ہندستان مین وہ مبارک دن کب آتا ہی۔ اسی ضمن مین یہ کہنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہی کہ انگلستان و جاپان مین جو معاہدہ پہلے تھا وہ چند شرائط کے ساتھ از سر نو تازہ کیا گیا ہی۔ اسکی ایک شرط یہ بھی ہی کہ جب کبھی کوئی یورپی طاقت ہند کی طرف رُخ کریگی جاپان ہند کی مدد کیلئے مجبور ہوگا۔ ایسی شرطون سے گورنمنٹ کی کمزوری صاف ظاہر ہوتی ہی۔ کیا ہندستان کے ۳۰ کروڑ باشندے اس قابل نہین ہین کہ اپنی حفاظت

آپ کرنے کیلئے سکھائے جاوین تو یقیناً اگر ہمارے ہموطن جنگی تعلیم پائین تو وہ جاپانی سپاہیون کے ہمسر ہو سکتے ہین۔ مگر اتنے پر بھی گورنمنٹ کو اپنی سلامتی کا یقین نہین ہوا۔ مصارف جنگ مین من مانا اضافہ کیا جارہا ہے اور اسکی کوشش ہو رہی ہے کہ ہند انگریزونکی مشرقی مقبوضات کا جنگی رسدخانہ بنادیا جاوے۔

انگریزی پولٹیکل حلقونمین یہ معاہدہ نہایت وقعت کی نگاہون سے دیکھا گیا ہے حتیٰ کہ مسٹر بالفور نے اپنی ایک تقریر مین لارڈ لینسڈون کی نسبت جنگی زور طبیعت کا یہ نتیجہ ہے فرمایا کہ وہ خارجی وزرا مین سب فوق لیگئے ہین۔ اور انکا کہنا صحیح ہے جبس وزارت سے کوئی قابل داد کام نہو سکے اسکے لئے اتنا ہی بہت ہے۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ مسٹر بالفور کی وزارت جو عرصے سے بالکل بیجان ہو رہی تھی اب بالکل شکست ہو گئی ابھی عرصہ نہین ہوا کہ مسٹر چیمبرلین نے استعفیٰ دیا تھا اور کیبنٹ مین تغیر و تبدل ہوا تھا اب پھر وہی واقعہ پیش نظر ہوا۔ لارڈ رابرٹ نے استعفیٰ دیدیا اور خود کیبنٹ بھی بعد غور و تامل "و پس از خرابی بسیار" اپنے فرائض سے مستعفی ہو گئی ہے۔ کم و بیش دو سال سے متواتر صدائین کان مین آرہی ہین کہ مسٹر بالفور کی وزارت کی حالت مخدوش ہے۔ کبھی سننے مین آتا ہے کہ اب نزع کی حالت مین ہے۔ کبھی سنتے ہین بس اب دم ٹوٹا چاہتا ہے۔ کچھ ایسی سخت جان وزارت ہے کہ بار بار سنبھالا لیجاتی ہے اور مسٹر بالفور کو شکست اور بد طرفی کا روز بد دیکھنا پڑا ہے مگر تا کے۔ آخر اُسکے دن بھی پورے ہو گئے۔

شاہنشاہ معظم نے فرقہ لبرل کے سرگروہ مسٹر کیمبل نبرمین کو طلب فرماکر قلمدان وزارت اُنکے سپرد کیا ہے۔ آپنے خوش نصیبی سے مشہور و معروف آزاد خیال مسٹر جان مارلی کو صاحب وزیر ہند مقرر فرمایا۔ انتخاب تو اِس سے بہتر نہین ہو سکتا تھا آپ مسمہ خیرخواہ انسان اور بالطبع غریب دوست ہین۔ آپکے نام نامی اور خیالات سے شاید ہی کوئی انگریزی خوان ہندوستانی ناواقف ہو۔ آپ کی وسیع ہمدردی زبانزد... اور آزاد خیالی زبان زد خاص و عام ہے۔ اگر آپکے عہد مین بھی غریب ہندوستان کی داد رسی نہوئی تو وہ بھی ہماری شومی طالع ہی کا قصور ہوگا۔

تندرستی کا بیمہ یعنی ڈاکٹر گنیش پرشاد بہار گو کا بنایا ہوا

نمک سلیمانی

قیمت فی شیشی [illegible]

جسکو کہ کیمیکل اگزامنر اور کمسٹری رائل اسکول لندن کے ممبر اور مشہور ڈاکٹر ڈبلو آر کریپر یف سی یس ایس لے آر یس ایم نے جانچکر سارٹیفکٹ عطا فرمایا ہے

یہ نمک سلیمانی معدہ کی تمام خرابیوں کو دور کرکے اسکی قوت کا محافظ رہتا ہے اسوجہ سے حالت تندرستی میں اسکے استعمال سے بھوکھ بڑھتی ہے اور غذا ہضم ہو کر خون صالح پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے ہر طرح کی کمزوری و سستی رفع ہو کر چستی و مردانگی پیدا ہوتی ہے اور انسان صحیح و تندرست رہسکتا ہے یہ نمک سلیمانی اُن بیماریوں میں جو کہ معدہ کی خرابیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ہیضہ۔ بدہضمی۔ نفخ کھٹی یا جلی ہوئی ڈکار کا آنا۔ پیٹ کا درد پیچش۔ پیٹ کا درد کی شدت۔ بواسیر قبض اور مستورات کے ایام کی خرابی وغیرہ میں مثل جادو کے اپنا اثر دکھلاتا ہے چونکہ یہ نمک ... گردہ اور مثانہ کی گرمی کا محافظ ہے اسوجہ سے بار بار پیشاب آنیکو بھی روکتا ہے ... بدہضمی غذا یا زیادتی بلغم کیوجہ سے ... بھی ... چونکہ معدہ سے فضلات فاسد کو تحلیل کرتا ہے اسوجہ سے گٹھیا کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے ہیضہ طاعون کے دنوں میں اسکا استعمال تریاق کا کام دیتا ہے بیشمار خطوط اسکی تعریف میں روزانہ موصول ہوتے ہیں اُنمیں سے دو تین نیچے درج ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ایڈوکیٹ کچہری جوڈیشل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ لکھنؤ۔ جناب بابو باسدیو لال صاحب ایم لے تحریر فرماتے ہیں گذشتہ سے دن ہوئے میں نے آپکا نمک سلیمانی طلب کیا اسنے بدہضمی کی شکایت بہت جلد دور ہو جاتی ہے۔ بھوکھ بڑھتی ہے اور قبض رفع ہو جاتا ہے۔ ایسی مفید دوا ہے کہ ہر ایک اہل و عیال والوں کو گھر میں ضرور رکھنا چاہیئے۔

(۲) جناب محمد یٰسین خانصاحب تسلیمدار محبوب نگر حیدرآباد دکن تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بوتل نمک سلیمانی بذریعہ ویلیو پی ایبل عنایت فرمائیے قبل اسکے جو ایک شیشی نمک سلیمانی منگائی گئی تھی اوسکے استعمال سے میرا درد شکم جو کہ مجکو عرصہ ۱۷ سال سے تکلیف دیتا تھا جاتا رہا میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۳) جناب مولوی سید عبدالستار صاحب ڈپٹی انسپکٹر ... اوجین مقام ... سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپکا نمک سلیمانی منگوا کر استعمال کیا نہایت مفید پایا جیسا آپ کے اشتہار میں لکھا ہے مبالغہ نہیں ہے غرض مجھے ایک مریض بھی ایسا نہیں ملا جسنے نمک سلیمانی کھا کر یہ کہا ہو کہ مجھے فائدہ نہیں ہوا۔ لہذا گذارش ہے کہ ایک بوتل نمک سلیمانی مہربانی کرکے اور بھیج دیجیے۔

(۴) جناب بابو ... سنگھ صاحب رئیس قصبہ اورنگ آباد تحریر فرماتے ہیں کہ آپکے نمک سلیمانی سے لوگوں کو نہایت فائدہ ہوا۔ ایک شخص کو معدہ کی خرابی سے قبض کی شکایت تھی اوسکو صرف تین خوراک آپکا نمک سلیمانی دیا گیا جس سے اوسکو پورا نفع ہوا ایک شخص کو بواسیر کی شکایت تھی اور پیٹ میں بھی درد تھا لیکن ایک ہفتہ آپکے نمک سلیمانی سے اوس کی بھی شکایت رفع ہو گئی درحقیقت آپکا نمک سلیمانی نہایت کارآمد دوا ہے۔

ملنے کا پتہ۔ نونہال سنگھ منیجر کارخانہ نمک سلیمانی محلہ گائیگھاٹ شہر بنارس

ممیرے کا سرمہ

پانچ ہزار روپیہ انعام

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں اہل الیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے۔ ضعف البصارت۔ تاریکی چشم۔ دھندجالا۔ پڑبال جبار۔ سرخی۔ پڑولا۔ ابتدائی موتیا۔ ناخنہ۔ پانی بہنا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر بجا تجویز اور ادویہ کے آنکھ کے مریضوں کو اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کے استعمال کرنیکی حاجت نہیں رہتی ہے بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے۔ قیمت اسلئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اوٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے مبلغ عاد دو روپیہ نمبر ۲ کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ سے ۳ تین روپیہ ہے خالص ممیرہ فی ماشہ ۲۰ بیس روپیہ ممیری سرمہ فی تولہ ۱۲ ہم روپیہ چار آنہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔

المشتہر۔ پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اسنے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہوسکتی ہے

میں نے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے اُن مریضوں پر جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر اُن مریضوں کیواسطے جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند غبار کی وجہ سے کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے راقم ڈاکٹر برجلعل گہوس رائے بہادر ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور و آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔

(۲) میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے اپنے زیر علاج کی ایک قسم کے مریضوں پر استعمال کیا ہے میری رائے میں بینائی قایم رکھنے اور آنکھوں کی بیماریوں سے بچنے کے لئے ممیرے کے سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۵۰۰۰ روپیہ انعام جو کوئی شخص ثابت کر دے کہ اس سرمہ میں ممیری کے سوا کوئی اور چیز ملائی گئی ہے اس کو یہ انعام دیا جاویگا جو لاہور کے پنجاب بنک میں اسی مطلب کے واسطے ۱۹۱۰ء میں جمع کر دیا گیا ہے

قابل دید کتب

جذبات نادر - حضرت نادر کاکوروی کے لطیف اور پاکیزہ خیالات کے نمونے نظم اور نثر دونوں میں قیمت صرف ۳ ر مجلد۔

معشوقۂ فرنگ شکسپیر کے مشہور ڈراما ہملیٹ کا سلیس اردو میں بامحاورہ ترجمہ ابوجوالہ پیشاور صاحب برق بی اے سب جج اودھ - قیمت مجلد ۳ ر

ترانۂ شوق منشی احمد علی صاحب شوق سابق ایڈیٹر خدنگ نظر (لکھنؤ)۔ اردو زبان کی ترقیوں کا ایک نمونہ [illegible] قیمت صرف مجلد ۱۰ ر

[illegible] جذبات کا ایک قابل قدر نمونہ [illegible] سادگی و سلاست کا ایک قابل دید [illegible] قیمت [illegible] مجلد۔

خدنگ نظر اس مقبول عام رسالے کی بعض جلدیں جو حسب ذیل ہیں اپنی خوبی مضامین کے لحاظ سے قابل دید ہیں کاملاً جدید [illegible] نہایت صاف ہیں ہر جلد کی قیمت ضخامت ذیل میں لکھی گئی ہے۔

جلد ۱۸۹۸ء مع نظم و نثر ضخامت ۱۵ جز قیمت مجلد ۱۲ ر

جلد ۱۹۰۱ء صرف حصۂ نثر مع بعض نظم ہائے نیچرل و خیالات جدید - قیمت مجلد ۸ ر ....

جلد ۱۹۰۲ء صرف حصۂ نثر ضخامت ۱۲ جز قیمت مجلد ۹ ر

جلد ۱۹۰۳ء صرف حصۂ نثر ضخامت ۹ جز قیمت مجلد ۶ ر

جلد ۱۹۰۴ء (۶ نمبر) مع نظم و نثر ضخامت ۱۲ جز مجلد ۱۰ ر

تمام درخواستیں بنام منیجر زمانہ کانپور آنا چاہئیں

[illegible]

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

صرف چھ روپیہ میں مضبوط جیبی گھڑی اور پانسو چیزیں مفت نذر

کیوں ناظرین! کیا اب بھی آپ اس طرف توجہ نہ کریں گے جبکہ آپکی خاطر اسقدر بار عظیم کے متحمل ہو رہے ہیں جسکا اٹھانا ہمارے امکان سے باہر تھا؟ کیا اب بھی آپ اس نادر موقع کی قدر نہ کرینگے جبکہ آپ کے ساتھ ایک غیر معمولی رعایت کر رہے ہیں اگر انصاف سے دیکھا جائے تو چھ روپیہ میں پانسو چیزیں بھی دستیاب نہیں ہو سکتیں اور گھڑی مفت میں رہی - ناظرین یا اس میں کچھ مبالغہ کا برتاؤ کر رہا ہوں نہ مجھے مضمون طرازی ہی کا شوق ہے اس اشتہاری دنیا کی منزل کو طے کر دونگا جسکو ہزار ہا تاجر طے کرکے بے قدری اور ضلالت کی سرزمین پر آباد ہو گئے ہیں۔ اگر مجھکو لازم تھا کہ اس بیش بہا موقع سے پبلک کو اطلاع دوں۔

تفصیل اشیاء درست ذیل ہے!!!

جادو کا قلم۔ مقراض۔ سیاہی۔ چاقو۔ صابون۔ سٹیفنس۔ کاغذ کی پنسل۔ پنسل تراش۔ عینک۔ برش۔ آئینہ۔ ہولڈر۔ رنگین ملبدار۔ نب اردو لکھنے کے۔ نب انگریزی۔ دوات شیشہ۔ بلوٹنگ۔ سیاہی۔ سرخ۔ روشنائی کی پڑیہ۔ لفافہ۔ لیٹر پیپر۔ کارڈ۔ فینسی۔ رنڈی۔ سگرٹ ہولڈر۔ سیفٹی پن۔ سفید موم بتی۔ تصویر۔ تارنگی۔ نیچر۔ رنگین بازی۔ محبت کی قینچی۔ بابو نامہ۔ بیرسٹری۔ نقلی لیڈی۔ نقلی تصویر۔ لونڈے کی کرتوت۔ دھوتی۔ پتلون۔ انسانی فوٹو۔ بنڈل۔ پوسٹ کارڈ۔ چھوٹی دلہن۔ پنسل۔ بیاہ۔ ورزش [illegible]

[illegible]

جاپان

قیمت عہ قیمت عہ

یہ نادر الوجود کتاب جس میں اہل جاپان کے تمدن معاشرت صنعت و حرفت اور رسم و رواج کے متعلق مفید اور دلچسپ معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے مشہور ملک بابو شیو برت لال صاحب ورمن ایم اے نے ایک فرانسیسی عالم کی تصنیف سے ترجمہ کی ہے۔ کتاب اپنی خوبیوں میں بے نظیر ہے۔ اور اہل ہند کو خاص طور پر نفع پہنچا سکتی ہے۔ چونکہ اس کتاب کی جلدیں بہت کم باقی ہیں لہذا جو حضرات دست شوق بڑھانے میں دیر کرینگے یقیناً طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔

قیمت عہ	الحیات بعد الممات	قیمت عہ

یہ بیش بہا کتاب بھی ایک فرانسیسی عالم فلسفی کی مقبول عام تصنیف کا ترجمہ ہے جسمیں روح و زندگی کے حیرت انگیز انظاہر کئے گئے ہیں اور بہت سے دقیق مسائل پر عالمانہ نظر ڈالی گئی ہے جس سے انسانی معلومات میں ایک غیر محدود اضافہ ہوتا ہے۔ یہ کتاب بھی ہمارے علمی خزانے کا ایک بیش بہا جواہر ہے شائقین حضرات جلد طلب فرمائیں

گلزار نسیم

قیمت مجلد ۱۲؍

مع

انتخاب دیوان نسیم

نہایت صحیح اور مستند ایڈیشن۔ سب سے پرانے نسخے کا طبع جدید۔ لکھائی صاف اور خوشخط چھپائی عمدہ اور نفیس غرض سب طرح سے قابل دید۔ قیمت ۔۔ علاوہ محصول

سوانح عمری

قیمت مجلد ۱۲؍

پنڈت ایشور چندر ودیاساگر

یعنی

مشہور و معروف محب انسان اور خیر خواہ ملک مصلح قوم ہندو ہند کے مفید اور پر سبق زندگی کی دلچسپ مفصل داستان قیمت ۱۲؍

گلزار نونہال

قیمت مجلد عہ

یعنی

تعلیم اطفال بطریق کنڈر گارٹن

ضخامت (۲۶۴) صفحات مع نقشہ ہائے کنڈر گارٹن کاغذ چھپائی صاف قیمت مجلد (عہ) علاوہ محصول

عکسی تصویریں

قیمت فی تصویر ۲؍ تصویر پنڈت رتن ناتھ سرشار مصنف فسانہ آزاد ۴؍ شاہان روس و جاپان ۲؍ پنڈت ودیاساگر ۲؍ مسٹر تاتا ۲؍ سوامی دیانند سرستی ۲؍ لارڈ کرزن ۲؍ سر ہنری کاٹن ۲؍ مسٹر راناڈے ۲؍ حضرت داغ ۲؍ گروپ اراکین علیگڈھ کالج ۲؍ مہاراجہ بڑودہ ۲؍ مسٹر دادا بھائی نوروجی ۲؍ سوامی رام تیرتھ ۲؍ نشی درگا سہائے سرور مرحوم ۲؍ راجہ رام موہن رائے ۲؍

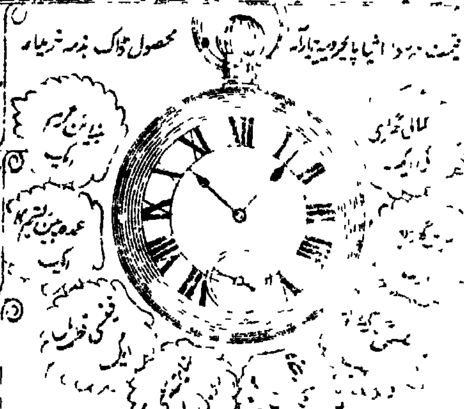
مینیجر زمانہ کانپور نیا چوک

اس پتہ سے منگائیے - ایس - اے - بی بخش اینڈ کو - کوٹھی نمبر ۱۲ - مالیڈ ے اسٹریٹ کلکتہ

ریلوے ریگولیٹر پختہ واچ نمبر ۵

آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام

محصول ڈاک بذمہ خریدار



خط لکھنے کے لیے کارڈ ایک درجن

کرتے کے عمدہ بٹن سٹ ایک

فینسی ملبوسی چوڑیاں ایک جوڑ

خوشنما برنگا کان کے ایک جوڑ

اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر اس گھڑی کو ضرور منگالو ورنہ افسوس کرنا ہوگا

فینسی

نوٹ

جنٹلمین! اس گھڑی کو ... قیمت ...

دستخطی پرچہ ہرگھڑی کے ہمراہ روانہ ہوگا - جابی ...

ہے اور ڈاک ... کاسے - یہ گھڑی ...

معہ کل سامان پانچ روپیہ چار آنہ - محصول ...

نوٹ - پندرہ دسمبر تک ... ہرگھڑی کے خریدار کو ...

... میعاد کے بعد ہم ذمہ دار نہونگے کیونکہ ...

... ہم کسی طرح بھی یہ چیزیں ہم

نہیں چھوڑ سکتے -

گھڑی معہ ... کے سوا پانچ روپیہ میں مفت ہے -

کیا آپ کو اپنے معصوم بچوں کی صحت عزیز ہے؟

برقی لاکٹ

... نہیں بتا سکتے کہ اونکو کیا تکلیف ہے ...

... ہوئی اور ہوشیاری نے ... شروع کردیا

... ہو سکتا ہے ایک ... لاکٹ ...

... اور ہمیشہ ...

... یہ لاکٹ ...

... اس لاکٹ کو جلد منگائیے قیمت ...

اس پتہ سے منگائیے - ایس اے بی بخش اینڈ کو - کوٹھی نمبر ۱۲ - مالیڈ ے اسٹریٹ کلکتہ